

حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل سوانح حیات

حیاتِ اعلیٰ حضرت

تقریب:
علامہ مفتی ریاض الرحمن رضوی

مُصَنَّف:
ملک العلماء حضرت علامہ محمد طاهر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ



کیمبریا پبلشرز

تصحیح
الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دارالعلوم عربیہ اسلامیہ

خوشخبری

علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن
کریں

<https://t.me/tehqiqat>
گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے کے

[https://
archive.org/details/
@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

طالب دعا زویب حسن عطاری

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

الصلوة والسلام عليك يا سيدى يا رسول الله
وعلى الك واصحابك يا حبيب الله

نام کتاب	حیاتِ اعلیٰ حضرت (کامل)
مؤلف	علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ
ترتیب	علامہ مفتی مطیع الرحمن رضوی
تصحیح	الحافظ القاری مفتی غلام حسن قادری
		مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور
صفحات	840
تعداد	1100
کیوزنگ	زاہد اقبال
اشاعت	فروری 2014ء
ناشر	محمد اکبر قادری
قیمت	900 روپے

اکبر قادری ناشر
لاہور

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۹	بچپن کے حالات	۹	تقریظ
۵۱	تقریب روزہ کشائی	۱۰	عرض ناشر
۵۲	تعلیم	۱۱	۱ گفتنی
۵۲	بسم اللہ خوانی و سلسلہ تعلیم	۱۶	اغلاط کی تصحیح
۵۳	درسیات سے فراغت	۱۸	۲ صاحب کتاب
۵۳	اساتذہ	۲۴	تصانیف
۵۶	شادی اور اولاد	۲۷	انتباہ
۵۶	حضرت حجۃ الاسلام	۳۱	۳ دیباچہ
۵۷	حضرت مفتی اعظم	۳۶	۴ خاندانی حالات
	۹ مارہرہ شریف کی حاضری اور بیعت و خلافت	۳۶	حضرت اعظم خاں
۵۹	خلافت	۳۷	حضرت کاظم علی خاں
۶۱	۱۰ تدریس	۳۷	مولانا رضا علی خاں
۶۱	مشاہیر تلامذہ	۳۷	کرامات
۶۶	۱۱ حج و زیارت اول	۳۹	مولانا تقی علی خاں
۶۷	۱۲ حج و زیارت دوم	۴۰	تصانیف
۶۸	بیداری میں زیارت نبوی	۴۱	بیعت و خلافت
۶۹	۱۳ عادات و اوصاف	۴۲	حج و زیارت
۷۳	اطاعت والدین	۴۲	وصال
۷۳	تعظیم اکابر	۴۳	توارخ ولادت
۷۵	تواضع و انکسار	۴۳	توارخ وفات
۷۶	مساوات اسلامی	۴۳	حالات
۷۷	اصاغر پر شفقت	۴۴	شجرہ آباء و اجداد
۸۱	۱۴ اخلاق کریمہ	۴۷	۵ ولادت اور بزرگوں کی پیشین گوئیاں

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۷۶	ایک آریہ کا مسلمان ہونا	۸۷	کرم و سخاوت
۱۷۸	علم غیب	۹۲	قناعت و توکل
۱۸۱	فرقہ و ہابیہ کب وجود میں آیا	۹۳	15 اتباع شرع و تقویٰ
۱۸۳	قضا نمازوں کی ادائیگی	۹۷	احتیاط فی الدین
۱۸۵	نماز میں نظر کہاں ہو؟	۹۹	صلاحت مذہبی و حق گوئی
۱۸۵	اللہ کے لیے لفظ میاں کا استعمال	۱۰۸	خودداری
۱۸۵	علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ کا استعمال	۱۰۹	محبت و عزتِ علما
۱۸۶	نعت شریف لکھنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے	۱۱۳	16 تعظیم و اکرام سادات
۱۸۶	لفظ عدالت یا سرکار کا استعمال	۱۱۳	توشہ غوثِ اعظم
۱۸۶	اوپر خدا نیچے آپ کہنے کی ممانعت	۱۲۱	17 تعظیم حجاج و زائرین مدینہ
۱۸۶	ناموں میں عبد چھوڑنے کی بلا	۱۲۲	18 مزاج و ظرافت
۱۸۷	بعض ناموں کے احکام	۱۲۳	19 ادبی لطیفے
۱۸۷	آخری چہار شنبہ	۱۲۶	20 حاضر جوابی
۱۸۷	بیت الخلاء میں تخیلات نعت کی ممانعت	۱۲۹	21 قوتِ حافظہ
۱۸۷	خطبہ کے وقت کی ممنوع چیزیں	۱۳۲	22 تبصر علمی
۱۸۷	چین اور انگوٹھی کے مسائل	۱۳۷	ریاضی دانی
۱۸۷	جانوروں کو جلانا منع ہے	۱۴۰	بیت و توقیت وغیرہ میں کمال
۱۸۸	ماء مستعمل کا ایک مسئلہ	۱۴۳	علم تکبیر میں مہارت
۱۸۸	غسل میت کا گھڑا توڑنا منع ہے	۱۵۷	علم جفر میں کمال
۱۸۹	26 وعظ و تقریر	۱۶۲	تاریخ گوئی
۱۸۹	پٹنہ میں روندوہ پر تقریر	۱۷۱	23 فتویٰ نویسی
۱۹۱	بدایوں میں سورہ وارضیٰ پر چھ گھنٹے کی تقریر	۱۷۱	پہلا فتویٰ
۱۹۱	بریلی میں بسم اللہ پر تقریر	۱۷۱	کمال فتویٰ نویسی
۱۹۲	نقل تقریر بریلی شریف	۱۷۴	24 خوش خطی
۲۰۳	نقل تقریر پٹنہ	۱۷۵	25 تبلیغ و ہدایت
۲۱۹	27 اسفار	۱۷۵	مناظرہ کے اصول
۲۲۰	پہلا سفر برائے حج و زیارت	۱۷۶	ایک غیر مسلم کا ایمان لانا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۴۰	ارشادات عالیہ	۲۲۱	دوسرا سفر برائے حج و زیارت
	﴿حصہ دوم﴾	۲۲۲	کامران میں قیام
۲۴۳	1 تصانیف	۲۲۳	جدہ میں نصرت نبوی
۲۴۵	2 فہرست تصانیف	۲۲۵	مولانا اسماعیل خلیل سے ملاقات
۲۴۵	3 فہرست فنون و موضوعات	۲۲۵	مفتی احناف کی خدمت میں
۳۰۶	4 تفصیل کتب باعتبار فن و موضوع	۲۲۶	الدولة المکیہ کی تالیف
۳۰۷	5 تصانیف باعتبار فن	۲۲۷	شیخ الخطبا کا اشتیاق سماعت
۳۰۷	6 علم عقائد	۲۲۷	الدولة المکیہ شریف مکہ کے دربار میں پیش
۳۰۸	7 کلام	۲۲۸	الدولة المکیہ کی اکابر علماء میں مقبولیت
۳۰۹	8 تجوید	۲۳۰	دعوتوں کا اہتمام اور علماء کی تشریف آوری
۳۱۰	9 تفسیر	۲۳۱	کفل الفقیہ کی تصنیف
۳۱۰	10 اصول حدیث	۲۳۲	علالت
۳۱۱	11 حدیث	۲۳۳	اقامت کے لیے علمائے مکہ کا اصرار
۳۱۲	12 اصول فقہ	۲۳۶	کعبہ جاں کی طرف روانگی
۳۱۲	13 فقہ	۲۳۷	ایک مقدمہ کا تصفیہ
۳۱۹	14 فرائض	۲۳۷	نماز کی خاطر قافلے سے جدائی اور سرکار کا کرم
۳۲۰	15 رسم خط قرآن مجید	۲۳۸	سرکار اعظم میں حاضری
۳۲۱	16 الادب العربی	۲۳۸	علمائے کرام کا ہجوم
۳۲۲	17 لغت	۲۳۸	علمائے کرام کی طرف سے طلب سند و اجازت
۳۲۲	18 سیر	۲۴۰	مسجد قبا و مزار حضرت حمزہ کی زیارت
۳۲۳	19 فضائل	۲۴۰	مدینہ طیبہ سے وداع و رخصت
۳۲۳	20 مناقب	۲۴۱	جبل پور کا پہلا سفر
۳۲۵	21 سلوک	۲۴۱	جبل پور کا دوسرا سفر
۳۲۵	22 اخلاق	۲۴۵	قدرتی مناظر کی دید
۳۲۷	23 ترغیب و ترہیب	۲۴۷	دعوتوں کا سلسلہ
۳۲۷	24 تاریخ	۲۴۹	جبل پور والوں کی عید
۳۲۸	25 مناظرہ	۲۵۱	سرخ مراد آباد کا سفر
۳۲۹	26 نکسیر	۲۵۳	28 حواشی
		۲۶۹	کلمات دعائیہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۰۹	58 بعض تصنیفات پر تبصرہ	۳۲۹	27 وفق
۴۰۹	59 الفيوضات الملكية لمحب الدولة الملكية	۳۲۹	28 توقیت
۴۲۱	60 نفی الفی عن اعضاء کل شیئ	۳۲۹	29 ہیئت
۴۲۹	61 انفس الفکر فی قریان البکر	۳۲۹	30 حساب
۴۳۸	62 اقامة القيامة على طاعن القيام لنبي تراه	۳۳۰	31 ارثماطیقی
۴۵۸	63 منیر العین فی حکم تقبیل الابرامین	۳۳۰	32 ریاضی
۴۸۱	64 الا لہلی من السکر لطلبة بکر رومہ	۳۳۱	33 ہندسہ
۴۹۳	65 اتوار الانتباه فی لہل نداء یا رسول اللہ	۳۳۱	34 جبرو مقابلہ
۴۹۸	66 تجلی البقیین بان نبینا بید المرسلین	۳۳۱	35 زیجات
۵۰۹	67 هیات الموات فی بیان سماع الاموات	۳۳۱	36 جفر
۵۲۵	68 انوار الانوار من بیہ صلاة الاسرار	۳۳۲	37 نجوم
۵۳۹	69 ازہار الانوار من صبا صلاة الاسرار	۳۳۹	38 شتی
۵۴۲	70 اسماع الاربعین فی شفاعۃ بید المہبوبین	۳۴۰	39 تصنیفات باعتبار موضوع
۵۴۵	71 النسی الایکبہ عن الصلاة وراء عدی التقلیہ	۳۴۰	40 رد نصاریٰ
۵۷۲	72 ازکی الا لہلال بابطال ما احدثت الناس فی امر السہلال	۳۴۲	41 رد ہنود
۵۷۷	73 صفائح اللہبیین فی کون التصافح بکفی الیدین	۳۴۲	42 رد آریہ
۵۸۶	74 التعبیر بباب التقبیر	۳۴۲	43 رد نیچریہ
۵۹۱	75 تلج الصمد للیمان القمر	۳۴۶	44 رد قادیانیہ
۵۹۷	کلمات دعائیہ	۳۵۳	45 رد رواقض
۵۹۸	ارشادات عالیہ	۳۵۶	46 رد نواصب
	﴿ حصہ سوئم ﴾	۳۵۶	47 رد و ہابیہ
۶۰۱	1 رویائے صادقہ	۳۶۵	48 رد غیر مقلدین
۶۰۶	2 بیعت و ارشاد	۳۶۸	49 رد ندوہ
۶۰۶	اجزائے سلسلہ کے لیے خواب میں پیر و مرشد کا حکم	۳۸۸	50 رد مفسقہ
۶۰۶	سلسلہ بیعت	۳۸۹	51 رد تفضیلہ
۶۰۷	بیعت کرنے کا طریقہ	۳۹۰	52 رد متصوفہ
۶۰۸	عورتوں کی بیعت کرتے وقت پردے کا حکم	۳۹۱	53 رد مولوی اسماعیل دہلوی
۶۰۸	بیعت سے مقصود	۴۰۰	54 رد مولوی قاسم نانوتوی
۶۰۹	3 شجرہ شریف	۴۰۱	55 رد مولوی رشید احمد گنگوہی
		۴۰۶	56 رد مولوی اشرف علی تھانوی
		۴۰۸	57 رد مولوی نذیر حسین

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۲۰	سینزدہم: سلسلہ عالیہ علویہ منامیہ اقرب الطرق	۶۱۱	فاتحہ سلسلہ
۶۲۱	۴ افاضات و ارشادات	۶۱۱	درود غوثیہ
۶۲۱	نذرانہ	۶۱۱	پنج گنج قادری
۶۲۲	پاؤں چومنے پر ناراضگی	۶۱۱	قضائے حاجات و حصول ظفر و مغلوبی دشمنان
۶۲۲	عشرہ محرم میں سبز، سرخ، سیاہ رنگ کا استعمال	۶۱۲	ضروری ہدایات
۶۲۲	یوم حج و عشرہ کاروزہ	۶۱۳	الوظیفۃ الکریمۃ
۶۲۳	احترام قبلہ	۶۲۰	تہجد
۶۲۳	آداب مسجد	۶۲۰	ذکر چہر چہار ضربی
۶۲۳	احترام مسجد	۶۲۰	ذکر خفی
۶۲۳	مسجد آ کے فوراً نیت باندھنا سنت ہے	۶۲۱	تصور شیخ
۶۲۳	صف اول میں کھڑے ہونے کا ثواب	۶۲۳	شجرہ درودیہ
۶۲۳	صف اول کے فضائل	۶۲۳	شجرہ مسدسہ
۶۲۳	نماز میں چادر اوڑھنے کا طریقہ	۶۲۵	شجرہ سلسلۃ الذہب نافیۃ الارب
۶۲۳	دفع دسواس کی تدبیریں	۶۲۶	منظوم اردو شجرہ
۶۲۵	کلمہ طیبہ کا ایصال ثواب	۶۳۱	تیرہ طریقوں کی اجازت
۶۲۶	مزار پر حاضری کے آداب	۶۳۱	اول: سلسلہ عالیہ قادریہ جدیدہ سلسلۃ الذہب
۶۲۶	قبور مسلمین کا احترام	۶۳۲	دوم: سلسلہ قادریہ آبائیہ قدیمہ
۶۲۶	کھانے کا وضو اور بسم اللہ	۶۳۳	سوم: سلسلہ قادریہ رزاقیہ اسماعیلیہ
۶۲۶	پانی پینے کا طریقہ	۶۳۳	چہارم: سلسلہ عالیہ قادریہ انواریہ
۶۲۷	مائے مستعمل کا استعمال	۶۳۵	پنجم: سلسلہ عالیہ قادریہ منوریہ معمریہ
۶۲۷	جلال بخاری کے کوٹھے کی فاتحہ	۶۳۶	ششم: سلسلہ عالیہ چشتیہ قدیمہ
۶۲۷	مریض کو دیکھ کر کیا کہے	۶۳۷	ہفتم: سلسلہ عالیہ چشتیہ جدیدہ
۶۲۷	مریض کی شکایت نہ کرے	۶۳۷	ہشتم: سلسلہ عالیہ سہروردیہ قدیمہ
۶۲۷	سلام خط کے جواب میں عجلت	۶۳۸	نہم: سلسلہ عالیہ سہروردیہ جدیدہ
۶۲۸	کارڈ یا کھلے خط پر اسم جلالت یا اسم رسالت لکھنا	۶۳۸	دہم: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ صدیقیہ
۶۲۸	۷۸۶ کے ساتھ ۹۲ لکھنے کی ابتدا	۶۳۹	یازدہم: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ علویہ
۶۲۸	مسلمان کا جنازہ دیکھ کر کیا کرے	۶۳۹	دوازدہم: سلسلہ عالیہ بدیعہ مداریہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۲۵	مجدد کی شناخت	۲۲۸	کافر کی میت کو دیکھ کر کیا کرے
۲۲۶	چند سوال اور ان کے جواب	۲۲۸	تبارک کی فاتحہ
۲۲۷	شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے مجدد ہونے میں اختلاف	۲۲۹	سہ شنبہ کو کپڑا قطع نہ کرے
۲۲۸	ان کی مصنفات میں تحریفات	۲۲۹	سیاہ جوتے کا حکم
۲۲۲	شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کی دینی خدمات	۲۵۰	سفر کس دن کرے
۲۲۲	بلاد اسلامیہ میں ان کے علوم و معارف کی شہرت عامہ	۲۵۰	محفل سماع کا حکم
۲۲۳	چند مقتدر تلامذہ	۲۵۰	دفع بلا کی اہل تدبیریں
۲۲۶	اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا علمی مقام	۲۵۲	دوائے طاعون
۲۲۶	اعلیٰ حضرت کی مرجعیت	۲۵۲	دفع بوا سیر کا عمل
۲۲۷	وعظ کی ہمہ گیری	۲۵۳	طلب و بیعت کا فرق
۲۲۷	حق و صداقت کا کوہ بلند	۲۵۳	تبدیل بیعت
۲۲۸	حقیقت تبلیغ	۲۵۳	مجاہدہ کا معنی
۲۲۹	مجددیت کی تصدیق کرنے والے کچھ مقتدر علما کے اسماء	۲۵۲	فنائی الشیخ
۲۸۱	مجدد ملت حاضرہ از: محدث اعظم	۲۵۲	وحدة الوجود کا مطلب
۲۸۲	کرامات اعلیٰ حضرت	۲۵۲	درجات فقر
۲۳۳	اکابرین و مشاہیر کی رائیں	۲۵۲	افراد کے کہتے ہیں
۲۴۰	وصال کی واقفیت	۲۵۷	کیا غوث ہر زمانے میں ہوتا ہے؟
۲۴۲	وصایا کے کلمات	۲۵۸	مجدوب کی پہچان
۲۴۵	۱۰ ملفوظ وصایا	۲۵۸	مجدوب سے سلسلہ جاری نہیں ہوتا
۲۴۷	۱۱ اخبار ارتحال	۲۵۹	رجال الغیب
۲۴۹	۱۲ مکتوب وصایا	۲۵۹	جنادھاری فقیر بننا
۲۵۲	۱۳ تواریخ وصال	۲۶۰	مصری میناروں کی تعمیر
۲۶۲	۱۴ قطعات تاریخ ارتحال	۲۶۱	کاکی کی وجہ تسمیہ
۲۷۷	۱۵ منقبتیں	۲۶۳	۵ چودھویں صدی کے مجدد
۲۸۲	۱۶ مکاتیب	۲۶۳	تجدید دین کا مفہوم
۸۳۲	القاب و اوصاف	۲۶۴	مجدد کے اوصاف
۸۳۵	دعوت نامہ چہلم اعلیٰ حضرت	۲۶۴	مجدد کے اقسام

عرضِ حال

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کی بابرکت زندگی، آپ کی خدماتِ دینیہ، کمالات و کرامات، تصانیف و مصروفیات پر مشتمل جامع اور مستند کتاب حیاتِ اعلیٰ حضرت جس کو آپ کے ایک شاگرد رشید فاضل علامہ دینیہ اور خلیفہ خاص ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمۃ نے ترتیب دیا ہے۔ آپ یقیناً امام اہل سنت کے چہیتے خلیفہ، شاگرد اور مرید ہیں جن کو کبھی تو اعلیٰ حضرت ولدی الاعز (میرے عزیز ترین بیٹے) کہہ کر مخاطب فرماتے کبھی جیبی و ولدی و قرۃ عینی (میرے پیارے بیٹے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک) کبھی ولدی اعزک اللہ فی الدنیا والدین (میرے بچے اللہ تجھے دین و دنیا کی عزتیں عطا فرمائے) بعض خطوط میں برادر دینی و یقینی کے جانفزا الفاظ ارشاد فرمائے اور بعض جگہ جان پدر بلکہ از جان بہتر کہہ کر پکارا۔ آپ نے خود اپنے اس ہونہار شاگرد رشید اور مرید خاص کو حامی سنت اور ماحی فتن کے بابرکت القابات سے بھی نوازا۔ چنانچہ اس شاگرد رشید، خلیفہ اعظم اور مرید خاص نے اپنے مرشد گرامی و استاذ محترم کے حالات (تریسٹھ سالہ زندگی ۱۸۵۶ء تا ۱۹۲۱ء) اس کتاب میں درج فرمائے ہیں اور اپنے محسن و مربی کے ساتھ وفاداری کا حق ادا کر دیا ہے، اس کتاب کے اکثر واقعات فاضل مؤلف کے مشاورتی قلم کا نتیجہ ہیں تاہم فاضل مؤلف کے ایک رفیق کار اور امام اہل سنت کے خدمتگار سید ایوب علی رضوی کی محنت و کاوش کا بھی اس کتاب کے معرض وجود میں لانے کے لیے ایک نمایاں حصہ ہے جو بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت کے قلمی مسودات، تالیفات اور فتاویٰ جات کے ایک عرصہ تک منتظر رہے۔ یہ کتاب ترتیب دینے کی انہوں نے ہی تشویق پیدا کی اور ان ہردو حضرات کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ یہ کتاب آج عاشقانِ اعلیٰ حضرت کے دلوں کو سرور اور آنکھوں کو نور بخش رہی ہے۔

عزیز القدر جناب محمد اکبر قادری صاحب اکبر بک سیکرز اردو بازار لاہور کو یہ سعادت حاصل ہو رہی ہے کہ وہ ایک نئے ولولے کے ساتھ ان تین جلدوں کے ضخیم سیٹ کو ایک جلد میں طبع کر رہے ہیں یقیناً یہ اہل سنت کیلئے خوشی کا موقع ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر سے نوازے۔

یاد رہے: مطبوعہ انڈیا میں حضرت مولانا محمد مطیع الرحمن صاحب کا مضمون جو کتاب کی ابتداء میں تھا انتہائی مشکل ہونے کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والا ابتداء میں ہی اکتاہٹ محسوس نہ کرے اور باقی کتاب کے مطالع سے کہیں اس وجہ سے محروم نہ رہ جائے کہ آگے بھی اس طرح مشکل ہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی اس محنت پر ان کو اجر عظیم سے نوازے۔

اس دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

دعا گو و طالب دعا: غلام حسن قادری

مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

عرضِ ناشر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
 عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

اللہ رب العزت جل شانہ کا بے حد و شمار شکر کہ اس کی رحمتِ کاملہ اعانت و نصرت اور اس کے محبوبِ کریم حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے وسیلہٴ جلیلہ سے ہمیں آپ قارئین کی خدمت میں مختلف موضوعات پر معیاری دینی اسلامی کتب شائع کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہے۔ الحمد للہ۔ ہم اہل شوق و محبت کی علمی پیاس بجھانے کے لئے حتی الامکان سعی و کاوش میں مسلسل کوشاں ہیں۔ آپ سے التماس ہے کہ ممکن ہو تو اپنے قیمتی وقت سے چند لمحات نکال کر ہمیں اپنے گراں بہا مشوروں اور آراء سے نوازتے رہئے تاکہ ہماری مزید رہنمائی ہو اور ہم اپنی کتب کو اور زیادہ بہتر انداز اور معیار کی رفعتوں تک لے جائیں۔ بفضلہ تعالیٰ۔

امید ہے زیر نظر کتاب ”حیاتِ اعلیٰ حضرت (کامل)“ متلاشیانِ علم و عرفان کے لئے باعثِ تسکین ہوگی۔

آپ کا خیر اندیش
 محمد اکبر قادری

گفتنی

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۳ جون ۱۸۵۶ء کو اتر پردیش کے شہر بریلی میں ایک دینی و علمی گھرانے کے اندر پیدا ہوئے۔

☆ بسم اللہ خوانی ہی کے دن الف، باء، تا، ٹا پڑھتے ہوئے لا پر اعتراضات کئے۔

☆ چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن ختم کر لیا۔

☆ چھ سال کی عمر میں ایک نو وارد عرب سے دیر تک فصیح عربی میں گفتگو کی۔

☆ آٹھ سال کی عمر میں فن نحو کی ہدایۃ النحو نامی درسی کتاب پڑھنے کے دوران ہی عربی زبان میں اس کی شرح لکھی۔

☆ دس سال کی عمر میں اصول فقہ کی نہایت معرکہ آراء ادق و اہم کتاب مسلم الثبوت مصنفہ حضرت علامہ محبت اللہ بہاری کی بسیط شرح تصنیف فرمائی۔

☆ تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کی عمر میں تمام علوم مروجہ درسیہ سے فراغت حاصل کر کے باقاعدہ تدریس کا آغاز کیا، اور منصب افتا کی ذمہ داری سنبھال لی..... پھر خدا داد ذہانت اور زور مطالعہ سے بتدریج مختلف شرقی و غربی علوم کو خود ہی حل فرما کر داد تحقیق دی۔

☆ بائیس سال کی عمر میں بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے اور پیر و مرشد نے فخریہ ارشاد فرمایا:

قیامت کے روز خدا نے پوچھا کہ آل رسول! دنیا سے کیا لائے ہو؟ تو احمد رضا کو پیش کر دوں گا۔

اب تدریس، افتا اور تالیف و تصنیف کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ کی طرف خصوصی توجہ دی۔ مسلمانوں میں پھیلے ہوئے

غلط رسم و رواج کو مٹانے کے درپے ہوئے، بدعات و خرافات کے خلاف محاذ قائم کیا اور دوسرے مذاہب کی تردید کے ساتھ ساتھ خود اسلام کے نام پر غیر اسلامی نظریات پھیلانے والے مختلف فرقوں کے رد و ابطال میں پوری تن دہی کے ساتھ مصروف ہو گئے۔

☆ ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء کو مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے جانشین جناب حضور شاہ امین احمد فردوسی،

زیب سجادہ خانقاہ معظم بہار شریف کی صدارت میں منعقدہ پٹنہ کے تاریخ ساز اجلاس کے اندر غیر منقسم ہندوستان (موجودہ ہندوپاک اور بنگلہ دیش) کے سینکڑوں عمائد علماء، مشائخ اور خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات کی موجودگی میں مجدد مائتہ حاضرہ (موجودہ صدی کا مجدد) کے خطاب سے سرفراز ہوئے..... اور آپ کی جملہ تصانیف جو اس وقت دوسو کے قریب تھیں، ان کا نصف حصہ یعنی تقریباً ایک سو کتابوں کا پہلا ایڈیشن یہیں مطبع تحفہ حنفیہ سے شائع ہوا۔

☆ ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور دوسرے ممالک کے علماء و مشائخ نے بھی آپ کی مجددیت کا برملا اعتراف کیا، اور آپ کو امام الائمہ کے لقب سے یاد کیا۔

☆ ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء کو آپ نے قرآن کریم کا اردو زبان میں صحیح ترین ترجمہ کنز الایمان..... پھر بارہ جلدوں (موجودہ تیس جلدوں) میں فقہ اسلامی کا عظیم انسائیکلو پیڈیا، فتاویٰ رضویہ عالم اسلام کو عطا فرمایا۔

پھر احیائے علوم اور تجدید دین کے ان داخلی امور کی انجام دہی کے ساتھ خارجی امور کی طرف بھی عنان توجہ منعطف کی۔ فلسفیوں کے ہدایات واضح کیے..... سائنس کی قدآور شخصیتوں نیوٹن، کاپرنیکس، کیپلر اور آئن سٹائن کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے بعض غلط نظریات کا انہیں کے اصولوں کی روشنی میں رد فرمایا..... امریکہ کے مشہور منجم پروفیسر ایف پورٹا کی غلط پیشین گوئی کی دھجیاں اڑائیں..... مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر ماہر ریاضیات پروفیسر ضیاء الدین کے لائیکل سوالوں کو حل فرمایا، جس کے اعتراف میں ان کو یہ کہنے پر مجبور ہونا پڑا کہ نوبل انعام کی مستحق تو درحقیقت یہ ہستی ہے جو نام و نمود سے دور، کنج خمولی کے اندر بوریائے بے ریائی پہ بیٹھی خوش ہے:

نہ مرا نوش ز تخمین نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا ہوش بدحے نہ مرا گوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد دروے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

اور اسی کنج خمولی سے انگریز اور انکی غاصبانہ حکومت کی مخالفت کی..... غیر شرعی تحریک خلافت کا رد کیا..... اور ہندوستان سے مسلمانوں کی عام ہجرت پر بند باندھا۔

اس طرح قمری مہینے کے اعتبار سے ۶۷ سال کچھ ماہ کی عمر یا کر ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو اس دار فانی سے دار آخرت کی طرف رحلت فرمائی۔ توطی و قومی اثاثے میں سترادین، پاکیزہ معاشرہ، پچاس سے زائد قدیم و جدید علوم و فنون پر مشتمل مختلف زبانوں میں ایک ہزار کے قریب تصنیفات..... اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا، مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا جیسے اخلاف..... عید الاسلام مولانا عبدالسلام، صدر الشریعہ مولانا امجد علی، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی،

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری، اشرف العلماء مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، عالم ربانی مولانا احمد اشرف کچھوچھوی، مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم میرٹھی، ضیاء الاسلام حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی، حضرت مولانا شیخ صالح مکی، حضرت مولانا احمد ابوالخیر مکی، حضرت مولانا عبداللہ مکی، حضرت مولانا عبدالحئی قاسمی وغیرہ ہم جیسے سو سے زائد تلامذہ و خلفاء عجم و عرب میں چھوڑے۔

مگر حیرت ہوتی ہے کہ وصال کو چوتھائی صدی سے زائد گزر جانے پر بھی آپ کی سیرت و سوانح پر کوئی مستقل تصنیف نہیں ہو سکی۔ جس کا سبب میں اس کے سوا کیا عرض کروں کہ جس طرح مجددیت کے خطاب سے آپ پٹنہ ہی کی سرزمین پر سرفراز ہوئے تھے، اور پٹنہ ہی نے آپ کے مسلک و نظریات کی اشاعت میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا، اسی طرح شاید خدا کو منظور تھا کہ آپ کی سیرت و سوانح بھی پٹنہ ہی کی سرزمین پر لکھی جائے۔

ورنہ کہتے ہی وہ لوگ جن کا دین و ملت چھوڑ، علم و فن کی خدمت میں بھی اعلیٰ حضرت کے بالمقابل کوئی خاص حصہ نہیں، انتقال کے بعد ان کی ضخیم ضخیم سوانح عمریاں شائع ہو گئیں؛ اور وہ حضرات ایک دم کیا سے کیا ہو گئے۔

بہر حال اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت کی پہلی باقاعدہ سوانح حیات لکھنے کی سعادت ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری کے حصہ میں آئی۔ اسے بھی قدرت کا کرشمہ ہی کہیں گے کہ امام احمد رضا کا مدرسہ منظر اسلام کی بنیاد کا سبب بھی ملک العلماء بہاری ہی بنے، اس کے اولین طالب علم بھی وہی اور ان کے دوست مولانا عبدالرشید بہاری رہے، جن کو بخاری شریف کا پہلا سبق پڑھا کر امام احمد رضا نے منظر اسلام کا افتتاح کیا، اور فتاویٰ رضویہ جلد اول کا آغاز بھی ملک العلماء بہاری ہی کے استفتا سے ہوا۔ الغرض! ملک العلماء نے مظہر المناقب کے تاریخی لقب سے بنام حیات اعلیٰ حضرت چار جلدوں میں یہ پہلی باقاعدہ سوانح تصنیف فرمائی۔ جس کی پہلی جلد ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ کو مبیضہ ہو کر شائع ہوئی، اور اعلیٰ حضرت پر کام کرنے والوں کے لیے اولین ماخذ بنی۔ اسی کے متعدد ایڈیشن پاکستان سے ہندوستان تک شائع ہوئے۔

۱۳۸۲ھ میں ملک العلماء کا وصال ہو گیا تو باقی ماندہ تین جلدیں ان کے صاحبزادہ محترم مختار الدین آرزو کی وساطت سے امین شریعت حضرت مفتی رفاقت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا محمود احمد صاحب اشرفی کو ملیں، اور ان کے پاس تقریباً بیس سال تک رہیں۔ لگ بھگ دس سال پہلے الجامعۃ الرضویہ پٹنہ کے بانی جناب سید ولی الدین صاحب رضوی مولانا موصوف سے تینوں جلدوں کے مسودے پٹنہ لے آئے اور مستقل کاتب رکھ کر مدرسین جامعہ کی نگرانی میں کتابت شروع کرادی۔ آدھی سے زیادہ کتابت ہو چکی تھی کہ جامعہ کے کسی معاملہ میں ولی الدین صاحب سے بعض مدرسین کو اختلاف ہو گیا، اور وہ حضرات ولی الدین دشمنی میں اصل کے ساتھ کتابت شدہ کاپیاں بھی مولانا احمد صاحب اشرفی کو سپرد کر آئے، اور موصوف کو ولی الدین صاحب سے ناراض کر دیا۔

آج سے کوئی چار سال پہلے کی بات ہے کہ میں عزیز مولانا امجد رضا کے توسط سے حضرت مولانا محمود احمد صاحب

کی صدارت میں انہیں کے در دولت کے قریب، دیوبندیوں سے ایک مناظرہ کے لیے بحیثیت مناظر حاضر ہوا۔ میرے ہمراہ جناب سید ولی الدین صاحب رضوی بھی تھے۔ دوران گفتگو حیاتِ اعلیٰ حضرت کا تذکرہ آیا تو مولانا محمود صاحب نے فرمایا کہ میں نے تو اخلاص کے ساتھ تمام مخطوطہ جلدیں ولی الدین صاحب کے سپرد کر دی تھیں، مگر الجامعة الرضویہ کے مدرسین ہی نے میرے متعلق ان کے جن خیالات کا انکشاف کیا، ان سے میرے جذبات و احساسات کو سخت صدمہ پہنچا۔

پھر موصوف نے ان مدرسین کے بقول، ولی الدین صاحب کے جن خیالات کا اظہار کیا، وہ واقعی ایسے تھے کہ ان سے کسی بھی شخص کا متاثر ہو جانا لازمی تھا۔ حالانکہ وہ سراسر غلط اور محض ولی الدین صاحب کی محاسنت میں من گڑھت تھے۔ بہر حال! اب جبکہ ان کو صحیح حالات کا علم ہوا تو افسوس کرتے ہوئے میری نگرانی میں ولی الدین صاحب کے ذریعہ طباعت پر دوبارہ راضی ہو گئے۔ پھر کئی بار کی آمد و رفت کے بعد دوسری جلد کا مخطوطہ عنایت فرمایا: اور تیسری اور چوتھی جلدوں کے مخطوطوں کے لیے آئندہ حاضر ہونے کا حکم دیا۔ ابھی میں اس مخطوطہ کا بالاستیعاب مطالعہ بھی نہ کر پایا تھا کہ خدا کی شان! ڈاکٹروں کے بقول مجھ پر پہلی مرتبہ دل کا دورہ پڑا؛ اور پٹنہ سے کلکتہ تک علاج میں کئی مہینے لگ گئے۔ اس کے بعد خدا خدا کر کے صحت یاب ہو کر پٹنہ پہنچا تو تیسری اور چوتھی جلدوں کے لیے آمد و رفت شروع کی۔ اس طرح مسلسل تین دو کے بعد چوتھی جلد کا مخطوطہ اور تیسری جلد کے چند کتابت شدہ اوراق حاصل ہوئے۔ اسی دوران میں ادارہ شرعیہ کی خدمات سے مستعفی ہو کر گھر چلا گیا اور یہ کام پھر ایک بار کھٹائی میں پڑ گیا۔ مگر خدا بھلا کرے ولی الدین صاحب رضوی کا کہ وہ حیاتِ اعلیٰ حضرت کی خاطر مجھے بعد اصرار الجامعة الرضویہ لے آئے۔ یہاں آیا تو میں حیاتِ اعلیٰ حضرت پر کام کے لالچ میں، لیکن چونکہ جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا سید سراج اظہر صاحب رضوی بعض وجوہات کی بنا پر اہتمام سے علیحدہ ہو گئے تھے، جس کی وجہ سے جامعہ اچانک بحران کا شکار ہو گیا تھا، مجبوراً مجھے پہلے اس طرف توجہ دینی پڑی۔

پھر میری یہاں آمد کی خبر جیسے ہی مشتہر ہوئی، احباب کی سفارشات اور بزرگوں کے حکم ناموں کے ساتھ ملک کے مختلف گوشوں سے نو فارغ علماء تربیت افتا کے لیے آنے شروع ہو گئے، اور چار و ناچار مجھے اس فریضے کی ذمہ داری لینی پڑی۔

میں کیسٹک (Gastritis) اور ہارنیا (Hernia) کے ساتھ دل (Heart) کا بھی مریض، اور کاموں کی کثرت کا یہ عالم کہ ایک طرف تو جامعہ کا مکمل انتظام و انصرام، دوسری طرف اونچے درجوں کی بعض کتابوں کا درس، اور تیسری طرف مشق افتاء کے لیے آئے ہوئے علماء کی تربیت۔ پھر بعض اہم استغوثوں کے جوابات، اور ضروری موضوعات پر تصنیف و تالیف، نیز حسب ضرورت اسلام مخالف جماعتوں سے مناظرہ و مباحثہ مستزاد!

پھر بھی جب کبھی دم مارنے کی فرصت ہوتی، تیسری جلد کے لیے حضرت مولانا محمود احمد صاحب کے پاس دوڑا جاتا، مگر

افسوس کہ ہزار دوڑ دھوپ کے باوجود تیسری جلد نہیں مل سکی۔ موصوف کے بقول شاید یہ جلد الجامعۃ الرضویہ کے ان سابق مدرسین کے ہاتھوں خرد برد ہو گئی، جن سے جناب ولی الدین صاحب کا اختلاف ہو گیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

تیسری جلد سے مایوس ہو کر دوسری اور چوتھی جلد کو پہلی مطبوعہ جلد کے ساتھ ملا کر مطالعہ کیا تو واضح ہوا کہ کتاب موجودہ ترتیب کے ساتھ پرانے وقتوں میں چاہے جس قدر مفید رہی ہو، آج کے لحاظ سے ہرگز موزوں نہیں۔ پھر کتابت کی غلطیوں نے تو بے شمار مقامات پر مطلب ہی خبط کر دیا ہے۔ اس لیے اسے خام مواد مان کر از سر نو ترتیب و تہذیب کی ضرورت ہے۔ یعنی کہیں کہیں سے دوسری جلد کے کچھ حصے چوتھی جلد میں چوتھی جلد کے کچھ حصے دوسری جلد میں لائے جائیں۔ بلکہ خود ایک ہی جلد کے کچھ حصوں میں بھی تقدیم و تاخیر کی جائے، مکررات حذف کیے جائیں اور اغلاط کی درستگی ہو، نیز پیرابندی کی جائے، ڈیش اور کامے لگائے جائیں۔

لہذا سب سے پہلے حضرت مولانا محمود صاحب موصوف کے مشورے اور محبت گرامی حضرت مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مدظلہ العالی کی معاونت سے سوانح حیات کا ایک ذہنی خاکہ صفحہ قرطاس پہ اتارا، اور اس خاکہ کو سامنے رکھ کر پھر سے تینوں جلدوں کا مطالعہ شروع کیا۔ اب جس جلد میں بھی جو بات جس عنوان کی ملی، وہاں نشاندہی کر کے خاکہ میں بقید صفحہ و سطر بطور اشاریہ لکھ لیا۔ ساتھ ہی پیرابندی کی، ڈیش، کامے اور حوض کے نشانات لگائے۔ کہیں کہیں حواشی کا اضافہ کیا؛ اور اپنی دانست میں اغلاط درست کیے، جس کی ایک جھلک آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔

اس طرح جب ترتیب کا کام مکمل ہوا تو ضرورت ہوئی کہ کتاب کی تینوں جلدیں خاکہ کے مطابق نقل کر کے کاتب کو سپرد کی جائیں، مگر یہ مجھ جیسے عدیم الفرصت کے لیے ممکن نہیں تھا۔

بریلی شریف حاضری کے دوران گرامی قدر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی سے اس کا تذکرہ آیا تو انہوں نے یہ ترکیب بتائی کہ پوری کتاب نقل کرنے کی بجائے اس کے جتنے حصے کو جہاں لے جانا ہو، تراش کر وہاں چسپاں کر دیا جائے۔ مجھے یہ ترکیب پسند آئی اور میں نے اس کے لیے انہی کو دعوت دی۔ وہ وقفے وقفے سے دو تین بار پٹنہ تشریف لائے اور خود یہ فریضہ انجام دیا۔ اس کے بعد کتاب انہی کی نگرانی میں کتابت کے لیے مشہور خطاط جناب زرق قادری الماسی کے سپرد ہوئی۔ ابھی تقریباً ساٹھ صفحات ہی کی کتابت ہو پائی تھی کہ داعی اجل کی طرف سے بلاوا آیا، اور زرق صاحب دل کے ایک دورے میں اچانک دنیا چھوڑ گئے۔ انشاء اللہ وانا الیہ راجعون! اس کتابت کا بھی یہ عالم تھا کہ کہیں تو ترتیب جدید تھی اور کہیں وہی ترتیب قدیم۔ وجہ یہ کہ دوسرے مقامات کے تراشے جو چسپاں کیے گئے تھے، وہ جگہ جگہ سے الگ ہو گئے تھے۔

اسی دوران میں (Cervical Spondylitis) کا شکار ہو گیا، مسلسل علاج اور (Neck Color) کے استعمال سے کام کے لائق ہوا تو (Scatica) میں مبتلا ہو گیا جس سے چلنا پھرنا تو ایک طرف، اٹھنا بیٹھنا تک دشوار ہو گیا۔ اس کے لیے بھی دو اور انجکشن کے ساتھ (Waift Belt) کا سہارا لینا پڑا، جس کے بعد کچھ تو افاقہ ہوا اور کچھ یہ کہ

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

اکتوبر ۱۹۹۹ء کو عرسِ قاسمی میں مارہرہ مقدسہ کی حاضری ہوئی تو وہاں دوسرے احباب کے ساتھ عالی جناب صاحبزادہ وجاہت رسول صاحب مدیر اعلیٰ ماہنامہ معارف رضا کراچی سے بھی حیاتِ اعلیٰ حضرت کا ذکر آیا۔ انہوں نے اصرار کے ساتھ فرمایا کہ کاتب سے کتابت کی بجائے کمپیوٹرائزڈ کیلی گرافی (Computerised Calligraphy) ہو۔ دوسرے احباب نے بھی ان کی موافقت کی۔ مگر چسپاں کردہ تراشے جدا ہو جانے سے پھر وہی دشواری تھی کہ یا تو پوری کتاب نئی ترتیب سے نقل کی جائے، جس کا میں متحمل نہیں تھا یا پھر تراشے دوبارہ چسپاں کیے جائیں، اور مسودہ کسی کمپیوٹر سینٹر کے حوالے کیا جائے، جس کے لیے میں بعض وجوہ سے تیار نہ تھا۔ اس لیے فیصلہ کیا کہ جامعہ میں کمپیوٹر خرید کر اپنی موجودگی ہی میں یہ کام کراؤں اگرچہ جامعہ کی مالی پوزیشن اس کی اجازت نہیں دیتی تھی پھر بھی کسی نہ کسی طرح کمپیوٹر خرید لیا گیا، اور حضرت مولانا محمد عبدالکبیر صاحب نعمانی کی وساطت سے کمپوزنگ کے لیے مولانا محمد افروز القادری چریا کوٹی کی خدمات حاصل کیں۔ موصوف نے بڑی محنت و جاں فشانی سے یہ فریضہ انجام دیا۔ مولانا نے میرے ساتھ جتنی محنت کی ہے شاید ہی کوئی کمپوزیٹر اتنی زحمت برداشت کرتا۔ اس طرح تقریباً ایک سال کی مدت میں کمپوزنگ کی تکمیل ہوئی۔

اغلاط کی تصحیح:

غیر مطبوعہ جلدوں کو مسودے سے نقل کرنے کی خدمت ملک العلماء نے جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کلہیار میں شرح جامی پڑھنے والے دو شاگردوں سے لی تھی۔ استاذی حضرت خواجہ مظفر حسین صاحب مدظلہ العالی اور حضرت مولانا عبدالرشید صاحب رشیدی۔ حضرت خواجہ صاحب کے بقول مبیضہ کرتے وقت مسودہ کے جو الفاظ ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے تھے، وہ حضرات ملک العلماء کی ڈانٹ سے بچنے کے لیے اپنے طور پر ہو بہو نقل کر دیتے یا پھر اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جاتے تھے۔ کہیں کوئی سطر چھوٹ جاتی تو اسے حاشیہ میں یا بین السطور لکھتے بھی نہیں تھے، اور مکرر ہو جاتی تو قلم زد بھی نہیں کرتے تھے۔ غیر مطبوعہ جلدوں میں اس طرح کے مقامات تو قارئین کی نگاہ میں نہیں، مطبوعہ حصہ جو پاکستان سے یہاں تک مختلف مطابع سے شائع ہوتا رہا ہے، اس کے تمام ایڈیشنوں میں قدر مشترک کے طور پر جو غلطیاں موجود ہیں۔

ان کی تفصیل مطلوب ہو تو مولانا مطیع الرحمن رضوی کے مضمون میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ حیاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ انڈیا کے

اندر موجود ہیں۔

الحمد للہ کہ اس طرح نہ صرف حیاتِ اعلیٰ حضرت میں مطبوعہ اغلاط کی تصحیح ہوئی بلکہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ اور ۱۱ میں مطبوعہ اغلاط کی

بھی تصحیح ہو گئی۔

کسی مسودے کا ایڈٹ (Edit) اور تصحیح پھر از سر نو ترتیب و تہذیب کا کام کتنا مشکل ہے اس کا صحیح اندازہ قارئین اور ناشرین کتب کو نہیں ہوتا، اس خاردار وادی سے جو گزرا ہوگا، اور اس راہ کی مشکلات سے دوچار ہوا ہوگا وہی کچھ سمجھ سکتا ہے، پڑھنے والے تو بالعموم عیب ہی ڈھونڈتے ہیں کہ وہی ان کی نظروں کے سامنے ہوتے ہیں۔ البتہ محنتیں اور جاں کاہیاں تو پردہ خفا میں ہوتی ہیں جن تک رسائی کے لیے ژرف نگاہی کی ضرورت ہے۔

حیاتِ اعلیٰ حضرت تصنیف کے بعد تقریباً پچاس سال تک چھپ کیوں نہیں سکی؟ بلکہ ایک بار تو آدمی کتابت ہو جانے کے باوجود پھر مولانا محمود احمد صاحب کے پاس واپس چلی گئی۔ اس پہ غور کرتا ہوں تو اللہ کی بے پناہ حکمت نظر آتی ہے، شاید قدرت ہی کو یہ منظور تھا کہ کتاب چاہے دیر سے منظر عام پر آئے، مگر انسانی بساط کے مطابق تصحیح کے ساتھ آئے۔ توفیق سے متعلق اغلاط کی تصحیح استاذ گرامی حضرت خواجہ صاحب قبلہ کی ہدایتوں کے سائے میں ہو سکی، تاریخ سے متعلق بعض اشعار کی تصحیح میں گرامی قدر مولانا محمد احمد صاحب مصباحی کی کاوشیں شریک رہیں۔ بیشتر آیات کریمہ کی تخریج اور ان پر اعراب لگانے کا فریضہ عزیز مولانا فروز القادری چریا کوٹی نے انجام دیا۔ اس پر نظر ثانی اور پوری کتب کی پروف ریڈنگ میں محبت گرامی حضرت مولانا محمد عبدالمبین صاحب نعمانی کی معاونت رہی۔ تصانیفِ اعلیٰ حضرت کی ایک فہرست مولانا موصوف کے پاس آج سے کئی سال پہلے کی مرتب کردہ تھی، مقابلے میں اس سے بڑی مدد ملی۔

میرا ارادہ آیات کے ساتھ ساتھ احادیث اور واقعات کی بھی تخریج نیز جن لوگوں کے نام کسی نہ کسی حیثیت سے کتاب میں آئے ہیں ان پر فٹ نوٹ لکھنے اور مزید حواشی کے اضافے کا بھی تھا مگر احباب و مخلصین کے پیہم تقاضوں نادان دوستوں کی شکایتوں حتیٰ کہ اخبار و رسائل تک میں مراسلوں اور معاندین کی غلط افواہوں سے مجبور ہو کر موجودہ صورت ہی میں کتاب قارئین کی نذر کر رہا ہوں۔

اتنی ساری باتیں اس لیے سپرد قلم کر دیں تاکہ طباعت میں تاخیر کے اسباب لوگوں کے سامنے آجائیں، اور یہ بات کھل کر معلوم ہو جائے کہ اس اہم کام میں میری کتنی کوتاہی ہے، اور کتنی مجبوری۔

میں بھی انسان ہوں، بہت ہی کم علم، اور خطاؤں کا پتلا، اس لیے قوی امکان ہے کہ مجھ سے بھی فروگزاشیں ہوئی ہوں، اور اب بھی کچھ غلطیاں رہ گئی ہوں۔ ارباب علم نشاندہی کر کے مجھے ممنون و مشکور فرمائیں۔

نوٹ:

میں نے مطبوعہ جلد کے جس حصے کو مقدم یا مؤخر کیا ہے، اس کی نشاندہی نسخہ قدیم کے حوالے سے (ق) لکھ کر دی ہے، تاکہ قارئین وقت ضرورت اصل سے ملا کر دیکھ سکیں۔

فقیر محمد مطیع الرحمن رضوی غفرلہ

یکم ربیع الاول ۱۴۲۳ھ / مطابق ۱۵ مئی ۲۰۰۲

صاحبِ کتاب

صاحب کتاب ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین رضوی علیہ الرحمۃ کے حالات پر ان کے صاحبزادہ گرامی وقار ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو نے 'موازن الاوقات' کے آخر میں اجمال سے اور صحیح البہاری جدید ایڈیشن کے شروع میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، ہم ہر دو مضمون سے مقتبس و ملخص کر کے یہاں درج کر رہے ہیں

ملک العلماء فاضل بہار حضرت مولانا شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی ہندوستان کے ان عالموں اور مصنفوں میں تھے جن کی علمی شہرت دور دور تک پھیلی، اور جن کی تصانیف سے ہندوستان اور پاکستان کے رہنے والے بڑی تعداد میں مستفید ہوئے۔ وہ ٹھوس علمی صلاحیت رکھنے والے کامیاب اور شفیق استاذ، علمی تقریر کرنے والے شگفتہ بیان مقرر، دل نشیں باتیں کرنے والے موثر واعظ، اپنے منطقی و علمی استدلال سے فریق (مخالف) کو جواب کر دینے والے مناظر اور پچاسوں کتابوں کے نامور مصنف تھے۔ جن کی تالیفات و تصنیفات کا دائرہ وسیع تھا، اور بہت سے علوم و فنون پر مشتمل۔ اگر وہ کم عمری میں ذہین، طباع اور سخت جدوجہد کرنے والے طالب علم تھے، تو اپنے عہد شباب و کھولت بلکہ کبر سن میں بھی جفاکش استاذ اور سرگرم عمل مصنف رہے۔ وہ عالم باعمل تھے، شریعت کے سخت پابند، طریقت کی راہ کے مجاہد اور حب رسول میں سرشار۔ ان کی زندگی کا نظام الاوقات سخت منضبط تھا۔ انہوں نے اپنے اوقات اس طرح تقسیم کر رکھے تھے کہ گونا گوں علمی مصروفیات کے باوجود ان کا خاصہ وقت و وظائف و اوراد، اور یاد الہی کے لیے مخصوص تھا۔

ان کے اساتذہ میں اگر ایک طرف حضرت مولانا وحی احمد محدث سورتی اور حضرت مولانا احمد حسن کان پوری رحمۃ اللہ علیہ تھے تو دوسری طرف مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین رام پوری تلامذہ خاص مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی اور مولانا حامد حسن رام پوری کے اسمائے گرامی بھی نظر آتے ہیں۔ لیکن جس ذات گرامی سے انہوں نے سب سے زیادہ علمی فیوض حاصل کیے، وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جن کی صحبت بابرکت میں وہ برسہا برس رہے، اور جو خاندان کے بزرگوں کی طرح ان پر شفقت فرماتے رہے۔ اس کا اندازہ کچھ ان مکاتیب اور مفاوضات سے ہو سکتا ہے جو شفیق استاذ نے اپنے لائق شاگرد کو لکھے ہیں، اور جن میں وہ انہیں کبھی ولدی الاعز لکھ کر مخاطب کرتے ہیں، کبھی حبیبی و ولدی و قرۃ عینی لکھ کر۔ کبھی ولدی اعزک اللہ فی الدنیا والدین • لکھتے ہیں۔ اور کبھی ولدی الاعز حامی السسن ماحی الفتن اور ایک خط میں تو 'جان پدر بلکہ از جان بہتر' لکھ کر خطاب فرمایا ہے۔

امام احمد رضا کے دل میں اپنے اس شاگرد کی کیا قدر و عزت اور کیسی محبت تھی اس کا اندازہ ان کے اس مکتوب سے ہوتا ہے جو انہوں نے ان کے بارے میں خلیفہ تاج الدین احمد ناظم انجمن نعمانیہ ہند لاہور کو اپنی رحلت سے بارہ سال پہلے ۵ شعبان المکرم ۱۳۲۸ھ کو تحریر کیا ہے:

مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادر سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کارافتا میں میرے معین ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں سب سے یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا:

سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ ہادی مہدی ہیں..... عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں..... مفتی ہیں..... مصنف ہیں..... واعظ ہیں..... مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں..... علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔

امام ابن حجر کی نے زواجہ میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عام بلاد میں یہ علم علماء، بلکہ عام مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیا کیا اوسات صاحب بنانا چاہے جن میں بعض نے انتقال کیا، اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ کر بیٹھے۔ انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اوزاب میرے یہاں کے اوقات طلوع وغروب و نصف النہار ہر روز و تاریخ کے لیے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے بھی بناتے ہیں۔

فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لیے پیش کرتا ہے۔ (مکتوبات)

یہ تو نثر ہوئی، اب نظم دیکھیے۔ امام احمد رضا کا رسالہ الاستمدار ۱۳۳۷ھ تین سوساٹھ اردو اشعار کا قصیدہ ہے۔ جس میں ۱۳۲

قافیے تو اصلاً مکر نہیں، باقی میں یہ التزام ہے کہ کوئی قافیہ ۹ شعر سے پہلے مکر نہ ہو۔ اس میں عنوان ذکر اصحاب و دعائے احباب کے تحت ۱۳ اشعار درج ہیں، جن میں اپنے مخصوص خلفاء و تلامذہ کا ذکر کیا ہے، چند شعر یہ ہیں:

تیرے رضا پر تری رضا ہو	اس سے غضب تھراتے یہ ہیں
بلکہ رضا کے شاگردوں کا	نام لیے گھبراتے یہ ہیں
حامد منی اتا من حامد	حمد سے ہمد کھاتے یہ ہیں
عبد سلام سلامت جس سے	سخت آفات میں آتے یہ ہیں
میرے ظفر کو اپنی ظفر دے	اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں اور مولانا عبد السلام جبل پوری کے بعد ملک العلماء فاضل بہار کا ذکر کیا ہے۔ ان تینوں

ناموں کے بعد علی الترتیب صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، سید العلماء مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی اور مولانا احمد اشرف وغیرہم کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ اور اخیر میں ان سبھوں کے لیے دعائے خیر۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری کے مورث اعلیٰ سید ابراہیم بن سید ابو بکر غزنوی ملقب بہ مدار الملک و مخاطب بہ ملک بیا

ہیں۔ ان کا نسب نامہ ساتویں پشت میں حضرت محبوب سبحانی، قطب ربانی، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ ملک العلماء محمد ظفر الدین رسول پور میجر ضلع پٹنہ (اب ضلع نالندہ) صوبہ بہار میں ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۸۸۰ء کو صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔ خاندان کے لوگوں میں نام پر اختلاف رائے ہو کر ظفیر الدین پہ اتفاق ہوا، اور وہ عرصہ تک اسی نام سے پکارے جاتے رہے۔ جب وہ امام احمد رضا کے شاگرد ہوئے تو انہوں نے ظفیر الدین پر ظفر الدین کو ترجیح دی۔ رسالہ اقلیدس کا خطی نسخہ کتب خانہ خاص میں محفوظ ہے جو شعبان ۱۳۲۲ھ کا مکتوبہ ہے،

اس کے آخر میں بید الفقیر محمد ظفیر الدین لکھا ہوا ملتا ہے۔ ۱۳۲۳ھ کی ان کے قلم کی ایک تحریر میں ظفیر الدین احمد درج ہے۔ بعد کو وہ محمد ظفر الدین لکھتے رہے، اور اسی نام سے وہ مشہور ہوئے۔ ان کی کنیت ابوالبرکات ہے۔ جیسا کہ متعدد استغنا کے جوابات اور ان کی مملوکہ کتابوں میں ثبت کی ہوئی مہر سے معلوم ہوتا ہے۔ بریلی کے قیام کے دوران ان کی تحریروں میں کہیں کہیں عبید المصطفیٰ کا اضافہ بھی نظر آتا ہے۔

ملک العلماء چار سال کی عمر کے ہوئے تو ۱۳۰۷ھ میں ان کے والد ماجد نے ان کی تعلیم شروع کرادی۔ رسم بسم اللہ حضرت شاہ چاند صاحب کے مبارک ہاتھوں سے انجام پائی۔ ابتدائی تعلیم خود والد ماجد نے دی، پھر قرآن مجید اور اردو فارسی کی کتابیں اپنے گھر پر حافظ مخدوم اشرف، مولوی کبیر الدین اور مولوی عبداللطیف سے پڑھیں۔ ۱۳۱۲ھ سے اپنی نانہیال موضع ”بین“ میں کئی سال رہ کر مدرسہ ”غوثیہ حنفیہ“ میں تفسیر جلالین، میرزا ہدو وغیرہ تک کا درس لیا۔ اساتذہ ان کی ذہانت و شوق علمی کی وجہ سے ان پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ سبق یاد نہ کرنے کی وجہ سے اساتذہ ان سے ناخوش ہوئے ہوں۔ اس زمانہ میں عظیم آباد (پٹنہ) علم و فن کا مرکز تھا جہاں متعدد دینی مدارس قائم تھے۔ جن میں مدرسہ حنفیہ واقع بخشی محلہ پٹنہ شی متاز حیثیت رکھتا تھا۔ اس مدرسہ کے بانی فارسی و اردو کے مشہور محقق قاضی عبدالودود بی اے، کینٹب، بار ایٹ لا (۱۸۹۶-۱۹۸۳ء) کے والد گرامی قاضی عبدالوحید صدیقی فردوسی (۱۲۸۹-۱۳۲۶ھ) تھے، جو وہاں کے ایک دین دار ریکس اور فاضل بریلوی کے معتقدی میں تھے۔ انہوں نے ۱۳۱۸ھ میں یہ دینی درس گاہ قائم کی اور ایک بڑی جائیداد اس کے اخراجات کے لیے وقف کر دی۔ انہوں نے نامور اساتذہ کی خدمات حاصل کیں، اور کچھ ہی عرصہ کے بعد اس کی شہرت بہار کے قصبات و موضع تک ہی نہیں دوسرے صوبوں تک پھیل گئی۔

اسی مدرسے کے ایک استاذ حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی متوفی ۱۳۳۴ھ کی علمی شہرت سن کر مولانا ۲۵ جمادی الآخرہ ۱۳۲۰ھ کو مدرسہ حنفیہ بین سے مدرسہ حنفیہ پٹنہ آ گئے، جہاں انہوں نے مسند امام اعظم، مشکوٰۃ شریف اور ملا جلال پڑھی۔ (۱) یہ خانقاہ معظم بہار شریف میں مخدوم جہاں کے سجادہ نشین ”جناب حضور“ امین احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص اور پٹنہ میں منعقدہ اہل سنت کی اس عظیم کانفرنس کے بانی تھے جس میں اعلیٰ حضرت کو ”مجدد“ کا خطاب دیا گیا تھا۔ اس وقت تک اعلیٰ حضرت کی جملہ تصانیف کا تقریباً نصف حصہ انہوں نے ہی طبع کر لیا تھا۔ انہیں کی تحریک پر اعلیٰ حضرت نے المعتد المنہج کا حاشیہ نام المعتد المنہج تحریر فرمایا۔ جس میں پہلی بار دیوبندیوں کے سرغنہ مولوی اشرف علی تھانوی کی تحفیر کی۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی نماز جنازہ بھی پڑھائی، اور ان کو قبر میں بھی اتارا فقیر رضوی غفرلہ

کچھ ہی دنوں کے بعد محدث صاحب بوجہ علالت اوائل شعبان میں مدرسہ حنفیہ سے کنارہ کش ہو کر اپنے وطن پہلی بھیت تشریف لے گئے، تو ماہ شوال ۱۳۲۰ھ کو مولانا ظفر الدین اپنے ہم سبق حکیم ابوالحسن کے ساتھ دارالعلوم کانپور پر پہنچے۔ ان کی بعض تحریرات سے جو خاندان میں محفوظ ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ کتابوں اور سامان کے ساتھ سفر کا کچھ حصہ انہوں نے پیدل چل کر طے کیا۔ پاؤں میں آبلے پڑ گئے، لیکن طلب و شوق میں راہ علم کا مسافر آگے ہی بڑھتا رہا۔ انہوں نے مدرسہ امداد العلوم بانس منڈی کانپور میں مولانا قاضی عبدالرزاق متوفی ۱۹۴۶ء مرید حضرت حاجی امداد اللہ کی و شاگرد مولانا احمد حسن کانپوری کے سلسلہ تلامذہ میں داخل ہو کر درس لینا شروع کیا۔ مدرسہ امداد العلوم کے علاوہ بعض اسباق مدرسہ احسن المدارس اور بعض دارالعلوم میں پڑھتے رہے، گویا کانپور کے تینوں مدارس کے اساتذہ سے انہوں نے علمی فیوض حاصل کیے۔ وہاں کے مشہور استاذ مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳ صفر ۱۳۲۲ھ سے منطق کی کتابیں پڑھیں۔ اور مولانا شاہ عبید اللہ پنجابی کانپوری متوفی ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ سے ہدایہ آخرین ختم کی۔ پھر کانپور سے پہلی بھیت جہاں محدث سورتی پٹنہ سے واپس آ کر اپنے قائم کردہ دارالحدیث میں درس دینے لگے تھے، پہنچے اور وہاں ان سے حدیث کا درس لیا۔

اس کے بعد خوب سے خوب ترکی تلاش انہیں بریلی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد خان فاضل بریلوی (۱۲۷۲-۱۳۴۰ھ) تک لے گئی۔ جن کے علم اور قلم کی طاقت کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ پہلی ہی ملاقات میں ان سے مل کر بہت متاثر ہوئے، وہ ان سے فیض اٹھانا چاہتے تھے۔ اور ان کے علم سے متمتع ہونا چاہتے تھے، اور درسیات کی تکمیل بھی۔ لیکن فاضل بریلوی ہمہ وقت مطالعہ اور تالیف و تصنیف میں مشغول رہتے تھے، ان کے یہاں نہ باقاعدہ درس و تدریس کا کوئی سلسلہ تھا، اور نہ اس وقت کوئی مدرسہ قائم تھا۔ مولانا ظفر الدین، اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی (۱۲۷۶-۱۳۲۶ھ) بڑے صاحب زادے مولانا حامد رضا خاں (۱۲۹۲-۱۳۶۲ھ) مولانا حکیم سید محمد امیر اللہ شاہ بریلوی اور دوسرے اصحاب سے ملے اور ان لوگوں کے مشورے اور مساعی سے ایک مدرسہ قائم کرنے کے لیے راہ ہموار ہوئی۔ ملک العلماء فرماتے تھے کہ مدرسہ قائم کرنے کے لیے راہ ہموار ہوئی۔ ملک العلماء فرماتے تھے کہ مدرسہ کے قیام میں حضرت مولانا حسن رضا خاں اور مولانا سید محمد امیر اللہ کی مساعی کو بہت دخل ہے۔ اور یہ مدرسہ انہیں کی کوششوں سے قائم ہوا۔ یوں ۱۹۰۳ء/۱۳۲۲ھ میں مدرسہ منظر اسلام محلہ سوداگران بریلی میں قائم ہوا۔ یہ تاریخی نام ہے۔ اس سے ۱۳۲۲ھ کے اعداد و مستخرج ہوتے ہیں۔ مولانا حسن رضا خاں اس کے پہلے ناظم مقرر ہوئے۔ مولانا مظفر الدین کے ایک دوست اور ہم وطن مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی بھی آگئے تھے۔ صرف انہی دو طالب علموں سے مدرسہ کا افتتاح ہوا۔ اور امام احمد رضا نے بخاری شریف شروع کرائی۔ اب ملک العلماء نے بہار خطوط لکھ کر مدرسہ کے قیام کی اطلاع دی، اور دوستوں کو بھی بریلی بلا لیا۔

مولانا نے امام احمد رضا سے صحیح بخاری شریف پڑھنی، اور فتویٰ نویسی سیکھنی شروع کی۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے کچھ فتاویٰ جنہیں ظاہر و املا کر دیتے تھے، ایک مجموعہ میں جمع کرنا شروع کیے تھے جس کے کچھ اوراق اس وقت پیش نظر ہیں۔ اس

میں پہلا فتویٰ ۸ رمضان ۱۳۲۲ھ کا تحریر کردہ ہے۔ بعد کو جب مدرسے میں کچھ جدید علما اور مستند مدرسین کی خدمات حاصل کی گئیں، تو انہوں نے مولانا حکیم محمد امیر اللہ شاہ بریلوی، مولانا حامد حسن رام پوری، مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی سے مسلم الثبوت، صحیح مسلم شریف اور دوسری کتب درسیات کی تکمیل کی۔ اعلیٰ حضرت سے انہوں نے صحیح بخاری، اقلیدس کے چھ مقالے تصریح، تشریح الافلاک، شرح پھمینی تمام کر کے علم ہیئت، ریاضی، توحیت، و تفسیر وغیرہ فنون حاصل کیے۔ تصوف کی کتابوں میں ان سے عوارف المعارف اور رسالہ فتیریہ کا درس بھی لیا۔ ان اسباق میں طلبہ کے علاوہ علما کی جماعت بھی شریک ہوتی تھی۔

ماہ شعبان ۱۳۲۵ھ کی کسی تاریخ کو علما کے ایک بڑے مجمع میں فاضل بریلوی کی درخواست پر چشتی مشرب کے مشہور بزرگ شیخ العالم حضرت مخدوم احمد عبدالحق ردو لوی قدس سرہ العزیز کی بارگاہ کے سجادہ نشین حضرت مخدوم شاہ التفات احمد قدس سرہ نے ان کے سر پر دستار فضیلت باندھی، اور سند تدریس و افتا مرحمت فرمائی۔ اعلیٰ حضرت نے اسی سال آپ کو اپنے سلاسل عالیہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی، اور ملک العلماء فاضل بہار کا خطاب۔

ملک العلماء کی تدریسی زندگی کا آغاز بھی مدرسہ منظر اسلام بریلی ہی سے ہوا جہاں ان کی تعلیم کی تکمیل ہوئی۔ تقریباً چار سال تک وہ وہاں درس دیتے رہے، اور فاضل بریلوی کی ہدایت پر فتاویٰ نویسی کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ اس زمانہ میں جو فتاویٰ انہوں نے لکھے ان میں سے کچھ کی نقلیں نافع البشر فی فتاویٰ ظفر میں موجود ہیں۔ ۱۳۲۹ھ میں معززین شملہ کے اصرار و طلب اور اعلیٰ حضرت کے حکم پر عالم و خطیب کی حیثیت سے وہ شملہ گئے۔ اگلے سال مولانا عبدالوہاب الہ آبادی نے اپنے قائم کردہ مدرسہ 'حنفیہ' کے لیے جو آرا ضلع شاہ آباد بہار میں قائم ہوا تھا، اعلیٰ حضرت کو لکھا کہ وہ مولانا ظفر الدین کو صدر مدرس کا عہدہ پیش کرنا چاہتے ہیں، آپ انہیں آمادہ کریں، اعلیٰ حضرت نے صرف اس خیال سے کہ نئے دینی مدارس کا قیام اور اس کی ترقی بھی ضروری ہے، وہاں جانے کی اجازت دے دی۔ اس طرح وہ منظر اسلام بریلی سے مدرسہ 'حنفیہ' آرا ضلع شاہ آباد بہار تشریف لے گئے۔ لہذا وہ کئی سال اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۳۳۰ھ / مطابق ۱۹۱۲ء میں عظیم آباد میں مسٹر سید نور الہدیٰ ڈسٹرکٹ سیشن جج نے اپنے والد ماجد سید شمس الہدیٰ کے نام پر مدرسہ 'اسلامیہ شمس الہدیٰ' قائم کیا، تو اس میں بحیثیت مدرس اول ان کا تقرر عمل میں آیا، جہاں وہ تفسیر و حدیث و فقہ کا درس دینے لگے۔ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۶ء میں سید شاہ سلج الدین احمد سجادہ نشین خانقاہ کبیر یہ سہرام کی فرمائش پر وہ صدر مدرس ہو کر سہرام ضلع شاہ آباد بہار چلے گئے، جہاں وہ پانچ چھ سال ۳ مقیم رہے۔ ۱۳۳۸-۱۹۲۱ء (۴) میں جب مسٹر نور الہدیٰ مرحوم و مغفور نے مدرسہ 'اسلامیہ شمس الہدیٰ' کو حکومت بہار کے انتظام میں

(۱) اس عبارت سے تبادر ذہنی یہ ہوتا ہے کہ وہ منظر اسلام سے براہ راست مدرسہ 'حنفیہ' آرا پہنچے۔ حالانکہ براہ راست منظر اسلام سے آرا نہیں آئے بلکہ بریلی سے شملہ پھر شملہ سے آرا آئے۔

(۲) کئی سال نہیں، صرف ایک سال مدرسہ 'حنفیہ' آرا میں رہے۔ کیوں کہ ۲۹ کو وہ شملہ گئے اور وہاں سے آرا آئے پھر جن ۳۰ھ کے اواخر میں مدرسہ 'شمس الہدیٰ' پٹنہ آ گئے۔

(۳) ۳۲ مطابق ۱۹۲۰ء ہوتا ہے ۱۹۲۱ء نہیں۔ فقیر رضوی غفرلہ

دے دیا اور حکومت نے اس مدرسہ کا نظم اپنے ہاتھ میں لے کر اس کی تنظیم جدید کی اور نئے تقررات کیے، تو مولانا ظفر الدین قادری وہاں سینئر مدرس ہو کر آ گئے۔ ۱۹۲۸ء میں وہ پرنسپل کے عہدے پر سرفراز ہوئے اور ۱۹۵۰ء میں تقریباً تیس سال علمی خدمات انجام دے کر انہوں نے سبکدوشی حاصل کی۔

حکومت بہار کی ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد ملک العلماء کو ذہنی سکون و اطمینان قلب بھی ملا اور فراغت کا وقت بھی۔ اب وہ اطمینان سے اپنے دینی و علمی مشاغل میں مصروف ہو گئے۔ کچھ تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

۲۱ شوال ۱۳۷۱ھ کو شاہ شاہد حسین عرف درگا ہی میاں خلف سید شاہ حمید الدین سجادہ نشین تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق متوفی ۱۲۰۳ھ پٹنہ کی استدعا پر کٹیہار ضلع پورنیہ بہار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا افتتاح فرمایا، اور صدر مدرس کے عہدے کو رونق بخشی، صرف اس بنا پر کہ اس علاقے میں مسلمانوں کی خاصی آبادی کے باوجود کوئی قابل ذکر دینی مدرسہ نہ تھا۔

کبرنی اور دوسری انتظامی ذمہ داریوں کے باوجود ملک العلماء روزانہ چھ گھنٹے پڑھاتے تھے۔ مدرسے کا نظام الاوقات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے ذمے تفسیر مدارک، بیضاوی شریف، بخاری، مسلم، ہدایہ آخرین اور مناظرہ رشیدیہ کی تدریس رکھی تھی۔ مدرسے کی نظامت و تدریس کے ساتھ فتاویٰ نویسی تالیف و تصنیف اور مواعظ حسنہ کا سلسلہ بھی انہوں نے جاری رکھا۔ سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر نامور علماء و مقررین کو مدعو بھی کرتے رہے۔ حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، مفسر قرآن مولانا ابراہیم رضا خان (جیلانی میاں) اور دوسرے علماء کے مواعظ حسنہ سے بھی عوام اور مدرسہ کے طلبہ و اساتذہ کو استفادہ کراتے رہے۔

جامعہ لطیفیہ کے قیام سے شمالی بہار کے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا، اور اس علاقہ میں دین کو فروغ ہوا۔ سیکڑوں طلبہ وہاں سے فارغ ہو کر دوردراز علاقوں میں پھیل گئے۔ بعضوں نے نئے مدارس بھی قائم کیے۔ کچھ اصحاب نے مواضع اور قصبات کے ان مدارس کو اپنی خدمات سے ترقی دی، جہاں اب تک محدود پیمانہ پر تعلیم کا انتظام تھا۔ اس لحاظ سے ملک العلماء کا پورنیہ میں دو سالہ قیام بہت مفید رہا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا لگایا ہوا پودا مضبوط و توانا ہو کر شجر بار آور ہو گیا تو ربیع الاول شریف ۱۳۸۰ھ میں جامعہ لطیفیہ کٹیہار سے وہ ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ آ کر مقیم ہو گئے، اور یہاں انہوں نے سلسلہ رشد و ہدایت شروع کیا۔ ملک العلماء سے مختلف مدارس کے جن طلبہ نے علمی فیوض حاصل کیے، ان کی تعداد بتانا آسان نہیں۔ صرف مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے متخرجین کی تعداد ہزاروں تک پہنچے گی۔

متحدہ ہندوستان کے مختلف مقامات سے فنون ہیئت و توفیت سے دلچسپی رکھنے والے حضرات خاصی تعداد میں مولانا سے بذریعہ خط و کتابت اپنا علمی شوق پورا کرتے رہے۔ ان میں مولانا مفتی محمد عمیم الاحسان استاذ مدرسہ عالیہ ڈھاکہ اور حاجی محمد ظہور نعیمی مراد آباد کے استفسارات کے جواب میں متعدد خطوط مجموعہ مکتوبات میں محفوظ ہیں۔ جن علماء نے پٹنہ میں قیام کر کے ان سے

۱ شوال ۱۳۸۰ھ سے ربیع الاول ۱۳۸۰ھ تک کی درمیانی مدت ۲ سال نہیں بلکہ ۹ سال کچھ مہینے ہوتی ہے

یہ علوم سیکھے، ان میں مولانا حافظ عبدالرؤف نائب شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ مبارک پور متوفی ۱۹۷۱ء مولانا نظام الدین بلیاوی مدرس مدرسہ سبحانیہ الہ آباد اور مولانا یحییٰ بلیاوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ملک العلماء نے کوئی ۵۵ سال تک مسلسل تدریس کا سلسلہ قائم رکھا، اور بریلی، آرا، سہرام، پٹنہ اور کلٹیہار پورنیہ کے مدارس میں ہزاروں طالبان علم کو اپنے علمی فیوض سے سیراب کیا۔ تدریس کے ساتھ افتاد و مواعظ کا سلسلہ بھی برابر جاری رہا۔ مجھے یاد آتا ہے کہ میرے بچپن میں وہ آریہ سماجیوں اور مسیحی مبلغین سے مناظرے کے لیے جلسوں میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ غیر مقلدین وغیرہم سے مناظرے کے لیے بھی وہ درواز کے علاقوں سے مدعو کیے جاتے تھے۔ ایک مناظرے کے لیے وہ 'برما' بھی تشریف لے گئے تھے۔

ان کی زندگی کے آخری دو سال تالیف و تصنیف، وعظ و ہدایت اور افتاد نویسی میں بسر ہوئے۔ جس رات انہوں نے رحلت فرمائی، اس شام کو بھی انہوں نے چار خطوط لکھے۔ والدہ مرحومہ فرماتی تھیں کہ دو خطوں کے بارے میں تو یاد نہیں کہ کن کو لکھے گئے تھے، تیسرا خط تمہارے نام تھا اور چوتھا خط بہت طویل تھا، جو وراثت کے ایک پیچیدہ مسئلے کے بارے میں تھا۔

ملک العلماء عرصہ سے فشار الدم کے مرض میں مبتلا تھے اور بہت کمزور ہو گئے تھے۔ لیکن ان کی عبادت و ریاضت میں کوئی کمی نہیں آئی، نہ ان کے روزانہ کے معمولات میں کوئی فرق۔ زندگی کے آخری دن تک وہ علمی و دینی فرائض حسب معمول انجام دیتے رہے۔ شب دو شنبہ ۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۸۲ھ / ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کو ذکر جہر اللہ کرتے ہوئے انہوں نے اپنی جاں آفریں کو اس طرح سپرد کی کہ کچھ دیر تک اہل خانہ کو س بات کا احساس بھی نہیں ہوا کہ وہ واصل بحق ہو چکے ہیں۔

دوسرے دن حضرت شاہ محمد ایوب شاہدی رشیدی سجادہ نشین خانقاہ اسلام پور ضلع پٹنہ حسن اتفاق سے تشریف لے آئے اور انہی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ دسویں گیارہویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ارزاں متوفی (۱۰۲۸ھ) کی درگاہ سے متصل شاہ گنج کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ ہر سال ان کے اعزہ و معتقدین و تلامذہ مختلف مقامات پر ان کے یوم وصال پر فاتحہ خوانی اور عرس و مواعظ حسنہ کا اہتمام کرتے ہیں خدا ان کی مغفرت فرمائے، ان کی تربت ٹھنڈی رکھے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔

تصانیف

ملک العلماء کی تالیفات و تصنیفات کی تعداد ستر سے زائد ہے۔ تصانیف کا سلسلہ ۱۳۲۲ھ سے شروع ہو کر تقریباً ان کی رحلت ۱۳۸۲ھ یعنی پچاس پچپن سال تک جاری رہا۔ کچھ کتابیں عربی زبان میں ہیں، لیکن زیادہ تر افادہ عام کی خاطر اردو میں لکھی گئی ہیں۔ یہ متعدد فنون اور موضوعات حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، فضائل، مناقب، اخلاق، نصائح، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، کلام، ہیئت، توقیت، تفسیر اور مناظرہ پر مشتمل ہیں۔ کچھ اب تک غیر مطبوعہ ہیں، اور کچھ

زیور طباعت سے آراستہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں:

سوانح	حیاتِ اعلیٰ حضرت
سیرت	شرح کتاب الشفا.....
سیرت	مولود رضوی.....
سیرت	تنویر السراج.....
فقہ	التعلیق علی القدوری.....
فقہ	تحفة الاحباب.....
فقہ	نافع البشر فی فتاویٰ ظفر.....
فقہ	اعلام المساجد.....
فقہ	بسط الراحة فی الحظر والاباحة.....
فقہ	الفیض الرضوی.....
فقہ	نہایت المنتہی.....
فقہ	مواہب ارواح اقدس.....
فقہ	نصرة الاصحاب.....
فقہ	عید کا چاند.....
فقہ	تنویر المضباح.....
فقہ	جامع الاقوال.....
فقہ	اصلاح الایفاح.....
فقہ	مجموعہ فتاویٰ.....
اصول فقہ	تسهیل اصول.....
حدیث	جامع الرضوی.....
حدیث	نزول السکینة.....
اصول حدیث	الافاداة الرضویة.....
نحو	التعلیق علی بناء المغنی.....
نحو	وافیہ.....

نحو	القصر المبنى على بناء المغنى.....
نحو	نظم المباني.....
فلسفہ	عافیه.....
فلسفہ	تذہیب.....
فلسفہ	انوار اللامعة من الشمس البازغہ.....
ہیئت	توضیح الافلاک.....
ہیئت	مشرقی اور سمت قبلہ.....
ہیئت	مشرقی کا غلط مسلک.....
کلام	الفرائض التامہ.....
منطق	تقریب.....
تاریخ	خیر السلوک فی نسب الملوک.....
تاریخ	اعلام الاعلام.....
تاریخ	المجمل المعدد لتأیف المجدد.....
تاریخ	جواهر البیان.....
فضائل	مبین الہدی.....
فضائل	تحفة العظما فی فضل العلما.....
مناقب	تحفة الاحبار.....
مناقب	النور والضياء.....
سیاست	ہاری الہدایۃ لترك الموالات.....
مناظرہ	الحسام المسلول.....
مناظرہ	سجم الکثرہ.....
مناظرہ	النوراس.....
مناظرہ	رفع الخلاف من بین الاحناف.....
مناظرہ	کشف الستور.....
مناظرہ	گنجینہ مناظرہ.....

ظفر الدین الجید.....	مناظرہ
شکستِ سفاہت.....	مناظرہ
ظفر الدین الطیب.....	مناظرہ
ندوة العلماء.....	مناظرہ
سرور القلب المحزون.....	اخلاق
دلچسپ مکالمہ.....	نصائح
الا کسیر.....	تکسیر
اطیب الا کسیر.....	تکسیر
الجواهر والیواقیت.....	توقیت
موذن الاوقات.....	توقیت

وغیرہ.....

انتباہ:

شروع میں آپ پڑھ آئے کہ علم توقیت کا حصول مسلمانوں کے لیے فرض کفایہ ہے۔ مگر یہ ایک زمانہ سے ناپید تھا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اس کو از سر نو زندہ کیا، ان سے بقدر کفایت ملک العلماء نے اخذ کیا۔ چونکہ ملک العلماء اس زمانہ میں تنہا اس فن سے آگاہ تھے، اس لیے بریلی شریف کے لیے رمضان کی سحری و افطار کا وقت اعلیٰ حضرت انہیں سے نکلوا کر شائع کیا کرتے تھے۔

غیر مقسم ہندوستان چونکہ ۱۲ درجہ عرض البلد سے ۳۴ درجہ عرض البلد تک کو محیط تھا، اس لیے ضرورت تھی کہ پورے ملک کے لیے ۲۳ رسالے مرتب کیے جاتے۔ حضرت ملک العلماء نے یہ کام شروع بھی کر دیا تھا، اور ۲۵ درجہ (بہار شریف) ۲۶ درجہ (کانپور) ۲۷ درجہ (آگرہ) ۲۸ درجہ (بریلی شریف) ۲۹ درجہ (نئی تال) ۳۰ درجہ (منگمری) ۳۱ درجہ (لاہور) کے مؤذن الاوقات مرتب فرمالتے تھے۔ ۲۵ درجہ (بہار شریف) کا مؤذن الاوقات ۱۳۳۵ھ میں شائع بھی کر دیا تھا۔ اس مؤذن الاوقات میں چند وہ مقامات جو بہار شریف سے ایک ایک منٹ کے فاصلے پر واقع تھے، ان کا تفاوت و تقاضل بھی لکھ دیا تھا۔ کیوں کہ یہ مقامات اسی عرض البلد کے تحت تھے۔ مقدمہ میں ملک العلماء تحریر فرماتے ہیں:

میں نے بہار شریف کے اوقات شمسی مہینوں سے مرتب کر کے بشکل رسالہ مؤذن الاوقات ۱۳۳۵ھ میں شائع کیا، اور دیگر بلاد کا جو ایک ایک منٹ کے فاصلے پر واقع ہیں تفاوت و تقاضل لکھ دیا۔

دوسرے عرض البلد کے تحت واقع مقامات کے تفاوت و تقاضل کا ہر سال بلکہ ہر تارتخ بلکہ ہر وقت میں بھی یکساں ہونا

ضروری نہیں اس لیے ان کا تفاوت و تقاضل نہیں دیا تھا، ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ۲۳ عرض البلد کے لیے ۲۳ مؤذن الاوقات لکھنے کی ضرورت نہ ہوتی، ایک ہی مؤذن الاوقات تمام عرضوں کے تحت واقع ہونے والے مقامات کا تفاوت و تقاضل دے دیا جاتا۔ خود ملک العلماء فرماتے ہیں:

چونکہ تفاوت بلاد مختلف العرض کے دیے جاتے تھے اس لیے ایک ہی دن ایک ہی تاریخ کے مختلف اوقات میں تفاوت مختلف ہوتا..... عام مسلمانوں..... کے خیال میں تو یہ ہے کہ..... جو تقاضل طلوع کے وقت رہے گا وہی نصف النہار کے وقت وہی غروب کے وقت بھی رہے گا، وہ نہیں جانتے کہ نصف النہار (کے علاوہ) بقیہ اوقات میں طول کے ساتھ ساتھ عرض کا بھی لحاظ ہوتا ہے اور مختلف العرض کے ایام مختلف ہوا کرتے ہیں، اس لیے مختلف اوقات کے تفاوت بھی مختلف ہوں گے۔

مگر ملک العلماء کے بعد ایک صاحب جو غالباً اس فن میں کامل نہیں تھے، انہوں نے دوسرے عرض البلد کے تحت واقع ہونے والے بہت سے مقامات کا تفاوت بھی اس میں شامل کر دیا ہے۔ جیسا کہ 'مؤذن الاوقات' مطبوعہ کتاب منزل سبزی باغ پٹنہ کے آخری صفحات سے واضح ہے، جو کسی طرح صحیح نہیں۔ مثلاً یکم جولائی کو بہار شریف میں ابتدائے فجر ۵ بجکر ۱۳ منٹ، طلوع آفتاب ۶ بجکر ۳۵ منٹ، غروب آفتاب ۵ بجکر ۹ منٹ اور ابتدائے عشاء ۶ بجکر ۳۰ منٹ مرقوم ہے۔ اور بہار شریف سے مظفر پور کا تفاوت ۲ منٹ کم بتایا گیا ہے، تو یکم جنوری کو مظفر پور میں ابتدائے فجر ۵ بجکر ۱۱ منٹ، طلوع آفتاب ۶ بجکر ۳۳ منٹ، غروب آفتاب ۵ بجکر ۷ منٹ اور ابتدائے عشاء ۶ بجکر ۲۸ منٹ ہوا۔ حالانکہ اس اٹلس (Atlas) کے مطابق جو ملک العلماء کے وقت میں رائج تھا، اور جس کے مطابق وہاں کا عرض البلد ۲۶ درجہ ۷ دقیقہ شمالی، اور طول البلد ۸۵ درجہ ۲۶ دقیقہ شرقی ہے، ابتدائے فجر ۵ بجکر ۱۶ منٹ، طلوع آفتاب ۶ بجکر ۳۵ منٹ پر، غروب آفتاب ۵ بجکر ۸ منٹ، اور ابتدائے عشاء ۶ بجکر ۲۷ منٹ ہے۔ اس لیے کہ:

26' 07	عرض البلد شمالی
- 23' 05	میل شمس جنوبی
<hr/>	
49' 12	بعد فوقانی
90' 49	بعد کوکب بوقت طلوع وغروب
140' 01	میزان
70' 00' 30	نصف میزان
90' 40' 00	بعد کوکب
- 70' 00' 30	نصف میزان

20' 48' 30	حاصل تفریق
10' 0467722	سکنٹ عرض
10' 0362426	سکنٹ میل
9' 9730088	سائن نصف
9' 5505254	سائن حاصل تفریق
9' 6065490	مجموعہ

غروب	طلوع	
5' 15' 50	6' 44' 10	جیبی جدول سے
+03' 26	+03' 11	تعدیل ایام زائد
5' 19' 16	6' 47' 21	مقامی وقت
- 11' 44	- 11' 44	تعدیل مروج ناقص
5' 07' 32	6' 35' 37	وقت مروج
	49' 12	بعد فوقانی
	108' 00	بعد کوکب بوقت فجر و عشا
	157' 12	میزان
	78' 36	نصف میزان
	108' 00	بعد کوکب
	78' 35	نصف میزان
	29' 24	حاصل تفریق
	10 0467722	سکنٹ عرض
	10' 0362426	سکنٹ میل
	9' 9913452	سائن نصف
	9' 6864816	سائن تفریق
	9' 7608416	مجموعہ

عشا	فجر	
6' 35' 10	5' 24' 50	جیبی جدول سے
+ 03' 26	+30' 11	تعدیل ایام زائد
6' 38' 36	5' 28' 01	مقامی وقت
- 11' 44	- 11' 44	تعدیل مروج ناقص
6' 26' 52	5' 16' 17	وقت مروج

یعنی ختمِ سحری میں بہار شریف سے مظفر پور کا تفاوت 3 منٹ زائد، طلوع آفتاب میں کچھ نہیں۔ غروب میں 2 منٹ کم، اور عشا میں 3 منٹ کم ہے، جسے حضرت ملک العلماء کبھی بھی گوارا نہیں فرما سکتے تھے۔ ابھی حال ہی میں ان کے صاحبزادہ گرامی وقار جناب مختار الدین احمد آرزو سابق صدق شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جیسے محقق نے نئی ترتیب سے شائع کر کر مفت تقسیم کیا ہے۔ تو باوجودیکہ اس میں ملک العلماء کا وہ مقدمہ بھی شامل ہے جس کا حوالہ اوپر گزر چکا پھر بھی اس میں ان تمام مقامات کے تفاوت و تفاضل جو قطعاً الحاقی ہیں، موجود ہیں، جو نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔

فقیر محمد مطیع الرحمن رضوی غفرلہ

دیباچہ

الرحمن • علم القرآن • خلق الانسان • علمه البيان الشمس والقمر بحسبان • والنجم والشجر يسجدان • والسماء رفعها ووضع الميزان • ان لا تطغوا في الميزان • واقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان • والصلوة والسلام الايمان الاكملان • على سيد ولد عدنان • سيد الانس والجان • سيد جميع ما خلقه الرحمن • الذي قال في حقه في القرآن •

رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سیکھایا۔ انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ ماکان وما یكون کا بیان انہیں سیکھایا (۱) سورج اور چاند حساب سے ہیں (۲) اور سبزے اور پیزجدے کرتے ہیں (۳) اور آسمان کو اللہ تعالیٰ نے بلند کیا (۴) اور ترازو رکھی (۵) کہ ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو (۶) اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو۔ اور وزن نہ گھٹاؤ..... اور کامل واکمل درود و سلام اولاد عدنان کے سردار پر۔ جو جن و انس کے سردار ہیں بلکہ اللہ کی تمام مخلوقات کے سردار ہیں جن کے بارے میں اللہ نے قرآن میں فرمایا۔

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم اياته ويزكيهم ويعلمهم الكتب والحكمة وان كانوا من قبل لفي ضلال مبين • وقال تعالى: وما ارسلناك الا رحمة للعالمين • وقال تعالى: يا ايها النبي انا ارسلناك شاهداً ومبشراً ونذيراً وداعياً الى الله باذنه وسراجاً منيراً •

(۱)۔ انسان سے اس آیت میں سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور بیان سے ماکان وما یكون کا بیان۔ کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اولین و آخرین کی خبریں دیتے تھے (۲) کہ تقدیر معین کے ساتھ اپنے بروج و منازل میں سیر کرتے ہیں اور اس میں خلق کے لئے منافع ہیں۔ اوقات کے حساب سالوں مہینوں کا شمار انہیں پر ہے (۳)۔ یعنی حکم الہی کے مطیع ہیں (۴)۔ اور اپنے ملائکہ کا مسکن اور اپنے احکام کا جائے صدور بنایا (۵)۔ جس سے اشیاء کا وزن کیا جائے اور ان کی مقداریں معلوم ہوں تاکہ لین دین میں عدل قائم رکھا جائے (۶)۔ تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ ۱۲ منہ

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں سے ایک رسول (۱) بھیجا، جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور اس کتاب مجید و فرقان حمید ان کو سناتا ہے اور انہیں (۲) پاک کرتا ہے، اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے، اور وہ ضرور اس سے پہلے کی کھلی گمراہی میں تھے (۳)۔ نیز فرمایا: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے (۴)۔ اور فرماتا ہے: اے غیب کی خبر بتانے والے نبی! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر (۵)۔ اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا (۶) اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب (۷)۔

وقال تعالیٰ: والنجم اذا هوى • ماضل صاحبکم وما غوى • وما ينطق عن الهوى • ان هو الا وحی یوحى • علمه شدید القوى • ذومرة فاستوى • وهو بالا فقی الاعلیٰ • ثم دنا فتدلی • فکان قاب قوسین أو أدنی •

اور فرمایا: اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے، تمہارے صاحب نہ بہکے اور نہ بے راہ چلے، وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے (۸)۔ انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقت ور نے (۹) پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا، اور آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا (۱۰) پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا (۱۱) پھر خوب اتر آیا (۱۲) تو اس جلوہ اور محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس بھی کم (۱۳)

(۱) سید عالم خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) کفر و ضلالت اور ارتکاب محرمات و معاصی و خصائل ناپسندیدہ و ظلمات نفسانیہ سے (۳) کہ حق و باطل اور نیک و بد میں امتیاز نہ رکھتے تھے (۴) کوئی ہو جن ہو یا انس، مومن ہو یا کافر۔ مومن کے لئے تو حضور دنیا و آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اس کے لئے آپ دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ کی بدولت تاخیر عذاب ہوئی اور خف و رخ اور استیصال کے عذاب اٹھادیئے گئے۔ (۵) مشہور شہادت کے معنی حاضر ہونا مع ناصر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ۔ اور گواہ کو بھی اسی لئے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے (۶) یعنی ایمان داروں کو جنت کی خوشخبری اور کافروں کو عذاب جہنم کا ڈر سناتا (۷) ایک آفتاب کیا؟ درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نور نبوت نے پہنچائی اور کفر و شرک کی ظلمات شدیدہ کو اپنے نور حقیقت افروز سے دور کر دیا، اور خلق کے لئے معرفت اور توحید الہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں۔ ۱۲۔

(۸) تو حضور کا بہکنا اور بے راہ چلنا ممکن و متصور ہی نہیں کیوں کہ آپ اپنی خواہش سے کوئی بات فرماتے ہی نہیں، جو فرماتے ہیں وحی الہی ہوتی ہے (۹) شدیدہ القوى ذومرة سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اس نے اپنی ذات کو اس وصف کے ساتھ ذکر فرمایا۔ معنی یہ ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بے واسطہ تسلیم فرمائی (۱۰) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اقی اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر استوی فرمایا۔ اور حضرت جبریل سدرۃ المنتهی پر رک گئے آگے، نہ بڑھ سکے، انہوں نے کہا کہ اگر میں ذرا بھی آگے بڑھوں تو تجلیات جلال مجھے جلا ڈالیں۔ اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور مستوی و عرش سے بھی آگے گزر گئے (۱۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قرب کی نعمت سے نوازا (۱۲) یعنی حضرت رب العزت اپنے لطف و رحمت کے ساتھ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوا، اور اس قرب میں زیادتی فرمائی۔ (۱۳) یعنی قرب اپنے کمال کو پہنچا اور جو نزدیکی متصور ہو سکتی ہے، وہ اپنے عایت کو پہنچے

محیط و مرکز میں فرق مشکل، رہے نہ فاصل خطوط واصل کما نیش حیرت میں سر جھکائے عجیب چکریں دائرے تھے

فاؤحی الی عبده اوحی • ما کذب القواد مارای • أفتمرونه علی ما یری • ولقد راه نزلة
أخری • عند سدرۃ المنتهی • عندها جنة الماوی • اذ یغشی السدرۃ ما یغشی • ما زاع
البصر وما طغی • لقد رای من ایت ربہ الکریمی •

اب وحی فرمائی اپنے بندہ کو جو وحی فرمائی (۱) دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا (۲) تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے
پر جھگڑتے ہو۔ اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا سدرۃ المنتهی کے پاس۔ اس کے پاس جنة الماویٰ ہے۔ جب
سدرہ پر چھارہا تھا جو چھارہا تھا۔ آنکھ نہ کسی طرف پھری، نہ حد سے بڑھی۔ بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں
دیکھیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین وبارک
وسلم الی یوم الدین •

میرے مالک و مولیٰ! تو نے فرمایا اور سچ فرمایا: وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها اور اگر اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو
احصائیں کر سکتے۔ خداوند! تیری حمد و ثنا و شکر و نعمت کس زبان سے ادا کی جائے کہ تیرے صفات و کمالات اور احسانات
وانعامات غیر متناہی و غیر محدود۔ اور روز آفرینش سے مرتے دم تک تیری تعریف، توصیف و شکر یہ انعامات میں اگر تمام وقت
ایک ایک آن صرف کیا جائے جو ایک فرض محض و تقدیر بخت ہے پھر بھی مقصور و محدود۔ ولقد صدقة من قال فرمایا۔

من بے تو دے قرار تو انم کرد

گر برتن من زبان شود ہر مومے

احسان ترا شمار تو انم کرد

یک شکر تو از ہزار تو انم کرد

تو نے اشرف المخلوقات اکرم الموجودات بنی آدم میں خلق فرمایا، جس کے سر پر تاج و لقد کو منا بنی آدم کارکھا۔

پھر اس سے مزید یہ کہ حضرت سید ابراہیم (۳) بن سید ابو بکر غزنی ملقب بلقب مدار الملک مخاطب بہ خطاب ملک بیاعازی

(۱) یہ وحی بے واسطہ تھی کہ اللہ اور اس کے حبیب کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا۔ یہ خدا اور رسول کے درمیان اسرار ہیں جن پر سو اس کے کسی کو اطلاع نہیں۔ (۲) یعنی
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی جو چشم مبارک نے دیکھا یعنی آنکھ سے دیکھا دل سے پہچانا اور اس رؤیت و معرفت میں شک و تردد
نے راہ نہ پائی۔ ۱۲ منہ

(۳) آپ ۱۳ رزی الحج ۵۳ھ قلعہ رہتاس کی جنگ میں شہید ہوئے، اور نعش مبارک وہاں سے قصبہ بہار شریف لائی گئی، اور آبادی شہر سے ایک میل جنوب پہاڑی پر
مدفون ہوئی۔ مزار شریف پر عالی شان گنبد بنا ہوا ہے، جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ کا نسب نامہ ساتویں پشت میں حضرت قلب ربانی، غوث صدیقی سیدنا شیخ
محمی الدین عبدالقادر حسینی جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اشعار کہ دروازہ جنوبی گنبد مزار شریف پر کندہ ہیں، حسب ذیل ہیں

دریں گنبد کہ ہست از روئے معنی

بخت است شیر مردے کز نمیش

بقد از گنبد افلاک بیدر

نخچے شیر اندر بلن شیر

کہ تیغ از بحر حق میزد چوں حیدر

مدار الملک ابراہیم بو بکر

(باقی صفحہ آئندہ پر)

عرف ملک بیو بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی

اولاد (۱) امجاد سے کیا۔

ان نعمتوں سے بڑھ کر تیرا احسان یہ ہے کہ دولت ایمان و اسلام سے سرفراز فرمایا، اس لئے کہ دولت اسلام سے محروم فقط صورت کا انسان ہے۔ مرزا غالب نے خوب کہا:

آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

گر بصورت آدمی انساں بدے احمد و بو جہل ہم یکساں بدے

آدمی بہت ہیں مگر انسان وہی ہے جسے معرفت پروردگار ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع و فرماں بردار ہو۔

پھر مزید برآں فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت سے کیا۔ حدیث شریف میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(گزشتہ صفحہ کے حاشیہ کا بقیہ)

نخیز دودم اند ہفت کشور
زراہ لطف بکشائے برودر
کئی دیوار خاکش را معطر (۱)

چین لشکر کش و کشور کشائے
کنوں چوں بردرت افتاد یارب
بمشک رحمت و کافور رافت

دوسرا کتبہ جو صدر دروازہ مشرق پر کندہ تھا یہ ہے۔

کہ بادا در بہار ملک نوروز
کہ برشاہان لیتی گت نیروز
کہ بد در دین ابراہیم تن سوز
بدے چوں سیزدہ زمہ دریں روز
مسافر شد ملک در جنت امروز
کئی آساں حساب آخرین روز

بعہد دولت شاہ جہاں گیر
شہنشاہ جہاں فیروز سلطان
ملک سیرت ملک بیو براہم
بماہ ذی الحجہ یک شنبہ از دہر
ز ہجرت ہفت صد پنج ست تاریخ
خداوندا بفضل خویش بروے

اندرون گنبد آپ کے صاحب زادوں کے بھی مزارات ہیں۔

(۱) اس مصرعہ میں حضرت ملک بیو قدس سرہ کی ایک کرامت کی طرف اشارہ ہے۔ روضہ کے باہر اگر آپ شمالی مشرقی کونے کی دیوار کو سونگھیں، تو ایک خوش گووار

خوشبو محسوس ہوگی۔ ۱۲۔ امنہ

(۱) نسب نامہ: فقیر قادری غفرلہ کا حسب ذیل ہے۔ ملک محمد ظفر الدین قادری بن ملک منشی محمد عبدالرزاق بن ملک کرامت علی بن ملک احمد علی بن ملک غلام قادر بن ملک سعادت یار بن ملک حمید بن ملک رزاق بن ملک محمد علی بن ملک فتح اللہ بن ملک غلام تہی بن ملک محمد مصوم بن ملک محمد سعید الدین عرف ملک سدن بن ملک احمد اللہ بن ملک تاتار بن ملک بہاء الدین بن ملک محمد اسماعیل بن ملک الہ داد بن ملک غلام محی الدین عرف ملک گدن بن ملک خطاب الملک (کہ مزارش اندرون گنبد است) بن ملک عطاء الملک (کہ مزارش ہم اندرون گنبد است) ابن ملک داؤد پسر اکبر (اکبر مزارش ہم اندرون گنبد است) بن حضرت سید ابراہیم ملک بیاعازی عرف ملک بیوشہید بن حضرت سید ابو بکر (کہ مسکن و مزارشان مقام تگراست و از گزنی بفاصلہ سہ فرسنگ بجانب شرق واقع است) ابن سید ابوالقاسم عبداللہ بن سید محمد فاروق بن سید ابومنصور عبدالسلام بن سید عبدالوہاب بن غوث الثقلین وغنیف الکونین حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر حسی حسینی جیلانی قدس دست اسراہم و نفعنا اللہ ببر کاتھم۔ ۱۲۔ امنہ

میری امت تہتر فرتے ہو جائے گی سب فرتے جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ ناجی کون جماعت ہوگی؟ ارشاد ہوا: ما انا علیہ واصحابی جو میرے اور میرے اصحاب کے مسلک پر رہے گے، یعنی اہل سنت و جماعت۔

پھر ان تمام نعمت ہائے الہیہ پر مستزاد کہ بعض وجوہ سے میرے لئے بہت اعلیٰ و بہتر کہ اس دور انگریزی میں کہ ہر شخص سلطنت کی زبان سیکھنے سکھانے کا گرویدہ ہے، حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ شانہ کا ہزار ہزار شکر کہ اس نے میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو مجھے مذہبی عربی تعلیم دلانے کی توفیق بخشی، باوجودیکہ بعض خاص اعزہ و احباب نے حد سے زیادہ اصرار کیا کہ زمانہ انگریزی سلطنت کا ہے، اپنے بچے کو انگریزی تعلیم دلوائیے۔ مگر انہوں نے پرواہ نہ کی، اور مجھے مذہبی عربی تعلیم کی طرف متوجہ فرمایا۔ انہیں کی نیک نیتی و خلوص قلبی کا اثر ہے کہ زمانہ طالب علمی سے دینی خدمات، درس و تدریس، تالیف و تصنیف، وعظ و تبلیغ، افتاء و مناظرہ کا شوق و ذوق میرے دل میں جاگزیں ہوا۔ اور برابر انہیں خدمتوں میں انہماک و شغف کے ساتھ منہمک رہا۔

اور پھر ان تمام نعمتوں پر مزید گویا سونے پر سہاگہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد ملت حاضرہ موید ملت طاہرہ مولانا مولوی حاجی قاری حافظ شاہ محمد احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ القوی کی بیعت و تلمذ و ارشاد و خلافت کے شرف سے مشرف فرمایا، جو شریعت مطہرہ و طریقت منورہ کی علمی عملی تصویر تھے۔ جن کا ہر قول شریعت کا رہنما، جن کا ہر فعل احکام الہی کا اتباع، جنہوں نے بلا خوف لومۃ لائم، مسائل شرعیہ و احکام فقہیہ کی تعلیم و تبلیغ فرمائی؛ اور عمر بھر تالیف و تصنیف، افتاء و تدریس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت و رہنمائی فرمائی؛ اور عمر بھر تالیف و تصنیف، افتاء و تدریس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت و رہنمائی فرمائی۔ جزاہ اللہ عن الاسلام و المسلمین خیر الجزاء۔

افسوس صد ہزار افسوس کہ اس آفتاب عالمگاہ کو غروب ہوئے آج ۱۹۳۸ء میں سترہ سال ہو گئے۔ مگر سوائے اس مختصر منظوم ذکر رضا [۱۹۲۱ء] حامی دین و ملت مولانا مولوی محمود جان صاحب جام جو دھ پوری کے، کوئی مفصل سوانح عمری آپ کی شائع نہ ہوئی۔ پھر بھی ہم رضویوں کو جناب حاجی مولوی سید ایوب علی صاحب رضوی بریلوی کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اس کی طرف سب سے پہلے توجہ فرمائی اور برادران طریقت کو توجہ دلائی۔ ان کی تحریک سے بعض احباب نے کچھ حالات ان کے پاس لکھ بھیجے، اور زیادہ حصہ خود سید صاحب موصوف نے لکھا۔ جب ان کو میرے حیاتِ اعلیٰ حضرت [۱۹۳۸ء] لکھنے کی خبر ہوئی، تو جو کچھ مواد ان کے پاس تھا، سب مجھے عنایت فرما دیا۔ خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر کہ عرصہ بارہ سال میں یہ کتاب چار جلدوں میں مکمل ہوئی۔ اور باعتبار ختم تالیف مظهر المناقب [۱۳۶۹] تاریخی نام تجویز ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور سب سنیوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ آمین۔

ہر کہ خواند طمع دعا دارم زانکہ من بندہ گنہ گارم

و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ

حیاتِ اعلیٰ حضرت

خاندانی حالات

حضور (اعلیٰ حضرت) کے آبا و اجداد قندھار کے موقر قبیلہ بڑیچ کے پٹھان تھے۔ شاہانِ مغلیہ کے عہد میں وہ لاہور آئے اور معزز عہدوں پر ممتاز ہوئے۔ لاہور کا شیش محل انہیں کی جاگیر تھا۔ پھر وہاں سے دہلی آئے اور معزز عہدوں پر فائز رہے۔ چنانچہ حضرت محمد سعید خاں شش ہزاری عہدہ پر فائز تھے، اور شجاعت جنگ انہیں خطاب عطا ہوا تھا۔ ان کے صاحبزادے سعادت یار خاں صاحب منجانب سلطنت ایک مہم سر کرنے کے لیے بریلی روہیل کھنڈ بھیجے گئے۔ فتحیابی پر ان کو بریلی کا صوبہ دار بنانے کے لیے فرمان شاہی آیا، لیکن وہ ایسے وقت آیا کہ وہ بستر مرگ پر تھے۔ ان کے تین صاحبزادے تھے۔ (۱) اعظم خاں (۲) معظم خاں (۳) مکرم خاں، جو بڑے بڑے مناصبِ جلیلہ پر ممتاز تھے، جو ایک ہزار ماہوار سے کم نہ تھا۔

اعظم خاں:

صاحب بریلی تشریف فرما ہوئے، اور متجمل الی اللہ ہو کر زہدِ خالص و ترک دنیا اختیار فرمایا۔ شاہزادہ کا تکیہ جو محلہ معماران بریلی میں ہے آج بھی انہیں کی نسبت سے مشہور ہے۔ انہوں نے وہیں قیام فرمایا تھا، اور وہیں ان کا مزار ہے۔ ان کے صاحبزادے جناب حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب ہر پنجشنبہ کو سلام کے لیے حاضر ہوتے اور گراں قدر رقم پیش کش حاضر کیا کرتے۔ ایک مرتبہ جاڑے کے موسم میں جب حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت شاہ محمد اعظم خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس موسم سرما میں ایک دھونی کے دھرے کے پاس تشریف فرما ہیں، اور اس کڑا کے کے جاڑے میں جسم پر کوئی سرمالی پوشاک بھی نہیں۔ حافظ کاظم علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا بیش بہا دو شالہ اتار کر اپنے والد ماجد صاحب کو اوڑھا دیا۔ حضرت موصوف نے نہایت ہی استغنا سے اتار کر آگ کے دھرے میں رکھ دیا۔ حافظ صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا کاش! اسے اور کسی کو عطا فرما دیا جاتا۔ حافظ صاحب کے دل میں یہ وسوسہ آتا تھا کہ حضرت شاہ صاحب نے اس آگ کے بھڑکتے دھرے میں سے دو شالہ کھینچ کر پھینک دیا اور فرمایا: ”کاظم! فقیر کے یہاں دھکڑ پکڑ کا معاملہ نہیں، لے اپنا دو شالہ“ دیکھا تو اس دو شالا

میں آگ نے کچھ اثر نہ کیا تھا، ویسا ہی صاف و شفاف برآمد ہوا۔ یہ کرامت اس معجزہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر و نمونہ تھی کہ جس دسترخوان پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تناول فرمایا اور دست اقدس، دہن مبارک اس سے مس فرمایا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک دعوت میں جبکہ وہ دسترخوان کثرت استعمال سے میلا ہو گیا تھا، اُسے دہکتے تنور میں ڈال دیا اور تھوڑی دیر کے بعد جب اسے نکالا تو صاف و شفاف تھا، کہیں چرک اور میل کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ یہ کرامت اسی معجزہ کی مظہر تھی۔ (نسخہ قدیم، ص ۳۲)

حضرت کاظم علی خاں:

حضرت حافظ کاظم علی خاں صاحب شہر بدایوں کے تحصیلدار تھے، اور یہ عہدہ آج کل کی کلکٹری کے قائم مقام تھا۔ دو سو سواریوں کی بٹالین خدمت میں رہتی تھیں۔ آٹھ گاؤں جاگیر کے (مغل) شاہی دربار سے دوامی لاجراجی معافی عطا ہوئے تھے۔ وہ اس جدوجہد میں دیے گئے تھے کہ سلطنت مغلیہ اور انگریزوں میں جو کچھ مناقشات تھے، ان کا تصفیہ ہو جائے۔ چنانچہ اسی تصفیہ کے لیے حضرت حافظ صاحب کلکتہ تشریف لے گئے تھے۔

حضرت مولانا رضا علی خاں:

حضرت حافظ صاحب کے صاحبزادہ حضرت قدوة الواصلین زبدة الکاملین قطب الوقت مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کی مختصر حالت تذکرہ علمائے ہند، مصنفہ رحمن علی خاں صاحب ممبر کونسل ریاست ریواں، مطبوعہ نول کشور پریس، لکھنؤ نومبر ۱۹۱۴ء مطابق ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ باردوم میں درج ہے۔ چونکہ وہ کتاب فارسی زبان میں ہے اس لیے عام فہم و کثیر النفع ہونے کے خیال سے اس کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

مولانا رضا علی خاں صاحب بریلوی بن محمد کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں ابن محمد سعادت یار خاں بہادر بریلی ملک روہیل کھنڈ کے بزرگ ترین علمائے کرام اور قوم افغان بڑیچ سے تھے۔ ان کے آبا و اجداد سلاطین دہلی کے دربار میں بڑے بڑے عالی مرتبہ منصب شش ہزاری پر فائز تھے۔ مولانا رضا علی خاں صاحب ۱۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور شہر ٹونک میں مولوی خلیل الرحمن صاحب مرحوم و مغفور سے علوم درسیہ حاصل کر کے ۲۲ سال کی عمر میں ۱۲۴۵ھ کو سند فراغ حاصل کر کے مشارالہ امثال و اقران و مشہور اطراف و زمان ہوئے۔ خصوصاً فقہ و تصوف میں کامل مہارت حاصل فرمائی۔ بہت پر تاثیر تقریر فرماتے۔ آپ کے اوصاف شمار سے باہر ہیں، خصوصاً نسبت کلام، سبقت سلام، زہد و قناعت، علم و تواضع، تجرید و تفرید آپ کی خصوصیات سے تھے۔ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۶ھ میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ بڑیچ ایک گروہ افغان کا ہے۔ ان کو روہیلہ بھی کہتے ہیں۔ (ق ۴، ۳)

کرامات:

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ

علیہ کے کمالات و کرامات میں بیان فرماتے تھے کہ:

پہلا واقعہ:

حضرت کا گزر ایک روز کوچہ بیتارام کی طرف سے ہوا۔ ہنود کے تیوہار ہولی کا زمانہ تھا۔ ایک ہندوئی بازاری طوائف نے اپنے بالا خانہ سے حضرت پر رنگ چھوڑ دیا۔ یہ کیفیت شارع عام پر ایک جو شیلے مسلمان نے دیکھتے ہی، بالا خانہ پر جا کر تشدد کرنا چاہا، مگر حضور نے اسے روکا اور فرمایا۔ بھائی! کیوں اس پر تشدد کرتے ہو؟ اس نے مجھ پر رنگ ڈالا ہے خدا سے رنگ دے گا۔ یہ فرمانا تھا کہ وہ طوائف بے تابانہ قدموں پر آ کر گر پڑی، اور معافی مانگی، اور اسی وقت مشرف بہ اسلام ہوئی۔ حضرت نے وہیں اس نوجوان کے ساتھ اس کا عقد کر دیا۔

دوسرا واقعہ:

دوسرا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ حضرت اعزہ میں ایک صاحب مسمی بہ وارث علی خاں محلہ سوداگران میں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حاضر خدمت ہو کر کچھ رقم بطور قرض حاصل کی۔ ان کے شباب کا زمانہ تھا اور مزاج آزاد واقع ہوا تھا۔ اسی لیے حضور نے فرما دیا تھا کہ اس رقم کو بے جا صرف نہ کیا جائے۔ اقرار کیا اور چلے گئے۔ (مگر) اسی روز اسی روپیہ کو لے کر ایک طوائف کے یہاں گئے، جب زینہ پر پہنچے، دیکھتے ہیں کہ حضرت کا عصا اور چھتری رکھی ہے۔ اٹھے پاؤں واپس ہوئے۔ دوسرے بالا خانہ پر گئے۔ وہاں بھی یہی کیفیت دیکھی، واپس ہوئے۔ تیسری جگہ گئے، یہی ماجرا دیکھا بالآخر واپس ہوئے اور حاضر خدمت اقدس ہو کر صدق دل سے توبہ کی۔

تیسرا واقعہ:

تیسرا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ایک برہمن ایک مسلمان لڑکے پر فریفتہ ہو گیا تھا۔ ایک روز وہ لڑکا بھاگتا ہوا آیا اور حضرت کی پناہ لی۔ اس برہمن نے تلوار سے حملہ کیا جس سے کچھ خراش حضرت کے آگئی۔ اس زمانے میں دو پہلووان متصل مکان حکیم عبدالصمد صاحب رہتے تھے۔ ان دونوں اور ایک راہ گیر مسلمان نے مل کر اس برہمن کو خوب زد و کوب کی۔ آپ نے فرمایا: کیوں مارتے ہو؟ اللہ سے سزا دے گا۔ چنانچہ دیکھا گیا کہ سڑکوں کی نالیوں کا پانی منہ لگا کر پیتا تھا۔ جب تک زندہ رہا، یوں ہی خراب خستہ مارا مارا پھرا کیا۔

چوتھا واقعہ:

فقیر قادری جامع حالات رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ فتنہ ۱۸۵۷ء کے بعد جب انگریزوں کا تسلط ہوا، اور انہوں نے شدید مظالم کیے، تو لوگ ڈر کے مارے پریشان پھرتے تھے۔ بڑے لوگ اپنے اپنے مکانات چھوڑ کر گاؤں وغیرہ چلے گئے۔ لیکن حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ محلہ ذخیرہ، اپنے مکان میں برابر تشریف رکھتے، اور پنج وقتہ نمازیں مسجد میں

جماعت کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ادھر سے گوروں (انگریزوں) کا گزر ہوا۔ خیال ہوا کہ شاید مسجد میں کوئی شخص ہو تو اس کو پکڑ کر پیشیں۔ مسجد میں گھسے، ادھر ادھر گھوم آئے، بولے مسجد میں کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ حضرت مسجد ہی میں تشریف فرما تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اندھا کر دیا کہ حضرت کو دیکھنے سے معذور رہے۔

یہ کرامت حضرت کی اس معجزہ صادقہ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہے کہ شب بھجر کفار کے مجمع میں سے وجعلنا من بین ایدہم سدا ومن خلفہم سدا فاغشینہم فہم لا یبصرون • اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔ (ترجمہ رضویہ پارہ ۲۴ سورہ یسین رکوع ۱) حضور باہر تشریف لے آئے اور وہ لوگ کھڑے کھڑے دیکھا کیے، مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو نظر نہ آئے۔ علامہ محمد حسن علمی جن کا خطبہ ہندوستان میں ہر جگہ پھیلا ہوا ہے۔ شہر تو شہر، دیہات تک مساجد میں وہی خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ وہ حضرت ہی کے شاگرد و مرید تھے، اور یہ خطبہ ان کی نظر انور سے گزرا ہوا ہے۔ اور آج تک جو خطبہ علمی چھپتا ہے اس کے اخیر میں مصنف کی یہ عبارت ضرور ہوتی ہے۔

اس مولف عاصی محمد حسن علمی کو امیدواری جناب باری عزاسمہ سے یہ ہے کہ اپنے فضل عمیم اور طفیل رسول کریم ملقب بہ انک علی خلق عظیم • کے ہم سب مومنین کو بعفو جرائم و عصیان اور فیضان توفیق و احسان کے عزت بخشے۔ اور ہمارے مرشد و مولیٰ، عالم علم ربانی، مقبول بارگاہ سبحانی، مخزن اسرار معقول و منقول، کاشف استار فروع و اصول، مطلع العلوم، مجمع الفہوم، عالم باعمل، فاضل بے بدل، منبع الاخلاق، منہل الاشفاق، مصدر احسان، مظہر اقتان، مولانا و مخدومنا، لوزعی زمان، مولوی رضاعلی خان کو بیچ دونوں جہان کے رحمت خاصہ میں اپنے رکھ کر اقصیٰ مراتب قبولیت کو پہنچائے۔ آمین یا رب العالمین (ق ۶، ۴)

مولانا نقی علی خاں:

حضرت مولانا رضاعلی خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے صاحبزادہ حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی آل رسولی ہیں۔ جن کے مختصر حالات رسالہ مبارکہ جواہر البیان فی اسرار الارکان مطبوعہ مطبع حسنی محلہ سوداگران میں محوریہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز حسب ذیل ہیں:

وہ جناب، فضائل مآب، تاج العلماء، رأس الفضلاء، حامی سنت، مآجی بدعت، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف رضی اللہ عنہ وارضاه عنا و فی اعلیٰ غرف الجنان بواہ سلخ جمادی الاخرہ یا غرہ رجب ۱۲۴۶ھ بارہ سو چھیالیس ہجریہ قدسیہ کو رونق افزائے دار دنیا ہوئے۔ اپنے والد ماجد حضرت مولائے اعظم، حبر عظیم، فضائل پناہ، عارف باللہ، صاحب کمالات باہرہ و کرامات ظاہرہ، حضرت مولانا مولوی رضاعلی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب علوم فرمایا۔ بحمد اللہ! منصب شریف علم کا پایہ ذرہ علیا کو پہنچا۔

راست می گویم ویزداں نہ پسندد جز راست

جو وقت انظار و جدت افکار، فہم صائب و رائے ثاقب، حضرت حق جل و علانے انہیں عطا فرمائی، ان دیار و امصار میں اس کی نظیر نظر نہ آئی۔ فراست صادقہ کی یہ حالت تھی کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرمایا، وہی ظہور میں آیا۔ عقل معاش و معاد، دونوں کا بروجہ کمال اجتماع بہت کم سنا۔ یہاں آنکھوں سے دیکھا۔ علاوہ بریں سخاوت، شجاعت، علو ہمت، کرم و مرورت، صدقات خفیہ، میراث جلیہ، بلندی اقبال، دبدبہ و جلال، موالات فقراء، امر دینی میں عدم مبالات بہ اغنیاء، حکام سے عزلت، رزق مورث پر قناعت، وغیر ذالک فضائل جلیہ و خصائل جمیلہ کا حال وہی جانتا ہے، جس نے اس جناب کی برکت صحبت سے شرف پایا ہے۔

ایں نہ بحریت کہ در کوزہ تحریر آید

مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ اس ذات گرامی صفات کو خالق عز و جل نے حضرت سلطان رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی غلامی و خدمت، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعدا و پرشادت کے لیے بنایا تھا۔ بحمد اللہ! ان کے بازوئے ہمت و طنطنہ صولت نے اس شہر کو فتنہ مخالفین سے یکسر پاک کر دیا۔ کوئی اتنا نہ رہا کہ سر اٹھائے یا آنکھ ملائے۔ یہاں تک کہ شعبان ۱۲۹۲ھ کو مناظرہ دینی کا عام اعلان مسمی بنام تاریخی 'اصلاح ذات بین' طبع کرایا، اور سوائے مہر سکوت یا عار فرار، و غوغائے جہال، و عجز و اضطرار کے کچھ جواب نہ پایا۔ فتنہ شش مثل کا شعلہ کہ سب سے سر بفلک کشیدہ تھا، اور تمام اقطار ہند میں اہل علم اس کے اطفار عرق ریز و گرویدہ، اس جناب کی ادنیٰ توجہ میں بحمد اللہ! سارے ہندوستان سے ایسا فرو ہوا کہ جب سے کان ٹھنڈے ہیں، اہل فتنہ کا بازار سرد ہے۔ خود اُس کے نام سے جلتے ہیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت روز ازل سے اس جناب کے لیے ودیعت تھی، جس کی قدرے تفصیل ربالہ تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال میں مطبوع ہوئی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

تصانیف:

تصانیف شریفہ اس جناب کی سب علوم دین میں، نافع مسلمین، دافع مفسدین، والحمد للہ رب العلمین۔ ازاں جملہ الکلام الاوضح فی تفسیر شرح الم شرح کہ مجلد کبیر ہے، علوم کثیرہ پر مشتمل۔ وسیلۃ النجاة جس کا موضوع ذکر حالات سید کائنات ہے مجلد وسیط۔ سرور القلوب فی ذکر المحبوب کہ مطبع نول کشور میں چھپی۔ اور یہ کتاب مستطاب جواہر البیان فی اسرار الارکان جس کی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ذوق این مئے نہ شناسی بخدا تانہ بخشی

فقیر غفر اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف اس کے ڈھائی صفحوں کی شرح میں ایک رسالہ مسمی بہ زواہر الجنان من جواہر

البيان ملقب بنام تاریخی سلطنة المصطفى فی ملکوت کل الوری تالیف کیا۔ اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد جس میں وہ قواعد ایضاً وثابت فرمائے، جن کے بعد نہیں، مگر سنت کو قوت اور بدعت نجدیہ کو موت و حسرت۔ ہدایۃ البریۃ الی الشریعة الاحمدیہ کہ دس فرقوں کا رد ہے۔ یہ کتابیں مطبع صبح صادق سیتا پور میں مطبوع ہوئیں۔ اذاقۃ الآثام لمانعی عمل المولد والقیام انشاء اللہ العزیز عنقریب شائع ہوگی۔ فضل العلم العلماء ایک مختصر سارسالہ بریلی میں طبع ہوا۔ ازالۃ الاوهام رد نجدیہ تزکیۃ الایقان رد تقویت ایمان کہ یہ عشرہ کاملہ زمانہ حضرت مصنف قدس سرہ میں تمییز پاچکا۔ الکواکب الزہراء فی فضائل العلم و آداب العلماء جس کی تخریج احادیث میں فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے رسالہ النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب لکھا۔ الروایۃ الرویہ فی الاخلاق النبویہ النقاۃ القویۃ فی الخصائص النبویہ لمعة النبراس فی آداب الاکل واللباس التمكن فی تحقیق مسائل التزین احسن الوعا فی آداب الدعاء خیر المخاطبة فی الحاسبة والمراقبه ہدایۃ المشتاق الی سرالانفس والآفاق ارشاد الاحباب الی آداب الاحتساب اجمل الفکر فی مباحث الذکر عین المشاهد لحسن المجاہدہ تشرق الاواہ الی طریق محبة اللہ نہایۃ السعاده فی تحقیق الہمة والارادة اقوی الذریعة الی تحقیق الطریقة والشریعة ترویح الارواح فی تفسیر سورة الانشراح ان پندرہ رسائل مابین وجیز و وسط کے مسودات، موجود ہیں۔ جن کے تمییز کی فرصت حضرت قدس سرہ نے نہ پائی۔ فقیر غفر اللہ لہ کا قصد ہے کہ انہیں صاف کر کے ایک مجلد میں طبع کرا دے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

کہ حلوا بہ تنہا نہ بایت خورد

ان کے سوا اور تصانیف شریفہ کے مسودے، بستوں میں ملتے ہیں، مگر منتشر، جن کے اجزاء اول یا آخر یا وسط سے کم ہیں۔ ان کے بارے میں حسرت و مجبوری ہے۔ غرض عمر اس جناب کی ترویج دین، و حمایت مسلمین، و نکایت اعداء، و حمایت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں گزری۔ جزاہ اللہ من الاسلام و المسلمین خیر الجزاء آمین۔ (ق ۶، ۸)

بیعت و خلافت:

پنجم جمادی الاخرہ ۱۲۹۴ھ کو ماہرہ مطہرہ میں دست حق پرست حضرت آقائے نعمت، دریائے رحمت، سید الواصلین، سند الکاملین، قطب اوانہ، امام زمانہ، حضور پر نور (۱) سیدنا و مرشدنا، مولانا و ماوانا و خرنی لیومی و غدی، حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی تاجدار ماہرہ رضی اللہ عنہ پر شرف بیعت حاصل فرمایا۔ حضور پر نور مرشد برحق نے مثال خلافت و اجازت جمیع سلاسل و سند حدیث عطا فرمائی۔ یہ غلام ناکارہ بھی اسی جلسہ میں اس جناب کے طفیل ان برکات سے شرف یاب ہوا۔ والحمد للہ

رب العلمین۔ (ق، ۸)

حج و زیارت:

۲۶ شوال ۱۲۹۵ھ کو باوجود شدتِ علالت و قوتِ ضعف، خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص طور پر بلانے کے سبب کہ من رانی فی المنام فقد رانی۔ رواہ الامام احمد و البخاری و الترمذی عن انس رضی اللہ عنہ عزم زیارت و حج مصمم فرمایا۔ یہ غلام اور چند اصحاب و خدام ہمراہ رکاب تھے۔ ہر چند احباب نے عرض کی کہ علالت کی یہ حالت ہے، آئندہ سال پر ملتوی فرمائیے۔ ارشاد فرمایا: 'مدینہ طیبہ کے قصد سے قدم دروازہ سے باہر رکھ لوں، پھر چاہے روح اسی وقت پرواز کر جائے دیکھنے والے جانتے ہیں کہ تمام مشاہد میں تندرستوں سے کسی بات میں کمی نہ فرمائی۔ بلکہ وہ مرض خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک آنخورہ میں دوا عطا فرمانے سے کہ من رانی فقد رای الحق رواہ احمد و النسب خان عن ابی فتاویٰ رضی اللہ عنہ حدیث پر نہ رہا۔ وہاں حضرت اجل العلماء، اکمل الفصلا حضرت سیدنا احمد زین دحلان شیخ الحرم وغیرہ علمائے مکہ معظمہ سے مکرر سند حدیث حاصل فرمائی۔ (ق، ۸، ۹)

وصال:

سرخ ذیقعدہ روز پنجشنبہ وقت ظہر ۱۲۹۷ ہجریہ قدسیہ کو کیا ون برس پانچ مہینہ کی عمر میں بعارضہ اسہال و موی، شہادت پا کر شب جمعہ اپنے والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز کے کنار میں جگہ پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ روز وصال نماز صبح پڑھ لی تھی، اور ہنوز وقت ظہر باقی تھا کہ انتقال فرمایا۔ نزع میں سب حاضرین نے دیکھا کہ آنکھیں بند کیے متواتر سلام فرماتے تھے۔ جب چند انفاس باقی رہے، ہاتھوں کو اعضائے وضو پر یوں پھرا گویا وضو فرما رہے ہیں۔ یہاں تک کہ استعناق بھی فرمایا۔ سبحان اللہ وہ اپنے طور پر حالت بے ہوشی میں نماز ظہر بھی ادا فرما گئے۔ جس وقت روح پر فتوح نے جدائی فرمائی، فقیر سرہانے حاضر تھا۔ واللہ العظیم ایک نورلیح علانیہ نظر آیا کہ سینہ سے اٹھ کر برق تابندہ کی طرح چہرہ پر چمکا، اور جس طرح لمعان خورشید آئینہ میں جنبش کرتا ہے، یہ حالت ہو کر غائب ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی۔ پچھلا کلمہ کہ زبان فیض ترجمان سے نکلا لفظ اللہ تھا و بس۔ اور اخیر تحریر کہ دست مبارک سے ہوئی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تھی کہ انتقال سے دو روز پہلے ایک کاغذ پر لکھی تھی۔

بعد فقیر نے حضور پیر و مرشد برحق رضی اللہ عنہ کو رویا (خواب) میں دیکھا کہ حضرت والد ماجد قدس سرہ الامد کے مرقد پر

تشریف لائے۔ غلام نے عرض کیا: حضور! یہاں کہاں؟ اول لفظا هذا معناه۔ فرمایا: آج سے یا اب سے یہیں رہا کریں گے۔

رحمها اللہ تعالیٰ رحمة واسعة!

ذهب الذین یعاش فی اکنافہم

ویقیث فی الناس کجلد الاحوب

لیهن دعاء الناس ولیضرح الجهل

فبعذك لا یرجو البقاء من له عقل

اللهم ارحمهما وارض عنهما واکرم نزلهما وافض علينا من برکاتهما آمین برحمتک یا

ارحم الراحمین وصلى الله تعالى على سيدنا ومولينا محمد وآله واصحبه اجمعين . آمین!

فقیر غفرلہ نے چند جمع اس جناب کی تواریخ ولادت باسعادت، ووصال خیر مآل ملہم غیب سے پائے، جن میں التزام ہے کہ باوجود انتظام سلسلہ عبارت، ہر فقرہ ایک مستقل جملہ ہو، جو کسی طرف سے تعلق عطف بھی نہ رکھتا ہو، جس کے سبب جو مادہ چاہیے، تنہا محل تاریخ میں سنائیے کہ تعداد مواد کا سچا محصل یہی ہے۔ اس کے ساتھ یہ التزام بھی رہا کہ تکمیل عدد کو لفظ حشو نہ بڑھا۔ بعض ماڈے یہاں قرطاس پر جلوہ فرما۔

تواریخ ولادت:

جاء ولی نقی الثیاب علی الشان فیہ اشارة الی اسمہ قدس سرہ والثیاب الاعمال قال
تعالی وثیابک فطهر رضی الاحوال بھی المکان هو اجل محققى الافاضل شهاب
المدققین الامائل قمر فی برج الشرف بری من الخسوف والكلف افضل
سیاق العلماء اقدم حذاق الکرماء !.....

تواریخ وفات:

كان نهاية جمع العظماء خاتم اجلة الفقها امین الله فی الارض ابدا عن النبی
صلى الله تعالى علیه وسلم العالم امین الله فی الارض اخرجہ الامام ابو عمر فی کتاب
العلم ان موة العالم موة العالم وفات عالم الاسلام ثلثة فی جمع الانام وفی
الخبر موت العالم ثلثة فی الاسلام لا تنسد الی یوم القيامة او كما ورد والله تعالى اعلم
خلل فی باب العباد لا ینسد الی یوم القیام یا غفور کمل له ثوابک یوم النشور
امنحة جنة عدت للمتقین صلى الله تعالى على سيدنا محمد وآله واهله اجمعين
کتبه عبده المذنب احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی غفر الله
له وحقق (ق ۱۰۹)

حالات:

”تذکرہ علمائے ہند قاری مطبوعہ مطبع نولکشور میں اعلیٰ حضرت اور ان کے والد ماجد صاحب قدست اسرار ہما کے مختصر

حالاتِ درج ہیں۔ عام فہم ہونے کے لیے اس جگہ اس کا اردو ترجمہ درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

مولوی نقی علی خاں بریلوی ابن مولوی رضا علی خاں ساکن بریلی روہیلکھنڈ غرہ رجب ۱۲۴۶ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد ماجد سے تعلیم و تربیت پائی، اور علومِ درسیہ سے فراغت حاصل فرمائی۔ ذہن ثاقب و رائے صائب رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو عقلِ معاش و معاد دونوں میں ممتاز اقران بنایا تھا۔ علاوہ شجاعتِ جبلی کے حضرت صفت سخاوت، تواضع، استغنا سے موصوف تھے۔ اپنی تمام قیمتی عمر اشاعتِ سنت و ازالہ بدعت میں صرف فرمائی۔ پھر مسئلہ امتناعِ نظیر میں ایک دینی مناظرہ کا اعلان بنام تاریخی اصلاح ذات البین ۲۶ شعبان ۱۲۹۳ھ میں شائع فرمایا، اور مسئلہ امتناعِ نظیر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت زبردست کوشش فرمائی اور مخالفین کا رد فرمایا۔ جس کا مفصل بیان رسالہ مبارکہ تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال میں طبع ہو کر شائع ہو چکا۔ ۱۲۹۴ھ میں تاجدار مارہرہ مطہرہ حضرت سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے، اور جملہ سلاسلِ جدیدہ و قدیمہ، و سند حدیث شریف اور خلافت سے معزز و ممتاز ہو کر ۱۲۹۵ھ میں زیارتِ حریمِ طیبینج سے مشرف ہوئے، اور حضرت سیدی زین دحلان و دیگر علمائے حریم شریفین سے اجازت و سند حدیث حاصل فرمائی۔ سلخ ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا، اور حیاتِ شریں، جاں آفریں کے سپرد فرمائی اور روضہ رضوان میں آرام و اطمینان و سکون حاصل فرمایا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اس کے بعد ان پچیس تصنیفات کا ذکر ہے، جو اوپر مذکور ہوئیں۔ اس لیے دوبارہ ذکر کرنا بے فائدہ ہے۔ (ق ۱۰، ۱۱)

شجرہ آباؤ اجداد:

عالی جاہ شجاعت جنگ بہادر جناب مستغنی عن اللقب شاہ سعید اللہ خاں صاحب قندھاری بزمانہ سلطان محمد شاہ، نادر شاہ کے ہمراہ دہلی آئے اور منصب شش ہزاری پر فائز ہوئے۔ ان کو سلطان والا شان کے یہاں سے بہت سے مواضع، جو زرین ریاست راجپور میں معانی علی الدوام پر ملے تھے، یہ مواضع ان کی اولاد کے پاس اب موجود نہیں۔ ان کا ایک شیش محل لاہور میں تھا، جس کا ابھی تک کچھ اثر باقی ہے۔ ان کے ایک صاحبزادہ تھے، جو سلطان محمد شاہ کے یہاں وزیر دولت تھے۔ جن کو سلطان سے کچھ مواضع ضلع بدایوں کے معانی میں ملے تھے۔ وہ اب تک انہیں کی نسل میں موجود ہیں۔ ان کا نام سعادت یار خاں تھا۔ ان کی زرینہ اولاد تین تھی۔ بڑے شاہزادہ والا تبار محمد اعظم خاں صاحب ہیں، اور یہی اعلیٰ حضرت امام حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے مورث اعلیٰ ہیں۔ یہ اپنی وزارت کے عہدہ سے علیحدہ ہو کر زہد و ریاضت میں مشغول ہو گئے تھے۔ (ق ۱۳، ۱۴)

سعادت یار خاں:

صاحب کے دو فرزند اور تھے۔ ایک شاہزادہ معتمد خاں صاحب۔ ان کی اولاد میں مولوی بخش اللہ خاں صاحب وغیرہ

ہیں۔ تیسرے صاحبزادہ مکرم خاں صاحب۔ ان کی اولاد زینہ اب نہیں ہے۔ البتہ ان کی نسل (میں) ان کی نواسیوں کی اولاد ہے۔ (ق، ۱۴)

اعظم خاں صاحب

نے دو عقد کئے۔ پہلی زوجہ سے حافظ کاظم علی خاں صاحب ہیں اور دوسری بیوی سے چار صاحبزادیاں ہوئیں۔

حافظ کاظم علی خاں صاحب

آصف الدولہ کے یہاں وزیر تھے۔ انہوں نے تین شادیاں کیں۔ زوجہ اولیٰ سے تین اولادیں۔ دو لڑکے (امام العلماء مولانا رضا علی خاں، رئیس الحکماء حکیم نقی علی خاں) اور ایک لڑکی (زینت عرف موتی بیگم)۔ زوجہ ثانیہ سے تین لڑکیاں (بدر النساء، صدر النساء، قمر النساء ہوئیں) اور تیسری بیوی جو حرم تھی اس سے ایک لڑکا مسی بہ جعفر علی خاں (ہوا) جس کی نسل ختم ہو گئی۔ (ق، ۱۴)

حضرت امام العلماء مولانا رضا علی خاں صاحب:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے جد مکرم ہیں۔ یہ اپنے زمانے کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔ انہوں نے دو عقد کئے۔ پہلی بیوی سے رئیس الاتقیاء مولانا نقی علی خاں صاحب والد ماجد اعلیٰ حضرت، اور ایک صاحبزادی جو رئیس الحکماء کے بڑے فرزند مہدی علی خاں صاحب کو منسوب تھیں۔ اور دوسری جس کا نام مستجاب بیگم تھا، وہ اب علی خاں صاحب آنو لوہی سے بیاہی گئیں اور لا ولد فوت ہوئیں۔ (ق، ۱۴، ۱۵)

رئیس الحکماء حکیم محمد نقی علی خاں:

یہ امام العلماء کے حقیقی بھائی تھے۔ بہت بڑے قوی ہیکل، بہادر اور فن طب میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے دہلی کے خاندان اطباء کے سرپرست حکیم محمد واصل خان صاحب کی صاحبزادی سے عقد کیا تھا۔ یہ مہاراجہ جے پور کے یہاں طبیب خاص تھے۔ ابتداءً ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سالے کے لڑکے حکیم محمد سلیم خان صاحب کو، جو جے پور کے مشہور اطباء سے ہیں اور بہرے حکیم کے نام سے مشہور خاص و عام ہیں، متبنی کیا تھا۔ ریاست جے پور سے تین لاکھ سالانہ منافع کی جائداد رئیس الحکماء کو انعام میں ملی تھی۔ جو رئیس الحکماء نے کمال فراخ دلی سے اپنے متبنی حکیم محمد سلیم خان صاحب کو دے دی تھی۔ حالانکہ اس وقت اپنی اولاد بھی تھی۔ چنانچہ اب تک وہ جائداد حکیم صاحب موصوف کے نواسوں کے پاس ہے، اور وہ اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ ان کو حکیم واصل خان صاحب کی صاحبزادی کے بطن سے چار لڑکے ہوئے۔ مہدی علی خاں صاحب، حکیم ہادی علی خاں صاحب، فتح خان صاحب، فداعلیٰ خان صاحب۔ ان میں بڑے صاحبزادے مہدی علی خاں صاحب کا عقد رئیس الاتقیاء کی ہمشیرہ حقیقی سے ہوا۔ ان کی اولاد میں احمد حسن خان صاحب تھے۔ دوسرے فرزند حکیم ہادی علی خان صاحب کا عقد ریاست ٹونک میں جناب عبدالعلیم خان صاحب کی لڑکی سے ہوا اور چار اولادیں ہوئیں۔ ہدایت علی خاں،

سردار ولی خان، محبوب علی خاں صدیق النساء بیگم، اور تیسرے فرزند فتح علی خاں صاحب کی اولاد تین لڑکے، بابو حاجی فرحت علی خاں، امرادوں خاں، اصغر علی خاں اور چار لڑکیاں ہیں۔ اور چوتھے فرزند فدا علی خاں کی اولاد، فراست علی خاں، مصاحب بیگم، قادری بیگم، حیدری بیگم ایک اور لڑکی پانچ افراد پر مشتمل ہے۔ حافظ کاظم علی خاں کی صاحبزادی جن کو موتی بیگم کہتے تھے ان کی شادی محمد حیات خاں سے ہوئی۔ یہ یوسف زئی سے ہیں۔ (ق ۱۵، ۱۶)

رئیس الاتقیاء حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب والد ماجد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی شادی اسفندیار بیگ کی بڑی صاحبزادی (حسینی خانم) سے ہوئی، جن سے حسب ذیل اولادیں ہوئی۔ (۱) اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں (۲) مولانا حسن رضا خاں (۳) مولانا محمد رضا خاں (۴) حجاب بیگم زوجہ وارث علی خاں (۵) احمد بیگم زوجہ شاہ ایران خاں (۶) محمدی بیگم زوجہ کفایت اللہ خاں۔ (ق ۱۷)



ولادت باسعادت (اعلیٰ حضرت)

اور

بزرگوں کی پیشین گوئیاں

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جس وقت اعلیٰ حضرت قبلہ بطنِ مادر میں تھے، آپ کے والد ماجد صاحب نے ایک بہت ہی عجیب خواب دیکھا، جس کی وجہ سے کچھ پریشانی سی لاحق ہوئی۔ رات بھر اس خواب کی فکر میں رہے، اور صبح اٹھے تو بھی اس کی تشویش باقی تھی۔ صبح حضرت سراپا فیض و برکت علامہ مولانا رضا علی خاں صاحب نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے خواب بیان فرمایا۔ حضرت مدوح نے فرمایا: 'یہ مبارک خواب ہے۔ بشارت ہو کہ پروردگار عالم تمہارے نطفہ سے ایک فرزند عطا فرمائے گا، جو علم کے دریا بہائے گا، جس کا شہرہ مشرق و مغرب میں پھیلے گا'۔ (ق، ۲۳)

ولادت باسعادت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد ملت طاہرہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب کی آپ کے شہزادہ بریلی شریف محلہ جسولی میں، کہ پہلے وہی آپ کا آبائی مکان اور حضرت جد امجد مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب قدس سرہ کا قیام تھا، ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بروز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۲ جون ۱۸۵۶ء موافق ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ء سمبت کو ہوئی۔ (ق، ۱)

جناب علی محمد خاں صاحب اعلیٰ حضرت کے بھانجے فرماتے تھے کہ میری والدہ مرحومہ اعلیٰ حضرت کی بڑی بہن تھیں۔ وہ فرماتی تھیں کہ جب اعلیٰ حضرت پیدا ہوئے تو میرے والدین کو جناب دادا صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں لے گئے۔ دیکھ کر گود میں لیا اور فرمایا: یہ میرا بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا، اور جب منجھلے میاں مولوی حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے ان کو دیکھ کر فرمایا: یہ میرا بیٹا مستان ہوگا۔ (ق، ۲۱)

(اعلیٰ حضرت کا) تاریخی نام المختار ہے۔ حضور نے اپنا سن ولادت مکتوبات شریف میں حسب ذیل آئیہ کریمہ سے استخراج فرمایا ہے۔

اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح منہ • حسن اتفاق کہ اس وقت آفتاب منزلِ غفر میں تھا، جو اہل نجوم کے نزدیک بہت ہی مبارک ساعت ہے۔ ولنعلم من قال۔

دنیا، مزار، حشر، جہاں ہیں غفور ہیں

ہر منزل اپنے ماہ کی منزلِ غفر کی ہے (ق، ۱)

ملفوظات حصہ سوم میں ہے: ولادت کی تاریخوں کا ذکر تھا اس پر ارشاد فرمایا:

بھم اللہ تعالیٰ! میری ولادت کی تاریخ اس آیت کریمہ میں ہے:

اولئك كتب في قلوبهم الايمان وايدهم بروح منه • جس کا ترجمہ یہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے، اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ سے ان کی مدد فرمائی ہے۔ اور اس کا صدر ہے: لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله ولو كانوا آباءهم او أبناءهم او اخوانهم او عشيرتهم • (مجادلہ ۲۲/۵۸) نہ پائیں گے آپ ان لوگوں کو جو اللہ ورسول اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہی کہ وہ اللہ ورسول کے مخالفوں سے دوستی رکھیں اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کی اولاد یا ان کے بھائی یا ان کے کنبے قبیلے ہی کے کیوں نہ ہوں۔

اسی کے متصل فرمایا: اولئك كتب في قلوبهم الايمان •

بھم اللہ تعالیٰ! بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے اور میرے بچوں اور بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوت اعداء اللہ گھٹی میں پلا دی گئی ہے اور بفضلہ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔ اولئك كتب في قلوبهم الايمان • بھم اللہ! اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہو گا لا الہ الا اللہ دوسرے پر لکھا ہو گا محمد رسول اللہ جل جلالہ وصلى اللہ علیہ وسلم..... اور بحمد اللہ تعالیٰ ہر بد مذہب پر ہمیشہ فتح و ظفر حاصل ہوئی۔ رب العزت جل جلالہ نے روح القدس سے تائید فرمائی، اللہ تعالیٰ پورا فرمائے: ويدخلهم جنت تجرى من تحتها الانهار خلدین فیہا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اولئك حزب اللہ الا ان حزب اللہ هم المفلحون • اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں، ان میں ہمیشہ رہیں، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

(ترجمہ رضویہ کسی بہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن پارہ ۲۸، سورہ مجادلہ ۵۸ رکوع ۳)

پھر فرمایا: یہ سب برکات ہیں حضرت جد امجد رضی اللہ عنہ کی۔ قرآن عظیم میں خضر علیہ السلام کے واقعہ میں ہے کہ دو یتیم ایک مکان میں رہتے تھے، اس کی دیوار گرنے والی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا۔ خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا۔ اس واقعہ کو فرمایا جاتا ہے: وکان ابوہما صالحا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ (ترجمہ رضویہ پارہ ۱۶ سورہ کہف رکوع ۱۰) اس کی برکت سے یہ رحمت کی گئی۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ باپ ان کی چودھویں پشت میں تھا۔ صالح باپ کی یہ برکات ہوتی ہیں، تو یہاں تو ابھی تیسری پشت ہے دیکھئے کب تک برکات اس سلسلہ میں رہیں۔

بچپن کے حالات

مولوی عرفان علی صاحب قادری رضوی بیسل پوری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا۔ اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی، ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ فرما ہوئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ میں فصیح عربی میں ان سے گفتگو کی۔ اس بزرگ ہستی کو پھر کبھی نہ دیکھا۔ (ق، ۲۲)

جناب سید ایوب علی صاحب فرماتے ہیں کہ حضور کی عمر شریف تقریباً ۶۷ سال ہوگی، اس وقت صرف ایک بڑا کرتا پہنے ہوئے باہر تشریف لائے کہ سامنے سے چند طوائف زنانہ بازاری گزریں۔ آپ نے فوراً کرتے کا اگلا دامن دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر چہرہ مبارک کو چھپا لیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر ان میں سے ایک طوائف بول اٹھی: 'واہ صاحب! منہ تو چھپا لیا اور ستر کھول دیا'۔ آپ نے برجستہ اس کو جواب دیا: 'جب نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے..... یہ جواب سن کر وہ سکتہ کے عالم میں ہو گئی۔ (۲) (ق، ۲۳)

جناب سید ایوب علی صاحب فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ محلہ سوداگران کی مسجد کے قریب آپ کی طفولیت کے زمانہ میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کو سر سے پاؤں تک بغور دیکھا اور کئی بار دیکھا۔ پھر فرمایا: تم رضا علی خاں صاحب کے کون ہو؟ حضور نے جواب دیا: 'میں ان کا پوتا ہوں، فرمایا: 'جیسی اور تشریف لے گئے۔

(ق، ۲۲)

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز مولوی صاحب موصوف حسب معمول بچوں کو پڑھا رہے تھے کہ ایک بچے نے سلام کیا۔ مولوی صاحب نے جواب دیا، چپتے رہو۔ اس پر حضور نے عرض کیا: یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا، علیکم السلام کہنا چاہیے تھا۔ مولوی صاحب سن کر بہت خوش ہوئے، اور بہت دعائیں دیں۔ (ق، ۲۲)

جناب علی محمد خاں صاحب اعلیٰ حضرت کے بھانجے کا بیان ہے کہ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں۔ ایک روز کسی نے دروازہ پر آواز دی۔ اعلیٰ حضرت (کہ ان کی عمر اس وقت دس برس کی تھی) باہر تشریف لے گئے۔ دیکھا ایک بزرگ فقیر منش کھڑے

ہیں۔ آپ کو دیکھتے ہی فرمایا: آؤ! آپ تشریف لے گئے، سر پر ہاتھ پھیرا، اور فرمایا: تم بہت بڑے عالم ہو۔ (ق، ۲۲)

ملفوظات حصہ اول میں ہے:

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ میں ایک روز حکیم وزیر علی صاحب کے یہاں قریب دس بجے دن کے جا رہا تھا۔ میری عمر اس وقت جیلانی (اعلیٰ حضرت مدظلہ کے پوتے یعنی بر خودار ابراہیم رضا خان سلمہ) کے برابر تھی (یعنی دس سال) کہ سامنے سے ایک بزرگ سفید ریش، نہایت شکیل، وجیہ تشریف لائے، اور مجھ سے فرمایا: سنتا ہے بچے آج کل عبدالعزیز ہے اس کے بعد عبدالحمید اس کے بعد عبدالرشید (یعنی رشاد آفندی) اور فوراً نظر سے غائب ہو گئے۔ چنانچہ اس وقت تک ان بزرگ کا قول بالکل مطابق ہوا۔ (ق، ۲۲)

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز صبح کے وقت حاجی منتھن خاں صاحب جن کا اسم گرامی حاجی محمد شاہ خاں صاحب تھا محلہ سوداگران میں جاروب کشتی فرما رہے تھے۔ چونکہ ہم لوگوں کو یہ پہلا اتفاق دیکھنے کا ہوا، برادر م قناعت علی صاحب کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ ایک بزرگ ہستی جو نہ صرف ایک معمر، دین دار، اہل علم ہیں، بلکہ معقول زمینداری بھی رکھتے ہیں، وہ جاروب کشتی کریں، اور میں کھڑا دیکھتا ہوں۔ اس لیے بڑھ کر اس کی خدمت کو خود انجام دینا چاہا۔ مگر حاجی صاحب نہ مانے اور فرمانے لگے، صاحبزادے! یہ میرا فخر ہے کہ اپنے شیخ کے آستانہ عالیہ کی جاروب کشتی کروں (۳) میں عمر میں حضور سے بڑا ہوں۔ ان کا بچپن دیکھا، جوانی دیکھی اور اب بڑھا پا دیکھ رہا ہوں۔ ہر حالت میں یکتائے زمانہ پایا۔ تب ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ بڑھاپے میں تو ہر کوئی بزرگ ہو جاتا ہے۔ انہیں بچپن میں ضرب المثل اور یکتائے روزگار دیکھا۔ (ق، ۲۵)

(ایک مرتبہ خود) اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

بریلی میں ایک مجذوب بشیر الدین اخوندزادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ جو کوئی ان کے پاس جاتا کم سے کم پچاس گالیاں سنا تے، مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا۔ میرے والد ماجد قدس سرہ کی خوشی کہ کہیں باہر بغیر آدمی کے ساتھ لیے نہ جانا۔ ایک روز رات کے گیارہ بجے اکیلا ان کے پاس پہنچا اور فرش پر جا کر بیٹھ گیا۔ وہ حجرہ میں چار پائی پر بیٹھے تھے۔ مجھ کو بغور پندرہ بیس منٹ تک دیکھتے رہے، آخر مجھ سے پوچھا، تم مولوی رضا علی خاں صاحب کے کون ہو؟ میں نے کہا: میں ان کا پوتا ہوں۔ فوراً وہاں سے جھپٹے اور مجھ کو اٹھا کر لے گئے، اور چار پائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: آپ یہاں تشریف رکھیے۔ پوچھا کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو؟ میں نے کہا: مقدمہ تو ہے، لیکن میں اس کے لیے نہیں آیا ہوں، میں تو صرف دعائے مغفرت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ قریب آدھے گھنٹے تک برابر کہتے رہے، اللہ کرم کرے، اللہ رحم کرے، اللہ کرم کرے، اللہ رحم کرے۔ اس کے بعد میرے منجھلے بھائی (مولوی حسن رضا خاں صاحب مرحوم) ان کے پاس مقدمہ کی غرض سے حاضر ہوئے۔ ان سے خود ہی پوچھا، کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو؟ عرض کی: جی ہاں! فرمایا: مولوی صاحب سے کہنا قرآن شریف میں یہ بھی تو ہے: 'نصر من

اللذو فتح قریب، بس دوسرے ہی دن مقدمہ فتح ہو گیا۔ (ق، ۲۳)

تقریب روزہ کشائی:

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے رمضان مبارک کا مقدس مہینہ ہے اور حضور اعلیٰ حضرت کے پہلے روزہ کشائی کی تقریب ہے۔ کاشانہ اقدس میں جہاں افطار کا اور بہت قسم کا سامان ہے، ایک محفوظ کمرے میں فیرنی کے پیالے جمانے کے لیے چنے ہوئے تھے۔ آفتاب نصف النہار پر ہے۔ ٹھیک تمازت کا وقت ہے کہ حضور کے والد ماجد آپ کو اسی کمرے میں لے جاتے ہیں اور کواڑوں کی جوڑیاں بند کر کے ایک پیالہ اٹھا کر دیتے ہیں کہ اسے کھالو۔ عرض کرتے ہیں کہ میرا تو روزہ ہے، کیسے کھاؤں؟ ارشاد ہوتا ہے: بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے، لو کھالو۔ میں نے کواڑ بند کر دیے ہیں، کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہے۔ آپ عرض کرتے ہیں: جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے، وہ تو دیکھ رہا ہے۔ یہ سنتے ہی حضور کے والد ماجد کی چشمان مبارک سے اشکوں کا تار بندھ گیا، اور کمرہ کھول کر باہر لے آئے۔ (ق، ۲۳)



تعلیم

بسم اللہ خوانی و سلسلہ تعلیم:

صحیح طور پر نہ معلوم ہو سکا کہ حضور کی بسم اللہ خوانی کس عمر میں ہوئی۔ مگر وقت بسم اللہ خوانی عجیب واقعہ پیش آیا۔ حضور کے استاد محترم نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد الف، با، تا، ثا، جس طرح پڑھایا جاتا ہے، پڑھایا۔ حضور ان کے پڑھانے کے مطابق پڑھتے رہے۔ جب لام الف (لا) کی نوبت آئی، استاذ نے فرمایا: کہو، لام الف۔ حضور خاموش ہو گئے، اور نہیں کہا، استاد نے دوبارہ کہا: کہو میاں! لام الف۔ حضور نے فرمایا کہ یہ دونوں تو پڑھ چکے ہیں۔ لام بھی پڑھ چکے ہیں، الف بھی پڑھ چکے ہیں، یہ دوبارہ کیسا؟ اس وقت حضور کے جد امجد اعلیٰ حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز نے کہ جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے، فرمایا: بیٹا! استاذ کا کہا مانو، جو کہتے ہیں پڑھو۔ حضور نے اپنے جد امجد کی تعمیل حکم کی، اور اپنے جد امجد کے چہرے کی طرف نظر کی۔ حضور نے اپنی فراست ایمانی سے سمجھا کہ اس بچے کو شبہ یہ ہو رہا ہے کہ یہ حروف مفردہ کا بیان ہے، اب اس میں ایک مرکب لفظ کیسے آیا؟ ورنہ یہ دونوں حرف الگ الگ تو پڑھ ہی چکے ہیں۔ اگرچہ بچے کی عمر کے اعتبار سے اس راز کو ظاہر کرنا مناسب نہ تھا، اور سمجھ سے بالا خیال کیا جاتا۔ مگر ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات حضرت جد امجد نے نور باطنی سے سمجھا کہ یہ لڑکا کچھ ہونے والا ہے، اس لیے ابھی سے اسرار و نکات کا ذکر ان کے سامنے مناسب جانا اور فرمایا: بیٹا! تمہارا خیال درست اور سمجھنا بجا ہے، مگر بات یہ ہے کہ شروع میں تم نے جس کو الف پڑھا حقیقت وہ ہمزہ ہے، اور یہ درحقیقت الف ہے۔ لیکن الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے، اور ساکن کے ساتھ ابتدائاً ممکن۔ اس لیے ایک حرف یعنی لام، اول میں لا کر اس کا تلفظ بتانا مقصود ہے۔ حضور نے فرمایا: تو کوئی ایک حرف ملا دینا کافی تھا، اتنے دور کے بعد لام کی کیا خصوصیت ہے؟ با، تا، دال، سین، بھی اول لا سکتے تھے۔ حضرت جد امجد نے غایت محبت و جوش میں گلے لگا لیا، اور دل سے بہت دعائیں دیں، اور پھر فرمایا کہ لام اور الف میں صورت سیرۃ مناسبت خاص ہے۔ ظاہراً لکھنے میں بھی دونوں کی صورت ایک سی ہوتی ہے۔ لا..... یا..... لا اور سیرۃ اس وجہ سے کہ لام کا قلب الف ہے اور الف کا قلب لام ہے، یعنی یہ اس کے بیچ میں ہے وہ اس کے بیچ میں گویا۔

من تو شدم تو من شدى من تن شدم تو جاں شدى

تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگرى

کہنے کو حضور کے جد امجد نے اس لام الف کو مرکب لانے کی وجہ بیان فرمائی، مگر باتوں بات میں سب کچھ بتا دیا، اور اسرار و حقائق کے رموز و اشارات کے دریافت و ادراک کی صلاحیت و قابلیت اسی وقت سے پیدا کر دی، جس کا اثر سب نے آنکھوں

سے دیکھ لیا کہ شریعت میں وہ اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قدم بقدم ہیں، تو طریقت میں حضور پر نور (ﷺ) سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نائب اکرم ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (ق، ۳۱)

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ کاشانہ اقدس پر ایک مولوی صاحب چند بچوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ حضور بھی ان سے کلام اللہ شریف پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ مولوی صاحب کسی آریہ کریمہ میں بار بار ایک لفظ حضور کو بتاتے تھے، مگر آپ کی زبان سے نہیں نکلتا تھا۔ وہ زبر بتاتے تھے، اور آپ زیر پڑھتے تھے۔ یہ کیفیت حضور کے جد امجد حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب قطب الوقت رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر حضور کو اپنے پاس بلا لیا، اور کلام پاک منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب سے اعراب کی غلطی ہو گئی تھی، زیر کی جگہ زبر لکھ دیا تھا، اور اسی طرح بے تصحیح طبع ہو گیا تھا، یعنی جو حضور رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے نکلتا تھا، وہی صحیح تھا۔ حضور سے حضرت جد امجد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب جس طرح تم کو بتاتے تھے اس طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے؟ عرض کیا: میں ارادہ کرتا تھا کہ اس طرح پڑھوں، مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا۔ حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز نے فرمایا: خوب، اور تبسم فرما کر سر پر ہاتھ پھیرا، اور دل سے دعا دی۔ پھر ان مولوی صاحب سے فرمایا: یہ بچہ صحیح پڑھ رہا تھا، حقیقتاً کاتب نے غلط لکھ دیا ہے۔ پھر قلم فیض رقم سے اس کی تصحیح فرمادی۔ (ق، ۲۳)

اعلیٰ حضرت خود فرماتے تھے کہ میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا، جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے، ایک دو مرتبہ میں دیکھ کر کتاب بند کر دیتا، جب سبق سنتے تو حرف بحرف لفظ بہ لفظ سنا دیتا۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ احمد میاں! یہ تو کہو تم آدمی ہو یا جن؟ کہ مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔

(ق، ۳۲)

جناب علی محمد خان صاحب اعلیٰ حضرت کے بھانجے فرماتے تھے کہ جناب والدہ ماجدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ اعلیٰ حضرت نے کبھی پڑھنے میں ضد نہیں کی۔ خود سے برابر پڑھنے کو شریف لے جایا کرتے، جمعہ کے دن بھی چاہا کہ پڑھنے کو جائیں، مگر والد صاحب کے منع فرمانے سے رک گئے، اور سمجھ لیا کہ ہفتہ میں جمعہ کے دن کی بہت اہمیت کی وجہ نہیں پڑھنا چاہیے، باقی چھ دن پڑھنے کے ہیں۔ (ق، ۲۶)

نواب وحید احمد خاں صاحب رضوی بریلوی تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی احسان حسین صاحب مرحوم جو نہایت خلیق، بے لوث اور حد درجہ دین دار تھے، جامع مسجد بریلی میں محض لوجہ اللہ درس حدیث بعد نماز طہر دیتے تھے، اور اپنا زیادہ وقت جامع مسجد ہی میں مطالعہ حدیث شریف، درود و وظائف میں گزارتے تھے۔ انہوں نے فقیر کو جامع مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے کی نہ صرف تلقین کی بلکہ شوق دلایا۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ فقیر جامع مسجد میں نماز پنجگانہ ادا کرنے لگا۔ یہ فقیر انگریزی اسکول کی جماعت ششم میں پڑھتا تھا، تو یہی مولوی صاحب فارسی زبان کی تعلیم کے لیے مقرر کئے گئے تھے۔ مولوی صاحب موصوف سے ایک مرتبہ فقیر نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد ملت حاضرہ مولانا مولوی شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ عنہ کی بابت

استفسار کیا۔ تو مولوی صاحب موصوف نے اعلیٰ حضرت کے علم و فضل کی بہت تعریف کی، اور فرمایا کہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ کا ابتدائی تعلیم عربی میں ہم سبق رہا ہوں۔ شروع ہی سے اعلیٰ حضرت کی ذہانت کا یہ حال تھا کہ استاد سے کبھی ربع (چوتھائی) کتاب سے زیادہ نہیں پڑھی۔ ایک ربع کتاب استاد سے پڑھنے کے بعد بقیہ تمام کتاب از خود پڑھ کر یاد کر کے سنا دیا کرتے تھے (ق، ۳۵)۔
درسیات سے فراغت:

جب عربی کی ابتدائی کتابوں سے حضور فارغ ہوئے، تو تمام درسیات کی تکمیل اپنے والد ماجد حضرت مولانا مولوی نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی متولد ۱۲۳۶ھ متوفی ۱۲۹۷ھ سے تمام فرمائی اور تیرہ سال دس مہینہ کی عمر شریف میں ۱۲۸۶ھ میں تمام درسیات سے فراغ پایا۔ زبروینات سے تعویذ تاریخ فراغت ہے اور اس میں صاف بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ حضور کو دشمنوں کے شر سے پناہ میں رکھے گا اور دوسرا مادہ تاریخ غفور ہے۔ اس میں خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حضور اور حضور کے وابستگان دامن کے لیے غفور ہے

دنیا، مزار، حشر، جہاں ہیں غفور ہیں
 ہر منزل اپنے ماہ کی منزل گفر کی ہے (ق، ۳۳)

اساتذہ

ابتدائی کتابیں ان مولوی صاحب سے جب حضور نے پڑھ لیں، تو میزان منشعب وغیرہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب سے پڑھنا شروع کیا۔ (ق، ۳۲)
 اعلیٰ حضرت فرماتے تھے کہ: جمادی الاولیٰ ۱۲۹۲ھ میں شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ تعلیم طریقت حضور پیر و مرشد برحق سے حاصل کیا۔ ۱۲۹۶ھ میں حضرت کا وصال ہوا، تو قبل وصال مجھے حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری اپنے ابن الابن ولی عہد و سجادہ نشین کے سپرد فرمایا۔ حضرت نوری میاں صاحب سے بعض تعلیم طریقت و علم تکسیر، علم جفر وغیرہ علوم میں نے حاصل کیے۔ (ق، ۳۲)
 الغرض! اعلیٰ حضرت کے اساتذہ کی فہرست بہت مختصر ہے۔ حضرت والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز کے علاوہ پنجتن پاک کے عشاق صرف یہ پنج نفوس قدسیہ ہیں۔

- 1- اعلیٰ حضرت کے وہ استاد جنہوں نے ابتدائی کتابیں پڑھائیں۔
- 2- جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
- 3- جناب مولانا عبدالعلی صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ
- 4- حضرت سلالہ خاندان برکاتیہ سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ العزیز۔
- 5- اور والد ماجد۔

پیرومرشد قدست اسرار ہم کو شامل کر کے چھ نفوس قدسیہ ہوتے ہیں۔

ان چھ حضرات کے علاوہ حضور نے کسی کے سامنے زانوئے ادب تہ نہیں کیا۔ مگر خداوند عالم نے محض اپنے فضل و کرم اور آپ کی محنت و خدا داد ذہانت کی وجہ سے اتنے علوم و فنون کا جامع بنایا کہ پچاس فنون میں حضور نے تصنیفات فرمائیں اور علوم و معارف کے وہ دریا بہائے کہ خدام و معتقدین کا تو کہنا کیا! مخالفین مخالفتیں کرتے، اپنی سیاہ قلبی کی وجہ سے برائیاں کرتے، مگر ساتھ ساتھ ٹیپ کا یہ بند ضرور کہنے پر مجبور ہوتے کہ یہ سب کچھ ہے مگر مولانا احمد رضا خاں صاحب قلم کے بادشاہ ہیں۔ جس مسئلہ پر قلم اٹھایا، نہ موافق کو ضرورت افزائش، نہ مخالف کو دم زدن کی گنجائش ہوتی ہے۔ (ق، ۳۵)



شادی و اولاد

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت قدس سرہ العزیز کی شادی ۱۲۹۱ھ میں افضل حسین صاحب کی بڑی صاحبزادی (ارشاد بیگم) صاحبہ سے ہوئی۔ شیخ صاحب موصوف شیخ عثمانی تھے۔ ان کے والد ماجد کا نام شیخ احمد حسین تھا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز کی سات اولادیں ہوئیں۔ دو شاہزادے (۱) حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب ملقب ببلقب حجۃ الاسلام (۲) حضرت مولانا شاہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں صاحب مفتی اعظم۔ پانچ صاحبزادیاں، بڑی مصطفائی بیگم، ان کی شادی اعلیٰ حضرت کے بھانجے جناب حاجی شاہد علی خاں سے ہوئی۔ ان کی صرف ایک لڑکی ہوئی عزوبی بی، جو مولوی سردار علی خاں سے منسوب ہوئیں۔ یہ صاحبزادی اعلیٰ حضرت کی حیات میں فوت ہو گئیں۔ دوسری صاحبزادی کنیز حسن جن کو منجھلی بیگم کہتے تھے، ان کی شادی جناب حمید اللہ خاں صاحب ولد حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ سے ہوئی۔ ان کی دو اولادیں ہوئی، عتیق اللہ خاں اور ایک صاحبزادی رفعت جہاں بیگم۔ تیسری صاحبزادی کنیز حسین، جن کو منجھلی بیگم کہتے تھے، جناب حکیم حسین رضا خاں صاحب ابن مولانا حسن رضا خاں صاحب سے منسوب ہوئیں، ان کے تین لڑکے ہوئے (۱) مرتضیٰ رضا خاں (۲) مولوی ادیس رضا خاں (۳) جرجیس خاں، امام اہل سنت کے وصال سے اکیس دن بعد ان کا انتقال ہوا۔ چوتھی صاحبزادی کنیز حسنین عرف چھوٹی بیگم ان کی شادی مولوی حسنین رضا خاں صاحب (ابن استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں) سے ہوئی، ان کی صرف ایک لڑکی ہوئی شمیم بانو، جو جرجیس میاں کو منسوب ہوئیں۔ پانچویں صاحبزادی مرتضائی بیگم عرف چھوٹی بنو، مجید اللہ خاں پسر خرد جناب حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ سے منسوب ہوئیں۔ ان کے تین لڑکے رئیس میاں، سعید میاں، فرید میاں اور دو لڑکیاں مجتہائی، بیگم، مقتدائی بیگم ہیں۔

حضرت حجۃ الاسلام:

کی شادی پھوپھی زاد بہن کنیز عائشہ ہمشیرہ جناب حاجی شاہد علی خاں صاحب سے ہوئی۔ ان کے چھو اولادیں ہوئیں۔ دو صاحبزادے مولوی ابراہیم رضا خاں صاحب عرف جیلانی میاں، مولوی حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں، اور چار لڑکیاں، ام کلثوم زوجہ ثانیہ حکیم حسین رضا خاں، کنیز صغریٰ بیگم زوجہ تقدس علی خاں، رابعہ بیگم عرف نوری زوجہ مشہود علی خاں، سلمیٰ زوجہ مشاہد علی خاں۔

جیلانی میاں:

کا عقد مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب کی بڑی صاحبزادی سے ہوا۔

نعمانی میاں:

کانکاج جناب سید حسن صاحب محلہ ملوکپور کی صاحبزادی سے ہوا۔
جیلانی میاں کی پانچ (نرینہ) اولادیں ہیں، (۵) اور نعمانی میاں کی تین۔

حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں:

صاحب کی شادی چھوٹے چچا جناب مولانا محمد رضا خاں صاحب کی اکلوتی صاحبزادی سے ہوئی۔ اسی لیے مولانا محمد رضا خاں صاحب عرف ننھے میاں نے ان کو اپنی اولاد کی طرح رکھا، اور شادی کے بعد ان کا رہنا سہنا سب چچا جان کے مکان پر رہا اور اس وقت تک وہیں قیام فرما ہیں۔ ان کی سات صاحبزادیاں ہیں۔ ایک لڑکا ہوا تھا جو کمسنی ہی میں داغ مفارقت دے کر راہی ملک بقا ہوا۔ جس کا نہ صرف والدین بلکہ پورے خاندان بلکہ، جملہ متوسلین اور اہل قرابت کو صدمہ ہوا۔

سلسلہ اولاد اعلیٰ حضرت:

(۱) مولانا حامد رضا خاں (۲) مولانا مصطفیٰ رضا خاں (۳) مصطفائی بیگم (۴) کنیز حسن (۵) کنیز حسین (۶) کنیز حسنین
(۷) مرتضائی بیگم

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں:

(۱) ابراہیم رضا خاں (۲) حماد رضا خاں (۳) ام کلثوم (۴) کنیز صغریٰ (۵) رابعہ (۶) سلمیٰ

مولانا ابراہیم رضا خاں:

(۱) ریحان رضا خاں (۲) تنویر رضا خاں (۳) اختر رضا خاں (۴) قمر رضا خاں (۵) منان رضا خاں (۶) سرفراز بیگم
(۷) سرتاج بیگم (۸) دلشاد بیگم۔

حماد رضا خاں:

(۱) مسرت بی بی (۲) نصرت بی بی (۳) حمید رضا خاں

مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں:

(۱) صاحبزادہ مرحوم (۲) نگار فاطمہ (۳) انوار فاطمہ (۴) برکاتی بیگم (۵) رابعہ بیگم (۶) ہاجرہ بیگم (۷) شاکرہ بیگم

سلسلہ اولاد مولانا حسن رضا خاں برادر اوسط اعلیٰ حضرت:

(۱) حکیم حسین رضا خاں (۲) مولوی حسنین رضا خاں (۳) فاروق رضا خاں

حکیم حسین رضا خاں:

از زوجہ اولی (کنیز حسین) صاحبزادی اعلیٰ حضرت
(۱) مرتضیٰ رضا خاں (۲) ادریس رضا خاں (۳) جرجیس رضا خاں۔

از زوجہ ثانیہ صاحبزادی حضرت حجۃ الاسلام
(۱) غوثیہ بیگم زوجہ خلیق میاں (۲) یونس رضا خاں

مرتضیٰ رضا خاں:

(۱) بلال رضا خاں (۲) ادریس رضا خاں (۳) صاحبزادیاں

مولوی حسنین رضا خاں:

از زوجہ اولی بنت اعلیٰ حضرت
(۱) شمیم بانو زوجہ جرجیس میاں

از زوجہ ثانیہ:

(۱) تحسین رضا خاں (۲) سبطین رضا خاں (۳) حبیب رضا خاں (۴) صاحبزادی۔

مولانا محمد رضا خاں عرف ننھے میاں (برادر خرد) اعلیٰ حضرت:

(۱) فاطمہ بیگم زوجہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم۔



مارہرہ شریف کی حاضری اور بیعت

بیعت جس غرض سے کی جاتی ہے اور اس کی جو شرعی حیثیت ہے اس کے بیان کی نہ یہاں ضرورت اور نہ ہی اس کی حاجت، وہ اپنی جگہ پر مدلل ہے، اور زمانہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے الی زماننا ہذا نیکو کاروں کا تعامل رہا ہے۔ بلاشبہ خلیفہ مجاز سے بیعت کرنے والے آ یہ کریمہ: ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة • (پ ۱۱، سورہ توبہ) بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس کے بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔ (کنز الایمان) اور الذین یبایعونک • ما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدہم • (پ ۲، سورہ فتح) وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (کنز الایمان) کی رو سے اپنی جان و مال کو اللہ کا ہاتھ جنت کے عوض بیع کرتے ہیں اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے ہیں وہ لوگ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ بیعت میں ان کے ہاتھوں پر ہوتا ہے اور بمضمون لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ • (پ ۲۶، سورہ فتح) اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔ (کنز الایمان)۔ وہ لوگ رضائے الہی کی بشارت پائے ہوئے ہیں۔ اسی آ یہ کریمہ کے بموجب اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ۱۲۹۵ھ میں بمعیت اپنے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز سرکار مارہرہ مطہرہ حاضر ہو کر تاجدار مارہرہ اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمد قدس سرہ العزیز کی شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔

اللہ اکبر کیسی نظر کیسی نظر پیر و مرشد کی تھی اور کس درجہ قلب صافی لے کر بیعت ہوئے تھے کہ اسی جلسہ میں پیر و مرشد برحق نے تمام سلسلہ کی اجازت و خلافت عطا فرما کر خلیفہ و مجاز بنا دیا، اور تمام طریقوں میں بیعت لینے کی اجازت عامہ تامہ عطا فرمائی۔

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن صاحب مارہری فرماتے ہیں کہ مولانا بدایونی (حضرت عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ) کے ہمراہ مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب مارہرہ شریف حاضر ہوئے تھے۔ یہ لوگ تجدید غسل اور کپڑے بدلنے کے لئے پہلے مارہرہ میں سرائے میں جا کر فروکش ہوئے۔ مگر سرائے کے راستے میں یکہ سواری کا الٹ گیا اور مولانا نقی علی خاں صاحب کو چوٹ لگی۔ پھر اسی حالت میں انہوں نے نہادھو کر کپڑے پہنے، اور سب خانقاہ برکاتیہ میں حاضر ہوئے، اور فقیر

ہی کے مکان موسوم بہ مدرسہ جو درگاہ معلیٰ برکاتیہ کے روزے کے سامنے تھا، اور اس وقت ٹوٹا پڑا ہے، میں فروکش ہوئے۔ فقیر کے والد ماجد حضرت سید شاہ محمد صادق صاحب اور حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہما بھی ان دنوں مارہرہ ہی میں تشریف فرما تھے۔ اسی دن ظہر کے وقت مولانا بدایونی، مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب اور مرزا عبدالقادر بیگ صاحب کو ہمراہ لے کر، حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ فقیر کے والد حضرت سید شاہ محمد صادق اور میاں صاحب (حضرت نوری میاں) بھی ہمراہ گئے۔ حضرت خاتم الاکابر نے مولانا نقی علی خاں صاحب پھر مولانا احمد رضا خاں صاحب پھر مرزا عبدالقادر بیگ صاحب کو داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ فرمایا اور اسی جلسہ میں حضرت نے خلافت و اجازت جملہ سلاسل و اسناد و تبرکات خاندان عالیہ قادریہ برکاتیہ سے بھی مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب کو مشرف فرمایا۔ بیعت و خلافت کے بعد ان سب حضرات نے کچھ عرصہ تک فقیر کے مکان پر قیام فرمایا اور اسی دوران میں مولانا تاج الفحول بدایونی نے فقیر سے ارشاد فرمایا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا حضرت سے بیعت ہو جانا، ان کے لیے بھی اچھا ہوا، اور میرے لیے بھی اچھا ہوا۔



تدریس

اعلیٰ حضرت نے کتبِ درسیہ سے فراغت کے بعد تدریس و افتاء و تصنیف کی طرف توجہ فرمائی۔ ابتدا میں تدریس کی طرف توجہ بہت زائد تھی۔ بریلی شریف میں کوئی مدرسہ نہ تھا۔ اس لیے فقط اعلیٰ حضرت کی ذات مرجع طلبہ و علما تھی۔ جن کو علیٰ چشمہ سے فیضیاب ہونا ہوتا، وہ اعلیٰ حضرت کا قصد کرتے، اور کامیابی حاصل کرتے۔ (ق ۲۱۱/۲)

الغرض اعلیٰ حضرت کا ایک زمانہ تدریس و تعلیم کا بڑے زور و شور کا گزرا ہے۔ جس میں دور دور سے طلبہ دوسرے مدرسوں کو چھوڑ کر یہاں حاضر ہوتے، اور اس چشمہ علم و نظر سے فیضیاب ہوتے۔ چنانچہ اسی زمانہ کا ایک واقعہ جناب مولوی محمد شاہ خاں عرف تھن خاں صاحب بیان فرماتے تھے۔ کہ ایک دن تین طالب علم نئے آئے، اور اعلیٰ حضرت سے پڑھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ میں نے دریافت کیا کہ کہاں سے آپ لوگ آئے ہیں، اس سے پہلے کہاں پڑھتے تھے؟ وہ لوگ بولے دیوبند پڑھتے تھے، وہاں سے گنگوہ گئے، اس کے بعد یہاں آئے ہیں۔ میں نے کہا کہ یوں تو طلبہ کو خیر اکام مرض ہوتا ہے، یعنی وہاں بہتر پڑھائی ہے۔ اسی لیے ایک جگہ جم کر بہت کم لوگ پڑھتے ہیں، بلکہ دو چار جگہ جا کر ضرور دیکھا کرتے ہیں۔ مگر یہ عموماً ایسی جگہ ہوتا ہے، جہاں کی تعریف انسان سنتا ہے۔ لیکن میرے خیال میں یہ بات نہیں آتی کہ آپ لوگوں نے دیوبند یا گنگوہ میں بریلی کی تعریف سنی ہو، اور اس وجہ سے یہاں کے مشاق ہو کر تشریف لائے ہوں۔ بولے یہ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ اختلاف مذہب و اختلاف خیال کی وجہ سے اکثر تو بریلی کی برائی ہی ہوا کرتی تھی۔ مگر ٹیپ کا بند یہ ضرور ہوتا کہ قلم کا بادشاہ ہے، جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا، پھر کسی کی مجال نہیں کہ ان کے خلاف کچھ لکھ سکے۔ یہی دیوبند میں سنا، اور یہی گنگوہ میں بھی۔ تو ہم لوگوں کے دلوں میں شوق و ذوق ہوا کہ وہیں چل کر علم حاصل کرنا چاہئے، جن کے مخالفین فضل و کمال کی گواہی دیتے ہیں۔ والفضل ماشہدت بہ الاعداء (ق ۲۱۱، ۲۱۲)

مشاہیر تلامذہ:

اعلیٰ حضرت نے چونکہ باضابطہ کسی مدرسہ میں مدرس بن کر نہیں پڑھایا، (۲۲) جو رجسٹر داخلہ سے طلبہ کا نام معلوم کیا جائے، یا فارغ التحصیل طلبہ ہی کا نام رجسٹر فارغ التحصیل سے حاصل کیا جاسکے۔ اس لیے حضور کے شاگردوں میں جو مشہور ہوئے، اور تصنیفات وغیرہ سے دینی خدمت کی۔ ان میں بعض لوگوں کے اسمائے گرامی اس جگہ لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت کے شاگردوں میں خصوصیت کے ساتھ فقہ سے تو غل اور تصنیفات کی طرف توجہ اور وعظ و تقریر کا رنگ ضرور موجود ہے۔

- ☆ جناب مولانا مولوی نواب سلطان احمد خاں صاحب محلہ بہاری پور۔
- ☆ جناب مولانا مولوی سید امیر احمد صاحب محلہ ذخیرہ بریلی۔
- ☆ جناب مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب حسن برادر اوسط اعلیٰ حضرت
- ☆ جناب مولانا مولوی محمد رضا خاں صاحب برادر خرد اعلیٰ حضرت
- ☆ جناب مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب حجۃ الاسلام صاحبزادہ اکبر
- ☆ جناب مولانا مولوی حافظ یقین الدین صاحب محلہ ملوک پور بریلی۔
- ☆ جناب مولانا مولوی حافظ سید عبدالکریم صاحب محلہ ذخیرہ بریلی۔
- ☆ جناب مولوی منور حسین صاحب چانگامی۔
- ☆ جناب مولوی اواعظ الدین صاحب مصنف 'دفع زلیخ زانغ'
- ☆ جناب مولوی سید عبدالرشید صاحب عظیم آبادی۔
- ☆ جناب مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی۔
- ☆ جناب مولوی عبدالاحد صاحب سلطان الواعظین پبلی بھتی (صاحبزادہ حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ)
- ☆ حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ۔
- ☆ حضرت مولانا سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ

ملفوظات حصہ اول میں ہے۔ ایک روز حضرت مولانا سید احمد اشرف صاحب کچھوچھوی تشریف لائے ہوئے تھے، رخصت کے وقت انہوں نے عرض کی کہ مولوی سید محمد صاحب اشرفی اپنے بھانجے کو میں چاہتا ہوں کہ حضور کی خدمت میں حاضر کر دوں حضور جو مناسب خیال فرمائیں ان سے کام لیں۔ ارشاد ہوا: ضرور تشریف لائیں، یہاں فتویٰ لکھیں، اور مدرسہ میں درس دیں۔ ردوہابیہ اور افتاویہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے۔ ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ میں بھی ایک حاذق طبیب کے مطب میں سات برس بیٹھا۔ مجھے وہ وقت، وہ دن، وہ جگہ وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے، اچھی طرح یاد ہیں میں نے ایک بار ایک نہایت پیچیدہ حکم بڑی کوشش و جانفشانی سے نکالا، اور اس کی تائیدات مع تنقیح آٹھ ورق میں جمع کیں۔ مگر جب حضرت والد ماجد قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا۔ تو انہوں نے ایک جملہ ایسا فرمایا کہ اس سے یہ سب ورق رڈ ہو گئے۔ وہی جملے اب تک کانوں میں پڑے ہوئے ہیں، اور قلب میں اب تک ان کا اثر باقی ہے۔ خود ستائی جائز نہیں۔ مگر وقت حاجت اظہار حقیقت تحدیث نعمت ہے۔ سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا: اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم ترین کے خزانے میرے ہاتھ میں دے دیجئے بیشک میں حفظ والا ہوں اور علم والا ہوں۔ بفضل و رحمت الہی پھر بعون و عنایت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم افتا و ردوہابیہ کے دونوں

کامل فن، دونوں نہایت عالی فن یہاں سے اچھا انشاء اللہ تعالیٰ ہندوستان میں کہیں نہ پائے گا۔ غیر ممالک کی بابت نہیں کہہ سکتا۔ میں تو ہر شخص کو بہ طیب خاطر سکھانے کو تیار ہوں۔ سید محمد اشرفی صاحب تو میرے شاہزادے ہیں، میرے پاس جو کچھ ہے وہ انہیں کے جد امجد (یعنی حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ) کا صدقہ و عطیہ ہے۔ آپ یہاں کے موجودین میں 'تفقہ' جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفانتا سنا تے ہیں اور جو کچھ میں جواب دیتا ہوں، لکھتے ہیں۔ طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔ اسی طرح علم توقیت بھی ایسا فن ہے کہ اس کے جاننے والے بھی معدوم ہیں۔ حالانکہ ائمہ دین نے اسے فرض کفایہ بتایا ہے۔ علمائے موجودین میں تو کوئی اتنا بھی نہیں جانتا کہ فلاں دن آفتاب کب طلوع ہوگا، اور کب غروب؟ بہت سی عمر گزر گئی، تھوڑی باقی ہے۔ جن صاحب کو جو کچھ لینا ہو وہ حاصل کر لیں سلونی قبل ان تفقدونی۔ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے اور شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بالکل صحیح ہے: 'قدر نعمت پس از زوال پھر لینے والے کو یہ چاہئے کہ جب کسی چیز کے حاصل کرنے کا ارادہ کرے، تو اگرچہ کمالات سے بھرا ہوا ہو، اپنے تمام کمالات کو دروازہ ہی پر چھوڑ دے، اور یہ جانے کہ میں کچھ جانتا ہی نہیں۔ خالی ہو کر آئے گا تو کچھ پائے گا اور جو اپنے کو بھرا سمجھے گا تو

انائیکہ پر شد در چوں پرد

بھرے برتن میں اور کوئی چیز نہیں ڈالی جاسکتی اور آج کل تو حاصل کرنے والے ایسے ہیں کہ جب میں حسن میاں مرحوم کے مکان میں رہتا تھا، اس میں ایک زینہ ہے، جو باہر سے چھت پر گیا ہے۔ اس زمانہ میں ایک مدرس صاحب کے ہدایہ اخیرین سپرد ہوا۔ یہ کوئی آسان کتاب نہیں۔ جب انہوں نے کام چلتا نہ دیکھا، تو مجھ سے پڑھنا چاہا۔ مگر شرط یہ کہ اس باہر کے زینہ سے چھت پر مجھے بلا لیا جائے، اور وہاں تنہائی میں پڑھا دیا کیجئے، کسی کو معلوم نہ ہو۔ میں نے کہا مولانا! ہدایہ اخیرین کا سبق کوئی سرقہ نہیں، جو لوگوں سے چھپ کر ہو، مجھ سے یہ نہ ہوگا۔

ایک صاحب یہیں کے، فتویٰ نویسی کرتے تھے وہ اس طرح لکھتے تھے کہ باہر سے جواب لکھ کر بھیج دیا، میں نے اصلاح دے کر بھیج دیا۔ ایک روز ان سے کہا گیا: مولانا! یوں جواب تو ٹھیک ہو جائے گا، مگر آپ کو یہ نہ معلوم ہوگا کہ آپ کی لکھی ہوئی عبارت کیوں کاٹی گئی اور دوسری عبارتیں کس مصلحت سے بڑھائی گئیں۔ مناسب یہ ہے کہ آپ بعد عصر اپنے لکھے ہوئے فتوؤں پر اصلاح لے لیا کریں۔ انہوں نے کہا: اس وقت آپ کے پاس بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اس مجمع میں آپ فرمائیں گے کہ تم نے یہ غلط لکھا، وہ غلط لکھا، اور مجھے اس میں ندامت ہوگی۔ اس بندہ خدا کے نام افریقہ، امریکہ تک سے استفتے آتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں سے ان کے نام سے جواب جاتا، تو لوگ انہیں کے نام استفتے بھیجتے۔ اس زمانہ میں مکہ معظمہ کے ایک عالم جلیل حضرت مولانا سید اسماعیل خلیل حافظ کتب حرم رحمۃ اللہ علیہ فقیر کے یہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ مکہ معظمہ سے صرف ملاقات فقیر کے لیے کرم فرمایا تھا۔ ان کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا۔ فرمایا: ایسا شخص برکت علم سے محروم رہتا ہے۔ یہی ہوا کہ وہ صاحب چھوڑ کر بیٹھ رہے۔ اب بی، اے پاس کرنے کی فکر میں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں جب بغرض تحصیل علم حضرت زید ثابت رضی اللہ عنہ کے در دولت پر جاتا، اور وہ باہر تشریف نہ رکھتے ہوتے۔ تو براہ ادب ان کو آواز نہ دیتا، ان کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ رہتا۔ ہوا خاک اور ایٹاڑا کر مجھ پر ڈالتی۔ پھر جب حضرت زید کا شانہ اقدس سے تشریف لاتے۔ فرماتے: اے ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہ کرادی؟ میں عرض کرتا: مجھے لائق نہ تھا کہ میں آپ کو اطلاع کراتا۔ یہ وہ ادب ہے جس کی تعلیم قرآن عظیم نے فرمائی ان الذین ینادونک من وراء الحجرت اکثرہم لا یعقلون ولو انہم صبرواحتی تخرج الیہم لکان خیر الیہم واللہ غفور رحیم • جو حجروں کے باہر سے تمہیں آواز دیتے ہیں، ان میں بہت کو عقل نہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم باہر تشریف لاؤ تو ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورہ حجرات ۵/۴۹)

ایک مرتبہ حضرت زید رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہیں، کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رکاب تھامی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کیا ہے؟ اے ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انہوں نے کہا: ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ علما کے ساتھ ادب کریں۔ اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ گھوڑے سے اترے، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بوسہ دیا، اور فرمایا: ہمیں یہی حکم ہے کہ اہل بیعت اطہار کے ساتھ ایسا ہی کریں۔

ہارون رشید جیسے جبار بادشاہ نے مامون رشید کی تعلیم کے لیے حضرت امام کسائی سے (جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خالہ زاد بھائی اور اجلہ علماء و قراء سبعہ میں سے ہیں) عرض کیا۔ فرمایا: میں یہاں پڑھانے نہ آؤں گا، شہزادہ میرے مکان پر آ جایا کرے۔ ہارون رشید نے عرض کی: وہ وہیں حاضر ہو جایا کرے گا، مگر اس کا سبق پہلے ہو۔ فرمایا: یہ بھی نہ ہوگا، بلکہ جو پہلے آگئے گا، اس کا سبق پہلے ہوگا۔ غرض مامون رشید نے پڑھنا شروع کیا۔ اتفاق ایک روز ہارون رشید کا گزر ہوا، دیکھا کہ امام کسائی اپنے پاؤں دھورے ہیں اور مامون رشید پان ڈال رہا ہے، بادشاہ غضبناک ہو کر اتر اور مامون رشید کے کوڑا مارا، اور کہا: او بے ادب! خدا نے دو ہاتھ کس لیے دیئے ہیں؟ ایک ہاتھ سے پانی ڈال، دوسرے ہاتھ سے ان کا پاؤں دھو۔

ایک مرتبہ ہارون رشید نے ابو معاویہ کی دعوت کی۔ وہ آنکھوں سے معذور تھے۔ جب آفتابہ اور چلمچی ہاتھ دھونے کے لیے لائی گئی تو چلمچی خدمتگار کو دی اور آفتابہ خود لے کر ان کے ہاتھ دھلائے، اور کہا کہ آپ نے جانا کون آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے؟ کہا نہیں۔ کہا ہارون۔ کہا جیسی آپ نے علم کی عزت کی، ایسی اللہ آپ کی عزت کرے۔ ہارون رشید نے کہا۔ اسی دعا کے حاصل کرنے کے لیے یہ کیا تھا۔

ہارون رشید کے دربار میں جب کوئی عالم تشریف لاتے، بادشاہ ان کی تعظیم کے لیے سرو قد کھڑا ہوتا۔ ایک بار درباریوں نے عرض کیا۔ یا امیر المومنین! رعب سلطنت جاتا ہے۔ جواب دیا اگر علمائے دین کی تعظیم سے رعب سلطنت جاتا ہے، تو جانے ہی کے قابل ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کا رعب روئے زمین کے بادشاہوں پر بدرجہ اتم تھا۔ سلاطین نصاریٰ ان کا نام لیتے تھراتے تھے۔

تختِ قسطنطنیہ پر ایک عیسائیہ عورت حکمران تھی، اور وہ ہر سال خراج ادا کرتی، جب وہ مر گئی تو اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا اور خراج حاضر نہ کیا۔ ادھر سے خراج کا مطالبہ ہوا، تو اس نے حضرت ہارون رشید کی خدمت میں ایک اپیلچی کے ہاتھ اس مضمون کی تحریر بھیجی۔

وہ عورت مر گئی جو خود پیادہ بنی تھی، اور آپ کو رخ بنایا تھا۔

یہ تحریر لے کر جب اپیلچی دربار میں حاضر ہوا، وزیر کو حکم ہوا، سناؤ۔ وزیر نے اسے دیکھ کر عرض کی، حضور مجھ میں تاب نہیں جو اسے سنا سکوں۔ فرمایا: لا مجھے دے اور اس تحریر کو پڑھا۔ بادشاہ کو دیکھتے ہی ایسا جلال آیا، جسے دیکھ کر تمام دربار بھاگ گیا۔ صرف وزیر اور وہ اپیلچی رہ گئے۔ وزیر کو حکم ہوا، جواب لکھ۔ اس نے اُردہ لکھنے کا کیا، مگر رعب شاہی اس قدر غالب تھا کہ ہاتھ تھر تھرانے لگا، اور قلم نہ چلا۔ پھر فرمایا: لا مجھے دے اور یوں لکھا

یہ خط ہے خدا کے بندے امیر المومنین ہارون رشید کی طرف سے روم کے کتے فلاں کو، کہ اوکا فرہ کے جنے، جواب وہ نہیں جو تو نے جواب وہ ہے جو تو دیکھے گا۔

یہ فرمان اپیلچی کو دیا اور فوراً لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ اپیلچی کے ساتھ لشکر لے کر پہنچے اور جاتے ہی قسطنطنیہ کو فتح کر کے اس بادشاہ عیسائی کو گرفتار کر لیا۔ اس نے بہت گریہ و زاری کی، ہاتھ پاؤں جوڑے، خراج دینے کا وعدہ کیا۔ چھوڑ دیا، اور تاج بخشی کر کے واپس آئے۔ ابھی ایک منزل آئے تھے کہ خبر پائی کہ پھر اس نے سرتابی کی۔ فوراً واپس گئے، اور پھر فتح کیا، اور سے گرفتار کیا۔ پھر اس نے ہاتھ جوڑے، اور خوشامد کی۔ پھر چھوڑ دیا۔ ایسے جبار بادشاہ کی علماء کے ساتھ یہ طرزِ تعلیم تھی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم (ق ۲۱۲، ۲۱۷)



حج و زیارت (اول)

۱۲۹۵ھ میں حضرت والد ماجد کے ساتھ زیارتِ حرمین طیبین زاد ہم اللہ شرفاً و تعظیماً سے شرف افتخار و امتیاز حاصل فرمایا اور اکابر علمائے دیار مثل حضرت سید احمد دحلان مفتی شافعیہ و حضرت عبدالرحمن سراج مفتی حنفیہ سے سند حدیث و فقہ و اصول و تفسیر و دیگر علوم حاصل فرمائی۔ ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم میں ادا کی، کہ بعد نماز، امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمال اللیل نے بلا تعارف سابق آپ کا ہاتھ پکڑا اور لیتے ہوئے اپنے دولت کدہ تشریف لے گئے، اور دیر تک آپ کی پیشانی کو پکڑ کر فرمایا: انی لا جدد نور اللہ فی هذا الجبین بے شک میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پاتا ہوں اور صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے لکھ کر عنایت فرمائی اور فرمایا: کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔

اس سند کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں امام بخاری تک فقط گیارہ واسطے ہیں۔ نیز حضور نے بایمائے حضرت شیخ جمال اللیل موصوف ان کی تصنیف لطیف جوہرہ مفید مناسک حج شافعیہ کا اردو ترجمہ کیا اور ایک شرح دو دن میں تحریر فرمائی۔ جس کا نام النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ رکھا۔ جس وقت اس ترجمہ اور شرح کو حضرت شیخ جمال اللیل کی خدمت میں پیش کیا، حضرت شیخ بہت خوش ہوئے، اور بہت تعریف فرمائی اور مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ یعنی صاحبزادہ مولانا محمد بن محمد بن محمد بن عرب نے اعلیٰ حضرت کی دعوت کی۔ اثنائے طعام مسئلہ افضلیت مدفونین بقیع شریف پر گفتگو چھڑ گئی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ مدفونین بقیع میں سب سے افضل امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور مولانا محمد صاحب فرماتے تھے کہ ان میں سب سے افضل حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دونوں حضرات نے اپنے اپنے قول پر دلائل پیش کئے۔ آخر مولانا نے فرمایا: دونوں قول صحیح اور مویجہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ولکل وجهة ہو مولیٰہا عین اسی وقت عصر کی اذان حرم شریف میں ہوئی۔ ختم اذان پر اعلیٰ حضرت نے فرمایا: فاستبقوا الخیرات۔ غرض جلسہ برخواست ہوا، اور سب لوگ نماز کے لیے حرم شریف میں پہنچے۔ شب کے وقت اعلیٰ حضرت نے تنہا مسجد خیف میں اقامت کی؛ اور مغفرت کی بشارت سے مبشر ہوئے۔



حج و زیارت (دوم)

جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری غفرلہ عرض کرتا ہے کہ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا محمد رضا خاں صاحب برادر اصغر اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں خلف اکبر اور حضور کی اہلیہ محترمہ ۱۲۲۳ھ حج و زیارت کے لیے روانہ ہوئیں۔ تو حضور جھانسی تک ان کو پہنچانے تشریف لے گئے کہ وہاں سے بمبئی میل پر وہ لوگ روانہ ہوں گے، جو سیدھا بمبئی جائے گا اور کہیں بدلنا نہ ہوگا۔ اس وقت تک اعلیٰ حضرت کا قصد حج و زیارت کے لیے سفر کا بالکل نہ تھا کہ حج فرض ادا ہو چکا تھا۔ زیارت سے مشرف ہو چکے تھے صرف ان کی مشایعت مقصود تھی۔ اسی درمیان میں اعلیٰ حضرت کو اپنی نعتیہ غزل یاد آگئی جس کا مطلع ہے

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

اس کا ایک شعر یہ ہے

وائے محرومی قسمت کہ میں پھر اب کے برس

رہ گیا ہمرہ زوار مدینہ ہو کر

اس کا یاد آنا تھا کہ دل بے چین ہو گیا اور وہی ہوا جس کو حضور نے دوسری غزل میں فرمایا

پھر اٹھا ولولہ یاد مغیلان عرب

پھر کھنچا دامن دل سوئے بیابان عرب

اسی وقت حج و زیارت بلکہ خاص زیارت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد مصمم فرمایا۔ لیکن والدہ ماجدہ کی بغیر اجازت سفر مناسب نہ جانا، اس لیے ان کی گاڑی چھوٹنے کے بعد بریلی واپس تشریف لائے، اور والدہ ماجدہ سے اجازت کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ جب اجازت مل گئی تو مطمئن ہوئے۔ ورنہ جھانسی سے واپسی کے بعد بہت پریشان نظر آتے تھے۔ اجازت مل جانے کے بعد سامان سفر مکمل فرمایا: اور روانہ ہوئے۔ حسن اتفاق کہ اعلیٰ حضرت کے پہنچنے تک وہ جہاز روانہ نہ ہوا تھا۔ سب لوگ ایک ہی جہاز میں روانہ ہوئے اور یہ سفر مبارک بخیرہ خوبی انجام پایا۔ اسی سفر کے متعلق اعلیٰ حضرت کا شعر ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا

پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

حدیث شریف میں ہے: انما الاعمال بالنیات والما لکل امری ما نوى عام طور پر بھی زبان زد ہے 'جیسی نیت ویسی برکت' یہ سفر اعلیٰ حضرت کا چونکہ خاص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پاک کے لیے تھا، اس لیے ویسا ہی ہوا۔

(ق ۴۲، ۴۳)

بیداری میں زیارت نبوی:

مولوی سید شاہ جعفر میاں صاحب خطیب جامع مسجد کپور تھلہ نے اپنے والد صاحب کے عرس کے موقع پر اس واقعہ کو نہایت موثر انداز میں بیان کیا تھا۔ کہ جب جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوسری مرتبہ زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، شوق دیدار میں روضہ شریف کے مواجہہ میں درود شریف پڑھتے رہے یقین کیا کہ ضرور سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم عزت افزائی فرمائیں گے، اور بالمواجہہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے۔ لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا تو کچھ کبیدہ خاطر ہو کر ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ ہے

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اس غزل کے مقطع میں اسی کی طرف اشارہ کیا۔ فرماتے ہیں۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ غزل مواجہہ میں عرض کر کے انتظار میں مودب بیٹھے ہوئے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی، اور چشم سر سے بیداری میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے (۱)۔ رزقنا اللہ وجميع المسلمين زیارة النبی الکریم الرؤف الرحیم علیہ افضل الصلوٰة والتسلیم ببرکتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن جميع علماء الاسلام والشائخ الکرام والمنتہین الیہ الی یوم القیام امین۔ (ق ۴۲، ۴۳)



عادات و اوصاف

حضور اس قدر سادہ وضع میں رہتے کہ کوئی شخص یہ بھی نہیں خیال کر سکتا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب جن کی شہرت شرق سے غرب، شمال سے جنوب تک ہے، یہی ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک صاحب کا ٹھہرا واڑ سے حضور کی شہرت سن کر تشریف لائے تھے، ظہر کا وقت تھا، اعلیٰ حضرت مسجد میں وضو فرما رہے تھے، سادی وضع تھی، خالہ دار پاجامہ، لمبل کا چھوٹا کرتا، معمولی ٹوپی، مسجد کی فصیل پر بیٹھے ہوئے، مٹی کے لوٹوں سے وضو فرما رہے تھے کہ وہ صاحب مسجد میں تشریف لائے، اور السلام علیکم کہا، اعلیٰ حضرت نے جواب دیا۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت ہی سے دریافت کیا کہ احمد رضا خاں صاحب کی زیارت کو آیا ہوں، وہ کہاں ہیں؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ احمد رضا میں ہی ہوں۔ انہوں نے کہا: میں آپ کو نہیں، میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب سے ملنے آیا ہوں۔

یہ اس لیے کہ آپ کبھی قیمتی لباس، قیمتی عبا، قیمتی عمامہ وغیرہ استعمال نہیں فرماتے تھے، نہ خاص مشائخاںہ انداز، خانقاہ، چلہ حلقہ وغیرہ یا خدام کا مجمع۔ (از جلد چہارم)

جناب ذکاء اللہ خان صاحب تحریر کرتے ہیں کہ خادم نے حضرت کی حیات ظاہری میں اندازاً بارہ یا چودہ سال خدمت کی یا اس سے زائد۔ حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ بروز جمعہ پھانک میں تشریف رکھتے تھے۔ بعد نماز مغرب مکان میں تشریف لے جاتے، اور روزانہ عصر کی نماز پڑھ کر پھانک میں تشریف رکھتے۔ علوم و فیض و برکات کے دریا جاری ہوتے، اور حضار آستانہ عوام اہل سنت و علمائے اہل سنت مستفیض ہوا کرتے۔ البتہ موسم سرما میں عصر مغرب کے درمیان مسجد ہی رہتے، تمام حاضرین بھی اعتکاف کے ساتھ مسجد شریف ہی حاضر خدمت رہتے اور وہیں تعلیم و تلقین کا سلسلہ جاری رہا کرتا۔ مغرب کی نماز پڑھ کر زنانہ مکان میں تشریف لے جاتے، یہ حضرت کا معمول تھا۔ علاوہ اس کے حضرت پانچوں وقت نماز میں تشریف لے جاتے، اور ہمیشہ نماز باجماعت مسجد میں ادا فرماتے۔ اگر کوئی صاحب کسی کام کے لیے شہر سے آتے یا کسی دوسرے شہر سے حضرت کی ملاقات کو تشریف لاتے، اطلاع ہوتے ہی حضرت باہر تشریف لے آتے۔

ایک صاحب جن کا نام حاجی کفایت اللہ صاحب ہے وہ حضرت کے خاص خادم تھے اور حضر سفر میں برابر سایہ کی طرح ساتھ رہتے۔ ایک سید صاحب مدنی حضرت سے علم جفر سیکھنے کی غرض سے مدینہ شریف سے تشریف لائے تھے، اور بہت عرصہ

تک قیام کر کے علم جفر حاصل کیا۔ جب مدنی صاحب کلکتہ جانے لگے تو حضرت سے فرمایا: میرے ساتھ کوئی شخص ہوتا تو بہتر ہوتا۔ حضرت نے حاجی کفایت اللہ صاحب کو ہمراہ کیا، اور حاجی صاحب نے مجھ خادم سے کہا کہ میں کلکتہ جاتا ہوں، اور اعلیٰ حضرت کی خدمت تمہارے سپرد کرتا ہوں اور حضرت سے بھی یہی عرض کیا۔ حضرت نے مجھے خدمت کے لیے قبول فرمایا۔

(ق ۱۵، ۲۶)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ توسیع مسجد شریف کے لیے غسل خانہ، کنواں، طہارت خانہ مسقف کرنا تھا۔ چنانچہ مستری علی حسین قادری رضوی مرحوم نے ستونوں کی تعمیر شروع ہی کی تھی کہ ظہر کے وقت حضور نے دیکھ کر فرمایا: بھائی علی حسین! یہ ستون تو کچھ اچھے نہیں معلوم ہوتے ہیں، خوبصورت بنائیے۔ پھر فرمایا: میں نے اپنے مکان کی تعمیر کے وقت کبھی دخل نہیں دیا۔ البتہ الماریوں کے لیے ضرور کہا تھا، اور وہ بھی اس لیے کہ کتابیں محفوظ رہیں۔

انہیں کا بیان ہے کہ سبک خرامی کا یہ حال تھا کہ کبھی حضور کے چلنے میں پائے مبارک کی چاپ سننے میں نہ آئی۔ اکثر اوقات ایسا ہوا کہ میں اور برادر م قناعت علی پھانک میں سہ دری کے اندر کام کر رہے ہیں، اور حضور کا شانہ اقدس سے باہر تشریف لے آئے، اور پورا صحن بیرونی نشت گاہ طے فرما کر خود تقدیم سلام فرمائی، تب خبردار ہوئے۔

انہیں کا بیان ہے کہ کوہ بھوالی سے میری طلبی فرمائی جاتی ہے۔ میں بہ ہمراہی شاہ زادہ اصغر حضرت مولانا مولوی شاہ محمد آل الرحمن مصطفیٰ رضا خان صاحب مدظلہ الاقدس بعد مغرب وہاں پہنچتا ہوں۔ شاہ زادہ مدوح اندر مکان میں جاتے ہوئے یہ فرماتے ہیں، ابھی حضور کو آپ کے آنے کی اطلاع کرتا ہوں۔ مگر باوجود اس آگاہی کے کہ حضور بالکل میرے قریب جلوہ فرما رہے ہیں۔

انہیں کا بیان ہے کہ حضور کی غذا زیادہ سے زیادہ ایک پیانی شور بہ بکری کا بغیر مرچ کا، اور ایک یا ڈیڑھ بسکٹ سوچی کا، اور وہ بھی روزانہ نہیں بلکہ بسا اوقات نانہ بھی ہوتا تھا۔ (ق ۲۶/۲۷)

ایک روز حکیم عبدالسبحان صاحب جو بمبئی سے علم جفر سیکھنے کے لیے آئے تھے اور مقیم آستانہ شریف تھے۔ ایک چھوٹی سی شیشی میں رقیق دوا آنکھوں میں ڈالنے کے واسطے پیش کرتے ہیں۔ حضور نے اس کے اجزا دریافت فرمائے۔ حکیم صاحب نے عرض کیا: حضور استعمال تو فرمائیں، اور بہت کچھ تعریف کی۔ حضور نے فرمایا: میں بغیر تحقیق اجزا کوئی دوا استعمال نہیں کرتا ہوں۔ حکیم صاحب نے اطمینان دلاتے ہوئے یہی کہا کہ اس میں کوئی شی مضر نہیں ہے۔ انشاء اللہ ایک بار کے استعمال سے حضور فائدہ محسوس فرمائیں گے، اسی وقت اجزا بھی بتا دوں گا۔ غرض حکیم صاحب کے اطمینانی الفاظ کو باور کرتے ہوئے مکان میں جا کر جس وقت دوا کے قطرات آنکھوں میں پکائے، ناقابل برداشت تکلیف پیدا ہو گئی۔ حضور دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھے ہوئے باہر تشریف لائے، اور بے تابانہ حکیم صاحب نے فرمایا: اب تو اجزا بتادیتے، مجھے سخت تکلیف ہے۔ حکیم صاحب نے من جملہ دیگر ادویات کے عرق لیموکا بھی نام لیا۔ جسے سن کر حاضرین چونک پڑے۔ حضور نے فرمایا: آنکھ میں اور نیبوکا عرق؟ ولا حول

ولا قوة الا بالله العظيم . پھر فرمایا: حکیم صاحب آنکھ جیسی نازک چیز اور ایسا تیز عرق۔ (ق ۲۷)

جانب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور ہفتہ میں دو بار جمعہ اور سہ شنبہ کو ملبوسات شریف تبدیل فرمایا کرتے تھے۔ ہاں اگر پنج شنبہ کو یوم عیدین یا یوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم آ کر پڑے، تو دونوں دن لباس تبدیل فرماتے۔ یا شنبہ کے دن یہ مبارک تقریبیں آتیں، تب بھی دونوں دن تبدیل فرماتے۔ ان دونوں تقریبوں کے علاوہ سوا یوم معین کے اور کسی وجہ سے لباس تبدیل نہ فرماتے۔ حتیٰ کہ جیلانی میاں سلمہ کے ختنہ کی تقریب ایسے روز ہوتی کہ تبدیل لباس کا دن نہ تھا، وہی لباس زیب تن رکھا، تبدیل نہ فرمایا۔ اگرچہ بعض اقربا و اعزہ و روسائے شہر مکلف لباس پہن کر آئے تھے۔ مگر حضور اپنا لباس سابق پہنے ہوئے شریک تقریب رہے۔

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ امام کو نماز میں سہو سے مطلع کرنے کے لیے اللہ اکبر نہ فرماتے۔ مثلاً تیسری رکعت میں قعدہ کرنا چاہتا ہے، تو سبحان اللہ فرمایا کرتے۔ کتب احادیث پر دوسری کتاب نہ رکھتے۔ اگر کسی حدیث کی ترجمانی فرما رہے ہیں اور درمیان میں کوئی شخص بات کاٹتا، تو سخت کبیدہ اور ناراض ہوتے۔

ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے زانو پر رکھ کر بیٹھنے کو ناپسند فرماتے۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے طریق نشست عرض کر دوں۔ چونکہ کمر میں ہمیشہ درد رہا کرتا تھا اس لیے گاؤتکیہ پشت مبارک کے پیچھے رکھا کرتے تھے۔ اس سے پیشتر کہ یہ مرض نہ تھا، کبھی گاؤتکیہ استعمال نہ فرمایا۔ کتب نبوی یا لکھتے وقت پاؤں مبارک سمیٹ کر دونوں زانو اٹھائے رہتے ورنہ سیدھا زانوئے مبارک اکثر اٹھا رہتا، اور دوسرا بچھا رہتا اور کبھی بائیں زانو ضرورتاً اٹھاتے، تو داہنا بچھا لیا کرتے تھے۔ ذکر میلاد مبارک میں ابتدا سے انتہا تک ادا دوزانو رہا کرتے، یوں ہی وعظ فرماتے چار پانچ گھنٹے کامل دوزانو ہی منبر شریف پر رہتے۔

اخیر عمر شریف میں پانچ چھوڑ دیا تھا۔ ورنہ پہلے پانچ بہت کثرت سے بغیر زردہ کے استعمال فرماتے۔ مگر بوقت وعظ پانچ مطلق ملاحظہ نہ فرماتے، بلکہ ایک چھوٹی صراحی شیشہ کی پاس رکھی جاتی، اس سے خشکی رفع فرمانے کے لیے عزارہ کر لیا کرتے۔ انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کے بعض عادات کریمہ یہ تھے۔

☆ بشکل نام اقدس (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرمانا۔

☆ ٹھٹھانہ لگانا۔

☆ جماہی آنے پر انگلی دانتوں میں دبالیٹنا، اور کوئی آواز نہ ہونا۔

☆ کلی کرتے وقت دست چپ ریش مبارک پر رکھ کر خمیدہ سر ہو کر پانی منہ سے گرانا۔

☆ قبلہ کی طرف رخ کر کے کبھی نہ تھوکنا، نہ قبلہ کی طرف پائے مبارک دراز کرنا۔

- ☆ نماز پنج گانہ مسجد میں باجماعت ادا کرنا۔
- ☆ فرض نماز با عمامہ پڑھنا۔
- ☆ بغیر صوف پڑی دوات سے نفرت کرنا۔ یوں ہی لوہے کے قلم سے اجتناب کرنا۔
- ☆ خط بنواتے وقت اپنا کنگھا و شیشہ استعمال فرمانا۔
- ☆ مسواک کرنا۔
- ☆ سر مبارک میں پھللیل ڈلوانا۔ (ق ۲۷، ۲۹)

انہیں کا بیان ہے کہ حضور کے ایک مرید بن نامی فنن چلایا کرتے تھے۔ ریلوے اسٹیشن بریلی جنکشن پر رہتے تھے۔ انہوں نے نئی گاڑی بنوائی تھی، اسے قبل ظہر حضور کے پھانک پر لا کر کھڑا کیا۔ تھوڑی دیر میں حضور نماز کے لیے تشریف لائے۔ انہوں نے دست بوسی کی اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا: حضور! میں نے یہ نئی گاڑی بنوائی ہے، اس پر ابھی کوئی سوار نہیں ہوا ہے۔ میری تمنا ہے کہ پہلے حضور اس میں تشریف رکھیں۔ چنانچہ حضور نے کچھ پڑھا اور گاڑی میں بیٹھ کر دروازہ مسجد شریف پر جو تیس چالیس قدم کے فاصلے پر تھا، اترے اور مسجد میں تشریف لے گئے۔

نبیرہ حضرت محدث سورتی مولانا قاری احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ نانا میاں صاحب سجادہ نشین حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (سخت گرمیوں میں) اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی عادت کریمہ تھی کہ جب مسجد سے فارغ ہو کر پھانک کی طرف تشریف لے جاتے تو اپنا عمامہ اتار کر بغل میں دبایا کرتے تھے اور نہایت آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے چلتے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ہر قدم پر کچھ پڑھتے ہوئے جارہے ہیں۔ نگاہیں اکثر نیچی رہا کرتی تھیں، مگر کبھی سامنے بھی دیکھ لیا کرتے تھے۔

مولوی محمد حسین صاحب چشتی نظامی فخری بریلوی موجد طلسمی پریس تحریر فرماتے ہیں کہ آج ۱۴ شوال ۱۳۶۶ھ مطابق ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء کو میری عمر دو ماہ کم ۷۴ سال کی ہے۔ میں نے ابتدائی عمر میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے نقل فتویٰ کی خدمت چند سال ۱۳۱۲ھ تک انجام دی ہے۔ پھر مجھے بیس سال کی عمر میں حکما میرٹھ بھیجا گیا۔ اس وقت میرٹھ میں وہابیت بہت زیادہ تھی۔ اعلیٰ حضرت ضعیف الجثہ اور نہایت قلیل الغذا بزرگ تھے۔ اپنا وقت کبھی بے کار صرف نہیں فرماتے تھے۔ ہمہ وقت تالیف و تصنیف و فتاویٰ نویسی کا مشغلہ تھا۔ اسی وجہ سے زنان خانہ میں تشریف رکھتے تھے کہ عوام کی باتوں میں کام نہیں ہوگا یا بہت ہی کم ہوگا۔ صرف پنج گانہ نماز کے لیے باہر تشریف لاتے تاکہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں۔ یا اتفاقاً کسی مہمان سے ملنے کو کسی وقت۔ البتہ عصر کی نماز کے بعد باہر ہی پھانک میں تشریف رکھتے اور وہی وقت عام لوگوں کی ملاقات کا تھا۔

(ق ۲۹، ۳۱)

ملفوظات حصہ اول میں ہے کہ حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی، جن کو اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس نے

الاسد الاسد الارشد سے مخاطب فرمایا تھا، اور جناب مولانا احمد اللہ صاحب پشاوری بھی دولت کدہ اقدس پر مہمان ہیں۔ اس لیے اعلیٰ حضرت قبلہ دامت برکاتہم بھی دن کا کھانا مہمانوں کی وجہ سے باہر ہی ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ صدر الشریعہ حکیم امجد علی صاحب بھی حاضر اور شریک طعام ہیں۔ بریلی کے پانی کی نفاست کا ذکر ہوا، اس پر ارشاد فرمایا کہ:

پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ جس سے قرآن میں جا بجا بندوں پر منت رکھی، اور ایک جگہ خاص اس پر شکر کی ہدایت فرمائی: **أَفْرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ؕ أَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمِزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ ۗ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أَجَاجًا أَفَلَا تَشْكُرُونَ ۝** (واقعہ ۷۵۶) کیا تم نے دیکھا یہ پانی، جو پیتے ہو۔ کیا تم نے اسے بادلوں سے اتارایا ہم ہیں اتارنے والے؟ (بلکہ تو ہی اے رب ہمارے) ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری کر دیں، پھر کیوں نہیں شکر کرتے۔ (تیرے وجہ کریم کے لیے ہمیشہ حمد ہے اے رب ہمارے)

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانے، پینے، پہننے کی کوئی چیز کسی سے طلب نہ فرمائی۔ مگر ٹھنڈا پانی دوبارہ طلب فرمایا، ایک بار فرمائش کی: **رأت کا باسی لاؤ۔**

میں نے مدینہ طیبہ سے بہتر پانی کہیں نہ پایا، خدام کرام حاضرین بارگاہ کے لیے زورقوں (لگنوں) میں پانی بھر کر رکھ دیتے ہیں۔ گرمی کے موسم میں اس شہر کریم کی ٹھنڈی سیمیں اتنا سرد کر دیتی ہیں کہ بالکل برف معلوم ہوتا ہے۔ عمدہ پانی کی تین صفتیں ہیں اور وہ تینوں اس میں اعلیٰ درجہ پر ہیں۔ ایک صفت یہ کہ ہلکا ہو، اور وہ پانی اس قدر ہلکا ہے کہ پیتے وقت حلق میں اس کی ٹھنڈک تو محسوس ہوتی ہے اور کچھ نہیں۔ اگر خنکی نہ ہو تو پیتے وقت اس کا حلق سے اترنا بالکل معلوم نہ ہو۔ دوسری صفت شیرینی، وہ پانی اعلیٰ درجہ کا شیریں ہے۔ ایسا شیریں میں نے کہیں نہیں پایا۔ تیسری خنکی، یہ بھی اس میں اعلیٰ درجہ پر ہے۔ میری عادت ہے کہ کھانا کھاتے میں پانی پیتا ہوں۔ کھانا مکان پر کھایا جائے اور وہ جاں فزا پانی مسجد کریم میں۔ لہذا کھانے میں پانی نہ پیتا کھانے کے بعد مسجد کریم میں بہ نیت اعتکاف حاضر ہوتا، اور اس عطیہ سرکاری سے دل و جاں سیراب کرتا۔ اعتکاف تو ہر مسجد کی حاضری میں ہمیشہ ہوتا ہی ہے، پانی کے لیے اعتکاف نہ ہوتا تھا۔ بلکہ اس کی منفعت یہ ہے۔ (ورنہ) غیر معتکف کو مسجد میں کھانا پینا جائز نہیں۔ (ق، ۲۰۰)

اطاعت والدین:

حضرت سیدنا شاہ اسمعیل حسن میاں صاحب قدس سرہ کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جامع کمالات ظاہری و باطنی، صوری و معنوی بنایا تھا۔ اوصاف و کمالات میں جس کو لے کر دیکھتے مولانا کی ذات میں بروجہ کمال اس کا ظہور تھا۔ والدین کی اتباع کا یہ حال تھا کہ جب مولانا کے والد ماجد جناب مولانا نقی علی خاں صاحب کا انتقال ہوا، اپنے حصہ جائیداد کے خود مالک تھے۔ مگر سب اختیار والدہ ماجدہ کے سپرد تھا۔ وہ پوری مالکہ و متصرفہ تھیں۔ جس طرح چاہتیں صرف کرتیں۔ جب مولانا کو کتابوں کی خریداری کے لیے کسی غیر معمولی رقم کی ضرورت پڑتی، تو والدہ ماجدہ صاحبہ کی خدمت میں

درخواست کرتے اور اپنی ضرورت ظاہر کرتے۔ جب وہ اجازت دیتیں اور درخواست منظور کرتیں تو کتابیں منگواتے۔ (ق ۳۲) تعلیم اکابر:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت جس طرح اشداء علی الکفار کے مصداق تھے اسی طرح رحماء بینہم کی بھی زندہ تصویر تھے۔ علمائے اہل سنت کی عزت و قدر ایسی کرتے کہ باید و شاید۔ خصوصاً حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز کی بہت ہی عزت کرتے تھے۔ قصیدہ آمال الابرار و آلام الاشرار میں علمائے اہل سنت کی تعریف میں فرمایا ہے۔

إذا حلوا تمصرت الایادی إذا را حوا فصار المصر بید

یہ علمائے کرام ایسے ہیں جب کسی ویرانہ میں اترتے ہیں تو ان کے دم قدم سے وہ

پر رونق شہر ہو جاتا ہے اور وہ جب کسی شہر سے روانہ ہوتے ہیں تو شہر ویران ہو جاتا ہے۔

جس زمانہ میں محض برکت کے لیے یہ قصیدہ اعلیٰ حضرت سے پڑھا کرتا تھا (عربی اشعار کے زیر و زبر دیئے ہوئے ہیں ہر شعر کے نیچے اس کا ترجمہ کیا ہوا خاص خاص باتیں حاشیہ میں چھپی ہوئی ہیں اس میں پڑھنے کی کیا حاجت؟) جب اس شعر پر پہنچا میں نے کہا یہ تو محض مبالغہ شاعرانہ معلوم ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: نہیں، بلکہ بالکل واقعہ ہے۔ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ شان تھی کہ جب تشریف لایا کرتے تو شہر کی حالت بدل جایا کرتی، عجیب رونق چہل پہل ہو جاتی اور جب تشریف لے جاتے تو بوجود یکہ سب لوگ موجود رہتے، مگر ایک ویرانگی اور اداسی چھا جاتی۔

اس عزت و توقیر کے باوجود بعض مسئلوں میں کچھ اختلاف بھی تھا، اور بعض اختلافی مسائل میں گفتگو ہو کر پھر اتفاق بھی ہو جاتا تھا۔ حضرت مولانا سید شاہ اسمعیل حسن میاں صاحب مارہری قدس سرہ العزیز کا بیان ہے کہ ایک بار ان دونوں حضرات میں مسئلہ عینیت و غیریت صفات باری تعالیٰ پر بحث ہوئی۔ مولانا عبدالقادر صاحب فرماتے کہ صوفیہ کے صفات کو عین ذات ماننے اور فلاسفہ کے عین ذات ماننے میں فرق ہے اور مولانا احمد رضا خاں صاحب اس فرق کے ماننے میں اپنا تامل ظاہر فرماتے تھے۔ آخر یہ ٹھہری کہ سیتا پور چلیے اور وہاں حضور جد امجد سیدنا شاہ اچھے میاں صاحب قدس سرہ العزیز کی مؤلفہ کتاب 'آئین احمدی' کی جلد عقائد میرے کتب خانہ میں ہے اور دیگر کتب صوفیہ بھی موجود ہیں۔ ان میں فرق کو دیکھ لیجئے۔ دونوں حضرات تشریف لائے اور اولاً 'آئین احمدی' کی جلد عقائد سے کتاب زبدۃ العقائد مؤلفہ حضرت احمد صاحب کالپوی قدس سرہ جو ہمارے پیران سلسلہ سے ہیں، مولانا عبدالقادر صاحب نے نکال کر دکھائی۔ اسے دیکھ کر حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا: میں بغیر دلیل تسلیم کئے لیتا ہوں کہ صوفیہ کے قول عینیت اور فلاسفہ کے قول عینیت میں فرق ہے۔ اس لیے کہ میرے مرشدان عظام فرماتے ہیں کہ ہم جو صفات کو عین ذات مانتے ہیں وہ اس طرح نہیں جس طرح فلاسفہ مانتے ہیں۔ اگرچہ دلیل سے یہ فرق میرے ذہن میں اب تک نہیں آیا ہے۔ (۶) لیکن چونکہ میرے مرشدان عظام یہ فرماتے ہیں۔ اس لیے اپنے

مرشدانِ عظام کے ارشاد پر سر تسلیم خم کیے دیتا ہوں۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں کا بیان ہے کہ حضرت مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف نے فرمایا کہ میں جب بریلی آتا، تو اعلیٰ حضرت خود کھانا لاتے اور ہاتھ دھلاتے۔ حسب دستور ایک بار ہاتھ دھلاتے وقت فرمایا: حضرت صاحبزادہ صاحب! انگٹھی اور چھلے مجھے دے دیجئے۔ تو میں نے اتار کر دے دیا، اور وہاں سے بمبئی چلا گیا۔ بمبئی سے مارہرہ واپس آیا تو میری لڑکی فاطمہ نے کہا: ابا! بریلی کے مولانا صاحب کے یہاں سے پارسل آیا تھا، جس میں چھلے اور انگٹھی تھے۔ (یہ دونوں طلائی تھے) اور والا نامہ میں مذکور تھا شاہزادی صاحبہ یہ دونوں طلائی اشیا آپ کی ہیں۔

یہ تھا اعلیٰ حضرت کا امر بالمعروف ونہی عن المنکر

(جامع حالات) فقیر رضوی کہتا ہے: اور ساتھ ساتھ اکابر و مشائخ کی تعظیم و توقیر۔ (ق ۴۶۳۳)

تواضع و انکسار:

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب مارہروی کا بیان ہے کہ حضرت جد امجد سیدنا شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کا عرش شریف ایک زمانہ میں میرے والد ماجد صاحب قدس سرہ نہایت اہتمام و انتظام اور اعلیٰ پیمانہ پر کیا کرتے تھے۔ اس میں بارہا حضرت مولانا بھی تشریف لائے اور میرے اصرار سے بیان بھی فرمایا۔ مگر اس طرح کہ حاضرین مجلس سے فرماتے: میں ابھی اپنے نفس کو وعظ نہیں کہہ پایا، دوسروں کو وعظ کے کیا لائق ہوں؟ آپ حضرات مجھ سے مسائل شرعیہ دریافت فرمائیں۔ ان کے بارے میں جو حکم شرعی میرے علم میں ہوگا، چونکہ بعد سوال اسے ظاہر کر دینا حکم شریعت ہے، میں ظاہر کر دوں گا۔ فقیر قادری غفرلہ عرض کرتا ہے اتنا سن کر حاضرین سے کوئی صاحب حسب حال سوال کر دیتے حضور پر نور اپنی تقریر دلپذیر سے ایک مؤثر بیان اس مسئلہ پر فرمادیتے۔

حضرت سید صاحب موصوف قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ایک بار میرے اصرار سے مولانا نے مزار صاحب البرکات قدس سرہ پر اپنے والد ماجد قبلہ کا مولفہ مولود شریف سرور القلوب فی ذکر المحبوب بھی پڑھا ہے۔ جامع حالات غفرلہ کہتا ہے۔ تواضع و انکسار کی یہ حد ہے۔ اس لیے کہ کتاب دیکھ کر مجلس میں ایک معمولی مولوی بھی پڑھنا پسند نہیں کرتا، بلکہ اس کو لوگ شان علم کے خلاف سمجھتے ہیں۔ میں نے بہتروں کو دیکھا ہے کہ مبلغ علم ان کا اردو میں نیلا دکی چند کتابیں، مگر ان کو دیکھ کر نہیں پڑھا کرتے بلکہ ایک مسلسل مضمون یاد کر لیا اور اسی کو زبانی جا بجا پڑھا کرتے ہیں۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ پبلی بحیث شریف حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی قدس سرہ العزیز کے عرس سراپا قدس سے واپسی صبح کی گاڑی سے ہوئی۔ حضور نے اس وقت اسٹیشن پر آ کر وظیفہ کی صندوقچی حاجی کفایت اللہ صاحب سے طلب فرمائی۔ کسی نے جلدی سے آرام کرسی ویننگ روم سے لا کر بچھادی۔ ارشاد فرمایا:

یہ تو بڑی متکبرانہ کرسی ہے، جتنی دیر تک وظیفہ پڑھا آرام کرسی کے تکیہ سے پشت مبارک نہ لگائی۔

مولوی محمد صاحب میرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ ایک سال بریلی میں رمضان المبارک کی ۲۰ تاریخ سے اعتکاف کیا۔ اعلیٰ حضرت مسجد میں آتے تو فرماتے جی بہت چاہتا ہے کہ میں بھی اعتکاف کروں۔ مگر فرصت نہیں ملتی۔ آخر ۲۶ ماہ مبارک کو فرمایا: آج سے میں بھی معتکف ہی ہو جاؤں۔ اعلیٰ حضرت بعد افطار پان نوش فرماتے، شام کو کھانا کھاتے میں نے کسی دن نہیں دیکھا۔ سحر صرف ایک چھوٹے سے پیالے میں فیرنی اور ایک پیالی میں چٹنی آیا کرتی تھی، وہ نوش فرمایا کرتے۔ ایک دن میں نے دریافت کیا حضور فیرنی اور چٹنی کا کیا جوڑ؟ فرمایا: نمک سے کھانا شروع کرنا اور نمک ہی ختم کرنا سنت ہے، اس لیے یہ چٹنی آتی ہے۔ ایک دن شام کو پان نہیں آئے اور یہ بہت پختہ عادت تھی کہ کھانے کی کوئی چیز طلب نہیں فرماتے خاموش رہے۔ مگر چونکہ پان کے از حد عادی تھے ناگواری ضرور پیدا ہوئی۔ مغرب سے تقریباً دو گھنٹہ بعد گھر کا ملازم ایک بچہ پان لایا۔ حضرت نے اسے ایک چپت مار کر فرمایا کہ اتنی دیر میں لایا۔ بعدہ سحر کے وقت سحری کھا کر مسجد کے باہر دروازہ پر تشریف لائے، اس وقت رحیم اللہ خاں ملازم اور میں دو شخص مسجد میں تھے۔ فرمایا: آپ صاحبان میرے کام نخل نہ ہوں۔ میں گھبرایا اور عرض کی حضور ہم خدام ہیں، نخل ہونا کیا معنی؟ بعدہ اس بچے کو بلوایا جو شام کو پان دیر میں لایا تھا، اور فرمایا کہ شام کو میں نے غلطی کی، جو تمہارے چپت ماری۔ دیر سے بھیجنے والے کا قصور تھا۔ لہذا تم میرے سر پر چپت مارو اور ٹوپی اتار کر اصرار فرما رہے ہیں۔ ہم دونوں بہت مضطرب اور دم بخود پریشان اور وہ بچہ بھی بہت پریشان اور کانپنے لگا، اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ حضور! میں نے معاف کیا۔ فرمایا: تم نابالغ ہو، تمہیں معاف کرنے کا حق نہیں۔ تم چپت مارو۔ مگر وہ نہ مار سکا۔ بعدہ اپنا بکس منگوا کر مٹھی بھر پیسے نکالے، وہ پیسے دکھا کر فرمایا: میں تم کو یہ دوں گا، تم چپت مارو۔ مگر وہ بیچارہ یہی کہتا رہا۔ حضور میں نے معاف کیا۔ آخر کار اعلیٰ حضرت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت سی چپتیں اپنے سر مبارک پر اس کے ہاتھ سے لگائیں اور پھر اس کو پیسے دے کر رخصت کیا۔

(ق ۳۲۳۰)

مساواتِ اسلامی:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک صاحب جن کا نام مجھے یاد نہیں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اعلیٰ حضرت بھی کبھی کبھی ان کے یہاں تشریف لیجا کر تے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ان کے یہاں تشریف فرماتے تھے کہ ان کے محلہ کا ایک بیچارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پرانی چار پائی پر جو صحن کے کنارے پڑی تھی، جھکتے ہوئے بیٹھا ہی تھا کہ صاحب خانہ نے نہایت کڑوے تیوروں سے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جھکائے اٹھ کر چلا گیا۔ حضور کو صاحب خانہ کی اس مغرورانہ روش سے سخت تکلیف پہنچی، مگر کچھ فرمایا نہیں۔ کچھ دنوں کے بعد وہ حضور کے یہاں آئے۔ حضور نے اپنی چار پائی پر جگہ دی۔ وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں کریم بخش حجام حضور کا خط بنانے کے لیے آئے، وہ اس فکر میں تھے کہ کہاں بیٹھوں؟ حضور نے فرمایا کہ بھائی کریم بخش کیوں کھڑے ہو؟ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ان صاحب کے برابر

بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ وہ بیٹھ گئے۔ پھر ان صاحب کے غصہ کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے سانپ پھنکاریں مارتا ہے، اور فوراً اٹھ کر چلے گئے۔ پھر کبھی نہ آئے۔ خلاف معمول جب عرصہ گزر گیا، تو حضور نے فرمایا: اب فلاں صاحب تشریف نہیں لاتے ہیں۔ پھر خودی ہی فرمایا: میں بھی ایسے متکبر مغرور شخص سے ملنا نہیں چاہتا۔ (ق ۴۰)

اصاغر پر شفقت:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مسلمان ساکن محلہ قروان حلوہ سوہن فروخت کیا کرتے تھے۔ ان سے حضور نے کچھ حلوہ سوہن خرید فرمایا اور یہ واقعہ پہلی کوٹھی میں قیام کے زمانہ کا ہے۔ میں اور برادر م قناعت علی شب کے وقت کام کر کے واپس آنے لگے، تو حضور نے قناعت علی سے ارشاد فرمایا: وہ سامنے تپائی پر کپڑے میں جو بندھا ہوا رکھا ہے، اٹھا لائیے۔ یہ دو پوٹلیاں اٹھا لائے۔ حضور ان کو دونوں ہاتھوں میں لے کر میری طرف بڑھے۔ میں پیچھے ہٹا، حضور آگے بڑھے، میں اور ہٹا، اور آگے بڑھے، یہاں تک کہ میں دالان کے گوشہ میں پہنچ گیا۔ حضور نے ایک پوٹلی عطا فرمائی۔ میں نے کہا حضور یہ کیا؟ ارشاد فرمایا: حلوہ سوہن ہے۔ میں نے دبی زبان سے نیچی نظر کئے ہوئے عرض کیا: حضور! بڑی شرم معلوم ہوتی ہے۔ فرمایا: شرم کی کیا بات ہے؟ جیسے مصطفیٰ (یعنی حضور مفتی اعظم) ویسے تم۔ سب بچوں کو حصہ دیا گیا، آپ دونوں کے لیے بھی میں نے دو حصے رکھ لیے۔ یہ سنتے ہی برادر م قناعت علی نے بڑھ کر حضور کے ہاتھ سے اپنا حصہ خود لے لیا، اور دست بستہ عرض کیا: حضور! میں نے یہ جسارت اس لیے کی کہ اپنے بزرگوں کے ہاتھوں میں چیز دیکھ کر بچے اسی طرح لے لیا کرتے ہیں۔ حضور نے تبسم فرمایا۔ بعدہ ہم لوگ دست بوسی کر کے مکان چلے آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور نے ہم لوگوں کو بہت نوازا اور ہم نابکار کچھ خدمت نہ کر سکے۔

جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ ۱۳۲۲ھ میں سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا، اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لیے پیش کیا۔ حسن اتفاق سے بالکل صحیح نکلا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اس فتویٰ کو لیے ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: مولانا! سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا، اعلیٰ حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز نے مجھے شیرینی کھانے کے لیے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا۔ آج آپ نے جو فتویٰ لکھا، یہ پہلا فتویٰ ہے، اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے۔ اس لیے اسی اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرینی کھانے کے لیے دیتا ہوں۔ غایت مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہو گئی اور میں کچھ بول نہ سکا۔ اس لیے کہ فتویٰ پیش کرتے وقت میں خیال کر رہا تھا کہ خدا جانے جو اب صحیح لکھا ہے یا غلط۔ مگر خدا کے فضل سے وہ صحیح اور بالکل صحیح نکلا اور پھر اس پر انعام، اور وہ بھی ان الفاظ کریمہ سے کہ میرے والد ماجد صاحب نے مجھے اول فتویٰ صحیح پر انعام دیا تھا اس لیے میں بھی اول فتویٰ صحیح پر انعام دیتا ہوں۔ حق یہ ہے کہ ایک خادم کی وہ عزت افزائی ہے، جس کی حد نہیں، اور اس کے بعد اس کو ہمیشہ برقرار رکھا۔ میرے پاس چالیس سے زیادہ مکاتیب ہیں جو وقتاً فوقتاً بریلی شریف سے امضا فرمائے۔ اس میں برابر ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین جعلہ

اللہ تعالیٰ کا اسمہ طفر الدین سے شروع فرمایا۔ فتاویٰ شریف جلد اول میں میرا نام انہیں لفظوں سے تحریر فرمایا۔ جزاک اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

اسی سلسلہ میں یہ بات بھی مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں جب کبھی ماہ مبارک رمضان شریف میں بریلی شریف رہنا ہوا اور اس تعطیل میں مکان نہ آیا، تو عید الفطر کے دن جس طرح تمام عزیزوں کو عیدی تقسیم فرماتے، مجھے اور دوسرے خاص طلبہ مثلاً مولوی سید عبدالرشید صاحب کو پاوی عظیم آبادی..... مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب درگاہ کلاں بہار شریف..... مولوی محمد ابراہیم صاحب اوگانوانی..... مولانا مولوی محمد نذیر الحق صاحب رمضان پوری..... مولوی اسماعیل صاحب بہاری سب کو علی قدر مراتب تہواری عطا فرماتے۔

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کے برابر لڑکیاں ہی پیدا ہوئیں، اسی لیے سب لوگوں کی دلی تمنا تھی کہ کوئی لڑکا ہوتا تاکہ اس کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کا نسب و حسب و کمالات کا سلسلہ جاری رہتا۔ خداوند عالم کی شان کہ ۱۳۲۵ھ میں مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب سلمہ کی ولادت ہوئی۔ نہ صرف والدین اور اعلیٰ حضرت بلکہ تمام خاندان بلکہ جملہ متوسلین کو از حد خوشی ہوئی۔ اس خوشی میں منجملہ اور باتوں کے اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبائے مدرسہ اہل سنت و جماعت منظر اسلام کی، ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی۔ بنگالی طلبہ سے دریافت فرمایا۔ آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا پھلی بھات۔ چنانچہ روہو پھلی بہت وافر طریقہ پر منگائی گئی، اور ان لوگوں کی حسب خواہش دعوت ہوئی۔ بہاری طلبہ سے دریافت فرمایا۔ آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے؟ ہم لوگوں نے کہا: بریانی، زردہ، فیرنی، کباب، میٹھا ٹکڑہ وغیرہ۔ بہاریوں کے لئے پر تکلف کھانا تیار کرایا گیا۔ پنجابی اور ولایتی طلبہ کی خواہش ہوئی دنبہ کا خوب چرب گوشت اور تنور کی پکی گرم گرم روٹیاں۔ غرض ان لوگوں کے لیے وافر طور پر اسی کا انتظام ہوا۔ اس وقت خاص عزیزوں، مریدوں کے لیے جوڑا بھی تیار کیا گیا تھا۔ نہایت ہی مسرت سے لکھتا ہوں کہ میں بھی انہیں خاص لوگوں میں ہوں، جن کے لیے جوڑا بھی تیار کرایا تھا۔ وہ کرتا، پانچامہ، جوتا، ٹوپی تو اسی زمانہ میں پہن لیا تھا، مگر انگرکھا بہت قیمتی کپڑے کا تھا، گا ہے گا ہے اس کو پہنا کرتا تھا۔ وہ بہت دنوں تک رہا، یہاں تک کہ چھوٹا ہو گیا، تو اس کو تیر کارکھ دیا۔ جب مدرسہ خانقاہ بہرام میں مدرس ہوا، اور مخلص قدیم مولوی سید غیاث الدین صاحب چشتی ابوالعلائی رجہتی بہاری کو حسب طلب مخلص محترم حامی دین متین جناب حاجی محمد لعل خاں صاحب کلکتہ بھیجے گا۔ اس وقت میں نے وہ انگرکھا مولوی صاحب موصوف کے نذر کر دیا، جو مجھ سے دبلے پتکے تھے اور ان کے ٹھیک آ گیا۔ اس وقت ان کے بڑے بھائی مولوی محمد یونس صاحب نے کہا کہ تم کو لینا نہ چاہئے تھا۔ مگر مولوی صاحب موصوف نے جواب دیا کہ اولاً مولانا کے میرے تعلقات دوستانہ قدیم زمانہ طالب علمی کے ہیں۔ ثانیاً یہ انگرکھا تاریخی تبرک ہے یہ اعلیٰ حضرت کا عطیہ ہے۔ یہ مولانا ظفر الدین صاحب کی محبت و خلوص ہے، جو انہوں نے مجھے عنایت فرمایا، جو قیمتی ہونے کے علاوہ تبرک، اور عزیزی مولوی محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں کی پیدائش کی یادگار ہے۔

۱۳۲۲ھ میں جب میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں مدارسِ اول تھا۔ رمضان شریف کی تعطیل میں اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت علمِ ہیات میں ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے، اور میں اسے صاف کر رہا تھا۔ ارادہ تھا کہ ماہ رمضان المبارک تمام کر کے بعد ششِ عید کے جب مدرسہ کھلے گا پتہ واپس ہوں گا لیکن اواخرِ رمضان شریف میں جناب حاجی لعل خاں صاحب مرحوم کا خط پہنچا کہ یہاں ولی اللہ نامی ایک وہابی آیا ہوا ہے، اور جگہ جگہ مناظرہ کا چیلنج دیتا ہے۔ حضور والا مولانا محمد ظفر الدین صاحب کو روانہ فرمادیں۔ اس وقت وہ کتاب قریب ختم کے تھی، اعلیٰ حضرت نے دو دن میں اس کو تمام کر دیا۔ لیکن مجھے نقل کرنا اور صاف کرنا بہت باقی تھا۔ اس لیے حضرت نے فرمایا کہ آپ اس کو اپنے ساتھ لیتے جائیے اور نقل کرنے کے بعد اصل اور نقل دونوں رجسٹری سے واپس کر دیجئے گا۔ جب چلنے کا وقت ہوا، اور اسٹیشن جانے کے لیے سواری آگئی، اعلیٰ حضرت باہر تشریف لائے اور دو نوٹ دس دس روپے کے مجھے عنایت فرمائے، اور ارشاد فرمایا کہ مرا ازادہ تھا کہ امسال عید میں آپ یہیں رہیں گے۔ بچوں کے لیے کپڑے بنواؤں گا تو آپ کے لیے بھی بنواؤں گا۔ لیکن دینی ضرورت سے آپ کلکتہ جا رہے ہیں، اس لیے یہ روپے آپ کی نذر ہیں۔ مجھے بہت شرم آئی کہ طالبِ علمی کا زمانہ تو ضرورت کا زمانہ تھا، اب تو میں نوکر ہوں۔ میں پیر کی خدمت کیا کرتا اور ان کی نذر کرتا کہ لٹے پیر ہی سے روپے وصول کروں۔ میں نے کچھ تامل کیا۔ اعلیٰ حضرت نے باصرار عنایت فرمایا۔ میں نے قدم بوسی کرتے ہوئے وہ روپے لے لیے اور کلکتہ روانہ ہوا۔ میرے پہنچنے کی خبر ملتے ہی سارا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ اب کس میں مناظرہ کا دم ہے اعلیٰ حضرت کی دعا اثر ہے

میرے ظفر کو اپنی طرف دے اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

اس کی مفصل کیفیت اسی زمانہ میں حاجی عبدالرحمن مارواڑی کے نام سے رسالہ 'گنجینہ مناظرہ' میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ کلکتہ کے قیام میں میں نے اس رسالہ مبارک کو جس کا نام تسہیل التعلیل ہے، صاف کر کے اصل و نقل دونوں بنام اعلیٰ حضرت بھینچہ رجسٹری روانہ کر دیا۔ جس کی رسید بنام حاجی لعل خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمائی۔

جناب سید محمود علی خاں صاحب کا کسی مریض کے زخم و آپریشن کی مفصل کیفیت بیان فرمانے پر، سید قناعت علی صاحب اپنی قلبی کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت ان کے ہوش میں لانے کی ترکیبیں کی گئیں مگر ان کا اثر نہ ہوا۔ جب اعلیٰ حضرت نے ان کا سراپے زانوے مبارک پر رکھ کر اپنا رومال ڈالا، فوراً ہوش ہو گیا، آنکھیں کھول دیں۔ اعلیٰ حضرت کے زانوے مبارک پر سر دیکھ کر جلد اٹھنا چاہا، مگر ضعف کی وجہ سے نہ اٹھ سکے۔ حضور نے ازراہ شفقت فرمایا: لیٹے رہئے لیٹے رہئے۔

یہ شفقتِ علی الاصابہ کی بہترین مثال ہے۔

جناب مولانا موہی مقبول احمد خاں صاحب صدر مدرس و مہتمم مدرسہ حمدیہ در بھنگہ نے فرمایا کہ میرے طالبِ علمی کا زمانہ تھا، میں ٹونک میں پڑھتا تھا وہاں ایک بزرگ تشریف لائے جن کی دعا اور تعویذات کا بہت ہی شہرہ اور حد سے زیادہ چرچا تھا۔ جس

کو جس مقصد کے لیے تعویذ دیا تیر بہدف ثابت ہوا۔ جو جس مقصد کے لیے تعویذ مانگتا کامیابی اس کا قدم چومتی۔ کامیاب ہونے کے بعد وہ نذر بھی کافی پیش کرتا۔ ایک دن خود مجھ سے فرمایا کہ تم کوئی تعویذ نہیں مانگتے؟ میں نے کہا کہ مرے پاس نذر دینے کو روپے کہاں ہیں کہ اس کی ہمت کروں۔ فرمایا: تم سے کچھ نذر نہیں۔ اس کے بعد نقش مجھے عطا فرمایا اور فرمایا کہ سونے کے پتر پر شرف آفتاب میں کندہ کرا کے انگوٹھی میں جڑا کر پہننا، تسخیر و اکسیر ہوگی۔ خدا کی شان کندہ کرنے والے بھی مل گئے، اس قدر سونے کا بھی سامان ہو گیا۔ رہا شرف آفتاب معلوم کرنے کا مسئلہ مجھے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی مدظلہ اس فن میں کامل ہیں۔ چنانچہ ان کی خدمت میں عریضہ حاضر کیا اور دریافت کیا کہ امسال شرف آفتاب کب ہے، اور کس وقت سے، اور کب تک رہے گا؟ خدا کی شان کہ جس دن یہ عریضہ وہاں پہنچا، اس کے دوسرے ہی دن شرف آفتاب تھا اور ظاہر ہے کہ اگر بو اپسی ڈاک بھی اعلیٰ حضرت جواب تحریر فرماتے، تو بریلی سے ٹونک شرف آفتاب ختم ہو جانے کے بعد خط ملتا۔ اس وقت مجھے جو صدمہ ہوتا ہر عقل والا اندازہ کر سکتا ہے کہ بیان سے باہر ہوتا اور ایک سال کامل پھر اس وقت کا انتظار کرنا پڑتا۔ اعلیٰ حضرت نے ایک طالب علم کی اس تکلیف و صدمہ کا خیال فرماتے ہوئے اپنے پاس سے تار پر جواب دیا کہ کل نوبت سے شروع ہوگا، اور ایک رات دن رہے گا۔ ٹھیک وقت پر مجھے تار مل گیا اور میں وقت مقررہ پر تعویذ کندہ کرا سکا۔ اس تعویذ کی انگوٹھی ہر وقت میرے ہاتھ میں رہتی ہے۔ جس وقت اس انگوٹھی کو دیکھتا ہوں، اعلیٰ حضرت کی اس شفقت اور احسان کو یاد کرتا ہوں کہ ایک طالب علم کی ضرورت کا انہوں نے کس درجہ خیال کیا۔ ورنہ اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ معمولی غیر شناس آدمی جو ابی خط لکھتا تب بھی اس کو جواب دینے کی زحمت برداشت نہیں کی جاتی نہ کہ اپنے پاس تار دینا اور یہ خیال کرنا کہ وقت گذر جانے کے بعد اگر جواب دیا گیا تو کس کام کا؟ واقعی بڑوں کی بڑی بات ہے۔ (ق ۴۶، ۵۰)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز نماز عشا کے لیے خلاف معمول حضور کو بہت دیر ہو گئی۔ اکثر لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے صرف میں (ایوب علی) اور برادر م قناعت علی اور دو چار دیگر حضرات انتظار کرتے رہے، حتیٰ کہ حضور تشریف لے آئے، جماعت قائم ہوئی، حضور نے امامت فرمائی اور بعد سلام ہم سب کی طرف نظر کرم سے دیکھتے ہوئے فرمایا: جزاکم اللہ تعالیٰ خیرا لجزاء فی الدنیا والآخرۃ پھر سب کو شمار کیا، پھر فرمایا: نماز باجماعت کے لیے آپ حضرات کو بہت دیر انتظار کرنا پڑا اور فرمایا: انتظار نماز بھی داخل عبادت ہے۔ (ق ۱۷۹)



اخلاقِ کریمہ

میں نے علمائے کرام و مشائخِ عظام کی جہاں تک زیارت کی اور معززین دنیا داروں کو دیکھا اکثر ایسا ہی پایا کہ ان کی تعریف کیجئے تو بہت خوش، اور جہاں کسی بات پر اعتراض کیا اس درجہ خفا ہوئے کہ اس کی صورت بھی دیکھنی نہیں چاہتے۔ ان میں سب سے اول نمبر جسے مستثنیٰ دیکھا، وہ ذاتِ گرامی صفاتِ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی تھی اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ کے سب کام محض اللہ تعالیٰ کے لیے تھے۔ نہ کسی کی تعریف سے مطلب، نہ کسی کی ملامت کا خوف تھا۔ حدیث شریف من احب للہ و ابغض للہ و اعطی للہ و منع للہ فقد استکمل الایمان کے مصداق تھے۔ آپ کسی سے محبت کرتے، تو اللہ ہی کے لیے، مخالفت کرتے، تو اللہ ہی کے لیے، کسی کو جو کچھ دیتے، تو اللہ ہی کے لیے، اور کسی کو منع کرتے، تو اللہ ہی کے لیے۔ جیسا خود ایک رباعی میں فرماتے ہیں:

نہ مرا نوش ز تحسین نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا ہوش بدیے نہ مرا گوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد دروے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت کا صیغہ معمول تھا کہ تصنیف و تالیف، کتبِ نبوی، اور ادوا و اشغال کے خیال سے خلوت میں تشریف رکھتے۔ پانچوں نمازوں کے وقت مسجد میں تشریف لاتے اور ہمیشہ نماز، باجماعت ادا فرمایا کرتے۔ اکثر مکان ہی سے وضو کر کے تشریف لاتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مسجد میں آ کر مٹی کے لوٹے سے، اتر طرف کی فصیل پر بیٹھ کر وضو فرماتے۔ مسجد کے لوٹے عموماً متوسط درجہ کے ہوا کرتے ہیں اور اعلیٰ حضرت وضو غسل میں بہت احتیاط فرمایا کرتے۔ خاص طور پر خیال کر کے ایک ایک عضو کو تر کیا کرتے، اور وہ بھی اس طرح کہ ہر جگہ سے سیلان آب ہو جائے۔ اس لیے عموماً دو لوٹے پانی رکھا جاتا اور اگر کثرت مصلیوں کی وجہ سے لوٹے فارغ نہ ہوتے تو ایک لوٹے پانی سے وضو شروع فرماتے، جب تک کوئی لوٹا خالی ہوتا، پھر اس میں پانی لا کر دیا جاتا۔ وضو کے بعد سنت و نوافل قبلیہ مسجد ہی میں پڑھتے۔ وقت جماعت ہو جانے پر فرض نماز باجماعت پڑھنے کے بعد سنت بعدیہ مسجد ہی میں ادا کر کے مکان تشریف لے جایا کرتے۔ سوائے عصر کے اس لیے کہ عصر کی نماز پڑھ کر

پھانک میں چار پائی پر تشریف رکھتے، اور چاروں طرف کرسیاں رکھ دی جاتیں۔ زائرین تشریف لاتے، کرسیوں پر بیٹھتے۔ جب کرسیاں باوجود کثرت تعداد نا کافی ہوتیں، تو چند بیچ و تخت سائبان میں رہتے، وہ صحن مکان میں کھینچ لیے جاتے۔ بقیہ لوگ اس پر بیٹھتے۔ زائرین حاجتیں پیش کرتے، ان کی حاجتیں پوری کی جاتیں۔ حقہ پان سے ہر ایک کی تواضع کی جاتی۔ پان کا طریقہ اعلیٰ حضرت کے یہاں ہم لوگوں کے پوربی طریقہ کے بالکل خلاف تھا۔ یہاں کھلی لگانے ہیں اور پھر اسے موڑ دیتے ہیں کہ چونا اور کتھا علیحدہ علیحدہ رہتا ہے۔ چھالیا الگ ترشی ہوئی رہتی ہے۔ ہر ایک شخص ایک ایک پان چھالیا حسب خواہش لے لیا کرتا۔ اعلیٰ حضرت زردہ نہیں استعمال فرماتے تھے، اسی لیے پان کی تھالی میں زردہ نہیں رکھا جاتا۔ حقہ عام طور پر لوگ، پچاس ادب، اعلیٰ حضرت کے سامنے نہیں پیا کرتے تھے۔ البتہ بعض بوڑھے یاسادات کرام، حضرت کے سامنے بھی حقہ نوش کرتے۔ ان کے سامنے حقہ بڑھا دیا جایا کرتا تھا۔

اعلیٰ حضرت کو خطوط کے جواب کا بہت اہتمام تھا اس خیال سے کہ خطوط ضائع نہ ہوں۔ حاجی کفایت اللہ صاحب (۷) ساکن محلہ بہاری پور خادم خاص اعلیٰ حضرت نے ایک خوبصورت بکس ٹین کا بنوا کر رنگ کر آدیزاں کر دیا تھا، جس میں ڈاکیہ خطوط، پیکٹ وغیرہ ڈال دیا کرتا تھا۔ اس میں برابر تالا لگا رہتا کہ کوئی ان خطوط کو نکال نہ لے۔ کنجی اس کی اعلیٰ حضرت کے پاس رہتی۔ عصر کی نماز پڑھ کر جب باہر آ کر تشریف رکھتے تو کنجی مجھے عنایت فرماتے۔ بکس کھول کر اس روز کی ڈاکیہ سب لا کر حاضر کر دیتا، اور ایک ایک خط پڑھنا شروع کرتا۔ اگر خط تصوف کے متعلق ہوتا، اعلیٰ حضرت خود رکھ لیتے اور اس کا جواب بنفس نفیس خود تحریر فرماتے۔ تعویذات کے متعلق ہوتا، تو میرے یا حضرت حجتہ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب کے حوالہ کیا جاتا۔ استفتا ہوتا، تو حسب مراتب مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی..... مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری..... راقم الحروف جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی..... مولوی حکیم سید عزیز غوث صاحب..... حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب کے حوالہ فرماتے۔ بہت پیچیدہ اور اہم ہوتا، خود اعلیٰ حضرت ہی جواب تحریر فرماتے۔ فرائض کا مسئلہ زیادہ تر حضرت مولانا مولوی محمد رضا خاں صاحب عرف ننھے میاں برادر اصغر اعلیٰ حضرت کے حوالہ ہوتا۔ مدرسہ کے متعلق جو خط ہوتا، حضرت حجتہ الاسلام کے پاس بھیجوا یا جاتا۔ مطبع کے متعلق خطوط بھی میرے حوالہ کیے جاتے۔ غرض تعویذات و استفتا حسب حصہ رسدی اور مطبع کا سب کام میرے ذمہ تھا۔

ان سب قسموں کے علاوہ بعض مہذب حضرات نے گالی نامہ بھی بھیجے۔ وہ ان حضرات کے فرزند ان روجی و معنوی ہیں، جنہوں نے باتباع شیطان رجیم اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر کے اپنا دین ایمان بگاڑا، اور اپنے کو دائرہ اسلام سے الگ حدود مسلمین سے جدا کر لیا ہے۔ ان کے متعلق جب حکم شرعی خدا اور رسول کا، اعلیٰ حضرت نے ظاہر فرمایا، اور تقریراً تحریراً اس کا اعلان کیا۔ بات حق تھی انکار کرنے نہ بنی، نہ کچھ جواب ہی ہوسکا، سوائے سکوت چارہ کار نہ تھا۔ ذریات نے اگرچہ بعد کو اس زخم کے اندمال کی کوشش کی، مگر جو بات ان کے بزرگوں سے نہ بن سکی، دل ہی دل میں جلتے۔ قل موتوا بغيظکم

جب غصہ تاب سے باہر ہو جاتا، ایک دوگالی نامہ لکھ کر حضرت کی خدمت میں بذریعہ ڈاک بھیج دیا کرتے اور سمجھتے کہ بہت بڑا کار نمایاں کیا۔ غرضی اسی قسم کا ایک خط گالیوں سے بھرا ہوا، کسی صاحب کا آیا۔ میں نے چند سطریں پڑھ کر اس کو علیحدہ رکھ دیا اور عرض کیا کہ کسی وہابی نے اپنی شرارت کا ثبوت دیا ہے۔ ایک مرید صاحب نے جو نئے نئے حلقہ ارادت میں آئے تھے، اس خط کو اٹھالیا، اور پڑھنے لگے۔ اتفاق وقت کہ بھیجنے والے کا جو نام اور پتا لکھا واقعی یا فرضی، وہ ان صاحب کے اطراف کے تھے۔ اس لیے ان کو اور بھی بہت زیادہ رنج ہوا۔ اس وقت تو خاموش رہے۔ لیکن جب اعلیٰ حضرت مغرب کی نماز کے بعد مکان تشریف لے جانے لگے، حضرت کو روک کر کہا۔ اس وقت جو خط میں نے پڑھا، جسے مولانا ظفر الدین صاحب نے ذرا سا پڑھ کر چھوڑ دیا تھا، کسی بدتمیز نے نہایت ہی کمینہ پن کو راہ دی ہے۔ اس میں گالیاں لکھ کر بھیجی ہیں۔ میری رائے ہے کہ ان پر مقدمہ کیا جائے۔ ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزا دلوائی جائے تاکہ دوسروں کے لیے ذریعہ عبرت و نصیحت ہو۔ ورنہ دوسروں کو بھی ایسی جرأت ہوگی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ تشریف رکھیے۔ اندر تشریف لے گئے اور دس پندرہ خطوط دست مبارک میں لیے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کو پڑھئے۔ ہم لوگ متحیر تھے کہ کس قسم کے خطوط ہیں؟ خیال ہوا کہ شاید اسی قسم کے گالی نامے ہوں گے۔ جن کے پڑھوانے سے یہ مقصود ہوگا کہ اس قسم کے خط آج کوئی نئی بات نہیں، بلکہ زمانہ سے آرہے ہیں۔ میں اس کا عادی ہوں۔ لیکن خط پڑھتے جاتے تھے اور ان صاحب کا چہرہ خوشی سے دمکتا جاتا تھا۔ آخر جب سب خط پڑھ چکے، تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا: پہلے ان تعریف کرنے والوں بلکہ تعریف کا پل باندھنے والوں کو انعام و اکرام جاگیر و عطیات سے مالا مال کر دیجیے، پھر گالی دینے والوں کو سزا دلوانے کی فکر کیجئے گا۔ انہوں نے اپنی مجبوری و معذوری ظاہر کی اور کہا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ ان سب کو اتنا انعام و اکرام دیا جائے کہ نہ صرف ان کو بلکہ ان کے پشہا پشت کو کافی ہو۔ مگر میری وسعت سے باہر ہے۔ فرمایا: جب آپ مخلص کو نفع نہیں پہنچا سکتے، تو مخالف کو نقصان بھی نہ پہنچائیے۔ کل امری بما کسب رہیں۔ (۸) (ق ۶۶، ۷۰)

جناب سید ایوب علی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک کمسن صاحبزادے نہایت ہی بے تکلفانہ انداز میں سادگی کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے، اور عرض کی۔ میری بوا (یعنی والدہ) نے تمہاری دعوت کی ہے۔ کل صبح کو بلایا ہے۔ حضور نے ان سے دریافت فرمایا: مجھے دعوت میں کیا کھلائیے گا؟ اس پر ان صاحبزادے نے اپنے کرتے کا داامن جو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھے، پھیلا دیا، جس میں ماش کی دال اور دو چار مرچیں پڑی ہوئی تھیں۔ کہنے لگے، دیکھئے نا! یہ دال لایا ہوں۔ حضور نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا: اچھا۔ میں اور یہ (حاجی کفایت اللہ صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کل دس بجے دن آئیں گے اور حاجی صاحب سے فرمایا: مکان کا پتا دریافت کر لیجئے۔ غرض صاحبزادے مکان کا پتا بتا کر خوش خوش چلے گئے۔ یہ ہے حدیث شریف لودعیۃ الی کراع لا جتہ کی تمیل۔ دوسرے دن وقت متعین پر حضور عصائے مبارک ہاتھ میں لیے ہوئے باہر تشریف لائے اور حاجی صاحب سے فرمایا: چلئے۔ انہوں نے عرض کیا کہاں؟ فرمایا: ان صاحبزادے کے یہاں، دعوت کا وعدہ جو کیا ہے۔ آپ کو مکان کا پتا معلوم ہو گیا ہے یا نہیں؟ عرض کیا۔ ہاں حضور! ملوک پور میں

ہے اور ساتھ ہو لیے۔ جس وقت مکان پر پہنچے، تو وہ صاحبزادے دروازہ پر کھڑے انتظار میں تھے۔ حضور کو دیکھتے ہی یہ کہتے ہوئے بھاگے۔ ارے لومولوی صاحب آگئے اور مکان کے اندر چلے گئے۔ دروازہ میں ایک چھپر پڑا تھا، وہاں کھڑے ہو کر حضور انتظار فرمانے لگے۔ کچھ دیر بعد ایک بوسیدہ چٹائی آئی اور ڈھلیا میں موٹی موٹی باجرہ کی روٹیاں اور مٹی کی رکاب میں وہی ماش کی دال، جس میں مرچوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے، لا کر رکھ دی اور کہنے لگے: لو کھاؤ۔ حضور نے فرمایا: بہت اچھا! کھانا ہوں۔ ہاتھ دھونے کے لیے پانی لے آئے۔ ادھر وہ صاحبزادے پانی لانے کو گئے اور ادھر حاجی صاحب نے کہا کہ حضور یہ مکان نقارچی کا ہے۔ حضور یہ سن کر کبیدہ ہوئے، اور طنزاً فرمایا: ابھی کیوں کہا، کھانا کھانے کے بعد کہا ہوتا۔ اتنے میں وہ صاحبزادے پانی لے کر آگئے۔ حضور نے دریافت فرمایا: آپ کے والد صاحب کہاں ہیں، اور کیا کام کرتے ہیں؟ دروازہ کے پردے میں سے ان صاحبزادے کی والدہ صاحبہ نے عرض کیا۔ حضور! میرے شوہر کا انتقال ہو گیا، وہ کسی زمانہ میں نوبت بجاتے تھے، اس کے بعد توبہ کر لی تھی۔ اب صرف یہ لڑکا ہے، جو راج مزدوروں کے ساتھ مزدوری کرتا ہے۔ حضور نے الحمد للہ کہا، اور دعائے خیرہ برکت فرمائی۔ حاجی صاحب نے حضور کے ہاتھ دھلوائے اور خود ہاتھ دھر کر شریک طعام ہو گئے۔ مگر دل ہی دل میں حاجی صاحب کے یہ خیال گشت کر رہا تھا کہ حضور کو کھانے میں بہت احتیاط ہے، غذا میں سوچی کے بسکٹ کا استعمال ہے، یہ روٹی اور وہ بھی باجرے کی اور اس پر ماش کی دال۔ کس طرح تناول فرمائیں گے؟ مگر قربان اس اخلاق اور دلداری کے کہ میزبان کی خوشی کے لیے خوب سیر ہو کر کھایا۔ حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میں جب تک کھاتا رہا، حضور بھی برابر تناول فرماتے رہے۔ وہاں سے واپسی میں پولیس کی چوکی کے قریب حاجی صاحب کے شبہ کو رفع فرمانے کے لیے ارشاد فرمایا: اگر ایسی خلوص کی دعوت روز ہو تو میں روز قبول کروں۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ میرے قیام بریلی شریف کے زمانہ میں بھی ایک واقعہ اسی قسم کا پیش آیا تھا۔ محلہ بانس منڈی کے قریب ایک صاحب اعلیٰ حضرت کو دعوت دے کر چلے گئے۔ دوسرے دن گاڑی آئی، اعلیٰ حضرت نے مجھ سے فرمایا: مولانا آپ بھی چلیں۔ گرمی کا زمانہ تھا، اور بعد مغرب کا وقت۔ مکان پر گاڑی پہنچی تو میزبان صاحب منتظر تھے۔ باہر بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ اندر مکان کے تشریف لے گئے۔ آنگن میں ایک چار پائی پتھی ہوئی تھی، اور اس پر درری تھی۔ چلتے وقت میں نے خیال کیا تھا کہ پلاؤ ضرور ہوگا۔ اب جو دیکھتا ہوں کہ ہاتھ دھلانے کے بعد ایک ڈھلیا میں چند روٹیاں رکھی ہوئی ہیں اور قیمہ غالباً گائے کے گوشت کا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے الجھن ہوئی، نگاہ اوپر اٹھائی تو سامنے خس پوش مکان نظر پڑا۔ سمجھا کہ آدمی غریب ہے اس لیے اس سے جو ہو سکا حاضر کیا۔ لیکن ساتھ ساتھ خیال ہو رہا تھا کہ اعلیٰ حضرت تو گائے کا گوشت تناول نہیں فرماتے۔ اگر شور بہ دار ہوتا، تو شور بہ ہی پراکتفا فرماتے۔ میں اسی خیال میں تھا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: حدیث شریف میں ہے کہ بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء فی الارض ولا فی السماء وهو السميع العليم۔ پڑھ کر مسلمان جو کچھ کھالے، ہرگز ضرر نہ دے گا۔ میں سمجھ گیا کہ میرے شبہ کا جواب ہے۔ میزبان صاحب میرے

ملاقاتی تھے۔ جب کھانے کے بعد ہاتھ دھونے لگا، تو ان سے کہا کہ اس غربت کی حالت میں آپ کو اعلیٰ حضرت کے دعوت کی ضرورت ہی کیا تھی؟ بولے کہ غربت ہی کی وجہ سے تو اعلیٰ حضرت کی دعوت کی تاکہ اعلیٰ حضرت کا قدم مبارک میرے یہاں پہنچے، نان نمک جو کچھ ہو سکے حاضر خدمت کروں، حضور کھانے کے بعد دعا فرمائیں، تو گھر کا دلدر دور ہو، اور خوشحالی آئے اور برکات دین و دنیا حاصل ہوں۔

ذکاء اللہ خاں صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک زمانہ میں حسن میاں والے مکان میں تشریف رکھتے تھے ایک روز شہر میں کسی جگہ حضرت کا تشریف لے جانا ہوا۔ خادم ہمراہ گیا، واپسی پر دوپہر کے کھانے کا وقت تھا۔ فرمایا: ذرا ٹھہریے گا۔ یہ کہہ کر مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ چند منٹ کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میرے لیے سینی میں کھانا لیے ہوئے تشریف لا رہے ہیں، اور مجھ سے فرمایا: کھائیے۔ میں شرم اور ندامت کے مارے ہمت نہیں کرتا تھا۔ آخر حضرت کے اصرار کی وجہ سے کھانا دست مبارک سے لے لیا، اور کھا لیا۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ فقیر کا لڑکا یعقوب علی عرف جیلانی میاں بیان کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی کچھ ہلکی سی صورت یاد ہے۔ ایک واقعہ میں مجرم کی حیثیت سے حضرت کے سامنے میں پیش کیا گیا تھا۔ کیونکہ والدہ اپنے ساتھ مجھ کو اور میری خالہ زاد بہن کو جو میری ہم عمر تھیں، لے گئی تھیں۔ اس کو میں بلا کہہ کر چڑایا کرتا تھا۔ چنانچہ اس دن بھی میں نے چڑھایا، اور شاید مارا بھی۔ وہ شکایت لے حضرت قبلہ کے پاس گئی کہ دیکھئے حضرت! جیلانی میاں نے مجھے مارا ہے۔ حضرت نے جب سنا تو ان کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ فرمایا: بلاؤ جیلانی کو۔ وہ سمجھے کہ ان کے پوتے جیلانی میاں نے یہ شرارت کی ہے۔ مگر جب مجھے حاضر کیا گیا، میری بہن نے کہا کہ اس نے مجھے مارا ہے، تو حضرت نے مسکرا کر پوچھا۔ بھئی! تم نے کیوں مارا؟ میں نے کہا حضرت یہ بلا ہے اس لیے مارا ہے۔ اس پر حضرت نے اپنے ہاتھ سے ہم دونوں کو ایک نوالہ کھلایا اور ہم دونوں ان کے ہاتھ سے ایک ایک نوالہ کھا کر بھاگ آئے۔ اللہ اللہ مہمان کی کتنی خاطر داری ملحوظ ہے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القومی کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی عام غذاروٹی چکی کے پے ہوئے آٹے کی، اور بکری کا تورمہ تھا۔ گائے کا گوشت تناول نہیں فرمایا کرتے تھے۔ لیکن ایک شخص نے حضور کی دعوت کی، وہ باصرار لے گئے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے تھے، ان دنوں جناب سید حبیب اللہ صاحب دمشقی جیلانی فقیر کے یہاں مقیم تھے، ان کی بھی دعوت تھی۔ میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ وہاں دعوت کا یہ سامان تھا کہ چند لوگ گائے کے کباب بنا رہے تھے اور حلوائی پوریاں۔ یہی کھانا تھا۔ سید صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ آپ گائے کے گوشت کے عادی نہیں ہیں، اور یہاں اور کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ بہتر کہ صاحب خانہ سے کہہ دیا جائے۔ میں نے کہا میری عادت نہیں۔ وہی پوریاں، کباب کھائے۔ اسی دن مسوڑھوں میں ورم ہو گیا اور اتنا بڑھا کر حلق اور منہ بالکل بند ہو گیا۔ مشکل سے تھوڑا دودھ حلق سے اتارتا تھا، اور اسی پر اکتفا کرتا۔ بات بالکل نہ کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ قراءت سر یہ بھی میسر نہ تھی۔ سنتوں میں بھی کسی کی اقتدا کرتا۔ اس وقت مذہب حنفی

میں عدم جواز قرائت خلف الامام کا یہ نفیس فائدہ مشاہدہ ہوا۔ جو کچھ کسی سے کہنا ہوتا، لکھ دیتا۔ بخار بہت شدید اور کان کے پیچھے گلٹیاں۔ میرے منجھلے بھائی مرحوم ایک طبیب کو لائے۔ ان دنوں بریلی میں مرض طاعون بشتہ تھا۔ ان صاحب نے بغوردیکھ کر سات آٹھ مرتبہ کہا۔ یہ وہی ہے وہی ہے یعنی طاعون میں بالکل کلام نہ کر سکتا تھا، اس لیے انہیں جواب نہ دے سکا۔ حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں۔ نہ مجھے طاعون ہے اور نہ انشاء اللہ العزیز کبھی ہوگا۔ اس لیے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بارہا وہ دعا پڑھ لی ہے، جسے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا۔ اس بلا سے محفوظ رہے گا۔ وہ دعا یہ ہے الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر من خلق تفضیلاً جن جن امراض کے مریضوں، جن جن بلاؤں کے متلاؤں کو دیکھ میں نے اسے پڑھا۔ الحمد للہ تعالیٰ آج تک ان سب سے محفوظ ہوں۔ اور بعونہ تعالیٰ ہمیشہ محفوظ رہوں گا۔ البتہ ایک بار اسے پڑھنے کا مجھے افسوس ہے۔ مجھے نو عمری میں اکثر آشوب چشم ہو جایا کرتا تھا، اور بوجہ حدت مزاج بہت تکلیف دیتا تھا۔ ۱۹ سال کی عمر ہوگی کہ راپور جاتے ہوئے ایک شخص کو رند چشم میں مبتلا دیکھ کر یہ دعا پڑھی، جب سے اب تک آشوب چشم پھر نہیں ہوا۔ اسی نماز میں صرف دو مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک آنکھ کچھ دہنی معلوم ہوئی۔ دو چار دن بعد وہ صاف ہو گئی۔ دوسری دہنی وہ بھی صاف ہو گئی، مگر درد، کھٹک، سرخی، کوئی تکلیف اصلاً کسی قسم کی نہیں۔ افسوس اس لیے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث ہے۔ تین بیماریوں کو مکروہ نہ جانوز کام کہ اس کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ کھجلی، کہ اس سے امراض جلدیہ جذام وغیرہ کا انسداد ہو جاتا ہے۔ آشوب چشم، نابینائی کو دفع کرتا ہے۔ اس دعا کی برکت سے یہ تو جاتا رہا۔ ایک اور مرض پیش آیا۔

جمادی الاولیٰ ۱۲۰۰ھ میں، بعض اہم تصانیف کے سبب ایک مہینہ باریک خط کی کتابیں شبانہ روز علی الاتصال دیکھنا ہوا۔ گرمی کا موسم تھا۔ دن کو اندر کے دالان میں کتاب دیکھتا اور لکھتا۔ اٹھائیسواں سال تھا، آنکھوں نے اندھیرے کا خیال نہ کیا۔ ایک روز شدت گرمی کے باعث دو پہر کو لکھتے لکھتے نہایا۔ سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز سر سے دہنی آنکھ میں اتر آئی۔ بائیں آنکھ بند کر کے دہنی سے دیکھا، تو وسطیٰ، مرنئی میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا۔ اس کے نیچے شی کا جتنا حصہ ہوا۔ وہ صاف اور دبا ہوا معلوم ہوتا۔ یہاں ایک ڈاکٹر اس زمانہ میں علاج چشم میں بہت سربر آوردہ تھا۔ سنڈرسن یا انڈرسن کچھ ایسا ہی نام تھا۔ میرے استاد جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۹) نے اصرار فرمایا کہ اسے آنکھ دکھائی جائے، علاج کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔ ڈاکٹر نے اندھیرے کمرے میں صرف آنکھ پر روشنی ڈال کر آلات سے بہت دیر تک بغوردیکھا اور کہا کہ کثرت کتاب بینی سے کچھ بیوست آگئی ہے۔ پندرہ دن کتاب نہ دیکھئے۔ مجھ سے پندرہ گھڑی بھی کتاب نہ چھوٹ سکی۔

حکیم سید مولوی اشفاق حسین صاحب مرحوم سہوانی ڈپٹی کلکٹر طبابت بھی کرتے تھے اور فقیر کے مہربان تھے۔ فرمایا: مقدمہ نزول آب ہے، بیس برس بعد (خدانا کرڈہ) پانی اتر آئے گا۔ میں نے التفات نہ کیا اور نزول آب والے کو دیکھ کر وہی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک پر مطمئن ہو گیا۔ ۱۳۱۶ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر ہوا۔ کہا

چار برس بعد (خدا نخواستہ) پانی اتر آئے گا۔ ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب سے بالکل موافق آیا۔ انہوں نے بیس برس بعد کہے تھے، انہوں نے سولہ برس بعد، چار برس کہے۔ مجھے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ متزلزل ہوتا۔ الحمد للہ بیس درکنار تیس برس زائد گزر چکے ہیں، اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہ بڑھا، نہ بعونہ تعالیٰ بڑھے گا، نہ میں نے کتاب بینی میں کبھی کمی کی، نہ کمی کروں۔ یہ میں نے اس لیے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائم و باقی معجزات ہیں، جو آج تک آنکھوں دیکھے جا رہے ہیں اور قیامت تک اہل ایمان مشاہدہ کریں گے۔ اگر انہیں واقعات کو بیان کروں جو ارشادات کہ منافع میں نے خود اپنی ذات میں مشاہدہ کئے، تو ایک دفتر ہو۔ مجھے ارشاد حدیث پر اطمینان تھا کہ مجھے طاعون کبھی نہ ہوگا۔ آخر شب میں کرب بڑھا، میرے دل نے درگاہ الہی میں عرض کی: اللہم صدق الحیب و کذب الطیب کسی نے میرے دہنے کان پر منہ رکھ کر کہا مسواک اور سیاہ مرچیں، لوگ باری باری میرے لیے جاگتے تھے۔ اس وقت جو شخص جاگ رہا تھا میں نے اشارہ سے اسے بلایا اور اسے مسواک اور سیاہ مرچ کا اشارہ کیا۔ وہ مسواک تو سمجھ گئے، گول مرچ کس طرح سمجھیں۔ غرض بمشکل سمجھے۔ جب دونوں چیزیں آئیں۔ بدقت میں نے مسواک کے سہارے پر تھوڑا تھوڑا منہ کھولا، اور دانتوں میں مسواک رکھ کر سیاہ مرچ کا سفوف چھوڑ دیا کہ دانتوں نے بند ہو کر دبا لیا۔ پس ہوتی مرچیں اسی راہ سے داڑھوں تک پہنچائیں۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک کلی خالص خون کی آئی، مگر کوئی تکلیف و اذیت محسوس نہ ہوئی۔ اس کے بعد ایک کلی خون کی اور آئی اور بجز اللہ وہ گلٹیاں جاتی رہیں، منہ کھل گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا وہ طاعون بفضلہ تعالیٰ دفع ہو گیا۔ دو تین روز میں بخار بھی جاتا رہا۔ (ق ۹۳۲۸۸)

جناب حافظ یقین الدین صاحب قادری رضوی کا بیان ہے غالباً ۱۲۹۵ھ یا ۱۲۹۶ھ کا واقعہ ہے کہ میں اور حافظ عبدالکریم صاحب قضا و قدر کے مسئلہ کو دریافت کرنے کی غرض سے مولانا لائق علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں گئے، اور دریافت کیا۔ حضرت ممدوح نے اس کا جواب دیا۔ جس سے اس کے متعلق پھر کچھ سوال کیا، تو وہ برا فروختہ ہوئے۔ ہم دونوں اٹھ کر مولانا یعقوب علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور وہی سوال کیا۔ انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔ دوبارہ دریافت کرنے پر وہ بھی خفا ہو گئے۔ تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے حضور میں حاضر ہوئے، اور وہی سوال کیا۔ اول حضور نے بھی وہی جواب دیا، دوبارہ دریافت کرنے پر اس قدر سمجھایا کہ خوب اطمینان ہو گیا اور انتہا درجہ کی خوشی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد اکثر ہم دونوں حاضر ہوا کرتے تھے اور بے حد فرحت و مسرت حاصل ہوتی تھی، بلکہ جب کبھی راحت میں کسی طرح کا انتشار یا فکر و رنج ہوتا تھا، تو اس کی دفع کی تدبیر وہاں کی حاضری ہی ہوتی تھی۔ حضور کے فیض و برکت سے وہ فکر و رنج، فرحت و سرور سے بدل جاتے تھے۔ (ق ۱۳۹)

کرم و سخاوت:

جناب ذکاء اللہ خان صاحب کا بیان ہے کہ سردی کا موسم تھا۔ بعد مغرب اعلیٰ حضرت حسب معمول پھاٹک میں تشریف

لا کر سب لوگوں کو رخصت کر رہے تھے۔ خادم کو دیکھ کر فرمایا: آپ کے پاس رزائی نہیں ہے؟ خادم خاموش ہو گیا۔ اس وقت جو رزائی اعلیٰ حضرت اوڑھے تھے، خادم کو اتار کر دے دی، اور فرمایا کہ اوڑھ لیجیے۔ خادم نے بصد ادب قدم بوسی کی، اور حضرت کے فرمان مبارک کی تعمیل کی اور رزائی اوڑھ لی۔

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نے جب رزائی مجھے عیادت فرمائی، اس کے دو تین دن کے بعد حضرت کی نئی رزائی تیار ہو کر آگئی۔ نئی رزائی اوڑھے ہوئے چند ہی روز گزرے تھے کہ مسجد میں ایک مسافر صاحب رات کے وقت آئے اور اعلیٰ حضرت سے عرض کیا۔ میرے پاس کچھ اوڑھنے کو نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے وہی نئی رزائی ان مسافر صاحب کو عطا فرمادی۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے: میرے والد علی تھے۔ عسرت کی حالت تھی، حضور نے دس روپے مجھے عطا فرمائے اور میری طبیعت کا اندازہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ میں آپ کو نہیں دیتا ہوں، بلکہ اپنے دوست کی دوا کے لیے دے رہا ہوں۔ انہیں کا بیان ہے کہ موسم برسات میں بعض اوقات مسجد کی حاضری بحالت ترشح ہوا کرتی تھی۔ حاجی کفایت اللہ صاحب نے اس تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے ایک چھتری خرید کر نذر کی، اور اپنے ہی پاس رکھ لی جب حضور کا شانہ اقدس سے باہر تشریف لاتے، تو حاجی صاحب چھتری لگا کر مسجد تک لے جاتے۔ ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ایک حاجت مند نے چھتری کا سوال کیا حضور نے فوراً چھتری حاجی صاحب سے دلوادی۔

انہیں کا بیان ہے کہ موسم سرما میں ایک مرتبہ ننھے میاں صاحب (برادر خورد اعلیٰ حضرت جناب مولانا محمد رضا خاں صاحب قدس سرہ) نے حضور کے واسطے خاص طور پر فرد تیار کرا کر پیش کی۔ حضور کی عادت کریمہ تھی کہ ہر سال فردیں تیار کرا کے غربا کو تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اس سال کی سب تقسیم ہو چکی تھیں کہ ایک صاحب نے درخواست کی۔ حضور نے بلاتا خیر اپنی وہ فرد جو حضرت ننھے میاں صاحب نے تیار کر کے حاضر خدمت کی تھی اور اسی وقت اس کو اوڑھا تھا، اتار کر دے دی۔

انہیں کا بیان ہے کہ علامہ شیریں زبان واعظ خوش بیان مولانا مولوی حاجی قاری شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی قادری رضوی میرٹھی حرین طبیبین سے واپسی پر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مندرجہ ذیل منقبت نہایت ہی خوش آوازی سے پڑھ سنائی

تقسیم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو
محب خاص منظور حبیب کبریا تم ہو
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیا تم ہو
ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو
جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو
وہ لعل پر ضیا تم ہو وہ دُرّ بے بہا تم ہو

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
غریق بحر الفت مست جام بادۂ وحدت
جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا
یہاں آ کر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ
مزین جس سے ہے تاج فضیلت تاج والوں کی

عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو
وہ قطب وقت اے سرخیل جمع اولیا تم ہو
کہوں اتنی نہ کیوں کر جبکہ خیر الاتقیاء تم ہو
عدو اللہ پر اک حربہ تیغ خدا تم ہو
مخالف جس سے تھرائیں وہی شیر وفا تم ہو
یہ ورثہ پانے والے حضرت عثمان کا تم ہو
عدیم المثل یکتائے زمن اے باخدا تم ہو
امام اہل سنت نائبِ غوث الوریٰ تم ہو
بھکاری کی بھرو جھولی گدا کا آسرا تم ہو
نہیں پھرتا کوئی محروم ایسے باسختا تم ہو
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صولت کو
ہیں سیارہ صفت گردش کناں اہل طریقت یاں
عیاں ہے شاہ صدیقی تمہاری شان تقویٰ سے
جلال وہیت فاروق اعظم آپ سے ظاہر
اشداء علی الکفار کے ہو سر بسر مظہر
تمہیں نے جمع فرمائے نکات ورمز قرآنی
خلوص مرتضیٰ خلق حسن عزم حسینی میں
تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں
بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے
وفی اموالہم حق ہر اک سائل کا حق ٹھہرا
علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا

جب مولانا اشعار پڑھ چکے تو حضور نے ارشاد فرمایا: مولانا! میں آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں؟ (اپنے عمامہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے جو بہت قیمت تھا۔ فرمایا) اگر اس عمامہ کو پیش کروں، تو آپ اس دیار پاک سے تشریف لارہے ہیں، یہ عمامہ آپ کے قدموں کے لائق بھی نہیں۔ البتہ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت ایک جتہ ہے، وہ حاضر کئے دیتا ہوں؛ اور کاشانہ اقدس سے سرخ کاشانی مخمل کا جتہ مبارک لاکر عطا فرمادیا، جو ڈیڑھ سو روپے سے کسی طرح کم قیمت کا نہ ہوگا۔ مولانا مدوح نے سر و قد کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ پھیلا کر لے لیا۔ آنکھوں سے لگایا، لبوں سے چوما، سر پر رکھا، سینے سے دیر تک لگائے رہے۔

جناب مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی کو جتہ عطا فرمانے پر ایک واقعہ مجھے اپنا بھی یاد آ گیا، جو حضور کے جو دو سخا اور اس فقیر پر نظر شفقت و مہربانی کی بین دلیل ہے۔ ۱۲۲۶ھ ملک میوات میں وہابیہ دیوبندیہ نے بہت اودھم مچا رکھا تھا، اور بیچارے سیدھے سادے میواتیوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسانا چاہتے تھے، کہ جناب مولانا صوفی رکن الدین صاحب الوری نے مولانا مولوی احمد حسین خاں صاحب رامپوری مقیم درگاہ معلیٰ اجمیر شریف اندرون حجرہ نواب رامپور کو کسی عالم مناظر کو لینے کے لیے بریلی شریف بھیجا۔ مولوی صاحب موصوف بریلی حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت سے وہاں کے حالات عرض کئے۔ اس وقت اعلیٰ حضرت نے مجھے یاد فرمایا: اور حکم دیا کہ ملک میوات تحصیل نواح فیروز پور جھرکا میں وہابیوں سے مناظرہ کرنا ہے۔ آپ مولانا کے ساتھ تشریف لے جائیں، اور وہابیہ کو شکست دیجیے۔ میں نے عرض کیا، تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں۔ حضور کی دعا کی ضرورت ہے، حضور کی دعا شامل حال رہی تو انشاء اللہ تعالیٰ وہابیہ کو ضرور شکست ہوگی۔ اس وقت اعلیٰ حضرت مکان کے اندر تشریف لے گئے اور ایک ادنیٰ جتہ لاکر مجھے عنایت فرمایا: اور ارشاد ہوا کہ یہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے

لے کر سر پر رکھا، آنکھوں سے لے کر سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا اور رکھ لیا۔ اعلیٰ حضرت کی دعا اور اس جہہ مبارکہ کی یہ برکت ہوئی کہ وہابیہ کی طرف سے متعدد صاحبان مناظرہ کے لیے آئے تھے۔ ان میں ایک صاحب ایسے بھی تھے جو بقول خود مکہ معظمہ میں تین چار سال قیام بھی کر چکے تھے، اور اسی بنا پر بڑے زور سے دعویٰ کیا تھا کہ تقریریں سب عربی میں ہوں۔ ادھر سے کہا گیا کہ مولانا یہ مجلس مناظرہ ہے، دونوں طرف کے عوام بکثرت شریک جلسہ ہوئے ہیں، عربی میں فریقین کی تقریر ہونے سے یہ کیا سمجھیں گے؟ لیکن وہ نہیں مانے اور اسی پر اصرار کیا۔ دو تین مرتبہ فریقین کی تقریریں ہوئی تھیں، کہ مولوی صاحب موصوف تقریر کرتے کرتے بول اٹھے۔ والناس می فہمند مولوی احمد حسین خاں صاحب رامپوری نے فوراً ٹوکا۔ مولانا! یہ تو فصیح عربی والناس می سمجھند ہے۔ کیا ایسی ہی عربی مکہ معظمہ سے سیکھ کر آئے ہیں؟ اس پر زبردست تہقہہ پڑا، اور مولوی صاحب کھیانے سے ہو گئے۔ اس کے بعد بقیہ تقریر اردو میں کی۔ پھر فریقین کی تقریریں عربی کی جگہ اردو ہی میں ہونے لگیں۔ جب ابتدائی مباحث طے ہو گئے اور علمی سوالات کی نوبت آئی تو پہلے ہی سوال کے جواب میں سمجھوں نے ایسی خاموشی اختیار کی کہ ایک لفظ بھی نہ بول سکے۔ تقاضے پر تقاضے ہوتے، مگر ان کا سکوت نہ ٹوٹا۔ تین گھنٹے تک سب کے سب خاموش محض رہے۔ آخر ثالث و حکم صاحب نے کہا۔ مولانا! کچھ تو بول لے، تاکہ ہم لوگوں کو کچھ کہنے کا موقع ملے۔ اس پر بھی وہ لوگ خاموش محض رہے۔ آخر مجبوراً ان لوگوں نے بھی اعلان کیا۔

صاحبو! آپ لوگوں کے سامنے سب ابتدائی باتیں طے ہوئیں۔ جب علمی باتوں کی نوبت آئی، مولانا ظفر الدین صاحب نے جو سوالات کئے، ان کے جواب میں ان تمام علما نے سکوت محض سے کام لیا، اور بالکل خاموشی میں تین گھنٹہ وقت صرف کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے، اور یہ لوگ جواب سے قاصر ہیں۔ ورنہ کس دن کے لیے اٹھا رکھتے۔ ان لوگوں کا مذہب باطل اور مولوی شاہ رکن الدین صاحب و مولوی شاہ ارشاد علی صاحب و مولانا مولوی ظفر الدین صاحب و مولوی احمد حسین خاں صاحب وغیرہ علما کا مذہب حق ہے۔ آپ لوگ آتے وقت دو دروازے سے الگ الگ داخل ہوئے تھے، اب سب لوگ متفق ہو کر اس دروازہ سے مولوی ظفر الدین صاحب کے ساتھ مناظرہ گاہ سے باہر تشریف لے جائیں۔ چنانچہ ان چند مولویوں کے علاوہ بقیہ سب لوگ علمائے اہل سنت کے ساتھ ساتھ آئے۔ الحمد للہ علی ذلک۔ جب بخیر و خوبی کامیابی کیساتھ ہم لوگ بریلی شریف واپس ہوئے اور اعلیٰ حضرت کو اس مناظرہ کی روداد سنائی، اور ان لوگوں کی خواہش کا اظہار کیا کہ میوات والے چاہتے ہیں کہ مناظرہ کے پورے حالات کتابی شکل میں شائع کر دیئے جائیں، وہ لوگ اس کی طباعت کے مصارف برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے بھی اسے پسند فرمایا اور اس رسالہ کا تاریخی نام 'یکے نجدیہ کا چپ مناظرہ' رکھا اور جناب مولانا حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تاریخی نام 'شکست سفاہت' رکھا۔ چنانچہ یہ رسالہ اسی زمانہ میں چھپ کر تمام ملک میں شائع کر دیا گیا۔ (ق ۵۴، ۵۶)

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ کاشانہ اقدس سے کبھی سائل خالی نہ پھرتا۔ اس کے علاوہ بیوگان کی امداد، ضرورت

مندوں کی حاجت روائی، ناداروں کے تو کلا علی اللہ مہینے مقرر تھے اور یہ اعانت فقط مقامی ہی نہ تھی، بلکہ بیرون جات میں بذریعہ منی آرڈر رقوم امداد روانہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب کی خدمت میں مدینہ طیبہ پچاس روپے روانہ کرنے تھے، اتفاق وقت کہ حضور کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا۔ حضور نے بارگاہ رسالت میں رجوع کیا کہ سرکار! میں نے کچھ بندگان خدا کے مہینے حضور کے بھروسے پر اپنے ذمہ مقرر کر لیے ہیں۔ اگر کل منی آرڈر پچاس روپیہ کاروانہ ہو جائے گا، تو ڈاک کے جہاز کے وقت پہنچ جائے گا، ورنہ تاخیر ہو جائے گی۔ یہ رات حضور کی اسی کرب و بے چینی میں گزری۔ علی الصبح ایک سیٹھ صاحب حاضر آستانہ ہوئے، اور مبلغ اکاون روپے مولوی حسنین رضا خاں صاحب کے ذریعہ مکان میں بطور نذر حاضر خدمت کئے۔ اس وقت حضور پر بہت رقت طاری ہوئی اور مذکورہ بالا ضرورت کا انکشاف فرمایا۔ ارشاد ہوا: یہ یقیناً سرکاری عطیہ ہے۔ اس لیے کہ اکاون روپے ملنے کے کوئی معنی نہیں۔ سوائے اس کے کہ پچاس بھیجنے کے لیے فیس منی آرڈر بھی تو چاہئے۔ چنانچہ اسی وقت منی آرڈر کا فارم بھرا گیا، اور ڈاکخانہ کھلتے ہی منی آرڈر کر دیا گیا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک ضرورت مند صاحب حاضر خدمت ہوئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا: اس وقت میرے پاس صرف ساڑھے تین آنے پیسے ہیں، اور وہ بھی بعض خطوط کے جوابات کے لیے رکھے تھے۔ اگر آپ فرمائیں تو ضرور کر دیئے جائیں۔ حالانکہ آج ڈاک سے ایک منی آرڈر ڈھائی سو روپے کا آیا تھا، اور وہ سب تقسیم کر دیے گئے۔ پہلے سے آپ آجاتے، تو آپ کو بھی مل جاتا۔ ان بیچارے نے آبدیدہ ہو کر نظر نیچی کر لی، اور حضور نے وہ ساڑھے تین آنے ان کے حوالہ کر دیئے۔

یہاں یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ حضور نے ڈھائی سو روپے کے آنے اور تقسیم ہو جانے کا ذکر کیوں فرمایا؟ نہ اس خیال سے کہ عوام مخیر جانیں، نام و نمود کا تو اس دربار عالی میں کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ حقیقت یہ بات تھی کہ ڈھائی سو روپے ہم خدام کے سامنے آئے تھے، اسی لیے بعض لوگوں کے وسوسہ رفع کرنے کو خلاف معمول یہ بیان فرمایا اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی، بار بار دیکھا گیا کہ جس وقت کوئی رقم آئی بکوشش اسے اپنے پاس سے خرچ کر دیا کرتے۔

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت اپنے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی مارہری قدس سرہ العزیز کا عرس سراپا قدس ۱۶-۱۷-۱۸ رذی الحجۃ الحرام کو کرتے۔ قل شریف کے بعد نذر کی رقم خدام وغیرہ پر تقسیم ہونا شروع ہو جاتی، اور اسی وجہ سے خلف اصغر حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب مدظلہ العالی فقیر سے بجمیل مصارف عرس کا حساب تیار کرنے کی تاکید فرمایا کرتے اور خود فقیر بھی جلد تر تقسیم ارشاد کرتا مگر پھر بھی کافی رقم تقسیم ہو جایا کرتی تھی، اور بالآخر دست گرداں رقوم کے مطالبات خود اپنے پاس سے ادا فرمایا کرتے۔ ایک مرتبہ ایسی ہی موقع پر تقسیم کرتے ہوئے فرمایا کہ کبھی میں نے ایک پیسہ زکوٰۃ کا نہیں دیا اور یہ بالکل صحیح ارشاد فرمایا کہ حضور پر زکوٰۃ فرض ہی نہیں ہوتی تھی زکوٰۃ فرض تو جب ہو کہ مقدار نصاب ان کے پاس سال تمام تک رہے اور یہاں تو یہ حال تھا ایک طرف سے آیا دوسری طرف سے گیا:-

کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ لے اس ہاتھ دے (ق ۵۰، ۵۱)

۱۳۳۲ھ کے سردی کا موسم ہے، میں ایک دن مراد پور چھینٹ دیکھنے کے لیے گیا۔ ایک دکان پر سبز زمین پر بہترین چھنٹ نظر پڑی، اور ساتھ ہی ساتھ دوسرا تھان دیکھا، جو پیڑیدار چھینٹ تھی، ان دونوں تھانوں کو دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ اس کپڑے کی دولائی بنوائی جائے، اور یہ نیل اس میں لگائی جائے تو بہت بہتر دولائی ہو۔ چند احباب ساتھ تھے، انہوں نے بھی اس رائے کو بہت پسند کیا۔ اسی وقت میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ واقعی یہ دولائی بہت ہی نفیس اور بہتر ہوگی، تو اس کے لیے مناسب ہے کہ بہتر ہی شخص کے لیے بنے، اور میں نے ارادہ مصمم کر لیا کہ تیار کر کے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھینچ کر جڑی پارسل روانہ کر دوں گا۔ احباب نے کہا کہ اسٹر کے لیے ایک رنگ ہی خرید لیجئے۔ میں نے اپنا قصد ظاہر کیا کہ اعلیٰ حضرت کے لیے صدنی رنگ کا اسٹر مناسب ہے۔ چنانچہ گفٹش ملل لے کر مراد پور ہی میں صدنی رنگنے کو دے دیا۔

الغرض جیسا میں چاہتا تھا بہتر سے بہتر وہ دولائی سل کر تیار ہوئی۔ میں نے پارسل سے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں روانہ کر دی اور اس پر حضرت حسن میاں صاحب مرحوم مغفور کا یہ مصرعہ لکھ دیا۔

سرکار میں یہ نذر محقر قبول ہو

جناب مولوی امجد رضا صاحب عرف ماموں میاں صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ جس وقت وہ پارسل بریلی پہنچا، اس وقت میں بھی حاضر خدمت تھا۔ نیل و مہر جدا کرنے کے بعد پارسل کھولا گیا اور دولائی برآمد ہوئی۔ اعلیٰ حضرت اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، اور جتنے لوگ اس وقت کا شانہ اقدس میں موجود تھے، سب نے بہت پسند کیا، اور بہت تعریف کی اور واقعی وہ دولائی ہر حیثیت سے قابل تعریف تھی۔ اعلیٰ حضرت نے سب کے اصرار سے اسے اوڑھا، اور مسہری پر تشریف فرما ہوئے کہ میری زبان سے بے اختیاری میں یہ فقرہ نکلا۔ واقعی بہت عمدہ دولائی ہے، جوانوں کے لائق ہے۔ یہ سنتے ہی اعلیٰ حضرت نے وہ دولائی مجھے عطا فرمادی کہ تم اسے اوڑھو، حالانکہ میں نے اس غرض سے یہ جملہ نہیں کہا تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے باصرار مجھے عنایت فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ میری خوشی اسی میں ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت کے جو دو سخا کا ادنیٰ نمونہ ہے۔ (ق ۵۸، ۵۹)

قناعت و توکل:

مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں کا بیان ہے کہ حضرت مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلان مارہرہ شریف نے فرمایا کہ میں نے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک خط بھیجا، جس کا جواب بڑی تاخیر سے آیا۔ والا نامہ میں مذکور کہ حضرت شاہزادہ صاحب! چونکہ میرے پاس ٹکٹ کے دام نہیں تھے، اس لیے غیر معمول تاخیر ہوئی۔ میں نے خیال کیا کہ ان دنوں مولانا صاحب کے پاس داموں کی کمی ہے لہذا کچھ فتوحات سے بھیج دوں۔ میں نے سو یا دو سو (صحیح مقدار یاد نہیں) کی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج دی، جسے مولانا صاحب نے وصول کر لیا اور رسید بھی آگئی۔ کچھ دنوں کے بعد اعلیٰ حضرت کا منی آرڈر آیا۔ جس میں میری بھیجی ہوئی رقم بھی شامل تھی۔ والا نامہ میں مذکور تھا کہ فقیر کی عادت ہے کہ اپنے ضروریات کے

مطابق تھوڑے روپے رکھ لئے، باقی زنان خانے میں بھیج دیئے۔ آپ کے گزرا می نامہ کی وصولی سے پہلے وہ روپے خرچ ہو چکے تھے، اور گاؤں سے رقم آئی نہیں تھی، اور میں اپنی ضروریات کے لیے کسی سے طلب نہیں کرتا ہوں۔ حضرت شاہزادہ صاحب! یہاں جو کچھ ہے، وہ سب آپ ہی کے یہاں کا ہے۔ اگر آپ مجھے کچھ دینا چاہتے ہیں، تو حضرت میاں صاحب کے بیاض سے شجرہ زر کا عمل نقل کر کے بھیج دیجئے۔ چنانچہ میں نے بیاض سے نقل کر کے بھیج دیا۔ اس کے بعد بریلی جانا ہوا، اعلیٰ حضرت سے ملاقات ہوئی، اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ:

مکہ معظمہ سے ایک صاحب کا والا نامہ آیا کہ میری دو لڑکیوں کی شادی ہے، اس کے لیے آپ امداد کیجئے۔ میں نے خیال کیا کہ دونوں لڑکیوں کے لیے ایک ہزار کی رقم کافی ہوگی۔ اس مقصد کے لیے شجرہ زر کا عمل کیا۔ عمل کا چالیسواں دن تھا کہ میں معمول سے فارغ ہو کر بیٹھا تھا کہ حامد رضا آئے، اور ایک بندھا ہوا رومال دیا، اور کہا کہ ایک صاحب ملنے کی خاطر آئے تھے۔ میں نے کہا، اس وقت بالا خانہ پر معمول میں مشغول ہیں۔ دوسرے وقت لائے گا۔ وہ صاحب یہ رومال دے کر چلے گئے۔ میں نے جب وہ رومال کھولا اس میں ایک ہزار سے زیادہ رقم تھی۔ خیال کیا کہ زیادہ کیوں ہے؟ معاذ ہن میں آیا کہ مکہ معظمہ تک پہنچنے کے مصارف ہیں۔ میں نے فوراً اس عمل کو ہٹا دیا کہ اس سے توکل میں فرق آتا ہے۔ (ق ۵۷، ۵۸)



اتباعِ شرع و تقویٰ

حضرت سیدنا شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب نے فرمایا کہ ایک بار میں اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی اور حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلی خیر آباد گئے۔ مولانا عبدالقادر صاحب نے مولوی عبدالحق صاحب خیر آبادی سے ملنے کے لیے جانے کا ارادہ کیا۔ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے یہ کہہ کر ہمراہ جانے سے عذر کیا کہ مولوی عبدالحق صاحب خیر آبادی کے متعلق مسموع ہوا کہ وہ فقہائے کرام، علمائے اعلام کے خلاف شان غیر مناسب کلمات کہا کرتے ہیں۔ مجھ سے اس کی برادشت نہ ہوگی اور مجلس میں بے لطفی پیدا ہو جائے گی۔ آپ وہاں تشریف لے جائیں، اور میں مولانا حسین بخش صاحب سے ملنے جاتا ہوں۔ یہ مولانا حسین بخش صاحب خیر آباد میں فقیہ تھے اور حضرت چھوٹے مخدوم صاحب حضرت مخدوم اللہ دیا خیر آبادی قدس سرہ کی اولاد امجاد میں تھے۔

انہیں کا بیان ہے کہ سینٹاپور میں مولانا احمد رضا خان صاحب سے سیزدہ درود شریف نقل کرایا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں لفظ حسین اور زاہد بھی ہے۔ مولانا نے نقل میں یہ دو لفظ تحریر نہ فرمائے اور فرمایا: حسین صیغہ تصغیر ہے اور زاہد اس سے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ان الفاظ کا لکھنا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک بار مولانا فضل رسول صاحب کے عرس کے زمانے میں مجھے معلوم ہوا کہ مولوی غلام قطب الدین برہم چاری صاحب آئے ہوئے ہیں، اور بعد نماز جمعہ جامع مسجد بدایوں میں وعظ فرمائیں گے۔ ان کے بیان کا شہرہ سن کر مجھے بھی اشتیاق ہوا، میں نے مولانا عبدالقادر صاحب سے کہا کہ ہم اور آپ نماز جمعہ جامع مسجد میں چل کر پڑھیں، وہاں بیان بھی سنیں گے۔ مولانا عبدالقادر صاحب اور میں جامع مسجد جانے لگے، تو مولانا احمد رضا خان صاحب نے مولانا بدایونی صاحب سے اجازت طلب کی کہ درگاہ شریف ہی میں جمعہ قائم کر لیں، اس لیے کہ امام جامع مسجد کی نسبت کچھ قرأت وغیرہ ضروریات نماز میں نقصان و قصور مسموع ہوا۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز فریضہ فجر ادا کرنے کے لیے خلاف معمول کسی قدر حضور کو دیر ہو گئی۔ نمازیوں کی نگاہیں بار بار کا شانہ اقدس کی طرف اٹھ رہی تھیں کہ عین انتظار میں جلد جلد تشریف لائے۔ اس وقت برادر م قناعت علی نے اپنا یہ خیال مجھ سے کہا کہ اس تنگ وقت میں دیکھنا یہ ہے کہ حضور سیدھا قدم مسجد میں پہلے رکھتے ہیں یا بایاں۔ مگر قربان

اس ذاتِ کریم کے کہ دروازہ مسجد کے زینہ پر جس وقت قدم مبارک پہنچتا ہے تو سیدھا، توسیعی فرش مسجد پر قدم پہنچتا ہے تو سیدھا، آگے صحن مسجد میں ایک صف بچھی تھی اس پر قدم پہنچتا ہے تو سیدھا، اور اسی پر بس نہیں، ہر صف پر تقدیم سیدھے ہی قدم سے فرمائی۔ یہاں تک کہ محراب میں مصلے پر قدم پاک سیدھا ہی پہنچتا ہے اور اسی پر کیا منحصر ہے بنی پاک کرنے اور استنجا فرمانے کے سوا حضور کے ہر فعل کی ابتدا سیدھے ہی جانب سے ہوتی تھی۔ چنانچہ عمامہ مبارکہ کا شملہ سیدھے شانہ پر رہتا، عمامہ مبارکہ کے پیچ سیدھی جانب ہوتے، عمامہ مقدسہ کی بندش اس طور پر ہوتی کہ بائیں دست مبارک میں گردش اور داہنا دست مبارک پیشانی پر ہر پیچ کی گرفت کرتا تھا۔

ایک روز جناب سید محمود جان صاحب نوری مرحوم و مغفور نے حضور کے عمامہ باندھنے پر عرض کیا کہ حضور عمامہ باندھنے میں الٹا ہاتھ کام کرتا ہے۔ فرمایا: اگر سیدھا ہاتھ ہٹا لیا جائے، تو الٹے ہاتھ سے باندھ تو لیجئے۔ اصل بندش تو سیدھے ہی ہاتھ سے ہوتی ہے۔

اگر کسی کو کوئی شی دینا ہوتی، اور اس نے الٹا ہاتھ لینے کو بڑھایا۔ فوراً اپنا دست مبارک روک لیتے اور فرماتے، سیدھے ہاتھ میں لیجئے، الٹے ہاتھ سے شیطان لیتا ہے۔

اعداد بسم اللہ شریف ۷۸۶ عام طور سے لوگ جب لکھتے ہیں، تو ابتدا ۷ سے کرتے ہیں۔ پھر ۸ لکھتے ہیں، اس کے بعد ۶۔ مگر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ پہلے ۶ تحریر فرماتے، پھر ۸ تب ۷۔

یونہی نقش کے خطوط سیدھی ہی جانب سے کشش فرماتے، اور یہ فرمانے میں بھی اس کا لحاظ تھا کہ نقش کے سیدھے رخ کی طرف یعنی جس طرف ۷۸۶ ہے ادھر سے نیچے کی طرف تہ کرتے ہوئے لاتے، پھر سیدھی جانب سے فلیتے تعویذی صورت می کر دیتے۔

یہاں ایک ضروری ارشاد عرض کروں، وہ یہ کہ ہر وہ تعویذ جس پر موم جامہ کرنا ہو پہلے اس پر خوشبو لگالی جائے یا لوبان کی دھونی دی جائے، اس کے بعد سادہ کاغذ لپیٹ کر (کاغذ رول دار نہ ہو) پاک کپڑے کی تہ دے کر موم جامہ کیا جائے۔ یہ احتیاط اس لیے ہے کہ موم جامہ سیاہی کو جلد چاٹ لیتا ہے۔ تو جب نقش ہی نہ رہا، ظاہر ہے کہ اثر کیا ہوگا؟ مسجد سے باہر آتے وقت پہلے الٹا قدم نکالنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ اس لیے حضور اس موقع پر الٹا قدم جوتے کے بالائی حصہ پر قائم فرما کر سیدھے پاؤں میں پہلے جوتا پہنتے، پھر الٹے میں۔ بیت الادب میں داخل ہوتے وقت عصائے مبارک باہر بازو کو کھڑا فرما کر جاتے۔ شاید اس میں دو مصلحت مضمحل تھیں۔ ایک تو یہ کہ دوسرا شخص آنے نہ پائے۔ دوسرے عصائے مبارک مسجد میں ساتھ رہتا تھا۔ بلکہ اس کے سہارے سے قیام میں قیام فرماتے۔ اس لیے احتیاط ملحوظ رکھتے۔ واللہ۔ (ق ۱۷۶، ۱۷۸)

انہیں کا بیان ہے کہ نماز جمعہ کے لیے جس وقت تشریف لاتے، فرش مسجد پر قدم رکھتے ہی حاضرین سے تقدیم سلام فرماتے اور اسی پر بس نہیں، بلکہ جس درجہ میں ورود مسعود ہوتا، تقدیم سلام ہوتی جاتی۔ اس کی بھی آنکھیں شاہد ہیں کہ مسجد کے ہر

درجہ میں وسط در سے داخل ہوا کرتے، اگرچہ آس پاس کے درون سے داخل ہونے میں سہولت ہی کیوں نہ ہو۔ نیز بعض اوقات اوراد و وظائف مسجد شریف ہی میں بحالت خرام شمالاً و جنوباً پڑھا کرتے۔ مگر منہائے فرش مسجد سے واپسی (۱۰) ہمیشہ قبلہ رو ہو کر ہی ہوتی، کبھی پشت کرتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور بحالت اعتکاف اپنی مسجد میں مقیم تھے۔ شب کا وقت، جاڑے کا زمانہ، اور اس وقت دیر سے شدید بارش مسلسل ہو رہی تھی۔ حضور کو نماز عشاء کے لیے وضو کرنے کی فکر ہوئی کہ پانی تو موجود، مگر بارش میں کس جگہ بیٹھ کر وضو کیا جائے؟ بالآخر مسجد کے اندر لحاف گدے کی چارتہ کر کے اس پر وضو کیا، اور ایک قطرہ فرش مسجد پر نہ گرنے دیا، اور پوری رات جاڑوں کی، اور اس پر باد و باران کا طوفان، یونہی جاگ کر ٹھٹھڑ ٹھٹھڑ کر کاٹ دی۔ جزاہ اللہ عن الاسلام خیر الجزاء۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ تین چار فوجی آدمی عقیدتاً خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ حضور نے نیچی نظر کر لی۔ انہوں نے کچھ عرض کیا۔ حضور نے بغیر نظر اٹھائے، جواب دیا۔ چونکہ ہم خدام حضور سے سنے ہوئے تھے کہ ناف سے زانو تک مرد کا جسم عورت ہے، اور اس کا چھپانا واجب ہے، اور یہ لوگ نیکر پہنے ہوئے تھے، جس کی وجہ سے زانو کھلے ہوئے تھے فوراً ایک کپڑا لے کر سب کے زانو ڈھک دیئے۔ اس کے بعد حضور نے نظر ملا کر کلام فرمایا۔

نبیرہ حضرت محدث سورتی مولانا قاری احمد صاحب کا بیان ہے کہ مدرسۃ الحدیث پبلی بھیت کے سالانہ جلسہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ پبلی بھیت تشریف لائے۔ ایک روز صبح کو حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ پبلی بھیت کے مشہور بزرگ شاہ جی محمد شیرمیاں رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ شاہ صاحب بے حجابانہ عورتوں کو بیعت کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بمقتضائے کمال غیرت علی احکام الشرع بغیر ملے ہوئے واپس تشریف لے آئے۔ دوسرا کوئی ہوتا، تو بگڑ جاتا، لیکن حضرت شاہ جی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کمال بے نفسی و حق پسندی اس طرح جلوہ گر ہوا کہ شام کو جب اعلیٰ حضرت بریلی تشریف لے جانے لگے، تو شاہ جی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسٹیشن تک پہنچانے گئے، اور صبح کے واقعہ پر اظہار افسوس کر کے فرمایا کہ مولانا! اب آئندہ میں عورتوں کو پس پردہ بٹھا کر ان سے بیعت لیا کروں گا۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے ان سے مصافحہ اور معاف فرمایا۔ یہ تھے ان حضرات کے مابین و نزاعنا فی صدورہم من غل اخوانا علی سرور متقبلین کے جلوے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ واللہ الحمد

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا سید دیدار علی صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے جماعت کا وقت تھا مسجد کے کنوے پر ایک بہشتی کالڑ کا پانی بھر رہا تھا جلدی کی وجہ سے اسی لڑکے سے پانی طلب فرمایا، اس نے کہا کہ مولانا میرے بھرے ہوئے پانی سے آپ کو وضو کرنا جائز نہیں اور نہیں دیا مولانا کو غصہ اور فرمایا کہ ہم جب تجھ سے لے رہے ہیں تو کیوں جائز نہیں اس نے کہا کہ مجھے دینے کا اختیار نہیں میں نابالغ ہوں مولانا کو اور غصہ آیا جماعت ہو رہی تھی اور یہاں اور دیر لگ رہی ہے فرمایا: آخر جہاں جہاں پانی دیتا ہے ان کا وضو کیسے جائز ہو جاتا ہے اس نے کہا وہ لوگ تو

مجھ سے مول لیتے ہیں اور غصہ آیا مگر اس نے نہیں دیا آخر کار خود بھرا اور جلدی جلدی وضو کر کے نماز میں شریک ہوئے تو غصہ کم ہوا اور سلام پھیرا تو خیال آیا کہ بہشتی کا لڑکا از روئے فقہ صحیح کہتا تھا۔ دیدارِ اعلیٰ اتم سے تو اعلیٰ حضرت کے یہاں کے خدمت گاروں کے بچے بھی زیادہ علم رکھتے ہیں۔ یہ سب اعلیٰ حضرت کے اتباعِ شریعت کا فیض ہے یہ خیال آ کر بہت شرم آئی اور پھر ادب و عقیدت سے اعلیٰ حضرت سے ملے اور پھر حضورِ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ (ق ۱۷۹، ۱۸۱)

احتیاط فی الدین:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ نقشہ ماہ مبارک ۱۳۳۵ھ کے اوقات صلاۃِ خمسہ فقیر استخراج کرتا ہے، اور تکمیل کے بعد بغرض ملاحظہ کا شانہ اقدس میں بوقت صبح حاضر کرتا ہے۔ جو دس پندرہ منٹ میں واپس آ جاتا ہے۔ دیکھتا ہوں کہ ہر نماز کے کالم میں صحیح رقوم ہے بجز ایک کالم، کہ اس کے اخیر میں لفظ (خیر) تحریر فرمایا تھا اور جس تاریخ کے وقت میں خامی تھی اس پر نشان (x) بنا دیا تھا۔ چنانچہ جانچ کرنے سے وہ نقص دور ہو گیا۔ جو سیکنڈ کے ہزارویں حصہ میں تھا۔ اگرچہ وقت پر اس کا اثر نہ آتا تھا، مگر غلطی تو تھی، اس لیے بجائے صحیح کے لفظ (خیر) ارقام فرمایا گیا۔ اللہ اللہ یہ ہیں وہ پاک و تبرک و بے مثل محتاط، صادق القول نفوس قدسیہ جن کی تحریر منیر اور تقریر دل پذیر کا کوئی جملہ، کوئی لفظ، کوئی حرف نعوذ باللہ قابل گرفت نہیں۔

انہیں کا بیان ہے کہ شعبان المعظم کا اخیر ہفتہ ہے، نقشہ اوقات صلاۃِ خمسہ ماہ مبارک کا تیار ہو چکا ہے۔ حضور نماز عصر اپنی جیبی گھڑی سے جس میں صحیح وقت تھا، اس سے ایک اور گھڑی میں کچھ منٹ کم یا بیش کر کے میرے اور برادر م قناعت علی کے حوالے فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ شہر سے باہر بلند مقام پر پہنچ کر غروب آفتاب مشاہدہ کرو، اور یہ دیکھو کہ بوقت غروب اس گھڑی میں کیا وقت ہوتا ہے؟ حسب الارشاد ہم دونوں روانہ ہوئے۔ یہ منظر دیکھنے کے لیے ہمارے ساتھ نواب سعید احمد خان صاحب اور نواب وحید احمد خان صاحب قادری رضوی بھی تشریف لے گئے۔ ہم لوگوں کے پاس ایک گھڑی صحیح وقت کی تارگھر سے ملی ہوئی اور تھی۔ نیز اس روز کا وقت غروب بھی معلوم تھا۔ مختصر یہ کہ بوقت غروب ہم چاروں شخص کی آنکھیں شاہد ہیں کہ قرص آفتاب کا باریک کنارہ جھلک دے رہا ہے، تو وقت میں بھی سکند باقی ہیں، یہاں تک کہ ادھر وقت پورا ہوا، اور ادھر آفتاب نظروں سے اوجھل تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر حاضرین کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ سبحان اللہ نکل گیا۔ اب فکر صرف یہ رہ گئی کہ حضور کی عطا کردہ گھڑی میں جتنے منٹ کا تفاوت ہوا، حضور کے روبرو صحیح ثابت ہو جائے۔ چنانچہ حاضر ہو کر عرض کیا کہ غروب کے وقت اس گھڑی میں یہ وقت تھا۔ حضور نے تبسم فرمایا، اور فرمایا کہ بحمد اللہ تعالیٰ نقشہ کے مطابق غروب ہوا۔

انہیں کا بیان ہے کہ برسات کا موسم تھا، عشاء کے وقت ہوا کے تیز جھونکے مسجد کے کڑوے تیل کا چراغ بار بار گل کر دیتے تھے۔ جس کے روشن کرنے میں بارش کی وجہ سے سخت دقت ہوتی تھی اور اس کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ خارج مسجد دیا سلائی جلانے کا حکم تھا۔ اس زمانے میں ناروے کی دیا سلائی استعمال کی جاتی تھی، جس کے روشن کرنے میں گندھک کی بدبو نکلتی تھی۔ لہذا اس

تکلیف کی مدافعت حضور کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب نے یہ کی، کہ ایک لائین میں معمولی چار شیشہ لگوا کر کچی میں انڈی کا تیل ڈالا، اور روشن کر کے حضور کے ساتھ ساتھ مسجد کے اندر لے جا کر رکھ دی۔ تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ حضور کی نظر اس پر پڑی۔ ارشاد فرمایا: حاجی صاحب! آپ نے یہ مسئلہ بارہا سنا ہوگا کہ مسجد میں بدبودار تیل نہیں جلانا چاہیے۔ انہوں نے عرض کیا۔ حضور! اس میں انڈی کا تیل ہے۔ فرمایا: راہ گیر دیکھ کر کیسے سمجھیں گے کہ اس لائین میں انڈی کا تیل جل رہا ہے؟ وہ تو یہی کہیں گے کہ دوسروں کو تو فتویٰ دیا جاتا ہے کہ مٹی کا بدبودار تیل مسجد میں نہ جلاؤ اور خود مسجد میں لائین جلوار ہے ہیں۔ ہاں! اگر آپ برابر اس کے پاس بیٹھے ہوئے یہ کہتے رہیں کہ اس لائین میں انڈی کا تیل ہے، اس لائین میں انڈی کا تیل ہے، تو مضائقہ نہیں۔ چنانچہ حاجی صاحب نے فوراً اس لائین کو گل کر کے خارج مسجد کر دیا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اگرچہ اس لائین میں شرعاً مضائقہ نہ تھا، مگر غایت احتیاط فی الدین کی وجہ سے ایسا فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا کہ: اتقوا مواضع التہم بچوا اعتراض کے مواقع سے۔ یعنی اگرچہ وہ بات درست ہو مگر لوگوں کو خواہ مخواہ طعن و تشیع کا موقع اس سے ملتا ہو، اس سے احتیاط کرو۔ نیز اس میں یہ حکمت تھی کہ عامہ مخلصین و معتقدین اس لائین کو دیکھ کر اپنی غلط فہمی سے اس میں مٹی کا تیل جلتا ہوا سمجھ کر یہ غلط بات باور نہ کر لیں کہ جب اعلیٰ حضرت کی مسجد میں مٹی کا تیل جلایا جاتا ہے تو مسجد میں مٹی کا تیل جلانا جائز ہی ہوگا۔ یہ ہے نشان امامت اہل سنت و غلامی سرکار رسالت کا جلوہ واللہ الحمد

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی آنکھیں دُکھنے آگئی تھیں۔ اس زمانہ میں بوقت حاضری مسجد متعدد بار ایسا اتفاق ہوا کہ کبھی قبل نماز اور کبھی بعد نماز مجھے پاس بلایا، اور فرمایا: سید صاحب! دیکھئے تو آنکھ کے حلقہ سے باہر پانی تو نہیں آیا ہے؟ ورنہ وضو کر کے نماز اعادہ کرنا ہوگی۔

☆ مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نماز میں اس قدر احتیاط اور جزئیات مسائل کا ایسا خیال فرماتے کہ عام لوگ نہیں، بلکہ اکثر علماء اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ ایک سال میں بیس رمضان شریف سے اعلیٰ حضرت کی مسجد میں معتکف ہوا۔ چھبیس رمضان شریف سے اعلیٰ حضرت نے بھی اعتکاف فرمایا۔ ایک دن قبل اعتکاف عصر کے وقت تشریف لائے اور نماز پڑھا کر تشریف لے گئے۔ میں مسجد کے اپنے کونے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں مجھ سے ایک صاحب نے فرمایا: آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی؟ میں نے کہا کہ میں نے حضرت کے پیچھے نماز پڑھ لی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت تو اب پڑھ رہے ہیں۔ مجھے اس وجہ سے یقین نہیں آیا کہ بعد عصر نوافل نہیں، اور اگر کسی وجہ سے نماز نہیں ہوئی تھی تو حضرت کا ایسا حافظہ نہیں کہ مجھے بھول جاتے اور مطلع نہ فرماتے۔ انہوں نے مجھ سے پھر کہا کہ دیکھ لیجئے، وہ پڑھ رہے ہیں۔ میں نے بڑھ کر دیکھا تو واقعی پڑھ رہے تھے۔ مجھے بے حد حیرت ہوئی اور آگے بڑھ کر کھڑا رہا، سلام پھیرنے پر عرض کیا حضور! میری سمجھ میں نہیں آیا۔ ارشاد فرمایا کہ قعدہ لغیرہ میں سانس کی حرکت سے میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا تھا۔ چونکہ نماز تشہد پر ختم

ہو جاتی ہے، اس وجہ سے میں نے آپ سے نہیں کہا اور گھر جا کر بند درست کرا کر اپنی نماز پڑھ لی۔

یہ ایسا واقعہ ہے کہ اکثر صاحبان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ صرف ایک بزرگ نے مجھ سے یہ سن کر اس کی بڑی عظمت کی۔ یہ بزرگ پیر عبد الحمید صاحب بغدادی ہیں۔ بڑودہ میں تشریف لائے اور جامع مسجد میں ایک دن مغرب کی نماز پڑھائی۔ میں نے ایسا اثر کبھی قرآن شریف پڑھنے کا نہیں دیکھا۔ بعدہ معلوم کیا کہ یہ کون صاحب تھے؟ تب ان سے ملنے ان کی قیام گاہ پر گیا۔ اعجاز قرآنی کے سلسلے میں فرمایا:

میں ایک مرتبہ ایران گیا، وہاں آتش پرستوں کا ایک آتش کدہ بہت پرانا ہے، اس کی پرستش کرتے ہیں۔ ان سے مباحثہ کے لیے لوگوں نے میرا نام لے دیا۔ میں نے کہا کہ یہ لوگ جسے پوجتے ہیں، اسی سے پوچھ لو۔ یعنی آتش کدہ میں جا کر آگ سے پوچھ لو کہ وہ کس کی رعایت کرتی ہے؟ لوگوں نے اسے محض دھمکانا سمجھا اور لوگوں نے میرا اور وہاں کے ایک پجاری کا نام مقرر کر کے ایک تاریخ، وقت معین کر کے مناظرے کا اعلان کر دیا۔ وقت مقررہ پر تمام شہر کی مخلوق کثرت سے موجود تھی۔ اس وقت میں نے اس پجاری سے کہا، چلیے۔ اب گھبرایا اور رکا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر میں بھی رکا، تو محض دھمکی سمجھیں گے۔ اس وجہ سے تنہا اس آتش کدہ میں چلا گیا اور پورے بیس منٹ آگ میں کھڑا رہا۔ بعدہ نکل آیا۔ یہ دیکھ کہ بہت سے آتش پرست مسلمان ہو گئے۔ میں نے اپنے ضعف ایمانی کی وجہ سے ان سے مکرر پوچھا کہ آپ کیسے آتش کدہ میں چلے گئے؟ فرمایا: قرآن مجید لے کر، یہ سمجھ کر چلا گیا۔ جب ہم کو قرآن نار جہنم سے بچائے گا، تو اس معمولی آگ سے کیوں نہیں بچائے گا؟ اس واقعہ سے حضرات ناظرین ان بغدادی صاحب کی بزرگی اور قوت ایمانی کا اندازہ لگائیں۔ ان بزرگ نے مجھ سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ عصر کی نماز کا سنا۔ دوسرے دن ان سے پھر ملاقات ہوئی اور فرمایا: آج پوری رات روتے گزری۔ یہی کہتا رہا کہ خداوند! تیرے ایسے بندے بھی ہیں، جو اس احتیاط سے نماز پڑھتے ہیں۔ (ق ۱۸۱، ۱۸۲)

مولوی محمد حسین صاحب چشتی نظامی فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے تمام عمر جماعت سے نماز التزاماً پڑھی اور باوجودیکہ بے حد حار مزاج تھے۔ مگر کیسی ہی گرمی کیوں نہ ہو، ہمیشہ دستار اور انگڑے کے ساتھ نماز پڑھا کرتے۔ خصوصاً فرض تو کبھی صرف ٹوپی اور کرتے کے ساتھ ادا نہ کیا۔

اعلیٰ حضرت جس قدر احتیاط سے نماز پڑھتے تھے، آج کل یہ بات نظر نہیں آتی۔ ہمیشہ میری دو رکعت ان کی ایک رکعت میں ہوتی تھی اور دوسرے لوگ میری چار رکعت میں کم سے کم چھ رکعت بلکہ آٹھ رکعت۔

ہر شخص حتیٰ کہ چھوٹی عمر والے سے بھی نہایت ہی خلق کے ساتھ ملتے، آپ اور جناب سے مخاطب فرماتے اور حسب حیثیت اس کی توفیر و تعظیم فرماتے۔ (ق ۳۰، ۳۱)

صلاحت مذہبی و حق گوئی:

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب مارہری کا بیان ہے کہ ایک بار مولانا فضل رسول صاحب قدس سرہ العزیز کے

عرس میں مولانا احمد رضا خان صاحب تشریف لائے تھے۔ کسی نے مولوی سراج الدین صاحب آنولوی کو میلاد شریف پڑھنے بٹھا دیا تھا۔ انہوں نے اثنائے تقریر میں یہ کہا کہ پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں قیامت کے دن فرشتے روح ڈالیں گے۔ چونکہ اس میں حیات انبیاء علیہم السلام کے مسلمہ اصول سے انکار نکلتا تھا۔ یہ سن کر مولانا موصوف کا چہرہ متغیر ہو گیا، اور جناب مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: آپ اجازت دیں تو میں ان کو منبر پر سے اتار دوں۔ مولانا عبدالقادر صاحب نے آنولوی صاحب کو بیان سے روک دیا، اور مولانا عبدالقادر صاحب سے فرمایا کہ مولانا ایسے بے علم لوگوں کو مولانا احمد رضا خان صاحب کے سامنے میلاد شریف پڑھنے نہ بٹھایا کیجیے۔ جن کے سامنے بیان کرنے والے کے لیے علم اور زبان پر بہت نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا: مولانا احمد رضا خان صاحب نے فرمایا ہے کہ انہیں وجوہ سے آج کل کے واعظین اور میلاد خوانوں کے بیانوں و وعظوں میں جانا چھوڑ دیا، اور حضرت شاہ علی حسین صاحب کچھ چھوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کہ حضرت ان میں سے ہیں جن کا بیان میں بخوشی سنتا ہوں۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک بار میں عرس حضرت البرکات شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کے قبل مولانا کو طلب کر لیا تھا۔ درگاہ شریف کے ایک حجرہ میں قیام فرماتے۔ مبارک جان نامی علی گڑھ کی ایک مشہور اور بڑی متمول رنڈی کسی کے یہاں مار ہرہ آئی ہوئی تھی۔ درگاہ معلیٰ میں حاضر ہوئی اور روضہ شریف کی سیڑیوں پر بیٹھ کر گانا آغاز کرنا ہی چاہتی تھی، سازندوں نے ساز لگائے تھے۔ تو مولانا کی نظر پڑ گئی اور بے اختیار ہو کر حجرہ سے باہر تشریف لا کر ان سے فرمایا کہ تم یہاں کیسے آئے؟ یہ درگاہ معلیٰ ناچ گانے شیطانی کاموں کی جگہ نہیں، فوراً یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ یہ فرمایا اور درگاہ سے ان لوگوں کو باہر کر دیا۔

جناب حاجی کفایت اللہ صاحب جناب حاجی خدا بخش صاحب کی زبانی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے صبح کی نماز اعلیٰ حضرت کے پیچھے پڑھی۔ جب حضرت نماز پڑھ چکے، تو ایک مسافر صاحب آئے ہوئے تھے، انہوں نے اعلیٰ حضرت کو ایک خط دیا۔ وہ صاحب اعلیٰ حضرت کے مرید تھے، ان کی داڑھی حد شرع سے کم تھی۔ انہوں نے خواہش کی کہ کوئی وظیفہ حضور مجھ کو تعلیم فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ جس وقت تمہاری داڑھی حد شرع کے مطابق ہو جائے گی، اس وقت وظیفہ وغیرہ بتا دوں گا۔ وہ صاحب اس کے متعلق ایک بزرگ کا سفارشی خط لائے تھے کہ ان کو کچھ بتا دیا جائے۔ حضرت نے فرمایا: جب تک تم داڑھی حد شرع تک بڑھا کر نہ آؤ گے، اس وقت تک تم کسی کی سفارش لاؤ، تم کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔ جب داڑھی تمہاری حد شرع کے مطابق ہو جائے گی، میں خود ہی بتا دوں گا، اس میں کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں۔

رسالہ مبارک دربار حق و ہدایت میں حضرت مولانا ابوالمساکین شاہ ضیاء الدین صاحب قادری رضوی پہلی بھیتی مدیر تحفہ حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ مجلس علمائے اہل سنت و جماعت پٹنہ کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۱۳۱۷ھ رجب المرجب لغایہ ۱۳۱۸ھ رجب المرجب ۱۳۱۸ھ میں حضور اعلیٰ حضرت قبلہ شرکت فرماتے ہیں۔ جلسہ مذکورہ کے اخیر روز ایک شاعر آزاد، نیچری وضع، داڑھی صفائی، جن کے ساتھ اسی وضع کے آٹھ دس حضرت اور بھی تھے، خدمت اقدس حضرت تاج النجول محبت الرسول مولانا شاہ

عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہو کر اپنا ایک فارسی ترکیب بند، تین بند کا مدح جلسہ مبہمہ (جس سے کچھ بھی واضح نہ ہوتا تھا کہ کس جلسہ کی تعریف ہے) اس اظہار کے ساتھ کہ میں نے اس مجلس مبارک علمائے اہل سنت و جماعت کی مدح میں لکھا ہے، اس جلسہ میں پڑھ کر فخر حاصل کرنے کی اجازت مانگتا ہوں، پیش کیا۔ حضرت والا نے فرمایا: مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے پاس لے جائیے، انہیں سنا بھی لیجیے۔ اگر وہ بعض الفاظ کی تبدیلی کو کہیں بدل دیجیے، اور انہیں سے اجازت لیجیے۔ آزاد صاحب اعلیٰ حضرت کے پاس آئے، اپنی نظم دکھائی۔ حضور نے بعض الفاظ مخالف شرع میں اصلاح دی۔ آزاد صاحب نے قبول کی۔ حضور نے ان کی وضع قطع و ترکیب سے سراپا نیچری اور داڑھی منڈی دیکھ کر فرمایا: آپ مولوی سید اعظم شاہ صاحب کو اجازت دیجئے کہ وہ آپ کی طرف سے جلسہ میں پڑھ دیں۔ کہا میں ایرانی لہجہ میں پڑھوں گا۔ شاید مولوی صاحب نہ پڑھ سکیں۔ مولوی اعظم شاہ صاحب نے فرمایا: عربی مصری، ایرانی جیسا لہجہ کہیے، میں پڑھ دوں۔ پھر ایک بند ایرانی لہجہ میں پڑھ کر سنایا۔ آزاد صاحب نے پسند کیا، اور بظاہر راضی ہوئے کہ یہی پڑھ دیں۔ مولانا مولوی سید عبدالصمد صاحب سہوانی کا وعظ ہو رہا تھا، اس کے ختم کا انتظار رہے کہ حافظ سید عبدالمجید صاحب رئیس موضع اندھوس تشریف لائے، اور حضور اعلیٰ حضرت قبلہ سے عرض کیا۔ کچھ ضروری عرض ہے، دوسرے کمرے میں تشریف لے چلیے۔ ارشاد فرمایا: جلسہ وعظ سے اٹھ کر جانا کیا مناسب ہے؟ اگر کوئی ایسی ہی شدید ضرورت ہو تو خیر! ورنہ ختم وعظ کا انتظار کیجیے۔ کہا: اسی وقت کی ضرورت ہے۔ حضور اٹھے، اور ایک خالی کمرہ میں، جہاں صرف مولوی سید شاہ بشیر صاحب الہ آبادی تشریف رکھتے تھے، جا کر بائیں الفاظ تمہید شروع کی کہ یہ آٹھ دس نیچری جو اس داڑھی منڈے کے ساتھ آئے ہیں، سب ندوی تھے۔ اس داڑھی منڈے نے انہیں ہدایت کر کے ندوہ سے بیزار کیا، اور جلسہ اہل سنت کا طرف دار بنایا ہے۔ حضور نے فرمایا: اگر ایسا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے یہاں جزا ہے۔ اس وقت مقصود کیا ہے؟ کہا۔ اس کی نظم جلسہ میں دوسرا پڑھے، اس میں اس کی سخت دل شکنی ہے۔ اجازت دیجئے کہ یہی پڑھے، اور اس کا میں ذمہ لیتا ہوں کہ یہ پورا سنی ہے۔ یہاں تک کہ ندوہ کا بھی مخالف ہے۔ آپ اس کی نیچری وضع پر نہ جائیں۔ جب زیادہ اصرار ہوا، اور مولوی سید شاہ بشیر صاحب سے بھی حافظ صاحب نے سفارش چاہی تو حضور نے فرمایا: بہت اچھا یہی پڑھیں۔ مگر ایک شرط یہ ہے کہ کھڑے ہو کر برسر جلسہ اعلانیہ فرمائیں۔ صاحبو! میں سنی تصحیح العقیدہ ہوں۔ نیچریوں، وہابیوں، رافضیوں، غیر مقلدوں، سب گمراہوں سے جدا ہوں۔ اس وضع کو بھی خلاف شرع شریف جانتا ہوں۔ میں نے اپنے علمائے اہل سنت و جماعت کی مدح میں کچھ نظم عرض کی ہے، اسے سنانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد پڑھ دیں، ہمارا حرج نہیں۔ حافظ صاحب اس شرط پر راضی ہو گئے۔ وہاں سے جا کر یہ شرط آزاد صاحب سے بیان کی۔ یہ انہیں منظور نہ ہوئی۔ حافظ صاحب پھر آئے اور کہا کہ آپ مجھ سے حلف اٹھوالیں کہ یہ داڑھی منڈا سنی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جب وہ برسر جلسہ اعلان کر دیں گے، آپ کے حلف کی حاجت نہ رہے گی۔ کہنے لگے کہ آپ اس کا بھی خیال نہیں کرتے کہ اس نے اتنے لوگوں کو ندوہ کا مخالف بنا دیا ہے۔ اس پر حضور نے آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ہدایکم ان لایمان ان کتم صدقین •

مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ تمہیں ایمان کی ہدایت فرمائی اگر تم سچے ہو۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ پہلے آپ اعلان کر دیجئے کہ میں سنی ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرا سنی ہونا یہاں سے حرمین محترمین زادہما اللہ شرفاً و تکریماً تک آفتاب سے زیادہ روشن ہے، میری تصنیفات تمام ہندوستان میں شائع ہیں، جو میری سنتیت پہ شاہد عدل ہیں اور بیان کو کہیے تو رات چار گھنٹے تک فقیر نے یہی بیان کیا کہ میں سنی ہوں، اور بچہ اللہ نیچریہ، وہابیہ، رافضیہ، وغیر مقلدین، وندویہ وغیرہ سب بد مذہبوں سے بیزار ہوں اور جب تک زندہ رہوں گا، بعونہ تعالیٰ تقریراً تحریراً یہی بیان و اعلان کرتا رہوں گا۔ فقیر پر بچہ اللہ کسی تہمت و احتمال کا وہم نہیں، جس سے تبریہ کی حاجت ہو۔ حافظ صاحب ساکت ہو کر گئے۔ مگر آزاد صاحب بہت گرم ہوتے ہوئے تشریف لائے کہ مجھ پر وجہ احتمال و تہمت کیا ہے؟ مولوی سید اعظم شاہ صاحب نے آزاد صاحب کی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر بتایا کہ یہ ہے! کہا ترک داڑھی منڈاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا: اس سے جواز کیوں کر ثابت ہوا؟ یہ جلسہ ندویہ کی سنگت نہیں، جس میں سب کی کھپت ہے۔ یہاں آ کر اگر اپنی نظم سنانا چاہتے ہیں، تو پہلے وہ اعلان کرنا ضرور ہوگا، ورنہ اجازت نہ ہوگی۔ آزاد صاحب و حافظ صاحب و جملہ نیا چرہ خفا ہو کر چلے گئے۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ یہ پورے آزادی پسند اور ندوہ کے خادم اور پابند ہیں۔ اسی جلسہ ندوہ میں ان کی اردو نظم مدح ندوہ میں چھپ چکی ہے۔ جو انہوں نے ندوہ کے جلسہ میں پڑی۔ اس مہمل و مبہم ترکیب بند کے سنادینے میں یہ حکمت تھی کہ اعتراض کی گنجائش ہوگی کہ مجلس علمائے اہل سنت میں بھی ایسے حضرات لکچراری کرتے ہیں، مگر اہل سنت کا حافظ و ناصر اللہ عزوجل ہے، واللہ الحمد

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور کی سب سے چھوٹی صاحب زادی مرحومہ کی شادی عنقریب ہونے والی تھی کہ بمبئی سے تارا آیا کہ مولوی اشرف علی تھانوی حج کے ارادہ سے آئے ہوئے ہیں، اور مسافر خانہ میں مقیم ہیں۔ حضور نے فوراً تار کا جواب تار پر دیا کہ تحقیقی تار آنے پر، میری آمد کا تار ملنے پر، جہاز کا ٹکٹ خرید لیا جائے، اور تیاری شروع کر دی۔ جب یہ خبر عام ہوئی تو اکثر بندگان خدا جنہیں مقدور تھا اور پہلے سے منتظر تھے، آمادہ ہو گئے۔ حضور کی صاحبزادی صاحبہ مرحومہ نے بھی اپنے جذبہ شوق میں عرض کر ہی دیا کہ حضور نے میرے لیے جو سامان مہیا فرمایا ہے اسے فروخت کر کے مجھے بھی ساتھ لیتے چلیے۔ معلوم ہوا کہ حضور نے وعدہ فرمایا ہے اسے فروخت کر کے مجھے بھی ساتھ لیتے چلیے۔ معلوم ہوا کہ حضور نے وعدہ فرمایا۔ میں اور برادر م قناعت علی بھی عرصہ مدید سے حسب گنجائش پس انداز کر رہے تھے، اور جس کا ایک موقع پر حضور کو علم ہو گیا تھا، اس لیے حضور نے ایک روز ہم دونوں سے دریافت فرمایا۔ ہم لوگوں نے مقدار جدا جدا عرض کی اور وہ اس قدر تھی کہ مجموعی رقم ایک شخص کے لیے کفایت کرتی۔ حضور یہ معلوم کر کے خاموش مکان میں تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں کچھ خطوط لکھ کر فرمایا: انہیں پڑھ کر ڈاک میں ڈال دو اور اندر تشریف لے گئے۔ ان خطوط میں تحریر فرمایا تھا کہ میرا ارادہ حرمین طہیین حاضری کا ہے، میرے ساتھ چند بندگان خدا جانا چاہتے ہیں، اگر آپ کے امکان میں حج بدل کا انتظام ہو سکے تو ذریعہ تار مطلع کیجیے، اور میرے تار کے جواب میں تار پر روپیہ روانہ کیجیے۔ چنانچہ ان خطوط کا جواب فوراً تار پر آیا روپیہ کا انتظام ہے صرف حضور کے تار کا

انتظار ہے یہ تار ملنے پر حضور نے ہم دونوں سے وعدہ فرمایا۔ اس کے دوسرے روز صبح کے وقت مکرمی جناب حکیم علی احمد خاں صاحب نے جو حضور کے بھانجے تھے اور جن کے سپرد تعویذات کا کام تھا، مجھے اور قناعت علی کو اپنی دیوڑھی میں بلا کر اندر سے ایک عرضی لا کر دکھائی، جو انہوں نے حضور کی خدمت میں بائیں مضمون پیش کی تھی کہ حضور! مجھے اپنے ہم رکاب لے چلئے، اور حج بدل کی کوشش فرمادیجیے۔ اس پر حضور نے تحریر فرمایا تھا کہ میں نے دو بندگانِ خدا سے وعدہ کر لیا ہے، پہلے وہ مستحق ہیں۔ اس کے بعد اگر کہیں سے اور آ گیا تو آپ کو بھی ساتھ لے لوں گا۔ حکیم صاحب کا مقصود اس درخواست کے دکھانے سے یہ تھا کہ ہم لوگوں کو شاید معلوم ہو کہ وہ دو شخص کون ہیں، جن سے حضور نے وعدہ فرمایا ہے؟ ہم دونوں نے عرض کیا کہ وہ دونوں شخص ہم دونوں ہیں۔ مختصر یہ کہ اب بمبئی سے تھانوی کی نقل و حرکت پر تار یکے بعد دیگرے آنے لگے۔ اب مسافر خانہ سے سامان بندرگاہ جا رہا ہے، اب وہ مع ہمراہیان روانہ ہو گئے، اب جہاز پر سامان بار ہو رہا ہے، اب وہ مع ہمراہیان جہاز پر سوار ہونے کے لئے جا رہے ہیں، اس کے بعد آخر تار آیا کہ تھانوی اپنے بعض عزیزوں کو روانہ کرنے کے لیے آئے تھے، خود نہیں گئے۔ لہذا حضور نے بھی ارادہ ملتوی فرمادیا۔

یہاں ناظرین کرام پر اتنا ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ حضور نے اس سفر مبارک کو تھانوی کی روانگی پر کیوں منحصر کیا تھا وجہ یہ تھی کہ وہابیہ کی عیاریاں، مکاریاں، کیا دیاں اس دیار پاک میں کوئی نیا فتنہ نہ پیدا کریں کہ اس گندے بروزے کے اثرات ہندوستان کی فضا کو خراب کریں۔

انہیں کا بیان ہے کہ حضرت ننھے میاں (برادر خورد اعلیٰ حضرت) عصر کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حیدرآباد دکن سے ایک رافضی محض آپ سے ملنے کی غرض سے پیچھے آ رہا ہے۔ تالیفِ قلوب کے لیے اس سے بات چیت کر لیجئے۔ کہ اتنے میں وہ بھی آ گیا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ حضور بالکل اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ ننھے میاں نے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، وہ بیٹھ گیا۔ حضور کے مخاطبہ نہ فرمانے سے اس کی بھی جرأت نہ ہوئی کہ تقدیمِ کلام کرتا۔ غرض تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ننھے میاں نے حضور کو سنا تے ہوئے کہا کہ اتنی دوری سے ملاقات کے لیے آیا تھا، اخلاقاً توجہ فرما لینے میں کیا حرج تھا؟ حضور نے جلال کے ساتھ ارشاد فرمایا: میرے اکابر نے مجھے یہی اخلاق بتایا ہے، پھر فرمایا: ”امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد شریف سے تشریف لا رہے ہیں۔ راہ میں ایک مسافر ملتا ہے اور سوال کرتا ہے کہ میں بھوکا ہوں۔ آپ ساتھ چلنے کا اشارہ فرماتے ہیں، وہ پیچھے پیچھے کا شانہ اقدس تک پہنچتا ہے۔ امیر المومنین خادم کو کھانے لانے کے لیے حکم فرماتے ہیں، خادم کھانا لاتا ہے، اور دسترخوان بچھا کر کھانا سامنے رکھتا ہے۔ وہ کھانا کھانے میں کوئی بد مذہبی کے الفاظ زبان سے نکالتا ہے۔ امیر المومنین خادم کو حکم فرماتے ہیں: کھانا اس کے سامنے سے فوراً اٹھالیا جائے اور کان پکڑ کر باہر کر دیا جائے۔ خادم فوراً تعمیل کرتا ہے۔ خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی شریف سے نام لے لے کر منافقین کو نکلوا دیا: اخرج یا فلاں انک منافق اے فلاں نکل جا کہ تو منافق ہے۔

انہیں کا بیان ہے کہ بدایونی مقدمہ کی فتح یابی پر مبارک باد یوں کا سلسلہ ختم ہوا ہی تھا کہ سرکار مارہرہ کے عرس سراپا قدس کا زمانہ آ گیا۔ حضرت سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین دامت فیوضہ اعلیٰ حضرت قبلہ کو عرس شریف میں شرکت کرنے کے لیے مدعو فرماتے ہیں اور یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اہالیان بدایوں میں اکثریت آپ کے موافقین کی ہے۔ انہوں نے یہ طے کیا ہے کہ جس روز اعلیٰ حضرت بدایوں اسٹیشن سے گزریں گے، اس روز شہر کے کسی باغ میں پھول باقی نہ رکھیں گے۔ اس قدر کثرت سے گل ریزی کرنے کا انتظام ہو رہا ہے، اور لوگ نہایت ہی مشتاق ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا: میں خود ہی ارادہ کر رہا تھا کہ بہت عرصہ سے حاضری بھی نہیں ہوئی ہے، ضرور حاضری کا قصد رکھتا ہوں۔ غرض یہ خبر مشتہر ہوتے۔۔۔۔۔ ہمراہ چلنے کے واسطے اپنے یہاں کی تواریخ تقریبات ہٹا دیں۔ عوام و خواص جس کو دیکھئے مارہرہ شریف چلنے کا سامان کر رہا ہے۔ لہذا اس کثرت کو دیکھتے ہوئے حضور نے فرمایا: بہتر ہوگا، اگر اسپیشل کا انتظام کر لیا جائے۔

حضرت سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب نے ادھر تو اعلیٰ حضرت قبلہ کو دعوت شرکت عرس کی دی، اور ادھر نواب حامد علی خان والی ریاست راجپور کو بھی (۱۱) عرس شریف کی شرکت کی دعوت دی اور یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی مدظلہ بھی امسال عرس شریف کے موقع پر تشریف لائیں گے۔ چونکہ نواب رام پور برسوں سے حضور کے علم جفر کا کمال دیکھ کر زیارت کا مشتاق اور کوشاں تھا اس موقع کو غنیمت جان کر دعوت منظور کر لیتا ہے اور اظہار نیاز مندی و خوش اعتقادی کے لیے بہت کچھ ساز و سامان ریاست سے مارہرہ شریف پہنچ جاتا ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے بستی تک سڑک کے دونوں جانب روشنی کے لیے قریب قریب گیس کے ہنڈے لگا دیے گئے، اور ہر ٹرین پر زائرین کو لینے کے لیے ریاست کی موٹر اور ہاتھی، جن پر زری کی جھولیں پڑی تھیں، گشت لگا رہے تھے۔ جب ریاست کی طرف سے ساز و سامان مارہرہ شریف پہنچ گیا، اور والی ریاست نے یہ طے کر دیا کہ جس وقت اعلیٰ حضرت بریلی سے روانہ ہوں گے، میں بھی اسپیشل سے روانہ ہو جاؤں گا۔ اس وقت حضرت سید شاہ مہدی حسن صاحب قبلہ نے مزید رجسٹری کرنے کے لیے ایک خط حضور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بدیں مضمون بھیجا کہ:

میں نے سنا ہے کہ آپ نے مارہرہ آنے کے بارے میں کسی سے کہا ہے کہ میں تو پیشاب پھرنے کو بھی وہاں نہ جاؤں گا۔

جس وقت یہ خط یہاں آیا، حضور نور اباہر تشریف لے آئے، چہرہ سے اثر جلال نمایاں تھا۔ فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ جس لیے میاں نے یہ خط بھیجا ہے۔ لکھتے ہیں کہ میں نے کسی سے کہا ہے کہ میں پیشاب پھرنے کو بھی مارہرہ نہیں جاؤں گا، یہ فقرہ محض اسی لیے دماغ سے اتارا گیا ہے کہ میں اس کے جواب میں یہ لکھ دوں کہ آپ کو یہ کسی نے غلط باور کرایا ہے میں ضرور آؤں گا۔ مجھ سے رجسٹری کرانا مقصود ہے تاکہ نواب کو دکھانے کے لیے ہو جائے۔ میاں سمجھتے ہیں کہ میں اس چہاردیواری کے اندر بیٹھا ہوں، اسے کیا خبر ہوگی؟ میں جانتا ہوں کہ میری روانگی ہوتے ہی نواب کا اسپیشل روانہ ہو جائے گا، جو بالکل تیار کھڑا ہے۔ چونکہ وہ خط

اعلیٰ حضرت نے اتنا ہی پڑھا تھا، اس لیے آگے پڑھنے کو مصطفیٰ میاں سے فرمایا، جس میں لکھا ہوا تھا: 'یہ سن کر میرا دل پاش پاش ہو گیا' فرمایا: جس کا دل پاش پاش ہو جائے، وہ خط لکھنے پر قادر ہو سکتا ہے۔ بس اب نہ جاؤں گا..... اور نہ تشریف لے گئے۔ انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نواب رام پور نینی تال جا رہے تھے، اسپیشل بریلی شریف پہنچا، تو حضرت شاہ مہدی حسن میاں صاحب اپنے نام سے ڈیڑھ ہزار کے نوٹ ریاست کے مدارالمہام کی معرفت بطور نذرانہ اسٹیشن سے حضور کی خدمت میں بھیجے ہیں اور والی ریاست کی جانب سے مستدعی ہوتے ہیں، کہ ملاقات کا موقع دیا جائے۔ حضور کو مدارالمہام صاحب کے آنے کی خبر ہوئی، تو اندر سے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے کھڑے مدارالمہام صاحب سے فرمایا کہ میاں کو میرا سلام عرض کیجیے، اور یہ کہیے گا۔ 'یہ الٹی نذر کیسی؟ مجھے میاں کی خدمت میں نذر پیش کرنا چاہیے نہ کہ میاں مجھے نذر دیں، یہ ڈیڑھ ہزار ہوں یا جتنے ہوں، واپس لے جائیے۔ فقیر کا مکان نہ اس قابل کہ کسی والی ریاست کو بلا سکوں، اور نہ میں والیان ریاست کے آداب سے واقف کہ خود جا سکوں۔'

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی اس صلابت مذہبی کو دین و شرع سے ناواقف لوگ شدت و غلظت و طبیعت یا متقضائے قومیت (یعنی پٹھان ہونے) پر محمول کریں گے۔ لیکن درحقیقت یہ خالص اتباع شریعت ہے، اور علمائے کرام کا معمول تھا۔ چنانچہ رسالہ 'عرصہ طہور' مصنفہ سید شاہ ابوالخیر محمد نور الحسن صاحب رحمانی میں ہے۔

بادشاہ دہلی حاضر خدمت مولانا فخر الدین صاحب چشتی کے ہوا۔ موافق دستور کے آپ نے اس کی تعظیم فرمائی۔ بعد ازاں اعلیٰ ادنیٰ جو آیا، سب کی تعظیم فرماتے رہے۔ بادشاہ جب وہاں سے رخصت ہو کر حضرت مرزا مظہر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے موافق عادت کے کوئی تعظیم نہیں فرمائی، اور جو کوئی آیا، اس کی بھی تعظیم نہیں فرمائی۔ بعد ازاں وہاں سے رخصت ہو کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں آیا، آپ نے اس کی تعظیم فرمائی۔ اس کا وزیر بھی آیا، تو کوئی تعظیم نہ فرمائی۔ بعد ازاں چوہدر شاہی سامنے آیا، اس کی تعظیم فرمائی۔ بادشاہ متعجب ہو کر مستسر ہوا کہ اس اشکال کو حل فرمائیے، اور ہر جگہ کا دیکھا ہوا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: حضرت فخر الدین چشتی مقام توحید و جود میں ہیں، لہذا سب میں جلوۂ یاران کو نظر آتا ہے، اور حضرت مرزا صاحب پر توحید شہود کا غلبہ ہے، لہذا مشاہدہ عظمت الہی کے سبب سے کسی کی تعظیم روا نہیں رکھتے، اور فقیر پابند شرع ہے، تم اولوالامر ہو تمہاری تعظیم لازم ہے، اور یہ وزیر انضی ہے، لہذا قابل تعظیم نہیں، اور چوہدر تمہارا حافظ قرآن ہے، اس واسطے میں نے تعظیم کی۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی سب صفتوں میں ایک بہت بڑی صفت جو عالم باعمل کی شان ہونی چاہئے، یہ تھی کہ آپ کا ظاہر باطن ایک تھا۔ جو کچھ آپ کے دل میں تھا وہی زبان سے ادا فرماتے تھے، اور جو کچھ زبان سے فرماتے، اسی پر آپ کا عمل

تھا۔ کوئی شخص کیسا ہی پیارا ہو یا کیسا ہی معزز، کبھی اس کی رعایت سے کوئی بات خلاف، شرع اور اپنی تحقیق کے، نہ زبان سے نکالتے نہ تحریر فرماتے اور رعایت، مصلحت کا وہاں گزر ہی نہ تھا۔ جس طرح دیگر علمائے مشاہیر کے یہاں اس کا رواج تھا۔ مولوی سلیمان صاحب ندوی 'حیاتِ شبلی' صفحہ ۲۸۱ پر لکھتے ہیں:

یہی زمانہ ہے جب سرسید کے مشورہ سے مولانا نے خلافت پر مسلسل ایک مضمون لکھنا چاہا، جس میں ترکوں کی خلافت کو مذہبی حیثیت سے انکار کیا تھا۔ یہ مضمون علی گڑھ میگزین میں چھپا۔ مگر چوں کہ یہ آورد تھا آمد نہ تھا، اس لیے وہ ناتمام ہی رہا۔ ۱۹۲۰ء میں جب رکن وفد خلافت کی حیثیت سے لندن گیا تھا، تو پروفیسر آرنلڈ اکثر اس مضمون کو یاد دلاتے تھے، میں کہتا تھا کہ مولانا نے لکھا نہیں لکھوایا گیا تھا۔

اس میں قطع نظر اس سے کہ جو شبلی صاحب کا خیال تھا، وہ حق تھا یا جو سرسید کا عقیدہ تھا، درست تھا، اتنا ثابت ہوتا ہے کہ شبلی صاحب ترکی سلطان کو خلیفۃ المسلمین و امیر المؤمنین جانتے تھے۔ مگر سرسید کے کہنے سے ان کی خلافت کے خلاف مضمون لکھا، اور اس کو علی گڑھ میگزین میں چھپوایا۔ اگرچہ درحقیقت اس مسئلہ میں سرسید کا عقیدہ درست تھا کہ سلطان ترکی قریشی نہ ہونے کے سبب خلیفۃ المسلمین نہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت اس سلسلہ کی پوری توضیح و تحقیق اپنے رسالہ مبارکہ دوام العیش فی الائمة من قریش میں فرمائی ہے۔

یوں ہی جس طرح قلب و زبان میں یگانگت و اتفاق کلی تھا، اسی طرح زبان و عمل میں بھی۔ مثلاً اپنے کو وہ محمدی سنی حنفی قادری فرماتے۔ یہی پہلی مہر مبارک میں کندہ بھی تھا۔ تو آپ پورے محمدی سنی تھے، کسی بات میں کسی فعل میں خلاف سنت نہیں کیا، نہ کسی وقت کسی موقع پر مذہب حنفی کے خلاف کوئی عمل کیا، نہ قادری مشرب کے خلاف کوئی بات کی جس طرح دوسرے مشاہیر کیا کرتے ہیں۔ سلیمان صاحب ندوی اسی کتاب کے صفحہ ۲۸۵ پر شبلی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں ”بلکہ بات یہ ہے کہ وہ شدید حنفی تھے (اور میرا بھی یہی خیال ہے اور غیر مقلدین سے مناظرہ کرنا ان کے رد میں کتاب لکھنا اس پر دال ہے)۔ پھر بھیندوی صاحب نے صفحہ ۲۸۷ پر شبلی صاحب کے سفر روم کے واقعہ میں لکھا۔ جہاز پر دو تین روز تک پرندے کے گوشت کھانے سے پرہیز کیا، پھر مسٹر آرنلڈ کے کہنے پر کہ جہاز پر جانوروں کی گردن مروڑی نہیں جاتی، بلکہ ذبح کیا جاتا ہے۔ اس کو دیکھنے کے لیے گئے، اور اس ذبح کو خلاف مذہب حنفی جانتے ہوئے اس کو کھایا، اور یہ خیال ظاہر کیا کہ اگرچہ حنفیوں کے یہاں یہ ذبیحہ حلال نہیں، لیکن اس مسئلہ میں چند دنوں کے لیے شافعی بن گیا تھا۔ (سفر نامہ صفحہ ۱۵)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ منشی شوکت علی صاحب سابق محرر چوگی ساکن محلہ ذخیرہ، حاجی محمد شیر صاحب پبلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں اور حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کے از حد معتقد، کہ اکثر لوگ انہیں حضور ہی کا مرید جانتے ہیں۔ محرم الحرام کی کسی ابتدائی تاریخ میں حضور کی خدمت اقدس میں سیاہ ٹوپی اوڑھے ہوئے حاضر ہوتے ہیں۔ ان پر نظر

پڑتے ہی ارشاد ہوتا ہے۔

منشی جی عشرہ محرم تک تین رنگ کا کپڑا پہننا نہیں چاہئے ایک سبز کہ علم داروں کا لباس ہے، دوسرا سرخ کہ خوارج پہنتے ہیں، جنہوں نے شہادت امام عالی مقام پر خوشی منائی تھی۔ تیسرا سیاہ یہی روافض کا لباس ہے۔ آپ کے سر پر سیاہ ٹوپی ہے۔

یہ سنتے ہی منشی جی نے فوراً ٹوپی اتار لی، اور برہنہ سر بیٹھ گئے۔ ارشاد فرمایا: اب تو آپ نے روافض کا اور تشبہ اختیار کر لیا اور فوراً حکم ہوا کہ اندر مکان سے میری ٹوپی منگالو یہ سن کر حاضرین میں سے ہر ایک اپنی اپنی ٹوپی اس لالچ میں کہ حضور کی ٹوپی ہمیں ملے گی منشی جی کو پیش کرنے لگا۔ مگر کیا وہ اس بات کو سمجھتے تھے؟ انہوں نے کسی کی ٹوپی قبول نہ فرمائی، اور اتنی دیر یوں ہی بیٹھے رہے، جب تک کہ حضور کی کلاہ مبارک حاصل نہ کر لی۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ میں رویت ہلال سے پہلے روئی کی مرزئی پہنے ہوئے تھا۔ اسکے کپڑے میں یہ تینوں رنگ موجود تھے یعنی اس کی زمین سیاہ تھی اور اس پر سرخ گلاب کے پھول اور شاخیں پتیاں سبز تھیں۔ اگرچہ اس کے پہنے رہنے سے کسی کا تشبہ نہ تھا اس لیے کہ ہر ایک جدا جدا تینوں رنگوں میں سے ایک ایک رنگ اختیار کرتا ہے، مگر میں نے احتیاطاً مرزئی کو اتار دیا۔ (ق ۱۸۴، ۱۹۵)

ماہ جمادی الاخرہ ۱۳۰۰ھ میں مفصلہ بریلی، بدایوں، سنبھل، رامپور، وغیرہ نے متفقہ طریقہ سے مسئلہ تفضیل میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کا اعلان کیا اور سمجھوں نے مولانا مولوی محمد حسن صاحب سنبھلی مصنف تنسیق النظام فی مسند الامام وحاشیہ ہدایہ وغیرہ کو امیر جماعت و مناظرہ کیا اور بریلی پہنچے۔ اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت منضج پی رہے تھے اور جلاب کے دن قریب تھے۔ ایک نئے طبیب کے زیر علاج تھے۔ اس کی سازش سے یہ مشورہ ہوا کہ مسہل کے ایک دن قبل دعوت مناظرہ دینی چاہیے۔ اعلیٰ حضرت بوجہ مسہل خود ہی انکار کر دیں گے اور اگر ہمت کی بھی تو طبیب کی حیثیت سے وہ معالج صاحب منع کر دیں گے۔ بات بن جائے گی کہ مناظرہ سے فرار کیا۔ لیکن جسے خداوند عالم سر بلند کرے اسے کون نیچا دکھا سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فوراً چیلنج مناظرہ منظور فرمایا۔ معالج صاحب نے بہت منع کیا کہ کل مسہل کا دن ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: مناظرہ کرتے ہوئے مجھے مرجانا منظور ہے، اور مناظرہ سے انکار کر کے بچنا مقصود نہیں۔ آخر اسی حالت میں تیس سوال لکھ کر سرگروہ جماعت جناب مولانا محمد حسن صاحب سنبھلی کے پاس روانہ کر دیئے۔ مولانا موصوف کی دیانت کہ بجز سوالات دیکھنے کے فرمایا: ان سوالات کا جواب کوئی شخص تفصیلی عقیدہ رکھتے ہوئے نہیں دے سکتا ہے، اور اسی وقت ریل میں سوار ہو کر مکان تشریف لے آئے۔ اس کے بعد شرح عقائد کا حاشیہ مسعی بہ نظم الفوائد تحریر فرمایا۔ جس میں مذہب اہل سنت و جماعت کی حمایت و تائید کی۔ دوسرے معاونین نے یہ حال دیکھ کر من سکت سلم پر عمل کیا اور بالکل خاموشی اختیار کی۔ جس کی قدرے تفصیل رسالہ فتح خیبر میں اسی زمانہ میں مطبوع ہو چکی ہے۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے کئی مرتبہ ان لوگوں کو دعوت مناظرہ دی، مگر ادھر سے صدائے برنجاست۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ (ق ۱۲، ۱۳)

خودداری:

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ایک سال مولانا فضل رسول صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں، میں نے اور میاں صاحب بھائی قبلہ مرحوم نے مولوی حامد رضا خان صاحب اور بریلی کے ایک مرزا جی کو، جن کا نام اس وقت خیال سے اتر اہوا ہے (۱۲)، اور جن کے پاس موئے شریف بھی تھا، اور خوش آواز آدمی تھے، نعت شریف نور کا قصیدہ پڑھنے بٹھا دیا تھا۔ مولانا احمد رضا خان صاحب کا دستور یہ تھا کہ وہ بعد مغرب میرے پاس زمانہ عرس میں آ بیٹھتے تھے۔ مولوی حامد رضا خان صاحب پڑھ رہے تھے، کہ مولانا تشریف لے آئے، مگر یہ دیکھ کر کہ مولوی حامد رضا خان صاحب اور مرزا جی ساتھ مل کر اشعار نعت شریف پڑھ رہے ہیں۔ فوراً ہی اٹھ کر قیام گاہ تشریف لے گئے اور مولوی حامد رضا خان صاحب کو بھی بلوالیا۔ مجھے خیال گزرا کہ کہیں مولوی حامد رضا خان صاحب پر ناراض نہ ہوں۔ میں نے مولانا عبدالقادر صاحب سے یہ خیال ظاہر کر کے انہیں مولانا کے خیمہ میں بھیجا۔ مولوی حامد رضا خان پہنچ چکے تھے اور مولانا عبدالقادر صاحب سے اس بارے میں گفتگو آنے پر مولانا احمد رضا خان صاحب نے فرمایا کہ حضرت! میں علما کے لیے اس طرح ایسے مواقع پر عوام کے ساتھ آوازیں ملا کر نغمہ وترنم سے نعت شریف پڑھنا مناسب نہیں سمجھتا، اور مجھے صاحبزادہ صاحب یعنی فقیر کے بڑے لڑکے سید غلام محی الدین فقیر عالم) سے بھی مثنوی شریف کے ساتھ اس طریقے پر نعت شریف کے اشعار پڑھوانا مناسب معلوم ہوا تھا..... (فقیر عالم سے اشعار نعت مولانا عبدالقادر صاحب نے اس سے پہلے پڑھوائے تھے)۔

جناب سید ایوب علی کا بیان ہے کہ ایک صاحب نے بدایونی پیڑوں کی ہانڈی پیش کی۔ حضور نے فرمایا کہ کیسے تکلیف فرمائی؟ انہوں نے کہا کہ حضور کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ حضور جواب سلام فرما کر کچھ دیر خاموش رہے اور پھر دریافت فرمایا: کوئی کام ہے؟ انہوں نے عرض کیا کچھ نہیں حضور، محض مزاج پرسی لیے آیا تھا۔ ارشاد فرمایا: عنایت و نوازش اور قدرے سکوت کے بعد حضور نے پھر بایں الفاظ مخاطب فرمایا: کچھ فرمائیے گا؟ انہوں نے پھر نفی میں جواب دیا۔ اس کے بعد پھر حضور نے وہ شیرینی مکان میں بھیجوادی۔ اب وہ صاحب تھوڑی دیر کے بعد ایک تعویذ کی درخواست کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ میں نے تو آپ سے تین بار دریافت کیا مگر آپ نے کچھ نہ بتایا، اچھا تشریف رکھئے اور اپنے بھانجے علی احمد خان صاحب مرحوم کے پاس سے تعویذ منگا کر کہ یہ کام انہیں کے متعلق تھا، ان صاحب کو عطا فرمایا اور ساتھ ہی حاجی کفایت اللہ صاحب نے حضور کا اشارہ پاتے ہی مکان سے وہ مٹھائی کی ہانڈی منگوا کر سامنے رکھ دی۔ جسے حضور نے بایں الفاظ واپس فرمایا: اس ہانڈی کو ساتھ لیتے جائیے، میرے یہاں تعویذ بکتا نہیں ہے، انہوں نے بہت کچھ معذرت کی، مگر قبول نہ فرمایا۔ بالآخر وہ بے چارے اپنی شرینی واپس لیتے گئے۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے جہاں گیر خان صاحب قادری رضوی ساکن محلہ چھپی ٹولہ قلعہ سے فرمایا کہ مجھے ایک پپاٹی کے تیل کی ضرورت ہے، کیوں کہ وہ تیل فروخت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ ایک پپاٹیل لے کر حاضر ہوئے۔ حضور

نے قیمت دریافت فرمائی۔ انہوں نے اس وقت جو قیمت تھی اس کا اظہار بایں الفاظ فرمایا: ویسے تو اس کی قیمت یہ ہے مگر حضور کچھ کم کر کے اتنی دے دیں اس پر حضور نے فرمایا: مجھ سے وہی قیمت لیجئے جو سب سے لیتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا نہیں حضور! آپ میرے بزرگ ہیں، عالم ہیں، آپ سے عام بکری کے دام کیسے لے سکتا ہوں؟ حضور نے فرمایا: میں علم نہیں بیچتا ہوں اور وہی عام بکری کے دام خان صاحب کو دیے۔ (ق، ۲۹)

محبت و عزتِ علما:

حضرت مولانا سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بمضمون اشداء علی الکفار وحماء بینہم • جس قدر کفار و مرتدین پر سخت تھے، اسی درجہ علمائے اہل سنت کے لیے ابر کرم سراپا کرم تھے۔ جب کسی سنی عالم سے ملاقات ہوتی، دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے، اور ان کی ایسی عزت و قدر کرتے کہ وہ خود اپنے کو اس کا اہل نہ خیال کرتے۔ خصوصاً مولانا عبدالقادر صاحب اور مولانا احمد رضا خان صاحب میں جو اخلاص و محبت و اتحاد و ووداد کے تعلقات تھے، دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ مختصر یہ کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کو مولانا عبدالقادر صاحب اپنے عزیز ترین بھائی سے کسی طرح کم نہیں سمجھتے تھے۔ اپنا قوت بازو خیال فرماتے اور مولانا احمد رضا خان صاحب بھی ان کو اپنا بزرگ بھائی جانتے، ان کے اعزاز و اکرام میں مافوق الحادۃ کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں فرماتے۔ حتیٰ کہ ان کے سامنے حق نہ پیتے، پان نہ کھاتے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ جس زمانہ میں قصیدہ امال الابرار والام الاشرار اعلیٰ حضرت کو سنایا کرتا تھا۔ جب اس شعر پر پہنچا

اذا حلوا تمصرت الایادی اذراحو فصار المصربید

جب وہ تشریف فرما ہوتے تو ویرانہ شہر بن جاتا ہے اور جب وہ کوچ کرتے ہیں تو شہر ویران ہو جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ یہ تو محض مبالغہ شاعرانہ معلوم ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ واقعہ ہے حضرت تاج الفحول محبت الرسول مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہی شان تھی کہ جب یہاں فروکش ہوتے، عجیب رونق اور چہل پہل ہو جاتی، درود یوار روشن ہوتے، انوار و برکات کی بارش ہوتی اور جب واپس تشریف لے جاتے، باوجودیکہ صرف وہی ایک جاتے، گھر کے سب لوگ، محلہ والے، سب کے سب رہتے، لیکن عجیب اداسی اور ویرانیت چھا جاتی۔

دولہا گیارہ گئے براتی (ق، ۱۹۶، ۱۹۷)

جامع حالات غفرلہ کہتا ہے کہ میرے زمانہ قیام بریلی شریف یعنی ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۹ھ تک علمائے اہل سنت و مشائخ کرام و داعیان دین و ملت و دیگر حضرات اہل سنت و جماعت برابر تشریف لایا کرتے۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا کہ ایک دو مہمان تشریف نہ لاتے ہوں۔ ان سب کی خاطر و مدارات حسب مرتبہ کی جاتی اور علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت اعلیٰ حضرت کے مسرت کی جو حالت ہوتی اجالتاً سے باہر ہے۔ خصوصاً۔

- ☆ حضرت محدث سورتی مولانا شاہ وصی احمد صاحب پہلی بھیتی۔
- ☆ حضرت ابوالوقت شیربیشہ سنت مولانا ہدایت الرسول صاحب لکھنوی
- ☆ حضرت مولانا سراج الدین ابوالزکا شاہ سلامت اللہ صاحب اعظمی رامپوری
- ☆ حضرت مولانا شاہ ظہور الحسین صاحب رام پوری
- ☆ حضرت مولانا عید الاسلام شاہ عبدالسلام جبل پوری
- ☆ حضرت مولانا سید شاہ محمد فاخر صاحب اجملی الہ آبادی
- ☆ حضرت مولانا سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی کچھوچھوی
- ☆ اور ان کے صاحبزادہ حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب
- ☆ جناب مولانا قاضی عبدالوحید صاحب عظیم آبادی
- ☆ محمد عمر الدین صاحب ہزاروی نزیل بمبئی
- ☆ حضرت مولانا سید شاہ دیدار علی صاحب الوری ثم اللہ ہوری
- ☆ جناب مولانا شاہ احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی
- ☆ مولانا شاہ حبیب اللہ صاحب میرٹھی
- ☆ حضرت استاذ مولانا عبید اللہ صاحب الہ آبادی ثم الکانپوری
- ☆ مولانا مشتاق احمد صاحب کان پوری
- ☆ مولانا سید شاہ سلیمان اشرف صاحب بہاری علی گڑھی
- ☆ مولانا رحیم بخش صاحب بہاری آروی

☆ مولانا سید شاہ عبدالغنی صاحب سہرامی وغیرہ وغیرہ علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت کاسماں تو بیان سے باہر ہے۔ ان میں حضرت محدث سورت اکثر و بیشتر تشریف لایا کرتے اور حضرت سیف اللہ المسلمول جناب مولانا شاہ ہدایت الرسول صاحب جب تشریف لاتے تو شہر بھر میں ان کے وعظوں کی دھوم پڑ جاتی اور جگہ جگہ (وعظ) ہونے لگتے اور مہینہ دو مہینہ سے کم قیام کی نوبت نہ آتی وہ زمانہ بھی عجیب چہل پہل کا ہوتا شہر بھر میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ جاتی۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور پہلی بھیت حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی کے یہاں تشریف لے گئے دوران قیام میں، ایک روز کسی صاحب کے یہاں دعوت تھی اور بوجہ نقاہت پاکی میں تشریف لے جانے کا اتفاق ہوا۔ منجملہ اور متوسلین و معتقدین کے خود حضرت محدث صاحب ممدوح پیادہ پا پاکی کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ چونکہ کہاروں کی رفتار تیز تھی، آپ نے سعی فرمائی، یہاں تک کہ دوڑنا شروع کر دیا اور اسی پر بس نہ کیا، بلکہ نعلین شریفین در بغلین

کر لیں۔ شارع عام پر عام بلکہ تمام حضرات حیرت و استعجاب سے پاکی اور مولانا ممدوح کو دیکھ رہے تھے۔ یکا یک کہا روں نے کاندھا بدلنے کے لیے پاکی روکی، چونکہ حضرت محدث صاحب تیز روی سے ہمراہ تھے، لہذا رو میں پاکی کی کھڑکی کا سامنا ہو گیا۔ جس وقت اعلیٰ حضرت حیرت و استعجاب سے پاکی اور مولانا ممدوح کو دیکھ رہے تھے۔ یکا یک کہا روں نے کاندھا بدلنے کے لیے پاکی روکی، چونکہ حضرت محدث صاحب تیز روی سے ہمراہ تھے، لہذا رو میں پاکی کی کھڑکی کا سامنا ہو گیا۔ جس وقت اعلیٰ حضرت کی نظر حضرت محدث صاحب پر پڑی کہ برہنہ پاکی کے ہمراہ ہیں۔ کہا روں کو حکم فرمایا: پاکی یہیں رکھ دو اور فرمایا: مولانا! یہ کیا غضب کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: حضور تشریف تو رکھیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ محدث صاحب نے فرمایا: آپ بہت کمزور ہیں، اور ابھی مکان دور ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اچھا تو آپ یہیں سے واپس تشریف لے جائیے، تب میں پاکی میں بیٹھوں گا۔ ورنہ میں پیدل چلوں گا۔ بالآخر محدث صاحب کو واپس ہونا پڑا، تب پاکی آگے بڑھی۔ چونکہ حضرت محدث صاحب بھی وہاں مدعو تھے، اعلیٰ حضرت کے پہنچ جانے کے بعد اب رئیس صاحب نے دوبارہ پاکی حضرت محدث صاحب کے لیے بھیجی۔

حضرت محدث سورتی کہ اصول فروع کسی ایک مسئلہ میں بھی اعلیٰ حضرت سے خلاف نہیں۔ صاحب ورع و تقویٰ، عالم باعمل، حق گوئی کی یہ شان کہ ہر وقت ہر حال میں حق بات دو ٹوک اور فیصلہ کن کہتے ہیں۔ اصلاً پس و پیش نہ کیا، اس لیے اعلیٰ حضرت جب کبھی ان کو خط تحریر فرماتے، آداب و القاب اس طرح لکھتے: 'الاسد الاسد الارشد، کنز الکرامۃ، جبل الاستقامہ، ان کو اعلیٰ حضرت سے نہ صرف محبت بلکہ عشق تھا۔ اسی لیے شاید ہی کوئی مہینہ ایسا ہوتا کہ پہلی بھیت سے بریلی تشریف لا کر اعلیٰ حضرت سے ملاقات نہ کرتے ہوں۔ ان دونوں علم و عمل، دیں و دیانت، رشد و ہدایت کے شمس و قمر کا منظر بھی قابل دید ہوتا تھا۔ پہلی بھیت سے اکثر محدث سورتی صاحب صبح کی گاڑی سے تشریف لاتے کہ دن بھر قیام کر کے شام کے وقت واپس ہو جائیں گے۔ اس کو اعلیٰ حضرت کی کرامت کہتے یا حضرت محدث صاحب کا جذب محبت، اکثر ایسا ہی اتفاق ہوتا کہ جس وقت حضرت محدث صاحب تشریف لاتے، کسی نہ کسی ضرورت سے اعلیٰ حضرت باہر ہی تشریف رکھتے اور آتے ہی ملاقات ہو جاتی اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضرت باہر نہیں ہوتے تو اطلاع ہونے پر باہر تشریف لے آتے۔ جس وقت ان دونوں کی نظریں دو چار ہوتیں۔ پہلے مصافحہ، پھر معانقہ فرماتے، اس کے بعد ایک دوسرے کی دست بوسی کرتے۔ پھر دونوں حضرات ساہبان میں قالین پر تشریف رکھتے، پھر ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرنے کے بعد علمی باتیں شروع ہوتیں۔ افسوس کہ اس وقت ان کے ضبط کا خیال نہ ہوا، ورنہ خدا جانے کیسے گراں مایہ مضامین اکٹھا ہو جاتے، جس کی قدر علما کرتے، عوام اس سے بے شمار فائدے اٹھاتے۔

ایک مرتبہ کسی ضروری فتویٰ کے لیے تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت کی عادت کراہیدہ تھی کہ تصنیف و تالیف، تحریر مضامین، جواب استفتاء وغیرہ زنانہ مکان میں تحریر فرماتے۔ حضرت محدث سورتی صاحب ہی کی خصوصیت تھی کہ ان کی تشریف آوری کے

وقت زمانہ قیام تک حضرت بھی باہر ہی تشریف رکھتے، اور جو کچھ تحریر فرمانا ہوتا، باہر ہی تحریر فرماتے۔ چنانچہ اس استفتا کا جواب باہر ہی بیٹھے لکھ رہے تھے، کہ حقہ بھرنے کو خادم گیا۔ اس وقت حضرت نے لکھنا چھوڑ دیا۔ عادت کریمہ تھی کہ جب تک لکھتے یا کتاب دیکھتے، چشمہ لگائے رہتے۔ جب لکھنا موقوف فرماتے، عینک کو پیشانی کے اوپر چڑھا لیتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی نگاہ شورٹ سائڈ تھی۔ یعنی دور کی نگاہ اچھی نزدیک کی کمزور تھی۔ جیسا کہ عام طور پر بوڑھے لوگوں کی نگاہ ہوا کرتی ہے، اسی لیے لکھنے پڑھنے کے وقت چشمہ لگایا کرتے، اور فارغ وقتوں میں وہ چشمہ خارج ہو جاتا، اوپر چڑھا لیا کرتے تھے۔ اسی عادت کی وجہ سے ایک مرتبہ بہت دقت ہوئی، چشمہ حضرت نے پیشانی پر چڑھا لیا تھا۔ کچھ دیر تک لوگوں سے باتوں میں مشغول رہے، اس کے بعد کچھ لکھنا چاہا تو ذہن سے یہ بات اتر گئی کہ چشمہ اوپر چڑھا لیا ہے۔ چشمہ کی تلاش شروع کی، مگر چشمہ نہ ملا۔ اتنے ہی میں اتفاقاً منہ پر ہاتھ پھیرا تو چشمہ پیشانی پر سے ڈھلک کر آنکھوں پر آ رہا (۱۳) غرض چشمہ پیشانی پر چڑھا کر حضرت نے فتویٰ اسی وقت تحریر فرما دیا، مگر پہلی بھیت جانے کی اجازت نہ دی۔



تعظیم و اکرام سادات

علمائے کرام نے اپنی مستند تصانیف میں تحریر فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم سے ہے کہ وہ چیز جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت و اضافت ہے، اس کی تعظیم و توقیر کرنا اور ان میں سادات کرام جزء رسول ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ مستحق توقیر و تعظیم ہیں اور اس پر پورا عمل کرنے والا میں نے اعلیٰ حضرت قدس سر العزیز کو پایا۔ اس لیے کہ کسی سید صاحب کو وہ اس کی ذاتی حیثیت و لیاقت سے نہیں دیکھتے، بلکہ اس حیثیت سے ملاحظہ فرماتے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جزء ہیں۔ پھر اس اعتقاد و نظریہ کے بعد جو کچھ ان کی تعظیم و توقیر کی جائے، سب درست و بجا ہے۔ اعلیٰ حضرت اپنے قصیدہ نور میں عرض کرتے ہیں

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرا نا نور کا

جناب سید ایوب علی احب کا بیان ہے۔ ایک کم عمر صاحبزادے خانہ داری کے کاموں میں امداد کے لیے کاشانہ اقدس میں ملازم ہوئے۔ بعد معلوم ہوا کہ سیدزادے ہیں۔ لہذا گھر والوں کو تاکید فرمادی کہ صاحبزادے صاحب سے خبردار کوئی کام نہ لیا جائے کہ مخدوم زادہ ہیں۔ کھانا وغیرہ اور جس شے کی ضرورت ہو حاضر کی جائے، جس تنخواہ کا وعدہ ہے، وہ بطور نذائے پیش ہوتا رہے۔ چنانچہ حسب الارشاد تعمیل ہوتی رہی۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ صاحبزادے خود ہی تشریف لے گئے۔

انہیں کا بیان ہے کہ فقیر اور برادرِ سید قناعت علی کے بیعت ہونے پر بموقع عید الفطر بعد نماز دست بوس ہوئے، حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ چوم لیے، یہ خائف ہوئے اور دیگر مقربان خاص سے تذکرہ کیا، تو معلوم ہوا کہ حضور کا یہ معمول ہے کہ بموقع عیدین دوران مصافحہ سب سے پہلے جو سید صاحب مصافحہ کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت اس کی دست بوسی فرمایا کرتے ہیں۔ غالباً آپ موجود سادات کرام میں سب سے پہلے دست بوس ہوئے ہوں گے۔

توشہ غوث پاک:

انہیں کا بیان ہے کہ ایک صاحب نے کسی مراد کے لیے حضور کے فرمانے پر، حضور پر نور سید غوث پاک حضرت شیخ محی الدین عبدالقار جیلانی رضی اللہ عنہ کا توشہ شریف مانا تھا۔ جس کا نسخہ یہ ہے..... توشہ حضور رائے قضائے حاجات و نیل مرادات

(تیر) بہدف ست ماید کہ این توشہ اگر توفیق رفیق باشد پیش از حصول مقصود ادا نماید۔

میدہ گندم شکر	روغن زردہ (گھی)	مغز بادام پستہ	
۵ مار (ماشہ)	۵ مار	۵ مار	۵ مار
کشمش ناریل	قرنفل	الاجچی سفید	دارچینی
۵ مار	۶ چھٹانک	۶ چھٹانک	چھٹانک؟؟

ایں ہر سہ پنج چھٹانک ہر ہمہ را یکجا کردہ حلوا پیژد، و بہ صلحا بخوراند اصل نسخہ ہمیں قدرست و در کم و بیش نمودن ایں توشہ مختار

ست بقدر میسر بعمل آرو۔ (الفوز بالامال فی الاوافق والاعمال)

مذکورہ بالا نسخہ کی نسبت حضور نے یہ بھی فرمایا کہ اس میں قرنفل اور دارچینی ہے، فی زمانہ لوگ کھانے میں تکلیف (محسوس) کرتے ہیں۔ لہذا ان کے بدلے چرونجی کیوڑا وغیرہ شامل کر دیں۔ مصارف میں تخفیف کی نیت نہ ہو۔ ہاں خوش ذائقہ کرنے کے لیے اضافہ ہو جائے، تو حرج نہیں۔

راقم الحروف اور اس کے احباب کے یہاں نسخہ مندرجہ ذیل مروج ہے۔

سوجی	روغن زرد	ناریل	کشمش پستہ
۵ مار، ۱۰ ارمار	۵ مار	۱ ارمار	۱ ارمار، ۱ ارمار
مغز بادام	الاجچی سفید	چرونجی	زعفران، ۱ ارمار
۱ ارمار	۶ چھٹانک	۲ ارمار	۲ ماشہ نصف بوتل

خیر آدم بر سر مطلب کہ جب ان کی مراد حاصل ہوئی تو وہ توشہ تیار کر کے آستانہ عالیہ ہی پر حضور سے فاتحہ دلانے کے لیے آئے۔ لہذا ایک کمرہ میں فرش بچھایا گیا۔ حضور نے فرمایا: سب حضرات وضو فرمائیں اور خود بھی تجدید وضو فرمایا۔ حلوہ کا دیگچہ سامنے رکھا گیا۔ حضور بغداد مقدس کی جانب کہ سمت قبلہ سے ۱۸ درجہ شمال کو ہے، رخ کر کے کھڑے ہوئے، اور حاضرین سے فرمایا: سب صاحب بسم اللہ شریف کے بعد سات بار درود غوثیہ اللہم صل علی سیدنا محمد معدن الجود والکرم والہ وبارک وسلم، ایک بار الحمد شریف، ایک بار آیۃ الکرسی شریف، اور سات بار قل هو اللہ شریف، پھر تین بار درود غوثیہ شریف پڑھ کر سرکار بغداد کی نذر کریں۔ الغرض بعد فاتحہ جنہوں نے توشہ کیا تھا، دسترخوان بچھایا، اس پر کچھ اشعار جا بجا لکھے تھے، جسے حضور نے اٹھوا دیا اور سادہ دسترخوان منگوا کر بچھوایا، اور فرمایا: تحریر پر کوئی شے نہ رکھنا چاہئے۔ دسترخوان پر ظروف طعام کے علاوہ کھانا اتارنے والے بے تکلف چلتے پھرتے ہیں۔ انہیں مطلق احساس نہیں ہوتا کہ ہمارا قدم کہاں پڑتا ہے؟ اس کے بعد ہر ایک کے سامنے تشریوں میں حلوہ رکھا گیا اور سب نے بسم اللہ شریف پڑھ کر کھانا شروع کیا۔ جب سب لوگ کھا چکے فرمایا: ابھی ہاتھ نہ دھوئے جائیں، بلکہ صف بستہ رو بہ عراق ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیے۔

حاضرین صفیں درست کرنے لگے، فرمایا: جس قدر سادات ہیں، وہ مت اول میں سب سے آگے رہیں گے۔ یہاں تک خود بھی پیچھے کھڑے ہوئے۔ بعد فرمایا: سہیلی میں سب لوگ با احتیاط ہاتھ دھوئیں، اور مستعمل پانی محفوظ جگہ پر ڈلوادیا جائے اور کلی کرنے کی جگہ تھوڑا تھوڑا پانی سب لوگ پی لیں۔ اس کے بعد دعا کی گئی۔

انہیں کا بیان ہے کہ حضور کے یہاں مجلس میلاد مبارک میں سادات کرام کو بہ نسبت اور لوگوں کے دو گنا حصہ بروقت تقسیم شیرینی ملا کرتا تھا اور اسی کا اتباع اہل خاندان بھی کرتے ہیں۔

ایک سال بموقع بارہویں شریف ماہ ربیع الاول ہجوم میں سید محمود خاں صاحب علیہ الرحمۃ کو خلاف معمول اکہرا حصہ یعنی دو تشریاں شیرینی کی بلا قصد پہنچ گئیں۔ موصوف خاموشی کے ساتھ حصہ لے کر سیدھے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور کے یہاں سے آج مجھے عام حصہ ملا۔ فرمایا: سید صاحب تشریف رکھئے اور تقسیم کرنے والے کی فوراً طلبی ہوئی، اور سخت اظہار ناراضی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ابھی ایک سینی (خوان) میں جس قدر آسکین بھر کر لاؤ۔ چنانچہ فوراً تعمیل ہوئی، سید صاحب نے عرض بھی کیا کہ حضور میرا یہ مقصد نہ تھا۔ ہاں! قلب کو ضرور تکلیف ہوئی، جسے برداشت نہ کر سکا۔ فرمایا: سید صاحب ایہ شیرینی تو آپ کو قبول کرنا ہوگی، ورنہ مجھے سخت تکلیف رہے گی اور قاسم شیرینی (تقسیم کرنے والے) سے کہا کہ ایک آدمی کو سید صاحب کے ساتھ کر دو، جو اس خوان کو مکان پر پہنچا آئے۔ انہوں نے فوراً تعمیل کی۔

انہیں کا بیان ہے کہ بعد نماز جمعہ حضور پھاٹک میں تشریف فرما ہیں، اور حاضرین کا مجمع ہے کہ شیخ امام علی صاحب قادری رضوی مالک ہوٹل آئس کریم بمبئی کے برادر خوردمولوی نور محمد صاحب کی آواز جو بسلسلہ تعلیم مقیم آستانہ تھے، باہر سے قناعت علی قناعت علی پکارنے کی گوش گزار ہوئی۔ انہیں فوراً طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا: سید صاحب کو اس طرح پکارتے ہو؟ کبھی آپ نے مجھے بھی نام لیتے ہوئے سنا؟ مولوی نور محمد صاحب نے ندامت سے نظر نیچی کر لی۔ فرمایا: تشریف لے جائیے اور آئندہ سے اس کا لحاظ رکھیے۔

اسی تذکرہ میں فرمایا کہ شریف مکہ کے زمانہ میں حاجیوں سے ٹیکس بڑی سختی سے وصول کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے کارکن مستورات کی جامہ تلاشی کرتے تھے۔ ایک عالم صاحب مع مستورات وہاں پہنچتے ہیں، ان کی مستورات کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا گیا۔ عالم صاحب کو یہ بات بہت شاق گزری اور انہوں نے رات بھر شریف صاحب کو برا بھلا کہا اور بدعا نہیں دیں۔ صبح ہوتے آنکھ لگ گئی۔ خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ مولوی صاحب کیا میری اولاد ہی آپ کے بددعا کرنے کو رہ گئی تھی؟ پھر فرمایا: سید کو اگر قاضی حد لگائے تو یہ نہ خیال کرے کہ میں سزا دے رہا ہوں، بلکہ یہ تصور کرے کہ شاہزادے کے پیروں میں کچھ بھرتی ہے، اسے دھور ہا ہوں۔

مکتوب مولانا سید شاہ عبدالمنان منعمی:

محی مخلصی حامی دین متین مولانا مولوی سید شاہ ابوسلمان محمد عبدالمنان صاحب قادری چشتی فرودوسی ابوالعلائی منعمی مفتی

صدر مدرس مدرسہ عربیہ محمدیہ عظیم آباد سے میں نے درخواست کی کہ آپ کو بھی اگر کوئی واقعہ اعلیٰ حضرت کے متعلق معلوم ہو تو تحریر کر کے مجھے عنایت کریں۔ اگرچہ میں نے اخبار ہمدرد دہلی و دبہہ سنکدری رامپوری میں اس کے متعلق ابھی اعلان بھی کر دیا ہے۔ لیکن خاص حضرت کو خصوصیت کے ساتھ بذریعہ خط یا ملاقات ہو جانے پر زبان بھی فرمائش کر دیتا ہوں۔ چنانچہ مولانا موصوف نے یہ خط مجھے تحریر فرمایا: جو بہت جامع ہے لیکن اصل واقعہ کے اعتبار سے تعظیم سادات سے اس کا تعلق ہے۔ اس لیے اس جگہ درج کرنا انسب معلوم ہوتا ہے۔

۷۸۶

محی محترمی..... السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مجھے اخبار ہمدرد میں یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ جناب نے ایک بڑی خدمت اور اہم کام جو مسلمانان عالم کے لیے مفید کارآمد ہوگا، اپنے سر لیا۔ یعنی اعلیٰ حضرت حامی سنت ماحی بدعت مجدد ملتہ حاضرہ حضرت مولانا قاری حافظ شاہ احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ عنہ کے سوانح حیات جمع کر کے منظر عام پر لائیں اور ان کی پاکیزہ زندگی کو سنی مسلمانوں کے لیے خصوصاً اور دیگر مسلمانوں کے لیے عموماً مشعل ہدایت بنائیں۔ پھر اخبار مذکور کا یہ اعلان کہ جن حضرات کو حالات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ معلوم ہوں، وہ بذریعہ ڈاک ارسال فرمائیں۔ جناب کی کاوشوں اور انہماک کا اس سے اندازہ ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ طریقت جو جناب والانے اختیار فرمایا ہے، تدوین حالات کے لیے از بس مفید ثابت ہوگا۔ اعلیٰ حضرت کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ تو آفتاب شریعت ماہتاب طریقت ہے۔ دنیا کا کون سا خطہ اور مقام ہے جو آپ کی علمی ضوفشانی سے محروم رہا ہو۔ دوست تو دوست دشمن کو بھی آپ کے تبحر علمی اور فضل و بزرگی کا قائل پایا۔ سچ ہے۔

الفضل ماشہدت بہ الاعداء

علمائے عصر و فضلاء دہر خواہ کسی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں، آپ کی تحقیقات و تدقیقات کے سامنے سر تسلیم خم ہی کرتے تھے۔ ہندوستان تو ہندوستان، علمائے مکہ و مدینہ زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیماً و روم شام و مصر و یمن سب ہی کو آپ کے علم و فضل کا مداح پایا۔

مجھ فقیر کو بھی ۱۳۳۹ھ کے موسم بہار میں زیارت کا موقع ملا۔ یوں تو عرصہ دراز سے آپ کے رسائل مفیدہ، تحریرات ایقہ دیکھا کرتا تھا اور جزئیات فقہیہ پر اعلیٰ حضرت کو جو ید طولیٰ حاصل تھا، اس کا قائل بھی تھا، اور درحقیقت یہی رسائل و تحریرات نے زیارت کا ولولہ بھی اس فقیر کے دل میں پیدا کر دیا تھا۔ بالآخر جب یہ فقیر درس نظامیہ کی تکمیل کر رہا تھا، اور تعلیم کا آخری سال گزار رہا تھا، تو برسوں کی تمنائے دلی برآئی، بریلی شریف جانے کا اتفاق ہوا۔ طالب علمانہ شان سے اعلیٰ حضرت کے مدرسہ میں پہنچا۔ حضرات اساتذہ سے ملاقاتیں کیں، اور دلی تمنائوں کے اظہار کا موقع ہاتھ آیا۔ اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو کہوں گا کہ جناب مولانا مولوی قاضی رحمہ اللہ صاحب مدرس مدرسہ نے مجھے اعلیٰ حضرت کی خدمت فیض و رجت میں پہنچایا، اور مری پوری

رہبری کی۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ تحریک خلافت و ترک موالات اپنے پورے شباب پر تھی، اور جماعت کثیرہ ان تحریکوں میں شامل تھی۔ بناء علیہ یہ فقیر بھی شدت کے ساتھ ان تحریکات کا حامی تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت کی تحریروں نے جو وقتاً فوقتاً مجھے مل جایا کرتی تھیں، اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب اور ابوالکلام (آزاد) کی باہمی گفتگو نے مجھے ان تحریکات سے برگشتہ کر دیا تھا، اور ایک قسم کی دل میں خلش پیدا ہو گئی تھی، جس نے بریلی شریف پہنچانے میں معاونت کی کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو، اور مسائل حاضرہ بھی سمجھ لوں۔ چنانچہ جیسا سنا کرتا تھا، اور تحریروں سے معلوم کرتا تھا کہ علمی تبحر میں آپ کا کوئی ثانی نہیں، اور اخلاق نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زندہ مثال ہیں۔ آپ کی زیارت نے تمام وکمال فقیر پر یہ ثابت کر دیا کہ جو کچھ بھی آپ کی تعریفیں ہوتی ہیں، وہ کم ہیں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ یہ فقیر سادات سے ہے، تو آپ نے بڑی عزت بخشی، اور جملہ شکوک کو چند منٹوں میں اس طرح رفع فرمادیا گویا کہ شکوک کبھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ پھر اخلاق کا یہ عالم کہ دو دن مجھے آپ کے اخلاق کریمانہ نے روک رکھا، اور ان دونوں میں اس فقیر نے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل کئے۔ پھر رخصت ہوتے وقت خاص کرم فرمایا کہ کچھ نقد روپے جو الہ آبادی کی آمدورفت میں صرف ہو سکتے ہیں۔ بلکہ کچھ زائد ہی تھے، مرحمت فرمائے۔ فقیر نے پہلے تو انکار کیا، لیکن اعلیٰ حضرت نے یہ فرمایا کہ یہ تو آپ کے گھر کے عنایت کردہ ہیں، اسے لے لیجیے، تو فقیر نے وہ رقم لے لی، اور واپسی کے بعد ان تحریکات سے کلیۃً علیحدگی اختیار کر لی۔

پھر بعد وصال اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ، چند مرتبہ عرس اعلیٰ حضرت میں جانے کا اتفاق ہوا۔ بعد وصال بھی اعلیٰ حضرت کی روحانیات نے اپنے فیوض و برکات سے محروم نہ رکھا۔ واللہ الحمد والصلوة والسلام علی رسولہ الکریم و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

فقیر الی المولیٰ تعالیٰ سید شاہ ابوسلمان محمد عبدالمنان قادری چشتی فردوسی منعمی ابوالعلائی غفرلہ الباری مفتی و صدر مدرس عربیہ محمدیہ عظیم آباد پٹنہ سیٹی ۷ دسمبر ۱۹۴۷ء یوم یکشنبہ۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ جس زمانہ میں اعلیٰ حضرت کے دولت کدہ کی مغربی سمت، جس میں کتب خانہ نیا تعمیر ہو رہا تھا۔ عورتیں اعلیٰ حضرت کے قدیمی آبائی مکان میں جس میں حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب برادر اوسط اعلیٰ حضرت مع متعلقین تشریف رکھتے تھے، قیام فرماتھیں، اور اعلیٰ حضرت کا مکان مردانہ کر دیا گیا تھا کہ ہر وقت راج مزدوروں کا اجتماع رہتا۔ اسی طرح کئی مہینہ تک وہ مکان مردانہ رہا۔ جن صاحب کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں باریابی کی ضرورت پڑتی، بے کھٹکے پہنچ جایا کرتے۔ جب وہ کتب خانہ مکمل ہو گیا، مستورات حسب دستور سابق اس مکان میں چلی آئیں۔ اتفاق وقت کہ ایک سید صاحب جو کچھ دن پہلے تشریف لائے تھے اور اس مکان کو مردانہ پایا تھا پھر تشریف لائے اور

اس خیال سے کہ مکان مردانہ ہے، بے تکلف اندر چلے گئے۔ جب نصف آنگن میں پہنچے تو مستورات کی نظر پڑی، جو زنانہ مکان میں خانہ داری کے کاموں میں مشغول تھیں۔ انہوں نے جب سید صاحب کو دیکھا تو گھبرا کر ادھر ادھر پردہ میں ہو گئیں۔ ان کے جانے کی آہٹ سے جناب سید صاحب کو علم ہوا کہ یہ مکان زنانہ ہو گیا ہے۔ مجھ سے سخت غلطی ہوئی جو میں چلا آیا اور ندامت کے مارے سر جھکائے واپس ہونے لگے۔ کہ اعلیٰ حضرت دکن طرف کے سائبان سے فوراً تشریف لائے، اور جناب سید صاحب کو لے کر اس جگہ پہنچے، جہاں حضرت تشریف رکھا کرتے، اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے، اور سید صاحب کو بٹھا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے، جس میں سید صاحب کی پریشانی اور ندامت دور ہو۔ پہلے تو سید صاحب خفت کے مارے خاموش رہے، پھر معذرت کی، اور اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ مجھے زنانہ مکان ہونے کا کوئی علم نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ حضرت! یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں، آپ آقا زادے ہیں، معذرت کی کیا حاجت ہے؟ میں خود سمجھتا ہوں، حضرت اطمینان سے تشریف رکھیں۔ غرض بہت دیر تک سید صاحب کو وہیں بٹھا کر ان سے بات چیت کی، پان منگوا یا، ان کو کھلایا۔ جب دیکھا کہ سید صاحب کے چہرہ پر آثار ندامت کے نہیں ہیں اور سید صاحب نے اجازت چاہی ساتھ ساتھ تشریف لائے اور باہر کے پھانک تک پہنچا کر ان کو رخصت فرمایا۔ وہ دست بوس ہو کر رخصت ہوئے۔ عجیب اتفاق کہ وہ وقت مدرسہ کا تھا اور رحم اللہ خاں خادم بھی بازار گئے ہوئے تھے۔ کوئی شخص باہر کمرہ پر نہ تھا، جو سید صاحب کو مکان کے زنانہ ہو جانے کی خبر دیتا۔ جناب سید صاحب نے اس واقعہ کو خود مجھ سے بیان فرمایا، اور مذاق سے کہا ہم نے تو سمجھا کہ آج خوب پٹے، مگر ہمارے ہٹھان نے وہ عزت و قدر کی کہ دل خوش ہو گیا۔ واقعی حب رسول ہو تو ایسا ہو۔

دوسرا واقعہ بھی اس سے کم نہیں۔ ایک سید صاحب بہت غریب مفلوک الحال تھے۔ عسرت سے بسر ہوتی تھی اس لیے سوال کیا کرتے تھے۔ مگر سوال کی شان عجیب تھی، جہاں پہنچتے، فرماتے: دلواؤ سید کو۔ ایک دن اتفاق وقت کہ پھانک میں کوئی نہ تھا، سید صاحب تشریف لائے، اور سیدھے زنانہ دروازہ پر پہنچ کر صدا لگائی: دلواؤ سید کو۔ اعلیٰ حضرت کے پاس اسی دن ذاتی اخراجات علمی یعنی کتاب، کاغذ وغیرہ داد و دہش کے لیے دو سو روپے آئے تھے، جس میں نوٹ بھی تھے، اٹھنی، چونی، پیسے بھی تھے۔ کہ جس چیز کی ضرورت ہو، صرف فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت نے آفس بکس کے اس حصہ کو جس میں یہ سب روپے تھے، سید صاحب کی آواز سنتے ہی ان کے سامنے لا کر حاضر کر دیا، اور ان کے روبرو لیے ہوئے کھڑے رہے۔ جناب سید صاحب دیر تک ان سب کو دیکھتے رہے، اس کے بعد ایک چونی لے لی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: حضور! یہ سب حاضر ہیں۔ سید صاحب نے فرمایا: مجھے اتنا ہی کافی ہے۔

الغرض! جناب سید صاحب ایک چونی لے کر سیڑھی پر سے اتر آئے۔ اعلیٰ حضرت بھی ساتھ ساتھ تشریف لائے، پھانک پر ان کو رخصت کر کے خادم سے فرمایا: دیکھو! سید صاحب کو آئندہ سے آواز دینے، صدا لگانے کی ضرورت نہ پڑھے۔ جس وقت سید صاحب پر نظر پڑے۔ فوراً حاضر کر کے سید صاحب کو رخصت کر دیا کرو۔

سبحن اللہ وب حمدہ! تعظیم سادات ہو تو ایسی ہو۔

کیوں اپنی گلی میں وہ روا دار صدا ہو
جو نذر لیے راہ گدا دیکھ رہا ہو

مولانا مولوی مفتی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں نے حضرت سیدنا سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف کی روایت سے تحریر فرمایا کہ جب میں بریلی آتا، تو اعلیٰ حضرت خود کھانا لاتے اور ہاتھ دھلاتے۔ حسب دستور ہاتھ ہلاتے وقت فرمایا: حضرت شاہزادہ صاحب! یہ انگٹھی اور چھلے مجھے دے دیجئے۔ میں نے فوراً اتار کر دے دیئے اور وہاں سے بمبئی چلا گیا۔ بمبئی سے واپس مارہرہ آیا، تو میری بیٹی فاطمہ نے کہا کہ ابا! بریلی مولانا صاحب کے یہاں سے پارسل آیا تھا، جس میں چھلے اور انگٹھی تھے۔ یہ دونوں طلائی تھے۔ والا نامہ میں تحریر تھا۔ شاہزادی صاحبہ یہ دونوں طلائی اشیاء آپ کی ہیں۔ یہ تھا اعلیٰ حضرت کا سادات اور پیرزادوں کا احترام جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ (ق ۲۰۱: ۲۰۹)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ موسم بارش میں شب کے وقت جناب سید محمد جان صاحب قادری برکاتی نوری رحمۃ اللہ علیہ ساکن محلہ گڑھی حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں، حضور! جو میں مانگوں عطا فرمادیں۔ ارشاد فرمایا: سید صاحب! اگر میرے امکان میں ہو ضرور حاضر کروں گا۔ سید صاحب نے عرض کیا کہ حضور کے مکان میں ہے۔ فرمایا: تو مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ فرمایا: کیا درکار ہے؟ سید صاحب نے عرض کیا: صرف ۲۲ گز کپڑا کفن کے لیے چاہتا ہوں۔ چنانچہ صبح بازار کھلتے ہی ۲۲ گز نین کلاتھ منگوا کر سید صاحب کے نذر کر دیا۔

جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک روز بعد مغرب میں اور برادر م قناعت علی سخت پریشان اور دونوں کے دلوں میں یہ خیال کہ کاش! اس وقت اعلیٰ حضرت رضوی منزل کے سامنے مل جاتے تو ہمارے زخمی دلوں پر مہم لگ جاتا۔ یہ خیال آیا ہی تھا کہ ان آنکھوں نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضوی منزل کے سامنے سے اسٹیشن پیادہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ بردرم قناعت علی عالم از خود رنگی میں بے تابانہ حضور کی طرف دوڑے، مگر چند قدم چلے تھے کہ پیر ڈگمگائے، اور چت لب سڑک گر کر مدہوش سے ہو گئے۔ میں نے بجلت بیٹھک بند کی اور قناعت علی کو ساتھ لیے ہوئے آگے بڑھ کر حضور کی دست بوسی کی، اور خاموش کے ساتھ پیچھے پیچھے ہو لیے۔ دل میں سوچتے جاتے تھے کہ حضور اس نقاہت اور کمزوری کی حالت میں اتنی دور پیادہ بغیر سواری کے کیسے آگئے؟ اور یہ بھی حیرت کی بات ہے کہ حضور کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب جو سایہ کی طرح ساتھ ساتھ رہتے تھے، ہمراہ نہیں ہیں۔ صرف مولانا امجد علی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو دیکھا کہ وہ لائین ہاتھ میں لیے ہوئے آگے تھے۔ اس وقت ہم لوگ کچھ ایسے مبہوت ہو رہے تھے کہ کلام کرنا تو درکنار اتنی جرأت نہ ہو سکی کہ مولانا کے ہاتھ سے لائین اپنے ہاتھ میں لے لیتے۔ غرض یوں ہی خاموشی کے ساتھ چوپلہ تک پہنچ گئے، دیکھا کہ وہ گاڑی جو ریاست رام پور کو اس وقت چھوٹی تھی، جارہی ہے۔ ادھر سواریاں بھی یکے تا نگا وغیرہ میں برابر شہر کی طرف آرہی تھیں۔ اس وقت مولانا امجد صاحب نے حضور

سے عرض کیا: معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میاں (حضرت مہدی میاں صاحب سجادہ نشین مارہ ہرہ شریف) تشریف نہیں لائے، گاڑی تو رام پور والی چھوٹ گئی، جو سواریاں آنے والی تھیں وہ بھی شہر کی طرف آ چکیں، اگر تشریف لاتے تو اب تک ملاقات ہو جاتی۔ غرض وہاں سے واپس ہوئے اور محلہ قرولان میں آ کر اس راستہ سے جو سنگھوں کی گھیر والی مسجد کے سامنے سے بہاری پور کی بزرگہ میں پہنچتا ہے، اسی راستہ سے مکان تشریف لائے۔ اس وقت مولانا امجد علی صاحب سے پتا چلا کہ حضرت مہدی میاں صاحب نے حضور کو اطلاع دی تھی کہ میں مارہ ہرہ شریف سے آ رہا ہوں، اور رام پور جا رہا ہوں کسی کو اسٹیشن بریلی جنکشن بھیج دیا جائے۔ چنانچہ حضور نے شاہزادگان میں سے کسی سے فرما دیا تھا کہ اسٹیشن چلے جانا۔ انہیں خیال نہ رہا یہاں تک کہ مغرب کی نماز کے بعد حضور اندر تشریف لے گئے، اور ویسی ہی پھاٹک میں آ کر دریافت فرمایا کہ کوئی اسٹیشن گیا معلوم ہوا کہ نہیں، اس لیے خود تنہا اندھیرے میں پا پیادہ حضور چل دیئے۔ میں یہ کیفیت دیکھ کر پھاٹک سے لائین لے کر دوڑا، اور کچھ دور چل کر حضور کے ساتھ ساتھ ہولیا اس کے بعد ہم لوگوں نے اپنا قصہ مولانا سے عرض کیا اور اپنا خیال ظاہر کیا کہ حضور چونکہ اپنے آپ کو چھپائے رکھتے ہیں۔ لہذا بظاہر حضرت مہدی میاں صاحب کے لیے تشریف لے گئے تھے، مگر باطن ہم لیواؤں کے قلوب کو اپنے دیدار سے تسلی و تسفی کرنا تھی، اس لیے آپ کی بھی زبان بند رکھی جاتی ہے کہ آپ بہاری پور کی بزرگہ میں یہ نہیں کہتے کہ رضوی منزل کی طرف سے مسافت زائد ہو گئی۔ (از جلد چہارم)



تعظیم حجاج وزائرین مدینہ

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جب کوئی صاحب حج بیت اللہ شریف کر کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے، پہلا سوال یہی ہوتا کہ سرکار میں حاضری دی؟ اگر اثبات میں جواب ملا، فوراً ان کے قدم چوم لیتے اور اگر نفی میں جواب ملا، پھر مطلق مخاطب نہ فرماتے۔ نہ التفات فرماتے۔ ایک بار ایک حاجی صاحب حاضر ہوئے، چنانچہ حسب عادت کریمہ یہی تفسار ہوا کہ سرکار میں حاضری ہوئی؟ وہ آبدیدہ ہو کر عرض کرتے ہیں۔ ہاں حضور! مگر صرف دو روز قیام رہا۔ حضور نے قدم بوسی فرمائی اور ارشاد فرمایا: وہاں کی وت سانسیں بھی بہت ہیں، آپ نے تو بجز اللہ و دن قیام فرمایا۔

انہیں کا بیان ہے کہ دوران قیام مدینہ منورہ وسط شوال ۱۳۶۵ھ میں فقیر سے چند ہندی حجاج قیام گاہ پر ملاقات کے لیے تشریف لاتے ہیں، جن میں مستری غلام نبی صاحب قادری رضوی بریلوی ساکن محلہ نیاریان بھی آتے ہیں۔ میں نے اعلیٰ حضرت کے تذکرہ کے درمیان جناب صدر الشریعہ مولانا مولوی حاجی مفتی حکیم ابوالعلا محمد امجد علی صاحب رضوی مدظلہ کی مراجعت حرمین طیبین کا واقعہ بیان کیا کہ حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ تاریخ آمد پر بنفس نفیس ریلوے اسٹیشن پر تشریف لے گئے تھے۔ مختصر یہ کہ یہ جلوس بڑی شان و شوکت کے ساتھ نعت خوانی کرتا ہوا آستانہ آیا، اور یہاں مداح الحیب مولوی جمیل الرحمن خاں صاحب نے ابھی نعت شریف شروع نہیں کی کی تھی کہ حضور نے

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگی کی ہے

کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے

پڑھنے کی فرمائش کی۔ جس کو سنکر تمام مجمع عجیب پر کیف حالت میں تھا۔ اس کے اختتام پر حضرت مدرس صاحب ممدوح نے کچھ رقم نکال کر جناب حاجی شاہد علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خواہر زادہ اعلیٰ حضرت) کو بغرض شیرینی دی اور مداح الحیب رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر میلاد پڑھنے کو فرمایا: مجمع کافی ہو گیا تھا۔ چنانچہ شیرینی آنے پر قیام ہوا۔ دیرزاندہ ہو گئی تھی، عوام فاتحہ ہونے سے پہلے ہی جانے پر آمادہ تھے۔ لہذا حضور نے فرمایا: نیت پر مدار ہے، یوہیں تقسیم شروع کر دو۔ (ق ۲۰۹، ۲۱۰)



مزاح و ظرافت

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب مارہ ہری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جدی سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ العزیز کے عرس میں مولانا احمد رضا خان صاحب تشریف لائے، اس سفر میں ان کے بہنوئی بھی ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے میرے خادم غلام نبی سے اس کی ذات پوچھی۔ اس نے جواب دیا ہم پٹھان ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا تو تم ہمارے بھائی ہو۔ انہوں نے غلام نبی سے دریافت کیا، تم کون سے پٹھان ہو؟ چونکہ وہ بوجہ لڑکپن و ناواقفی جواب نہ دے سکتا تھا، اور بار بار کے سوال سے چڑھ گیا۔ اس نے کہاں میں کون پٹھان؟ چمر پٹھان ہوں۔ اس پر مولانا نے ازراہ مزاح اپنے بہنوئی سے فرمایا کہ یہ آپ کے بھائی ہیں، اور اپنے کو چمر پٹھان بتاتے ہیں تو یہ آپ کی ال آج معلوم ہوئی کہ آپ چمر پٹھان ہیں۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور مسجد سے تشریف لارہے تھے۔ دیکھا کہ ایک بازی گر کے پاس لوگوں کا مجمع ہے، اور پانی کا بھرا ہوا کٹورا ایک ڈورے کا سرا ڈال کر اسے اٹھا رہا ہے۔ حضور نے اپنے پائے مبارک سے اپنا جوتا اتار کر اس کے سامنے ڈال دیا اور فرمایا کہ تو اسے تو لوٹ دے۔ بھلا وہ کیائس سے مس کرتا۔ آخر پہن کر کا شانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔

انہیں کا بیان ہے کہ جیلانی میاں سلمہ کی تقریب ختنہ بہت دھوم دھام سے منائی گئی تھی۔ اعزہ واقربا اور شہر کے رؤسا و عام و خاص سب شریک تقریب تھے۔ جس مکان میں ختنہ ہوے والا تھا، سب کو وہاں چلنے کے لیے کہا گیا۔ اب لوگ روانہ ہوئے تو کسی نے حضور سے بھی تشریف لے چلنے کے لیے عرض کیا۔ ارشاد فرمایا: میں تو اس موقع پر کبھی جاتا نہیں ہوں، اپنی دفع میں مجبوری تھی۔ (ق ۳۹، ۴۰)



ادبی لطیفے

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے جہاں دوسرے علمی کارنامے حد احصا سے فزوں ہیں، ادبی لطیفے بھی اپنی شان میں خاص جدت رکھتے ہیں۔ اگر سب قلم بند ہو جاتے، تو شائقین ادب کے لیے وہ مجموعہ ایک نایاب تحفہ ہوتا۔ مگر جو کچھ یاد ہیں، لکھ جاتے ہیں۔

کسی آریہ نے اپنی مذہب کے متعلق ایک کتاب لکھی، اور اس کا نام 'آریہ دھرم پر چار رکھا۔ جب وہ کتاب چھپی تو مصنف نے ایک نسخہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھی ارسال کیا۔ حضرت نے اس کتاب کو ملاحظہ فرما کر جگہ جگہ پر اس کا رد حاشیہ پر لکھا، اور اسی طرح جلی قلم سیاہ روشنائی سے 'پرچار' کے بعد 'حرف بڑھا دیا۔ (اس طرح کتاب کا نام 'آریہ دھرم پر چار حرف' ہو گیا۔ ۱۲ رضوی)

ایک رافضی نے اپنے مذہب کی حمایت میں ایک کتاب لکھی اور عربی ادب کا اپنے جانتے اس میں بہت لحاظ کیا، اور صنائع و بدائع کو بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا اور اسی وجہ سے اس کا نام 'جناس الاجناس' رکھا، اور ایک نسخہ اعلیٰ حضرت کے پاس بھیجا۔ حضرت نے ملاحظہ فرمانے کے بعد مجھے دیا کہ آج کی ڈاک سے یہ کتاب آئی ہے۔ اب جو میں اس کا نام پڑھتا ہوں، تو 'انجاس الخناس' ہے۔ حیرت میں پڑ گیا کہ مصنف نے یہ کیا نام رکھا؟ جب غور سے دیکھا، تو 'جناس' کے اول 'ان' بڑھا ہوا ہے، اور 'جناس' کو ملا کر 'ن' کا شوشہ غائب ہو گیا۔ دوسرے لفظ سے لا کر سیاہی سے بھر دیا کہ پھول معلوم ہونے لگا۔ 'ج' کے اوپر 'ن' بڑھا دیا، خاصہ 'انجاس الخناس' ہو گیا۔

مولوی خرم علی صاحب بلہوری مشہور وہابی ہیں۔ ان کی ایک کتاب مشہور مشرک گر ہے، جس کا نام نصیحۃ المسلمین ہے۔ لیکن باتیں وہی ہیں، جو تقویۃ الایمان میں ہیں۔ مطبع والے نے مصنف کا نام اس طرح ملا کر لکھا خرم علی۔ میں نے جس زمانے میں حضرت کا کتب خانہ درست کرنا شروع کیا، ایک کتاب دیکھی جس کا نام بھی ویسا ہی ہے اور مصنف کا نام بھی ویسا ہی ہے۔ اب جو غور کر کے دیکھتا ہوں، تو 'نصیحۃ' کے نون کو سردے کر 'ف' بنا دیا گیا، اور 'ص' پر نقطہ بڑھا ہوا ہے، اور اس طرح اس کتاب کے نام کو مطابق رسمی قرار دیا ہے، اور مصنف کا نام کاتب نے بداملا لکھا، خرم کے 'م' کو 'علی' میں ملا کر 'معلی' کی شکل کا لکھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس پر اعراب لگا دیا ہے۔

تقویۃ الایمان مولوی اسماعیل صاحب ودہلوی کی معروف و مشہور کتاب ہے کہ شروع سے اخیر تک شرک و بدعت سے بھری ہوئی ہے۔ اس کے 'ق' کے دو نقطوں کو اس طرح ملا دیا کہ ایک نقطہ معلوم ہونے لگا، اور بجائے تقویت الایمان، تقویت الایمان اسم باسٹھی ہو گیا۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین آمیز کتاب کا نام حفظ الایمان رکھا۔ اعلیٰ حضرت نے 'ف' کو اس طرح بنا دیا کہ 'ب' کا شوشہ معلوم ہو، اور 'ح' کو 'ب' کو نقطہ دے کر (ظ کے نقطہ کو مٹا دیا اور اس) کا صحیح نام ضبط الایمان کر دیا۔

جب مسئلہ اذان ثانی جمعہ میں اعلیٰ حضرت نے مردہ سنت کو زندہ کیا۔ (کہ یہ اذان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، بلکہ ہشام کے زمانہ تک بیرون مسجد ہوا کرتی تھی اور باوجود تصریحات فقہائے کرام، کہ اذان مسجد میں مکروہ ہے، لوگ مسجد کے اندر خطیب کے سر پر دینے کے عادی ہو گئے ہیں) اور خلاف شرع رسم و رواج کی اصلاح چاہی۔ بعض علمائے اہل سنت نے بھی اس کا خلاف کیا۔ اس میں پیش پیش جناب مولانا عبدالغفار خان صاحب رام پوری تھے، کہ باوجود افہام و تفہیم اپنی ضد پراڑے رہے۔ جس کا مفصل حال ان رسائل سے معلوم ہوگا، جو اس بحث میں تحریر ہوئے، اور چھپ کر ملک میں بکثرت شائع ہوئے۔ اخیر میں مولانا عبدالغفار خان صاحب رام پوری نے انتہائی کدوکاوش سے ایک رسالہ لکھا۔ جس کا نام رکھا جبل اللہ المتین لہدم آثار المبتدعین مگر یہ دائرہ میں اس طرح لکھا۔ جبل اللہ المتین لہدم آثار المبتدعین

اعلیٰ حضرت کے پاس جب وہ رسالہ پہنچا، اولین نگاہ میں فرمایا: مولانا عبدالغفار خان صاحب نے اپنے رسالہ کا نام بہت عمدہ رکھا ہے۔ لوگ شوق سے متوجہ ہوئے کہ اعلیٰ حضرت اس کا نام کیا فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ رسالہ سب کے سامنے تھا۔ جب سب لوگوں کا اشتیاق ملاحظہ فرمایا، ارشاد ہوا: مولانا نے اس کا نام آثار المبتدعین لہدم جبل اللہ المتین رکھا ہے۔ جب حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب نے اس رسالہ کا رد لکھا، تو اس میں ان کے رسالہ کا یہی نام تحریر فرمایا اور حاشیہ میں یہی وجہ لکھی۔ جب رسالہ چھپ کر شائع ہوا، اور جناب مولانا عبدالغفار صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا، تو انہوں نے نہایت سادگی کے ساتھ کہا کہ مولانا کا ظلم دیکھئے میرے رسالہ کا نام انہوں نے آثار المبتدعین قرار دیا، اور ہم لوگوں کو مبتدع بنا دیا۔ مخلص مولانا مقبول احمد خان صدر در بھنگوی بہاری سابق مدرس حدیث مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ حال ناظم و صدر مدرس مدرسہ حمیدیہ در بھنگہ تشریف رکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: جناب! مبتدع تو پہلے آپ ہی نے ان کو بنایا۔ رسالہ کا نام جبل اللہ المتین لہدم آثار المبتدعین رکھا، انہوں نے اس کو لوٹ دیا۔ عطائے تو بلاقائے تو، رہا نام کا بدل دینا۔ یہ خود آپ کے مطبع کی غلطی تھی۔ نام دائرہ میں لکھ کر انہوں نے خود اس کا موقع دیا۔ مولانا پر کیا الزام ہے؟

فقیر غفرلہ کہتا ہے کہ بعض حضرات جن میں دینی تہلب نہیں، وہ ان ناموں کے تبدیل سے شاید خوش نہ ہوں گے، بلکہ

سمجھیں گے کہ نامناسب بات ہوئی۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ برے ناموں کو بدل دینا خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ
عادت کریمہ تھی اور خلاف واقعہ بات سے کون سی بات بری ہوگی۔ خلاف واقعہ نام بالکل اس مسترعا کا مستحق ہے:

کار شیطان می کند ناش وں

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنے خیالات کا آئینہ ایک رسالہ لکھا: اور اس کا نام رکھا سبیل الرشاد
مجببائی میں طبع ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت جب وہ رسالہ آیا، اس کو ملاحظہ فرما کر ٹائٹل پر اس کے نام کے اوپر بڑھاد
فرعون ما اریکم الاماری وما اهدیکم الا توب ملک کر فرعون کا مقولہ ہو گیا، جو سورہ مؤمن (۲۹:۳۰) میں
فرعون ما اریکم الاماری وما اهدیکم الا سبیل الرشاد • فرعون بولا، میں تو تمہیں وہی سمجھاتا ہوں جو میر
ہے، اور تمہیں نہیں دکھاتا ہوں مگر سبیل الرشاد۔ (ق ۵۹، ۶۲)

ایک مرتبہ دیوبند سے ایک رسالہ کسی نے بھیج دیا، اس کا نام تھا القاسم اعلیٰ حضرت نے قلم سے وہیں لکھو یاد معجز
شہر میں مشہور ہوا، تو ایک بہت بڑے وہابی نے بڑے تأسف کے ساتھ کہا کہ رسالہ کا یہ نام کیوں رکھا گیا، اور رکھا گیا
حضرت تک کیوں پہنچایا گیا؟۔ (ق ۶۵)



حاضر جوابی

پہلی بھیت میں ایک دعوت میں حضرت محدث صاحب اور اعلیٰ حضرت تشریف فرما تھے۔ دسترخوان بچھانے سے پیشتر میزبان نے آفتابہ و تشت لیا کہ ہاتھ دھلایا جائے۔ حضرت محدث صاحب نے عام عرفی دستور کے مطابق میزبان کو اشارہ کیا کہ اعلیٰ حضرت کے ہاتھ پہلے دھلائے جائیں۔ اعلیٰ حضرت نے برجستہ فرمایا کہ:

آپ محدث ہیں اور اعلم بالسنۃ ہیں، آپ کا یہ فیصلہ بالکل حق اور آپ کی شان کے لائق ہے، کیونکہ سنت یہ ہے کہ اگر ایک مجمع مہمانوں کا ہو تو سب سے پہلے چھوٹے کا ہاتھ دھلایا جائے، اور آخر میں بڑے کا ہاتھ دھلایا جائے، تاکہ بزرگ کو ہاتھ دھونے کے بعد دوسرے کے ہاتھ دھلنے کا انتظار نہ کرنا پڑے، اور کھانا ختم ہو جانے کے بعد سب سے پہلے بڑے کا ہاتھ دھلایا جائے..... میں شروع میں ابتدا کرتا ہوں، لیکن کھا چکنے کے بعد آپ کو ابتدا کرنی ہوگی۔

مولانا سید محمد محدث کچھو چھوی کا بیان ہے کہ اس دسترخوان پر میں بھی حاضر تھا۔ اعلیٰ حضرت کے ارشاد پر حضرت محدث صاحب کا ہاتھ بڑھا کر طشت کو اپنی طرف کھینچنا کہ سب سے پہلے میرے ہاتھ دھلائے جائیں، اور اعلیٰ حضرت کا مسکراتے ہوئے چہرے سے فرمانا کہ اپنے فیصلہ کے خلاف عمل درآمد آپ کی شان کے خلاف ہے۔ یہ دلچسپ اور خوشگوار نقشہ جب آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو مجھے بھی اس کا لطیف تازہ ہو جاتا ہے۔ (ق ۶۲، ۵۶)

مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی عمر چودہواں سال تھا، افتا کا کام حضرت نے اپنے ذمہ لے لیا تھا کہ ایک شخص رامپور سے حضرت اقدس امام محققین مولانا نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت سن کر بریلی تشریف لائے، اور جناب مولانا ارشاد حسین صاحب مجددی کا فتویٰ، جس پر اکثر علما کی مواہیر و دستخط مثبت تھے، پیش خدمت کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ کمرہ میں مولوی صاحب ہیں، ان کو دے دیجیے، جواب لکھ دیں گے۔

وہ کمرہ میں گئے اور آ کر عرض کیا کہ کمرہ میں مولوی صاحب نہیں ہیں، فقط ایک صاحبزادہ صاحب ہیں۔ فرمایا: انہیں کو دے دیجیے، وہ لکھ دیں گے۔

انہوں نے کہا: حضور میں تو جناب کا شہرہ سن کر آیا تھا۔

حضرت نے فرمایا: آجکل وہی فتویٰ لکھا کرتے ہیں، انہیں کو دے دیجیے..... اعلیٰ حضرت نے جو اس فتویٰ کو دیکھا تو ٹھیک

نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس جواب کے خلاف جواب تحریر فرمایا: اور اپنے والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضرت

نے اُس کی تصدیق و تصویب فرمائی۔

پھر وہ صاحب اس فتویٰ کو دوسرے علما کے پاس لے گئے۔ ان لوگوں نے حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب کی شہرت دیکھ کر انہیں کے فتویٰ کی تصدیق کی۔

جب والی رامپور نواب کلب علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں وہ فتویٰ پہنچا۔ آپ نے شروع سے اخیر تک اس فتویٰ کو پڑھا، اور تمام لوگوں کی تصدیقات دیکھیں۔ دیکھا کہ سب علماء کی ایک رائے ہے، صرف بریلی کے دو عالموں نے اختلاف کیا ہے، حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب کو یاد فرمایا۔ حضرت تشریف لائے، نواب صاحب نے فتویٰ ان کی خدمت میں پیش فرمایا۔

حضرت مولانا کی دیانت اور انصاف پسندی دیکھیے کہ صاف فرمایا: فی الحقیقہ وہی حکم صحیح ہے، جو ان دو صاحبوں نے لکھا۔ نواب صاحب نے پوچھا: پھر اتنے علما نے آپ کے فتویٰ کی تصدیق کس طرح کی؟ فرمایا: ان لوگوں نے مجھ پر اعتماد میری شہرت کی وجہ سے کیا؛ اور میرے فتویٰ کی تصدیق کی، ورنہ حق وہی ہے، جو انہوں نے لکھا ہے..... یہ سن کر نواب صاحب کو اعلیٰ حضرت کی ملاقات کا شوق ہوا۔ (ق ۱۳۳، ۱۳۴) (۱)

جناب شیخ افضل حسین صاحب اعلیٰ حضرت کے خرافر ڈاکخانہ وہاں تشریف رکھتے تھے۔ ان سے پوچھا کہ آپ جانتے ہیں، یہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کون شخص ہیں؟

جناب شیخ صاحب موصوف نے فرمایا: وہ حضور کا عزیز ہے۔ جناب شیخ صاحب موصوف ریاست رامپور میں گورنمنٹ کی طرف سے ڈاکخانہ میں ملازم تھے، اور نواب صاحب اور ریاست کے بہت ہمدرد تھے۔ جس کی وجہ سے نواب صاحب کے دل میں ان کی بڑی وقعت تھی۔ جب نواب صاحب کو معلوم ہوا کہ مفتی مولانا احمد رضا خاں صاحب شیخ صاحب کے خویش ہیں، اور مُصدق جناب مولانا تقی علی خاں صاحب شیخ صاحب کے سمدھی ہیں۔ تو نواب صاحب نے فرمایا کہ آپ اپنے خویش کو بلوایئے، ہم ان کو دیکھنا چاہتے ہیں..... چنانچہ حسب طلب و دعوت جناب شیخ صاحب، اعلیٰ حضرت قبلہ رامپور تشریف لے گئے۔ جناب شیخ صاحب اپنے ساتھ نواب صاحب کے یہاں اعلیٰ حضرت کو لے کر گئے۔

جس وقت اعلیٰ حضرت نواب صاحب کے یہاں پہنچے۔ چونکہ دُبلے پتلے تھے۔ نواب صاحب نے دیکھ کر بہت تعجب کیا، اور اپنے ساتھ پلنگڑی پر بٹھالیا، اور بہت لطف و محبت سے باتیں کرنے لگے۔ اسی درمیان نواب صاحب نے یہ مشورہ دیا کہ ماشاء اللہ آپ فقہ و دینیات میں بہت کمال رکھتے ہیں، بہتر ہو کہ مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی سے منطق کی اوپر کی کتابیں پڑھ لیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ جناب والد ماجد صاحب نے اجازت دی تو تعمیل ارشاد کی جائے گی..... اتفاق وقت کہ اس درمیان میں جناب مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی بھی تشریف لے آئے۔ نواب صاحب اعلیٰ حضرت کا ان سے تعارف کرایا، اور اپنی رائے کا اظہار فرمایا۔

جس طرح بعض متمول صاحب صرف مالدار ہی نہیں ہوتے بلکہ مال ان کے سر پر سوار رہتا ہے۔ اسی طرح بعض علما بھی صرف عالم ہی نہیں ہوتے، بلکہ علم ان کے سر پر سوار رہتا ہے۔ ایسے لوگ دوسرے علما کی کوئی وقعت و عزت کرنی جانتے ہی نہیں۔ بلکہ دوسرے کی شان میں بلاوجہ توہین و تحقیر آمیز کلمات و الفاظ استعمال کرنا شان علم خیال کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت سے علامہ خیر آبادی نے دریافت کیا..... منطوق کی کتاب کہاں تک پڑھی ہے؟

اعلیٰ حضرت نے فرمایا..... قاضی مبارک!

یہ سن کر علامہ خیر آبادی نے دریافت کیا..... تہذیب پڑھ چکے ہیں؟ جس دماغ اور شان سے مولانا نے یہ سوال کیا، اسی انداز پر جواب دیا گیا..... آپ کے یہاں قاضی مبارک کے بعد تہذیب پڑھائی جاتی ہے؟

یہ جواب سن کر مولانا نے خیال فرمایا کہ ہاں یہ بھی کوئی شخص ہے، اس لیے اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسرا سوال کیا..... بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟

فرمایا..... تدریس، افتاء، تصنیف۔

فرمایا..... کس فن میں تصنیف کرتے ہیں؟

اعلیٰ حضرت نے فرمایا..... جس مسئلہ دیدیہ میں ضرورت دیکھی اور رد و ہابیہ میں۔

علامہ خیر آبادی مرحوم سنی تھے، مگر سنی گرنہ تھے۔ خاص حمایت دین کا کوئی شوق و ولولہ دل میں نہ رکھتے تھے، فرمایا..... آپ

بھی رد و ہابیہ کرتے ہیں؟ ایک وہ ہمارا بدایونی خطبی ہے کہ ہر وقت اسی خطبہ میں مبتلا رہتا ہے۔

یہ اعلیٰ حضرت تاج الفحول محبت الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی کی طرف اشارہ تھا۔

اتنے بڑے عالم کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا علامہ خیر آبادی کو زیبا تھی یا نہیں؟ یہ ناظرین کی فہم سلیم پر چھوڑتے ہیں۔ ممکن ہے

کہ دونوں میں بے تکلفی اور آپس کی محبت کا اثر ہو، اس لیے کہ حضرت تاج الفحول علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے

شاگرد و رشید اور علامہ عبدالحق صاحب مرحوم کے استاد بھائی، رفیق اور ساتھی تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت ان کی حمایت دین و نکایت

مفسدین کی وجہ سے بہت عزت کرتے تھے۔ اس لفظ کو سن کر بہت کبیدہ ہوئے اور فرمایا..... جناب والا! سب سے پہلے وہابیہ کا

رد حضرت مولانا فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور کے والد ماجد نے کیا اور تحقیق الفتوی فی البطلان الطغوی مستقل

کتاب مولوی اسماعیل کے رد میں تصنیف فرمائی۔

یہ سن کر مولانا عبدالحق صاحب نے فرمایا..... اگر ایسی حاضر جوابی میرے مقابلہ میں رہی تو مجھ سے پڑھانا نہیں ہو سکتا۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا..... آپ کی باتیں سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کر لیا کہ ایسے شخص سے منطوق پڑھنی اپنے علمائے ملت،

حامیان سنت کی توہین، و تحقیر سنی ہوگی۔ اسی وقت پڑھنے کا خیال بالکل دل سے دور کر دیا، تب حضور کی بات کا ایسا جواب دیا۔

اس کے بعد کچھ دنوں رامپور میں قیام فرمایا، اور جناب مولانا عبدالعلی صاحب بتیاتی سے شرح چھمینی پڑھی، (۱۳) پھر

مکان واپس تشریف لائے۔ (ق ۱۳۵، ۱۳۶)

قوتِ حافظہ

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی کا بیان ہے کہ ایک سال ماہ رمضان شریف میں اعلیٰ حضرت کی مسجد میں اعتکاف کیا۔ میں نے سحر کے وقت قرآن شریف پڑھنے میں غلطی کی۔ حضرت آرام فرما رہے تھے، بیدار تھے۔ مجھے وہ غلطی بتائی۔ میں نے دوبارہ پڑھا۔ فرمایا: اب مجھ سے سنو! وہی رکوع پڑھا۔ کچھ دیر کے بعد صبح کی نماز میں بے تکلف وہ رکوع پڑھ دیا۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے ایک روز حضور نے ارشاد فرمایا کہ بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ حافظ لکھ دیا کرتے ہیں، حالانکہ میں اس لقب کا اہل نہیں ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا کوئی رکوع ایک بار پڑھ کر مجھے سنادیں، دوبارہ مجھ سے سن لیں۔ بس ایک ترتیب ذہن نشیں کر لیتا ہے اور اسی روز سے دور شروع فرما دیا۔ جس کا وقت غالباً عشا کا وضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔ اس لیے کہ پہلے روز کا شانہ اقدس سے آتے وقت سورہ بقرہ شریف تلاوت میں تھی اور تیسرے روز تیسرا پارہ قرأت میں تھا، جس سے پتا چلا کہ روزانہ ایک پارہ یاد فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ سننے میں آیا۔ چنانچہ آئندہ ایک موقع پر اس کی تصدیق بھی ہوگئی۔ الفاظ ارشاد عالی کے یاد نہیں ہیں۔ مگر کچھ اسی طرح فرمایا کہ بحمد اللہ میں نے کلام پاک بالترتیب بکوشش یاد کر لیا، اور یہ اس لیے کہ ان بندگانِ خدا کا کہنا غلط نہ ثابت ہو۔

مولوی محمد حسین میرٹھی کا بیان ہے۔ میں ایک مرتبہ میرٹھ سے بریلی گیا۔ معلوم ہوا طبیعت ناساز ہے، ڈاکٹروں نے ملنے اور باتیں کرنے کو منع کر دیا ہے، اس وجہ سے شہر سے باہر ایک کوشی میں مقیم ہیں، اور وہاں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ مگر چونکہ مجھ سے لوگ واقف تھے، مجھے پتا بتا دیا۔ جب میں پہنچا تو دیکھا کہ کوشی کا دروازہ بند ہے، دستک دینے پر ایک صاحب آئے اور نام پوچھ کر اندر اطلاع کو گئے۔ جب وہاں سے اجازت ملی، تب آ کر دروازہ کھولا۔ دیکھا بڑا مکان ہے، اور صرف دو ایک آدمی ہیں۔ نماز پڑھ کر حضرات اپنے پلنگ پر رونق افروز ہوئے، ہم لوگ کرسیوں پر بیٹھے بعد چار صاحب پہنچے۔

1- مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب۔

2- صدر الشریعہ جناب مولانا امجد علی صاحب۔

3- جناب مولوی حشمت علی خان صاحب۔

4- ایک اور کوئی صاحب۔

یہ چاروں صاحب حضرت کے پلنگ کے پاس جو کرسیاں تھیں، ان پر بیٹھ گئے۔ اعلیٰ حضرت نے ایک گڈی خطوط کی مولانا امجد علی صاحب کو دے کر فرمایا: آج تمیں خط آئے تھے، ایک میں نے کھول لیا ہے۔ یہ انتیس گن لیجئے۔ انہوں نے انتیس گن کر ایک لفافہ کھولا، جس میں کئی ورق پر چند سوالات تھے۔ وہ سب سنائے۔ حضرت نے پہلے سوال کے جواب میں ایک فقرہ فرمایا۔ وہ لکھنے لگے، اور لکھ کر عرض کی: حضور! حضرت نے اس کے آگے کا ایک فقرہ فرمایا۔ وہ لکھ کر پھر حضور! کہتے۔ وہ سلسلہ وار اس کے آگے کا فقرہ فرمادیا کرتے اور دوسرے صاحب نے حضور کہنے کے درمیان میں اپنا خط سنانا شروع کیا۔ جب یہ حضور! کہتے، وہ رک جاتے اور جب یہ فقرہ سن کر لکھنے لگتے، تو وہ اپنا خط سنانے لگتے۔ اسی طرح انہوں نے اپنا خط ختم کیا، اور ان کو بھی انکے پہلے سوال کے متعلق جو فقرہ مناسب تھا، وہ ارشاد فرمادیا۔ اب دونوں صاحب اپنا اپنا فقرہ ختم کرنے کے بعد حضور! کہتے اور جواب ملنے پر لکھنا شروع کرتے۔ اسی حالت میں ان دو حضور حضور سے جتنا وقت بچتا، اس میں تیسرے صاحب نے اپنا خط سنانا شروع کیا اور اسی طرح ختم کر کے جواب لکھنا شروع کیا۔ اب چوتھے صاحب نے ان تین حضور حضور حضور کے درمیان جو وقت بچتا، اپنا خط سنانا شروع کیا اور اسی طرح ختم کر کے جواب لکھنا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر مجھے حقیقتہً پسینہ آ گیا اور ایک صاحب جو میرے قریب بیٹھے تھے، اسی حالت میں کچھ مسئلے پوچھے، جنہیں سن کر مجھے بہت ملال اور غصہ ہوا کہ اس شخص کو ایسی حالت میں سوال کرنے کا کچھ خیال نہیں۔ مگر اعلیٰ حضرت نے ذرہ بھر بھی ملال نہ فرمایا، اور بہت اطمینان سے ان کو بھی برابر جواب دیئے۔ (میں نے اپنی عمر میں ایسے حافظہ کا کوئی شخص نہیں دیکھا) اسی طرح وہ انتیس خط پورے کئے گئے، اور معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں کے کام اور بات کرنے کو منع کرنے کے جواب میں حضرت نے صرف یہ مان لیا تھا کہ شب کو اپنے ہاتھ سے تحریر نہ فرمائیں گے۔ اس کا یہ اہتمام تھا، اور دن بھر خود تحریر فرمایا کرتے تھے اور اس قدر جلد تحریر فرماتے تھے کہ کئی شخصوں کو اعلیٰ حضرت کے ایک دن کے لکھے کی نقل کرنا دشوار ہوتا، اور شب کو اسی طرح کا کیا جاتا تھا۔ (ق ۳۶، ۳۷)

مولانا سید محمد صاحب کچھو چھوی کا بیان ہے کہ جب دارالافتا میں کام کرنے کے سلسلے میں میرا بریلی شریف میں قیام تھا، تو رات دن ایسے واقعات سامنے آتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کی حاضر جوابی سے لوگ حیران ہو جاتے۔ ان حاضر جوابیوں میں حیرت میں ڈال دینے والے واقعات وہ علمی حاضر جوابی تھی، جس کی مثال سنی بھی نہیں گئی۔ مثلاً استفتا آیا، دارالافتا میں کام کرنے والوں نے پڑھا، اور ایسا معلوم ہوا کہ نئے قسم کا حادثہ دریافت کیا گیا، اور جواب جزیہ کی شکل میں نہ مل سکے گا، فقہا کے اصول عامہ سے استنباط کرنا پڑے گا۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: عجب نئے نئے قسم کے سوالات آرہے ہیں، اب ہم لوگ کیا طریقہ اختیار کریں؟ فرمایا: یہ تو بڑا پرانا سوال ہے۔ ابن ہمام نے فتح القدير کے فلاں صفحہ میں، ابن عابدین نے ردة المحتار کی فلاں جلد اور فلاں صفحہ پر، فتاویٰ ہندیہ میں، خیر یہ میں، یہ عبارت صاف صاف موجود ہے۔ اب جو کتابوں کو کھولا تو صفحہ، سطر، اور بتائی عبارت میں ایک نقطہ کا فرق نہیں۔ اس خداداد فضل و کمال نے علما کو ہمیشہ حیرت میں رکھا۔

ایک مرتبہ پندرہ بطن کا مناسخہ آیا۔ چونکہ اعلیٰ حضرت کی رائے میں مولانا سید محمد صاحب نے فن حساب کی تکمیل باضابطہ کی تھی، اور آنہ پائی کا حساب بالکل آسانی سے کرتے تھے، لہذا یہ مناسخہ انہیں کے سپرد کیا گیا۔ مولانا سید محمد صاحب کا بیان ہے کہ ان کا سارا دن اسی مناسخہ کے حل کرنے میں لگ گیا۔ شام کو اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ کے مطابق جب بعد نماز عصر پھاٹک میں نشست ہوئی اور فتوے پیش کیے جانے لگے۔ تو میں نے بھی اپنا قلم بند کیا ہوا جواب اس امید کے ساتھ پیش کیا کہ آج اعلیٰ حضرت کی داد لوں گا۔ پہلے استفتا سنا یا۔

فلاں مرا، اور اتنے وارث چھوڑے، اور پھر فلاں مرا، اور اتنے چھوڑے۔ غرض پندرہ موت واقع ہونے کے بعد زندوں پر ان کے حق شرعی کے مطابق ترک تقسیم کرنا تھا۔ مرنے والے تو پندرہ تھے، مگر زندہ وارث کی تعداد پچاس سے اوپر تھی۔ استفتا ختم ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آپ نے فلاں کو اتنا فلاں کو اتنا حصہ دیا۔

اس وقت کا میرا حال دنیا کی کوئی لغت ظاہر نہیں کر سکتی۔ علوم اور معارف کی یہ غیر معمولی حاضر جوابیاں جس کی کوئی مثال سننے میں نہیں آئی۔ (ق ۶۵، ۶۶)

مولوی محمد حسین میرٹھی کا بیان ہے کہ میرے بریلی قیام کے زمانہ میں حضرت کساء الجبن ہوا۔ جس میں بیس مسہل ہوتے ہیں۔ مگر کام مسلسل جاری رہا۔ عزیزوں نے یہ دیکھ کر منع کیا، مگر نہ مانے۔ انہوں نے طیب صاحب سے کہا کہ مسہل کے دن بھی برابر لکھتے ہیں، اور قریب بیس مسہل ہوں گے۔ آنکھوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ طیب صاحب نے بہت سمجھایا تو ارشاد فرمایا: اچھا مسہل کے دن میں خود نہیں لکھوں گا، دوسروں سے لکھوا لیا کروں گا، اور غیر مسہل کے دن میں خود لکھوں گا۔ طیب صاحب نے کہا۔ اس کو غنیمت سمجھو۔ اس کا یہ انتظام کیا گیا کہ ایک مکان میں چند الماریاں لگا کر اس میں کتابیں رکھ دی گئیں۔ مسہل کے دن حضرت اس مکان میں تشریف لے گئے، اور صرف دن میں، دروازہ بند کر دیا گیا۔ اب جو فتویٰ لکھوانا ہوتا، اس پر کچھ مضمون لکھوا کر مجھ سے فرماتے کہ الماری میں سے فلاں جلد نکال لو۔ اکثر کتابیں مصری ٹائپ کی کئی کئی جلدوں میں تھیں، مجھ سے فرماتے، اتنے صفحے لوٹ لو، اور فلاں صفحہ پر اتنی سطروں کے بعد یہ مضمون شروع ہوا ہے، اسے نقل کر دو۔



تبحر علمی

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار بزمانہ عرس حضرت جدی شاہ برکت اللہ قدس سرہ درگاہ معلیٰ میں، میاں جی صاحب کے مکتب کے متصل کوچھری میں، جہاں ہماری ہمشیرہ والدہ مسعود حسن کی اب قبر ہے، مولانا شریف فرماتے۔ ہم نے مولانا عبد المجید صاحب بدایونی کا شجرہ عربی درود شریف میں دکھایا، اور کہا کہ ہمارا شجرہ بھی عربی میں درود شریف میں لکھ دیجیے۔ اسی وقت میاں صاحب بھائی مرحوم کے قلم دلان سے قلم لے کر قلم برداشتہ بغیر کوئی مسودہ کئے ہوئے، ہمارے وظیفہ کی کتاب پر نہایت خوش خط اور اعلیٰ درجہ کے مرصع و مسجع صیغہ درود شریف میں شجرہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ تحریر فرمایا، اور پھر اسے حضرت میاں صاحب بھائی کی کتاب پر بھی نقل فرمادیا۔

فقیر جامع حالات غفرلہ کہتا ہے کہ اس شجرہ صلاتیہ کی نقل بیعت و ارشاد کے ضمن میں جہاں شجرہ طیبہ کا ذکر ہے، ثبت ہے۔ یہ واقعہ محرم الحرام ۱۳۰۵ھ روز جمعہ کا ہے۔

جناب عبدالرحیم خان صاحب قادری رضوی سلطان پوری کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں میں دہلی میں تھا، حضرت مولانا شاہ کرامت اللہ خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دن اعلیٰ حضرت کے ذکر مبارک پر انہوں نے فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کی وہ ہستی ہے کہ علماء ہر بات میں ان کے محتاج ہیں۔ علمی تبحر کا کمال یہ ہے کہ کوئی کتاب تصنیف فرمائیں، اور چارٹھی لکھنے کو بیٹھ جائیں، تو جس قدر وہ تصنیف فرمائیں گے، یہ چاروں حضرات نقل نہ کر سکیں گے۔

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کا حسن ادب بارگاہ رسالت میں اس قدر تھا کہ ایک درود میں لفظ حسین و زاہد تھا۔ آپ نے اس کو اپنے ہاتھ سے نقل کرنا بھی پسند نہیں کیا۔ بلکہ نہایت لطافت کے ساتھ اسے وہاں اس طرح استعمال فرمایا ہے کہ یہی صیغہ تصغیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان ظاہر کر رہا ہے۔

جامع حالات غفرلہ کہتا ہے کہ درود شریف کی عبارت یہ ہے: اللہم صل وسلم وبارک علیٰ سیدنا و مولانا محمد بن المصطفیٰ رفیع الشان، المرتضیٰ علی الشان، الذی رجیل من امتہ خیر من رجال السابقین و حسین فی زمرتہ حسن من کذا و کذا (۱)، حسنا من السابقین۔

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ مولانا کو علم تکسیر کی تشویق و تحریک کا سبب میں ہوا۔ اس کے بہت بہت تذکرے کرتا، کتابیں دکھاتا، ایک بار کسی خاندانی کتاب میں ایک نیا و فقہی سپر مرتضوی نظر سے گزرا، مولانا کو بھی دکھایا، اس کے قاعدے کی تشریح و توضیح میں کچھ گفتگو رہی۔ مولانا نے وہ کتاب رکھ لی، اور ایک دو روز کے بعد ایک مفصل رسالہ میں اس وفق کے بہت سے سؤرا اور اس کے لیے کئی ضابطے کا یہ مفصل و مشرح (رسالہ) تحریر فرما کر مجھے دے دیا، جو میرے پاس بفضلمہ تعالیٰ اس وقت بھی محفوظ ہے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ اس رسالہ کی نقل فن تکسیر میں مہارت کے بیان ہوگی۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں، میں وہ فقرہ دیکھ کر پورا مضمون لکھتا، اور سخت متحیر ہوتا کہ وہ کون سا وقت ملا تھا کہ جس میں صفحہ اور سطر گن کر رکھے گئے تھے۔ غرضیکہ ان کا حافظہ اور دماغی باتیں ہم لوگوں کی سمجھ سے باہر تھیں۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک مرتبہ پہلی بھیت تشریف لے گئے اور حضرت استاد مولانا وصی احمد محدث سورت قدس سرہ کے مہمان ہوئے۔ اثنائے گفتگو میں عقود الدریۃ فی تنفیح الفتاویٰ الحامدیہ کا ذکر نکلا۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا: میرے کتب خانہ میں ہے۔ اتفاق وقت باوجود کہ اعلیٰ حضرت کے کتب خانہ میں کتابوں کا کافی ذخیرہ تھا، اور ہر سال معقول رقم کی نئی نئی کتابیں آیا کرتی تھیں۔ مگر اس وقت تک عقود الدریۃ منگوانے کا اتفاق نہ ہوا تھا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: میں نے نہیں دیکھی ہے، جاتے وقت میرے ساتھ کر دیجیے گا۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے بخوشی قبول کیا، اور کتاب لا کر ساتھ ساتھ فرمایا کہ جب ملاحظہ فرمائیں تو بھیج دیجیے گا۔ اس لیے کہ آپ کے یہاں تو بہت کتابیں ہیں۔ میرے پاس یہی گنتی کی چند کتابیں ہیں، جن سے فتویٰ دیا کرتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اچھا۔ اعلیٰ حضرت کا قصد اسی دن واپسی کا تھا، مگر اعلیٰ حضرت کے ایک جاں نثار مرید نے حضرت کی دعوت کی، اس وجہ سے رک جانا پڑا۔ شب کو اعلیٰ حضرت نے عقود الدریۃ کو جو ایک ضخیم کتاب دو جلدوں میں تھی، ملاحظہ فرمایا۔ دوسرے دن دوپہر کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر گاڑی کا وقت تھا۔ بریلی شریف روانگی کا قصد فرمایا۔ جب اسباب درست کیا جانے لگا تو عقود الدریۃ کو بجائے سامان میں رکھنے کے فرمایا کہ محدث صاحب کو دے آؤ۔ مجھے تعجب ہوا کہ قصد لے جانے کا تھا، واپس کیوں فرما رہے ہیں؟ لیکن کچھ بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرت محدث سورتی صاحب کی خدمت میں میں نے حاضر کیا، وہ اعلیٰ حضرت سے ملنے اور اسٹیشن تک ساتھ جانے کے لیے زنا نہ مکان سے تشریف لا ہی رہے تھے کہ میں نے اعلیٰ حضرت کا ارشاد فرمایا ہوا جملہ عرض کیا۔ فرمایا: (تم کتاب لیے میرے ساتھ واپس چلو) میں اس کتاب کو لیے ہوئے حضرت محدث صاحب کے ساتھ واپس ہوا۔ حضرت محدث صاحب نے (اعلیٰ حضرت سے) فرمایا کہ میرے اس کہنے کا ”جب ملاحظہ فرمائیں تو بھیج دیجیے گا“ ملال ہوا کہ اس کتاب کو واپس کیا۔ فرمایا: قصد بریلی ساتھ لے جانے کا تھا، اور اگر اکل ہی جاتا تو اس کتاب کو ساتھ لیتا جاتا۔ لیکن جب کل جانا نہ ہوا تو شب میں اور صبح کے وقت پوری کتاب دیکھ لی اب لے جانے کی ضرورت نہ رہی۔ حضرت محدث

سورتی صاحب نے فرمایا: بس ایک مرتبہ دیکھ لینا کافی ہو گیا؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین مہینہ تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی، فتاویٰ میں لکھ دوں گا اور مضمون تو انشاء اللہ عمر بھر کے لیے محفوظ ہو گیا۔

(ق ۳۹، ۳۸)

فرمایا کہ آپ کا شاگرد احمد رضا مجھ سے پڑھتا نہیں، بلکہ مجھ کو پڑھاتا ہے۔ (ق ۱۳۷)

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ مسلم الثبوت کا قلمی نسخہ معریٰ، جسے اعلیٰ حضرت نے اپنے پڑھنے کے زمانہ میں محشی کیا تھا۔ اس پر کہیں کہیں اعلیٰ حضرت کے والد ماجد قدس سرہ کا بھی حاشیہ تھا۔ ۱۳۲۳ھ میں جب میں اپنے استاد محترم جناب مولانا سید بشیر احمد صاحب علی گڑھی تلمیذ رشید حضرت استاذ الاساتذہ مولانا الطیف اللہ علی گڑھی سے مسلم الثبوت پڑھتا تھا، میرے مطالعہ کے علاوہ شرح مسلم الثبوت علامہ بحر العلوم مسمیٰ بہ فواتح الرحموت و شرح مسلم علامہ عبدالحق خیر آبادی و شرح مسلم مولانا بشیر حسن مسمیٰ بہ کاشف المبہم بھی تھی، بلکہ ان سب سے مزید مجموعہ مطبوعہ مصر مختصر علامہ ابن حاجب اور اس کی شرح عقیدہ اور حواشی بردی وغیرہ کہ اسی زمانہ میں چھپی تھی، جو اصل اور ماخذ مسلم الثبوت کا ہے۔ یہ کتابیں میرے مطالعہ میں تھیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت کے حاشیہ مبارک کی شان ہی کچھ اور تھی۔ اسی طرح میرے بخاری شریف پڑھنے کے زمانے میں مصری بخاری کشی بحاشیہ سندھی کے علاوہ جناب مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری کے تحشیہ والی بخاری، بلکہ شروع میں عینی، فتح الباری، ارشاد الساری، سب کتابیں تھیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت کا نسخہ قلمی بخاری شریف جس میں اعلیٰ حضرت نے پڑھا تھا، اور اپنے پڑھنے کے زمانہ میں معریٰ سے محشی کیا تھا۔ اس کے مضامین و افادات و نکات کی لطافت کارنگ ہی اور تھا اور پھر لطف یہ کہ جو کچھ تحریر فرمایا تھا، سب ذہن رسا کی جودت و جدت تھی۔ عام محشین کی طرح نہیں، کہ عنایہ، نہایہ، کفایہ، فتح القدر وغیرہ سے ہدایہ، شرح و قایہ (پر) حاشیہ لکھ ڈالا۔ اگرچہ یہ خدمت بھی بہت ہی قابل ستائش اور طلبہ و مدرسین کی بہت شکرگزاری کا باعث ہے، مگر ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مجھے شیرینیشہ اہل سنت، ناصر دین و ملت، سیف اللہ المسلمول مولانا ابو الوقت شاہ محمد ہدایت الرسول صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ نہیں بھولتا، بلکہ ہر وقت یاد آتا ہے۔ جب میں نے اعلیٰ حضرت اور بعض معاصرین اعلیٰ حضرت محشی کتب کثیرہ درسیہ میں فرق دریافت کیا تھا۔ فرمایا: میاں ان دونوں کا کیا مقابلہ؟ اعلیٰ حضرت کے حواشی خود ان کے افاضات و افادات ہوتے ہیں اور ان کی مثال وہی ہے بیٹھا بنیا کیا کرے اس کوٹھی کا دھان اُس کوٹھی میں، اُس کوٹھی کا دھان اس کوٹھی میں، کسی کتاب کی چند شرحیں، چند حواشی آگے رکھ کر کچھ اس سے کچھ اُس سے لے کر ایک شرح لکھ ڈالی۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ بعد نماز جمعہ حضور پھانک میں تشریف فرما ہیں، حاضرین کا مجمع ہے، لوگ مسائل پوچھتے جاتے ہیں، حضور جواب دیتے جارہے ہیں۔ اس وقت جناب سید محمود خان صاحب قادری برکاتی نوری رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں۔ حضور! میں دیکھتا ہوں کہ ہر مسئلہ کا جواب آپ کی نوک زبان پر ہے، کبھی کسی مسئلہ کی نسبت حضور کو یہ

فرماتے نہ سنا کہ کتاب دیکھ کر جواب دیا جائے گا۔ یہ سن کر حضور کسی قدر آبدیدہ ہوئے، اور ارشاد فرمایا: سید صاحب! قبر میں مجھ سے ہر مسئلہ کی نسبت سوال ہوگا کہ اس میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟ اور اعلیٰ حضرت کی خداداد قابلیت و جامعیت کا اندازہ کریں۔

ذالك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم •

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے ایک بار کسی نماز کی دو رکعتوں میں آخر سورہ کی چند آیتیں پڑھیں۔ بعد ختم نماز کے میں نے کہا کہ مولانا یہ مکروہ ہے۔ اس وقت خاموش رہے، پھر فرمایا: بے شک فلاں کتاب میں یہ صورت مکروہ ہے مگر فلاں فلاں معتمد نے اسے جائز غیر مکروہ بتایا ہے۔ کتابوں کے نام مولانا نے بتائے تھے، مجھے یاد نہ رہے۔

(ق ۱۳۱، ۱۳۲)

مولوی محمد حسین صاحب بریلوی ثم المیرٹھی کا بیان ہے کہ میرٹھ کے ایک بہت بڑے رئیس اور بڑے دین دار، جنہوں نے اارج کیے، جناب حاجی علاء الدین صاحب نے اپنی کوٹھی میں بالا خانہ بنا دیا، اور اس دیوار پر جو کوٹھی میں مسجد کی جانب تھی، دیوار بلند کی۔ بعدہ یہ خیال ہوا کہ یہ دیوار کہیں مسجد کی نہ ہو۔ یہاں کے علما سے تحقیقات کے بعد مجھ سے فرمایا کہ میں اعلیٰ حضرت سے اس کی تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔ میرا ان کا تعارف نہیں ہے۔ آپ میرے ہمراہ چلئے۔ میں ان کے ہمراہ بریلی گیا، وہ اسٹیشن پر ایک ہوٹل میں مقیم ہوئے، اور شب کو وہاں حاضر ہوئے۔ حضرت بعد عشا کچھ دیر تشریف رکھتے۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ آپ کے خطوط آتے ہیں، ان میں ٹکٹ زیادہ لگے ہوتے ہیں۔ حالانکہ (۱۰) میں لفافہ آتا ہے حاجی صاحب نے فرمایا کہ حضور ۱۰ کے ٹکٹ تو عام لوگوں کے خطوط میں لگائے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ بلا وجہ نصاریٰ کو روپیہ پہنچانا کیسا؟ حاجی صاحب نے تسلیم کیا اور چھوڑنے کا وعدہ کیا۔ پھر حاجی صاحب نے ایک مسئلہ ہیئت کا دریافت کیا۔ فرمایا: ان سمجھوں میں جو سب سے پہلی قسم ہے۔ اس کی بیس قسمیں ہیں۔ پہلی کا نام یہ ہے، دوسری کا نام یہ، تیسری کا ہے، اسی طرح بیسوں کا نام نمبر وار بتایا۔ پھر فرمایا: ان بیس میں جو سب سے پہلے ہے، اس کی چالیس قسمیں ہیں۔ اتنا سن کر حاجی صاحب نے عرض کیا، میں سب کو معلوم نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس ترتیب سے بتانے پر اس قدر حیرت ہوتی ہے کہ گویا یہی مسئلہ ملاحظہ فرما کر تشریف لائے تھے۔ پھر مسجد کی دیوار کا تذکرہ ہوا۔ فرمایا کہ اس دیوار میں کوٹھی کی جانب طاق ہیں، یا مسجد کی جانب؟ حاجی صاحب نے فرمایا کوٹھی کی طرف۔ فرمایا کہ یہ دیوار کوٹھی کی ہے۔ مگر اس پر دیوار بلند کرنے میں مسجد کے منارے دب گئے ہوں گے، چنانچہ حاجی صاحب نے آتے ہی بلند کر دیئے۔ (ق ۱۴۰)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار امام اہل سنت مسلم الثبوت مطالعہ فرما رہے تھے کہ حضرت کے والد ماجد صاحب کا تحریر کیا ہوا اعتراض و جواب نظر پڑا۔ جو رئیس الاتقیاء صاحب نے صاحب مسلم الثبوت پر کیا تھا، اور اس کا جواب دیا تھا۔ امام اہل سنت نے اس اعتراض کو دفع فرمایا اور متن کی ایسی تحقیق فرمائی کہ سرے سے اعتراض وارد ہی نہ تھا۔ جب پڑھنے کے واسطے حضرت والد ماجد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو حضرت کی نظر امام اہل سنت کے حاشیہ پر پڑی۔ اتنی

مسرت ہوئی کہ اٹھ کر سینے سے لگایا اور فرمایا: احمد رضا! تم مجھ سے پڑھتے نہیں ہو، بلکہ تم مجھ کو پڑھاتے ہو۔ پھر اعلیٰ حضرت کے ابتدائی استاذ مکرم جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب سے لیکن انہوں نے اپنا ارادہ نہ بدلا اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری سے (کہ بڑے زبردست سنی اور اعلیٰ حضرت کے ہم خیال و ہم عقیدہ عالم اس زمانہ میں وہاں پروفیسر دینیات تھے) مشورہ کیا۔ انہوں نے بہت زبردست طریقہ سے نہ صرف مشورہ دیا، بلکہ بہت زور دیا، اور فرمایا کہ ضرور جائیے۔ مخالفین نے اعلیٰ حضرت کو مشہور کر رکھا ہے کہ وہ بہت سخت ہیں، تیز مزاج ہیں۔ آپ ان سے مل کر بہت خوش ہوں گے، اور ان کا اخلاق دیکھ کر تعجب کریں گے۔ یہ مشورہ دے کر ایک خط احتیاطاً حضرت صاحبزادہ اکبر مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب حجۃ الاسلام کے نام لکھ دیا کہ ڈاکٹر سرفیاء الدین صاحب ایک مسئلہ ریاضی کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں، ان کی حسب شان خاطر داری ہونی چاہیے۔ جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کا خیال تھا کہ جب اس عرض سے جاتے ہیں، تو اعلیٰ حضرت ہی کے یہاں ٹھہریں گے۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ کسور اعشاریہ متوالیہ میں نصاریٰ تیسری قوت سے زیادہ کا سوال حل کرنے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ فقیر کو بھی اسی قدر واقفیت تھی، مگر حضور نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جس قوت کا سوال دیا جائے، حل کروں گا۔ اس کے بعد مجھے اور برادر م قناعت علی کو وہ قاعدہ تفہیم فرما کر چار مثالیں بھی حل کرا دیں۔

اس کے بعد ہی ایک خط جناب سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج کا حضور کی خدمت میں بایں مضمون آتا ہے کہ ڈاکٹر سرفیاء الدین صاحب جو ریاضی میں تقریباً ہر ولایت کی ڈگریاں اور تمغہ جات حاصل کئے ہوئے ہیں، عرصہ سے حضور کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔ چونکہ ایک جنٹل مین انگریزی وضع قطع کے آدمی ہیں، اس لیے آتے ہوئے جھکتے ہیں۔ مگر اب میرے کہنے اور اپنے اشتیاق ملاقات سے آمادگی ظاہر کی ہے۔ قیام نواب ضمیر احمد صاحب کے بنگلہ پر ہوگا۔ لہذا اگر وہ پہنچیں، تو انہیں باریابی کا موقع دیا جائے۔ حضور نے مولانا صاحب کو جواب دیا کہ وہ بلا تکلف تشریف لے آئیں، فقیر منتظر رہے گا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ بدایونی مقدمہ چل رہا تھا۔ دو چار روز کے بعد ڈاکٹر صاحب نے نواب صاحب کے بنگلہ سے اطلاع کی کہ میں پانچ بجے حاضر خدمت ہوں گا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر موٹر آ گیا، ہم دونوں اس وقت موجود تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو اندر بلا لیا گیا۔ شاید نماز عصر ہونے والی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی وضو کیا، اور موزوں پر مسح کیا، مگر نماز پڑھنے کے وقت موزے اتار ڈالے۔ لہذا اعلیٰ حضرت نے ان سے پھر پیروں کو دھلوا دیا۔ بعد نماز کچھ باہمی گفتگو رہی۔ حضور نے اپنا ایک قلمی رسالہ جس میں اکثر اشکال مثلث اور دوائر کے بنے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو دکھایا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب نہایت حیرت و استعجاب سے اسے دیکھ رہے تھے، اور بلاآخر فرمایا: میں نے اس علم کو حاصل کرنے میں غیر ممالک کے اکثر سفر کئے، مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہ ہوئیں۔ میں تو اپنے آپ کو بالکل طفل مکتب سمجھ رہا ہوں۔ مولانا! یہ تو فرمائیے آپ کا اس فن میں استاد کون ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا: میرا کوئی استاد نہیں ہے۔ میں نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے صرف چار قاعدے جمع،

تفریق، ضرب، تقسیم محض اس لیے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ تو وہاں کتابیں کہاں سے لاؤں گا۔
(ق ۱۳۷، ۱۳۸)

ریاضی دانی:

مولوی محمد حسین صاحب بریلوی ثم المیرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر، جنہوں نے ہندوستان کے علاوہ غیر ممالک میں تعلیم پائی تھی، اور ریاضی میں کمال حاصل کیا تھا، اور ہندوستان میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ اتفاق سے ان کو ریاضی کے کسی مسئلے میں اشتباہ ہوا، ہر چند کوشش کی مگر مسئلہ حل نہ ہوا۔ چونکہ صاحب حیثیت تھے اور علم کے شائق، اس لیے قصد کیا کہ جرمن جا کر اس کو حل کریں۔ حسن اتفاق سے جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ بریلی جا کر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب سے دریافت کیجیے، وہ ضرور حل کر دیں گے۔ ان صاحب نے کہا: مولانا! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ کہاں کہاں تعلیم پا کر میں آیا ہوں، اور حل نہیں کر سکا؛ اور آپ ان صاحب کا نام لیتے ہیں جو غیر ممالک تو کجا، اپنے شہر کالج میں بھی تعلیم حاصل نہ کی۔ بھلا ان سے کیا معلوم ہو سکتا ہے؟ دو چار دن کے بعد مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے ان کو پریشان دیکھ کر پھر یہی مشورہ دیا۔ پھر ان صاحب نے وہی جواب دیا، اور سفر یورپ کا سامان شروع کر دیا۔ مولانا موصوف نے پھر ان سے فرمایا، تو غصہ بھرے لہجہ میں کہا کہ مولانا! عقل بھی کوئی چیز ہے، آپ مجھ کو کیا رائے دیتے ہیں؟ اس پر مولانا نے فرمایا: آخر اس میں حرج ہی کیا ہے؟ اتنے بڑے سفر کے مقابلے میں بریلی جانا تو کوئی چیز نہیں۔ سیدھی گاڑی جاتی ہے، کئی گھنٹے کا سفر ہے؟ آپ ہو تو آئیے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ میرے قیام بریلی شریف کا زمانہ ہے یعنی ۱۳۲۹ھ کے قبل، ایک مرتبہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے علم المربعات کا ایک سوال اخبار دبدبہ سکندری راپور میں شائع کیا کہ کوئی ریاضی دان صاحب اس کا جواب دیں۔ اخبار دبدبہ سکندری اعلیٰ حضرت کے یہاں آتا تھا، اور مدیر ان اخبار مذکور کو جو خلوص و عقیدت اعلیٰ حضرت اور ان کے وابستگان کے ساتھ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب تک ضرور آتا ہوگا۔ خیر! بہر کیف اعلیٰ حضرت نے جب اس سوال کو ملاحظہ فرمایا تو اس کا جواب تحریر فرمایا، اور ساتھ ساتھ اسی فن کا ایک سوال بھی جواب کے لیے تحریر فرمایا اور مجھے حکم ہوا کہ اس کی ایک نقل رکھ لی جائے۔ میں اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت کا رسالہ الموهبات فی المربعات نقل کر رہا تھا، اس لیے کچھ دلچسپی تھی۔ جب وہ جواب اور پھر سوال اخبار میں چھپا، تو ڈاکٹر صاحب موصوف کی نظر سے گزرا۔ ان کو حیرت ہوئی کہ ایک عالم دین بھی اس علم کو جانتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اس کا جواب اخبار دبدبہ سکندری میں چھپوایا۔ اتفاق وقت کہ وہ جواب غلط تھا، اعلیٰ حضرت نے اس کی تغلیط کی۔ متحیر تو ڈاکٹر صاحب پہلے ہی تھے، اب ان کو سخت تعجب ہوا کہ ایک عالم دین صرف جانتا ہی نہیں بلکہ اس میں کمال رکھتا ہے۔ یہ دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کو اعلیٰ حضرت سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا، اور علی گڑھ میں اپنے احباب کے حلقہ میں اس کا تذکرہ کیا۔ لوگوں نے منع کیا کہ ہرگز مت جائیے۔ وہ بہت ہی سخت مولوی ہیں

اور آپ ہیں علی گڈھی، داڑھی منڈے۔ مولانا آپ سے بات بھی نہ کریں گے۔ یہ بھی دیکھا کہ مولوی صاحب پڑھ رہے ہیں، اور حضور پیش پیش فرماتے جاتے ہیں کہ اس کے بعد یہ ہونا چاہیے، اس کے بعد یہ باب ہوگا اور وہی لکھتا، مگر حضور کے سمجھاتے وقت معلوم ایسا ہوتا تھا کہ خالی ہاں ہاں کہنے کے سوا سمجھ میں ان کے کچھ بھی نہیں آ رہا ہے۔ غرض مشکل سے تین چار روزہ کر واپس چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد حضور نے فرمایا کہ مولوی صاحب بیچارے کے سمجھ میں کیا آیا ہوگا؟ اور اگر کچھ ذہن میں آیا بھی ہو تو زیادہ سے زیادہ بریلی کے اسٹیشن تک۔ علی گڈھ پہنچتے پہنچتے بالکل کورے ہی ہوں گے۔ پھر فرمایا: ڈاکٹر صاحب کے آنے سے پہلے، ایک قسم کا خیال آتا تھا کہ انہوں نے اس علم کے حصول میں اپنی زندگی صرف کر دی ہے، نہ معلوم کیا کیا سوالات کریں گے؟ بخلاف اس کے یہاں تو صد ہا مصروفیتیں ہیں، خدا جانے میں جواب بھی دے سکوں گا یا نہیں؟ مگر الحمد للہ پروردگار عالم نے ان کی پوری تشریحی کرا دی، اور وہ بہت مسرور گئے۔

سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ڈاکٹر صاحب مولانا سلیمان اشرف صاحب کو لے کر مارہرہ شریف پہنچے اور وہاں سے والا درجت جناب سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین مارہرہ شریف پیرزادہ اعلیٰ حضرت کو لے کر بریلی شریف پہنچے۔ اعلیٰ حضرت نے حضرت مہدی حسن میاں صاحب کی تعظیم و توقیر شایان شان فرمائی؛ اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کی بوجہ سیادت تعظیم کی، جناب وائس چانسلر صاحب سے بھی مزاج پرسی فرمائی اور تشریح آوری کی غرض دریافت کی۔ وائس چانسلر صاحب موصوف نے فرمایا کہ میں ریاضی کا ایک مسئلہ دریافت کرنے آیا ہوں۔ ارشاد ہوا: فرمائیے۔ انہوں نے کہا: وہ ایسی بات نہیں ہے، جسے میں اتنی جلدی عرض کر دوں۔ فرمایا: آخر کچھ تو فرمائیے۔ غرض وائس چانسلر صاحب نے سوال پیش کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے سنتے ہی فرمایا کہ اس کا جواب یہ ہے۔ یہ سن کر ان کو حیرت ہو گئی، اور گویا آنکھ سے پردہ اٹھ گیا، بے اختیار بول اٹھے میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شئی ہے، آج آنکھ سے دیکھ لیا۔ میں تو اس مسئلہ کے حل کے لیے جرمین جانا چاہتا تھا کہ ہمارے دینیات کے پروفیسر جناب سید سلیمان اشرف صاحب نے میری رہبری فرمائی۔ مجھے جواب سن کر تو ایسا معلوم ہو رہا ہے، گویا جناب اسی مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے، سنتے ہی فی البدیہہ تشریحی بخش نہایت اطمینان کا جواب دیا..... اور بہت شاداں و فرحاں علی گڈھ واپس ہوئے۔

(میں) ۱۳۲۹ھ ہی میں برادر دینی منشی عزیز الدین صاحب قادری رضوی بریلوی مقیم شملہ کی کوشش سے شملہ چلا گیا تھا۔ (اس لیے ذاتی مشاہدہ نہیں) کہ ڈاکٹر صاحب کب گئے اور کیا کیا باتیں ہوئیں؟ تاہم سید ایوب علی صاحب کا بیان زیادہ قابل وثوق ہے کہ ڈاکٹر صاحب نواب ضمیر احمد صاحب کے یہاں ٹھہرے، اور ایک وقت خاص پر حاضر ہوئے، اور سوالات کئے، اور تشریحی بخش جوابات پائے۔

(بہر حال) ڈاکٹر سر ضیاء الدین صاحب کا مسئلہ ریاضی کی تحقیق میں بریلی شریف آنا اور اعلیٰ حضرت سے وہ مسئلہ دریافت

کرنا اور اس کا تشفی بخش جواب پانا مسلم جس میں اصلاً شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ شرح چہمینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا: کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو؟ مصطفیٰ پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار سے یہ تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں، مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں۔ یہ سب سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہے۔ اس کے بعد سورہ عشریہ متوالیہ کی قوت کا تذکرہ آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی وہی فرمایا کہ تیسری قوت تک ہے۔ اس پر حضور نے میرے اور قناعت علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میرے یہ دو بچے بیٹھے ہیں۔ انہیں جس قوت کا آپ سوال دے دیں، یہ حل کر دیں گے۔ ڈاکٹر صاحب متحیر ہو کر ہم دونوں کو دیکھنے لگے۔

پھر ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا کہ حضور اس کا کیا سبب ہے کہ آفتاب حقیقۃً طلوع نہیں ہوا ہے، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طلوع ہو گیا۔ اس کا جواب علمی اصطلاحات میں حضور نے دیا۔ جسے فقیر بیان کرنے سے قاصر ہے۔ (۱۵) ہاں! جو مثال بیان فرمائی، وہ یہ تھی کہ:

کسی بند کمرے میں جھروکوں سے اگر روشنی پہنچتی ہو، تو باہر کے چلنے پھرنے والوں کا سایہ الٹا نظر آتا ہے۔ یعنی سر نیچے، پاؤں اوپر۔ اس کے علاوہ اور مشاہدہ کیجیے۔

حاجی کفایت اللہ صاحب نے فرمایا: حاجی صاحب! ایک طشت میں تھوڑا سا پانی ڈال کر ایک روپیہ اس میں ڈال دو۔ انہوں نے فوراً تعمیل کی۔ اب حضور نے ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: آپ کھڑے ہو کر دیکھئے کہ برتن میں روپیہ نظر آ رہا ہے یا نہیں؟ انہوں نے کچھ فاصلہ سے دیکھ کر عرض کیا: ہاں! نظر آ رہا ہے۔ فرمایا: ذرا اور پیچھے ہٹ آئیے۔ وہ کچھ پیچھے ہٹ آئے اور فرمایا: اب دکھائی نہیں دیتا ہے۔ حضور نے حاجی صاحب کو اشارہ کیا۔ انہوں نے تھوڑا سا پانی برتن میں ڈال دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: اب نظر آنے لگا۔ فرمایا اور دو قدم پیچھے کو آ جائیے۔ پھر روپیہ نظر سے غائب تھا۔ حاجی صاحب نے اور پانی ڈالا، روپیہ پھر نمایاں تھا..... بعدہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

افسوس یہ ہے کہ میں عربی سے ناواقف ہوں اور آپ انگریزی سے۔ کیا اچھا ہوتا کہ عربی کتب کا ترجمہ اردو میں ہو جاتا۔ پھر میں انگریزی کر کے شائع کر دیتا۔

اور فرمایا: میرے یہاں کالج کی لائبریری میں ایک کتاب عربی میں ہے۔ جس کا وجود دنیا میں معدودے چند نسخوں پر ہے۔ یعنی ایک تو میرے یہاں، اور ایک ایک جلد انگلینڈ، گرینچ، بھوپال، ریاست رام پور میں، اور ایک نسخہ قسطنطنیہ میں ہے۔ ویسے میں چاہتا ہوں کہ اس کا ترجمہ انگریزی میں ہو جاتا۔ لہذا اگر حضور فرمائیں تو میں ایک مولوی صاحب کو وہ کتاب دے کر خدمت والا میں بھیج دوں۔ تاکہ وہ حضور سے آ کر سمجھ لیں۔ پھر ان سے میں سمجھ لوں گا۔

حضور نے فرمایا: بہتر ہے..... اس کے بعد ڈاکٹر صاحب تشریف لے گئے۔ حضور نے کچھ مٹھائی تازہ موٹر میں رکھوا دی۔ چند روز کے بعد ڈاکٹر صاحب کے فرستادہ مولوی صاحب وہ کتاب لے کر آئے، اور حضور سے پڑھنا شروع کیا۔ ہماری

آنکھیں شاہد ہیں کہ حضور اس کیاب بلکہ نایاب کتاب کو بغیر دیکھے۔ بے تکلف مولوی صاحب کو اس طرح سمجھاتے جاتے، جیسے حضور نے اس کو بار بار پڑھایا ہے۔

(کیوں کہ میرے قیام شملہ کے دوران ہی) وہ وائس چانسلر صاحب بھی حسن اتفاق سے شملہ آئے، اور اسپیشل ہوٹل میں مقیم ہوئے۔ میں وہاں گیا، اور ان سے ملا، اور کہا کہ میں ایک امر کی تحقیق و تفتیش آپ سے چاہتا ہوں، فرمایا: کل صبح بعد نماز فجر۔ دوسرے دن سویرے ہی گیا اور ان سے دریافت کیا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ ریاضی کا کوئی مسئلہ معلوم کرنے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بریلی تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کو کیسا پایا؟ فرمایا: بہت ہی خلیق و منکسر المزاج اور ریاضی بہت اچھی جانتے تھے، باوجودیکہ کسی سے پڑھا نہیں، ان کو علم لدنی تھا۔ میرے سوال کا جو بہت مشکل اور لاجل تھا، ایسا فی البدیہہ جواب دیا، گویا اسی مسئلہ پر عرصہ سے ریسرچ کیا ہے۔ اب ہندوستان میں کوئی اور جاننے والا نہیں ہے۔

بریلی سے واپس ہونے پر پروفیسر صاحب نے داڑھی رکھ لی اور نماز بھی پورے پابند ہو گئے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ (ق ۱۵۰، ۱۵۷)

صیبت و توقیت وغیرہ میں کمال:

اوپر بیان ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے ۱۳ سال ۱۰ ماہ کی عمر میں کتب درسیہ مروجہ سے فاتحہ فراغ حاصل فرمایا۔ اس عمر میں انسان کی جیسی عقل ہوتی ہے، جیسی محنت عام طلبہ کرتے ہیں، خصوصاً ایک رئیس کبیر کے صاحب زادے سے جس محنت کی توقع کی جاسکتی ہے، اس کے مقابلہ میں حضور کی لیاقت، فنی قابلیت جو دیکھ جاتی ہے، تو سوا اس کے کہ اس کا اقرار کیا جائے کہ اعلیٰ حضرت کا علم کسی نہ تھا، بلکہ محض وہی، لدنی (تھا) اور کوئی چارہ کار نہیں اور یہ صرف میرا خیال نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کا بھی میرے گمان میں یہی عقیدہ تھا۔ اسی لیے حضور اپنے فتاویٰ شریف کا نام العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ رکھا تھا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ اسی لیے نہ صرف فقہ اور دینیات بلکہ جس فن کی طرف توجہ فرمائی اپنے شعر کوچ کر دکھایا اور حقائق و دقائق کے دریا بہا دیئے

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

علم ہیئت میں اعلیٰ حضرت نے شرح چھمینی حضرت مولانا عبدالعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ راپوری سے پڑھی۔ لیکن اس فن میں ایسا کمال پیدا فرمایا کہ تصریح شرح چھمینی پر حاشیہ لکھا۔ اس کے مغلط مقامات کو حل فرمایا پھر اعلیٰ حضرت کا کسی کتاب پر حاشیہ لکھنا علمائے معاصرین کی طرح نہ تھا کہ کچھ ادھر سے کچھ ادھر سے نقل کیا اور کسی ایک کتاب پر چسپاں کر دیا بقول شخصے

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا

بلکہ جو کچھ تحریر فرماتے، اپنے علم اور فیضان الہی سے۔ علم ہیات کو اگر دیکھا جائے، تو سو چند اصطلاحات جاننے کے فقط

اس سے کوئی کارآمد نتیجہ نہیں نکلتا۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت نے ہیات کے ساتھ علم توقیت اور نجوم کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ اگرچہ نجوم کی طرف توجہ محض فنی واقفیت اور علمی حیثیت سے زیادہ کبھی اس کو اہمیت نہ دی۔ پھر بھی جب کبھی نجوم کی طرف توجہ فرمائی تو مشاہیر فن کو اعلیٰ حضرت کی بات ماننی پڑی۔

ایک مرتبہ مولوی غلام حسین صاحب یعنی مولوی محمد حسین صاحب بریلوی موجد طلسمی پریس کے والد ماجد تشریف لائے، جو علم نجوم میں کامل اور اس فن کے ماہر تھے، اور فرمایا..... مولوی! سنتے ہو (۱۶) لاہور فتح، دہلی پردھمک اعلیٰ حضرت نے فرمایا..... یہ کیسے؟

انہوں نے ایک زانچہ پیش کیا، جو تیار کر کے لائے تھے، اس کو اعلیٰ حضرت کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت نے اس کو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا..... یہ نہ ہوگا، بلکہ اس کا حاصل فقط تبدیل سلطنت ہے۔ انہوں نے کہا..... ہاں! یہی ہوگا، جو میں نے حکم لگایا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا..... مجھے اس سے اتفاق نہیں، اس کا اثر میرے خیال میں یہ نہیں۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے، اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد مکان تشریف لے گئے۔ پھر کئی مہینہ کے بعد وہ تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت نے دریافت فرمایا..... کہے حضرت! کہاں لاہور فتح اور دہلی پردھمک ہوئی؟ انہوں نے کہا..... آپ کا حکم لگانا بھی تو غلط ہوا۔ کہاں تبدیل سلطنت ہوئی؟

ارشاد فرمایا..... سلطنت تو بدل گئی، پہلے ملکہ و کٹوریہ کی سلطنت تھی یعنی ولیم کے خاندان میں اور آج کل ایڈورڈ ہفتم بادشاہ ہیں، ان کا خاندان دوسرا ہے۔ دادیہال سے خاندان لیا جاتا ہے، نہ نانیہال سے۔ شرعاً نسب کا اعتبار باپ کی طرف سے ہوتا ہے، نہ ماں کی جانب سے۔

تب مولوی غلام حسین صاحب خاموش ہو گئے۔

ایک اور واقعہ انہیں کا ہے۔ ایک دن تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت نے دریافت فرمایا..... فرمائیے! بارش کا کیا انداز ہے، کب تک ہوگی؟

انہوں نے ستارا کی وضع سے زانچہ بنایا، اور فرمایا..... اس مہینہ میں پانی نہیں ہے، آئندہ ماہ میں ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ زانچہ اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھا دیا۔

اعلیٰ حضرت نے دیکھ کر فرمایا..... اللہ کو سب قدرت ہے، چاہے تو آج بارش ہو۔

انہوں نے کہا..... یہ کیسے ہو سکتا ہے، آپ ستاروں کی وضع کو نہیں دیکھتے؟

حضرت نے فرمایا..... میں سب دیکھ رہا ہوں، اور اس کے ساتھ ساتھ ستاروں کے وضع اور اس کی قدرت کو بھی دیکھ رہا

ہوں۔

(پھر اس مشکل مسئلہ کو کس قدر آسان طریقہ پر سمجھا دیا) سامنے کلاک لگی ہوئی تھی، اعلیٰ حضرت نے ان سے پوچھا.....

وقت کیا ہے؟

بولے..... سو گیارہ بجے ہیں۔

فرمایا..... ۱۲ بجنے میں کتنی دیر ہے؟

بولے..... پون گھنٹہ۔

حضرت نے فرمایا..... اس سے قبل؟

کہا..... نہیں، ٹھیک پون گھنٹہ۔

اعلیٰ حضرت اٹھے، اور بڑی سوئی کو گھما دیا۔ فوراً ٹن ٹن بارہ بجنے لگے۔ حضرت نے فرمایا..... آپ نے فرمایا تھا، ٹھیک پون

گھنٹا بارہ بجنے میں ہے۔

بولے..... آپ نے اس کی سوئی کھسکا دی، ورنہ اپنی رفتار سے پون گھنٹے ہی بعد ۱۲ بجتے۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا..... اسی طرح رب العزۃ جل جلالہ قادر مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چاہے، پہنچا

دے۔ وہ چاہے تو ایک مہینہ، ایک ہفتہ ایک دن کیا؟ ابھی بارش ہونے لگے۔

اتنا زبان مبارک سے نکلتا تھا کہ چاروں طرف گنگھور گھٹا آگئی، اور پانی برسنے لگا۔

غرض اعتقاد علم نجوم پر اس قسم کا تھا، ستاروں کے اثرات کے قائل تھے، مگر اصل فاعل مختار حضرت عزوجل شانہ کو جانتے

تھے۔ ستاروں کی وضع اور رفتار بدلنے کی بھی ضرورت نہیں۔

مولانا مولوی محمد ابراہیم رضا خان صاحب عرف جیلانی میاں سلمہ کی ولادت کا زائچہ بنایا، اور فن کے اعتبار سے اس پر

احکام مثبت فرمائے، جو مستقل ایک رسالہ کی شکل میں خود دست مبارک کا لکھا ہوا، کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کے اوپر تحریر

فرمایا: الغیب عند اللہ۔

ہیت، و نجوم میں کمال کے ساتھ علم توقیت میں کمال تو حد ایجاد کے درجہ پر تھا۔ یعنی اگر اس فن کا موجد کہا جائے، تو بے جا نہ

ہوگا۔ علمائے جتہ جتہ اس کو مختلف مقامات پر لکھا ہے۔ لیکن میرے علم میں کوئی مستقل کتاب اس فن میں نہ تھی۔ اس لیے جب

میں نے اور میرے ساتھ مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری..... مولانا مولوی حکیم سید شاہ عزیز غوث صاحب بریلوی.....

مولوی سید محمود جان صاحب بریلوی..... حضرت حجۃ الاسلام صاحبزادہ والا جاہ مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی.....

مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی نے اس فن کو حاصل کرنا شروع کیا، تو کوئی کتاب اس فن کی نہ تھی، جس کو ہم لوگ پڑھتے۔ اسی

وجہ سے اعلیٰ حضرت خود ہی اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے۔ اسی کو ہم لوگ لکھ لیتے، اور اسی کے مطابق عمل کر کے اوقات

نصف النہار، طلوع، صبح صادق، عشا، ضحویہ کبریٰ، عصر نکالتے۔ ایک زمانہ تک تو وہ قواعد ہم لوگوں کی کاپیوں میں لکھے رہے۔ پھر

میں نے ان سب کو ایک کتاب میں جمع کر کے پوری توضیح و تشریح کے ساتھ مع مثال بلکہ امثلہ لکھ کر اس کا نام الجواہر والیواقیت فی علم التوفیق معروف بہ توضیح التوفیق رکھا۔ الحمد للہ کہ یہ رسالہ مطبع نعیمی مراد آباد میں چھپ کر شائع ہو گیا ہے اور اس سے بہت لوگوں نے اس علم کو حاصل کیا۔

اسی زمانہ میں مجھے بریلی شریف جانے کا اتفاق ہوا، تو ایک نسخہ گرامی جناب محبت مکرم جناب حکیم سید شاہ عزیز غوث صاحب کے لیے لیتا گیا۔ انہوں نے دیکھا تو بہت خوش ہوئے، اور مولوی صاحب بھی فارسی زبان میں اس فن میں تصنیف نما رہے تھے۔ وہ رسالہ مجھے دکھایا کہ میں نے اس طرح لکھنا شروع کیا تھا۔ لیکن اب توضیح التوفیق کے بعد اس کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ہے۔ میں نے بہت اصرار کیا کہ آپ ہرگز ایسا خیال نہ فرمائیں، آپ اس کتاب کو ضرور مرتب کر ڈالیے۔ یہ بھی اعلیٰ حضرت کا فیض اور ان کے علم کی اشاعت ہے۔

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست

یہ نہ معلوم ہو سکا وہ کتاب ان کی زندگی میں چھپ گئی تھی یا نہیں؟ اور اب ان کے صاحب زادوں کا ان کی تصنیفات کی طباعت و اشاعت کے متعلق کیا خیال ہے؟ غرض یہ تو اعلیٰ حضرت کے اس فن میں علمی کارنامے ہیں۔ یعنی قواعد کے ذریعہ یہ معلوم کر لینا کہ کس وقت آفتاب طلوع کرے گا، اور کس وقت غروب وغیرہ؟

ساتھ ساتھ ستاروں کی معرفت اور ان کی چال کی شناخت اس قدر زبردست تھی کہ مولوی برکات احمد صاحب صدیقی پہلی بھتی نبیرہ مولوی عبداللطیف صاحب برادر حضرت محدث سورتی مولانا شاہ وحی احمد صاحب قدست اسرار ہما کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کو ستارہ شناسی میں اس قدر کمال تھا کہ آفتاب کو دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے تھے۔

فقیر عبیدالرضا غفرلہ نے بوقت شب ستاروں کو ملاحظہ فرما کر وقت بتانے اور گھڑی ملانے کے واقعات بھی سنے اور دیکھے ہیں اور بالکل صحیح وقت ہوتا۔ ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑتا۔

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت بدایوں تشریف لے گئے۔ حضرت تاج الفحول محبت الرسول مولانا شاہ عبدالقادر قادری برکاتی قدس سرہ العزیز کے یہاں مہمان تھے۔ مدرسہ قادریہ مسجد خرما میں خود حضرت تاج الفحول امامت فرماتے۔ جب فجر کی تکبیر شروع ہوئی، تو حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نے اعلیٰ حضرت عالم اہل سنت فاضل بریلی کو امامت کے لیے آگے بڑھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے نماز فجر کی امامت کی، اور قرأت اتنی طویل فرمائی کہ مولانا عبدالقادر صاحب کو بعد سلام کے شک ہوا کہ آفتاب تو طلوع نہیں ہو گیا۔ مسجد سے نکل کر لوگ آفتاب کی جانب دیکھنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا: آفتاب نکلنے میں ابھی تین منٹ اڑتا لیس سکند باقی ہیں۔ یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے۔

مولوی سید عبدالعزیز صاحب قادری سہوانی حال مقامی بریلی شریف محلہ ملوک پور مسجد شاہ معشوق اللہ صاحب قدس سرہ مجھ سے فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت اور حضرت تاج الفحول میں غایت درجہ محبت تھی گویا دونوں ایک ہی تھے۔ پھر بھی مولانا

عبدالقادر صاحب بدایونی فجر کی نماز ابتدائے اسفار میں پڑھتے تھے جب کبھی حضرت تاج الفحول بریلی تشریف لاتے تو حسب عادت سویرے نماز پڑھا کرتے؛ اور اگر کوئی کہتا کہ اعلیٰ حضرت دیر کر کے پڑھتے ہیں تو فرماتے کہ وہ ہیئت و توقیت جانتے منٹ منٹ کی خبر رکھتے ہیں ان کے لیے اس قدر اسفار زیبا ہے۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی سستی پوری نے لکھا کہ مکرئی حاجی عبدالجامع صاحب جامی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بریلی تشریف لے گئے۔ رات زیادہ ہو جانے کے سبب مولانا کو خبر نہیں کی، فجر کی نماز کے لیے سویرے ہی اذان کہی اور تھوڑی دیر انتظار کر کے نماز شروع کر دی۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت تشریف لائے اور اسفار میں نماز فجر ادا فرمائی۔

علم تکسیر میں مہارت:

علم تکسیر بھی اس زمانہ میں انہیں علوم میں سے ہے جس کے جاننے والے ہر صوبہ میں ایک یا دو شخص ہوں گے۔ عوام کو اس سے کیا دلچسپی، علما کو اس سے کیا غرض؟ مشائخ کرام جن کے یہاں کی اور جن کے کام کی چیز ہے، سیکڑے میں اسی ایسے ملیں گے، جو اپنے مشائخ کے مجموعہ اعمال یا مجربات یا نافع الخلائق سے نقوش الٹے سیدھے باقاعدہ یا بے قاعدہ لکھ دینا کافی سمجھتے ہیں۔ ۱۸-۱۹ صدی نقش مثلث یا مربع قاعدہ مشہورہ سے بھر لینا جانتے ہیں اور پوری چال سے نقوش بھرنا تو شاید چار یا پانچ سو میں دو ایک ہی کا حصہ ہوگا۔

عرصہ کی بات ہے کہ ایک شاہ صاحب مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ تشریف لائے اور محبت محترم حامی دین، واقف علوم عقلیہ و نقلیہ مولانا مولوی مقبول احمد خاں صاحب در بھنگوی مدرس مدرسہ کے مہمان ہوئے اور اپنی عزت بنانے، وقار جمانے کو ادھر ادھر کی بات کرتے ہوئے فن تکسیر کی واقفیت کا ذکر کیا۔ مولوی صاحب بہت ظریف طبیعت ہیں۔ یہ سن کر ایسا اندازہ برتا جس سے ان شاہ صاحب نے سمجھا کہ میرے فن دانی کے قائل اور معتقد ہو گئے۔ چنانچہ مہینہ دو مہینہ میں ایک دو پھیر ادھر ان کا ہونے لگا، اور مولانا کے یہاں ایک دو وقت قیام ضرور کرتے۔ یہ بھی مہمان نوازی فرماتے۔ جب ان کی ڈینگ بہت بڑھی، تو ایک دن بہت ہولی زبان سے فرمایا کہ میرے مدرسہ میں بھی ایک مدرس مولانا ظفر الدین صاحب ہیں، وہ بھی فن تکسیر جانتے ہیں۔ بہت حیرت ہوئی وہ تو سمجھ رہے تھے کہ مولانا مقبول احمد خاں صاحب کے علم میں دنیا میں، میں ہی ایک تکسیر جاننے والا ہوں؛ اور اسی وجہ سے ایسے زبردست معقولی ہونے پر بھی میری عزت کرتے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ اسی پٹنہ میں مولانا کے دستوں میں اسی مدرسہ کے مدرسوں میں، اک شخص فن تکسیر جانتے ہیں، تو حیرت کی حد نہ رہی۔ بولے کہ ان سے میری ملاقات کرادیجئے گا۔ انہوں نے کہا: اچھا! وہ تو روزانہ مدرسہ کے وقت ۱۰ بجے مدرسہ تشریف لاتے ہیں، اور چار بجے دریا پور واپس جاتے ہیں۔

چنانچہ ایک دن مولوی صاحب موصوف شاہ صاحب کو لیے ہوئے میرے پاس تشریف لائے اور ان کا تعارف کرتے ہوئے بہت سی خوبیاں بیان کرتے ہوئے خاص انداز سے فرمایا کہ سب سے بڑا کمال آپ کا یہ ہے کہ آپ فن تکسیر جانتے ہیں۔ میں سمجھ گیا۔ میں نے کہا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا کمال ہوگا کہ آپ دہن جانتے ہیں، جس کے جاننے والے روئے زمین سے

معدوم و مفقود نہیں تو قلیل الوجود ضرور ہیں۔ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جناب کو بھی فن تکسیر کا علم ہے؟ میں نے کہا یہ مخلصوں کا محض حسن ظن ہے، کسی فن کے چند قواعد کا جان لینا فن کی واقفیت نہیں کہلاتی ہے۔ ہاں اس فن سے یک گونہ دلچسپی ضرور ہے۔

اس کے بعد میں نے ان شاہ صاحب سے پوچھا..... جناب مربع کتنے طریقہ سے بھرتے ہیں؟

بہت فخریہ فرمایا..... سولہ طریقہ سے۔

میں نے کہا..... بس۔

اس پر فرمایا..... اور آپ؟

میں نے کہا..... گیارہ سو باون طریقے سے۔

بولے..... سچ؟

میں نے کہا..... جھوٹ کہنا ہوتا تو کیا لاکھ دولاکھ کا عدد مجھے معلوم نہ تھا گیارہ سو باون کی کیا خصوصیت تھی؟

کہا..... میرے سامنے بھر سکتے ہیں؟

میں نے کہا..... ضرور، بلکہ میں نے بھر کر رکھ دیا ہے۔ آج چار بجے میرے ساتھ دریا پور تشریف لے چلیں۔ مولانا مقبول

احمد خاں صاحب کو بھی میں دعوت دیتا ہوں، وہیں ناشتہ چائے چلے، وہ کتاب میں حاضر کروں گا۔ ایک ہی نقشہ ہے جو اتنے طریقے سے بھرا ہوا ہے، جس میں کوئی ایک دوسرے سے ملتا ہوا نہیں۔

پوچھا..... کن سے سیکھا؟

میں نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا نام لیا۔

حضرت کے معتقد تھے، نام سن کر ان کو یقین ہو گیا مگر پوچھا..... اور اعلیٰ حضرت کتنے طریقوں سے بھرتے ہیں؟

میں نے کہا..... تیس سو طریقے سے۔

کہا..... آپ نے اور کیوں نہیں سیکھا؟

میں نے کہا..... وہ تو علم کے دریا نہیں، سمندر ہیں۔ جس فن کا ذکر آیا، ایسی گفتگو فرماتے کہ معلوم ہوتا کہ عمر بھرا سی کو سیکھا

اور اسی کی کتب بنی فرمائی ہے۔ ان کے علوم کو میں کہاں تک حاصل کر سکتا ہوں؟ آخر ۴ بجے وہ میرے ساتھ دریا پور تشریف

لائے اور وہ کاغذ جس پر میں نے وہ نقوش لکھے تھے، ملاحظہ فرمایا۔ بہت تعجب سے دیکھتے رہے، اور اعلیٰ حضرت کی زیارت کے

مشتاق ہو کر بعد مغرب واپس ہوئے۔ پھر نہ معلوم کہ بریلی شریف حاضر ہوئے یا نہیں۔ خیر بہر کیف۔

جملہ علوم و فنون کی طرح فن تکسیر سے اعلیٰ حضرت کو نہ صرف واقفیت ہی تھی بلکہ اس فن میں کمال اور مہارت رکھتے تھے۔

بلکہ اگر مجتہد کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ اس کے ثبوت میں ایک تحریر نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔ جس کو حضرت عظیم البرکت سیدنا

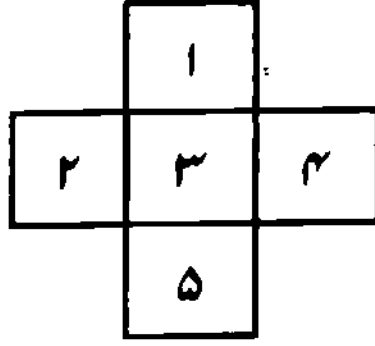
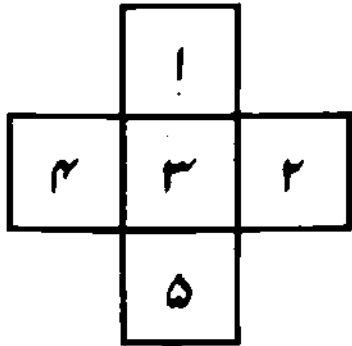
سید شاہ اولاد رسول محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ قادریہ، برکاتیہ قاسمیہ مدظلہ العالی نے میری طلب پر روانہ فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
فصل فی الوقف الوحاوی

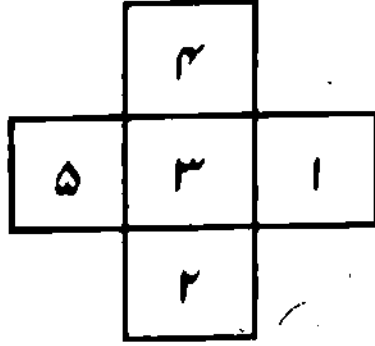
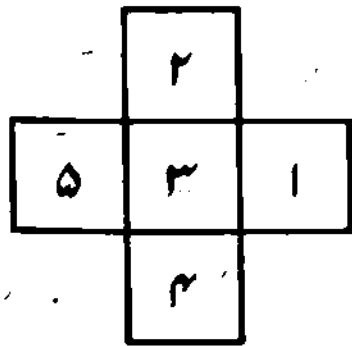
فقیر احمد رضا قادری بریلوی غفرلہ القوی درج مجموعہ سیدنا نور العارفین حضرت سید ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی نقشے بریں صورت دیدہ بود، اما اور اقاعدہ مضبوط و ضابطہ مطردہ نیافتہ۔ ناچار بجائے خود فکرے کردم و سہ ضابطہ برا آوردم۔ و ایں نقش را ہم ہر دو ضلع تمام شود، ضلع قائم و ضلع معترض۔ وقف و حاوی نام نہاد و سیر اور ادریں بیت انضباط و ادم چو خواہی بہ نقش و حاوی سیر دو رخ در میان دو فرزین بگیر

چوں چہار دہم ماہ محرم الحرام ۱۳۰۶ھ شرف خاک بوسی آستانہ عالیہ برکاتیہ بتقریب عرس سراپا قدس حضور صاحب البرکات رضی اللہ عنہ دست داد، ذکر ایں نقش با صاحبزادہ والا احترام حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسمعیل حسن میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بمیاں آمد۔ عرض داشتم کہ من فقیر ایں وقف را چند ضابطہ بروئے کار آوردم۔ ارشاد فرمود کہ بفرست ۱۵ ماہ مذکور بوطن رسیدم، طرح فکرے تازہ انداختم۔ در ساعت قلیل ہفت ضابطہ دیگر روئے نمود، تا آنکہ تلتک عشرۃ کاملہ شد۔ و باعتبار وجوہ طریق رخت از حدی نہایت برد۔ فقیر اولاً آن سہ قاعدہ پیشین می نویسم، پس آن ضوابط آخر ذکر خواہم کرد و باللہ التوفیق۔

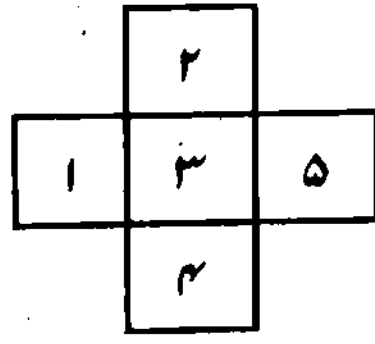
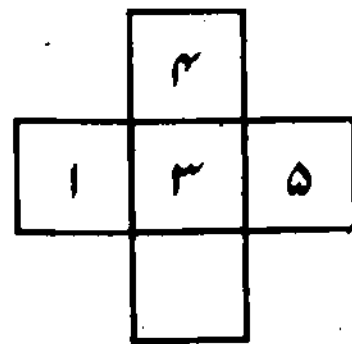
(ضابطہ اولی) شش طرح و بر سہ تقسیم و از حاصل آغاز و کسریک در بیت چہارم و دوم در سوم کہ بیت القطب ست و ہمین ست نظم و اقل ما یجری فیہ تسعة و سیر از چہار بیت آتش و بہادی و آبی و خاکی ممکن ست۔ و راہ ہمین و یسار ہر دو کشادہ۔



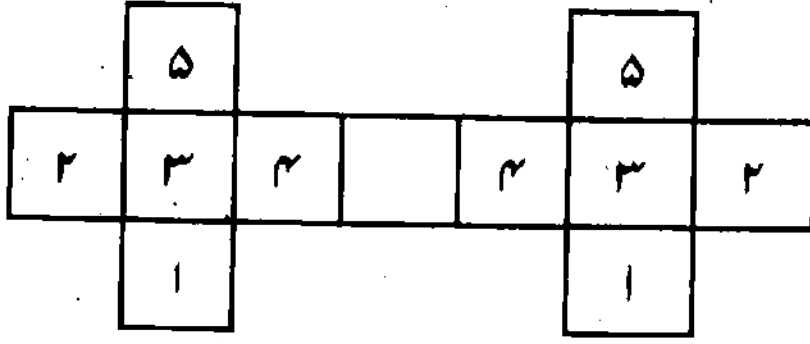
فمن الناری



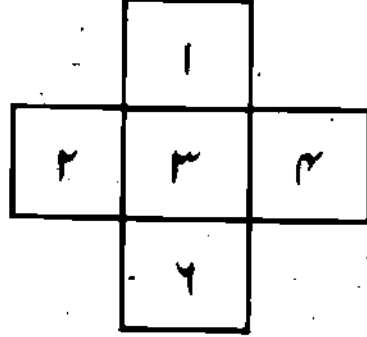
ومن الهوائی



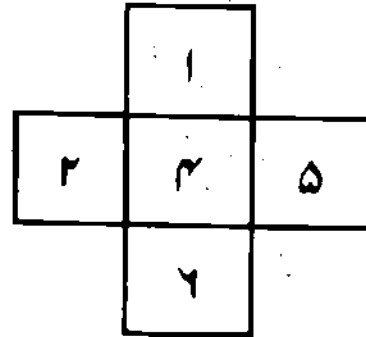
ومن المائی



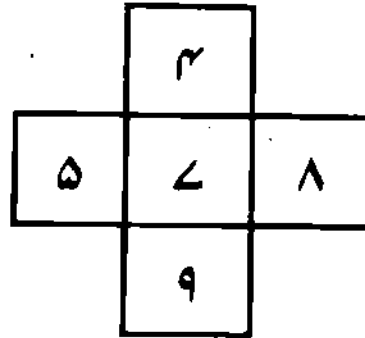
ومن الارضی



وهذا من عشرة فالكسر واحدا



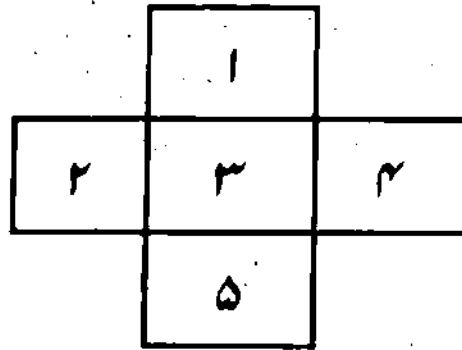
وهذا من احد عشر فالكسر اثنان



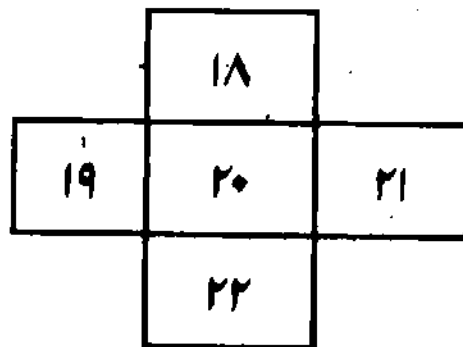
نقشہست در بست

(ضابطہ ثانیہ) بر طبق مصاریفہ کہ عدد اسم مطلوب یا آیت مقصودہ دو بی قطب نویسند و حاصل جمع ضلع سے مثل اعداد مطلوبہ

باشد و حاجت تکسیر نیفتد۔

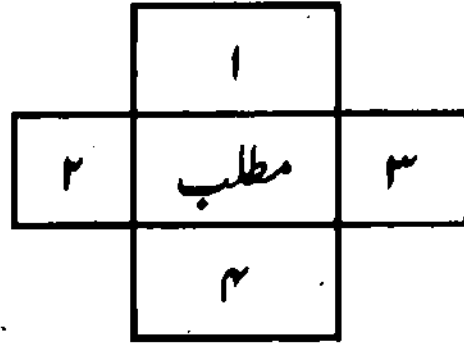


این صورت از سه تا فوق ممکن و هذا وفق ح

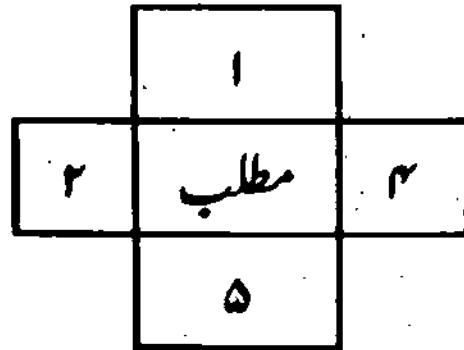


نقش بست در بست

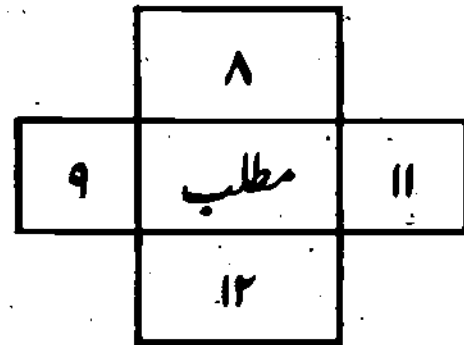
(ضابطہ ثالثہ) کہ خانہ قطب بہر کتابت مقصود، تہی ماند۔ قانوش آنکہ سہ طرح و مقسوم علیہ، و کسر در چہارم



واقف مایجری فیہ خمسہ



وہذا من ستہ



نقش بست در بست

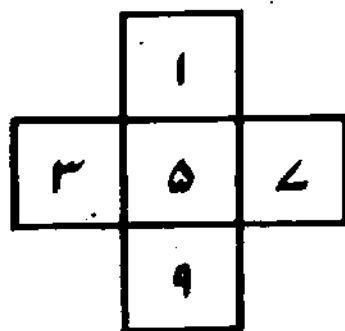
وایں جا قاعدہ مصاریہ جاری نتواں کرد کہ بیت قطب ندارد۔ وایں سہ قاعدہ ست کہ بزنگاہ اولیں پردہ از روئے مقصود کشود۔

حالا ضوابط باقیہ برنگارم۔

(ضابطہ رابعہ مشتمل بر طرقتہ غیر متناهیہ) در نظم طبعی طرح ۶ بود، و سیر بر نسق اعداد یک یک فزودن۔ و ترا می رسد کہ از اضعاف ستہ ہر قدر کہ خواہی طرح کنی و بحساب آن در زیادت افزائی مثلاً اگر ۱۲ طرح کنی، بہر خانہ دوگان افزائی۔ و در طرح ۱۸ سہ گان۔ و در اسقاط ۲۴ چہارگان۔ و ہم چنین الی مالا نہایہ لہ

پیدا است کہ چون تضاعیف ستہ را نہایت نیست، طریق ایں ضابطہ را نیز پایاں نباشد۔ و تقسیم دائما بر سہ و از حاصل شروع و و طیرہ کسر همان ست کہ در نظم طبعی گزشت و نذکر امثلہ بعض الطرقتہ۔

(طریقہ اولی) طرح ۱۲ از زیادت دوگان واقف مایجری



فیہ خمسہ عشر فکذا

۱		
۳	۵	۸
۱۰		

و هذا من ۱۶ فالکسر واحد

۲		
۴	۷	۹
۱۱		

نقش بست در بست فالکسر اثنان
(طریقہ دوم)

۱		
۴	۷	۱۰
۱۳		

طرح ۱۸ اوزیادت سه گان و اقل ما یجری فیہ ۲۱

۱۶		
۱۹	۲۲	۲۵
۲۸		

نقش اسم ذات

۲۲		
۲۷	۳۱	۳۳
۳۷		

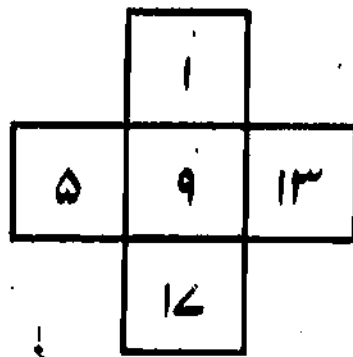
فالکسر اثنان

نقش نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
(طریقہ سوم)

۱		
۵	۹	۱۳
۱۷		

طرح ۲۳ اوزیادت چهارگان و اقل ما یجری فیہ ۲۷

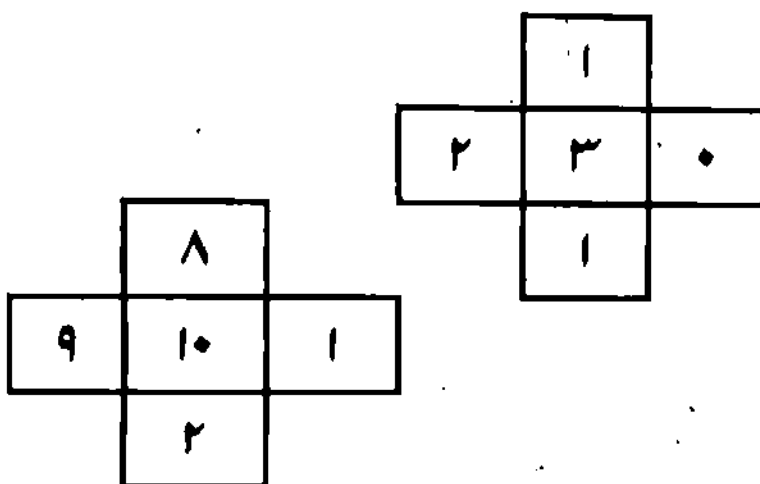
(طریقہ چهارم) طرح ۷۸۰ کے یک صدوی
ضعف ستہ است و زیادت برخانہ ۳۰ تعویذ تسمیہ



وعلیٰ هذا القیاس ازین ضابطه طرق غیر متناهیہ توان برآورد کمالاتی -

(ضابطه خامسه ایضا مشتمل بر طرق غیر متناهیہ) از سه تا غیر متناهی هر قدر که خواهی طرح نمائی، و تقسیم بر ۲ و ثابت قطب سیر بر نظم طبعی - و بعد از آن که بیت چهارم است از عدد مطروح هر قدر که باشد سه کم نموده سیر نمائی - و ظاہر است که درین صورت کسرنیتد مگر بیک، آن در بیت چهارم بیفزائی مثلاً
(طریقہ اولی) چون طرح سه کنیم در بیت چهارم از عدد مطروح که سه بود سه کاستیم، هیچ نماند - آنجا صفر نهند، و در پنجم

یک - و اقل مایجری

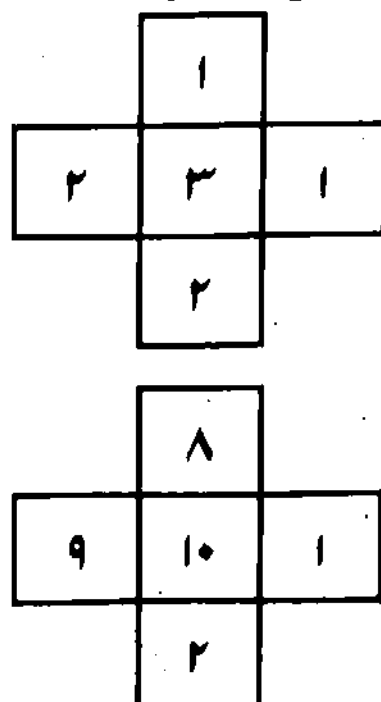


فیه خبسة هکذا

نقش بست در بست

تو صحیح آنکه از بست سه تفریق شد، ۷ ماند - برد و قسمت کردیم، هشت صحیح بر آمد، و کسریک - هشت را بخانه اول نهادند تا قطب سیر نمودیم - در بیت چهارم از مطروح سه کاستیم، فانی شد، صفری بایست - اما کسریک که بدست بود، افزودیم - یک درین خانه آمد، و دو در بیت پنجم -

(طریقہ دوم) طرح ۴ و در خانه چهارم و پنجم یک و دو و اقل مایجری

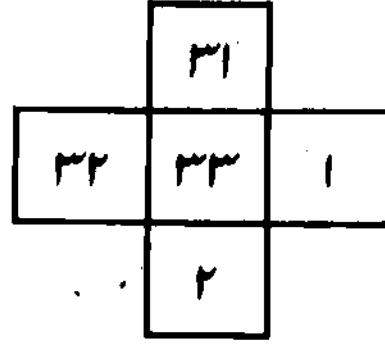


فیه خبسة هکذا

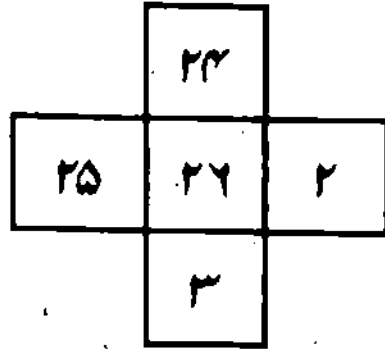
نقش بست در بست بلا کسر

ایں بعینہ مثل اول برآمد۔ اما فرق در طریقہ ست آنجا سه طرح کرده بودیم، و کسری ماند، و این جا چهار انداختیم و بے کسریا

فہم۔

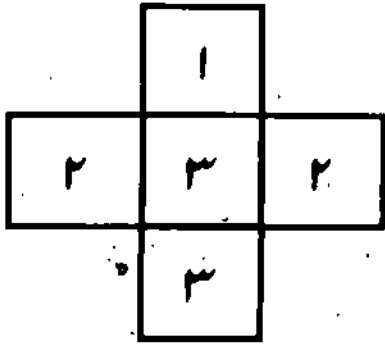


نقش اسم ذات

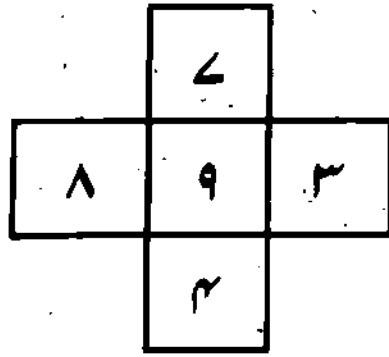


اسم ذات پاک احمد صلی اللہ علیہ وسلم اعدادش ۵۳

(طریقہ سوم) طرح ۱۵ این جا در خانہ چہارم ۲ و در پنجم ۳ آید کمالا یعنی و اقل

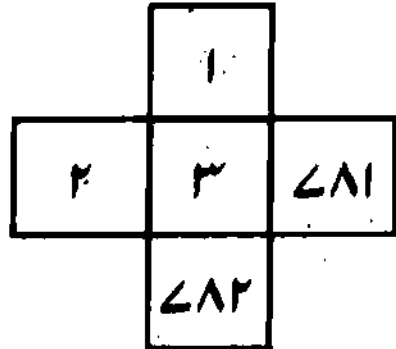


ما یجری فیہ سبعة



نقش بست در بست

(طریقہ چہارم) طرح ۸۲ تعویذ تسمیہ



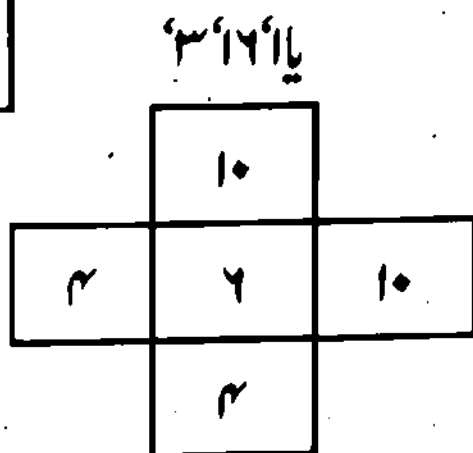
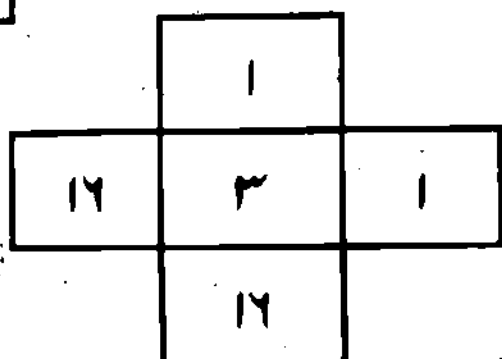
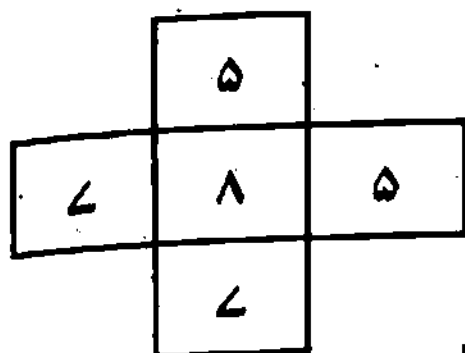
و ہم چنین الی مالا نہایت لہ

(ضابطہ سادسہ ایضا مشتمل بر طرق غیر متناہیہ) این ضابطہ پنج طرح و کسری محتاج نیست، و پنج گونہ

نظاے و سیاے نمی خواهد۔ ہر عددے کہ خواہی بہر نیچے کہ خواہی سہ پارہ کنی و آل پارہ ہا در بیوت ثلثہ اولین تا بیت القطب نہی۔

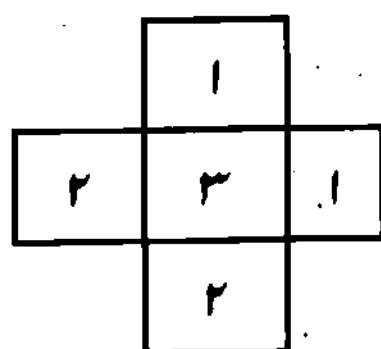
چوں بہ بیت چہارم رسی باز از سر آغاز کنی۔ بعدہ از عدد خانہ اول بالترتیب نوشتن گیری۔

مثلاً بست را پارہ کر دیکم ۸۷۵



وہكذا ایں جا اگر اختلاف بیوت در عدد خواهند، البتہ در کم از سه جریان نیابد فان اقسامها ۲، ۳ و لا یمکن اقل من ذالک مختلفات ورنہ در سه نیز ممکن ست کما لا یخفی۔

(ضابطہ سابعہ) پنج طرح کنی و باقی را نگاه داری و سیر مطلقاً از یکے نمائی۔ چون بہ بیت چہارم آئی، جمیع باقی ماندہ را نہی و در پنجم بر آں یک افزائی کما هو مقتضی السیر۔

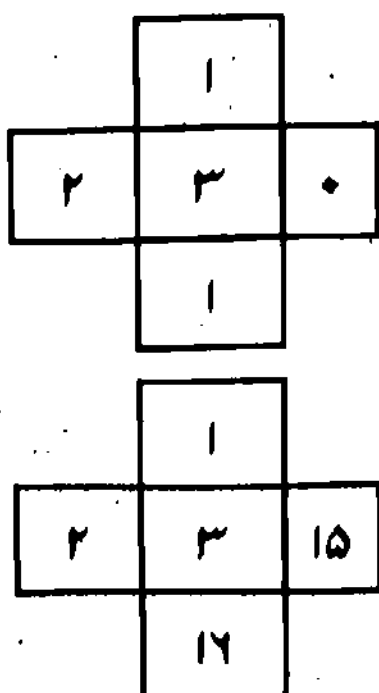


واقلاً ما یجری فیہ ستہ

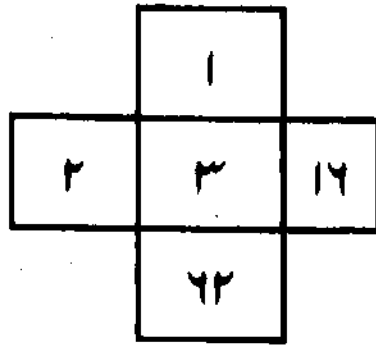
بلکہ در خمسہ نیز ممکن ست کہ چون بعد طرح پنج از پنج پنج نماید، حصہ بیت چہارم صفر آمد، در رنگ آنچه کہ در ضابطہ خامسہ

گزشت۔

وہذہ صورتہ

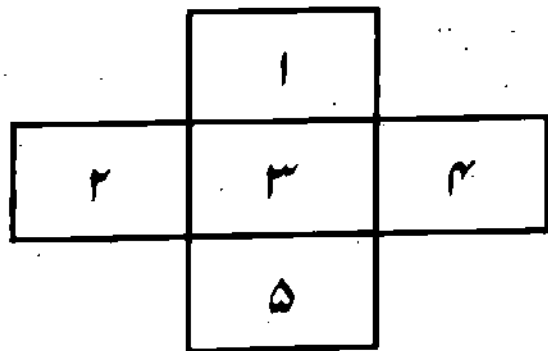


نقش بست در بست

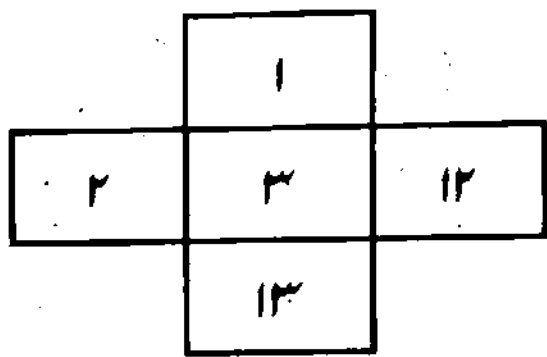


نقش اسم ذات

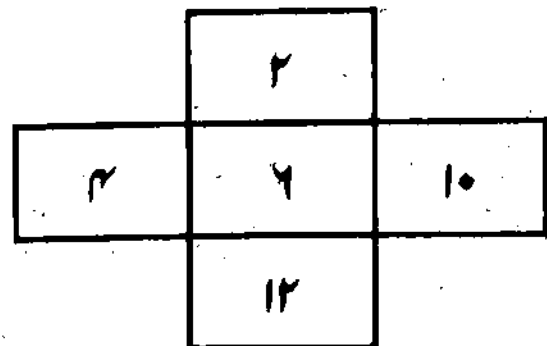
(تنبیہ) ایں ضابطہ را عبارت آخر ہم تعبیر تو اں کرد۔ مثلاً
تعبیر دوم آنکہ ہر بیت آنست کہ دروے رقمے از ارقام ہندیہ باشد و اقل آنہا یک ست۔ حالا از ہر عدد کہ خواہی شش
طرح کنی، و باقی را نگاہ داشته تا بیت قطب از یک تاسہ بر نظم طبعی رفتہ، در چہارم جمیع باقی را با یک کہ اقل حقوق بیوت ست جمع
کنی۔ مثلاً از بست بعد طرح شش ۱۲ باقی ست، در بیت چہارم ۱۵ نوشتیم و در پنجم ۱۶ کما را بیت۔
تعبیر سوم آنکہ ۹ مطروح و تا بیت القطب از یک تاسہ سیر طبعی، و در چہارم بر مقتضائے نظم طبعی کہ عدد ۴ ست جمیع باقی را
اضافہ۔ مثلاً در نقش بدوح بعد طرح ۹ باقی ۱۱ چون با ۴ جمع کردہ شد، ۱۵ بر آمد، و مثل ما مرہ شد۔ اینہا حقیقت راجع بہماں طرح ۵
و کتابت جمیع ماہی در بیت چہارم است۔ فق این است کہ آن شامل ترست کہ ہم از خمسہ جریان آغازی کند، و اینہا قاصر
و ناقص۔ باز دروے قلت و سہولت عمل علاوہ، پس ہمون مختار افتاد۔ و برینہا تنبیہ کردیم تا متروک زائد ہول عنہ گمان نہ برند۔
(ضابطہ ثامنہ) عدد مطلوب را بر ۹ قسمت نمائی و کسر از یک تا ہشت ہر چند کہ باشد محفوظ داری، و حاصل قسمت را در خانہ
مفتاح نہادہ در بیوت باقیہ ہماں حاصل بر حاصل افزودہ باشی۔ مثلاً در ۹ حاصل قسمت یک ست بہر خانہ یگان یگان افزائی۔ و در
عدد ۱۸ حاصل ۱۲ ست، بہر بیت دوگان زیادہ کنی۔ و در ۲۷ حاصل ۳ ست، بہر بیت سہ گان اضافہ کنی۔ و ہکذا۔ و کسر ہر قدر کہ باشد
با ایں حاصل در بیت چہارم جمع نمائی۔



واقل ما یجری فیہ تسعة



من ۷ افا لکسر ۸



من بدو ح فال حاصل؟ و لکسر؟

من اجل فالجی حاصل ۲۰ واکسری

	۳	
۶	۹	۱۹
	۲۲	

من اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم فالجی حاصل ۱۰ واکسری؟

	۱۰	
۲۰	۳۰	۴۲
	۵۲	

من التسمیۃ فالجی حاصل ۸۷ واکسری

	۸۷	
۲۷۴	۲۶۱	۲۵۱
	۲۳۸	

(ضابطہ تاسعہ) ذوالکتابۃ در ہر سہ خانہ ضلع عرضی حروف اسم یا کلمات آیت پر چہ خواہی نویسی، واعداد آنہارا زیر آنہا نگاری، ودر مفتاح از عدد بیت دوم ہر چہ کہ باشد یک کم نہی، ودر مغلطاق بر عدد بیت چہارم ہر قدر کہ باشد، یک بیفزائی۔ نقش مراد بر کر کسی سدا نشیند۔ مثلاً

	۲۵	
اللہ ۶۶	رسول ۲۹۶	محمد ۹۲
	۹۳	

من محمد رسول اللہ ﷺ

	۲۸۸	
الرحیم ۲۸۹	الرحمن ۳۲۹	بسم اللہ ۱۶۸
	۱۶۹	

من التسمیۃ

	۸۹۹	
ظ ۹۰۰	فی ۹۰	ح ۸
	۹	

من اسم الحفیظ

وازلطائش این ست کہ جزاسے کہ کم ازسہ حرف داشتہ باشد کہ تقسیم او بر بیوت ثلاثہ ممکن ست، و در ہر اسم و عبارت جاری ست، تا آنکہ در اسم سہ حرفی کہ حرف آخریش الف باشد، نیز راست می آید۔ حالانکہ بریں تقدیر در خانہ دوم الف افتد، و ممکن نباشد کہ در بیت اول ازوے چیزے کم کردہ بنویسند۔ اما این جا کم کردن آنست کہ صفر مانند مثلاً نام پاک خدا جل جلالہ

	۰	
د	د	خ
۱	۴	۶۰۰
	۶۰۱	

(فائدہ) المظہر والمضمر چنانچہ در مربع نویسند، آنجا خود واضح ست۔ زیرا کہ بوجہ زوجیت عدد بیوت تکرار و اعادہ حروف و اعداد بروجہ کمال ممکن ست۔ ایجا عدد بیوت فرد یعنی پنج ست، چگونہ تکرار کامل صورت بند۔ اما این قدر ممکن ست کہ اسم را سہ جز کردہ در بیوت سہ گانہ پیشین نویسند، و باز از بیت چہارم تکرار نمودہ تا دوثلث اعادہ نمایند، یک ثلث باقی می ماند لاند ام محل مثلاً احد

	۱	
ح	د	د
۸	۴	۶
	ح	
	۸	

حاصلش راجع ست بضابط سادسہ کہ ذکرش گزشت۔ آرے جائیکہ دو پارہ اولین معنی مناسب دارد، خالی از لطف نیست۔

	ر	
	۲۰۰	
ب	ف	ر
۲	۸۰	۲۰۰
	ب	
	۲	

مثلاً از ربی

کہ دبی رب این عبارت را بطور جملہ اسمیہ ہم توان خواند، بہ تنوین رب یعنی پروردگار من پروردگار منست۔ نیز بکسر بایے رب بر حذف بایے متکلم یعنی پروردگار من پروردگار منست۔ نیز رب یعنی پروردگار من پرورد۔ ہم جملہ ندائیہ تو اں گفت۔ ہر دو جا بتقدیر حرف ندائش ندا مکرر باشد۔ یعنی اے پروردگار من اے پروردگار من۔ یا۔ رب امر از تربیت گیرند، پس دعا باشد۔ اے پروردگار من تربیت فرما۔ رب بفتح با خوانند، یعنی پروردگار من پرورد۔ پنج توجیہ متصور ست..... و از رحمن این چنین باشد رحمن رحم بترکیب عجمی دعائے رحمت باشد یعنی ای رحمن رحم کن

(فائدہ) نقش محیط الاسرار خود ظاہرست کہ در جمیع اقسام اوفاق میرست چه اونباشد مگر جمع کردن چند نقوش در نقش واحد تقسیم کردن ہر بیت بر حد اول بیوت عدیدہ، وہم بر طبق مصاریح ممکن، وہم برفیق نظم مشہور ما، این جانقش و حاوی محیط الاسرار از اسمائے حضرات پنجتن پاک صلوات اللہ وسلامہ علیہم بر طور مصری می نویسم۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲۷ محرم ۱۳۰۶ھ۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ یہ دس ضابطے نقش و حاوی کے ۲۷ محرم ۱۳۰۶ھ تک غور و فکر کا نتیجہ تھا۔ جب رسالہ مبارکہ الطائب الاکسیر فی علم التکسیر پر میرے پڑھنے اور علم تکسیر سکھنے کے زمانہ میں نظر ثانی فرمائی، تو چھیالیس ضابطے استخراج فرمائے اور اگر کچھ اور غور و تامل فرماتے تو ۵۰ تک پہنچا دیتے، بلکہ اس سے بھی زائد فرما دیتے اور واقعی علم لدنی وہی کی شان یہی ہوتی ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

علم جفر میں کمال:

ایک دن نواب وزیر احمد خان صاحب ایک کتاب جس میں انہوں نے تعریفات اشیا لکھی تھیں، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بغرض اصلاح سنا رہے تھے۔ علم جفر کی تعریف سناتے وقت حضور نے فرمایا آپ نے علم زائرچہ کی تعریف نہ لکھی، یہ علم جفر کی تعریف سناتے وقت حضور نے فرمایا آپ نے علم زائرچہ کی تعریف نہ لکھی، یہ علم جفر ہی کا ایک شعبہ ہے۔ اس میں منظوم عربی زبان بحر طویل اور حرف ل کی روی میں آتا ہے، اور جب تک جواب پورا نہیں ہوتا، مقطع نہیں آتا۔ جس کو صاحب علم کی اجازت نہیں ہوتی نہیں آتا۔ میں نے اجازت حاصل کرنا چاہی، اس میں کچھ پڑھا جاتا ہے، جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لاتے ہیں۔ اگر اجازت عطا ہوئی حکم مل گیا، ورنہ نہیں۔ میں نے تین چار روز پڑھا، تیسرے روز خواب میں دیکھا۔

ایک وسیع میدان ہے اور اس میں ایک بڑا پختہ کنواں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، اور چند صحابہ کرام بھی حاضر ہیں، جن میں سے میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پہنچانا۔ اس کنوئیں میں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پانی بھر رہے ہیں۔ اس میں سے ایک بڑا تختہ نکلا کہ عرض میں ڈیڑھ گز اور طول میں دو گز ہوگا، اور اس پر سبز کپڑا چڑھا ہوا ہے، جس کے وسط میں سفید روشن بہت جلی قلم سے

اخذ اسی شکل میں لکھے ہوئے تھے۔

جس سے میں نے یہ مطلب نکالا۔

اس کا حاصل کرنا حد بیان فرمایا جاتا ہے۔

اس سے بقاعدہ جفر اذن نکل سکتا تھا۔ کو بطور صدر موخر آخر میں رکھا، اس کے عدد ۵۰ ہیں، اب وہ اپنی پہلی جگہ سے ترقی کر کے دوسرے مرتبہ میں آگئی، اور پانچ کا دوسرا مرتبہ پانچ دہائی ہے۔ یعنی پچاس، جس کا حرف ن ہے یوں اذن سمجھا جاتا، مگر میں نے اس طرف التفات نہ کیا، اس فن کو چھوڑ دیا کہ حد کے معنی ہیں فضول بک۔

ملفوظات حصہ اول میں ہے کسی نے عرض کیا: قیامت کب ہوگی، اور ظہور امام مہدی کب؟

ارشاد فرمایا: قیامت کب ہوگی، اسے اللہ جانتا ہے اور اس کے بتانے سے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ قیامت ہی کا ذکر کر کے ارشاد فرماتا ہے: عالم الغیب فلا ینظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ اللہ غیب کا جاننے والا ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے جس کا اوپر کی متصل آیت میں ذکر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے بعض علمائے کرام نے ملاحظہ احادیث سے حساب لگایا کہ یہ امت سن ہزار ہجری سے آگے نہ بڑھے گی۔ امام سیوطی نے اس کے انکار میں رسالہ لکھا الکشف عن تجاوز هذه الامة الف اس میں ثابت کیا کہ یہ امت ۱۰۰۰ھ سے ضرور آگے بڑھے گی۔

امام جلال الدین کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہے، اور اپنے حساب سے یہ خیال فرمایا کہ ۱۳۰۰ھ میں خاتمہ ہوگا۔ بحمد اللہ تعالیٰ اسے بھی چھبیس برس گزر گئے اور ہنوز قیامت تو قیامت، اشراط کبریٰ میں سے کچھ نہ آیا۔ امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں، مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ مجھے ایسا خیال گزرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے، اور ۱۹۰۰ھ میں امام مہدی ظہور فرمائیں۔ کسی نے دریافت کیا کہ حضور نے علم جعفر سے معلوم فرمایا؟

ارشاد ہوا: ہاں! اور پھر کسی قدر زبان دبا کر فرمایا: آم کھائیے پیڑ نہ گنیے۔ (پھر خود ہی ارشاد فرمایا) کہ میں نے یہ دونوں ۱۸۳۷ھ میں سلطنت اسلامی کا نہ رہنا اور ۱۹۰۰ھ میں امام مہدی کا ظہور فرمانا، سید الکاشفین حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ کے کلام اخذ کیے ہیں۔

اللہ اکبر کی ساز بردست واضح کشف تھا کہ سلطنت ترکی کا بانی اول عثمان پاشا حضرت کے مدتوں بعد پیدا ہوا۔ مگر حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے اتنے زمانے پہلے عثمان پاشا سے لے کر قریب زمانہ اخیر تک جتنے بادشاہ اسلامی اور ان کے وزراء ہوں گے، رموز میں سب کا مختصر ذکر فرمادیا کہ زمانہ کے عظیم وقائع کی طرف بھی اشارے فرمادیئے۔ کسی بادشاہ سے اپنی اسی تحریر میں بہ نزی خطاب فرماتے ہیں اور کسی پر حالت غضب کا اظہار ہوتا ہے۔ اس میں ختم سلطنت اسلامی کی نسبت لفظ ایقظ فرمایا اور صاف تصریح فرمادی کہ لا اقول ایقظ الہجرية بل ایقظ الجفرية۔

میں نے ایقظ جفریہ کا حساب کیا، تو ۱۸۳۷ھ آنے ہیں، اور انہیں کے دوسرے کلام سے ۱۹۰۰ھ میں ظہور امام مہدی کے سن اخذ کئے۔ وہ فرماتے ہیں۔ رباعی

اذا دار الزمان علی حروف بسم اللہ فالمہدی قاما

ویخرج فی الحطیم عقب صوم الا فاقراء من عندی سلاما

خود اپنی قبر شریف کی نسبت بھی فرمادیا کہ اتنی مدت تک میری قبر لوگوں کی نظروں سے غائب رہے گی مگر اذا دخل السین فی الشین ظہر قبر منحی الدین جب شین میں سین داخل ہوگا تو محی الدین کی قبر ظاہر ہوگی۔ سلطان سلیم جب شام

میں داخل ہوئے تو ان کو بشارت دی کہ فلاں مقام میں میری قبر ہے سلطان نے وہاں ایک قبہ بنوادیا جو زیارت گاہ عام ہے۔
(پھر فرمایا:) چند جداول ۲۸ = ۲۸ خانوں کی آپ نے تحریر فرمادی ہیں جن میں ایک ایک خانہ لکھا اور باقی خالی چھوڑ دیئے۔ اب اس کا حساب لگاتے رہیے کہ اس سے کیا مطلب ہے۔
ملفوظات حصہ دوم سفر حج کے بیان میں ہے۔

میں نے یہ خیال کیا کہ یہ شہر کریم تمام جہاں کا مرجع و ملجأ ہے، اہل مغرب بھی یہاں آتے ہیں، ممکن کہ کوئی صاحب جفرداں مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے۔ ایک صاحب معلوم ہوئے جعفر میں مشہور ہیں۔ نام پوچھا معلوم ہوا مولانا عبدالرحمن دھان، حضرت مولانا احمد دہان مکی کے چھوٹے صاحب زادے ہیں۔ نام سکر اس لیے خوش ہوا کہ یہ اور ان کے بڑے بھائی صاحب مولانا اسد دہان کہ اب قاضی مکہ ہیں، مجھ سے سند حدیث لے چکے تھے۔ میں نے مولانا عبدالرحمن کو بلایا، وہ تشریف لائے۔ کئی گھنٹے خلوت رہی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قاعدہ جوان کے پاس ناقص تھا، اس کی تکمیل ہوگئی۔
اسی کے مثل سرکار مدینہ میں واقع ہوا، وہاں بھی ایک صاحب عبدالرحمن نام ہی کے ملے، یہ عبدالرحمن عربی مکی ہیں، اور وہ عبدالرحمن آفندی ترکی شامی۔ کئی روز متصل تشریف لاتے، اور دیر تک بیٹھ کر جاتے۔ ہجوم حضرات اہل علم و معززین کے سب انہیں بات کا موقع نہ ملتا۔ ایک دن میں نے ان سے عرض پوچھی، کہا: تنہائی میں کہوں گا۔ دوسرے دن ان کے لیے وقت نکالا۔ کہا: میں جعفر میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے فرمایا: یہاں نہ اب میرا زیادہ قیام ہے، نہ تیرا۔ میں خاص اس کی تحصیل کے لیے تیرے پاس ہندوستان آؤں گا۔

وہ تو نہ آئے، مگر مولانا سید حسین صاحب مدنی صاحبزادہ حضرت مولانا سید عبدالقادر شامی مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، اور چودہ مہینے فقیر خانہ پر قیام فرمایا، اور علم اوفاق و تفسیر سیکھے۔ انہیں کے لیے میں اپنا رسالہ اطائب الاکسیر فی علم التفسیر زبان عربی میں املا کیا۔ یعنی میں عبارت زبانی بولتا جاتا اور وہ لکھتے جاتے، اور اسی لکھنے میں اسے سمجھتے جاتے۔ علم جعفر میں اتنی دست گاہ ہوگئی تھی کہ پانچ سوالوں میں دو کا جواب صحیح نکال لیتے کہ ان کے لیے میں نے اس علم سے اجازت تعلیم کا سوال پہلے کر لیا تھا اور جواب ملا کہ ضرور بتاؤ کہ یہ اسی کے لیے اتنی دور سے سفر کر کے آئے ہیں۔ اگر چند مہینے اور رہتے تو امید تھی کہ سب جواب صحیح نکالتے..... میں نے جو جداول کثیرہ اس فن کی تسہیل جلیل کے لیے اپنی طبع زاد ایجاد کی تھیں، رخصت کے وقت انہیں نذر کر دیں کہ خود اس فن کے ترک کا قصد کر لیا تھا، جس کی وجہ سوالوں کی کثرت سے لوگوں کا پریشان کرنا تھا۔
اور بالخصوص یہ عجیب واقعہ کہ ایک امیر کبیر کی بیگم بیمار ہوئی، جس کا مذہب سنی نہ تھا۔ انہوں نے میرے آقا زادے حضرت سیدنا سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ سے سوال کرایا۔ جواب نکلا۔

سقیات اختیار کریں ورنہ شفا نہیں

اور اس فن کا حکم ہے کہ جو جواب نکلے، بلا رو رعایت صاف کہہ دیا جائے۔ میں نے یہی لکھ بھیجا..... یہ منظور نہ ہوا، اور مرض

بڑھتا گیا۔

اب حضرت ہی کے ذریعہ سے یہ سوال آیا کہ موت کب اور کہاں ہوگی، اپنے شہر میں یا نئی تال میں؟ کہ اس وقت تبدیل آب و ہوا کے لیے مریضہ کا وہیں قیام تھا..... یہ سوال ۸ شوال المکرّم ۱۳۲۸ھ کو ہوا۔ جواب نکلا۔

’محرم یعنی ماہ محرم میں موت ہوگی‘

اور کہاں ہوگی؟ اس کے جواب میں، میں نے ان کے شہر کے نام کا پہلا حرف اور اس کے بعد ق اور اس کے بعد ہ ہندسہ اور آ کے لفظ خویش لکھ دیا۔

وہاں کے بھار بلائے گئے کہ اس معنی کو حل کریں۔ انہوں نے حرف نام شہر سے تو شہر مراد لیا، اور قاف سے قلعہ، اور آ کے نہیں چلتا..... حالانکہ اس حرف سے شہر مراد تھا اور قاف سے قریب، ۲ سے حرف ب کہ اول لفظ بیت ہے۔ یعنی موت نئی تال میں نہیں ہوگی، بلکہ اپنے شہر میں، مگر نہ اپنے محل میں بلکہ قریب بیت خویش، دوسری جگہ میں۔

جب اس جواب کا شہرہ ہوا، اطراف سے جلد بازوں کے خط ذی قعدہ ہی سے آنے لگے کہ تم نے موت کی خبر دی تھی، اور ابھی نہیں ہوئی۔

میں نے کہا بھائیو! اگر محرم سے پہلے موت واقع ہو تو جواب غلط ہو جائے گا۔ نہ کہ اس کی صحت کے لیے ابھی سے موت تلاش کر رہے ہو۔

اسی قسم کی طوفان بے تمیزی کے سبب میں نے یہ قصد کر لیا کہ یہ جواب غلط ہوا، تو اس فن پر اتنی محنت کروں گا کہ باذنہ تعالیٰ پھر غلطی نہ ہو..... یہ علم تمام علوم سے مشکل تر اور سکھانے والے مفقود اور اکابرین مصنفین کو کمال اخفا مقصود۔ جو علوم ظاہر ہیں اور مصنفین و معلمین ان کا اعلان چاہتے ہیں، ان کی تو یہ حالت ہے کہ کتاب تو کچھ کہتی ہے، اور ناظر کچھ سمجھتا ہے۔ تو اس علم میں ناظر کی غلط فہمی کیا تعجب ہے؟ اور وہ بھی مجھ جیسے کے لیے، جس نے نہ کسی سے سیکھا، نہ کوئی مشورہ و مذاکرہ کرنے والا۔ صرف ایک قاعدہ بدوح میں کہ مذوجات سے ہے، والا حضرت عظیم البرکت حضرت سیدنا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ العزیز نے ۱۲۹۳ھ میں تعلیم فرمایا تھا۔ اس کے بعد جو کتابیں اس فن کے نام سے مشہور و رائج ہیں، ان کی نسبت اسی فن سے سوال کیا، اس نے ان پر نہایت تشبیح کی اور کہا یہ سب مہمل و باطل اور جلانے کے قابل ہیں، صرف دو کتابوں کی مدح کی، جو ان سب رائج کتابوں سے جدا ہیں۔ جن میں ایک حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہے۔

وہ دونوں کتابیں مولیٰ عزوجل نے مجھے بہم کرا دیں۔ انہیں مطالعہ کیا، جہاں تک بزرگ مطالعہ انکشاف ہوا، ہوا اور جہاں حضرات مصنفین نے ذہن میں رکھا تھا، اس کی نسبت جتنا قاعدہ معلوم ہوا لیا تھا، اس سے سوال کیے، اس نے مطلب بتایا، ایک قاعدہ اور حل ہوا۔ اب جو آگے لجا، اس سے پوچھا۔ اس نے بتایا، اور حل ہوا۔ اس طور پر اس فن کی قدرے ابجد معلوم ہوئی۔ میری کتاب سفر السفر عن الجفر بالجفر انہیں مباحث میں ہے، جس میں ساٹھ سوال و جواب ہیں۔ یعنی جفر سے جفر کو

واضح کرنے کی کتاب۔

اس نے ایک دوسرے علم زائرچہ کے ایک عظیم سرمکتوم کو بھی واضح کیا، جس کی نسبت حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے رسالہ زائرچہ میں ہے کہ زمانہ سیدنا شفیث علیہ السلام سے اس راز کے اخفا کا حلفی عہد (ہے)۔ رسائل فن میں نہایت غامض چیتاں کی طرح اس کے بارہ پتے دیئے گئے ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ خاتم آدم میں ہے۔ میں نے اس کی نسبت بھی اسی پہلے قاعدہ جفر سے سوال کیا۔ اس نے روشن طور پر بتا دیا۔ اب جو ان بارہ پہیلیوں کو دیکھوں، تو سب خود بخود منکشف ہو گئے۔

خیال ہوا کہ اس فن کی طرف بھی توجہ کروں کہ اس کا راز پنہاں تو کھل ہی گیا ہے۔ اس پر اقدام کا ائمہ فن نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ چند روز کچھ اسما تلاوت کئے جاتے ہیں۔ مدت موعود میں خوش نصیب بندہ بکرم اللہ تعالیٰ زیارت جمال جہاں آرائے حضور انور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوتا ہے، اگر سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فن میں اشتعال کا اذن ملے، مشغول ہو۔ ورنہ چھوڑ دے..... میں نے وہ اسمائے طیبہ تلاوت کئے، پہلے ہی ہفتہ میں سرکار کا کریم ہوا۔ جسے شاید میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ اس سے اذن کا استنباط ہو سکتا تھا۔ مگر میں نے ظاہر پر محمول کر کے ترک کر دیا۔

غرض جفر سے جو جواب نکلے گا، ضرور حق ہوگا کہ علم اولیائے کرام کا ہے، اہل بیت عظام کا ہے، امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ مگر اپنی غلط فہمی کچھ اچھا نہیں۔

تو اگر یہ جواب غلط گیا، کافی محنت کروں گا اور صحیح اتر اتوا اس فن کا اشتعال چھوڑ دوں گا کہ آئے دن سوالوں کی محنت اور لٹے اعتراضوں کی وقت کون ہے؟ جواب بجز اللہ پورا صحیح اتر (۱۷) اور میں نے اشتعال چھوڑ دیا۔

وہ طبع زاد جد اول کہ مدقیق تام سے بنائی تھیں اور جنہوں نے اس فن کے بہت اعمال مشکلہ کو آسان کر دیا تھا چلتے وقت حضرت سید (حسین مدنی) صاحب موصوف کے نذر کر دیں۔

ان سے پہلے مولانا عبدالغفار صاحب بخاری اسی فن کے سیکھنے کو تشریف لائے تھے۔ انہوں نے حیدرآباد سے حضرت میاں صاحب قبلہ قدس سرہ کی خدمت میں عریضہ لکھا، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ کام خطوط سے نہیں ہو سکتا، خود آئیے۔ وہ مار ہرہ شریف آئے۔ اتنے میں حضرت بریلی تشریف لے آئے تھے۔ میرے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خان سلمہ کے یہاں رونق افروز ہیں کہ عصر کے وقت مولوی صاحب تشریف لائے، ماشاء اللہ کمال متقی و صالح و عالم تھے۔ وہ جہاں ہوں اللہ تعالیٰ انہیں خیر و خوبی سے رکھے۔ حضرت قدس سرہ نے فقیر سے ارشاد فرمایا کہ یہ جو کچھ سیکھیں، ان کو بتاؤ۔

میں ارشاد حضرت کے سبب حسب قاعدہ اس فن سے اجازت طلب نہ کر سکا اگر ممانعت ہوئی تو حکم حضرت کے خلاف کیوں کر کروں گا؟ آٹھ مہینے تک انہیں سکھایا۔ ایام سرما میں بعض دفعہ رات کے دو دو بج جاتے، وہ عالم پورے تھے۔ قواعد خوب منضبط کر لیے۔ آٹھ پہر میں ایک سوال نہایت اُجلا باضابطہ مرتب فرمالتے، اور جواب تلاش کرتے۔ نہ ملتا، مجھے دکھاتے۔ میں گزارش کرتا، دیکھیے یہ جواب رکھا ہے۔ اپنی ران پر ہاتھ مارتے کہ ہمیں کیوں نظر نہیں آتا؟ میں گزارش کرتا کہ جتنی بات تعلیم

کے متعلق تھی، وہ آپ کو پوری آگئی۔ رہا جواب، وہ القائے ملک ہے۔ اگر القانہ ہوا اپنا کیا اختیار؟ یہ اس کا نتیجہ تھا کہ اس علم سے بے اجازت لیے انہیں سکھایا۔ آٹھ مہینے رہے، اور چلتے وقت فرما گئے: میں جیسا آیا تھا ویسا ہی جاتا ہوں۔

ان کی محبت و صلاح و تقویٰ کے سبب اکثر ان کی یاد آتی ہے۔ جزیرہ سنگاپور سے ایک خط ان کا آیا تھا، اس کے بعد کچھ پتا معلوم نہیں۔ سید حسین مدنی سا کوئی سبز چشم و بے طمع عربی میں نے ان عرب سے آنے والوں میں نہ دیکھا ان کی خوبیاں دل پر نقش ہیں۔ حضرت سید اسماعیل مکی کا تذکرہ اکثر ان کے سامنے کرتا، تو وہ فرماتے: زہے سعادت ان کی کہ ان کی ایسی یاد تمہارے قلب میں ہے۔ اب اپنے چلے جانے کے بعد وہ کیوں کر دیکھیں کہ ان کی کتنی یاد ہے؟ یہاں سے ملک چین کو تشریف لے گئے پھر ان کا کوئی خط بھی نہ آیا نہ مدتوں تک مدینہ طیبہ ان کا کوئی خط گیا۔ ان کے چھوٹے بھائی سید ابراہیم مدنی ان سے پہلے یہاں تشریف لائے تھے، وہ اس زمانہ میں قازان کو گئے ہوئے تھے کہ ملک روس میں ہے، اور یہ تبت کو۔ ان کے بڑے بھائی سید احمد خطیب مدنی کے خطوط آتے کہ والدہ بہت پریشان ہیں، سید حسین کہاں ہیں؟ یہاں کے پتا معلوم تھا؟ اب سنا گیا ہے کہ شاید مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ یہ سید صاحب محمد مدنی بیان ہے، جو پار سال تشریف لائے تھے۔

تاریخ گوئی:

عالم الغیب والشہادۃ علیم و خیر جل جلالہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اعلیٰ حضرت کو جملہ کمالات انسانی کو جو ایک ولی اللہ یکتائے زمانہ میں ہونے چاہئیں، بروجہ کمال جمع فرمادیا تھا۔ جس وصف کمال کو دیکھئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اسی میں تمام عمر صرف فرما کر اس کو حاصل فرمایا ہے، اور اس میں کمال پیدا کیا ہے۔ حالانکہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص مہبت عظمیٰ و نعمت کبریٰ ہے۔ ایک ادنیٰ توجہ سے زیادہ اس کی طرف کبھی نہیں فرمائی۔ ازاں جملہ تاریخ گوئی ہے۔ اس میں وہ کمال اور ملکہ تھا کہ انسان جتنی دیر میں کوئی مفہوم لفظوں میں ادا کرتا ہے، اعلیٰ حضرت اتنے ہی دیر میں بے تکلف تاریخی مادے اور جملے فرمادیا کرتے تھے، جس کا بہت بڑا ثبوت حضور کی کتابوں میں اکثر و بیشتر کا تاریخی نام اور وہ بھی ایسا چسپاں کہ بالکل مضمون کتاب کی توضیح و تفصیل کرنے والا، جس کا مفصل بیان ذکر تصنیفات میں ملاحظہ سے گزرے گا۔ اس جگہ چند واقعات تاریخ گوئی اور بعض قطعات تاریخ ناظرین حالات کی خدمت میں پیش کرنا کافی سمجھتا ہوں۔

۱۲۸۶ھ میں کہ حضور کی عمر شریف کا چودہواں سال تھا۔ ایک صاحب حاضر خدمت اقدس ہوئے، اور عرض کیا: ایک صاحب نے امام باڑا بتایا ہے، چاہتے ہیں کہ کوئی تاریخی نام ہو، تو دروازہ پر کتبہ کر دیں۔ حضور نے فی البدیہہ فرمایا: ان سے کہیے بدررِ نفس [۱۲۸۶ھ] رکھیں۔ اس جواب کو سن کر بولے کہ امام باڑا گزشتہ ہی سال تیار ہو چکا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ حضور دوسرا لفظ فرمائیں گے، جس میں لفظ نفس نہ ہو۔ حضور نے فوراً ہی فرمایا: تو دررِ نفس [۱۲۸۵ھ] رکھیں۔ یہ سن کر بہت چپ ہوئے اور پھر عرض کیا کہ اس کی ابتدا ۸۴ھ ہی میں کی تھی، اس لیے اسی سن کا نام ہونا مناسب۔ از شاد فرمایا: تو دررِ نفس [۱۲۸۴ھ] رکھیں۔ جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ پنج شنبہ کا دن ہے اور صبح کا وقت، حضور حجام سے خط بنوار ہے ہیں۔ میں قریب

ہی تپائی پر بیٹھا ہوں کہ ڈاک میں ایک کارڈ مکرئی جناب مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی فاضل بہاری صدر مدرس مدرسہ عالیہ خانقہ بہرام مدظلہ العالی کا آیا۔ حسب ارشاد فقیر نے پڑھ کر سنایا اس میں مدوح نے فرزند ارجمند کی ولادت کی اطلاع دیتے ہوئے تاریخی نام تجویز فرمانے کی درخواست کی تھی۔ حضور نے سنتے ہی فی البدیہہ فرمایا: نام تو مختار الدین (۱۳۳۶ھ) ہونا چاہئے اور دیکھئے تو سید صاحب! شاید تاریخ ہوگئی۔ میں نے جو شمار کیا تو پورے ۱۳۳۶ھ ہوئے، اور یہی سن ولادت تھا۔

انہیں کا بیان ہے کہ بعد نماز جمعہ پھاٹک میں تشریف فرما ہیں۔ حاضرین کا چاروں طرف مجمع ہے ایک صاحب دریافت کرتے ہیں کہ اسمِ اعظم کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ہر شخص کے لیے اسمِ اعظم جدا ہے۔ اس کے بعد ہی ایک جانب سے نظر مبارک حاضرین پر دیپورہ فرماتی ہے، اور حضور ہر ایک سے بلا تکلف فرماتے جاتے ہیں۔ یہ تمہارے لیے اسمِ اعظم ہے، یہ تمہارے لیے اسمِ اعظم ہے، یہ تمہارے لیے اسمِ اعظم ہے۔ چنانچہ فقیر سے فرمایا: یا لطیف یا اللہ پڑھا کرو۔ پھر آخر میں فرمایا کہ ہر ایک صاحب کے نام میں جو حروف ہیں ان کے باقاعدہ ابجد جو مجموعی تعداد ہے اس کے ہم عدد اسمائے الہیہ میں ایک اسم ورنہ دو اسم دوگنی مرتبہ ہر روز پڑھا کریں، یہ اس کے لیے مفید ہے (۱۸) اس مجمع میں صرف برادر م قناعت علی کا اسمِ اعظم نہیں فرمانے پائے تھے کہ عصر کی اذان ہوگئی اور جلسہ برخاست ہو گیا۔ برادر مذکور اپنی محرومی پر دل ہی دل میں افسوس کر رہے تھے اور بار بار یہ امید لگاتے تھے کہ شاید اب حضور فرمائیں، یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہوئی۔ اس وقت حضور شمالی فصیل مسجد پر تشریف فرما تھے غرض مکر نے تکبیر کہی حضور علی الفلاح پر وہاں اٹھتے ہیں اور مصلیٰ پر سیدھا قدم رکھا اس وقت برادر م قناعت علی بالکل مایوس ہو گئے اور دل میں وسوسہ آیا کہ آج یہ پہلی مثال نظر آ رہی ہے کہ میں محروم رہا جاتا ہوں۔ حضور فوراً اس وسوسہ کو معلوم فرماتے ہیں اور قبل تکبیر تحریرہ ان کی جانب رخ انور کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔ سید صاحب! آپ کے لیے اسمِ اعظم یا خالق یا اللہ.....

ناظرین کرام! اس واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ حضور کو تاریخ گوئی میں کس درجہ ملکہ تھا۔ یعنی الفاظ تاریخی گویا نوک زبان پر تھے، جسے تو نظر کے ساتھ ساتھ برجتہ ہر ایک کا اسمِ اعظم فرما دیا۔ پھر یہ کہ فیوض و برکات کی بارش نام لیواؤں پر ہر جلسہ میں عام ہوا کرتی تھی۔ نیز شان روشن ضمیری بھی نمایاں ہو رہی تھی، اور اس مسئلہ کا بھی انکشاف فرمایا جا رہا ہے کہ نماز باجماعت کی تکبیر اقامت کے وقت بیٹھا رہے، اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو..... حقیقت تو یہ ہے کہ اس ذاتِ قدسی صفات کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، چلنا، پھرنا غرض کوئی فعل اتباع سنت سے خالی نہ تھا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ مولوی حکیم سید شاہ ابوالحسن صاحب ابن جناب سید شاہ مظفر حسین صاحب ساکن ضلع پٹنہ کہ میرے مخلص دوستوں میں ہیں، مجھ سے ملنے کو بریلی شریف تشریف لائے۔ میں اس زمانہ بریلی میں نہ تھا، بلکہ ایک مناظرہ میں رگون گیا ہوا تھا۔ سید صاحب موصوف نے اعلیٰ حضرت کے اخلاق کریمانہ و سادات نوازی کی وجہ سے کئی دن قیام کیا۔ ایک روز انہوں نے بھی خیر و برکت کے لیے کوئی وظیفہ اور اسمِ اعظم دریافت کیا، حضور نے سنتے ہی

ارشاد فرمایا کہ آپ کے لیے اسمِ اعظم یا حسن ہے۔ پھر فرمایا کہ اس اسم سے غفلت نہ کیجیے یہ آپ کے لیے تسخیر ہے، اکسیر ہے۔ یہ واقعہ ۱۳۲۵ھ کا ہے۔ اس کے بعد ۱۳۵۰ھ میں جب گسٹید صاحب موصوف یتیم خانہ خادم الاسلام پٹنہ سٹی میں میجر کی حیثیت سے قیام فرماتے تھے، تو ایک دن مجھ سے اس واقعہ کو بیان کیا اور کہا کہ واقعی اعلیٰ حضرت کا فرمانا لفظ بلفظ ٹھیک پاتا ہوں۔ افسوس کہ بلاناغہ اس پر عمل نہیں ہوتا، مگر جس زمانہ میں پڑھتا ہوں، اکسیری و تسخیری اثر آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہوں۔

حسن اتفاق سے اس وقت میرے پیش نظر رسالہ مبارکہ مواقع النجوم مصنفہ حضرت سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز ہے، جو مطبع گلزار حسنی بمبئی میں حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب قادری نقشبندی کی سعی سے چھپا ہے۔ مگر عجیب اتفاق کہ یہ کتاب پوری چھپنے نہ پائی تھی کہ حضرت مولانا موصوف کا وصال ہو گیا، اس لیے اخیر کتاب میں ان کی تاریخ وصال مستخرج اعلیٰ حضرت قدس سرہا شامل کر دی گئی ہے، (۱۹) جس کے ہر مصرع سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ میں اس جگہ اس پوری عبارت کو نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

تواریخ وصال حضرت عظیم البرکة، عمدة الکاملین، زبدة الواصلین، العارف الجلیل مولانا مولوی محمد اسماعیل النقشبندی الشاذلی علیہ رحمة الله العلی، از افادات امام البلغاء، مقدم الفصحاء، تاج الفقهاء والمحدثین، فاضل عظیم الشان جناب مولانا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی دام فیضہ الصوری والمعنوی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حمد الہ و صلاة علی محمد الحکیم [۵۱۳۱۷] رقعة التاقیت [۵۱۳۱۷] عام وفاة العلیم الثبت [۵۱۳۱۷] الفاضل الکامل الحسن الجلیل [۵۱۳۱۷] الرضی الاجل اسمعیل [۵۱۳۱۷] مہایمی الحل شاذلی الحسب [۵۱۳۱۷] قادری القدر اجل الرتب [۵۱۳۱۷] افاض الودود علیہ احسانہ الجسیم [۵۱۳۱۷] والسق اسمعیل بخلمة ابراهیم [۵۱۳۱۷]

[۵۱۳۱۷]	أحامي حاله من كل فته	لا اسمعیل اسمعیل منه
[۵۱۳۱۷]	أرادع كل مین عین فطنه	لا اسمعیل اسمعیل دق
[۵۱۳۱۷]	اتاك الحق نكب كل محنه	لا اسمعیل اسمعیل حق
[۵۱۳۱۷]	ء موعلة بمكرمة ومنه	لا اسمعیل عند الله انشا
[۵۱۳۱۷]	أینقم رجع نفس مطمینه	الا لا یكین قفل سعد
[۵۱۳۱۷]	كمزنة انجلی منها ابن مزنه	رواح الروح من كنف لسنی
[۵۱۳۱۷]	فقطر دجنه و قیر دجنه	سناءه ونفعه باق بهیا

[٥١٣١٤]	لانوار وأطيار مرنه	يرف الى جنان حنان عفو
[٥١٣١٤]	بأجنحة كسحب مزتعنه	يحف به مليكة أعزه
[٥١٣١٤]	أجب ثقة بنول الله اله	وان أسئل لا سمعيل منهم
[٥١٣١٤]	نكون من اهل يمنة ان يمنه	لا سماعي لا سماعيل يمنه
[٥١٣١٤]	نكون من اهل يمنة ان يمنه	فنحن بمنه وهبات يمنه
[٥١٣١٤]	وأول غداة وهف الاول يمنه	اله أعطنا حسن الرضاء

[٥١٣١٤]

تاريخ آخر:

بطن بطين والظلال أقلت	عدت ام ظل شو طها ام اظلت
برام تروم الجفر أوفيه حلت	فمالي أرى باليل طولا كانها
لربتها في السير ام هي ضلت	انكسها اتباع عال مغرب
مكللة فيها النواظر كلت	أمشقة كانت مشرقة الكلل
بصهنا فبا لصهاء اياك علت	ارجعا ولا تدوير ام دار معهد
هموم على أهلى مهائم جلت	بلى ليل ذى هم طويل سيمما
تلى كالتى فى وجهها بل هى التى	ولا غرو ان ضلت فان طريقة
فما بين بط والجيم ظلم أضلت	يقاطر صفر نفسه وكذا الالف
وكل محاق مسفر عن أهلة	الاكل ررزء فى دنياك منته
فتسيل حجما اذحوت اذتجلت	الم تر أن الله يرجى سحابة
تدلت تولت اذعلت اذتحت	وتزهرا ام الزاهرات اذا ثنت
ولا خلف عن فقد غر أجلة	سوى الموت بل عن كل موت خليفة
وشمليل اسمعيل بالتلو صلت	شمال عبيد الله جلت جليلة
ترجى وتخشى من شرور اضلت	قضى بخيد قوم نحب ونتظر
تراء ولا عين برويا تسلت	مضووبقينا خلف لم يك بيننا
لخالص دين الله من دون علة	وذات خير ما نرجو ان كان وُدنا
منابر من نور بمغبط جلة	تحابهم فى الله ان شاء موصل

وموعذنا ان من حوض نبینا
 هنا بالمحیا والمیا لقینا
 قضی اللہ فی جناتہ جمع شملنا
 فنحن بہ منہ الیہ لہ فان
 حبا اللہ اسماعیل فضلا ورحمة
 فلم ینک فیما جائنا یفتدی ولا
 صیانة دین او اہانة بدعة
 نوال مرید او نکال مریدة
 یرد الردی بالردع عن ہوة الهوی
 وعین الرضا عن کل عیب کليلة
 ولكن عینا اسخط تبندی المساویا
 حیاة مواتی حی طبعنا بسعیہ
 مصی وهو تواق الی الأمن والعلی
 وغسلہ صوب الصواب بہلہ
 وشذو شذوذ الشاذلیہ حنطہ
 ینمق فی تاریخ رحلتہ الرضا

ومکرمنا الاتی باکرم ملة
 مخیا حبیب فی حمیا خضلة
 وبو أنا فی روضة مخضلة
 یمن فهل بحر یغیض بیلة
 واکرام مشواہ بمنزل خلة
 یروح سوی فی خلة ای خلة
 ابانة حق أو اعانة خلة
 نزال منزل أونضال مضلة
 یرى من کلامی جملة بمجلة
 فان ینک لم تنظر وان ترغلت
 کمن دخل البستان مجتل جلة
 فحیاہ حی لا یموت بہلہ
 فنال العلی والأمن فیما محلة
 وکفنه ثوب الثواب بحلة
 ورفعة قدر القادرية صلت
 سخائب میح السفح مثواک بلت

[۱۳۱۷ھ]

باوقی نوال فوز افضل منزل

واشرف نزل حوز اوفق تلة

[۱۳۱۷ھ]

ومنہمراث السخب من صلواتہ

علی المصطفیٰ والصحب هللت بہلہ

[۱۳۱۷ھ]

تندیم مدا ما شاملا لعیدہ

وأبعدهم لوند لم یثقلت

وأرض الرضا ان لم یصب وابل فطل

ندی منک لی کالذیمة السهلة

الہی الیک بالحیب توسلی

بہ فاغفر اللہم ذنبی وزلتی

حضرت مولانا تقی علی صاحب اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات رسالہ مبارکہ ”جواہر البیان فی اسرار

الارکان کے اخیر میں درج فرمائے ہیں۔ اسی میں تواریخ ولادت اور تواریخ وصال بھی ہے جن سے اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی کا کمال ثابت ہوتا ہے۔ وہی ہذہ.....

تواریخ ولادۃ:

جاء ولی تقی الثیاب علی الشان [۵۱۲۴۶] رضی الاحوال بھی المکان [۵۱۲۴۶] وهو
اجل محققى الافاضل [۵۱۲۴۶] شهاب المدققین الامائل [۵۱۲۴۶] قمر فی برج الشرف
[۵۱۲۴۶] بری من الخسوف والنکلف [۵۱۲۴۶] افضل سباق العلماء [۵۱۲۴۶] اقدم
حذاق الکرماء [۵۱۲۴۶]

تواریخ وفاة:

كان نهاية جمع العظماء [۵۱۲۹۷] خاتم الجلة الفقهاء [۵۱۲۹۷] امین اللہ فی الارض ابدا
[۵۱۲۹۷] ان موة العالم موة العالم [۵۱۲۹۷] وفات عالم الاسلام ثلثة فی جمع الانام
[۵۱۲۹۷] خلل فی باب العباد لا یند الی یوم القيامة [۵۱۲۹۷] یا غفور [۵۱۲۹۷] کمل له
ثوابک یوم النشور [۵۱۲۹۷] امنحه جنة اعدت للمتقین [۵۱۲۹۷] صلی اللہ تعالیٰ سیدنا
محمد واهله اجمعین [۵۱۲۹۷]۔

۱۳۲۹ھ میں، میں شملہ جامع مسجد میں خطیب تھا کہ مکان سے خط آیا اور اس میں بڑی لڑکی کی پیدائش کی خوشخبری تھی میں نے اس خط کو اور اس کے ساتھ ایک عریضہ لکھ کر بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر کیا، جس میں تاریخی نام کے لیے عرض کیا تھا۔ بہ واپسی ڈاک جواب آیا، جس میں مبارک باد تھی، اور بچی کے لیے دعائے خیر اور تاریخی نام زرینہ خاتون [۱۳۲۹ھ] تحریر فرمایا تھا۔ اسی طرح رجب ۱۳۳۳ھ میں دوسری لڑکی پیدا ہوئی تو میں نے پٹنہ سے عریضہ حاضر کیا اور تاریخی نام کی درخواست کی تو ولیہ خاتون [۱۳۳۳ھ] زبردی بیانات سے تاریخی نام تجویز فرمایا۔ پھر عزیزی مختاری الدین سلمہ کے بعد ۱۳۳۹ھ میں سہرام میں لڑکی پیدا ہوئی۔ میں نے اس کی ولادت کی خبر دی اور تاریخی نام کے لیے حضور نے 'ریح خاتون' [۱۳۳۹ھ] تاریخی نام تجویز فرمایا۔

غرض یہ کہنا بالکل بلا مبالغہ ہے کہ جس طرح ہر پڑھے لکھے کے نزدیک لفظ کے تصور یا تلفظ اس کے معنی ذہن نشین ہو جاتے ہیں، اسی طرح اعلیٰ حضرت کے نزدیک لفظ کے تصور کے ساتھ اعداد ذہن میں آ جاتے تھے۔

اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی کے سلسلہ میں کتاب مستطاب انوار آفتاب صداقت مصنفہ مولوی حاجی قاضی فضل احمد صاحب سنی حنفی نقشبندی مجددی مقیم لدھیانہ مصدقہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت و دیگر علمائے کرام حامیان دین و ملت قدست اسرارہم کے صفحہ ۲۶۳ سے اعلیٰ حضرت کا ایک فتویٰ مع استفتاء نقل کرنا افادہ و افاضہ سے خالی نہ ہوگا۔

استفتا و فتویٰ الہامی:

علمائے کرام کا اس میں کیا ارشاد ہے کہ ایک رافضی نے کہا کہ آیہ کریمہ ان من المجرمین منتقمون [کے اعداد (۱۲۰۲) ہیں، اور یہی عدد ابو بکر عمر عثمان کے ہیں۔ یہ کیا بات ہے؟ بینواتو جروا۔
المستفتی قاضی فضل احمد لدھیانوی ۲۱ صفر ۱۳۳۹ھ

الجواب

روافض لعنہم اللہ تعالیٰ کی بنائے مذہب ایسے ہی اوہام بے سرو پا و پا، درہوا، ہے۔

اولا:

ہر آیت عذاب کے عدد اسمائے اختیار سے مطابق کر سکتے ہیں، اور ہر آیت ثواب کے (عدد) اسمائے کفار سے۔ کہ اسمائے وسعت وسیعہ ہے۔

ثانیا:

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے تین صاحب زادوں کے نام ابو بکر، عمر، عثمان ہیں۔ رافضی نے آیت کو ادھر پھیرا، کوئی ناصبی ادھر پھیر دے گا، اور دونوں ملعون ہیں۔ حدیث میں ہے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا: ارونسی ابنی ماذا سمیتوہ مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ مولیٰ علی نے عرض کی: حرب۔ فرمایا: نہیں، بلکہ وہ حسن ہے۔ پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت پر تشریف لے گئے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا؟ مولیٰ علی نے عرض کی: حرب۔ فرمایا: نہیں، بلکہ وہ حسین ہے۔ پھر حضرت محسن کی ولادت پر وہی فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہی عرض کی فرمایا: نہیں، وہ محسن ہے۔ پھر فرمایا: میں نے ان بیٹوں کے نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں پر رکھے شبر، شبیر، مشبر۔ حسن، حسین، محسن ان سے ہم وزن وہم معنی۔ اس سے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تشبیہ ہوئی کہ اولاد کے نام اختیار کے ناموں پر رکھنے چاہئیں۔ لہذا ان کے بعد صاحب زادوں کے نام ابو بکر، عمر، عثمان، عباس وغیرہ ہم رکھے۔

ثالثا:

رافضی نے اعداد غلط بتلائے۔ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا، تو عدد ۱۲۰۱ ہیں، نہ کہ دو۔

(۱) ہاں اور رافضی!

بارہ سو دو عدد کا ہے کے ہیں؟۔ ابن سبار افضیہ کے۔

(۲) ہاں اور افضی!

بارہ سو و عددان کے ہیں، ابلیس یزید، ابن زیاد، شیطان الطاق، کلینی ابن بابویہ، قتی، طوسی، حلی۔

(۳) ہاں اور افضی!

اللہ عزوجل فرماتا ہے: إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا لَسْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ط (انعام ۶/۱۶۰) بے شک جنہوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور شیعہ ہو گئے اے نبی تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں۔ اس آیت کریمہ کے عدد ۲۸۲۸ ہیں، اور یہی عدد ہیں۔ روافض، اثنا عشریہ، شیطنیہ، اسمعیلیہ کے اور اگر اپنی طرح سے اسمعیلیہ میں الف چاہیے تو یہی عدد ہیں، روافض، اثنا عشریہ، نصیریہ، واسماعیلیہ کے۔

(۴) ہاں اور افضی!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝ (رعد ۱۳/۲۵) ان کے لیے ہے لعنت اور ان کے لیے ہے برا گھر۔ اس کے عدد ۶۴۴ ہیں اور یہی عدد ہیں، شیطان الطاق، طوسی، حلی کے۔

(۵) نہیں اور افضی!

بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّٰدِقُونَ وَالشَّٰهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط لَهُمْ أَجْرُهُمْ (حدید ۵/۱۹) وہی اپنے رب کے وہاں صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے ان کا ثواب ہے۔ اس کے عدد (۱۴۴۵) ہیں اور یہی عدد ہیں ابو بکر، عمر، عثمان، علی، سعید کے۔

(۶) نہیں اور افضی!

بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّٰدِقُونَ وَالشَّٰهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ط (حدید ۵/۱۹) وہی اپنے رب کے حضور صدیق، شہید ہیں ان کے لیے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور۔ اس کے اعداد (۱۷۹۲) ہیں، اور یہی عدد ہیں ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ۔ زبیر، سعد کے۔

(۷) نہیں اور افضی!

بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّٰدِقُونَ وَالشَّٰهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ط (حدید ۵/۱۹) جو لوگ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق و شہید ہیں ان کے لیے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور۔ آیت کریمہ کے عدد تین ہزار سولہ اور یہی عدد ہیں صدیق، فاروق، ذوالنورین، علی، طلحہ، زبیر، سعد، سعید، ابو عبیدہ، عبدالرحمن بن عوف کے۔

الحمد لله آیت کریمہ کا تمام و کمال جملہ مدح بھی پورا ہو گیا، اور حضرت عشرہ مبشرہ کے اسمائے طیبہ بھی سب آ گئے۔ جس میں اصلا تکلف اور تصنع کو دخل نہیں۔

کچھ روزوں سے آنکھ دکھتی ہے۔ یہ تمام آیات عذاب و اسمائے اشرار، و آیات مدح و اسمائے اخیار کے عدد محض خیال میں مطابق کئے جن میں صرف چند منٹ صرف ہوئے اگر لکھ کر اعداد جوڑے جاتے تو مطابقتوں کی بہار نظر آتی۔ مگر بعونہ تعالیٰ اس قدر بھی کافی ہے۔ واللہ الحمد واللہ تعالیٰ اعلم

اس فتویٰ کو نقل کر کے مولوی صاحب موصوف کتاب مذکور کے ص ۴۶۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ شیعہ رافضی کا تو ماشاء اللہ دلیہ نہیں بلکہ قیمہ ہو گیا۔ اب مجال دم زدن نہیں۔

فقیر نے یہ کرامت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائتہ حاضرہ امام اہل سنت و جماعت پچشم خود ملاحظہ کی کہ چند لمحوں

میں ان تمام آیات و اعداد کی مطابقت زبان فیض و الہام ترجمان سے فرمائی۔ یہ رات کا وقت تھا، قریب نصف گزر

چکی تھی واللہ باللہ عدد اخیار و اشرار کے اسم بلا سوچے اور۔۔۔ کئے فرمادیئے کہ فقیر سو اس کے اور اندازہ نہیں کر سکتا

کہ یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت کا اظہار بذریعہ القائے ربانی اور الہام سبحانی تھا۔ اس سے پیشتر جب کہ اعلیٰ حضرت

نے کتاب کو سماعت فرماتے ہوئے، متعدد جگہ فرقہ و ہابیہ اور معترض پر نکات اعداد جمل کی مطابقت ملاحظہ فرمائی تو

اسی وقت معاً بلا غور و تامل کے یوں فرمایا: جناب نے فرمایا کہ لکھو۔ فقیر نے تعمیل حکم اس طرح پر کی۔ آیت قرآنی:

1- أَهْلَكْنَهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ . کے اعداد (۶۶۸) جو برابر ہیں اعداد رشید احمد گنگوہی کے۔

2- لَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ .

(توبہ ۷۴/۹) کے اعداد (۱۲۶۴) ہیں جو برابر ہیں اشرف علی صاحب تھانوی کے۔

3- شَيْطَانًا مَّرِيدًا لَّعَنَهُ اللَّهُ (نساء ۱۱۸/۴) کے اعداد (۹۸۴۷) برابر ہیں اور وہی عدد ہیں حاجی قاسم صاحب

نانوتوی کے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ کیا قدرت الہیہ کا تماشا اور تقدیر الہی کا نظارہ ہے کہ گویا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے علم میں

ان لوگوں کے حالت کی طرف اشارہ فرمادیا ہے۔ جو بندگان رب العلیٰ اور خاصان بارگاہ خدا اس قسم کے کشف

والہام سے بیان فرما سکتے ہیں، اور عوام کو سمجھا سکتے ہیں۔ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ

الْعَظِيمِ .



فتویٰ نویسی

جناب سید ایوب علی صاحب نے تحریر کیا کہ امام اہل سنت قدس سرہ نے ۸۷ سال کی عمر میں ایک مسئلہ فرائض فرمایا تھا۔ اتفاقاً حضرت رئیس لائقیاء حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد کی نظر اس پر پڑ گئی، جب وہ گاؤں سے بذریعہ بیل گاڑی تشریف لائے فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ امن میاں (۲۰) نے لکھا ہے ان کو ابھی نہ لکھنا چاہئے مگر ہمیں اس جیسا مسئلہ کوئی بڑا لکھ کر دکھادے تو میں جانوں۔ (ق، ۱۳۷)

بتاریخ ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ میں فاتحہ فراغ کیا اور اسی دن یک رضاعت کا مسئلہ لکھ کر والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ جواب بالکل صحیح تھا۔ والد ماجد صاحب نے ذہن نقاد و طبع وقادد دیکھ کر اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام ان کے سپرد کیا۔

پہلا فتویٰ:

ملفوظات حصہ اول ص ۱۱ میں ہے۔ ایک شخص نے اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا۔

اگر بچے کی ناک میں کسی طرح دودھ چڑھ کر حلق میں پہنچ گیا ہو تو کیا حکم ہے؟ اس کا جواب ارشاد فرمایا: ”منہ یا ناک سے عورت کا دودھ جو بچے کے جوف میں پہنچے گا حرمت رضاعت لائے گا۔“ یہ وہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ کو سب سے پہلے اس فقیر نے لکھا اور اسی ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو منصب افتاء عطا ہوا اور اسی تاریخ سے بحمد اللہ تعالیٰ نماز فرض ہوئی اور ولادت دس شوال المکرم ۱۲۷۲ھ روز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ء سمبت کو ہوئی تو منصب افتاء ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳ برس دس مہینہ چار دن تھی جب سے اب تک برابر یہ ہی خدمت دین لی جا رہی ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ (قلمی حیاتِ اعلیٰ حضرت)

کمال فتویٰ نویسی:

مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی عمر کا چودہواں سال تھا۔ اتفاقاً کام حضرت نے اپنے ذمہ لے لیا تھا، کہ ایک شخص راہپور سے حضرت اقدس امام محققین مولانا نقی علی خاں صاحب رضی اللہ عنہ کی شہرت سن کر بریلی تشریف لائے، اور جناب مولانا ارشاد حسین صاحب مجددی کا فتویٰ جس پر اکثر علما کی مواہیر و دستخط مثبت تھے، پیش خدمت کیا۔ حضرت

نے فرمایا کہ کمرہ میں مولوی صاحب ہیں ان کو دے دیجیے جواب لکھ دیں گے وہ کمرہ میں گئے اور آ کر عرض کیا کہ کمرہ میں مولوی صاحب نہیں ہیں۔ فقط ایک صاحبزادہ صاحب ہیں فرمایا: انہیں کو دے دیجیے وہ لکھ دیں گے۔ انہوں نے کہا حضور! میں تو جناب کا شہرہ سن کر آیا تھا حضرت نے فرمایا: آجکل وہی فتویٰ لکھا کرتے ہیں۔ انہیں کو دیجیے۔ اعلیٰ حضرت نے جو اس فتویٰ کو دیکھا تو ٹھیک نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس جواب کے خلاف جواب تحریر فرمایا اور اپنے والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضرت نے اس کی تصدیق و تصویب فرمائی۔ پھر وہ صاحب اس فتویٰ کو دوسرے علما کے پاس لے گئے۔ ان لوگوں نے حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب کی شہرت دیکھ کر انہیں کے فتویٰ کی تصدیق کی۔ جب والی رامپور نواب کلب علی خاں صاحب کی خدمت میں وہ فتویٰ پہنچا، آپ نے شروع سے اخیر تک اس فتویٰ کو پڑھا، اور تمام لوگوں کی تصدیقات دیکھیں۔ دیکھا کہ سب علما کی ایک رائے ہیں، صرف بریلی کے دو عالموں نے اختلاف کیا ہے۔ حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب کو یاد فرمایا۔ حضرت تشریف لائے نواب صاحب نے فتویٰ ان کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضرت مولانا کی دیانت اور انصاف پسندی دیکھئے کہ صاف فرمایا: فی الحقیقہ وہی حکم صحیح ہے جو ان دو صاحبوں نے لکھا۔ نواب صاحب نے پوچھا: پھر اتنے علما نے آپ کے فتویٰ کی تصدیق کس طرح کی۔ ورنہ حق وہی ہے جو انہوں نے لکھا ہے۔ (ق ۱۳۳، ۱۳۴)

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ فقیر کے پیش نظر فتاویٰ متقدمین و متاخرین سب ہیں۔ متقدمین میں فتاویٰ ہندیہ تو بے شک اس مقدار میں ہے، جسے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ سے کچھ نسبت دی جاسکتی ہے۔ ورنہ اس وقت کے علما میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے، جس کے فتاویٰ کو اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ سے کوئی بھی نسبت ہو۔ یہ تو باعتبار کیفیت ہے کہ اوروں کے فتاویٰ چھوٹے چھوٹے اور اوراق پر ڈیڑھ سو، دو سو، تین سو صفحات، زیادہ سے زیادہ پانچ سو صفحات تک ہوں گے اور اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ تقطیع کلاں، ہدایہ وترندی سائز پر ۱۲ جلدوں میں، ہر جلد پچاس ساٹھ نہیں، آٹھ سو یا نو سو صفحات کے درمیان ہے اور باعتبار کیفیت و نفاست مضامین تو اس کا اور معاصروں کے فتاویٰ کو کوئی جوڑ نہیں۔

فتاویٰ جلد اول کو چھپے ہوئے عرصہ گزرا۔ یہ جلد آٹھ سو اسی صفحات پر ختم ہے۔ اس جلد میں صرف باب التیمم تک کے مسائل ہیں۔ اس میں بظاہر ۱۱۴ فتویٰ اور حقیقہ ہزار ہا مسائل ہیں، اس اعلیٰ درجہ کی تحقیق و تنقیح کے ساتھ کہ آج تک کسی کتاب میں نہ ملے۔ الحمد للہ کتنے معرکہ لار مسائل کہ بوجہ کثرت اختلافات و اضطرابات آج تک ناسخ، الجھے ہوئے تھے، بفضلہ عز و جل ایسے صاف و سچ ہوئے، جس کی قدر اہل ایمان و انصاف ہی جانیں گے۔ واللہ الحمد۔ اس جلد میں ۲۸ رساں ہیں اور ۳۵۳۶ (تین ہزار پانچ سو چھتیس)

اقوال:

یعنی خاص افادات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اور ۱۹۴۵ء تطفل و معروضہ ورد۔ علامہ قاضی زادہ روم متوفی ۹۸۸ھ نے نتائج الافکار تکملہ فتح القدیر میں اپنے تین ہزار اباحت گنائے، جن میں بکثرت شارحین پر لفظی مواخذے ہیں اور

پھر وہ کتاب الوکالت سے آخر تک اکتیس کتب فقہ میں ہیں، اور اس میں کتاب الطہارۃ بھی پوری نہیں اور بفضلہ تعالیٰ ساڑھے تین ہزار سے زیادہ ابحاث خاصہ مصنف ہیں، کہ اکثر تنقیح مسائل و تحقیق دلائل سے متعلق ہیں۔ واللہ الحمد حاسدین جب اپنے اساتذہ و آباء و اجداد میں اس کا عشرِ عشر بھی نہیں پاتے، ناچار بدگوئی و یا وہ سرائی سے کام لیتے ہیں اور اللہ حبیب اور حساب قریب ہے۔ مگر الحمد للہ کو زمانہ اہل انصاف سے خالی نہیں۔ انشاء اللہ العزیز وہ کہ حاسدوں کی آنکھ میں خار ہے، حق پسندوں کی نگاہ میں نور، اور دل میں انشراح و سرور ہوگا۔ واللہ المستعان



خوش خطی

علمائے کرام جس درجہ علم و فضل میں کامل ہوتے ہیں، نسبتاً خوش خط نہیں ہوا کرتے۔ ایک بہت بڑے عالم کے متعلق مشہور ہے کہ ان کا خط ایسا تھا کہ دوسرے تو دوسرے بسا اوقات خود ان سے نہیں پڑھا جاتا تھا۔ اسی لیے ان کی تصنیفات کے نسخے مختلف پائے جاتے ہیں۔ کوئی شاگرد لکھنے لگے، کسی جگہ عبارت نہ چلی، حضرت سے دریافت کیا، پڑھانہ گیا۔ شاگرد نے پوچھا کہ کیا لکھ دوں؟ کوئی لفظ جو اس مفہوم کو ادا کر سکے، بتا دیا۔ دوسری مرتبہ دوسرے نقل کرنے والے نے پوچھا۔ اس وقت جو لفظ مناسب معلوم ہوا، بتا دیا۔ میں نے خود اپنے معاصرین علماء و اساتذہ زمان کو دیکھا، مگر خوش خط نہ پایا۔ یہ فضل و کمال اعلیٰ حضرت کی خصوصیات سے تھا۔ جس درجہ علم و فضل میں کمال تھا، اسی درجہ نسخہ نستعلیق، شکستہ خطوط بھی بہت پاکیزہ تھے، اور حد درجہ گٹھا ہوا تحریر فرماتے تھے، اور بہت ہی زود نویس چار آدمی نقل کرنے بیٹھ جاتے اور حضرت ایک ایک ورق تصنیف کر کے انہیں نقل کرنے کو عنایت فرماتے۔ یہ چاروں نقل نہ کرنے پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا۔ چنانچہ رسالہ مبارکہ فتاویٰ الحرمین برہف مدوۃ المین علمائے حرمین شریفین کی تصدیق کے لیے بھیجا تھا، اور وقت بہت کم تھا کہ حجاج جلد جانے والے تھے، اس وقت اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور کے مسودات کریمہ میں اس کا بھی مشاہدہ کیا گیا کہ ایک سطر کا مضمون، جو بظاہر گنجان بھی نہیں معلوم ہوتا، اگر نقل کیا جائے تو اس کی مساوی سطر میں نہیں آتا، بلکہ تجاوز کر جاتا۔ نیز تیز رقم اس قدر کہ ناظرین کو دست مبارک میں رعشہ کا گمان ہوتا، حالانکہ ایسا نہ تھا۔ فقیر نے خود فتاویٰ رضویہ کی قلمی مجلد میں ایک رسالہ بخط نستعلیق زیارت کی ہے، جو بغیر امداد سطر تحریر فرمایا ہے۔ مگر بین السطور و دوائر اس قدر مستقیم و مساوی و دیدہ زیب ہیں کہ اگر پرکار سے پیمائش کی جائے تو سر مو فرق نہ ہو۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولئی القوی بھی اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس رسالہ کا نام مقامع الحديد علی خد المنطق الجديد ہے۔ میری رائے ہے کہ یہ رسالہ فوٹو کر کے شائع کیا جائے تو بہت ہو۔ (۲۱) (ق ۹۲، ۱۹۲)



تبلیغ و ہدایت

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز جس طرح اس امر پر اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرت انبیائے کرام علیہ السلام اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ و ہدایت کے لیے بھیجے گئے تھے، اور علمائے کرام و رشتہ الانبیاء ہیں۔ اسی طرح اس پر بھی یقین کامل رکھتے تھے کہ علماء کے ذمہ دو فرض ہیں، ایک تو شریعت مطہرہ پر پورے طور پر عمل کرنا، دوسرا فرض مسلمانوں کو ان کی دینی باتوں سے واقف بنانا، ان پر مطلع کرنا۔ اسی لیے جہاں کسی کو خلاف شرع کرتے ہوئے دیکھتے، فرض تبلیغ بجالاتے، اور اس کو اپنے فرائض میں داخل سمجھتے۔

مناظرہ کے اصول:

ملفوظات حصہ اول میں ہے۔ اس وقت مولانا مولوی نعیم الدین صاحب اور مولانا مولوی ظفر الدین صاحب اور مولوی احمد مختار صاحب میرٹھی اور مولوی احمد علی صاحب و مولوی رحمہ اللہ صاحب ناظم انجمن اہل سنت و غیر ہم حضرات علماء کرام حاضر خدمت تھے۔ انجمن آریہ ناریہ کے مقابل جلسے ہو رہے تھے۔ یہ سب حضرات جلسہ مناظرہ سے مظفر و منصور واپس آئے تھے۔ رام چندر مناظر آریہ کی چرب زبانی اور بے حیائی کا ذکر ہو رہا تھا کہ بات سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتا، بے حیائی سے کچھ نہ کچھ کہے ضرور جاتا ہے۔

اس پر ارشاد فرمایا: سخت غلطی ہے کہ ایسوں سے زبانی بات چیت ہو۔ اس کا حاصل یہی ہوتا ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ بکے جائے گا، جس سے لوگ جانیں کہ بڑا مقرر ہے، برابر جواب دے رہا ہے۔ انسان میں یہ قوت نہیں کہ زبان بند کر دے۔ بے حیا کفار اللہ عزوجل کے حضور نہ چوکیں گے، وہاں بھی زبان چل ہی جائے گی۔ یہاں تک کہ منہ پر مہر فرمائی جائے گی، اور اعضا کو حکم ہوگا بول چلو۔ الیوم نختم علی افواہہم و تکلمنا ایدہم و تشہد ارجلہم بما کانوا یکسبون۔ تو ایسوں سے ہمیشہ تحریری مناظرہ ہونا چاہیے، کہ مکر نے، بدلنے، مچلنے کی گلی نہ رہے۔ بہت دھوکا ہوتا ہے (کیوں) کہ وہابیہ، وغیر مقلد، وقادیانی وغیرہ تو چاہتے ہی یہ ہیں کہ اصول چھوڑ کر فروعی مسائل میں گفتگو ہو۔ انہیں ہرگز یہ موقع نہ دیا جائے، ان سے یہی کہا جائے کہ پہلے تم اسلام کے دائرہ میں آؤ، اپنا اسلام تو ثابت کر لو، پھر فروعی مسائل میں گفتگو کا حق ہوگا۔ (ق ۲۳۶/۲۳۷)

ایک غیر مسلم کا ایمان لانا:

جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک روز ایک مسلمان کسی غیر مسلم کو اپنے ہمراہ لاتے ہیں، اور عرض کرتے ہیں کہ یہ مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔
فرمایا کہ کلمہ پڑھو دیا ہے؟
انہوں نے کہا کہ ابھی نہیں۔

حضور نے بلا تاخیر و تساہل تجلیل غیر مسلم کو پڑھنے کا اشارہ کرتے ہوئے یہ الفاظ تلقین فرمائے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اللہ ایک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں۔ میں ان پر ایمان لایا، میرا دین مسلمانوں کا دین ہے۔ اس کے سوا جتنے معبود ہیں، سب جھوٹے ہیں، اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہیں ہے، جلانے والا ایک اللہ ہے، مارنے والا ایک اللہ ہے، پانی برسانے والا ایک اللہ ہے، روزی دینے والا ایک اللہ ہے، سچا دین اسلام ہے، اور جتنے دین ہیں سب جھوٹے ہیں۔

اس کے بعد مقرض سے سر کی چوٹی کاٹی، اور کٹورے میں پانی منگوا کر تھوڑا سا خود پیا، باقی اسے دیا، اور اس سے جو بچا، وہ حاضرین مسلمانوں نے تھوڑا تھوڑا پیا۔ اسلامی نام عبد اللہ رکھا گیا، بعدہ جو صاحب لے کر آئے تھے، انہیں فہمائش کی کہ جس وقت کوئی اسلام میں آنے کو کہے، فوراً کلمہ پڑھا دینا چاہیے کہ اگر کچھ بھی دیر کی، تو گویا اتنی دیر اس کفر پر رہنے کی معاذ اللہ رضامندی ہے۔ آپ کو کلمہ فوراً پڑھا دینا چاہیے تھا۔ اس کے بعد یہاں لاتے یا اور کہیں لے جاتے۔
ان صاحب نے یہ سن کر دست بستہ عرض کیا کہ حضور مجھے یہ بات معلوم نہ تھی۔ میں توبہ کرتا ہوں۔
حضور نے فرمایا: اللہ معاف کرے، کلمہ پڑھ لیجیے..... انہوں نے کلمہ پڑھا، اور سلام کر کے چلے گئے۔

ایک آریہ کا مسلمان ہونا:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ قبل ظہر حضرت استاذ العلماء مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب مراد آبادی، و حضرت مولانا مولوی رحمہ اللہی صاحب مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی خدمت اقدس میں حاضر ہیں کہ ایک آریہ آتا ہے، اور کہتا ہے: میرے چند سوالات ہیں۔ اگر ان کے جوابات دے دیئے گئے، تو میں اور میری بیوی بچے سب مسلمان ہو جائیں گے۔
چونکہ اذان ہو چکی تھی، نہ معلوم کتنا وقت ہوگا۔ بایں خیال حضور نے فرمایا: ہماری نماز کا وقت ہے، ٹھہر جاؤ، اس کے بعد جو سوال کرو گے، انشاء اللہ تعالیٰ جواب دیا جائے گا۔

وہ کہنے لگا: ایک سوال تو یہ ہے کہ آپ کے یہاں عبادت کے پانچ وقت کیوں مقرر ہیں؟ پر میثور کی عبادت جتنی بھی کی

جائے، اچھا ہے۔

مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا: یہ اعتراض تو خود تمہارے اوپر آتا ہے۔ مولانا رحم الہی صاحب نے فرمایا: میرے پاس 'ستیا رتھ پرکاش' مکان پر موجود ہے ابھی منگوا کر دکھا سکتا ہوں۔ الغرض! طے پایا کہ جب تک کتاب آئے نماز پڑھ لی جائے..... وہ اتنی دیر پھاٹک میں بیٹھا رہا، بعدہ مندرجہ ذیل سوالات پیش کیے۔

- 1- قرآن تھوڑا تھوڑا کیوں نازل ہوا، ایک دم کیوں نہ آیا؟ جبکہ وہ خدا کا کلام ہے، خدا تو قادر تھا کہ ایک ساتھ اتار دیتا۔
- 2- آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات خدا نے بلایا تو انہیں پھر دنیا میں واپس کیوں کیا؟ وہ تو اسے محبوب

تھے۔

عبادت پانچ وقت کے متعلق 'ستیا رتھ پرکاش' کی عبارت دیکھنا مشروط ہوئی۔

مذکورہ بالا سوالات سن کر حضور نے فرمایا: میں تمہارے سوالوں کے جوابات ابھی دیتا ہوں، مگر تم نے جو وعدہ کیا ہے، اس پر قائم رہو۔ اس نے کہا: ہاں! میں پھر کہتا ہوں کہ اگر میرے سوالات کے جوابات آپ نے معقول دے دیئے، تو میں مسلمان ہو جاؤں گا اور بیوی بچوں کو بھی لا کر مسلمان کرادوں گا۔

جب خوب قول و قرار اور پختہ وعدہ کر لیا، تو حضور نے فرمایا:

پہلے سوال کا تو جواب یہ ہے کہ جو شے عین ضرورت کے وقت دستیاب ہوتی ہے، اس کی وقعت دل میں زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو بدرجہ نازل فرمایا۔

پھر فرمایا: انسان بچہ کی صورت میں آتا ہے، پھر جوان ہوتا ہے، پھر بوڑھا۔ اللہ تو قادر تھا بوڑھا ہی کیوں نہ پیدا فرماتا؟ پھر فرمایا: انسان کھیتی کرتا ہے، پہلے پودا نکلتا ہے، پھر کچھ عرصہ کے بعد اس میں بالی آتی ہے، اس کے بعد دانہ برآمد ہوتا ہے۔ وہ تو قادر تھا کہ ایک دم غلہ کیوں نہ پیدا فرمایا؟

اس کے بعد 'ستیا رتھ پرکاش' آگئی۔ جس میں حسب ذیل عبارتیں موجود تھیں۔

باب تیسرا (تعلیم) پندرہواں ہیڈنگ "اگنی ہو تر صبح و شام دو ہی وقت کرنے۔"

باب چوتھا (خان داری) ۶۳ ہیڈنگ "سندھیا دو ہی وقت کرنا چاہئے۔"

ان عبارات کو سن کر بجز قائل ہونے کے چارہ ہی کیا تھا۔ لہذا اعتراف کرتے ہوئے، معراج شریف والے سوال کا جواب چاہا۔ اس کی نسبت حضور نے ارشاد فرمایا:

اسے یوں سمجھو کہ ایک بادشاہ اپنے مملکت کے انتظام کے لیے ایک نائب مقرر کرتا ہے، وہ صوبہ (دار) یا نائب بادشاہ کے

حسب منشا خدمات انجام دیتا ہے۔ بادشاہ اس کی کارگزاریوں سے خوش ہو کر اپنے پاس بلاتا ہے، اور انعام و خلعت فاخرہ عطا فرماتا ہے۔ نہ یہ کہ اسے بلا کر معطل کر دیتا ہے اور اپنے پاس روک لیتا ہے۔

یہ سن کر اس نے کہا کہ آپ نے میری پوری تشفی فرمادی اور میری سمجھ میں خوب آ گیا۔ میں ابھی جا کر بیوی اور بچوں کو لاتا

ہوں اور خود بھی مسلمان ہوتا ہوں، ان کو بھی مسلمان کراتا ہوں۔

علمِ غیب:

ملفوظات حصہ اول میں ہے: ایک صاحب نے علمِ غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سوال کیا (تو) ارشاد فرمایا:

قرآن عظیم فرماتا ہے: مَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مَنْ يَرْسُلُهُ مِنْ يَشَاءُ • اے عام لوگو! اللہ اس لیے نہیں کہ تمہیں غیب پر مطلع فرمادے ہاں اپنے رسولوں سے چن لیتا ہے جسے چاہے۔

اور فرماتا ہے: عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يَظْهَرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنْ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ • اللہ تعالیٰ عالمِ الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا مگر اپنے پسندیدہ رسول کو..... صرف اظہار ہی نہیں بلکہ رسولوں کو غیب پر مسلط فرمادیا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ:

علمائے اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کا اتفاق ہے کہ: جو فضائل اور انبیائے کرام علیہ السلام کو عنایت فرمائے گئے، وہ سب باکمل وجوہ اور ان سے بدرجہا زائد حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت ہوئے اور اہل باطن کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کچھ فضائل اور انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ملے، وہ سب حضور کے دیے سے، اور حضور کے طفیل میں: اور جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم نے روایت کی:

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم انما انا قاسم والله يعطى • میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی بابت فرماتا ہے:

وكذلك نرى ابراهيم ملكوت السموات والارض • یعنی ایسا ہی ہم ابراہیم کو آسمان وزمین کی ساری سلطنت دکھاتے ہیں..... لفظ نری استمرار و تجدید پر دلالت ہے، جس کا یہ مطلب کہ وہ دکھانا ایک بار کے لیے نہ تھا، بلکہ مستمر ہے۔

تو یہ صفت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اکمل طور پر ثابت۔ حضور کے دیے سے اور حضور کے طفیل میں حضور کے جدا کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ ابیہ وبارک وسلم کو یہ فضیلت ملی، اس کا انکار نہ کرے گا، مگر کور باطن۔ اعاذنا اللہ من هذه العقيدة الباطلة..... اور لفظ کذا لک تشبیہ کے لیے، جسے ہر معمولی عربی داں جانتا ہے اور تشبیہ کے لیے مشبہ اور مشبہ بہ ضروری ہے۔ مشبہ تو خود قرآن کریم میں مذکور ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ باقی رہا مشبہ بہ وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اے حبیبِ لیب! جیسے ہم آپ کو آسمانوں اور زمینوں کی سلطنتیں دکھا رہے ہیں، یوں ہی آپ کے طفیل میں آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ان کا معائنہ کر رہے ہیں۔

اور قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: وما هو على الغيب بضنين • میرا محبوب غیب پر بخیل نہیں..... یعنی جس میں استعداد پاتے ہیں اسے بتاتے بھی ہیں اور ظاہر کہ بخیل وہ ہے جس کے پاس مال ہو اور صرف نہ کرے۔ وہ کہ جس کے پاس مال

ہی نہیں کیا بخیل کہا جائے گا؟ اور یہاں بخیل کی نفی کی گئی، تو جب تک کوئی چیز صرف کی نہ ہو، کیا مفاد ہوا؟
لہذا معلوم ہو کہ حضور غیب پر مطلع ہیں، اور اپنے غلاموں کو اس پر اطلاع بخشتے ہیں۔

اور فرماتا ہے: نزلنا علیک الکتب تبیاناً لکل شیء ۰ ہم نے تم پر یہ کتاب ہر شئی کا روشن بیان کر دینے کے لیے اتاری..... تبیاناً ارشاد فرمایا، بیاناً نہ فرمایا کہ معلوم ہو جائے کہ اس میں بیان اشیا اس طرح پر ہے کہ اصلاً خفا نہیں۔

اور حدیث میں ہے جسے امام ترمذی وغیرہ نے دس صحابہ سے روایت کیا کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں: ایک روز ہم صبح کو نماز فجر کے لیے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے، اور حضور کی تشریف آوری میں دیر ہوئی: حتیٰ کدنا ان فترائی الشمس یعنی قریب تھا کہ آفتاب طلوع کر آئے۔ اتنے میں حضور تشریف لے آئے، اور نماز پڑھائی۔ پھر صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم جانتے ہو کیوں دیر ہوئی؟ سب نے عرض کی: اللہ ورسولہ اعلم اللہ ورسولہ خوب جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: اتانی ربی فی احسن صورۃ میرا رب سب سے اچھی تجلی میں میرے پاس تشریف لایا..... یعنی میں ایک دوسری نماز میں مشغول تھا اس نماز میں عبد درگاہ رب معبود میں حاضر ہوتا ہے؛ اور وہاں خود ہی معبود کی عبد پر تجلی ہوئی۔ قال یا محمد فیم یختصم الملاء الاعلیٰ اس نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ فرشتے کس بات میں خاصہ اور مباحث کرتے ہیں؟ فقلت لا ادری میں نے عرض کی: اے میرے رب! بے تیرے بتائے کیا جانوں؟ فوضع کفہ بین کتفی فوجدت برد انا ملہ بین ثدبئی فتجلی لی کل شیء و عرفت تورب العزت اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اور اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی، اور میرے سامنے ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لی..... صرف اسی پر اکتفا نہ فرمایا کہ کسی وہابی صاحب کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ کل شیء سے مراد ہر شے متعلق بشرائع ہے۔ بلکہ ایک روایت میں فرمایا: مافی السماء والارض میں نے جان لیا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اور دوسری روایت میں فرمایا: فعلمت ما بین المشرق والمغرب اور میں نے جان لی جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے۔

یہ تینوں روایتیں صحیح ہیں تو تینوں لفظ ارشاد اقدس سے ثابت ہیں۔ یعنی میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی، اور میں نے پہچان لی اور روشن ہونے کے ساتھ پہچان لینا اس لیے فرمایا کہ کبھی شیء معروف ہوتی ہے پیش نظر نہیں، اور کبھی شیء پیش نظر ہوتی ہے، معروف نہیں۔ جیسے ہزاروں آدمیوں کی مجلس کو چھت پر سے دیکھو، وہ سب تمہارے پیش نظر ہوں گے، مگر ان میں بہت کو پہچانتے نہ ہو گے۔ اسی لیے ارشاد فرمایا کہ تمام اشیا عالم ہمارے پیش نظر بھی ہو گئیں اور ہم نے پہچان بھی لیں کہ ان میں نہ کوئی ہماری نگاہ سے باہر رہی نہ علم سے خارج۔
والحمد لله رب العلمین .

مسلمان دیکھیں! نصوص میں بلا ضرورت تاویل و تخصیص باطل و مسموع ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ہر چیز کا روشن بیان کر دینے کو یہ کتاب ہم نے تم پر اتاری۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی، اور میں نے پہچان لی..... تو بلاشبہ یہ

روایت و معرفت، جمیع مکتوبات قلم و مکتوبات لوح کو شامل ہے، جس میں سب ماکان و ما یکون من الیوم الاول الی یوم الاخر و جملہ ضمائر و خواطر سب کچھ داخل۔

ولہذا طبرانی و نعیم بن حماد استاذ امام بخاری وغیرہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانی انظر الیہا والی ما ہو کائن فیہا الی یوم القیمة کانما انظر الی کفی ہذہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے، تو میں اسے اور اس میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔

اور حضور کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور کے غلاموں کو یہ مرتبہ عنایت فرمایا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: وہ مرد نہیں جو دنیا کو مثل ہتھیلی کے نہ دیکھے..... انہوں نے سچ فرمایا، اپنے مرتبہ کا اظہار کیا۔ ان کے بعد حضرت شیخ بہاء المملۃ والدین نقشبند قدس سرہ نے فرمایا: میں کہتا ہوں مرد وہ نہیں جو تمام عالم کو انگوٹھے کے ناخن کے مثل نہ دیکھے۔

اور وہ جو نسب میں حضور کے صاحبزادے اور نسبت میں حضور کے ایک اعلیٰ جاہ کنش برادر ہیں۔ یعنی حضور سید غوث اعظم رضی اللہ عنہ عنہ قصیدہ و نحو شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

نظرت الی بلاد اللہ جمعاً

کخرد لہ علی حکم اتصال

یعنی میں نے اللہ کے تمام شہروں کو مثل رائی کے دانے کے ملاحظہ کیا اور یہ دیکھنا کسی خاص وقت سے خاص نہیں، بلکہ علی الاتصال یہ ہی حکم ہے۔

اور فرماتے ہیں: ان بوبوۃ عینی فی اللوح المحفوظ میری آنکھ کی پتلی لوح محفوظ میں لگی ہے۔
لوح محفوظ کیا ہے؟ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کل صغیر و کبیر مستطر • ہر بڑی چھوٹی چیز لکھی ہوئی ہے اور فرماتا ہے: ما فرطنا فی الکتب من شیء • ہم نے کتاب میں کوئی شے اٹھانہ رکھی اور فرماتا ہے: ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین • کوئی تر و خشک ایسا نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو..... تو جب لوح محفوظ کی یہ حالت ہے کہ اس میں تمام کائنات روز اول سے روز آخر تک محفوظ ہیں تو جس کو اس کا علم ہو بے شک اسے ساری کائنات کا علم ہوگا۔ (ق، ن، ۲۲۲-۲۲۳)

ملفوظات حصہ اول ہی میں ہے:

ایک صاحب شاہ جہاں پور سے حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے سنا ہے اور بعض دیوبندیوں کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ حضور، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر فرماتے ہیں؟ مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی، اس لیے میں نے چاہا کہ حاضر ہو کر جو کچھ حضرت کا اس بارے میں خیال ہو دریافت کروں۔ اس پر ارشاد فرمایا:

اس کا فیصلہ تو قرآن مجید نے فرما دیا ہے: **فنجعل لعنة الله على الكذابين.....** جو میرے عقائد ہیں وہ میری کتابوں میں لکھے ہیں، جو چھپ کر شائع ہو چکی ہیں، اس کا نام و نشان ہو تو کوئی دکھا دے۔

ہم اہل سنت کا مسئلہ علم غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم غیب عنایت فرمایا۔ رب عزوجل فرماتا ہے: **وما هو على الغيب بضنين** • یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔ تفسیر معالم و خازن میں ہے: یعنی حضور کو علم غیب آتا ہے وہ تمہیں بھی تعلم فرماتے ہیں..... اور وہابیوں، دیوبندیوں کا خیال ہے کہ کسی غیب کا حضور کو علم نہیں، اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں، دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں، بلکہ حضور کے لیے علم غیب ماننا شرک ہے اور شیطان کی وسعت علم نص سے ثابت ہے اور اللہ کے دیے سے بھی حضور کو علم غیب حاصل نہیں ہو سکتا۔

برابری تو درکنار، میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرہ کے کروڑوں حصہ کو سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کی متناہی کے ساتھ ہے، اور وہ غیر متناہی۔ متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟۔ (ق، ن ۲۲۷)

فرقہ وہابیہ کب وجود میں آیا:

ملفوظات حصہ اول ہی میں ہے: کسی صاحب نے عرض کی: حضور خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی فرقہ وہابیہ تھا؟ ارشاد ہوا: ہاں! یہی وہ فرقہ ہے جسے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فہمائش کی اجازت چاہی؛ اور بحکم امیر المومنین تشریف لے گئے، اور ان سے پوچھا: کیا بات امیر المومنین کی تم کو ناپسند آئی؟ انہوں نے کہا: واقعہ صفین میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا، یہ شرک ہوا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **ان الحكم الا لله** • حکم نہیں مگر اللہ کے لیے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی قرآن کریم میں یہ آیت بھی تو ہے: **فابعثوا حکما من اہلہ و حکما من اہلہا** ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینہما • زن و شوہر میں خصوصیت ہو تو ایک حکم اس کی طرف سے بھیجو اور ایک حکم اس کی طرف سے اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا..... دیکھو وہی طریقہ استدلال ہے، جو وہابیہ کا ہوتا ہے کہ علم غیب و امداد وغیرہما میں ذاتی عطائی کے فرق سے آنکھ بند اور نفی کی آیتوں پر دعویٰ ایمان اور اثبات کی آیتوں سے کفر۔

اس جواب کو سن کر ان میں سے پانچ ہزار تائب ہوئے، اور پانچ ہزار کے سر پر موت سوار تھی، وہ اپنی شیطنت پر قائم رہے۔ امیر المومنین نے ان کے قتل کا حکم فرمایا۔ امام حسن و امام حسین اور دیگر اکابر رضی اللہ عنہم کو ان کے قتل میں تامل ہوا کہ یہ قوم رات بھر تہجد اور دن بھر تلاوت قرآن میں بسر کرتی ہے، ہم کیونکر ان پر تلوار اٹھائیں؟ مگر امیر المومنین کو تو عالم ماکان و ما یون صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دے دی تھی کہ نماز روزہ وغیرہ ظاہری اعمال کے شدت پابند ہوں گے، بایں ہمہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے، قرآن پڑھیں گے مگر ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ امیر المومنین کے حکم سے لشکر ان کے قتل پر مجبور

ہوا، عینِ معرکہ میں خبر آئی کہ وہ نہر کے اس پار اتر گئے۔ امیر المؤمنین نے فرمایا: واللہ ان میں سے دس اس پار نہ جائیں گے، سب اسی طرف قتل ہوں گے۔

جب سب قتل ہو چکے۔ امیر المؤمنین نے لوگوں کے دلوں سے ان کے تقویٰ و طہارت و تہجد و تلاوت کا وہ خدشہ دفع فرمانے کے لیے فرمایا: تلاش کرو، اگر ان میں ذوالثندہ یہ پایا جائے تو تم نے بدترین اہل زمین کو قتل کیا..... تلاش کیا گیا، (تو) لاشوں کے نیچے نکلا جس کا ایک ہاتھ پستان زن کے مشابہ تھا۔ امیر المؤمنین نے تکبیر کہی، اور حمد الہی بجلائے، اور لشکر کے دل کا شبہ اس غیب کی خبر بتانے اور مطابق آنے سے زائل ہو گیا۔ کسی نے کہا: حمد ہے اسے جس نے ان کی نجاست سے زمین کو پاک کیا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا: کیا سمجھتے ہو کہ یہ لوگ ختم ہو گئے؟ ہرگز نہیں، ان میں سے کچھ ماں کے پیٹ میں ہیں، کچھ باپ کی پیٹھ میں، جب ان میں سے ایک گروہ ہلاک ہوگا، دوسرا اٹھائے گا حتیٰ یخرج اخرهم مع الدجال یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔

یہی وہ فرقہ ہے کہ ہر زمانہ میں نئے رنگ، نئے نام سے ظاہر ہوتا رہا، اور اب خیر وقت وہابیہ کے نام سے پیدا ہوا۔ ان کی جو جو علامتیں صحیح حدیثوں میں ارشاد فرمائی ہیں، سب ان میں موجود ہیں۔ تحقرون صلاتکم عند صیامکم و صیامکم عند صیامہم و اعمالکم عند اعمالہم تم ان کی نمازوں کے سامنے اپنی نماز کو حقیر جانوں گے اور ان کے روزوں کے آگے اپنے روزوں کو اور ان کے اعمال کے آگے اپنے اعمال کو..... یقرءون القرآن یجاوز تراقیہم قرآن پڑھیں گے، ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا..... یقولون من قول خیر البریہ بظاہر وہ بات کہیں گے کہ سب کی باتوں سے اچھی معلوم ہو..... یا من قول خیر البریہ یعنی بات بات پر حدیث کا نام لیں گے اور حال یہ ہوگا کہ..... یمرقون من الدین کما یمرق السہم من الرمیہ دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے سیماہم التحلیق ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر سر موٹے..... مشمری الازر گھنٹی ازاروں والے۔

ان کے پیشوا ابن عبدالوہاب نجدی کو سر منڈانے میں یہاں تک غلو تھا کہ جو عورت اس کے دین ناپاک میں داخل ہوتی اس کا بھی سر منڈا دیتا کہ یہ زمانہ کفر کے بال ہیں، انہیں دور کر۔ یہاں تک کہ ایک عورت نے کہا: جو مرد تمہارے دین میں داخل ہو ان کی داڑھیاں منڈوا کر وہ بھی تو زمانہ کفر کے بال ہیں۔ اس وقت سے باز آیا..... اور اب وہابیہ کو دیکھیے ان میں اکثر وہی سر منڈانے اور گھنٹے پائے والے ہیں۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ:

عز وہ حنین میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عنانم تقسیم فرمائے، اس پر ایک وہابی نے کہا کہ میں اس تقسیم میں عدل نہیں پاتا، کیونکہ کسی کو زیادہ کسی کو کم عطا فرمایا۔ اس پر فاروق اعظم نے عرض کیا: اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں؟ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ اسے رہنے دے کہ اس کی نسل سے ایسے ایسے لوگ (جیسے وہابیہ) پیدا ہونے

والے ہیں اور اس سے فرمایا: انسوس میں تجھ پر عدل نہ کروں، تو کون عدل کرے گا؟ اور فرمایا: اللہ تعالیٰ رحم فرمائے میرے بھائی موسیٰ برکہ اس سے زائد ایذا دیے گئے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اس دن کی عطا سخی بادشاہوں کے عمر بھر کی داد و دہش سے زائد تھی۔ جنگل غنائم سے بھرے ہوئے ہیں، چھوڑ دیا اور حضور پیچھے ہٹتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب سب اموال تقسیم ہو لیے، ایک اعرابی نے روئے مبارک بدن اقدس پر سے کھینچ لی کہ شانہ و پشت مبارک پر اس کا نشان بن گیا۔ اس پر اتنا فرمایا: اے لوگو! جلدی نہ کرو، واللہ کہ تم مجھ کو کسی وقت بخیل نہ پاؤ گے..... حق ہے اے مالک عرش کے نائب اکبر! قسم ہے اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا کہ دونوں جہان کی نعمتیں حضور ہی کی عطا ہیں، دونوں جہاں حضور کی عطا سے ایک حصہ ہیں

فان من جودك الدنيا وضرتها

ومن علومك علم اللوح والقلم

بیشک دنیا و آخرت حضور کی بخشش سے ایک حصہ ہیں، اور لوح و قلم کے تمام علوم ماکان و مایکون حضور کے علوم سے ایک ٹکڑا

ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم و علی الک و اصحابک و بارک و کرم۔

ایک روز بارگاہ رسالت میں صحابہ کرام حاضر ہیں، ایک شخص آیا اور کنارہ مجلس اقدس پر کھڑے ہو کر مسجد میں چلا گیا۔ (حضور نے) فرمایا: کون ہے کہ اسے قتل کرے؟

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اٹھے، اور جا کر دیکھا، وہ نہایت خضوع و خشوع سے نماز پڑھ رہا ہے..... صدیق اکبر کا ہاتھ نہ اٹھا کہ ایسے نمازی کو عین نماز کی حالت میں قتل کریں۔ واپس حاضر ہوئے، اور سب ماجرا عرض کیا۔ ارشاد فرمایا: کون ہے کہ اسے قتل کرے؟

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اٹھے، اور انہیں بھی وہی واقعہ پیش آیا۔

حضور نے پھر ارشاد فرمایا کہ کون ہے کہ اسے قتل کرے؟

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اٹھے، اور عرض کی: یا رسول اللہ! میں۔

فرمایا: ہاں تم! اگر تمہیں ملے، مگر تم اسے نہ پاؤ گے..... یہی ہوا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ جب تک جائیں، وہ نماز پڑھ کر چلتا ہوا۔

ارشاد فرمایا: اگر تم اسے قتل کر دیتے تو امت پر سے بڑا فتنہ اٹھ جاتا۔

یہ تھا وہابیہ کا باپ جس کی ظاہری و معنوی نسل آج دنیا کو گندہ کر رہی ہے، اس نے مجلس اقدس کے کنارے کھڑے ہو کر ایک نگاہ سب پر کی، اور دل میں یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ مجھ جیسا ان میں ایک بھی نہیں..... یہ غرور تھا اس خبیث کو اپنی نماز و تقدس پر، اور نہ جانا کہ نماز ہو یا کوئی عمل صالح وہ سب اس سرکار کی غلامی و بندگی کی فرع ہے، جب تک ان کا غلام نہ ہو لے کوئی بندگی کام

نہیں دے سکتی۔ ولہذا قرآن عظیم میں ان کی تعظیم کو اپنی عبادت سے مقدم رکھا کہ فرمایا: لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروه وتوقروه وتسبحوه بكرة وأصيلاً۔ تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ ورسول پر اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو..... تو سب میں مقدم ایمان ہے کہ بے اس کے تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم مقبول نہیں۔ اس کے بعد تعظیم رسول ہے کہ بے اس کے نماز اور کوئی عبادت مقبول نہیں۔ یوں عبد اللہ تمام جہاں ہے مگر سچا عبد اللہ وہ ہے جو عبد المصطفیٰ ہے، ورنہ عبد الشیطان ہے۔ والعباد باللہ تعالیٰ۔

(ق، ن، ۲۲۷، ۲۲۸)

قضا نمازیں ادا کرنے کا طریقہ:

ملفوظات حصہ اول میں ہے: کسی نے قضا نمازوں کی ادا کا مسئلہ دریافت کیا۔

ارشاد ہوا: قضا نمازیں جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہیں۔ نہ معلوم کس وقت موت آجائے۔ کیا مشکل ہے ایک دن کی بیس رکعتیں ہوتی ہیں۔ (فجر کے فرضوں کی دو رکعت، ظہر کی چار، عصر کی چار مغرب کی تین عشاء کے چار فرض، تین وتر) ان نمازوں کو سوائے طلوع و غروب و زوال کے (کہ اس وقت سجدہ حرام ہے) ہر وقت ادا کر سکتا ہے، اور اختیار ہے کہ پہلے فجر کی سب نمازیں ادا کرے، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشا کی۔ یا سب نمازیں ساتھ ساتھ ادا کرتا جائے، اور ان کا ایسا حساب نگائے کہ تخمینہ میں باقی نہ رہ جائیں۔ زیادہ ہو جائیں، تو حرج نہیں اور وہ سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ جلد ادا کرے، کاہلی نہ کرے۔ جب تک فرض ذمہ باقی رہتا ہے۔ کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا ہے۔ نیت ان نمازوں کی اس طرح ہو۔ مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے، تو ہر بار یوں کہے کہ سب سے پہلی فجر جو مجھ سے قضا ہوئی ہے۔ ہر دفعہ یہی کہے۔ یعنی جب ایک ادا ہوئی، تو باقیوں میں جو سب سے پہلی ہے۔ اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کرے۔ جس پر بہت سی نمازیں قضا ہوں، اس کے لیے صورت تخفیف، اور جلد ادا ہونے کی یہ ہے کہ خالی رکعتوں میں بجائے الحمد شریف ۳ بار سبحان اللہ کہے، اگر ایک بار بھی کہہ لے گا، تو فرض ادا ہو جائے گا۔ نیز تسبیحات رکوع و سجود میں صرف ایک بار سبحن ربی العظیم، سبحن ربی الاعلیٰ پڑھ لینا کافی ہے۔ تشہد کے بعد دونوں درود شریف کے بجائے اللہم صل علی سیدنا محمد و آلہ، و تروں میں بجائے دعائے قنوت رب اغفر لی کہنا کافی ہے۔ طلوع آفتاب کے بیس منٹ بعد اور غروب آفتاب سے بیس منٹ قبل نماز ادا کر سکتا ہے، اس کے پہلے یا بعد ناجائز ہے۔ ہر ایسا شخص جس کے ذمہ نمازیں باقی ہیں، چھپ کر پڑھے کہ گناہ کا اعلان جائز نہیں۔

اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا:

اگر کسی شخص کے ذمہ تیس چالیس سال کی نمازیں واجب الادا ہیں، اس نے اپنے ان ضروری کاموں کے علاوہ، جن کے بغیر گزر نہیں، کاروبار ترک کر کے پڑھنا شروع کیا؛ اور پکا ارادہ کر لیا کہ کل نمازیں ادا کر کے آرام لوں گا؛ اور فرض کیجیے اسی حالت میں ایک مہینہ یا ایک ہی دن کے بعد اس کا انتقال ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اپنے رحمت کاملہ سے اس کی سب نمازیں ادا کر دے گا۔ قال اللہ تعالیٰ: ومن ینخرج من بیتہ مهاجراً الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع أجرہ

علی اللہ • جو اپنے گھر سے اللہ رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے پھر اسے راستہ میں موت آ جائے۔ تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ثابت ہو چکا..... یہاں مطلق فرمایا، گھر سے اگر ایک ہی قدم نکالا، اور موت نے آ لیا، تو پورا کام اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا، اور کامل ثواب پائے گا۔ وہاں نیت دیکھتے ہیں۔ سارا دار و مدار حسن نیت پر ہے۔ (ق ۲۳۳/۲۳۵)

نماز میں نظر کہاں ہو:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ بعد نماز ظہر حضور مسجد میں وظیفہ پڑھ رہے تھے کہ ایک اجنبی صاحب نے سامنے آ کر نیت باندھی۔ جب رکوع کیا تو گردن اٹھائے ہوئے سجدہ گاہ کو دیکھتے رہے۔ فارغ ہونے پر حضور نے پاس بلا کر دریافت کیا کہ رکوع کی حالت میں اس قدر گردن آپ نے کیوں اٹھائی تھی؟ انہوں نے عرض کیا۔ حضور! سجدہ کی جگہ کو دیکھ رہا تھا۔ فرمایا: سجدہ میں کیا کیجیے گا؟ پھر فرمایا: بحالت قیام نظر سجدہ گاہ پر، اور بحالت رکوع پاؤں کی انگلیوں پر، اور بحالت سجدہ سینہ پر، اور بحالت سجود ناک پر، اور بحالت قعود اپنی گود پر نظر رکھنا چاہئے۔ نیز سلام پھیرتے وقت کا تین کو ملحوظ رکھتے ہوئے، اپنے شانوں پر نظر ہونا چاہیے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے۔ اسی کے قریب ایک واقعہ دہلی میں پیش آیا تھا۔ حضور کسی مسجد میں نماز پڑھ کر وظیفہ میں مشغول تھے، کہ ایک صاحب نماز پڑھنے کے لیے تشریف لائے، اور حضور کے قریب ہی نماز پڑھنے لگے۔ جب قیام کیا تو دیوار مسجد کوتا کتے رہے۔ جب رکوع میں گئے تو ٹھوڑی اوپر اٹھا کر دیوار مسجد کی طرف دیکھتے رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، اس وقت تک اعلیٰ حضرت بھی وظیفہ سے فارغ ہو چکے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کو پاس بلا کر مسئلہ بتایا کہ نماز پڑھنے میں کس کس حالت میں کہاں کہاں نگاہ ہونی چاہیے اور فرمایا: بحالت رکوع پاؤں کی انگلیوں پر نگاہ ہونی چاہیے۔ یہ سن کر وہ قابو سے باہر ہو گئے، اور کہنے لگے۔ واہ صاحب! بڑے مولانا بنتے ہیں۔ میرا منہ قبہ سے پھیرے دیتے ہیں۔ نماز میں قبلہ کی طرف منہ ہونا ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ان صاحب کو سمجھ کے مطابق کلام فرمایا، اور دریافت کیا:

تو سجدہ میں کیا کیجیے گا؟ پیشانی زمین پر لگانے کے بدلے ٹھوڑی زمین پر لگائیے گا؟

یہ چبھتا ہوا فقرہ سن کر بالکل خاموش ہو گئے، اور ان کے سمجھ میں بات آ گئی کہ قبلہ رو ہونے کے یہ معنی ہیں کہ قیام کے وقت نہ کہ از اول تا آخر قبلہ کی طرف منہ کر کے دیوار مسجد کوتا کا کرے۔

اللہ کے لیے لفظ میاں کا استعمال:

سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اسم جلالت کے ساتھ عوام لفظ میاں لگاتے ہیں، اس سے اجتناب کرنا چاہیے کہ میاں کے دو معنی خراب اور ایک اچھا ہے۔

علیہ السلام اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استعمال:

صرف انبیائے کرام و مرسلین اور فرشتوں کے اسما طیبہ کے ساتھ علیہ السلام خاص ہے، اور یہی معصوم کہے جاسکتے ہیں۔

خلفائے اربعہ یا امامین کریمین یا دیگر صحابہ و بزرگان دین کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا چاہیے..... ص، ع، رض، رح، صلعم ممنوع ہیں۔ بلکہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، علیہ السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رحمۃ اللہ علیہ لکھنا چاہیے۔

نعت شریف لکھنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے:

نعت شریف لکھنا بہت مشکل ہے، تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر اتنا بڑھا کہ الوہیت میں پہنچا جاتا ہے، تو مارا گیا اور شمرہ برابر تنقیص ہوئی، تو مارا گیا۔

پھر فرمایا:..... وہ الفاظ جو معشوق مجازی کے لیے آتے ہیں جیسے 'رعنا، دلربا' نعت شریف میں ممنوع ہیں۔ نہ تشبیہات تائیش جیسے لیلیٰ کا استعمال ہو۔ نیز بجائے نام اقدس (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم اسمائے صفاتی ہوں تو بہتر ہے۔ خصوصاً ندا کے وقت مثلاً یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، ضروری ہے، نام اقدس لے کر نداء حرام ہے اور غیر ندا میں بھی "ساقی کوثر، یا آفتاب رسالت، شفیع المذنبین وغیرہ کہنا اور لکھنا چاہیے۔ اسی طرح 'یشرب، کالی کملیا، رشک قمر وغیرہ متروک ہیں۔ تخیلات خلاف واقع یا مبالغات نہ ہونا چاہیے، مثلاً حضور کے فراق میں دن رات روتا ہوں۔ دیگر انبیائے کرام علیہ السلام کے مراتب عالیہ ملحوظ رہیں۔ معاذ اللہ تو ہین نہ ہونے پائے۔

لفظ عدالت یا سرکار کا استعمال:

جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت بجائے عدالت کے کچھری کا لفظ استعمال فرمایا کرتے۔ کسی صاحب علاقہ، یار و سایا امر میں سے کسی کو کوئی سرکار کہتا، تو کبیدہ خاطر ہوتے، اور فرماتے کہ سرکار نہ کہیے۔ سرکار صرف سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

اوپر خدا نیچے آپ کہنے کی ممانعت:

دست سوال دراز کرتے وقت بعض مفلوک الحال اپنی عسرت کا اظہار کرتے کرتے، اس نواح میں ایک جملہ یہ بھی کہہ دیتے ہیں: اوپر خدا ہے، اور نیچے آپ ہیں۔ اس جملہ کو جہاں سائل نے شروع کیا، اعلیٰ حضرت فوراً روک دیا کرتے تھے۔

ناموں میں عبد چھوڑنے کی بلا:

ارشاد فرمایا: یہ ایک عام بلا ہے کہ نام عبد الکریم، عبد الرحیم، عبد الرشید، عبد الجلیل، عبد القدر ہیں۔ مگر زبان زد ہے کریم رحیم، رشید، جلیل، قدر، یو ہیں سمیع، بصیر، حکیم، باسط، قادر، رحمن، منان، حنان، بسین اور اس مرض میں جاہل، کم فہم طبقہ ہی نہیں، بلکہ نئی روشنی کے تعلیم یافتہ بھی مبتلا ہیں کہ عبد الرشید، عبد الشکور، عبد الجید، کور رشید صاحب شکور صاحب، مجید صاحب کہتے ہیں۔ یہ کیسے تعلیم یافتہ ہیں، جنہیں عبد و معبود میں امتیاز نہیں؟ عبد الباسط اور باسط کے ایک معنی ہیں۔ تو اس ترکیب کی رو سے عبد الرحمن،

عبداللہ جس کے نام ہیں، انہیں نعوذ باللہ، رحمٰن صاحب، اللہ صاحب کہتے کیوں زبان لکنت کرتی ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم!

بعض ناموں کے احکام:

محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد، نبی جان، محمد یسین، شفیع الدین، غفور الدین، رحمٰن احمد، سبحان احمد اسمائے ممنوعہ ہیں۔ بجائے ان کے محمد نبیہ، عبیدہ احمد، عبیدہ جان، غلام نبی، غلام محمد، غلام یسین، غریب اللہ، عبدالرحمن، عبدالسبحان رکھ سکتے ہیں۔ غفور الدین کے معنی ہیں، دین کا مٹانے والا۔

آخری چہار شنبہ:

یہ جو مشہور ہے کہ آخری چہار شنبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صحت ہوئی یہ بے اصل ہے۔

بیت الخلاء میں تخیلات نعت کی ممانعت:

حضرات نعت گو کو چاہیے کہ بیت الخلاء میں تخیلات پر زور نہ دیں۔ نیز جو شعر نعت میں آچکا ہو، اس کو من و تو کی طرف منسوب کرنا نہ چاہیے۔

خطبہ کے وقت کی ممنوع چیزیں:

خطیب بارادۂ خطبہ جس وقت منبر کی طرف چلے کلام کرنے کی مقتدیوں کو ممانعت ہے۔ نہ کسی طرح کا اشارہ کرے کہ وہ بھی کلام میں داخل ہے۔ حتیٰ کہ خطبہ میں اگر نام اقدس سنے، تو دل میں درود شریف پڑھے زبان سے نہیں۔ اکثر ناواقف مقتدی اذان خطبہ کے بعد دست دعا دراز کر دیتے ہیں اور بعض لوگ خطبہ ہو رہا ہے، اس وقت سنتیں پڑھنے لگتے ہیں، یہ نہ چاہیے اور مسلمانوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا، اگلی صفوں میں پہنچنے کی سعی نہ کرے۔ ہاں! صف بندی کے وقت کوشاں ہو، تو حرج نہیں، مگر کسی کو ایذا نہ پہنچے۔

چین اور انگوٹھی کے مسائل:

مرد کو ایک انگوٹھی، ایک رنگ کی نقرئی (چاندی کی) ساڑھے چار ماشہ سے کم پہننا چاہیے۔ سونے کی انگوٹھی مرد کو منع ہے۔ ہاں بٹن بغیر زنجیر کے پہن سکتا ہے۔ گھڑی میں چین مطلقاً چاندی کی یا مغرق ٹوپی یا جوتہ یا کلائی پر باندھنے والی گھڑی کی زنجیر چاندی کی ممنوع ہیں۔

جانوروں کو جلانا منع ہے:

جانور موذی ہو یا غیر موذی جلانا نہ چاہیے۔ عام طور سے لوگ چار پائیوں سے کھٹل دور کرنے کے لیے تیز گرم پانی ڈالا کرتے ہیں، یا بروں کے چھتے میں آگ لگا دیتے ہیں یہ نہ چاہیے۔

ماءِ مستعمل کا ایک مسئلہ: مشہور ہے کہ لوٹے میں بھرا ہوا پانی اگر پانچوں انگلیاں ڈھانکے ہوئے اٹھالیا تو مکروہ ہو جاتا

ہے، یہ غلط ہے۔

اگر کوئی ٹونٹی سے پانی پی لیا، تو مستعمل نہ ہوگا۔ ہاں! لوٹے کے گلے سے پیا تو مستعمل ہو جائے گا۔

غسل میت کا گھڑا توڑنا منع ہے:

غسل میت کے لیے جو گھڑا، لوٹے آتے ہیں، انہیں بعد غسل توڑ ڈالتے ہیں۔ یہ تضحیح مال ہے۔ مسجد میں رکھو ادینا

چاہیے۔



وعظ و تقریر

حضرت سید اسماعیل حسن بیان صاحب نے فرمایا: کہ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب وعظ بیان فرمانے میں بہت احترام فرماتے تھے۔ ایک بار جامع مسجد سیتا پور میں ایک صاحب نے بلا اجازت و علم مولانا کے وعظ کا اعلان کر دیا، لوگ رک گئے۔ مولانا کو ان کا اعلان کرنا بہت ناگوار گزرا، مگر جناب مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی نے فرمایا کہ مولانا! لوگ رکے ہوئے ہیں، کچھ بیان فرمادیجیے۔ سنن و نوافل سے فارغ ہونے کے بعد وضو جدید کر کے سورہ اعلیٰ کا نہایت ہی اعلیٰ بیان فرمایا۔

جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ اس قسم کا ایک واقعہ جامع مسجد شمس بدایوں میں پیش آیا، اور غالباً یہ واقعہ سیتا پور سے پہلے کا ہے۔ حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر اطلاع و علم اعلیٰ حضرت، موذن مسجد سے کہہ دیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب کے وعظ کا اعلان کر دینا، انہوں نے فرض جمعہ کے سلام کے ساتھ ہی کھڑے ہو کر اعلان کر دیا۔

سب حضرات سنن و نوافل کے بعد تشریف رکھیں، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا وعظ ہوگا۔ جب اعلیٰ حضرت سنن و نوافل سے فارغ ہوئے، دیکھا کہ سب لوگ انتظار میں بہزار ذوق و شوق بیٹھے ہوئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے عذر فرمایا کہ میں تو وعظ نہیں کہا کرتا۔ مولانا عبدالقیوم صاحب نے فرمایا: تو آج یہیں سے وعظ کی ابتدا ہو۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آپ نے مجھے پہلے سے خبر نہ دی۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ کے لیے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اعلیٰ حضرت حسب اصرار منبر پر تشریف لے گئے، اور دو گھنٹے کا لہجہ نہایت ہی پراثر زبردست وعظ فرمایا۔ مولانا عبدالقیوم صاحب نے بعد ختم وعظ مصافحہ کیا اور فرمایا کہ کوئی عالم کتب دیکھ کر آنے کے بعد بھی ایسے پراز معلومات، پراثر بیان سے حاضرین کو محظوظ نہیں کر سکتا ہے۔ یہ وسعت معلومات جناب ہی کا حصہ ہے۔

پٹنہ میں روڈ ندوہ پر تقریر:

حضرت سید اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ۱۳۱۸ھ میں ندوہ کالج جلسہ پٹنہ میں ہوا تھا۔ جناب قاضی عبدالوحید صاحب رحمۃ اللہ علیہ رئیس عظیم آباد محلہ لودی کٹرہ نے مصلحین ندوہ اہل سنت و جماعت کا جلسہ بھی وہیں قائم کیا تھا۔ اس میں اکثر و بیشتر علمائے اہل سنت و جماعت تشریف فرما تھے۔ جب مولانا احمد رضا خاں صاحب کا بیان شروع ہوا شب کا وقت تھا۔

میں اور مولانا عبدالقادر صاحب جلسہ میں نہ تھے قیام گاہ پر تھے میں سونے کو لیٹ گیا تھا حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نے مجھے جگا کر فرمایا کہ میاں! مولانا احمد رضا خان صاحب کا بیان ہو رہا ہے، اور سنا ہے کہ ندویوں کے سرغنہ بھی آئے ہوئے ہیں۔ اس وقت ہمارے پٹھان کے وارد یکھنے کے قابل ہیں۔ چلیے! ہم سب بھی جلسے میں پہنچے، بہت زوردار بیان مولانا فرما رہے تھے، اور یہ معلوم کر کے کہ ندوی ملا نے اپنے کو مخفی کیے ہوئے یہاں موجود ہیں، ندوہ پر اشد کامل رد فرما رہے تھے، جس کو سننے کی صنادید ندوہ کو تاب نہ رہی، اور وہ ایک، دو دو کر کے کھسکا شروع ہوئے۔ یہ دیکھ کر مولوی ہدایت رسول صاحب نے مجمع کے درمیان باواز بلند فرمایا: ابھی سے کہاں چلے، ابھی تو پہلا ہی چرکہ ہے؟ ذرا تو ٹھہریے۔

جامع کمالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ یہ تمام وکمال وعظ اسی زمانہ میں روداد مجلس اہل سنت و جماعت مسی بہ دربار حق و ہدایت میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ دوران جلسہ میں قصیدہ مبارکہ امسال الابرار والام الاشرار جناب مولوی حکیم عبدالحمید صاحب پریشان عظیم آبادی کے قصیدہ کے جواب میں پڑھا، جس میں مشہور ترین علمائے اہل سنت، حاضرین جلسہ کے نام ایک ایک کر کے گنائے ہیں۔ اسی طرح رد ندوہ کا جلسہ جو کلکتہ میں ہوا، دھرم تلہ کی مسجد عظیم الشان میں اعلیٰ حضرت کا وعظ ہوا، جس میں مجمع مسجد کے علاوہ تمام سڑکوں پر بھرا ہوا تھا۔ اس جلسہ میں بھی اعیان ندوہ تشریف لائے تو روئے سخن ندوہ کی طرف پھیرا، اور قرآن و حدیث سے بہت زوردار طریقہ پر رد فرمایا کہ کسی کو مجال دم زدوں نہ ہو۔ اسی جلسہ میں بطور جزئیہ اشعار بھی فرمائے تھے

منم کہ علم بہ نیروے بازوم نازد

چشیدہ باشی بہ تیر قضا من آنستم

منم کہ حملہ من شیر رابر اندازد

شندیدہ بودی بہ احمد رضا من آنستم

اعلیٰ حضرت کا معمول تھا کہ سال میں تین وعظ بہت زبردست فرمایا کرتے تھے۔ ایک سالانہ جلسہ دستار بندی طلبائے فارغ التحصیل مدرسہ اہل سنت و جماعت مسجد بی بی محلہ بہاری پور میں۔ دوسرا مجلس میلاد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں، جو حضور کی طرف سے ہر سال ۱۲ ربیع الاول شریف کو دونوں وقت صبح آٹھ بجے اور شب کو بعد نماز عشا حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب کے مکان میں کہ وہی آبائی مکان اعلیٰ حضرت کا ہے، منعقد ہوتی تھی۔ جس میں شہر بھر کے عمائد و معززین مطبوعہ دعوت نامہ کے ذریعہ مدعو ہوتے، اور اس مجلس کا اہتمام اور وعظ کی اہمیت شہر بھر میں ایسی تھی کہ اس تاریخ کو کسی دوسری جگہ اہتمام و انتظام کے ساتھ مجلس نہیں ہوتی تھی۔ جملہ شائقین یہیں آ کر شریک جلسہ ہوتے تھے۔ تیسرا وعظ ۱۸ رزی الحجۃ الحرام عرس سراپا قدس حضرت خاتم الاکابر، وارث العلم والمجد والفضل کا برا عن کا بر حضرت سیدی و مرشدی شیخی جناب سید شاہ آل رسول صاحب مارہری قدس سرہ کے موقع پر، جو اعلیٰ حضرت کے کاشانہ اقدس پر انجام پاتا تھا۔ ان کے علاوہ کبھی کبھی اہل شہر کی دعوت اور عرض و تمنا پر بھی شہر کی بعض مجلس میلاد میں بیان فرمادیا کرتے تھے۔ مگر ان تین جگہوں میں، تین موقعوں پر، بالالتزام حضور کی تقریر ضرور ہوا کرتی تھی۔ افسوس کہ وہ سب مواعظ حسنہ قلم بند نہ کیے گئے، ورنہ پیش بہا معلومات کا ذریعہ اور علمی دریا کے پیش بہادر بے بہا ہوتے۔

بدایوں میں سورہ النضحیٰ پر چھ گھنٹے تقریر:

جناب ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ سیدنا ظہر علی صاحب ساکن محلہ ذخیرہ، حضور کے مخصوص عقیدت مندوں سے ہیں۔ مدوح نے خود فقیر سے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ حضرت تاج النحویں سب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف میں بدایوں تشریف لے گئے۔ وہاں نوبے صبح سے تین بجے تک کامل چھ گھنٹے، سورہ النضحیٰ پر حضور کا بیان ہوا۔ پھر فرمایا کہ اسی سورہ مبارکہ کی کچھ آیات کریمہ کی تفسیر میں اسی (۸۰) جز رقم فرما کر چھوڑ دیا اور فرمایا کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے قرآن پاک کی تفسیر لکھ سکوں۔

بریلی میں بسم اللہ پر تقریر:

جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دن ہے، آستانہ عالیہ قدسیہ رضویہ پر صبح صادق سے چہل پہل، اور انتظامات پرانی حویلی میں (یعنی آبائی مکان جس میں حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب مٹھلے میاں رحمۃ اللہ علیہ کا قیام ہے) مجلس میلاد فیض بنیاد کے جلد انتظامات ہو رہے ہیں۔ گھر گھر میں خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ کوئی غسل کر رہا ہے، تو کوئی بہترین لباس پہن کر مسجد شریف میں نماز فجر کے لیے حضور کی آمد کا منتظر ہے ہر خورد و کلاں خوشی سے پھولا نہیں ساتا ہے۔ غرض مریدین و معتقدین و متوسلین جسے دیکھئے، نئے لباس میں دوڑا چلا آ رہا ہے۔ مسجد میں صف بندیاں ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ مختصر یہ کہ حضور کا شانہ اقدس سے تشریف لاتے ہیں، فریضہ فجر ادا کیا جاتا ہے اور جس وقت فارغ ہوتے ہیں، تو قریب قریب مسجد نمازیوں سے بھری ہوتی ہے۔ اب ہر شخص اس کا منتظر ہے کہ حضور وظائف سے فارغ ہو جائیں، تو دست بوسی کر لی جائے۔ چنانچہ بعد فراغت دست بوس ہوتے جاتے تھے، اور جلد جلد مجلس شریف میں منبر شریف کے قریب تر مل کر بیٹھتے جاتے ہیں، اور اس اضطراب کی وجہ سے دراصل یہ ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ کے سال میں صرف تین ہی بیان ہوتے ہیں۔ اس لیے بایں خیال کہ ہمیں منبر کے قریب جگہ مل جائے، مجمع بہت پہلے سے ہو گیا۔ مداح الحبیب مولوی جمیل الرحمن خاں صاحب قادری رضوی نے مع اپنے شاگردوں کے منبر شریف پر آ کر ذکر فضائل سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم اور پر کیف نعت خوانی خوش الحانی کے ساتھ شروع فرمادی، اور ٹھیک ۱۰ بجے ذکر میلاد آغاز فرمایا۔ عین قیام کے وقت حضور نے شرکت فرمائی اور منبر شریف پر رونق افروز ہوئے۔ ۱۰، ۲۰ منٹ حضور نے سکوت اختیار فرمایا کہ تشریف آوری پر باہر سے ایک دم ہجوم شائقین کا سیلاب عظیم آ جانے سے چپقلش پیدا ہو گئی تھی، اور ایک پر ایک ریلا آنے سے گر رہا تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضور کے خواہ زادے حاجی شاہد علی خاں صاحب نے باواز بلند مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ درود شریف پڑھتے جائیے، اور آگے بڑھتے جائیے، اس طرح گنجائش ہوئی۔ آپ نے چند بار یہی ہدایت دہرائی، اور گنجائش نکالی، مگر پھر بھی دروازہ پر مجمع موجود تھا، تو آپ نے توجہ دلائی کہ ہر ایک صاحب دونوں زانواں اٹھالیں اور آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ مختصر یہ کہ پھر دروازہ کے سامنے کا ہجوم نہ کم ہونا تھا، نہ کم ہوا۔ ہاں ابتداء جیسا شور و غل بڑھا، وہ بالکل جاتا رہا۔ اس کے بعد حضور کے لیے اگلدان اور گلاس پانی کا آیا۔ حضور نے غرارہ فرما کر وعظ مبارک ان الفاظ کریمہ میں شروع فرمایا۔

(نقل تقریر بریلی شریف)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الحمد لله الذي فضل سيدنا ومولانا محمدا صلى الله تعالى عليه وسلم على العليمن جميعا واقامه يوم القيمة للمذنبين المتلوثين الخطائين الهالكين شفيعا، وصلى الله تعالى وسلم وبارك عليه، وعلى كل من هو محبوب ومرضى لديه، صلاة تجني وتدوم بدوام الملك الحى القيوم، واشهد ان الا اله الا الله وحده لا شريك له، واشهد ان محمدا عبده ورسوله بالهدى ودين الحق ارسله، صلى الله تعالى عليه وعلى اله صحبه اجمعين وبارك وسلم، قال الله تعالى فى القرآن الحكيم، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . الحمد لله رب العالمين الرحمن الرحيم ملك يوم الدين . اياك نعبد و اياك نستعين . اهدنا الصراط السقيم . صراط الذى انعمت عليهم . غير المغضوب عليهم ولا الضالين . آمين

حضرت عزت جل جلالہ اپنی کتاب کریم و ذکر حکیم میں اپنے بندوں پر اپنی رحمت تامہ گسترده فرماتا، اور ان کو اپنے دربار تک وصول کا طریقہ بتاتا ہے۔ یہ سورہ مبارکہ رب العزت تبارک وتعالى نے اپنی کتاب میں بندوں کو تعلیم فرمائی، اور خود ان کی طرف سے ارشاد ہوئی۔ ابتدا اس کی اور تمام سورہ قرآن عظیم کی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے فرمائی گئی۔ اول حقیقی اللہ عز وجل ہے: هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شىء علیم .

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا اسم جلالت اللہ سے ہونی چاہئے تھی کہ اللہ الرحمن الرحیم..... مگر ابتدا یوں فرمائی گئی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.....

وہ، جو اول حقیقی اللہ کا علم ذات ہے، کہ ذات واجب الوجود مستجمع جمیع صفات کمالیہ پر وال ہے، اس سے پہلے لفظ اسم کا لائے؛ اور اس پر ب' کا حرف داخل فرمایا..... گویا اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ اپنی الوہیت، وحدانیت، و ہویت میں بے غایت ظہور سے بے غایت بطون میں ہے۔ بندوں کو اس تک وصول محال۔ کسی کی عقل، کسی کا وہم، کسی کا خیال، اس تک نہیں پہنچتا، جس کا نام اللہ ہے۔ وہ پاک و منزہ ہے اس سے کہ اس تک فکر و وہم کا وصول ہو سکے۔ ایسی مخفی و باطن عینے تک وصول کے لیے

علامت درکار ہے۔

اور اسم کہتے ہیں، علامت کو، جو دلالت کرے ذات پر۔ تو اسم اللہ ذریعہ ہو اس کا۔

اور اسم جبکہ نام شہر اس شئی کا جو دلالت کرنے والی ہے ذات پر، ذات پاک ہے اس سے کہ اسے کسی چیز کی حاجت ہو، ضرور ہے کہ ذات پر دلالت کرنے کے لیے تین چیزیں ہونی چاہئیں۔ ایک ذات ہو، دوسرا اس کا غیر ہو، تیسرا بیچ میں کوئی واسطہ ہو، جو دلالت کرے اس غیر کی اس ذات کی طرف۔ وہ ذات، ذات الہی ہے۔ وہ غیر، تمام عالم مخلوقات اور کہ اسم اللہ کہ اللہ پر دلالت کرنے والا ہے، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تو گویا ابتدا ہی نام پاک سے کی گئی۔

اپنے نام پاک سے پہلے نام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا جاتا ہے کہ ذریعہ وصول ہوئے، اسم اللہ تمام مخلوقات کے لیے۔

تو ازل سے ابد تک (جو شئی بھی) وجود میں لائی گئی، ذات اقدس کی طرف دال ہے، اس واسطے کہ تمام جہاں کو اللہ کی طرف حضور ہی نے ہدایت فرمائی، حضور ہی ہادی ہیں مخلوق الہی کے۔ یہاں تک کہ انبیاء کرام و مرسلین عظام کے بھی ہادی ہیں۔ تو حضور کے سوا جتنے ہادی (ہیں، وہ) دلالت مطلقہ سے موصوف نہیں ہو سکتے۔ کہ انہوں نے تمام مخلوق کو دلالت کی، ان کو کسی نے دلالت نہ کی ہو، ایسا نہیں۔ وہ اگر امتوں کے دال ہیں، تو حضور کے مدلول ہیں۔ دلالت مطلقہ خاص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے ہے۔ تمام غیر کو اللہ کی طرف جس نے دلالت کی وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تمام مخلوقات الہی میں کچھ تو وہ ہیں، جو اللہ سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے۔ کچھ وہ ہیں جو علاقہ رکھتے ہیں و سائط کے ساتھ، مگر دوسرا ان سے علاقہ نہیں رکھتا، (وہ) مہدی ہیں، ہادی نہیں۔ یعنی ہادی بالذات نہیں، اگرچہ بالواسطہ ہادی ہوں؛ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق ہادی و مہدی ہیں۔

کلمہ کی تین قسمیں ہیں۔ اسم، فعل، حرف۔ حرف تو مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ۔ فعل مسند ہوتا ہے، مگر مسند الیہ نہیں ہوتا۔ اسم مسند بھی ہوتا ہے، مسند الیہ بھی ہوتا ہے۔

تو جو ذات الہی سے بے علاقہ ہیں، وہ حرف (ہیں) کہ ومن الناس من يعبد الله على حرف • فان اصابه خيرون اطمان به • وان اصابته فتنة ن انقلاب على وجهه • خسر الدنيا والآخرة ذلك هو الخسران المبين • کچھ لوگ وہ ہیں، جو الہ کو پوچتے ہیں کنارے پر تو اگر بھلائی پہنچ گئی تو مطمئن رہے اور اگر کوئی آزمائش ہوئی تو کنارہ پر کھڑے ہی ہیں، فوراً ایک قدم میں بدل گئے، پلٹ گئے۔ ان کو دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ ہوا، اور یہی کھلا خسارہ ہے۔ تو یہ نہ مسند ہے، نہ مسند الیہ کہ حرف ہیں..... اور وہ جو خود ذات الہی سے علاقہ رکھتے ہیں، مگر بالذات ان سے دوسرا علاقہ نہیں رکھتا، وہ تمام مومنین و ہادین ہیں، کہ مسند ہیں، مگر بالذات مسند الیہ نہیں، وہ فعل ہیں..... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کریم بے

شک مند و مسند الیہ بالذات و بے وساطت ہے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسم ہیں، کہ ان کو اپنے رب سے نسبت ہے، اور سب کو ان سے نسبت ہے، اور یہی شان ہے اسم کی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم اسم کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ اس پر حرف تعریف داخل ہو اور تعریف کی حد ہے حمد اور حمد کی تکثیر ہے تمہید اور اسی سے مشتق ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی بار بار اور بکثرت تعریف کیے گئے، حمد کیے گئے۔ تو مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق نہیں، مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہی اصل جملہ کمالات ہیں، جس کو جو کمال ملا ہے، وہ حضور ہی کے کمال کا صدقہ اور ظل اور پرتو ہے۔ امام سیدی محمد بصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ ہمز یہ میں عرض کرتے ہیں:

کیف ترقی رفیک الانبیاء باسماء ماطا ولتھا سماء

لم یدانوک فی علاک قدحا لسنامک دونہم و سناء

انما مثلوا صفاتک لنا س کما مثل النجوم الماء

انبیاء حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقی کیسے پاسکیں۔ اے وہ آسمان جس سے کوئی آسمان بلندی میں مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ حضور مراتب بلند کے قریب نہ پہنچے، حضور کی رفعت و روشنی حضور تک پہنچنے سے انہیں حائل ہوگئی۔ وہ تو حضور کے صفات کریمہ کا پرتو لوگوں کو دکھا رہے ہیں۔ جیسے ستاروں کی شبیہ پانی دکھاتا ہے۔

حضور کی صفات کو نجوم سے تشبیہ دی کہ وہ تو لا تعدو لا تحصی ہیں۔ انبیاء کرام غایت الجلا ہیں، مثل پانی کے ہیں، اپنی صفا کے سبب ان نجوم کا عکس لے کر ظاہر کرتے ہیں۔ صلی اللہ وسلم والہ وصحبہ وبارک وکرم۔

حمد ہوا کرتی ہے، مقابل کسی صفت کمال کے، اور تمام صفت مخلوقات میں خاص ہیں حضور کے لیے، باقی کو جو ملا ہے حضور کا عطیہ و صدقہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ انما انا قاسم واللہ المعطی عطا فرمانے والا اللہ ہے اور کس چیز کا عطا فرمانے والا اللہ ہے اور کس چیز کے حضور قاسم ہیں۔ ایسی جگہ اطلاق دلیل تقیم ہوتی ہے۔ کون سی چیز ہے، جس کا دینے والا اللہ نہیں؟ تو جو چیز جس کو اللہ نے دی، تقسیم فرمانے والے اس کے حضور ہی ہیں۔ جو اطلاق و تقیم وہاں ہے، یہاں بھی ہے۔ جو جس کو ملا اور جو کچھ بنا اور بٹے گا، ابتدائے خلق سے ابد الابد تک ظاہر و باطن میں، روح و جسم میں، ارض و سما میں، عرش و فرش میں، دنیا و آخرت میں جو کچھ ہے، اس سب کے بانٹنے والے حضور ہی ہیں۔ اللہ عطا فرماتا ہے اور ان کے ہاتھ سے ملتا ہے اور ملے گا الیٰ ابدا الابد لہذا مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق یہ ہی ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

اسم کا خاصہ ہے جر اور جر کے معنی کشش یعنی جذب فرمانا۔ یہ خاصہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا..... کھینچنا دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک بلا مزاحمت کہ جس کو کھینچا جائے، وہ کھینچ آئے..... دوسرے مزاحمت کے ساتھ کہ کھینچنے والا تو کھینچ رہا ہے، اور یہ کھینچنا نہیں چاہتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: انتم تنقحون فی النار کالفراش وانا اخذ بحجز کم

ہلم التي تم پروانوں کی مانند آگ پر گرے پڑتے ہو اور میں تمہارا کمر بند پکڑے کھینچ رہا ہوں کہ میری طرف آؤ..... یہ شان ہے جر کی یعنی کشش کی۔

اسم نحوی کا خاصہ جر من حیث الوقوع ہے، اور اسم اللہ کا من حیث الصدور۔ ہاں! جران افعال و کیفیات سے ناشی ہوتا ہے، جن پر حروف جارہ دلالت کرتے ہیں، وہ یہاں بروجہ اتم ہیں۔ مثلاً

’ب‘ کے معنی ہیں الصاق، یعنی ملانا۔ یہ خاص کام ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کہ خلق کو خالق سے ملاتے ہیں۔

یا ’من‘ کہ ابتدائے غایت کے لیے ہے، یہ بھی خاص ہے حضور ہی کے لیے۔ یا جابر ان اللہ خلق قبل کل الاشياء نور نبيك من نوره۔ اے جابر! تمام جہاں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والہ وصحبہ وبارک وکرم۔ ہر فضل، ہر کمال حتیٰ کہ وجود میں بھی ابتدا انہیں سے ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

’الی‘ آتا ہے انتہائے غایت کے لیے۔ انتہائے کمال انہیں پر بلکہ ہر فرد کمال انہیں پر بنتی ہوتا ہے۔ اول الانبیاء بھی وہی ہیں، اور خاتم النبیین بھی وہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ تلمسانی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ ایک بار جبرائیل امین علیہ السلام حاضر بارگاہ اقدس ہوئے اور عرض کی: السلام عليك يا اول، السلام عليك يا آخر، السلام عليك يا ظاهر، السلام عليك، يا بطن رب العزت نے قرآن عظیم میں اپنی صفت فرمائی: هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شئی علیم۔ اس آیت کے لحاظ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل امین سے فرمایا کہ یہ صفات میرے رب عزوجل کی ہیں۔ (جبرائیل امین علیہ السلام نے) عرض کی یہ صفات اللہ عزوجل کی ہیں، اس نے حضور کو بھی ان سے متصف فرمایا۔ اللہ نے حضور کو اول کیا، تمام مخلوق سے پہلے حضور کے نور کو پیدا کیا..... اور اللہ نے حضور کو آخر کیا کہ تمام انبیاء کے بعد مبعوث فرمایا..... اور حضور کو ظاہر کیا اپنے معجزات بینہ سے کہ عالم میں کسی کو شک و شبہ کی مجال نہیں..... اور حضور کو باطن کیا ایسے غایت ظہور سے کہ آفتاب اس کے کروڑوں حصہ کو نہیں پہنچتا۔ آفتاب اور جملہ انوار انہیں کے پر تو ہیں۔ آفتاب میں شک ہو سکتا ہے، اور ان میں شک ممکن نہیں۔ فرض کیجیے کہ ہم نصف النہار پر ایک روشن شرارہ آفتاب کے برابر دیکھیں، جسے اپنے گمان سے یقیناً آفتاب سمجھیں اور اس کی دھوپ بھی دوپہر ہی کی طرح پھیلی ہو، اور حضور فرمائیں کہ یہ آفتاب نہیں، کوئی کرہ نار کا شرارہ ہے۔ یقیناً ہر مسلمان صدق دل سے فوراً ایمان لائے گا کہ حضور کا ارشاد قطعاً حق و صحیح ہے، اور آفتاب سمجھنا میرے نگاہ و گمان کی غلطی صریح ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ آفتاب ہنوز معرض خفا میں ہے اور حضور پر اصلاً خفا نہیں؟ آفتاب سے کروڑوں درجہ زیادہ روشن ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

اور ان کا یہ غایت ظہور غایت بطون کا سبب ہے..... اور حضور کے بطون کی یہ شان ہے کہ خدا کے سوا حضور کی حقیقت سے کوئی واقف نہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو اعرف الناس یعنی سب سے زیادہ حضور کے پہچاننے والے اس امت مرحومہ

میں ہیں۔ اسی واسطے ان کا مرتبہ افضل و اعلیٰ ہے۔ معرفت الہی وہ معرفت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس کو ان کی معرفت زائد ہے، اس کو معرفت الہی بھی زائد ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسے اعراف الناس کہ تمام جہاں سے زیادہ حضور معرفت رکھتے ہیں، ان سے ارشاد فرمایا: ابابکر لم یعرفنی حقیقۃً غیر ربی اے ابوبکر! جیسا میں ہوں، سوائے میرے رب کے کسی اور نے نہیں پہچانا۔ باطن ایسے کے خدائے خدا کے کسی نے ان کو پہچانا ہی نہیں؛ اور ظاہر بھی ایسے کہ ہر پیتہ، ہر ذرہ، شجر، حجر، وحوش و طیور حضور کو جانتے ہیں، یہ کمال ظہور ہے۔ صدیق اپنے مرتبہ کے لائق حضور کو جانتے ہیں۔ جبرئیل امین علیہ السلام اپنے مرتبہ کے لائق پہچانتے ہیں۔ انبیاء و مرسلین اپنے مرتبہ کے لائق۔ باقی رہا، حقیقتاً ان کو پہچانا، تو ان کا جاننے والا ان کا رب ہے۔ تبارک و تعالیٰ ان کا بنانے والا، ان کا نوازنے والا، ان کی حقیقت کے پہچاننے میں دوسرے واسطے حصہ ہی نہیں رکھا۔

بلا تشبیہ محبت نہیں چاہتا کہ جو ادا محبوب کی اس کے ساتھ ہے، دوسرے کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام جہاں سے زیادہ غیرت رکھنے والا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی نسبت فرماتے ہیں: ان سعدا لغیور وانا غیر منہ واللہ اغیر منی سعد غیرت والا ہے، اور میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔ وہ کیونکر روا رکھے گا کہ دوسرا میرے حبیب کی اس خاص ادا پر مطلع ہو، جو میرے ساتھ ہے۔ اسی واسطے فرمایا جاتا ہے۔ جیسا میں ہوں، میرے رب کے سوا کسی نے نہ پہچانا۔ ہم تو

قوم ینام تسلوا عنہ بالحلم

ہم تو سوتے ہیں، خواب ہی میں زیارت پر راضی ہیں۔

انصاف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حقیقت اقدس کے لحاظ سے اسی کے مصداق ہیں۔

دنیا خواب ہے اور اس کی بیداری نیند۔ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے: الناس نیام فاذا ماتوا انتبهوا لوگ سوتے ہیں، (جب) مریں گے، جاگیں گے۔ خواب اور دنیا کی بیداری میں اتنا فرق ہے کہ خواب کے بعد آنکھ کھلی، اور کچھ نہ تھا، اور یہاں آنکھ بند ہوئی اور کچھ نہ تھا۔ نتیجہ دونوں جگہ ایک ہے: وما الحیوة الدنیا الا متاع الغرور۔ خواب میں جمال اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ضرور حق ہوتی ہے۔ خود فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم: من رانی فقد رآ الحق فان لا شیطان لا یتمثل بی جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔ پھر لوگ مختلف احوال و اشکال میں دیکھتے ہیں۔ وہ اختلاف ان کے اپنے ایمان و احوال ہی کا ہے۔ ہر ایک اپنے ایمان کے لائق ان کو دیکھتا ہے۔ یونہی بیداری (میں) جتنے دیکھنے والے تھے۔ سب اس آئینہ حق نما میں اپنے ایمان کی صورت دیکھتے تھے۔ ورنہ ان کی صورت حقیقیہ پر غیرت الہیہ کے ستر ہزار پردے ڈالے گئے ہیں کہ ان میں سے اگر ایک پردہ اٹھا دیا جائے، آفتاب جل کر خاک ہو جائے۔ جیسے آفتاب کے آگے ستارے غائب ہو جاتے ہیں، اور جو ستارہ اس سے قرآن میں ہو، احتراق میں کہلاتا ہے..... تو صحابہ کرام نے بھی خواب ہی میں زیارت کی، نہ رب العزت کو کوئی بیداری میں دنیا میں دیکھ سکتا ہے، نہ جمال انور

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم..... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں کہ رب العزت جل جلالہ کو بیداری میں دیکھا، وہ دیکھنا دنیا سے ورا تھا، کہ دنیا ساتویں زمین سے ساتویں آسمان تک ہے اور رویت لامکاں میں ہوئی تھی۔
 بالجملہ اس وقت بھی ہر شخص نے اپنے ایمان ہی کی صورت دیکھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ خدا ساز ہیں۔
 ابو جہل حاضر ہو کر عرض کرتا ہے۔ زشت نقشے کز بنی آدم شکفت حضور فرماتے ہیں: صدقت تو سچ کہتا ہے۔
 ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آ کر عرض کرتے ہیں: حضور سے زیادہ خوبصورت کوئی پیدا نہ ہوا، حضور بے مثل ہیں، حضور آفتاب ہیں، نہ شرقی و غربی۔

ارشاد فرمایا: صداقت تم سچ کہتے ہو۔

ارشاد فرمایا: ۔

گفت من آئینہ ام مصقول دوست

ترک و ہند و درمن آن بیند کہ اوست

میں اپنے چاہنے والے دوست رب تبارک و تعالیٰ کا اُجالا ہوا آئینہ ہوں۔ ابو جہل کہ ظلمت کفر میں آلودہ ہے، اس کو اپنے کفر کی تاریکی نظر آئی اور ابو بکر سب سے بہتر ہیں، انہوں نے اپنا نور ایمان دیکھا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم۔..... لہذا ذات کریم جامع کمال ظہور و کمال بطورن ہے۔

ظہور کسی شئی کا جب ایک ترقی محدود تک ہوتا ہے، وہ شے نظر آتی ہے، اور جب حد سے زیادہ ہو جاتا ہے، تو وہ نظر نہیں آتی۔ آفتاب جب افق سے نکلتا ہے، سرخی مائل کچھ بخارات و غبارات میں ہوتا ہے، ہر شخص کی نگاہ اس پر جمتی ہے۔ جب ٹھیک نصف النہار پر پہنچتا ہے، غایت ظہور سے باطن ہو جاتا ہے، اب نگاہیں اس پر نہیں ٹھہر سکتیں، خیرہ ہو کر واپس آ جاتی ہیں۔ غایت ظہور پر پہنچا، جس کی وجہ سے غایت بطون میں ہو گیا۔ آفتاب کہ نام ہے ان کی گلی کے ایک ذرہ کا۔ وہ آفتاب حقیقت کہ رب العزت نے اپنی ذات کے لیے اس کو آئینہ کاملہ بنایا ہے، اور اس میں مع ذات و صفات کے تجلی فرمائی ہے، حقیقت اس ذات کی کون پہچان سکتا ہے۔ وہ غایت ظہور سے غایت بطون میں ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

اس سبب نام اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں دونوں رعایتیں رکھی ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت اور بار بار غیر متناہی تعریف کیے گئے..... اطلاق نے تمام تعریفوں کو جمع فرمایا۔ یہ تو شان ہے غایت ظہور کی۔

اور نام اقدس پر الف لام تعریف کا داخل نہیں ہوتا، یعنی ایسے ظاہر ہیں کہ مستغنی من التعریف ہیں، تعریف کی ضرورت نہیں۔ یا ایسے بطون میں ہیں کہ تعریف ہو نہیں سکتی..... تعریف عہد یا استغراق یا جنس کے لیے ہے، وہ اپنے رب کی وحدت حقیقیہ کے مظہر کامل، اپنے جملہ فضائل و کمالات میں شریک سے منزہ ہیں۔ امام شریف الدین بوسیری بردہ شریف میں فرماتے

ہیں۔

منزۃ عن شریک فی محاسنہ فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم

اپنی خوبیوں میں شریک سے پاک ہیں۔ ان کے حسن کا جو ہر فرد قابل انقسام نہیں کہ یہاں جنسیت و استغراق نامتصور اور عہد فرغ معرفت ہے، اور ان کو ذاتاً و حقیقتاً کوئی پہچان ہی نہیں سکتا، تو نام اقدس پر کہ علم ذات ہے، لام تعریف کیونکر داخل ہو۔ جس طرح 'الی' جر کرتے ہیں۔ 'کاف تشبیہ' بھی جر کے لیے آتا ہے۔

ذات الہی کمال تزییہ کے مرتبہ میں ہے، اور تشابہات میں تشبیہات بھی وارد۔ صحیح مذہب محققین کا یہ ہے کہ تزییہ ہے اس کی ذات و صفات کے لیے؛ اور تشبیہ ہے تجلیات کے لیے۔ دونوں کو اس آیت کریمہ میں جمع فرما دیا۔ لیس کمثلہ شیء وهو السميع البصير۔ لیس کمثلہ شیء • کوئی شی اس کے مثل نہیں۔ یہ تزییہ ہے اور وهو السميع البصير وہی ہے سنے والا دیکھنے والا۔ یہ تشبیہ..... جب تک اللہ تعالیٰ نے عالم نہ بنایا تھا، تشبیہ نہ تھی۔ جب عالم بنایا، تو نہ عالم خیال میں نہ عالم مثال میں، بلکہ عالم تمثیل میں۔ تجلی تہلی کے لیے ایک تشبیہ پیدا ہوئی، جو عبارت ہے، ذات اقدس سے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم اور اللہ تعالیٰ متعالیٰ ہے تشبیہ سے۔ ہاں! پہلی تجلی جو فرمائی ہے، اسی کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس تجلی کی اور تجلیات کی گئی ہیں ان کا نام ہے انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہ السلام۔ جس طرح امام محمد بوسیری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اوپر بیان ہوا۔

آگے فرمایا جاتا ہے۔ الرحمن الرحیم۔

مدح کا قاعدہ ہے کہ اختصاص پر دلالت کرتی ہے۔

الرحمن..... الرحیم سے پہلے لایا گیا الرحمن کہ رحمت کاملہ بالغرب تبارک و تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے..... پھر فرمایا گیا: الرحیم یعنی مطلق رحمت ہی اس کے ساتھ خاص ہے۔

رب العزۃ کی بے انتہا صفات ہیں۔ یہ آئینہ ہے جس سے تمام صفات الہیہ کو رحمت کے پردہ میں دکھایا۔ (اس لیے) القہار المنتقم نہیں فرمایا جاتا: الرحمن الرحیم خاص رحمت دکھائی جاتی ہے۔

یہ وہی آئینہ ذات الہی ہے، جس میں صفات قہریہ بھی آکر خالص رحمت سے متلبس ہو جاتی ہیں۔ وما أرسلناک الا رحمة للعالمین • صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ اولین کے لیے رحمت آخرین کے لیے رحمت، ملائکہ کے لیے رحمت، تمام مومنین کے لیے رحمت یہاں تک کہ دنیا میں وہ کافرین و مشرکین، منافقین، مرتدین کے لیے بھی رحمت ہیں۔ یہ لوگ بھی آج ان کی رحمت سے دنیا میں عذاب سے محفوظ ہیں۔ ما کان اللہ ليعذبہم وانت فیہم • اللہ اس لیے نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک کی رحمت عالم تم ان میں ہو۔ اسی لیے اور لیس علیہ السلام کی طرح ورفعه مکانا علیا • اختیار نہ فرمایا۔ حالانکہ ان کے غلام و اہل محبت کی نعش تک آسمان پر اٹھالی گئی ہے۔ سیدی عمر بن فارض رضی اللہ عنہ نے

جنگل میں ایک جنازہ دیکھا۔ اکابر اولیا جمع ہیں، مگر نماز نہیں ہوتی۔ انہوں نے تاخیر کا سبب پوچھا؟ کہا امام کا انتظار ہے۔ ایک صاحب نہایت جلدی کرتے ہوئے پہاڑ سے اترتے دیکھا، جب قریب آئے معلوم ہوا کہ یہ وہ صاحب ہیں، جن سے شہر میں لڑکے ہنستے اور چپتیں لگاتے ہیں، وہ امام ہوئے۔ سب نے ان کی اقتدا کی۔ نماز ہی میں بکثرت سبز پرندوں کا نعش کے گرد مجمع ہو گیا۔ جب نماز ختم ہوئی، نعش کو اپنی منقاروں میں لے کر آسمان پر اوڑے چلے گئے۔ انہوں نے پوچھا یہ اہل محبت ہیں۔ ان کی میت بھی زمین پر نہیں رہنے پاتی..... مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں پر تشریف رکھنا پسند فرمایا کہ خلق کے لیے عذاب عام سے امان ہو۔

جنت تو حضور کی رحمت کا پر تو ہی ہے، دوزخ بھی حضور کی رحمت سے بنی ہے کہ یہاں صفات قہریہ بھی رحمت ہی کی تجلی میں ہیں..... جنت کا رحمت ہونا ظاہر کہ حضور کے نام لیواؤں کی جاگیر ہے..... دوزخ کا بنانا بھی رحمت ہے دو وجہ سے۔

دنیا میں بادشاہ کی اطاعت تین ذرائع سے ہوتی ہے

اول: بادشاہ کی اطاعت خاص اس لیے کہ وہ بادشاہ ہے۔

دوسرے: کچھ انعام کا لالچ دیا جاتا ہے کہ ہمارے احکام مانو گے تو یہ یہ انعام ملیں گے، یہ رحمت ہے۔

تیسرے: فاسق سرکش جو انعام کی پرواہ نہیں کرتے، اطاعت نہیں کرتے، ان کو سزائیں سنا کر ڈرایا جاتا ہے، اگر اطاعت نہ کرو گے تو زنداں میں بھیجے جاؤ گے۔ وہ انعام تو عین رحمت ہے، ظاہر ہے اور کوڑا عذاب کا بھی رحمت ہے، اس لیے کہ رحمت ہی سے ناشی ہے کہ جیل خانہ سے ڈر کر سزا کے مستحق نہ ہوں، اطاعت کریں، انعام کے مستحق ہوں..... تو دوزخ بھی رحمت ہے کہ دنیا کو ڈر کے باعث گناہوں سے بچانے والی ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ کفار نے اللہ کے محبوبوں کو ایذا دی، ان کی توہین کی، رب العزت نے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے دوزخ کو پیدا فرمایا۔ قدرتی کی، اس کی ضد سے معلوم ہوتی ہے کہ الاشیاء تصرف با ضدا دھاہل جنت کو یہ دکھانا ہے کہ دیکھو! اگر تم بھی محبوبان خدا کا دامن نہ تھامتے، ان کی طرح تمہاری جگہ بھی یہی ہوتی۔ اس وقت محبوبان خدا کے دامن تھامنے کی قدر کھلے گی۔ واللہ الحمد و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم اللہم صل علیٰ سیدنا محمد معدن الجود والکرم والہ وصحبہ الکریم اجمعین •

حضور تمام جہاں کے لیے رحمت ہیں۔ رحمت الہی کے معنی ہیں بندوں کو ایصال خیر فرمانے کا ارادہ۔ تو رحمت کے لیے دو چیزیں درکار ہیں۔ ایک مخلوق جس کو خیر پہنچائی جائے اور دوسرے خیر..... اور دونوں متفرع ہیں وجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اگر حضور نہ ہوتے نہ کوئی خیر ہوتی، نہ خیر پانے والا۔ تو رحمت الہی کا ظہور نہ ہوا، مگر وجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں..... تمام نعمتیں، تمام کمالات، تمام فضائل متفرع ہیں وجود پر، اور تمام عالم کا وجود متفرع ہے حضور کے وجود پر، تو سب پر حضور ہی کے طفیل رحمت ہوئی۔ ملک ہو، خواہ نبی، یا رسول، جس کو جو نعمت ملی، حضور ہی کے دست عطا سے ملی۔

حضور نعمۃ اللہ ہیں۔ قرآن عظیم نے ان کا نام نعمت اللہ رکھا: الذین بدلو انعمة الله كفرا • کی تفسیر میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نعمۃ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعمۃ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ولہذا ان کی تشریف آوری کا تذکرہ امتثال امر الہی۔ قال تعالیٰ: وأما بنعمة ربك فحدث • اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سب نعمتوں سے اعلیٰ ہے۔ یہی تشریف آوری ہے، جس کے طفیل دنیا قبر، حشر، برزخ، آخرت غرض ہر وقت، ہر جگہ، ہر آن نعمت ظاہر و باطن سے ہمارا ایک ایک رونگٹا متمتع اور بہرہ مند ہے، اور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اپنے رب کے حکم سے اپنے رب کی نعمتوں کا چرچا مجلس میلاد میں ہوتا ہے۔ مجلس میلاد آخر وہی شی ہے، جس کا حکم رب العزت دے رہا ہے: وأما بنعمة ربك فحدث • مجلس مبارک کی حقیقت، مجمع مسلمین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری و فضائل جلیلہ و کمالات جمیلہ کا ذکر سنانا ہے۔ بُندیاء، رقعہ بائنا، طعام و شیرینی کی تقسیم، اس کا جزء حقیقت نہیں، نہ ان میں کچھ جرم۔

اول: دعوت الی الخیر ہے اور دعوت الی الخیر بے شک خیر ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ومن أحسن قوله ممن دعا الی اللہ • اس سے زیادہ کس کی بات اچھی، جو اللہ کی طرف بلائے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من دعی الی ہدی کان لہ الا اجر مثل اجور من تبعہ ولا ینقص ذلک من اجور ہم شیئا جو لوگوں کو کسی ہدایت کی طرف بلائے، جتنے اس کا بلانا قبول کریں، ان سب کے برابر ثواب اسے ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

اور اطعام طعام یا تقسیم شیرینی بروصلہ و احسان و صدقہ ہے اور یہ سب شرعاً محمود۔ ان مجالس کے لیے ایک تمہیں نہیں، ملائکہ بھی تداعی کرتے ہیں۔ جہاں مجلس شریف ہوتے دیکھی۔ ایک دوسرے کو بلا تے ہیں کہ آؤ! یہاں تمہارا مطلوب ہے۔ پھر وہاں سے آسمان تک چھا جاتے ہیں، تم دنیا کی مٹھائی بانٹتے ہو، ادھر سے رحمت کی شیرینی تقسیم ہوتی ہے، وہ بھی ایسی عام کہنا مستحق کو بھی حصہ دیتے ہیں۔ ہم القوم لایشقی بہم جلسہم ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں رہتا۔

مجلس آج سے نہیں آدم علیہ السلام نے خود کی، اور کرتے رہے اور ان کی اولاد میں برابر ہوتی رہی، کوئی دن ایسا نہ تھا کہ آدم علیہ السلام ذکر حضور نہ کرتے ہوں، اول روز سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعلیم ہی یہ فرمایا گیا کہ میرے ذکر کے ساتھ میرے حبیب و محبوب کا ذکر کیا کرو۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ و بارک وسلم۔ جس کے لیے عملی کاروائی یہ کی گئی کہ جب روح الہی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پتلے میں داخل کی گئی۔ آنکھ کھلتے ہی نگاہ ساق عرش پر ٹھہرتی ہے، لکھا دیکھتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ و بارک وسلم۔

عرض کی: الہی! یہ کون ہے، جس کا نام پاک تو نے اپنے نام اقدس کے ساتھ لکھا ہے؟ ارشاد ہوا: وہ تیری اولاد میں سب سے پچھلا پیغمبر ہے۔ وہ نہ ہوتا تو میں تجھے نہ بناتا۔ لولا محمد ما خلقتک ولا

سماں اسی کے طفیل میں نے تجھے پیدا کیا، اگر وہ منہ ہوتا نہ تجھے پیدا کرتا نہ میں زمین و آسمان بناتا۔ تو کیت اپنی ابو محمد کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

آنکھ کھلتے ہی نام پاک بتایا گیا، پھر ہر وقت ملائکہ کی زبان سے ذکر اقدس سنایا گیا، وہ مبارک سبق عمر بھی یاد رکھا، ہمیشہ ذکر اور چرچا کرتے رہے، جب زمانہ وصال شریف کا قریب آیا، شیت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد فرمایا: اے فرزند! میرے بعد تو خلیفہ ہوگا، عماد تقویٰ و عروہ تقویٰ نہ چھوڑنا۔ العروہ الوثقیٰ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم عروہ تقویٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جب اللہ کو یاد کرے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ضرور کرنا۔ فانی رایت الملئکہ تذکرہ فی کل ساعتہا کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے ہر وقت، ہر گھڑی ان کی یاد میں مشغول ہیں۔ اسی طور پر چرچا ان کا ہوتا رہا، پچھلی انجمن روز میثاق جمائی گئی۔ اس میں حضور کا ذکر تشریف آوری ہوا۔ واذا اخذ اللہ میثاق النبین لما اتیکم من کتاب و حکمة ثم جاءکم رسول مصدقا لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ • قال اقررتم واخذتم علی ذلکم اسری قالو اقررنا • قال فاشهدوا وانا معکم من الشاہدین فمن تولی بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون • جب عبدلیا اللہ نے نبیوں سے کہ بے شک میں تمہیں کتاب و حکمت عطا فرماؤں، پھر تشریف لائیں تمہارے پاس وہ رسول، تصدیق فرمائیں ان باتوں کی، جو تمہارے ساتھ ہیں، تو ضرور ان پر ایمان لانا، اور ضرور ضرور ان کی مدد کرنا قبل اس کے کہ انبیائے کرام کچھ عرض کرنے پائیں فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا، اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ عرض کی: ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: تو آپس میں ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ، اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں، پھر جو کوئی اس اقرار کے بعد پھر جائے، وہی لوگ بے حکم ہیں۔ مجلس میثاق میں رب العزت نے تشریف آوری حضور کا بیان فرمایا اور تمام انبیاء علیہ السلام نے سنا، اور انقیاد و اطاعت حضور کا قول دیا۔ ان کی نبوت ہی مشروط تھی حضور کے مطیع و امتی بننے پر۔ تو سب سے پہلے حضور کا ذکر تشریف آوری کرنے والا اللہ ہے کہ فرمایا: تمہے جاءکم رسول • پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں اور ذکر پاک کی سب میں پہلی مجلس انبیاء علیہ السلام ہے۔ جس میں پڑھنے والا اللہ اور سننے والے انبیاء اللہ۔

غرض اسی طرح ہر زمانہ میں حضور کا ذکر ولادت و تشریف آوری ہوتا رہا۔ ہر قرن میں انبیاء و مرسلین آدم علیہ السلام سے لے کر ابراہیم و موسیٰ و داؤد و سلیمان و زکریا علیہم الصلوٰۃ والسلام تک تمام نبی و رسول اپنے اپنے زمانہ میں مجلس حضور ترتیب دیتے رہے۔ یہاں تک وہ سب میں پچھلا ذکر تشریف شانے والا کنواری، ستھری، پاک بتول کا بیٹا، جسے اللہ تعالیٰ نے بے باپ کے پیدا کیا، نشانی سارے جہاں کے لیے، یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تشریف لایا۔ فرماتا ہوا: مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد • میں بشارت دیتا ہوں ان رسول کی جو عنقریب میرے بعد تشریف لانے والے ہیں، جن کا نام پاک احمد ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

یہ ہے مجلس میلاد شریف۔ جب زمانہ ولادت شریف کا قریب آیا، تمام ملک و ملکوت میں محفل میلاد تھی۔ عرش پر محفل میلاد،

فرش پر محفل میلاد، ملائکہ میں مجلس میلاد ہو رہی تھی، خوشیاں مناتے حاضر آئے ہیں، سر جھکائے کھڑے ہیں، جبرئیل و میکائیل حاضر ہیں۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام اس دولہا کا انتظار ہو رہا ہے، جس کے صدقے میں یہ ساری برات بنائی گئی ہے۔ سبع سموات میں، عرش و فرش پر دھوم ہے۔ ذرا انصاف کرو! تھوڑی سی مجازی قدرت والا اپنی مراد کے حاصل ہونے پر جس کا مدت سے انتظار ہو، اب وقت آیا ہے، کیا کچھ خوشی کا سامان نہ کرے گا؟ وہ عظیم مقتدر، جو چھ ہزار برس پیشتر، بلکہ لاکھوں برس سے ولادت محبوب کے پیش خیمے تیار فرما رہا ہے، اب وقت آیا ہے کہ وہ مراد المریدین ظہور فرمانے والے ہیں، یہ قادر علی کل شئی کیا کچھ خوشی کے سامان مہیا نہ فرمائے گا؟ شیاطین کو اس وقت جلن ہوئی تھی، اور اب جو شیطان ہیں جلتے ہیں، اور ہمیشہ جلیں گے۔ غلام تو خوش ہو رہے ہیں، ان کے ہاتھ تو ایسا دامن آیا ہے کہ یہ گر رہے تھے، اس نے بچالیا۔ ایسا سنبھالنے والا ملا کہ اس کی نظیر نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و صحبہ وبارک وسلم۔

ایک آدمی ایک کو بچا سکتا ہے، دو کو بچا سکتا ہے، کوئی قوی ہوگا زیادہ سے زیادہ بیس کو بچالے گا۔ یہاں کروڑوں اربوں پھسلنے والے اور بچانے والے وہی ایک انا اخذ بحجز کم من النار ہلم بی میں تمہارا کمر بند پکڑے دوزخ سے کھینچ رہا ہوں ارے میری طرف آؤ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و صحبہ وبارک وسلم۔

یہ فرمان صرف صحابہ سے خاص نہیں، قسم اسکی جس نے انہیں رحمۃ اللعلمین بنایا، آج وہ ایک ایک مسلمان کا بند کمر پکڑے، اپنی طرف کھینچ رہے ہیں کہ دوزخ سے بچائیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و صحبہ وبارک وسلم۔

الحمد لله! کیا حامی پایا۔ اربوں سے بھی اربوں مراتب زائد کرنے والوں کو ان کا ایک اشارہ کفایت کر رہا ہے۔ تو ایسے کے پیدا ہونے کا ابلیس اور اس کی ذریت کو جتنا غم ہو تھوڑا ہے۔ پہاڑوں میں ابلیس اور تمام مردہ سرکش قید کیے گئے تھے، انہیں کے پرواب بھی غم کرتے ہیں۔ خوشی کے نام سے مرتے ہیں۔ ملائکہ سبع سموات دھوم مچا رہے تھے، عرش عظیم ذوق شوق میں ہلتا تھا۔ ایک علم مشرق، دوسرا مغرب، اور تیسرا بام کعبہ پر نصب کیا گیا؛ اور بتایا گیا کہ ان کا دارالسلطنت کعبہ ہے، اور ان کی سلطنت مشرق سے مغرب تک، تمام جہان انہیں کی قلمرو میں داخل ہے۔ اس مراد کے ظاہر ہونے کی گھڑی آ پہنچی کہ اول روز سے اس کی محفل میلاد، اس کے خیر مقدم کی مبارکباد ہو رہی ہے۔ قادر علی کل شئی نے اس کی خوشی میں کیسے کچھ انتظام فرمائے ہوں گے؟ جبرئیل امین ایک پیالہ شربت جنت کا سیدنا آمنہ رضی اللہ عنہ کے لیے لے کر حاضر ہوئے۔ اس کے نوش فرمانے سے وہ دہشت زائل ہو گئی، جو ایک آواز سننے سے پیدا ہوئی تھی۔ پھر ایک مرغ سفید کی شکل بن کر اپنا پر سیدنا آمنہ رضی اللہ عنہ کے بطن مبارک سے مل کر عرض کرنے لگے۔ اظہر یا سید المرسلین، اظہر یا خاتم النبیین، اظہر یا اکرم الاولین والآخرین۔ جلوہ فرمائیے اے تمام رسولوں کے سردار! جلوہ فرمائیے اے تمام انبیاء کے خاتم جلوہ فرمائیے اے سب اگلے پچھلوں سے زیادہ کریم! یا اور الفاظ ان کے ہم معنی۔ مطلب یہ کہ دونوں جہاں کے دولہا کی برات سج چکی ہے، اب جلوہ افروزی سرکار کا وقت ہے۔ فظہر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کالبدر المنیر پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جلوہ فرما ہوئے جیسے چودھویں رات کا چاند۔

(ان لفظوں پر قیام ہوا، اردبینہ منورہ کی طرف متوجہ ہر کر یہ درود عرض کیا)

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله
الصلوة والسلام عليك يا حبيب الله
الصلوة والسلام عليك يا سراج افق الله
الصلوة والسلام عليك يا مبعوث تيسر الله ووفق الله
الصلوة والسلام عليك يا سيد المرسلين
الصلوة والسلام عليك يا شفيع المذنبين
الصلوة والسلام عليك يا نبي الانبياء
الصلوة والسلام عليك يا عميم الجود ولعطاء
الصلوة والسلام عليك حبيب رب الارض ولسماء
الصلوة والسلام عليك يا مقبل العثرات
الصلوة والسلام عليك يا امام الثقليين
الصلوة والسلام عليك يا من زينة الله بكل زين
الصلوة والسلام عليك يا در الله المكنون
الصلوة والسلام عليك يا سرور القلب المخزون

الصلوة والسلام عليك وعلى آلك وصحبك وابنك وحزبك واولياء امتك وعلماء ملتك
وسائر اهل كلمتك اجمعين ابد الابد وسرمدا دهر الدهرين آمين والحمد لله رب
العالمين .

(نقل تقریر پٹنہ):

الحمد لله رب العالمين • حمد الشاكرين • وافضل الصلوة واكمل السلام على سيد
المرسلين • خاتم النبيين • اكرم الاولين والآخرين • قائد الغر المحجلين • نبي الحريرين •
امام القبليين • سيد الكونين • وسيلتنا في الدارين • صاحب قاب قوسين • المزين بكل
زين • المنزه من كل شين • جد الحسن والحسين • نبي الانبياء • عظيم الرجاء عميم العطا •
ماحي الذنوب والخطا • شفيعنا يوم الجزاء • سر الله المخزون • در الله المكنون • عالم

ماکان وما یكون • نور الافئدة والعیون • سرور القلب المحزون • سیدنا ومولانا وحبیبنا
ونبینا وشفیعنا ووکیلنا وكفیلنا وعوننا ومعیننا وغوثنا ومغیثنا وغیثنا وغیثنا سیدنا ومولانا
محمد • النبی المبعوث • رحمة للعلمین • وعلى اله الطیبین الطاهرین • وازواجه الطاهرات
امهات المؤمنین • واصحابه المکرمین المعظمین • وابنه الکریم الامین المکین • محی
الاسلام والحق والشرع والملة والقلوب والسنة والطريقة والدين • واهب المراد • قطب
الارشاد • فرد الافراد • سید الاسیاد • صلح البلاد • نافع العباد • دافع الفساد • مرجع
الاوراد • غوث الثقلین • وغیث الکنونین • وغیث الدارین • ومعیث الملونین • امام الفریقین
سیدنا ومولانا ابی محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی الکریم • وعلى سائر اولیاء
امتہ الکاملین العارفین وعلماء ملتہ الراشدین المرشدین • وعلینا معهم اجمعین • یا ارحم
الرحمین •

اس خطبہ کے بعد آیہ کریمہ لقد صدق الله رسوله الرؤیا بالحق آخسورہ تک تلاوت فرمائی۔ پھر اس کی تمہید
تفسیر میں نوروالاظہور حضور سید یوم النشور کا ذکر فرمایا کہ:

جب حضرت عزت جل جلالہ نے عالم بنانا چاہا، اپنے نور بے کیف سے نور منیر بشیر و نذیر صلی اللہ علیہ وسلم پیدا فرمایا۔ عبد
الرزاق نے اپنے مصنف میں سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں۔ یا جابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام جہاں سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کو اپنے نور کریم سے پیدا کیا۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تمام عالم کو جلوہ ظہور میں لایا۔
تو جس طرح مرتبہ وجود میں صرف اللہ ہے۔ جل وعلا: کل شی ہالک الا وجہہ •

الا کل شی ما خلا الله باطل

حقیقت وجود اسی کی ذات کریم سے خاص ہے۔ جہاں وجہانیاں کا اس میں کچھ حصہ نہیں، مگر جس پر وجود حقیقی کے آفتاب
عالم تاب نے اپنے نور کا پرتو ڈالا، وہ بقدر نسبت و قابلیت نام موجودیت سے بہرور ہوا۔
یونہی مرتبہ ایجا میں صرف ذات کریم حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے و بس۔ حضور ہی اسر الوجود، منبع الوجود و اصل
ہر بود ہیں۔ وجودات عالم ضرور وجود حقیقی کے ظلال و پرتو ہیں۔

مگر اولاً: وبالذات پرتو ذات وظل صفات، جامع الکمالات حضور سید الکائنات علیہ افضل الصلوات واکمل

التسلیمات ہے۔

پھر ثانیاً: وبالعرض حضور کی وساطت سے مرتبہ بہ مرتبہ تمام عالم اس تجلی نور سے روشن ہے

ترا چنانکہ توئی دیدہ کجا بیند بقدر بنیش خود ہر کسے کند ادراک

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نور حسی ہی کی جھلک، آفتاب و ماہتاب و جملہ مضیات میں چمک رہی ہے۔ ملائکہ کے چہروں میں اسی کی چمک، انسان کی مردمک میں اسی کی دمک، مستفیض و ظاہر ہیں اور اس مفیض کریم پر بجمال رحمت و کمال عظمت ستر ہزار پردہ ہانے ہیبت و جلال و رحمت و جمال ڈالے گئے ہیں کہ چشم عالمیان اس کے ادراک سے دور و مہجور ہے۔ العظمت للہ اگر حجاب اٹھادیں، عالم کی کیا جان؟ کہ اس کی تجلیات کی تاب لاسکے۔ جہان و جہانیاں ایک جھلک میں جل کر خاک ہوں۔ سلطان الاولیا حضرت نظام الحق والدین سیدنا محبوب الہی فرماتے ہیں: جب سیدنا موسیٰ کلیم علیہ السلام بعد تجلی طور واپس آئے کسی کو تاب نہ تھی کہ ان کے جمال مبارک سے نظر ملائے۔ کلیم علیہ السلام نے نقاب ڈالا، فوراً جل گیا۔ یہاں تک کہ لوہے کا نقاب بنا کر روئے مبارک پر ڈالا، وہ بھی خاک ہو گیا۔ آخر بامر الہی بعض عاشقان حضرت عزت کے دامن سے نقاب بنایا، وہ قائم رہا۔

ہاں! چہرہ کلیم مہر سپہر جلال تھا۔ نور آفتاب ہلکا ہونے کے لیے قمر درکار ہے کہ اس کی تجلیوں کا بار اپنے اوپر لے، اور اس سے ٹھنڈی ہلکی روشنی اوروں پر منکشف ہو..... جب جمال کلیم علیہ السلام کا اس آسان تر تجلی سے یہ حال تھا، تو اس ذات کریم کا کیا پوچھنا، جو نور حقیقی کے مظہر اول اتم و اکمل و جامع تجلیات ذات و صفات اعلیٰ اقصیٰ الغایات بلکہ بے حد و نہایات ہے، جسے جمال ازلی نے اپنا خاص آئینہ بنایا۔ جس کے ہر جلوہ میں من رانی فقد رأ الحق کا دریا بہرایا، اس کے تاب کی کسے تاب؟

کیا منہ ہے آئینے کا تری تاب لاسکے

خورشید پہلے آنکھ تو تجھ سے ملا سکے

تو لازم ہوا کہ نور کریم حجاب رحمت و تعظیم میں رہے۔

وہ حجاب کیا ہے؟ کیا غیر اس کا حجاب ہو سکتا ہے، غیر اسے چھپا سکتا ہے؟ حاشا، بلکہ خود اس کا کمال ظہور ہی اس کا پردہ نور ہوا..... نور کے لیے ایک حد ظہور ہے کہ جب اس حد تک رہے، نظر اس پر کام کرے اور جب اس سے ترقی کرے، اس کی تابش ہی اس کے لیے حجاب ہو کہ نظر بوجہ خیرگی، اس پر کام نہیں کرتی۔ آخر نہ دیکھا کہ آفتاب افق میں حجاب سحاب رقیق سے بروجہ کمال نظر آتا ہے اور نصف النہار پر روز صاف میں طائر نظر کے پر جلاتا ہے۔ پھر جس قدر ترقی زائد، احتجاب زائد۔

نور کریم کی ترقی بے نہایت کے حضور، ابصار تو ابصار، بصیرت کی وہ حالت ہوگی، جو مہر عالم تاب کے حضور خفاش کی۔ لاجرم غایت ظہور ہی مستلزم غایت بطون ہوئی۔ پھر بھی اس کی خفیف جھلک جس میں نگاہ ظاہر کا حصہ رہا کہ اس بارگاہ کرم سے محروم مطلق نہ رہے، وہ ہے جو حدیث صحیح میں آیا: کان الشمس تجری فی وجہہ گویا آفتاب چہرہ پر نور میں رواں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے: جب تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا گمان کرتا کہ آفتاب طلوع کر رہا ہے۔ تیسری حدیث میں ہے: اذا تکلم ری کالنور ینخرج من بین ثناہما جب ہم نرماتے، دندان پیشیں کے درمیان سے نور سا چھٹنا نظر آتا۔

چوتھی حدیث میں ہے: لہ نور یعلوہ یحبہ من لم یتاملہ رشم بنی پر نور پر نور کا بگنا بلند تھا، جو غور سے نہ دیکھتا، بنی اقدس کو اس نور کے سبب بہت بلند گمان کرتا۔ پانچویں حدیث میں ہے: لم یقع مع الشمس الا غلب ضوئہ ضوئہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب آفتاب کے سامنے کھڑے ہوتے حضور کا نور آفتاب کی ضیا کو دبا لیتا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بیان کا سلسلہ یہاں تک پہنچایا کہ:

عرفان و نور ایمان سب اسی نور والا ظہور کے پر تو ہیں، بلکہ ایمان صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت و عظمت کا نام ہے۔ تو جس کے دل میں جس قدر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت و عظمت زائد، اسی قدر اس کا ایمان اکمل؛ اور جس قدر کم، اتنا ہی ایمان ناقص؛ اور جس کے دل میں بالکل نہیں، وہ مطلقاً کافر ہے۔ لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ و الناس اجمعین قطعاً اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ بے شک جب تک محبت دینی، ایمانی اختیاری، ایقانی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہان اور خود اپنی جان سے زیادہ نہ چاہے، ہرگز مومن نہیں۔

انزال کتب و ارسال رسل، بلکہ تخلیق آدم و عالم، سب اظہار عظمت عظیمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔ ابن عساکر سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے راوی: حضرت عزت جل جلالہ نے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی بھیجی اُغر میں نے ابراہیم کو ظلیل کیا، تمہیں اپنا حبیب کیا؛ اور تم سے زیادہ اپنی بارگاہ میں عزت و کرامت والا کوئی نہ بنایا۔ ولقد خلقت الدنیا و اهلها لا عرفہم کرامتک و منزلتک عندی ولو لاک لما خلقت الدنیا میں نے دنیا و مخلوقات دنیا اسی لیے بنائی کہ میری بارگاہ میں جو منزلت و عزت تمہاری ہے، ان پر ظاہر فرما دوں، اگر تم نہ ہوتے، میں دنیا نہ بناتا۔ یعنی دنیا و آخرت کچھ نہ ہوتی کہ آخرت دارالجزاء ہے اور دارالجزاء کو دارالعمل کا تقدم ضروری۔ جب دارالعمل بلکہ عالمین ہی نہ ہوتے، دارالجزاء کہاں سے آتی؟..... حاکم نے صحیح مستدرک میں روایت کی۔ حضرت عزوجل و علانے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی: لولا محمد ما خلقتک ولا ارضاً ولا سماء اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے نہ میں تمہیں پیدا کرتا، نہ آسمان زمین بناتا۔

قال اللہ تعالیٰ: وما جعلنا القبلة التي كنت عليها الا لنعلم من يتبع الرسول ممن ينقلب على عقبيه • (بقرہ ۱۴۳/۲) ہم نے نہ کیا وہ قبلہ جس پر تم تھے، مگر اس لیے کہ علانیہ ظاہر ہو جائے کہ کون براہِ غلامی تمہارا اتباع کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھرتا ہے۔

دیکھو! آیہ کریمہ صاف ارشاد فرماتی ہے کہ فرضیت قبلہ صرف اس لیے ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و اطاعت کرنے والوں کی پہچان سب کو معلوم ہو جائے۔ آیہ کریمہ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون • (طور ۵۶/۵۲) میں نے جن و انسان اسی لیے بنائے کہ میری عبادت کریں۔ حدیث مذکور سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کے منافی نہیں۔ تخلیق جن و انس، عبادت کے لئے اور عبادت سے حضرت عزت جل جلالہ کو نہ کوئی نفع، نہ اس کے ترک سے کوئی ضرر۔ وہ غنی، حمید ہے۔ احکام عبادت کی تشریح اسی لیے ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامان، مطیع و فرماں بردار، ان کے حکم سے الٹے پاؤں پھر

جانے والے نابکار، سب پر ظاہر ہو جائے کہ عبادت الہی و تعظیم و محبت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم متلازمین ہیں۔ متلازمین میں ایک کا ذکر دوسرے کا موکد ہوتا ہے نہ کہ نافی و منافی۔

ایمان کے دو رکن ہیں۔ لا الہ الا اللہ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 آئیہ کریمہ رکن اول کو بتاتی ہے..... الا لیعبدون اس لیے بنایا کہ میری پرستش کریں۔ یعنی لا الہ الا اللہ۔
 اور حدیث شریف رکن دوم کا اشعار فرما رہی ہے: لا عرفہم کرامتک اسی لیے بنایا کہ تمہارا مرتبہ پہچانیں۔ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم..... ولہذا اہل ادب و ایمان کے نزدیک تعظیم و محبت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اصل کارواہم فرائض و مناط قبول جملہ اعمال حسنہ ہے۔

اہم فرائض ارکان ہیں، اور اہم ارکان اربعہ نماز، اور تعظیم و محبت حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم قطعاً نماز سے اہم و اعظم۔ غزوہ خیبر سے پلٹتے ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منزل صہبا میں بعد نماز عصر سیدنا امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے زانوئے مبارک پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمایا۔ مولیٰ مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ابھی نماز نہ پڑھی تھی۔ جب وقت تنگ ہونے پر آیا، مضطرب ہوئے کہ اگر اٹھتا ہوں، محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب راحت میں خلل آتا ہے۔ معہذا کیا معلوم کہ حضور کو خواب میں کیا وحی ہو رہی ہو؟ اور اگر بیٹھا رہتا ہوں تو نماز جاتی ہے۔ آخر وہی تعظیم و محبت کا پلہ غالب آیا، اور اسد اللہ الغالب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جگادینے پر نماز جانے کو گوارا کیا۔ حتیٰ سوات بال حجاب یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا۔ اب کہ وقت مغرب ہوا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم حق میں کھلی۔ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو مضطرب پایا، سبب دریافت کیا۔

عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے عصر کی نماز نہ پڑھی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مشکل کشائی بلند فرمائے، اور اپنے رب عزوجل سے عرض کی:

الہی! علی تیرے رسول کے کام میں تھا..... اور آفتاب کو حکم دیا کہ پلٹ آئے۔ فوراً ڈوبا ہوا آفتاب اُفقِ غربی سے حکم کا باندھا ہوا کھنچا چلا آیا، وقت عصر ہو گیا۔ امیر المؤمنین نے نماز ادا فرمائی، پھر ڈوب گیا۔ امام اجل ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی۔

جان رکھنا سب سے زیادہ فرض اہم ہے۔ اگر بوجہ ظلم عدو و مکار وغیرہ نماز پڑھنے میں معاذ اللہ ہلاک جان کا یقین ہو، اس وقت ترک نماز کی اجازت ہوگی۔ امام الصدیقین، اکمل الاولیاء العارفين سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت کو حفظ جان پر مقدم رکھا۔ سفر ہجرت میں جب آفتاب رسالت و ماہتاب صدیقیت صلی اللہ علیہ وسلم برج ثور بیت الشرف قمر میں اجتماع نیرین کی طرح غار ثور پر جلوہ فرما ہوئے۔ صدیق اکبر نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:

یا رسول اللہ! حضور باہر توقف فرمائیں، پہلے میں اندر جا کر غار کو صاف کر دوں کہ اگر کوئی چیز ہو تو مجھے پہنچے..... غار چند ہزار سال کا تھا، بہت سوراخ تھے، صدیق نے سنگریزوں سے، پھر کپڑے پھاڑ پھاڑ کر ان سے بند کئے۔ ایک سوراخ رہ گیا، اس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھا، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ حضور نے ان کے زانو پر سر انور رکھ کر آرام فرمایا۔ وہاں ایک سانپ مدت سے بہ تمنائے دیدار فائض الانوار حضور پر نور سیدالابرار صلی اللہ علیہ وسلم رہتا تھا، کہ اس نے قرون سابقہ میں علمائے امم سابقہ کو باہم ذکر کرتے سنا تھا، کہ حضور اقدس نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت اور غار ثور میں اقامت فرمائیں گے۔ سانپ نے اپنا سر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انگوٹھے پر رگڑا۔ انہوں نے جانا کہ سانپ ہے۔ مگر اس خیال سے کہ جان جائے، مگر محبوب کی نیند میں خلل نہ آئے، پاؤں نہ ہٹایا۔ یہاں تک کہ اس نے کاٹا، صدیق نے بکمال ادب جنبش نہ کی، مگر شدت ضبط کے باعث آنسو نکل کر رخسار محبوب رب العالمین پر پڑے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم جانقرز اکملی، صدیق سے حال پوچھا۔

عرض کی: لدغت نبی انت وامی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے سانپ نے کاٹا..... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن اقدس لگا دیا، فوراً آرام ہو گیا۔

یہی تعظیم، محبت، جاں نثاری اور پروانہ واری شیخ رسالت بعد انبیاء و مرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تمام جہاں پر باعث تعلق ہے۔ جس نے صدیق اکبر کو ان کے بعد تمام عالم، تمام خلق اللہ، تمام اولیاء، تمام عرفا سے افضل و اکرم و اکمل و اعظم کر دیا۔ یہی وہ ستر ہے، جس کی نسبت حدیث میں آیا کہ ابو بکر کو کثرت صوم و صلاۃ کی وجہ تم پر فضیلت نہ ہوئی۔ ولکن بشی و قونی صلواہ بلکہ اس سر کے سبب جو اس کے دل میں راسخ و متمکن ہے۔ یہی وہ راز ہے جس کے باعث ارشاد ہوا کہ: لو وزن ایمان ابی بکر بایمان امتی لوجع ایمان ابی بکر اگر ابو بکر کا ایمان میری تمام امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابو بکر کا ایمان غالب آئے۔ واللہ اقرآن عظیم نے اپنے نصوص قطعہ سے، شکل اول بدیہی الانساج، افضلیت مطلقہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر قائم فرمادی۔ قال اللہ تعالیٰ عز وجل: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم • (حجرات ۱۳/۴۹) تم سب میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ عز وجل کے حضور وہ ہے جو تم سب میں اتقی ہے اور دوسری آیہ کریمہ میں صاف فرمادیا: اتقی کون ہے؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ قال تعالیٰ: وسبجنہا الاتقی الذی یونی مالہ یتزکی وما لاحد عنده من نعمۃ تجزی • الا ابتغاء وجه ربہ الاعلیٰ ولسوف یرضی • (المیل ۹۲/۱۷، ۲۱) قریب ہے جہنم سے بچایا جائے گا وہ سب سے اتقی جو اپنا مال دیتا ہے سحر ہونے کو، اور اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں، جس کا بدلہ دیا جائے۔ مگر اپنے پروردگار پر تر کا وجہ کریم چاہتا اور قریب ہے کہ وہ اس سے راضی ہو جائے گا۔ شہادت آیت اولیٰ ان آیات کریمہ سے وہی مراد ہے، جو افضل و اکرم امت مرحومہ ہے اور وہ نہیں مگر اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔

اور تفضیلیہ و روافض کے یہاں امیر المؤمنین مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم..... مگر اللہ عز وجل کے لیے حمد کہ اس نے کسی کی

تلسیس و تدلیس کو جگہ نہ چھوڑی۔ آپ کریمہ نے ایسے وصف خاص سے التفسی کی تعین فرمادی، جو صدیق اکبر کے سوا کسی پر صادق آ ہی نہیں سکتا۔ فرماتا ہے: وما لاحد عنده من نعمة تجزى • اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم خلیفۃ اللہ الاعظم و محسن و منعم تمام عالم ہیں..... حضور کے احسانات کہ بے حد و غایات ہیں: دینیہ کہ اولین و آخرین حتی کہ انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین • جس نے جو نعمت ایمان و دولت عرفان پائی حضور خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہاتھوں سے ملی۔ حضور ہی کی بدولت ہاتھ آئی۔ ولہذا تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا۔ اور دنیویہ..... پھر یہ دو قسم ہیں:

اول عامہ باطنہ، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بحکم خلافت رب العالمین جل و علا جملہ نعمتہائے الہیہ کے قاسم ہیں۔ خود فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم: انما انا قاسم واللہ المعطى بانثی والا میں ہوں اور دینے والا عز وجل۔ روز اول سے آج تک، آج سے روز قیامت تک، روز قیامت سے ابد الابد تک، جو نعمت جسے ملی، یا ملتی ہے، یا ملے گی، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے بٹی، اور بٹی ہے، اور بٹے گی۔ جس طرح دین و ملت و اسلام و سنت و صلاح و عبادت و زہد و طہارت و علم و معرفت یہ سب نعمتہائے دینیہ ان کی عطا فرمائی ہوئی ہیں..... یوں ہی مال و دولت، شفا و صحت، عزت و رفعت، امارت و سلطنت، فرزند و عسیرت یہ سب نعم دنیویہ بھی انہیں کے دست اقدس سے ملی ہیں۔ اللہ عز وجل فرماتا ہے: اغناہم اللہ ورسولہ من فضلہ • انہیں غنی کر دیا، اللہ و رسول نے اپنے فضل سے اور فرماتا ہے: ولو انہم رضوا ما اتہم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیوتینا اللہ من فضلہ ورسولہ انا الی اللہ راغبون • (توبہ ۵۹/۹) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اللہ و رسول کے دیئے پر راضی ہوتے اور کہتے ہیں خدا کافی ہے۔ آپ ہمیں دیتے ہیں اللہ و رسول اپنے فضل سے ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔

وہابیہ شرک فروش اسنادات حقیقت و تجوز و عطا و تسبب میں فرق نہ کر کے احمد بخش، محمد بخش ناموں کو شرک بتاتے ہیں..... حالانکہ قرآن عظیم جبریل امین علیہ السلام کا حضرت مریم سے فرماندہ کور انما انا رسول ربک لا ہب لك غلاما زکیا • (مریم ۱۹/۱۹) میں تو تیرے رب کا رسول ہوں تاکہ میں تجھے ستھرا بیٹا دو۔ دیکھو! قرآن عظیم سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو جبریل بخش فرما رہا ہے..... یہ عجیب شرک مقبول و محمود ہے کہ قرآن عظیم میں موجود ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

دوم خاصہ ظاہرہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بکمال رحمت و رافت ظاہر بشریت کی طرف تنزل فرما کر اپنے غلاموں، کنیزوں سے حسب عرف و عادت باہمی معاملت فرماتے۔ جیسے انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم سرکار کی روٹی سرکار سے مقرر تھی۔ حالانکہ اللہ تمام جہان کو روٹی سرکار ہی سے ملتی ہے۔ لوگوں کو مانگے اور بے مانگے بے شمار نعمتیں عطا فرمادیں، جن کی بعض تفصیل کتب حدیث میں مذکور۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی دو قسم کی نعمتیں ہرگز اس قسم سے نہیں، جن کا کوئی بدلہ دے سکے۔ نعم دیدیہ کا معاوضہ نہ ہو سکتا تو ظاہر، اور نعم عامہ باطنہ دینیہ، بحکم خلافت رب العزت ہیں..... اللہ عزوجل کو کون عوض دے؟ ہاں! قسم سوم ہی کی نعمتیں کہ باہمی معاملات عرفیہ کے طور پر تھیں، صالح عوض و مجازات ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر بعد انبیاء و مرسلین علیہ السلام حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جس قدر احسانات و انعامات قسم اول کے ہیں، تمام عالم میں کسی پر نہیں اور قسم دوم میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور تمام عالم شریک ہیں۔ مگر قسم سوم، یعنی معاملات باہمی قابل معاوضہ میں ہمیشہ صدیق اکبر کی طرف سے بزرگی و غلامی و خدمت و نیاز مندی، اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے براہ بندہ نوازی، قبول و پزیرائی و عطائے سعادت مندی کا برتاؤ رہا۔ یہاں تک کہ خود صدیق اکبر کے مولائے اکرم و آقائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہ لیس فی الناس احدا من علی فی نفسه و مالہ من ابن ابی قحافہ • بے شک تمام آدمیوں میں اپنی جان و مال سے میرے ساتھ کسی نے ایسا سلوک نہ کیا جیسا کہ ابو بکر نے اور فرمایا: ما لاحد عندنا ید الا وقد کافیناہ بہا ما خلا ابابکر فان لہ عندنا یدا یکافئہ اللہ بہا یوم القیامۃ و ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر • کسی کا ہمارے ساتھ کوئی حسن سلوک ایسا نہیں جس کا ہم نے عوض نہ کر دیا ہو سوا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کہ ان کا ہمارے ساتھ وہ حسن سلوک ہے جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ انہیں روز قیامت دے گا مجھے کسی کے مال نے ایسا نفع نہیں دیا جیسا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال نے۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ والا میں حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا کی نسبت درخواست عرض کی۔ حضور پر نور نے صغرن کا عذر فرمایا۔

فقیر کہتا ہے اس میں ایک حکمت جلیلہ یہ بھی تھی کہ دامادی میں قبول کرنا انہیں دنیاوی احسانات سے ہے، جن میں جزا و مکافات جاری۔ حدیث میں ہے کہ جو کچھ ہدیہ و عطیہ عقد نکاح سے پہلے دیا جائے، وہ عورت کا ہے۔ اور جو بعد کو دیا جائے وہ اس کا ہے جسے دیا جائے۔ یعنی خسر و خوشدامن وغیرہما۔ پھر فرمایا: و احق ما یکرم الرجل بہ ابنتہ او اختہ • اور آدمی جن ذرائع سے اکرام و نیک سلوک کا مستحق ہو ان سب میں زیادہ ذریعہ اس کی بیٹی یا بہن ہے اور اللہ و رسول کو منظور نہ تھا کہ صدیق پر ان کے احسانات ناممکن العوض کے سوا کوئی احسان قابل معاوضہ دینیہ ہو لہذا عذر فرمایا۔

بخلاف سیدنا امیر المؤمنین مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ: کہ ان پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بے پایاں احسانات دو قسم اولین کے سوا قسم سوم کے بھی بہت احسان ہیں۔ انہوں نے پرورش ہی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مال سے پائی۔ حدیث میں ہے: قبل ظہور نور نبوت مکہ معظمہ میں گرانی ہوئی، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم دیکھتے ہو کہ زمانہ گرانی کا ہے، اور ابوطالب کے عیال کثیر۔ آؤ! کہ ہم ان پر تخفیف فرمادیں۔ یہ فرما کر حضور، اور حضور کے ہمراہ رکاب حضرت عباس، ابوطالب کے پاس تشریف لائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو اپنی پرورش میں لے لیا، اور حضرت عباس نے حضرت جعفر یا حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کو۔ پھر تمیم نعمت کبریٰ، ترویج

حضرت بتول زہرا سے ہوئی۔ صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم

تو آئیہ کریمہ و مالا حد عندہ من نعمۃ تجری • سے مولیٰ علی قطعاً مراد نہیں ہو سکتے، بلکہ بالیقین صدیق اکبر ہی مقصود ہیں، اور اسی پر اجماع مفسرین موجود۔ اسی افضلیت مطلقہ صدیقی کے مناشی سے ہے اس جناب کا کمال تشبیہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہونا۔

اول ظہور بعثت شریفہ میں جب حضور نے فرمایا تھا: لقد خشیت علی نفسی مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ اس وقت ام المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حضور کے جو اوصاف کریمہ شمار کئے تھے کہ اللہ تعالیٰ حضور کو ضائع نہ چھوڑے گا۔ حضور یہ یہ کمالات عالیہ رکھتے ہیں بعینہا وہی کمالات انہیں الفاظ سے ابن الدغنے نے صدیق کے لیے بیان کئے۔ جب قبل ہجرت قصد ہجرت تشریف لے چلے ہیں راہ میں ابن الدغنے ملا، حال معلوم ہوا۔ کہا: کیا آپ جیسا وطن سے جدا کیا جائے گا؟ حالانکہ آپ یہ کمالات عالیہ رکھتے ہیں۔

یوں ہی جب صلح حدیبیہ ہوئی، اور مسلمان اس سال مکہ معظمہ جانے سے باز رکھے گئے، یہ امر ان پر بالخصوص اشلہم فی امر اللہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر سخت شاق گزرا۔ حضور پر نور رضی اللہ عنہ کو رب عزوجل نے سفر حدیبیہ سے پہلے خواب دکھایا تھا کہ حضور مع صحابہ کرام مسجد الحرام میں با من و امان داخل ہوئے، اور مناسک حج ادا فرمائے۔

صحابہ کا گمان تھا کہ اس خواب کی تصدیق اسی سفر میں واقع ہوگی۔ جب اس سال واپسی کی ٹھہری، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، اور عرض کی:

یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟
فرمایا: ضرور

عرض کی: کیا ہمارے شہد اہل جنت میں، اور ان کے مقتولین نار میں نہیں؟
فرمایا: کیوں نہیں؟

عرض کی: کیا ہم اپنے دین میں دینی کیوں رکھیں؟

فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں، اور اس کی نافرمانی نہ کروں گا؛ اور وہ ضرور میری مدد فرمائے گا۔

عرض کی: کیا حضور نے ہمیں خبر نہ دی تھی، کہ ہم کعبہ معظمہ جائیں گے، اور طواف بجلائیں گے؟

فرمایا: ہاں! خبر دی تھی، پھر کیا یہ فرمادیا تھا کہ اسی سال؟

عرض کی: نہ۔

فرمایا: تو ضرور تم کعبے جاؤ گے، اور طواف بجلاؤ گے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس تبتنا پر کہ شاید صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شفاعت کریں، اور ان کی مراد کہ کفار سے جہاد اور بالجبر

داخلی کعبہ معظمہ ہے، حاصل ہو جائے۔ خدمت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں حاضر ہوئے، اور گزارش کی:

کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟

فرمایا: ضرور۔

کہا: کیا ہمارے شہدا جنت میں، اور ان کے مقتولین نار میں نہیں؟

فرمایا: کیوں نہیں۔

کہا: پھر ہم اپنے دین میں دہتی کیوں رکھیں؟

فرمایا: اے شخص! وہ اللہ کے رسول ہیں، اور اس کی نافرمانی نہ کریں گے، اور وہ ضرور ان کی مدد فرمائے گا۔ ان کی رکاب

تھام لے، کہ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔

کہا: کیا ہمیں خبر نہ دی تھی، کہ ہم کعبہ معظمہ جائیں گے، اور طواف بجلائیں گے؟

فرمایا: ہاں! خبر دی تھی، پھر کیا یہ فرما دیا تھا کہ اسی سال؟

کہا: نہ!

فرمایا: تو ضرور تم کعبے جاؤ گے..... اور طواف بجلاؤ گے۔

دیکھو بعینہ حرف وہی جواب ہیں، جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے..... یہ وہی بات ہے کہ قلب صدیقی

آئینہ قلب حضور سید الکائنات ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک وکرم۔ آیہ کریمہ میں اسی خواب کا ذکر ہے۔

یہاں سے تفسیرات کی طرف رجوع کی، متعلق تفسیر صرف اس قدر بیان ہوا تھا کہ:

بآں کہ خطاب مصدقین سے ہے، نہ منکرین سے قرآن عظیم کو اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق خواب و تسکین

اصحاب میں کس قدر اہتمام ہے کہ اسے طرح طرح سے موکد فرمایا۔

اول: تو صدق اللہ خود ہی جملہ بدیہی الصدق تھا کہ صدق کی نسبت حضرت عزت کی طرف واجب الصدق ہے، کذب

وہاں محال بالذات ہے۔ امکان کا ماننے والا گمراہ، بدذات ہے۔

ثانیاً: 'قد'

ثالثاً: 'لام'

رابعاً: 'بالحق' سے اس کی تاکیدیں ارشاد ہوئیں..... پھر رویا کا بیان اور اس کے متعلق لطائف حکمیہ کا تبیان، اور یہ کہ

خواب انبیاء و وحی ہوتی ہے؛ اور اس پر خواب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا بیان اور اس کے سبب ذبح و لد پر اقدام کہ بے نص قطعاً

حرام۔ تو خواب انبیاء ضرور نص قاطع کی طرح مثبت احکام۔

یہی بیان ہو رہا تھا کہ فاضل نوجوان مولانا مولوی محمد رضا خان سلمہ المنان نے آ کر کان میں کہا کہ کچھ ندوی حضرات آگئے

ہیں معاً عنانِ عزیمتِ جانبِ اظہارِ مکہِ ندوہ پھیری کہ:

وعدہ الہیہ صادق آیا۔ سال آئندہ کہ مکہ معظمہ فتح ہوا، لوگ فوج فوج دینِ خدا میں داخل ہوئے۔

اسلام کی ترقیاں، صحابہ کی جائناریاں، ہجرت کے احوال، نصرتِ ذی الجلال کا بیان کیا کہ:

اس وقت ظہورِ مددِ عظیم و فتحِ مبین کیا محلِ عجب تھا؟ مولیٰ عزوجل نے اس وقت اپنے محبوبِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ

نصرت ظاہرہ، باہرہ، قاہرہ، زاہرہ فرمائی، جب ظاہری سامانِ اصلانہ تھا۔ فوج، لشکر، نہ ہتھیار، نہ مقاتلے میں اذن پروردگار،

اور ایک جہان برسرِ پیکار۔ جب کفار نے دارالندوہ میں جماؤ کیا، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشورے ہوئے۔ شیخِ نجدی

ملعون، پیر مرد بن کر آیا؛ اور اس گمراہ انجمن کا رکنِ اعظم بنا۔ مگر انجام کیا ہوا کہ جعل کلمۃ الذین کفروا السفلی و کلمۃ

اللہ ہی العلیا۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کا قول پست و ذلیل فرما دیا، اور اللہ ہی کا بول بولا ہے اور ہمیشہ سنت الہیہ ہے کہ باطل

کے لیے ابتدا میں ایک صولت ہوتی ہے کہ صادق و کاذب کا امتحان ہو: لیہلک من ہلک عن بینة و یحی من حی عن

بینة۔ انجام کار ظفر و نصرتِ نصیبہ اہل حق ہے: قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زھوقاً۔ والعاقبة

للمتقین۔

اسی کی مثالوں میں اس ندوہ ہالکہ کا پچھلا جائنشین اس ندوہ پس کی ابتداً خروج اور نیچریوں، رافضیوں، وہابیوں، غیر

مقلدوں کے جرگوں سے اس کا عروج اور جس روز جلسہ دستار بندی مدرسہ فیض عام کانپور کے پچھلے دنوں بنائے

ندوہ کی پہلی اینٹ رکھی جاتی تھی، علمائے اہل سنت کا اسی وقت خلاف فرمانا۔ مفتی لطف اللہ صاحب کا مقاصد ندوہ

کے ضلال مبین و مضر مسلمین ہونے پر اقرار کرنا اور کہنا کہ میں بھی تو صبح سے یہی چھینک رہا ہوں۔ میری کوئی نہیں

سنتا۔ پھر جو حالتیں اس کے جلسات پر وارد ہوئیں، جو صریح ضلالتیں اس کی رودادوں میں سال بسال بڑھتی گئیں۔

علمائے اہل سنت کا ناظم و غیرہ مدعیانِ سنت کو اولاً بزمی و خوشامد، پابندیِ مذہبِ اہل سنت کی طرف بلانا، پھر بعد

جواب صاف علانیہ رد و خلاف فرمانا، ندویوں کا جواب سے عاجز آنا، فتاویٰ السنہ کا مرتب ہونا، پھلواری صاحب

رکنِ رکنِ ندوہ کا بریلی آنا، طعام و کلام دونوں دعوتوں کا دیا جانا، پھلواری صاحب کا دعوتِ طعام قبول و دعوتِ کلام

سے صراحتاً عدول کر جانا، اور صاف لکھ دینا کہ میں مرد میدانِ مناظرہ نہیں۔ پھر باوصف وعدہ طعام میں بھی حاضر نہ

آنا، دوبارہ بلایا جانا، دستوں کا بہانا فرمانا، حالانکہ نئے اور پرانے شہر دونوں میں روزانہ وعظ کو جانا، وہاں اس حال

اسہال کا مانع نہ آنا، پھر بعد تقاضائے بسیار و شدت انتظار بمشکل تمام حضرات کا تشریف لانا، مجمع میں فتاویٰ

السنہ سنایا جانا، پھلواری صاحب کا تمام جوابوں کو تسلیم فرمانا، پھر یہ گفتگو پیش آنا: جب جواب حق ہیں، مہر کیجیے!

کہا: اس میں صاف ندوہ کا نام لکھا ہے، لہذا مہر نہیں کر سکتا۔ کہا گیا: بہت اچھا، سوالات میں بجائے ندوہ زید و عمر لکھ

کر جوابوں کی تصدیق کیجئے، کہا: کتاب لیے جاتا ہوں، پندرہ دن کی مہلت دیجیے۔ ان سوالوں کے بھی جواب خود

اپنے قلم سے لکھ کر بھیج دوں گا۔ فرمایا گیا: پندرہ دن نہیں، مہینہ بھر کی مہلت سہی۔ الحمد للہ کہ آپ کو ان گمراہوں کی ضلالت تو مسلم رہی۔ کہا: مولانا! ضلالت نہ فرمائیے، مدہانت فرمائیے۔ جلسہ تو ان ٹالے پالے پر ختم ہوا، مگر مہینہ نہ سال، برسیں گزریں۔ جواب نہ دینا تھا، نہ دیا۔

غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا تمام رات قیامت کا انتظار کیا

ان تمام مطالب اور ندوے کی ضلالت اقوال و شاعت مقاصد و مفاسد و مکائد کا حال بوضاحت تام بیان کیا۔ (اور) جب و بغض پر کلام میں کہا:

ندوہ تمام بد دینوں، گمراہوں سے و داد و اتحاد و فرض کرتی ہے کہ اتحاد نہ ہو تو ایمان نہ دارد، اور ایمان نہیں، تو جنت سے کیا سروکار؟ مسلمانان ہند کے سب گناہ معاف ہو سکتے ہیں، سوانا اتفاقی کے۔ سب کلمہ گو حق پر ہیں۔ خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر دیکھتا ہے۔ گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے۔ اس کے معاملے دیکھ کر خدا کی رضا و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے۔ کلمہ گو کیسا ہی بد دین، بد مذہب ہو، ان میں جو زیادہ متقی ہے، خدا کو زیادہ پیارا ہے۔ ان میں جس کی توہین کیجئے، خدا اور رسول پر حرف آتا ہے۔ یہ کلمات اور ان کے امثال خرافات کو اہل ندوہ کی جو روداد ہے، جو مقال ہے، ایسی ہی باتوں سے مالا مال ہے۔ سب صریح و شدید نکال و عظیم وبال و موجب غضب ذی الجلال ہیں۔ امیر المومنین مولیٰ المسلمین شیر خدا مشکل کشا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقدس میں خوارج رحمۃ اللہ علیہ نے ظہور کیا، وہ علما تھے، عباد تھے، قراء کہلاتے، راتیں شب بیداری، اور دن تلاوت قرآن و ذکر باری میں گزارتے، مگر گمراہ تھے، اہل سنت کے مخالف و بدخواہ تھے۔ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ الکریم نے نہ ان کے علم و فضل پر نظر فرمائی، نہ ان سے اخوت اسلامی کی ٹھہرائی، بلکہ ان پر لشکر کشی فرمائی۔ سرشار پر برق بار ذوالفقار چمکائی۔ وہ دس ہزار مولویوں کا ندوہ تھا، فقط دو روپے کے ٹکٹ لے کر مولوی نہ بنتے تھے، بلکہ واقعی علم رکھتے تھے، حدیث جانتے، قرآن پڑھتے تھے۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے شکوک کہ بعینہ وہابیہ کے شکوک تھے، رفع فرمائے۔ پانچ ہزار حق کی طرف رجوع لائے، پانچ ہزار ختم اللہ علی قلوبہم رہے۔ ان پر تیغ شرر بارا شرار شکار اسد کردگار حیدر کرار چمکی، اور ایک ایک کر کے ہر گردن کشیدہ خاک ذلت پر فرش کی۔ وہ خبیث قتل ہو رہے تھے، کسی نے آ کر خبر دی کہ بھاگ کر نہر کے پار گئے۔ عالم ماکان و مایکون صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اسد اللہ الغالب نے فرمایا: ہرگز نہیں ہے ان میں سے دس نہر کے پار نہ جا سکیں گے سب ادھر ہی قتل ہوں گے۔ پھر بہت وثوق کی خبریں آئیں کہ پار بھاگ گئے۔ فرمایا: واللہ وہ ادھر نہ جائیں گے، اس پار ہلاک ہوں گے۔ سچا وعدہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول کا، جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ بالآخر تحقیق ہوا کہ واقعی دس بھی نہ جا سکے، سب اسی طرف کنارہ آب سے کنارہ نار میں جا گزیں ہوئے۔ کسی نے کہا خدا کا شکر ہے کہ جس نے زمین کو ان کی نجاست سے پاک کیا۔ امیر المومنین نے فرمایا: واللہ! وہ ابھی مردوں کی پیٹھ میں ہیں، عورتوں کے پیٹھ میں ہیں، وہ قرن قرن ظاہر ہوتے رہے گے۔ کلما قطع قرن نشأ قرن جب ان کی ایک سنگت

کاٹ دی جائے، دوسری سزا ٹھائے گی۔ حتیٰ بخروج آخر ہم مع المسیح الرجال یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ و جال ملعون کے ساتھ نکلے گا۔

اس وعدہ صادقہ کے مطابق، ایسے مولویوں کی سنگت، ہر زمانہ، ہر قرن میں مختلف نام مختلف صورت سے ظاہر ہوتی رہی، یہاں تک کہ بارہویں صدی میں نجدی خبیث ظاہر ہوا، اور مذہب وہابیہ نے کہ خوارج مخذولین کا سچا فضلہ خوار ہے، شیوع کیا۔ ان کے وہی عقائد وہی مکائد، وہی دھوکے، وہی تلمیس، وہی ادعائے حمل قرآن و حدیث..... ان خبیثوں کا اعتراض تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: ان الحکم الا للہ۔ حکم نہیں مگر اللہ کے، یہ شرک ہوا۔ حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: فابعدوا حکماً من اہلہ و حکماً من اہلہا۔ مردوزن میں خلاف ہو تو ایک حکم اس کے لوگوں سے بھیجو اور ایک حکم اس کے لوگوں سے۔ حدیث میں ہے ینزل عیسیٰ حکماً مقسطاً یعنی عیسیٰ علیہ السلام حاکم عادل ہو کر نزول فرمائیں گے..... یہ وہابیہ، ان خوارج کے شاگرد، کہتے ہیں۔ اہل سنت انبیاء اولیا سے استعانت کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ایساک نعبد و ایساک نستعین۔ ہم تجھی کو پوجیں، ہم تجھی سے مدد چاہیں۔ یہ شرک ہوا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تعاونوا علی البر و التقویٰ۔ نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ حدیث شریف میں ہے: فلیناد اعینونی یا عباد اللہ۔ یوں پکارے مدد کرو میری اے اللہ کے بندو۔

حقیقت ذاتیہ و عطائیہ میں نہ ان خبیثوں نے فرق کیا، نہ انہوں نے۔ کذالک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار۔ یہ سب گمراہ فرقے ائمہ ہدیٰ و اکابر محبوبان خدا کے دشمن ہیں..... رافضیوں کی عداوت تو ہرنچے پر ظاہر۔ اللہ اللہ وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، جن کے فضائل سے ایک شمشیر چمکے۔ وہ صدیقہ بنت الصدیق ام المومنین رضی اللہ عنہ جن کا محبوبہ سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہونا آفتاب نیم روز سے روشن تر..... وہ صدیقہ جن کی تصویر بہشتی حریر میں روح القدس خدمت اقدس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر لائیں..... وہ ام المومنین کہ جبریل امین باا فضل مبین، انہیں سلام کریں، اور ان کے کاشانہ عزت و طہارت میں بے اذن لیے حاضر نہ ہو سکیں..... وہ صدیقہ کہ اللہ عزوجل وحی نہ بھیجے ان کے سوا کسی کے لحاف میں..... وہ ام المومنین کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی سفر میں بے ان کے تشریف لے جائیں، ان کی یاد میں و اعروساہ! فرمائیں..... وہ صدیقہ کہ یوسف صدیق علیہ السلام کی برات کی شہادت اہل زلیخا سے ایک بچہ ادا کرے، بتول مریم کا تبریہ روح اللہ و کلمۃ اللہ فرمائے، مگر ان کی برات و طیب و طہارت کی گواہی میں قرآن کی آیتیں نزول فرمائیں..... وہ ام المومنین کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پانی پینے میں دیکھتے رہیں کہ کوزے میں کس جگہ لب مبارک رکھ کر پانی پیا ہے، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لب ہائے مبارک، خدا پسند، وہیں رکھ کر پانی نوش فرمائیں۔ یہ اشقیائے ملاعنہ خذلہم اللہ ایسے محبوبان خدا اور رسول کے دشمن، ایسوں کے بدگو، ایسوں پر طعنہ زن؛ اور ندوہ مخذولہ ان سب کی دوست، ان سب کی انجمن۔ فاتلہا اللہ من نذیۃ الفتن۔

آدمی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے، اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے، برا کہے تو اس کا کیسا دشمن ہو جائے گا؟ اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اتر آئے گا۔ مسلمانوں کی مائیں ندوہ مخذولہ کی آنکھ میں یوں بے قدر ہوں کہ ان کی بد گوئیوں سے اتحاد و وداد فرض ہو، اتحاد نہ ہو تو ایمان ندارد؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی توہین تو خدا اور رسول کی توہین نہ ٹھہری، مگر رافضیوں و ہابیوں کی توہین، خدا اور رسول کی توہین؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے عداوت والوں کا ایمان (تو) بڑے اعلیٰ درجہ کا ہو، ان میں جو اتنی ہے، اللہ کے نزدیک بڑے رتبہ والا ہو، مگر رافضیوں و ہابیوں سے مخالفت (کرنے والوں کا) کا ایمان ندارد، جنت سے محرومی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

علماء فرماتے ہیں۔ اعدائك ثلاثة تیرے دشمن تین ہیں:

عدوك الذي عاداك ایک تو آپ تیرا دشمن۔

وعدو صديقك اور تیرے دوست کا دشمن۔

و صديق عدوك اور تیرے دشمن کا دوست

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قسم اول کے دشمن تو کھلے کفار ہیں۔

اور قسم دوم کے دشمن روافض، نواصب و خوارج و وہابیہ کہ محبوبان خدا و ائمہ ہدیٰ کے اعدا ہیں۔

اور قسم سوم کے دشمن یہ ہندوی حضرات کہ ان دشمنوں کے دوست ہیں۔

اللہ سب دشمنوں کے شر سے بچائے، اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور ان کے سب دشمنوں سے کامل عداوت عطا

فرمائے، اور اسی حب و بغض پر کہ اسے محبوب و مقبول ہے، دنیا سے اٹھائے۔ آمین!

ہندوی صاحبوں نے مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے ایک بے معنی تحریر و دار میں شائع کی کہ علمائے معظمہ نے ندوہ کی

خوبی و ضرورت پر مہر کر دی۔

اس تحریر کو دیکھتے تو گنتی کے صرف چند ہندی حضرات ہیں، جو بعض بنام ہجرت اور بعض بقصد حج گئے ہوئے تھے، کوئی

کرانے کا، کوئی لکھنؤ کا، کوئی بریلی کا، کوئی کہیں کا، نام کو ایک شخص عرب کا ساکن بھی نہیں۔ علمائے مکہ ہونا تو بڑی بات ہے.....

جب اخباروں، اشتہاروں میں اس بادہ سرائی کا خاکہ اڑا، دماغ میں سمائی کہ علمائے حرمین شریفین کو کچھ دھوکہ دیجیے، کسی طرح

تحریر حاصل کیجیے۔ ایک صاحب بظاہر حج کا نام اور باطن میں اسی مفسدے کا احترام کر کے حرمین پہنچے۔ علمائے کرام مکہ معظمہ بچھ

اللہ تعالیٰ مولوی محمد عبدالحق صاحب الہ آبادی مہاجر و غیرہ علماء کی معرفت اس ندوہ مخذولہ کی شرارت سے چرچ گئے تھے۔ وہاں

دال نہ گئی۔ مدینہ طیبہ میں ہمسایگان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغالطہ دینے کی گلی ملی۔ وہاں سوال کیا کہ:

ایک جلسہ علمائے اہل سنت نے قائم کیا، کہ اس میں طرز عرب پر تعلیم ہو، مساکین و یتامیٰ کی پرورش ہو، ترویج دین

متین ہو، یہ جلسہ کیسا؟ اور جو اس کی تخریب چاہے کیسا؟

اس سوال کا جو جواب تھا، ظاہر تھا۔ ناحق اتنی دور کی تکلیف اٹھائی۔ یہ سوال ہمارے پاس بھیج دیتے، ہم بھی وہی جواب لکھتے، جو اہل مدینہ نے ارشاد فرمایا۔

سوال تو یوں کرنا تھا کہ:

ایک جلسہ سنیوں، رافضیوں، وہابیوں، نیچریوں، غیر مقلدوں سب کا جرگہ بنا کر قائم ہوا، جس نے تمام بد مذہبوں سے اتحاد و وداد فرض کیا، خدا کو انگریزی گورنمنٹ کے مثل بتایا، سب گمراہیوں سے راضی بتایا، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی میں باعتبار عقائد، اسلام و کفر کا فرق مانا۔ تمام بد مذہبوں کو حق پر جانا، دعویٰ مذہب سے عام دست برداری چاہی، مدح و تعظیم کلاب النار حد سے زائد بتائی۔ الیٰ غیر ذلک من الضلالت والدواہی وہ جلسہ کیسا؟ اور جو اس کی اصلاح چاہے کیسا؟

پھر دیکھتے علماء کیا جواب دیتے ہیں؟ ناچار ضرور ہوا کہ جس طرح علمائے ہند کی مہروں سے فتاویٰ السنۃ لا لجام الفتہ روندوہ مخذولہ میں تیار ہوا۔ یوں ہی حضرات علمائے کرام حرمین محترمین زادہما اللہ شرفاً و تکریماً سے بھی استفادہ ہو۔ امر واقعی کا پورا اظہار ہو۔ کتب ندوہ جن میں کلمات ضالہ تحریر ہیں، ساتھ مرسل ہوں کہ عیان و بیان مجتمع ہو کر، جواب مطابق سوال و موافق واقع مکمل ہوں۔ الحمد للہ اعانت الہی و عنایت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ مقصود حاصل ہوا۔ اہل ریب کا ریب زائل ہوا، مولانا فاضل حاجی عبدالرزاق بن عبدالصمد قادری و مولانا فاضل مطوف شیخ احمد بن ضیاء الدین محمد کی نے کہ یہ حاجی امداد اللہ صاحب کے خلیفہ ہیں، اور دونوں صاحب عربی و اردو دونوں زبانوں سے خوب ماہر ہیں، وہ مسئلہ مع کتب ندوہ حضرات علمائے کرام کی خدمت میں پیش کیا اور تصدیقات علیہ و تحقیقات جلیلہ اکابر علما حق عزوجل نے حق کو وضوح بین دیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ وہ فتویٰ یہ ہے، جو اس وقت میرے ہاتھ میں موجود ہے۔ جس کا قدرے خلاصہ حضرات سامعین سے گزارش کرتا ہوں۔

پھر سوال و جواب پڑھے ان کے ترجمے کئے، یہ بیان آٹھ بجے شب سے نماز عشا پڑھتے ہی شروع ہوا تھا ابتدائی بیانات ہی میں وقت بارہ کے قریب پہنچا تو دس ہی جوابوں کا خلاصہ ہونے پایا تھا کہ آدھی رات سے زیادہ وقت گزرا لا جرم بخیاں کلفت بعض سامعین و دعا ہدایت و استقامت سنت پر بیان ختم ہوا اور اکثر مسلمین کو دربار فتویٰ تکمیل اجتماع کا اشتیاق باقی رہا۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین محمد والہ وصحبہ اجمعین۔ آمین



اور نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد جو گاڑی ملتی، اس سے بقیہ سفر پورا فرماتے۔

اس لیے اخیر سفر حج و زیارت ۱۳۲۳ھ میں اگر گاڑی رزرو نہیں ہوتی تو اسٹیشن آگرہ پر گاڑی بدلنے میں نماز کا وقت چلا جاتا، اور نماز نہیں ملتی۔ لیکن گاڑی رزرو کر لینے کی صورت میں بدلنے کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ سکند کلاس کا وہ ڈبہ ہی کاٹ کر دوسری گاڑی بمبئی جانے والی میں جوڑ دیا جاتا، اور نماز باجماعت مل جاتی، باوجودیکہ حضور تنہا تھے، اور گھر کے لوگوں میں کوئی بھی ساتھ نہ تھا کہ وہ سب پہلے ہی بمبئی روانہ ہو چکے تھے۔ صرف ایک خادم حاجی کفایت اللہ صاحب، اور ایک شاگرد مولوی نذیر احمد صاحب جو اس زمانے میں علم تکسیر و جفر سیکھ رہے تھے، ساتھ تھے۔ لیکن دو سو پینتیس (۲۳۵) روپے تیرہ آنے میں سکند کلاس کا ایک ڈبہ ہی رزرو کر لیا تھا۔ باوجودیکہ جناب ننھے میاں صاحب نے مخالفت بھی کی، اور حضور اپنے دونوں بھائیوں کو حد سے زیادہ مانتے تھے، اور ان کی دل شکنی نہیں چاہتے تھے، مگر نماز کے معاملے میں ان کی مخالفت کی بھی پرواہ نہ کی، اور اس قدر کثیر رقم صرف کر کے نماز فجر باجماعت ادا کرنے کے لیے سکند کلاس کا ایک ڈبہ بریلی شریف سے بمبئی تک رزرو کر کے سفر اختیار فرمایا۔ جب آگرہ پہنچے، اور حضور نے باجماعت نماز ادا فرمائی، تو اسٹیشن ہی سے خط تحریر فرمایا کہ الحمد للہ نماز باجماعت ادا ہو گئی، میرے روپے وصول ہو گئے، آگے مفت جا رہا ہوں۔

اگرچہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ آگرہ میں سفر قطع فرمادیتے اور نماز کے لیے اس گاڑی کو چھوڑ دیتے، پھر کسی دوسری گاڑی سے بمبئی تشریف لے جاتے۔ لیکن اس صورت میں اس جہاز سے جس میں صاحبزادہ صاحب اور گھر کے لوگ جا رہے تھے، وہ نہ ملتے، اس طرح نماز باجماعت بھی ادا ہو گئی، اور سب عزیزوں کا جہاز میں ساتھ بھی ہو گیا۔ غرض انہیں احتیاطوں کی وجہ سے اعلیٰ حضرت سفر بہت کم کرتے تھے گویا نہیں کرتے تھے۔ (جلد صفحہ ۴۱)

پہلا سفر برائے حج و زیارت:

اعلیٰ حضرت نے حج و زیارت کے لیے پہلا سفر ۱۲۹۵ھ والدین کریمین کے ساتھ کیا، اس کے بعض نہایت مختصر احوال اہل ملفوظ حصہ دوم میں ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

پہلی بار کی حاضری حضرات والدین ماجدین کی ہمراہ رکاب تھی، اس وقت مجھے تیسواں سال تھا، واپسی میں تین دن طوفان شدید رہا۔ اس کی تفصیل میں بہت طول ہے۔ لوگوں نے کفن پہن لیے تھے۔ حضرت والدہ ماجدہ کا اضطراب دیکھ کر ان کی تسکین کے لیے بے ساختہ میری زبان سے نکلا: آپ اطمینان رکھیں، خدا کی قسم یہ جہاز نہ ڈوبے گا۔ یہ قسم میں نے حدیث ہی کی اطمینان پر کھائی تھی، جس میں کشتی پر سوار ہوتے وقت غرق سے حفاظت کی دعا ارشاد ہوئی ہے، میں نے وہ پڑھ لی تھی۔ لہذا حدیث کے وعدہ صادق پر مطمئن تھا۔ پھر قسم نکل جانے پر خود مجھے اندیشہ ہوا، اور معا حدیث یاد آئی: من یتال علی اللہ بکذبہ حضرت عزت کی طرف رجوع کی، اور سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگی۔ الحمد للہ وہ مخالف ہوا کہ تین دن سے شدید

چل رہی تھی، دو گھڑی میں بالکل موقوف ہو گئی، اور جہاز نے نجات پائی۔

ماں کی محبت و تین شبانہ روز کی تکلیف یاد تھی، مکان میں قدم رکھتے ہی پہلا لفظ مجھ سے یہ فرمایا: حج فرض، اللہ تعالیٰ نے ادا

فرمادیا، اب میری زندگی بھر دوبارہ ارادہ نہ کرنا۔ (صفحہ ۳۲۲)

دوسرا سفر برائے حج و زیارت:

اعلیٰ حضرت نے دوسرا حج و زیارت ۱۳۲۳ھ میں کیا، اس کے کچھ تفصیلی المفلو ظ حصہ دوم میں ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

دوسری بار جب مکہ معظمہ حاضر ہوا، یکا یک جانا ہو گیا، پہلے سے کوئی ارادہ نہ تھا۔ ننھے میاں (برادر خورد) اور حامد رضا

خان (خلف اکبر) مع متعلقین بارادہ حج روانہ ہوئے۔ لکنو تک ان لوگوں کو پہنچا کر میں واپس آ گیا، لیکن طبیعت میں ایک قسم کا

انتشار رہا، ایک ہفتہ یہاں رہا، طبیعت سخت پریشان رہی۔

ایک روز عصر کے وقت زیادہ اضطراب ہوا، اور دل وہاں کی حاضری کے لیے بے چین ہوا۔ بعد مغرب مولوی نذیر احمد

صاحب کو اسٹیشن بھیجا کہ جا کر بمبئی تک سکنڈ کلاس رزرو کرالیں کہ نمازوں کا آرام رہے۔ انہوں نے اسٹیشن ماسٹر سے گاڑی

مانگی، اس نے پوچھا: کس ٹرین سے ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا: اسی شب کی دس بجے والی گاڑی سے۔ وہ بولا: یہ گاڑی نہیں مل سکتی

ہے۔ اگر آپ کو اس سے جانا تھا تو چوبیس گھنٹے پیشتر اطلاع دیتے۔ پچارے مایوس ہو کر لوٹنا چاہتے تھے کہ ایک ٹکٹ کلکٹر جو

قریب ہی رہتا تھا مل گیا، اس نے کہا: تم گھبراؤ مت، میں چلا ہوں، اور اسٹیشن ماسٹر سے جا کر کہا کہ یہ تو مجھ سے کل کہہ گئے تھے،

میں آپ سے کہنا بھول گیا۔ اس نے ایک سو تریسٹھ روپے پانچ آنہ لے کر سکنڈ کلاس کا کمرہ رزرو کرادیا۔ عشا کی نماز سے اول

وقت فارغ ہو گیا، صرف والدہ ماجدہ سے اجازت لینا باقی رہ گئی، جو نہایت اہم مسئلہ تھا، اور گویا اس کا یقین تھا کہ وہ اجازت نہ

دیں گی، کس طرح عرض کروں؟ اور بغیر اجازت والدہ حج نفل کو جانا حرام۔ آخر کار اندر مکان میں گیا، دیکھا کہ والدہ ماجدہ چادر

اوڑھے آرام فرما رہی ہیں۔ میں نے آنکھیں بند کر کے قدموں پر سر رکھ دیا، وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھیں، اور فرمایا: کیا ہے؟ میں نے کہا:

حضور! مجھے حج کی اجازت دیجیے۔ پہلا لفظ جو فرمایا، یہ تھا: خدا حافظ۔ یہ انہیں دعاؤں کا اثر تھا، میں اٹھے بیروں باہر آیا، اور فوراً

سوار ہو کر اسٹیشن پہنچا۔ بعد واپسی معلوم ہوا کہ میں اسٹیشن تک نہ پہنچا ہوں گا، اور انہوں نے فرمایا: میں اجازت نہیں دیتی، اسے

بلا لو۔ مگر میں جا چکا تھا، کون بلاتا؟ چلتے وقت جس لگن میں، میں نے وضو کیا تھا، اس کا پانی واپسی تک نہ بھیکنے دیا کہ اس کے وضو کا

پانی ہے۔

بریلی کے اسٹیشن سے میں نے ایک تارا پنی روانگی کا بمبئی روانہ کر دیا۔ وہاں سب نے یہ خیال کیا کہ شاید حسن میاں (اعلیٰ

حضرت کے مدظلہ کے بچھلے بھائی) تشریف لارہے ہیں۔ اس واسطے کہ ان کا سال آئندہ میں ارادہ تھا۔ میرا کسی کو گمان بھی نہ

تھا۔ غرض دن کے دن تک سب کو تذبذب رہا، اور ادھر مجھے راستہ میں ایک دن کی دیر ہو گئی۔ آگرہ میں میل نکل گیا اور ہماری

گاڑی نے پنجر کا انتظار کیا۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے اسٹیشن ماسٹر سے پوچھا کہ ہماری گاڑی کیوں کاٹ کر جدا کر لی؟ کہا: میل رزرو نہ تھا، آپ کو پنجر میں جانا ہوگا۔

یہاں تک کہ وہ دن آ گیا جس روز حجاج بمبئی کے قرنطینہ میں داخل ہوئے تھے، اور میں اس وقت تک نہ پہنچ سکا۔ اب سخت مشکل کا سامنا تھا کہ ہمارے لوگ قرنطینہ میں داخل ہو جائیں گے، اور میں رہ گیا۔ اب جانا کیوں کر ہوگا؟ یہ دن پنجشنبہ کا ہے، تارا چکا تھا کہ پنجشنبہ کو بھپارہ ہو کر لوگ قرنطینہ میں داخل ہو جائیں گے۔ گاڑی کٹ جانے نے یہ تاخیر کی کہ جمعہ کے دن صبح ۸ بجے پہنچا۔ اسٹیشن پر دیکھا کہ بمبئی کے احباب کا ہجوم ہے، حاجی قاسم وغیرہ گاڑیاں لیے موجود ہیں۔ سلام و مصافحہ کے بعد پہلا لفظ جو انہوں نے کہا یہ تھا: شہر کونہ چلیے، سیدھے قرنطینہ چلیے، ابھی آپ کے لوگ داخل نہیں ہوئے۔ میں شکر الہی بجالایا، اور اپنے لوگوں کے ساتھ داخل قرنطینہ ہوا۔ یہ حدیث کی انہیں دعاؤں کی برکت تھی کہ گئی ہوئی مراد عطا فرمائی۔

میں نے واقعہ پوچھا۔ وہاں کے لوگوں نے کہا: عجیب ہے، اور سخت عجیب ہے، ایسا کبھی نہیں ہوا۔ پنجشنبہ کو روز موعود پر ڈاکٹر آیا، اور آدھے لوگوں کو پھپھارا دیا کہ دفعۃً اسے سخت گھبراہٹ ہوئی، اور کہا کہ باقی پھپھارا کل ہوگا۔ یوں تمہارے لوگ باقی رہ گئے اب ایک اور وقت پیش آئی کہ اس جہاز کا ٹکٹ بالکل ختم ہو چکا تھا، جس میں ہمارے لوگ جانے والے تھے۔ بجزوری دوسرے جہاز کا ٹکٹ خریدا، اور وہ بھی تیسرے درجہ کا ملا، جس کی حکمت آگے ظاہر ہوگی۔ حدیث کی دعائیں پڑھیں کہ سرکار مجھے اپنوں کا ساتھ عطا فرمائیں، ان سے چھوٹ کر میں تنہا کیوں کر حاضر ہوں گا؟ تلاش کی گئی کہ اس جہاز میں کوئی صاحب ایسے ہیں، جو اکیلے جانے والے ہوں، جنہیں یہ اور وہ دونوں جہاز برابر ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ کی رحمت کہ ایک بڑے میاں ہمارے ہی ضلع بریلی مقام بیڑی کے ساکن مل گئے، جنہوں نے بخوشی ٹکٹ بدل لیا۔ وہ اس جہاز میں گئے، اور میں بفضلہ تعالیٰ اپنے ساتھیوں کے جہاز میں رہا۔ سرکار نے پہلا ٹکٹ تیسرے درجہ کا اسی لیے دلویا تھا کہ وہ بڑے میاں ملنے والے تھے، جن کا ٹکٹ تیسرے درجہ کا تھا، ان سے تبدیل میں مالی نقصان نہ ہو۔ بعد قرنطینہ اس جہاز پر سوار ہو کر سوا سو روپیہ داخل کر کے اول درجہ کا ٹکٹ تبدیل کر لیا۔

جب عدن کے قریب جہاز پہنچا، میں نماز عصر پڑھ رہا تھا۔ نماز میں ایک عربی صاحب کی آواز میرے کان میں پہنچی کہ سمت قبلہ یہ نہیں ہے۔ میں نے کچھ خیال نہ کیا، اس لیے کہ میں موامرہ ہندسیہ سے عدن و کامران کی سمت قبلہ نکال چکا تھا۔ وہ اتنی دیر کے میں نے نماز پڑھی، وظیفہ پڑھا، بیٹھے رہے۔ جب میں فارغ ہوا تو ان سے پوچھا: اس وقت بتائیے، سمت قبلہ کدھر ہے؟ اور پانچ منٹ پہلے کس طرف تھی؟ اور حساب لگا کر سمجھایا تو اس سمت قبلہ ہی نماز ہوئی، جس کو انہوں نے بھی تسلیم کر لیا۔

کامران میں قیام:

جب کامران آیا، قرنطینہ میں داخل ہوئے، وہاں دس روز ٹھہرنا ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان ترکی کارکنوں کو جزائے خیر دے۔ حجاج کو ایسا آرام دیا کہ لوگوں کو میں نے یہ کہتے سنا کہ حج کا وقت قریب ہے ورنہ کچھ دنوں بیمار رہتے، اور یہاں کے آرام کا لطف

اٹھاتے۔ بمبئی میں کیا مجال تھی کہ کوئی اس احاطہ سے باہر قدم رکھتا۔ احاطہ کے اندر ہر بات کی روک ٹوک تھی۔ سپاہی قصدِ احجاج کو تنگ کرتے تھے۔

یہاں میں نے سنا کہ کامران سے کوئی ایک میل فاصلہ پر کسی بزرگ کا مزار ہے۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے حاضری کا ارادہ کیا۔ ترکی ڈاکٹر سے پوچھا: بکشادہ پیشانی اجازت دی اور کہا: آپ کے ساتھ کے آدمی ہوں گے؟ میں نے کہا: دس بارہ۔ ان سب کو بھی اجازت دی، اور ہم زیارت سے فارغ ہو کر آئے۔

جہاز اور کامران میں تقریباً روزانہ میرے بیانات ہوتے، جس میں اکثر مناسک حج کی تعلیم ہوتی، اور وہ، جو ہمیشہ میرے بیان کا مقصود اعظم رہتا ہے، یعنی تعظیم شان حضور سید عالم۔ ایک بہت بڑا رئیس بھی جہاز میں تھا، شریک و عظم ہوتا، مسائل سنا کرتا، مگر تعظیم شان اقدس کے ذکر کے وقت اس کے چہرہ پر بشارت کی جگہ کدورت ہوتی۔ میں سمجھا کہ وہابی ہے۔ دریافت کیے سے معلوم ہوا کہ گنگوہی صاحب کا مرید ہے۔ اس روز میں نے روئے سخن رڈ وہابیہ و گنگوہی کی طرف پھیرا۔ جبراً قہراً استتار ہا، مگر دوسرے دن سے بیان میں نہ آیا۔ میں نے حمد کی کہ جلسہ پاک ہوا۔

اب یہاں کامران میں نو دن ہو چکے کل جہاز پر جانا ہے۔ دفعۃً رات کو میرے سب ساتھیوں کو درد شکم و اسہال عارض ہوا۔ میرے درد تو نہ تھا، مگر پانچ بار اجابت کو مجھے جانا ہوا۔ دن چڑھ گیا، اور ڈاکٹر کے آنے کا وقت ہوا، باہر ترکی مرد اور اندر عورتوں کو ترکیہ عورت روزانہ آ کر دیکھا کرتے۔ میرے بھائی ننھے میاں سلمیٰ کو اندیشہ ہوا، اور عزم کر لیا کہ اپنی حالتوں کو ڈاکٹر سے کہہ دو۔ مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے کہا: اگر بیمار سمجھ کر روک لیے گئے، اور حج کا وقت قریب ہے، معاذ اللہ وقت پر نہ پہنچ سکے، تو کیسا خسارہ ہوگا؟ کہا: اب ڈاکٹر اور ڈاکٹر نی آتے ہوں گے۔ اگر انہیں اطلاع ہوئی، تو ہمارا نہ کہنا انہما میں ٹھہرے گا۔ میں نے کہا: ذرا ٹھہرو! میں اپنے حکیم سے کہہ لوں۔

مکان سے باہر جنگل میں آیا، اور حدیث کی دعائیں پڑھیں، اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے استمداد کی کہ دفعۃً سامنے سے حضرت سید شاہ غلام جیلانی صاحب سجادہ نشین سرکار بانسہ شریف کے اولاد اجماد حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے تھے، اور بمبئی سے ہمارا ان کا ساتھ ہو گیا تھا، سامنے سے تشریف لائے، ان کی تشریف آوری فال حسن تھی۔ میں نے ان سے بھی دعا کو کہا، انہوں نے بھی دعا فرمائی۔ مجھے مکان سے باہر آئے شاید دس منٹ ہوئے ہوں گے، اب جو مکان میں جا کر دیکھا بھگد اللہ سب کو ایسا تندرست پایا کہ گویا مرض ہی نہ تھا، درد وغیرہ کیسا؟ اس کا ضعف بھی نہ رہا۔ سب ڈھائی تین میل پیادہ چل کر سمندر کے کنارے پہنچے۔

جدہ میں غیبی نصرت:

جدہ شریف میں جب جہاز پہنچا، حجاج کی بیحد کثرت، اور جانے کا صرف ایک راستہ، جو دو طرفہ ٹیوں سے بہت دور تک محدود۔ بھلا ایسی حالت میں کس طرح گزر رہو؟ (جب کہ) زنانی سواریاں ساتھ۔ پانچ گھنٹے اسی انتظار میں گزر گئے کہ ذرا ہجوم

کم ہو تو سوار یوں کو لے چلیں۔ لیکن اس وقت تک سلسلہ منقطع نہ ہونا تھا، نہ ہوا۔ یہاں تک کہ دوپہر قریب ہو گیا۔ دھوپ اور بھوک اور پیاس سب باتیں جمع تھیں کہ ننھے میاں اور سب لوگ نہایت پریشان۔ جب بہت دیر ہو گئی، تو ننھے میاں اور حامد رضا خان نے مجھ سے آ کر کہا: یہاں آخر کب تک بھوکے پیاسے دھوپ میں کھڑے رہیں گے؟ میں نے کہا: تمہیں جلدی ہے، تو جاؤ۔ میں تا وقتیکہ بھیڑ کم نہ ہو، زانی سوار یوں کو نہیں لے جاؤں گا۔ اب کسی کی مجال تھی، جو کچھ کہتا، مجبوراً خاموش ہو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک عربی صاحب جن کو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، میرے پاس تشریف لائے، اور بعد سلام علیک پہلا لفظ یہ فرمایا: یا شیخ مالی اراک حزینا کیا سبب ہے کہ میں آپ کو پریشان دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا: پریشانی ظاہر ہے ہمارے ساتھ مستورات ہیں، اور مردوں کا یہ کثیر ہجوم ہے، پانچ گھنٹے یہیں کھڑے ہو گئے، فرمایا: اپنے مردوں کا حلقہ بنا کر عورتوں کو درمیان میں لے لو اور میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ غرض حلقہ میں عورتوں کو لے کر ان عربی صاحب کے پیچھے ہو لیے ہم نے دیکھا کہ راستہ میں ہمارے شانے سے بھی کسی غیر شخص کا شانہ نہیں لگا۔ جب راستہ طے ہوا، فوراً وہ عربی صاحب نظروں سے غائب ہو گئے۔

جدہ پہنچنے ہی مجھے بخارا گیا، اور میری عادت ہے کہ بخار میں سردی بہت معلوم ہوتی ہے۔ محاذاتِ یلملم سے بحمد اللہ تعالیٰ احرام بندھ چکا تھا۔ اس سردی میں رزائی گردن تک اوپر سے ڈال لیتا کہ احرام میں چہرہ چھپانا منع ہے، سو جاتا، آنکھ کھلتی، تو بحمد اللہ تعالیٰ رزائی گردن سے اصلاً نہ بڑھی ہوتی۔ تین روز جدہ میں رہنا ہوا، اور بخارا ترقی پر ہے۔ آج چل کر جدہ کے کھلے میدان میں رات بسر کرنی ہوگی، بخار میں کیا حالت ہوگی؟ سرکارِ اقدس سے عرض کی۔ بحمد اللہ تعالیٰ بخار معاً جاتا رہا، اور تیرہویں تک عود نہ کیا۔ گیارہویں ذی الحجہ کو بفضلہ تعالیٰ بہت لطف کا طواف نصیب ہوا، طواف زیارت کے لیے، کہ بعد وقوفِ عرفہ فرض ہے، عام حجاج دسویں ہی کو منیٰ سے مکہ معظمہ جاتے ہیں۔ میرے ساتھ مستورات تھیں، خود بھی بخارا اٹھائے ہوئے تھا، گیارہویں کو بعد زوالِ ریحہ کے اوتھوں پر مع مستورات روانہ ہوا۔ حرم شریف میں نماز عصر ادا کی، آج تمام حجاج منیٰ میں تھے حرم شریف میں صرف پچیس تیس آدمی یہ طواف نہایت اطمینان سے ہوا۔ ہر بار جی بھر کر سنگ اسود شریف پر منہ ملانا، اور بوسہ لینا نصیب ہوتا۔ ایک عربی صاحب کو جنہیں پہچانتا نہیں مولیٰ تعالیٰ نے بے کہے مہربان فرمادیا، یہ ہر پھیرے کے ختم پر چند آدمی جو طواف کر رہے تھے انہیں روک کر کھڑے ہو جاتے کہ بہنوں کو سنگ اسود شریف کا بوسہ لینے دو۔ یوں ہر پھیرے پر میرے ساتھ کی مستورات بھی شربہ بوسہ سنگ اسود ہوئیں۔ والحمد للہ و تقبل اللہ

بعد ختم طواف میں دیوارِ کعبہ معظمہ سے لپٹا، اور غلاف مبارک ہاتھ میں لے کر یہ دعا عرض کرنی شروع کی: یا اجد یا ماجد لا تنزل عنی نعمة العمتها علی اور بہت پر کیف رقت طاری ہوئی کہ آزادی اور یکسوئی تھی، مگر تھوڑی دیر کے بعد ایک عربی صاحب میرے برابر آ کر کھڑے ہوئے، اور باواز چلا کر رونا شروع کیا، ان کے چلانے سے کچھ طبیعت عثی، پھر خیال آیا ممکن کہ یہ مقبولان بارگاہ سے ہوں، اور ان کے قرب کا فیض مجھ پر تجلی ڈالے، اس تصور سے پھر اطمینان ہو گیا، مغرب

پڑھ کر منیٰ کو واپس آئے۔ جب بفضلہ تعالیٰ تمام مناسک حج سے فارغ ہو لیے، تیرہویں تاریخ بخار نے عود کیا، میں نے کہا: اب آیا کیجیے، ہمارا کام اللہ رب العزت نے پورا کر دیا۔

مولانا سید اسماعیل خلیل مکی سے ملاقات:

بعد فراغ مناسک کتب خانہ حرم محترم کی حاضری کا مشغل رہا۔ پہلے روز جو حاضر ہوا، حامد رضا خاں ساتھ تھے۔ محافظ کتب حرم ایک وجیہہ جمیل عالم نبیل مولانا سید اسماعیل تھے۔ یہ پہلا دن ان کی زیارت کا تھا، یہ حضرت مثل دیگر اکابر مکہ مکرمہ اس فقیر سے عابانہ خلوص تام رکھتے تھے، جس کا سبب میرے فتویٰ مکی بہ فتاویٰ الحرمین لرجف ندوة المین تھا کہ سات برس پہلے ۱۳۱۶ھ میں رندوہ کے لیے اٹھائیس سوال و جواب پر مشتمل، جسے میں نے بیس گھنٹے سے کم میں لکھا تھا، بذریعہ بعض حجاج خادمان دین ان حضرات کے حضور پیش ہوا، اور انہوں نے گراں بہا تقریظات سے اسے مزین فرمایا، اور فقیر کو بے شمار اعلیٰ درجے کے کلمات دعا و ثنا کا شرف دیا اور وہ مع ترجمہ ایک مبسوط کتاب ہو کر بمبئی ۱۳۱۷ھ میں طبع ہو کر شائع ہو چکا تھا۔ اس وقت سے مولیٰ عزوجل نے اس ذرہ بے مقدار کی کمال محبت و وقعت ان جلیل قلوب میں ڈال دی تھی۔ مگر ملاقات ظاہری نہ ہوئی تھی۔ حضرت مولانا موصوف سے کچھ کتابیں مطالعہ کے لیے نکلوائیں۔ حاضرین میں سے کسی نے اس مسئلہ کا ذکر کیا کہ قبل زوال ری کیسی؟ مولانا نے فرمایا: یہاں کے علمائے جواز پر فتویٰ دیا ہے۔ حامد رضا خاں سے اس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی، مجھ سے استفسار ہوا۔ میں نے کہا: خلاف مذہب ہے۔ مولانا سید صاحب نے ایک متداول کتاب کا نام لیا کہ اس میں جواز کو علیہ الفتویٰ لکھا ہے۔ میں نے کہا: ممکن کہ روایت جواز ہو، مگر علیہ الفتویٰ ہرگز نہ ہوگا۔ وہ کتاب لے آئے، مسئلہ نکالا، اور اسی صورت سے نکلا جو فقیر نے گزارش کی تھی۔ یعنی اس میں علیہ الفتویٰ کا لفظ نہ تھا۔ حضرت مولانا نے حامد رضا سے کان میں جھک کر مجھے پوچھا، یہ کون ہے؟ اور حامد رضا خان کو بھی نہ جانتے تھے، مگر اس وقت گفتگو انہیں سے ہو رہی تھی، لہذا ان سے پوچھا۔ انہوں نے میرا نام لیا۔ نام سنتے ہی حضرت مولانا وہاں سے اٹھ کر بے تابانہ دوڑتے ہوئے آ کر فقیر سے لپٹ گئے، پھر تو بحمد اللہ تعالیٰ و داد نے کامل ترقی کی۔

اس بار سرکار حرم محترم میری حاضری بے اپنے ارادے کے جس غیر متوقع طور اور غیر معمولی طریقوں پر ہوئی، اس کا کچھ بیان اوپر ہو چکا ہے۔ وہ حکمت الہیہ یہاں آ کر کھلی۔ سننے میں آیا کہ وہاں پہلے سے آئے ہوئے ہیں، جن میں خلیل احمد ایٹھوی، اور بعض وزراء ریاست و دیگر اہل ثروت بھی ہیں۔ حضرت شریف تک رسائی پیدا کی ہے، اور مسئلہ علم غیب چھڑا ہے، اور اس کے متعلق کچھ سوال اعلم علمائے مکہ حضرت مولانا شیخ صالح کمال سابق قاضی مکہ، و مفتی حنفیہ کی خدمت میں پیش ہوا ہے۔

حضرت مفتی احتاف کی خدمت میں:

میں حضرت موصوف کی خدمت میں گیا۔ حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے

صاحبزادے عزیز مولوی عبدالاحد صاحب بھی ہمراہ تھے۔ میں نے بعد سلام و مصافحہ مسئلہ علم غیب کی تقریر شروع کی، اور دو گھنٹے تک اسے آیات و احادیث و اقوال ائمہ سے ثابت کیا، اور مخالفین جو شہادت کیا کرتے ہیں، ان کا رد کیا۔ اس دو گھنٹے تک حضرت موصوف محض سکوت کے ساتھ ہمہ تن گوش ہو کر میرا منہ دیکھتے رہے۔ جب میں نے تقریر ختم کی، چپکے اٹھے، قریب الماری رکھی تھی، وہاں تشریف لے گئے، اور ایک کاغذ نکال لائے، جس پر مولوی سلامت اللہ صاحب رامپوری کے رسالہ اعلام الاذکیا کے اس قول کے متعلق کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شیء علیم لکھا، چند سوال تھے، اور جواب کی چار سطریں نا تمام اٹھالائے۔ مجھے دکھایا، اور فرمایا: تیرا آنا اللہ کی رحمت تھا، ورنہ مولوی سلامت اللہ کے کفر کا فتویٰ یہاں سے جا چکتا۔ میں حمد الہی بجالایا، اور فرودگاہ پر واپس آیا۔

مولانا سے مقام قیام کا کوئی تذکرہ نہ آیا تھا، اب وہ فقیر کے پاس تشریف لانا چاہتے ہیں، اور حج کا ہنگامہ، اور جائے قیام نہ معلوم۔ آخر خیال فرمایا کہ ضرور کتب خانہ میں آیا کرتا ہوگا۔ ۲۵ رزی الحجہ ۱۳۲۳ھ کی تاریخ ہے، بعد نماز عصر، میں کتب خانے کے زینے پر چڑھ رہا ہوں، پیچھے سے ایک آہٹ معلوم ہوئی، دیکھا، تو حضرت مولانا شیخ صالح کمال ہیں۔ بعد سلام و مصافحہ دفتر کتب خانہ میں جا کر بیٹھے۔ وہاں حضرت مولانا سید اسماعیل اور ان کے نوجوان سعید رشید بھائی سید مصطفیٰ اور ان کے والد ماجد مولانا سید خلیل، اور بعض حضرت بھی کہ اس وقت یاد نہیں تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جیب سے ایک پرچہ نکالا، جس پر علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے۔ یہ وہی سوال تھے جن کا جواب مولانا نے شروع کیا تھا، اور تقریر فقیر کے بعد چاک فرما دیا تھا۔ (مولانا نے) مجھ سے فرمایا: یہ سوال وہابیہ نے حضرت سیدنا کے ذریعہ سے پیش کیے ہیں، اور آپ سے جواب مقصود ہے۔ سیدنا وہاں شریف مکہ کو کہتے ہیں کہ اس وقت شریف علی پاشا تھے۔ میں نے مولانا سید مصطفیٰ سے گزارش کی کہ قلم و دوات دیجیے۔ حضرت مولانا شیخ کمال، مولانا سید اسماعیل، مولانا سید خلیل سب اکابر نے کہ تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا کہ ہم ایسا فوری جواب نہیں چاہتے، بلکہ ایسا جواب ہو کہ خبیثوں کے دانت کھٹے ہوں۔ میں نے عرض کی کہ اس کے لیے قدرے مہلت چاہیے، دو گھڑی دن باقی ہے، اس میں کیا ہو سکتا ہے؟ حضرت مولانا شیخ کمال نے فرمایا کہ کل سہ شنبہ، پرسوں چہار شنبہ ہے۔ ان دو روز میں ہو کر پنج شنبہ کو مجھے مل جائے کہ میں شریف کے سامنے پیش کر دوں۔

الدولة النکیة کی تالیف:

میں نے اپنے رب عزوجل کی عنایت اور اپنے نبی کی اعانت پر بھروسہ کر کے وعدہ کر لیا اور شان الہی کہ دوسرے ہی دن سے بخار نے پھر عود کیا، اسی حالت تپ میں رسالہ تصنیف کرتا اور حامد رضا خان تمبھن کرتے۔ اس کا شہرہ مکہ معظمہ میں ہوا کہ وہابیہ نے فلاں کی طرف سوال متوجہ کیا ہے، اور وہ جواب لکھ رہا ہے۔ میں نے اس رسالہ میں غیوب خمسہ کی بحث نہ چھیڑی تھی کہ سائلوں کے سوال میں نہ تھی، اور مجھے بخار کی حالت میں بکمال تعجیل قصد تکمیل۔

شیخ الخطبا کا اشتیاقِ سماعت:

آج ہی کہ میں لکھ رہا ہوں حضرت شیخ الخطبا، کبیر العلماء مولانا شیخ احمد ابوالخیر مرداد کا پیغام آیا کہ میں پاؤں سے معذور ہوں اور تیرا رسالہ سننا چاہتا ہوں۔ میں اسی حالت میں جتنے اوراق لکھے گئے تھے، لے کر حاضر ہوا۔ رسالہ کی قسم اول ختم ہو چکی تھی جس میں اپنے مسلک کا ثبوت ہے۔ قسم دوم لکھی جا رہی تھی جس میں وہابیہ کا رد اور ان کے سوالوں کا جواب ہے۔ حضرت شیخ الخطبا نے اول تا آخر سن کر فرمایا: اس میں علمِ خمس کی بحث نہ آئی۔ میں نے عرض کی کہ سوال میں نہ تھی۔ فرمایا: میری خواہش ہے کہ ضرور زیادہ ہو میں نے قبول کیا۔ رخصت ہوتے وقت ان کے زانوئے مبارک کو ہاتھ لگایا، حضرت موصوف نے بآں فضل و کمال وہاں کبر سال کہ عمر شریف ستر برس سے متجاوز تھی یہ لفظ فرمایا کہ: انا قبل ارجلکم انا قبل نعالکم میں تمہارے قدموں کو بوسہ دوں میں تمہارے جوتوں کو بوسہ دوں۔ یہ میرے حبیبِ کریم کی رحمت کہ ایسے اکابر کے قلوب میں اس بے وقعت کی یہ وقعت؟ میں واپس آیا، اور شب ہی میں بحثِ خمس کو بڑھایا۔

اب دوسرا دن چہار شنبہ کا ہے، صبح کی نماز پڑھ کر حرم شریف سے آتا ہوں کہ مولانا سید عبدالحی ابن مولانا سید عبدالکبیر محدث ملک مغرب جن کی اس وقت تک چالیس کتابیں علوم حدیثیہ و دینیہ میں مصر میں چھپ چکی تھیں، ان کا خادم پیام لایا کہ مولانا تجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ وعدے میں آج ہی کا دن باقی ہے، اور ابھی بہت کچھ لکھنا ہے، عذر کر بھیجا کہ آج کی معافی دیں کل میں خود حاضر ہوں گا۔ فوراً خادم واپس آیا کہ میں آج ہی مدینہ طیبہ جاتا ہوں، تمبریز ہو چکی ہے یعنی قافلے کے اونٹ بیرون شہر جمع ہو لیے ہیں، ظہر پڑھ کر سوار ہو جاؤں گا۔ اب میں مجبور ہوا اور مولانا کو تشریف آوری کی اجازت دی۔ وہ تشریف لائے اور علوم حدیث کی اجازتیں فقیر سے طلب فرمائی، اور لکھوائی، اور علمی مذاکرات ہوتے رہے، یہاں تک کہ ظہر کی اذان ہوئی۔ وہاں زوال ہوتے ہی معاذان ہو جاتی ہے۔ میں اور وہ نماز میں حاضر ہوئے، بعد نماز وہ عازم مدینہ طیبہ ہوئے، اور میں فرودگاہ پر آیا۔

الدولة المکیة شریف مکہ کے دربار میں:

آج کے دن کا بڑا حصہ یوں بالکل خالی گیا، اور بخار ساتھ ہے۔ بقیہ دن میں بعد عشاء فضل الہی اور عنایت رسالت پناہی نے کتاب کی تکمیل و تمییز سب پوری کرادی۔ الدولة المکیة بالمادة الغیبة اس کا تاریخی نام ہوا، اور پنج شنبہ کی صبح ہی کو حضرت مولانا شیخ صالح کمال کی خدمت میں پہنچادی گئی۔ مولانا نے دن میں اسے کامل طور پر مطالعہ فرمایا، اور شام کو شریف صاحب کے یہاں لے کر تشریف لے گئے۔ عشا کی نماز وہاں شروع وقت پر ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد سے نصف شب تک عربی گھڑیوں میں چھ بجتے ہیں، شریف علی پاشا کا دربار ہوتا تھا۔ حضرت مولانا نے دربار میں کتاب پیش کی، اور علی الاعلان فرمایا: اس شخص نے وہ علم ظاہر کیا، جس کے انوار چمک اٹھے، اور جو ہماری خواب میں بھی نہ تھا۔ حضرت شریف نے کتاب پڑھنے کا حکم دیا۔ دربار میں دو وہابی بھی بیٹھے تھے۔ ایک احمد فکیہ کہلاتا، دوسرا عبدالرحمن اسکوبی۔ انہوں نے مقدمہ کتاب کی آمد

ہی سن کر سمجھ لیا کہ یہ کتاب رنگ بدل دے گی، شریف ذی علم ہے، مسئلہ ان پر منکشف ہو جائے گا۔ لہذا چاہا کہ سننے نہ دیں، بحث میں الجھا کر وقت گزار دیں۔ کتاب پر کچھ اعتراض کیا۔ حضرت مولانا شیخ کمال نے جواب دیا، آگے بڑھے۔ انہوں نے پھر ایک مہمل اعتراض کیا، حضرت مولانا نے جواب دیا، اور فرمایا: کتاب سن لیجیے، پوری کتاب سننے سے پہلے اعتراض بے فائدہ ہے، ممکن ہے کہ آپ کے شکوک کا جواب کتاب ہی میں آئے، اور نہ ہو تو میں جواب کا ذمہ دار ہوں، اور مجھ سے نہ ہو سکا تو مصنف موجود ہے۔ یہ فرما کر آگے پڑھنا شروع کیا، کچھ دور پہنچے تھے انہیں الجھانا مقصود تھا، پھر معترض ہوئے۔ اب حضرت مولانا نے حضرت شریف سے کہا: یاسیدنا! حضرت کا حکم ہے کہ میں کتاب پڑھ کر سناؤں، اور یہ جا بجا بے جا الجھتے ہیں، حکم ہو تو ان کے اعتراضوں کا جواب دوں یا حکم ہو تو کتاب سناؤں۔ شریف نے فرمایا: اقرآ آپ پڑھیے۔ اب ان کی ہاں کو کوننا کر سکتا تھا؟ معترضوں کا منہ مارا گیا، اور مولانا کتاب سناتے رہے۔ اس کے دلائل قاہرہ سن کر مولانا شریف نے باوا بلند فرمایا: اللہ يعطى وهؤلاء يمنعون یعنی اللہ تو اپنے حبیب کو علم غیب عطا فرماتا، اور یہ وہابیہ منع کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ نصف شب تک نصف کتاب سنائی۔ اب دربار برخواست ہونے کا وقت آ گیا۔ شریف صاحب نے حضرت مولانا سے فرمایا: یہاں نشانی رکھ دو۔ کتاب بغل میں لے کر بالا خانہ پر تشریف لے گئے، وہ کتاب آج تک انہیں کے پاس ہے۔

الدولة المکیة کی اکابر علمائے مکہ میں مقبولیت:

اصل سے متعدد نقلیں مکہ معظمہ کے علمائے کرام نے لیں، اور تمام مکہ معظمہ میں کتاب کا شہرہ ہوا، وہابیہ پر اوس پڑ گئی۔ بفضلہ تعالیٰ سب لوہے ٹھنڈے ہو گئے۔ گلی کوچے میں مکہ معظمہ کے لڑکے ان سے تمسخر کرتے کہ اب کچھ نہیں کہتے، اب وہ جوش کیا ہوئے، اب وہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علوم غیب ماننے والوں کو کافر کہنا کدھر گیا؟ تمہارا کفر و شرک تمہیں پر پلٹا۔ وہابیہ کہتے، اس شخص نے کتاب میں منطقی تقریریں بھر کر شریف پر جادو کر دیا۔ مولیٰ عزوجل کا فضل، حبیب اکرم کا کرم کہ علمائے کرام نے کتاب پر دھوم دھامی تقریریں لکھنی شروع کیں۔ وہابیہ کا دل جلتا، اور بس نہ چلتا، آخر اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح فریب کر کے تقریظات تلف کر دی جائیں، ایک جگہ جمع ہوئے اور حضرت مولانا شیخ مراد ادا سے عرض کی کہ ہم بھی کتاب پر تقریریں لکھنا چاہتے ہیں، کتاب ہمیں منگوا دیجیے۔ وہ سیدھے مقدس بزرگ ان کے فریبوں کو کیا جانیں؟ اپنے صاحبزادے مولانا عبد اللہ مراد کو میرے پاس بھیجا، یہ صاحب مسجد حرام کے امام ہیں، اور اسی زمانے میں فقیر کے ہاتھ پر بیعت فرما چکے تھے۔ حضرت مولانا ابوالخیر کا منگانا اور مولانا عبد اللہ مراد کا لینے کو آنا مجھے شہبہ کی کوئی وجہ نہ ہوتی، مگر مولیٰ عزوجل جناب عالیہ میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائے، قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں، نہایت ترشی اور جلال سیادت سے فرمایا: کتاب ہرگز نہ دی جائے گی، جو تقریریں لکھنی ہوں لکھ کر بھیج دو۔ میں نے گزارش بھی کی کہ حضرت مولانا ابوالخیر منگاتے ہیں، اور ان کے صاحبزادے لینے آئے ہیں، اور ان کا تعلق جو فقیر سے ہے، آپ کو معلوم ہے۔ فرمایا: جو لوگ وہاں جمع ہیں، ان کو میں جانتا ہوں، وہ منافقین ہیں۔ مولانا ابوالخیر کو انہوں نے دھوکہ دیا ہے۔ یوں اس عالم نیل سید جلیل کی برکت نے کتاب

بِحمد اللہ تعالیٰ محفوظ رکھی۔ واللہ الحمد

جب وہابیہ کا یہ مکرمہ چلا، اور مولانا شریف کے یہاں سے ان کا منہ کالا ہوا ایک ناخواندہ جاہل کہ نائب الحرم کہلاتا اسے کسی طرح اپنے موافق کیا۔ احمد راتب پاشا اس زمانہ میں گورنر مکہ معظمہ تھے، آدمی ناخواندہ مگر دین دار ہر روز بعد عصر طواف کرتے۔ خیال کیا کہ شریف ذی علم تھے کتاب سن کر معقد ہو گئے۔ یہ بے پڑھا فوجی آدمی ہمارے بھڑکائے سے بڑھک جائے گا۔ ایک روز یہ طواف سے فارغ ہوئے ہیں کہ نائب الحرم نے ان سے گزارش کی: ایک ہندی عالم نے ہندوستان میں بہت لوگوں کے عقیدے بگاڑ دیے ہیں اور اب اہل مکہ کے عقیدے خراب کرنے آیا، اور ساتھ ہی دل میں سوچا کہ یہ کیوں کر جمے گی کہ ایک ہندی مکیوں کے عقیدے بگاڑ دے، لہذا مجبورانہ اس کے ساتھ یہ کہنا پڑا کہ اور اکابر مکہ مثل شیخ العلماء سید محمد سعید باصیل م مولانا شیخ صالح کمال، مولانا ابوالخیر مراد اس کے ساتھ ہو گئے۔ مولیٰ تعالیٰ کی شان کہ یہ واقع بات جو اس نے مجبورانہ کہی، اس پر الٹی پڑی۔ پاشا نے بکمال غضب ایک چپت اس کی گردن پر جمائی، اور کہا: یا خبیث ابن الخبیث یا کلب ابن الكلب اذا كان هو لاء معه فهو

يفسد ام يصلح • اے خبیث ابن خبیث، اے کلب ابن کلب! جب یہ اکابر اس کے ساتھ ہیں تو وہ خرابی ڈالے گا یا اصلاح کرے گا؟ اس روز سے مولانا سید اسماعیل وغیرہ اسے ناہب الحرم کہتے، اور احمد فکیہ کو احمق سفیہ اور ایک اور مخالف کو معصوم۔ مولانا شریف کا دربار مہذب دربار تھا، وہاں وہابیہ کو مہذب ذلت پہنچی، یہ ایک جنگی فوجی ترک کا سامنا تھا، اسی طریقے کی ذلت پائی۔ دولت مکہ کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے کچھ پہلے سے بفضلہ تعالیٰ حسام الحرمین کی کاروائی جاری کی۔ اکابر نے جو عالی شان تقریظات اس پر لکھیں، آپ حضرات کے پیش نظر ہیں۔ ابتدا ہی میں یہ فتویٰ حضرت مولانا شیخ صالح کے پاس تقریظ کو گیا تھا، ادھر حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے کتاب سنانے کے ضمن میں حضرت شریف سے خلیل احمد کے عقائد ضالہ اور اس کی کتاب براہین قاطعہ کا بھی ذکر کر دیا تھا۔ انیسٹھی صاحب کو خبر ہوئی، مولانا کے پاس کچھ اشرفیاں نذرانہ لے کر پہنچے، اور عرض کی کہ حضرت مجھ پر کیوں ناراض ہیں؟ فرمایا: کیا تم خلیل احمد ہو؟ کہا: ہاں! مولانا نے فرمایا: تجھ پر افسوس! تو نے براہین قاطعہ میں وہ شنیع باتیں کیسے لکھیں؟ میں تو تجھے زندیق لکھ چکا ہوں۔ اس سے پہلے مولانا غلام دستگیر قصوری مرحوم کتاب تقدیس الوکیل عن توهين الرشيد والخليل لکھ کر علمائے مکہ سے تقریظیں لے چکے تھے اس پر مولانا شیخ صالح کمال کی بھی تقریظ ہے اور اس میں انیسٹھی صاحب اور ان کے استاد گنگوہی صاحب کو زندیق لکھا ہے۔

انیسٹھی صاحب نے کہا: حضرت جو باتیں میری طرف نسبت کی گئی ہیں افترا ہیں، میری کتاب میں نہیں ہیں۔ فرمایا: تمہاری کتاب براہین قاطعہ چھپ کر شائع ہو چکی ہے، اور میرے پاس موجود ہے۔ انیسٹھی نے کہا: حضرت! کیا کفر سے توبہ قبول نہیں ہوتی؟ فرمایا: ہوتی ہے۔ مولانا نے چاہا کہ کسی مترجم کو بلائیں، اور براہین قاطعہ انیسٹھی صاحب کو دکھا کر ان کلمات کا اقرار کرا کر توبہ لیں، مگر انیسٹھی صاحب رات ہی کو جدہ فرار ہو گئے۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے حضرت مولانا سید اسماعیل کو اس واقعہ کی اطلاع کا خط بھیجا، اور انہوں نے بعینہ اپنے خط میں رکھ کر مجھے بھیج دیا، وہ اب تک میرے پاس موجود

ہے۔ صبح کو حضرت مولانا شیخ کمال فقیر کے پاس تشریف لائے، اور خود یہ واقعہ بیان کیا، اور فرمایا: میں نے سنا کہ وہ رات ہی میں بھاگ گیا۔ میں نے کہا: مولانا آپ نے بھگا دیا۔ فرمایا: میں نے؟ میں نے کہا: ہاں! آپ نے۔ فرمایا: یہ کیوں کر؟ میں نے عرض کیا: جب اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا کافر کی توبہ قبول نہیں ہوتی؟ آپ نے کیا فرمایا؟ فرمایا: میں نے کہا: ہوتی ہے۔ میں نے کہا: اسی نے اسے بھگایا، آپ یہ فرمانا تھا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ نہیں کرے، اس کی توبہ قبول نہیں۔ فرمایا: واللہ یہ مجھ سے رہ گئی۔ میں نے کہا: تو آپ ہی نے بھگایا۔

دعوتوں کا اہتمام اور علمائے کرام کی تشریف آوری:

زمانہ قیام میں علماء و عظمائے مکہ معظمہ نے بکثرت فقیر کی دعوتیں بڑے اہتمام سے کیں۔ ہر دعوت میں علماء کا مجمع ہوتا، مذاکرات علمیہ رہتے۔ شیخ عبدالقادر کردی، مولانا شیخ صالح کمال کے شاگرد تھے، مسجد الحرام شریف کے احاطے ہی میں ان کا امکان تھا، انہوں نے تقرر دعوت سے پہلے باصرار تام پوچھا: تجھے کیا چیز مرغوب ہے؟ ہر چند عذر کیا، نہ مانا۔ آخر گزارش کی کہ الحلو البارد شریں سرد۔ ان کے یہاں دعوت میں انواع اطعمہ جیسے اور جگہ ہوتے تھے، ان کے علاوہ ایک عجیب نفیس چیز پائی کہ اس الحلو البارد کی پوری مصداق تھی، نہایت شریں و سرد خوش ذائقہ۔ ان سے پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے؟ کہا: رضی الوالدین اور وجہ تسمیہ یہ بتائی کہ جس کے ماں باپ ناراض ہوں، یہ پکا کر کھلائے راضی ہو جائیں گے۔ فقیر دعوتوں کے علاوہ صرف چارجگہ ملنے کو جاتا۔

1- مولانا شیخ صالح کمال۔ 2- شیخ العلماء مولانا محمد سعید باہصیل۔

3- مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی،

4- اور کتب خانہ میں مولانا سید اسماعیل کے پاس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

یہ حضرات اور باقی تمام حضرات فرودگاہ فقیر پر تشریف لایا کرتے۔ صبح سے نصف شب کے قریب تک ملاقاتوں ہی میں وقت صرف ہوتا۔ مولانا شیخ صالح کمال کی تشریف آوری کی تو گنتی نہیں، اور مولانا سید اسماعیل التزما روزانہ تشریف لاتے، خصوصاً ایام علالت میں کہ یکم محرم ۱۳۲۲ھ سے سلخ محرم تک مسلسل رہی، دن میں دو بار بھی تشریف لاتے، اور ایک بار کا آنا تو ناغہ ہی نہ ہوتا۔ آخر محرم میں کہ طبیعت بہت رو بصحت ہو گئی تھی، ایک ضرورت کے سبب دو روز تشریف لانا نہ ہوا، ان دو روز میں میرا ان کی طرف اشتیاق میں ہی جاتا ہوں، میں نے ان سید جلیل کو ایک پرچہ پر یہ تین شعر لکھ بھیجے

ہذاں یومان ما فزنا بطلعتکم

ولو قدرنا جعلنا راسنا قدما

قالوا لقاء خلیل للعلیل شفاء

الاتحجون ان تبروا الناس قوما

عودتمونا طلوع الشمس کل ضحیٰ

وہل سمعتم کریمما یقطع الکرمما

یہ دو دن ہیں کہ ہمیں دیدار نہ ملا، اور ہمیں طاقت ہوئی تو سر سے آتے۔ لوگ کہتے ہیں کہ لقائے خلیل شفا ئے علیل ہے۔ یعنی دوست کا آنا مرض کا جانا ہے۔ کیا آپ ہمارے مرض کی شفا نہیں چاہتے؟ آپ نے ہمیں عادی کر دیا کہ ہر چاشت کو سورج طلوع کرے، اور آپ نے کسی کریم کو سنا ہے کہ کرم قطع کرے۔

اس رقعہ کو دیکھ کر سید موصوف کی جو کیفیت ہوئی، حامل رقعہ نے دیکھی۔ فوراً اس کے ساتھ ہی تشریف لے آئے، اور پھر روز رخصت تک کوئی دن خالی جانا مجھے یاد نہیں۔

حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی کو چالیس سال سے زیادہ مکہ معظمہ میں گزرے تھے، کبھی شریف کے یہاں بھی تشریف نہ لے گئے، قیام گاہ فقیر پر دو بار تشریف لائے۔ مولانا سید اسماعیل وغیرہ ان کے تلامذہ فرماتے تھے کہ یہ محض خرق عادت ہے، مولانا دم بسا غنیمت تھا ہندی تھے مگر ان کے انوار مکہ میں چمک رہے تھے، التزاماً ہر سال حج کرتے۔ مولانا سید اسماعیل فرماتے تھے کہ ایک سال زمانہ حج میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب بہت علیل اور صاحب فراش تھے، نویں تاریخ اپنے تلامذہ سے کہا: مجھے حرم شریف میں لے چلو، کئی آدمی اٹھا کر لائے، کعبہ معظمہ کے سامنے بٹھا دیا، زمزم شریف منگا کر پیا، اور دعا کی کہ الہی! حج سے محروم نہ رکھ۔ اسی وقت مولیٰ تعالیٰ نے ایسی قوت عطا فرمائی کہ اٹھ کر اپنے پاؤں سے عرفات شریف گئے، اور حج ادا کیا۔

مکہ معظمہ میں بنام علم کوئی صاحب ایسے نہ تھے، جو فقیر سے ملنے نہ آئے ہوں، سوا شیخ عبد اللہ بن صدیق بن عباس کے کہ اس وقت مفتی حنفیہ تھے، اور وہاں مفتی حنفیہ کا منصب، شریف سے دوسرے درجے میں سمجھا جاتا ہے، اپنے منصب کی جلالت قدر نے انہیں فقیر غریب الوطن کے پاس آنے سے روکا۔ اپنے ایک شاگرد خاص کو فقیر کے پاس بھیجا کہ حضرت مفتی حنفیہ نے بعد سلام فرمایا ہے کہ میں آپ کی زیارت کا بہت مشتاق ہوں۔ مولانا سید محمد اسماعیل اس وقت میرے پاس بیٹھے تھے، میں چاہا کہ حاضری کا وعدہ کروں، مگر اللہ اعلم حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم نے ان اکابر کے دل میں اس ذرہ بے مقدار کی کیسی وقعت ڈالی تھی، فوراً روکا، اور فرمایا: واللہ یہ نہ ہوگا، تمام علما ملنے آتے ہیں، وہ کیوں نہیں آتے؟ ان کی قسم کے سبب مجبور رہا۔ مگر تقدیر الہی میں ان سے ملنا تھا، اور نئی شان سے تھا۔

کفل الفقیہ کی تصنیف:

اس کا ذریعہ یہ ہوا کہ انہیں دنوں میں مولانا عبد اللہ مرداد، مولانا حامد احمد محمد جداوی نے نوٹ کے بارے میں فقیر سے استفتا کیا تھا، جس میں بارہ سوال تھے، اور میں نے بکمال استیصال اس کے جواب میں رسالہ کفل الفقیہ الفہم فی احکام قرطاس الدراہم تصنیف کیا تھا، وہ تہیض کے لیے حرم شریف کے کتب خانہ سید مصطفیٰ برادر خور مولانا سید اسماعیل کے پاس تھا کہ نہایت جمیل الخط ہیں۔ زمانہ سابق میں جب میرے استاذ الاستاذ حضرت مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر کی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی حنفیہ تھے، ان سے نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا، اور جواب تحریر فرمایا تھا کہ علمِ علما کی گردنوں میں امانت ہے، مجھے اس کے جزئیہ کا کوئی پتا نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں۔

ایک دن میں کتب خانہ میں جاتا، اور ایک شاندار صاحب کو بیٹھے دیکھتا ہوں کہ میرا رسالہ کفل الفقہ مطالعہ کر رہے ہیں، جب اس مقام پر پہنچے جہاں میں نے فتح القدیر سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ایک کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپیہ کو بیچے تو جائز ہے مگر وہ نہیں، بھڑک اٹھے، اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر بولے: این جمال بن عبد اللہ من هذا النص الصریح حضرت جمال بن عبد اللہ اس نص صریح سے کہاں غافل رہے؟ پھر کوئی مسئلہ دیکھنا تھا، اس کے لیے کتابیں نکلوائیں ان کی عبارتیں نکال کر نقل کرنا چاہتے تھے، اور میں رسالہ کی نقل کی تصحیح کر رہا تھا، اس وقت تک نہ انہوں نے مجھے جانا ہے نہ میں نے ان کو۔ اتنے میں انہوں نے دوات ایک ایسی کتاب پر رکھ دی، جسے نہ دیکھ رہے تھے، نہ اس سے کچھ نقل کر رہے تھے، میں نے ان پر نہ اعتراض، بلکہ کتاب کی تعظیم کے لیے اتار کر نیچے رکھ دی۔ انہوں نے پھر اٹھا کر کتاب پر رکھ دی، اور کہا: بحر الرائق کتاب الکراہیۃ میں اس کے جواز کی تصریح ہے۔ میں نے ان سے یہ تو نہ کہا کہ بحر الرائق کتاب الکراہیۃ تک کب پہنچی؟ وہ کتاب القضاء ہی میں ختم ہو گئی ہے۔ ہاں! یہ کہا کہ ایسا نہیں، بلکہ ممانعت کی تصریح فرمائی ہے۔ مگر لکھتے وقت بضرورت مثلاً ورق ہوا سے اڑیں نہیں۔ کہا کہ میں لکھنا ہی تو چاہتا ہوں؟ میں نے کہا: ابھی لکھتے تو نہیں ہو؟ وہ خاموش ہو رہے اور حضرت سید اسماعیل سے مجھے پوچھا: انہوں نے فرمایا کہ یہی اس رسالہ کا مصنف ہے۔ اب ملے مگر خجلت کے ساتھ، اور عجلت کے ساتھ اٹھ گئے۔ حضرت سید اسماعیل نے فرمایا: سبحان اللہ! یہ کیسا واقعہ ہوا؟ یہ چہارم صفر ۱۳۲۲ھ تھی۔

علالت:

اس سے پہلے محرم شریف میں شدید و مدید دورہ بخار کا رہ چکا تھا، دوبارہ مسہل ہوئے۔ ایک بار ایک ہندی کی رائے سے اور نفع نہ ہوا، دوبارہ ایک ترکی ڈاکٹر رمضان آفندی نے بہت قلیل مقدار میں ایک نمک دیا کہ آب زمزم شریف میں ملا کر پی لو، اور پیاس بے پیاس زمزم شریف کی کثرت کرو۔ اس سے بحمد اللہ تعالیٰ بہت نفع ہوا، اور انہوں نے دوا وہ بتائی جو مجھے بالطبع محبوب و مرغوب تھی یعنی زمزم شریف کہ مجھے ہر مشروب سے زیادہ عزیز ہے۔ میری عادت ہے کہ باسی پانی کبھی نہیں پیتا، اور اگر پیوں تو بآ نکہ مزاج گرم ہے فوراً زکام ہو جاتا ہے۔ میری پیدائش سے پہلے حکیم سعید وزیر علی مرحوم نے میرے یہاں باسی کو منع کر دیا تھا، جب سے معمول ہے کہ رات کے گھڑے بالکل خالی کر کے پینے کا پانی بھرا جاتا ہے، تو میں نے دودھ بھی باسی پانی کا نہ پیا، نہ کبھی نہار منہ پانی پیتا ہوں، نہ کبھی کھانے کے سوا اور وقت میں، گرمیوں کے سہ پہر میں جو پیاس ہوتی ہے، کلیاں کرتا ہوں، اس سے تسکین ہوتی ہے۔ مگر زمزم شریف کی برکت کہ صحت میں، مرض میں، دن میں، رات میں زیادہ باسی بکثرت پیا، اور نفع ہی کیا، زور قین ہر وقت بھری رکھی رہتی تھی۔ بخار کی شدت میں رات کو جب آنکھ کھلی، کلی کر کے زمزم شریف پی لی، صبح وضو سے پہلے پیتا، وضو کے بعد پیتا، بارہ بارہ زور قین ایک دن رات میں صرف میرے صرف میں آتیں۔ پونے تین مہینے کے قیام مکہ

افعال نماز کرے گا اس کی نماز نہ ہوگی۔ فرمایا: حکم یہی ہے، مگر ان پر علما کا بس نہیں، یہ جانب سلطنت سے ہیں۔

ایک جمعہ میں، میں خطیب کے قریب تھا، اس نے خطبہ میں پڑا: وارض عن اعمام نبيك الا طالب حمزه والعباس و ابی طالب یہ بدعت تازہ ایجاد ہوئی، پہلی بار کی حاضری میں نہ تھی؛ اور یہ بدعتہٴ جانب حکومت سے تھی، اسے سنتے ہی فوراً میری زبان سے ہا واز بلند نکلا: اللهم هذا منكر کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: من رای منکم منكر فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان فقير فتوفيق رب كريم یہ حکمِ اعلم بروجہ اوسط بجالایا؛ اور مولیٰ تعالیٰ کی رحمت کہ کسی کو تعرض کی جرأت نہ ہوئی۔ فرضوں کے بعد ایک اعرابی نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا: رأیت تم نے دیکھا؟ میں نے کہا: رأیت ہاں دیکھا۔ کہا: لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم اور تشریف لے گئے۔ ان دونوں اکابر علما نے ہماری مجلس خلوت میں اس کی مبارک باد دی کہ اس رد منکر پر کوئی معترض نہ ہوا، اور ساتھ ہی فرمایا کہ ایسے امور میں کہ جانب حکومت سے ہیں سکوت شایاں ہے۔

اسی واقعہ مفتی حنفیہ کے وقت میں نے جناب سید مصطفیٰ خلیل برادر حضرت مولانا سید اسماعیل سے کہا: اهل عندکم شیء من هزيمة جبریل آپ کے پاس سیدنا جبریل علیہ السلام کی ٹھوکر کا کچھ بقیہ ہے؟ سید زادے نے فرمایا: نعم! اور کٹورے میں زمزم شریف لائے۔ میں اسے ضعف کے سبب بیٹھا ہی ہوا پی رہا تھا، آنکھیں نیچی تھیں، جب نظر اٹھائی، دیکھا تو وہ سید جلیل مودب ہاتھ باندھے کھڑے ہیں، یہاں تک کہ کٹورا میں نے انہیں دیا۔ یہ حال ان معظم و معزز بندگان خدا کے ادب و اجلال کا تھا۔

اقامت کے لیے اکابر علما کا اصرار:

وہ حضرت علما بہت اس کے متنی رہتے کہ کسی طرح میرا وہاں قیام زائد ہو حضرت مولانا سید اسماعیل نے فرمایا: یہاں کی شدت گرمی تمہارے لیے باعث تپ ہے۔ طائف شریف میں موسم نہایت معتدل اور وہاں میرا مکان بہت پر فضا ہے، چلیے گرمی کا موسم وہاں گزاریں۔ میں نے گزارش کی کہ اس حالت مرض میں قابلیت سفر ہو تو سرکارِ اعظم ہی کی حاضری ہو، ہنس کر فرمایا میرا مقصود یہ تھا کہ چند مہینے وہاں تنہائی میں رہ کر تم سے کچھ پڑھتے کہ یہاں تو آمد و شد کے ہجوم سے تمہیں فرصت نہیں۔ مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا: اجازت ہو تو ہم یہاں تمہاری شادی کی تجویز کریں؟ میں نے کہا: وہ کینز بارگاہ الہی، جسے میں اس کے دربار میں لایا، اور اس نے مناسک حج ادا کیے، کیا اس کا بدلہ یہی ہے کہ میں اسے یوں مغنوم کروں؟ فرمایا: ہمارا خیال یہ تھا کہ یوں یہاں تمہارے قیام کا سامان ہو جاتا۔

اس طول مرض میں کئی ہفتہ حاضری مسجد اقدس سے محروم رہا کہ میں جس بالا خانہ پر تھا چالیس زینے کا تھا اس سے اترنا اور چڑھنا نامقدور تھا۔ مسجد الحرام شریف میں کوئی نا آشنا سا بزرگ میرے بھائی مولوی محمد رضا خان کو ملے تو فرمایا: کئی دن سے تمہارے بھائی کو نہ دیکھا؟ انہوں نے عرض کیا: علییل ہیں۔ پانی دم فرما کر دیا کہ یہ پلاؤ اور اگر بخار باقی رہے تو میں دس بجے دن

کے تم کو یہیں ملوں گا۔ دس بجے دن کے نہ بخار رہا، نہ وہ ملے اور اب میں مسجد شریف اور کتب خانہ حرم شریف میں حاضر ہونے لگا، جس میں چوتھی صفر کا وہ واقعہ تھا جو مفتی حنفیہ کے ساتھ پیش آیا۔ نماز صبح کے سوا کہ ہمارے نزدیک اس میں اسفار یعنی وقت خوب روشن کر کے پڑھنا افضل ہے، اور شافعیہ کے نزدیک تغلیس یعنی خوب اندھیرے سے پڑھنا، تینوں مصلوں پر نماز پہلے ہو جاتی، اور مصلائے حنفی پر سب کے بعد۔ باقی چاروں نمازیں سب سے پہلے مصلائے حنفی پر ہوتی ہیں۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وقت عصر دو مثل سایہ گزر کر ہے، اس کے بعد نماز حنفی ہوتی، اس کے بعد باقی تینوں مصلوں پر وہ لوگ اپنے لیے اسے بہت تاخیر سمجھتے آخر کوشش کر کے حنفیہ سے یہ کرایا کہ تمام عصر مطابق قول صاحبین رضی اللہ عنہ مثل دوم کے شروع میں پڑھ لیں۔ اس بار کی حاضری میں یہ جدید بات دیکھی، اگرچہ کتب حنفیہ میں یہاں قول صاحبین پر بھی بعض نے فتویٰ دیا، مگر اصح واحوط واقدم قول سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ ہے، اور فقیر کا معمول ہے کہ کسی مسئلہ میں بے خاص مجبوری کے قول امام سے عدول گوارا نہیں کرتا۔ جس کی تفصیل جلیل میرے رسالہ اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقاً علی قول الامام میں ہے

اذا قال الامام فصدقه فان القول ما قال الامام

ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی یا شیبانی۔ میں اس بار جماعت عصر میں بہ نیت نفل شریک ہو جاتا، اور فرض عصر مثل دوم کے بعد، میں اور حضرت مولانا شیخ صالح کمال، حضرت مولانا سید اسماعیل و دیگر بعض محتاطین حنفیہ اپنی جماعت سے پڑھتے، جس میں وہ حضرات امامت پر اس فقیر کو مجبور فرماتے۔ پہلے شیخ عمر صبحی کا مکان کرایہ پر لیا تھا، پھر سید عمر رشیدی ابن سید ابو بکر رشیدی اپنے مکان پر لے گئے۔ بالا خانہ کے در وسطانی پر میری نشست تھی، دروازوں پر جو طاق تھے، بائیں جانب کے طاق میں وحشی کبوتر کا ایک جوڑا رہتا، وہ تنکے لاتے اور گرایا کرتے، اس طرف کے بیٹھنے والوں پر گرتے، جب علالت میں میرے لیے پلنگ لایا گیا، وہ اس در کے سامنے بچھایا گیا کہ تشریف لانے والوں کے لیے جگہ وسیع رہے، اس وقت سے کبوتروں نے وہ طاق چھوڑ کر دروازہ وسطانی کے طاق میں بیٹھنا شروع کیا کہ اب جو وہاں بیٹھتے، ان پر تنکے گرتے۔ حضرت مولانا سید اسماعیل نے فرمایا: وحشی کبوتر بھی تیرا لحاظ کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی: صالحنہم فصالحنونا ہم نے ان سے صلح کی تو انہوں نے بھی ہم سے صلح کی۔ اس پر بعض علمائے حاضرین نے فرمایا کہ ہم پر کیوں تنکے پھینکتے ہیں، ہم نے ان سے کون سی جنگ کی ہے؟ میں نے کہا: میں یہاں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ یہ جہاں آ کر بیٹھتے ہیں، انہیں اڑاتے ہیں، کنکریاں مارتے ہیں، سلامیوں کی توپیں جب چھوٹی ہیں، یہ خوف سے تھر تھرا کر رہ جاتے ہیں، یہ سب میرا مشاہدہ ہے۔ حالانکہ یہ حرم محترم کے وحشی ہیں، انہیں اڑانا یا ڈرانا منع ہے۔ پیر کے سائے میں حرم کا ہرن بیٹھا ہو، آدمی کو اجازت نہیں کہ اسے اٹھا کر خود بیٹھے۔ ان عالم نے فرمایا: یہ کبوتر ایذا دیتے ہیں، اور اوپر سے کنکریاں پھینکتے ہیں، لیمپ کی چمپی توڑ دیتے ہیں۔ میں نے کہا: کیا یہ ابتدا بلا ایذا کرتے ہیں؟ کہا: ہاں! میں نے کہا: تو فاسق ہوئے، اور کبوتر بالا جماع فاسق نہیں۔ چیل کوے فاسق ہیں۔ وہ ساکت ہو گئے۔ شریعت میں وہ جانور فاسق ہے، جو بغیر اپنے نفع کے بالقصد ابتداء ایذا پہنچائے، ایسے جانور کا قتل حرم شریف میں بھی جائز ہے۔ جیسے چیل، کوا، بندر، چوہا۔ چیل

کوے زیور اٹھا کر لے جاتے ہیں، بندر کپڑے پھاڑ ڈالتے ہیں، چوہے کتابیں کترتے ہیں، جس میں ان کا کوئی نفع نہیں۔ محض براہ شہرت ایذا دیتے ہیں، لہذا فاسق ہیں۔ بخلاف بلی کے کہ اگر چہ مرغی پکڑتی، کبوتر توڑتی ہے، مگر اپنی غذا کے لیے نہ تمہارے ایذا کے لیے۔ کنکریاں اگر طاق میں ہوں، کبوتر کے چلنے پھرنے سے گریں گی، نہ یہ کہ چینی پر کنکری مارنا نہیں مقصود ہو۔

جب اوخر محرم میں بفضلہ تعالیٰ صحت ہوئی، وہاں ایک سلطانی حمام ہے میں اس میں نہایا۔ باہر نکلا ہوں کہ ابر دیکھا، حرم شریف پہنچتے پہنچتے برسنا شروع ہوا، مجھے حدیث یاد آئی کہ جو مینہ برستے میں طواف کرے، وہ رحمت الہی میں تیرتا ہے۔ فوراً سنگ اسود شریف کا بوسہ لے کر بارش ہی میں سات پھیرے طواف کیا، بخار پھر عود کر آیا۔ مولانا سید اسماعیل نے فرمایا: ایک ضعیف حدیث کے لیے تم نے اپنے بدن کی یہ بے احتیاطی کی؟ میں نے کہا: حدیث ضعیف ہے، مگر امید بجمہ تعالیٰ قوی ہے۔ یہ طواف بجمہ تعالیٰ بہت مزے کا تھا۔ بارش کے سبب طائفین کی وہ کثرت نہ تھی۔

کعبہ جاں کی طرف روانگی:

صفر کے پہلے عشرہ میں عزم حاضری سرکارِ اعظم مصمم ہو گیا۔ اونٹ کرایا کر لیے، سب اشرفیاں پیشگی دے دیں۔ آج سب اکابر علما سے رخصت ہونے کو ملا۔ وہاں پان کی جگہ چائے کی تواضع ہے، اور انکار سے برمانتے ہیں، ہر جگہ چائے پینی ہوئی، جس کا شمار نونجان تک پہنچا، اور وہاں بے دودھ کی چائے پیتے ہیں، جس کا میں عادی نہیں، اور چائے گردے کو مضر ہے، اور میرے گردے ضعیف۔ رات کو معاذ اللہ شدت حوالی گردہ کا درد ہوا، ساری شب جاگتے کئی، صبح ہی سفر کا قصد تھا کہ مجبوراً نہ ملتوی رہا۔ جمالوں سے کہہ دیا گیا کہ تا شفا نہیں جاسکتے، وہ چلے گئے، اور اشرفیاں بھی انہیں کے ساتھ گئیں۔ ترکی ڈاکٹر رمضان آفندی نے پلاسٹر لگائے۔ دو ہفتے سے زیادہ تک معالجے کیے، بجمہ اللہ تعالیٰ شفا ہوئی مگر، اب بھی دن میں پانچ چھ بار چمک ہو جاتی تھی، اسی حالت میں دوبارہ اونٹ کرایا کیے، سب نے کہا کہ اونٹ کی سواری میں ہال بہت ہوگی، اور حال یہ ہے۔ مگر میں نہ مانا، اور نو کلا علی اللہ تعالیٰ چوبیس صفر ۱۳۲۲ھ کعبہ تن سے کعبہ جان کی طرف روانہ ہوا۔ براہ بشریت مجھے بھی خیال آتا تھا کہ اونٹ کی ہال سے کیا حال ہوگا؟ لہذا اس بار سلطانی راستہ اختیار نہ کیا کہ بارہ منزلیں اونٹ پر ہوں گی، بلکہ جدہ سے براہ کشتی رابغ جانے کا قصد کیا، مگر ان کے کرم کے صدقے ان سے استعانت عرض کی، اور ان کا نام پاک لے اونٹ پر سوار ہوا۔ ہال کا ضرر پہنچنا درکنہ، وہ چمک کہ روزانہ پانچ چھ بار ہو جاتی تھی دفعہ دفعہ ہو گئی۔ وہ دن اور آج کا دن ایک قرن سے زیادہ گزرا کہ بفضلہ تعالیٰ اب تک نہ ہوئی۔ یہ ہے ان کی رحمت، یہ ہے ان سے استعانت کی برکت صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت مولانا سید اسماعیل اور بعض دیگر حضرات شہر مبارک سے باہر دور تک برسم مشایعت تشریف لائے، مجھ میں بوجہ ضعف مرض پیادہ چلنے کی طاقت نہ تھی، پھر بھی ان کی تعظیم کے لیے ہر چند اترنا چاہا، مگر ان حضرات نے مجبور کیا۔ پہلی رات کہ جنگل میں آئی، صبح کے مثل روشن معلوم ہوتی تھی، جس کا اشارہ میں نے اپنے قصیدہ 'حضور جان نور' میں کیا، جو حاضری دربار معلیٰ میں لکھا گیا تھا

وہ دیکھ جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی
 پہروں نہیں کہ بست، چہارم صفر کی ہے
 جدہ سے کشتی میں سوار ہوئے، کوئی تیس چالیس آدمی اور ہوں گے، کشتی بہت بڑی تھی، جسے ساعیہ کہتے ہیں، اس میں جہاز
 کا سامستول تھا، ہوا کے لیے بردے حسب حاجت مختلف جہات پر بدلے جاتے، حبشی ملاح کہ اس کام پر مقرر تھے، ان کے
 کھولنے باندھنے کے وقت اکابر اولیائے کرام رضی اللہ عنہم کو عجب اچھے لہجے سے ندا کرتے جاتے۔ ایک حضور سیدنا غوث اعظم
 رضی اللہ عنہ کو تو دوسرا حضرت سیدی احمد کبیر، تیسرا حضرت سیدی احمد رفاعی کو، چوتھا حضرت سید احمد ل کو علیٰ هذا القیاس رضی
 اللہ عنہ۔ ہر کشتی پر ان کی یہ آوازیں عجب دل کش لہجے سے ہوتیں، اور بہت خوش آتیں۔ ایک بصری صاحب نے اپنی حاجت
 سے بہت زیادہ جگہ پر قبضہ کر رکھا تھا، ان سے کہا گیا نہ مانے، معلوم ہوا کہ ان پر اثر ان دوسرے بصری شیخ عثمان کا ہے، میں نے
 ان سے کہا: یا شیخ! انہوں نے کہا: الشیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ شیخ تو حضرت عبدالقادر جیلانی ہیں۔ ان کے
 اس کہنے کی لذت آج تک میرے قلب میں ہے۔ انہوں نے ان پہلے بزرگ کو سمجھا دیا۔ اس کے بعد جب ان کو کچھ حالات
 معلوم ہوئے، پھر تو وہ نہایت تخلص بلکہ کمال مطیع تھے۔ تین روز میں کشتی رابغ پہنچی۔

ایک مقدمے کا تصفیہ:

یہاں کے سردار شیخ حسین تھے۔ مٹیوں کے مکان قیام کے لیے تھے، جب ان میں اترنا ہوا، اللہ اعلم لوگوں کو کس نے
 اطلاع دی۔ ان کے بھائی ابرہیم معہ اپنے اعزہ کے ایک جماعت کے تشریف لائے، اور اپنے یہاں کا ایک نزاعی مقدمہ کو مدت
 سے تا فیصل پڑا تھا، پیش کیا۔ میں نے حکم شرعی عرض کیا، بجزہ تعالیٰ باتوں ہی باتوں میں باہم فیصلہ ہو گیا۔ ربیع الاول شریف کا
 ہلال ہم کو یہیں ہوا۔ یہاں سے اونٹ کرایا کیے گئے نماز عصر پڑھ کر سوار ہونا ہوا، تمام اسباب قلعہ کے سامنے سڑک پر نکال رکھا
 تھا، گنتی کیے اونٹوں کا قافلہ تھا، ہم لوگ سوار ہو گئے، اور یہ خیال کیا کہ حاجی صاحب اسباب بار کرادیں گے، حاجی صاحب بھی
 سوار ہو گئے، اور اسباب وہیں سڑک پر پڑا رہ گیا، جب منزل پر پہنچے، اب نہ کپڑے ہیں، نہ برتن ہیں، نہ گھی ہے۔ لا حول ولا
 قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

نماز کی خاطر قافلہ سے جدائی اور سرکار کا کرم:

راہ میں جب پر شیخ پر پہنچے ہیں، منزل چند میل باقی تھی، اور وقت فجر تھوڑا۔ جمالوں نے منزل ہی پر رکنا چاہا، اور جب تک
 وقت نماز نہ رہتا۔ میں اور میرے رفقا اتر پڑے، قافلہ چلا گیا، کراچ کا ڈول پاس تھا، رسی نہیں، اور کتواں گہرا، عمامے باندھ کر پانی
 بھرا، وضو کیا، بجز اللہ تعالیٰ نماز ہو گئی۔ اب یہ فکر لاحق ہوئی کہ طول مرض سے ضعف شدید ہے، اتنے میل پیادہ کیوں کر چلنا ہوگا،
 منہ پھیر کر دیکھا، ایک جمال محض اجنبی اپنا اونٹ لیے میرے انتظار میں کھڑا ہے، حمد الہی بجالایا، اس پر سوار ہوا، اس سے لوگوں
 نے پوچھا کہ تم یہ اونٹ کیسا لائے؟ کہا: ہمیں شیخ حسین نے تاکید کر دی تھی کہ شیخ کی خدمت میں کمی نہ کرنا۔ کچھ دور آگے چلے

تھے کہ میرا اپنا جمال اپنا اونٹ لیے کھڑا ہے، اس سے پوچھا۔ کہا: جب قافلے کے جمال نہ ٹھہرے، میں نے سوچا شیخ کو تکلیف ہو گی، قافلہ میں سے اونٹ کھول کر واپس لایا، یہ سب میری سرکار کرم کی رحمتیں تھیں۔ صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علیہ وعلیٰ عترتہ قدرِ رافتہ ورحمتہ۔ ورنہ کہاں یہ فقیر، اور کہاں سرکارِ رابع شیخ حسین؟ جن سے جان نہ پہچان، اور کہاں وحشی مزاج جمال، اور ان کی یہ خارق العادت روشیں؟

سرکارِ اعظم میں حاضری:

بدن کے کپڑے میلے ہو گئے تھے، اور کپڑے رابع میں چھوٹ گئے تھے، اور ایک یا دو منزل پہلے شب کو ایک جوتا کہیں راستہ میں نکل گیا، یہاں عربی وضع کا لباس اور جوتا خرید کر پہنا، اور یوں مواجہہ اقدس کی حاضری نصیب ہوئی۔ یہ بھی سرکار ہی کی طرف سے تھا کہ اس لباس میں بلانا چاہا، دوسرے دن رابع سے ایک بدوی پہنچا، اور اونٹ پر سوار، اور ہمارا تمام اسباب کہ چلتے وقت قلعہ کے سامنے چھوٹ گیا تھا اس پر بار، اس نے شیخ حسین کا رقعہ لا کر دیا کہ آپ کا یہ اسباب رہ گیا تھا، روانہ کرتا ہوں۔ میں ہر چند ان بدوی صاحب کو آتے جاتے دس منزلوں کی محنت کا نذرانہ دیتا رہا، مگر انہوں نے نہ لیا، اور کہا: ہمیں شیخ حسین نے تاکید فرمادی ہے کہ شیخ سے کچھ نہ لینا۔ یہاں کے حضرات کرام کو حضرات مکہ معظمہ سے زیادہ اپنے اوپر مہربان پایا۔ بحمدہ تعالیٰ اکیس روز حاضری نصیب ہوئی، بارہویں شریف کی مجلس مبارک یہیں ہوئی۔

علمائے کرام کا ہجوم:

صبح سے عشا تک علماء عظام کا ہجوم رہتا، بیرون باب مجیدی مولانا کریم اللہ رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ حضرت مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی رہتے تھے، ان کے خلوص کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ حسام الحرمین والدولة المکیة پر تقریظات میں انہوں نے بڑی سعی جمیل فرمائی۔ جزاہ اللہ خیراً کثیراً یہاں بھی اہل علم نے الدولة المکیة کی نقلیں لیں۔ ایک نقل بالخصوص مولانا کریم اللہ نے مزید تقریظات کے لیے اپنے پاس رکھی، میرے چلے آنے کے بعد بھی مصر و شام و بغداد مقدس وغیرہا کے علما جو موسم میں خاک پوس آستانہ اقدس ہوتے، جن کا ذرا بھی زیادہ قیام دیکھتے، اور موقع پاتے ان کے سامنے کتاب پیش کرتے، اور تقریظیں لیتے؛ اور بصیغہ رجسٹری مجھے بھیجتے رہتے۔ رحمة اللہ تعالیٰ علیہ رحمة واسعة۔

علمائے کرام کی طرف سے طلب سند و اجازت:

علمائے کرام نے یہاں بھی فقیر سے سندیں اور اجازتیں لیں، خصوصاً شیخ الدلائل حضرت مولانا سید محمد سعید مغربی کے الطاف کی تو حد ہی نہ تھی، اس فقیر سے خطاب میں یا سید فرماتے، میں شرمندہ ہوتا۔ ایک بار میں نے عرض کی: حضرت سید تو آپ ہیں؟ فرمایا: واللہ تم سید ہو۔ میں نے عرض کی: میں سیدوں کا غلام ہوں۔ فرمایا: تو یوں بھی سید ہونے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مولیٰ القوم منهم قوم کا غلام آزاد شدہ انہیں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سادات کرام کی چچی غلامی اور ان کے صدقے میں آفات و دنیا و عذاب قبر و عذاب حشر سے کامل آزادی عطا فرمائے۔ آمین!

یوں ہی مولانا حضرت سید عباس رضوان..... مولانا سید مامون بری..... مولانا سید احمد جزائری..... مولانا شیخ ابراہیم خربوطی..... مفتی حنفیہ مولانا تاج الدین الیاس..... مفتی حنفیہ سابقاً مولانا عثمان بن عبدالسلام داعستانی وغیرہم حضرت کے کرم بھولنے کے نہیں، ان مولانا داعستانی سے قبا شریف میں ملاقات ہوئی تھی کہ وہیں اٹھ گئے تھے، مکہ معظمہ کی طرح زیادہ اہم حسام الحرمین کی تصدیقات تھیں، جو بجز اللہ تعالیٰ بہت خیر و خوبی کے ساتھ ہوئیں، زیادہ زمانہ قیام انہیں میں گزر گیا کہ ہر صاحب پوری کتاب مع تقریظات مکہ معظمہ دیکھتے، اور کئی کئی روز میں تقریظ لکھ کر دیتے۔ مفتی شافعیہ حضرت سید احمد برزنجی نے حسام الحرمین پر چند ورق کی تقریظ لکھی، اور فرمایا کہ اس کتاب کی تائید میں اسے ہمارا مستقل رسالہ کر کے شائع کرنا، ایسا ہی کیا گیا۔

حسام الحرمین کا کام پورا ہونے کے بعد الدولۃ المکیہ پر تقریظات کا خیال ہوا، دونوں حضرات مفتی حنفیہ نے مدینہ طیبہ اور قبا شریف میں تقریظیں تحریر فرمائیں، تیسری باری مفتی شافعیہ کی آئی، یہ آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے، یہ ٹھہری کہ ان کے داماد سید عبداللہ کے مکان پر اس کتاب کے سننے کی مجلس ہو، عشاء کی نماز وہاں اول وقت ہوتی ہے، پڑھ کر بیٹھے، میں نے کتاب سنائی شروع کی، بعض جگہ مفتی صاحب کو شکوک ہوئے، میری غلطی تھی، میں حسب عادت جرأت کے ساتھ مسکت جواب دیئے، جو مفتی صاحب کو اپنی عظمت شان کے سبب ناگوار ہوئے۔ جا بجا ان کا ذکر میں نے الفیوض لمکیہ حاشیہ الدولۃ المکیہ میں کر دیا ہے۔ بارہ بجے جلسہ ختم ہوا، اور مفتی صاحب کے قلب میں ان جوابوں کا غبار رہا۔ مجھے بعد کو معلوم ہوا، اس وقت اگر اطلاع ہوتی میں معذرت کر لیتا۔ ایک رات ان کے شاگرد شیخ عبدالقادر طرابلسی شلمی کہ مدرس ہیں، فقیر کے پاس آئے، اور بعض مسائل میں کچھ الجھنے لگے، حامد رضا خاں نے انہیں جواب دیئے، جن کا جواب وہ نہ دے سکے، اور وہ بھی سینہ میں غبار لے کر اٹھے، ان کا غبار مجھے معلوم ہو گیا تھا، جس کی میں نے پرواہ نہ کی۔ انصاف پسند تو اس کے ممنون ہوتے ہیں جو انہیں ثواب کی طرف راہ بتائے نہ یہ کہ بات سمجھ لیں جواب نہ دے سکیں اور بتانے سے رنجیدہ ہوں اور فقیر کو متواتر ناسازیوں کے بعد مکہ معظمہ میں جو کئی مہینے گزرے واللہ اعلم وہ کیا بات تھی جس نے حضرات کرام مدینہ طیبہ کو اس ذرہ بے مقدار کا مشاق کر رکھا تھا، یہاں تک کہ مولانا کریم اللہ صاحب فرماتے تھے کہ علما تو علما اہل بازار تک کو تیرا اشتیاق تھا، اور یہ جملہ فرمایا کہ ہم سا لہا سال سے سرکار میں مقیم ہیں، اطراف و آفاق سے علما آتے ہیں واللہ یہ لفظ تھا کہ جو تیاں چٹکاتے چلے جاتے ہیں، کوئی بات نہیں پوچھتا، اور تمہارے پاس علماء یہ ہجوم ہے۔ میں نے عرض کی: میرے سرکار کا کرم صلی اللہ علیہ وسلم

کریمیاں کہ در فضل بالا ترند
سگاں پروند و چناں پر ورنند
اپنے کرم کا جب وہ صدقہ نکالتے ہیں
ہمسوں کو پالتے ہیں، اور ایسا پالتے ہیں

مسجد قبا اور مزار حمزہ کی زیارت:

ایامِ اقامت سرکارِ اعظم میں صرف ایک بار مسجد قبا کو گیا، اور ایک بار زیارت حضرت سید الشہداء حمزہ کو حاضر ہوا، باقی سرکارِ اقدس ہی کی حاضری رکھی، سرکارِ کریم ہیں اپنے کرم سے قبول فرمائیں، اور خیریت ظاہر و باطن کے ساتھ پھر بلائیں۔
ہم کو مشکل ہے انہیں آسان ہے

مدینہ طیبہ سے رخصت:

رخصت کے وقت قافلہ کے اونٹ آ لیے ہیں، پابریکاب ہوں، اس وقت تک علما کو اجازت نامے لکھ کر دیئے، وہ سب تو الّا جزوات المتینہ میں طبع ہو گئے، اور یہاں آنے کے بعد دونوں حرم محترم سے درخواستیں آیا کیں، اور اجازت نامے لکھ کر گئے یہ درج رسالہ نہیں۔ چلتے وقت حضرات مدینہ کریمہ نے بیرون شہر دور تک مشایعت فرمائی، اب مجھ میں طاقت تھی، ان کی معاودت تک میں بھی پیادہ ہی رہا۔ اونٹ جدہ کے لیے کیے تھے، اب موسم سخت گرمی کا آ گیا تھا، اور بارہ منزلیں۔ منزل پر ظہر کی نماز کہ ٹھیک زوال ہوتے ہی پڑھتا تھا، اور معاً قافلہ روانہ ہونا تھا، سر پر آفتاب اور پاؤں نیچے گرم ریت یا پتھر، اللہ تعالیٰ مولوی نذیر احمد صاحب کا بھلا کرے، فرضوں میں تو مجبور تھے کہ خود بھی شریک جماعت ہوتے، مگر جب میں سنتوں کی نیت باندھتا چھتری لے کر سایہ کرتے، جب پہلی رکعت کے سجدے میں جاتا پاؤں کے نیچے اپنا عمامہ رکھ دیتے کہ باقی رکعتوں میں پاؤں نہ چلے، ابتدا سے یوں کر سکتے تھے کہ میں عمامہ رکھنا اور کنار نماز میں چھتری لگانے پر بھی ہرگز راضی نہ ہوتا۔ انہوں نے اور حاجی کفایت اللہ صاحب نے اس سفر مبارک میں بلا طمع بلا معاوضہ محض اللہ و رسول کے لیے جیسے آرام دیئے، اللہ تعالیٰ ان کا اجر عظیم دنیا و آخرت میں ان صاحبوں کو عطا فرمائے، آمین!

جدہ پہنچ کر جہاز تیار ملا بمبئی کے ٹکٹ بٹ رہے تھے، خریدے، اور روانہ ہوئے۔ جب عدن پہنچے، معلوم ہوا کہ جہاز والے نے کہ رافضی تھا، دھوکا دیا۔ عدن پہنچ کر اعلان کیا کہ جہاز کراچی جائے گا۔ ہم لوگوں نے قصد کیا کہ اتر لیں، اور بمبئی جانے والے جہاز میں سوار ہوں، اتنے میں انگریز ڈاکٹر آیا، اور اس نے کہا: بمبئی جانے والوں کو قرنطینہ میں رہنا ہوگا۔ ہم نے کہا: اس مصیبت کو کون جھیلے، اس سے کراچی ہی بھلی، راستہ میں طوفان آیا، اور ایسا سخت کہ جہاز کا لنگر ٹوٹ گیا، سخت ہولناک آواز پیدا ہوئی مگر دعاؤں کی برکت کہ مولیٰ تعالیٰ نے ہر طرح امان رکھی۔ جب کراچی پہنچے ہیں ہمارے پاس صرف دو روپے باقی تھے، اور اس زمانے تک وہاں کسی سے تعارف نہ تھا، جہاز کنارے کے قریب ہی لگا، اور عین ساحل پر چٹکی کی چوکی، جس پر انگریزیا کوئی گورنمنٹ کر، اسباب کثیر، یہاں محصول تک دینے کو نہیں، ہر چیز کی تعلیم و دعا ارشاد فرمانے والے پر بے شمار درود و سلام، ان کی ارشاد فرمائی ہوئی دعا پڑھی، وہ گورا آیا، اور اسباب دیکھ کر بارہ آنے محصول کہا۔ ہم نے شکر الہی کیا اور بارہ آنے دے دیئے، چند منٹ بعد وہ واپس آیا، اور کہا: نہیں نہیں اسباب دکھاؤ، سب صندوق وغیرہ دیکھے، اور پھر بارہ آنے کہہ کر چلا گیا۔ پھر واپس آیا، اور سب صندوق کھلوا کر اندر سے دیکھے، اور پھر بارہ ہی آئے۔ کبہ اور رسید دے کر چلا گیا۔ اب سوار روپے باقی رہا، اس میں سے

بھلے بھائی مرحوم مولوی حسن رضا خاں کو تار دیا کہ دوسروں پر پیہ بھجو، یہاں وہ تار مشتبہ ٹھہرا کہ بمبئی سے آتا کراچی سے کیسے آیا؟ بارہ روپے پہنچ گئے، بمبئی کے احباب وہاں لے جانے پر مصر ہوئے، وہاں جانا پڑا۔ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب وغیرہ احباب احمد آباد کو اطلاع ہوئی، آدمی بھیجے، باصرار احمد آباد لے گئے۔ سواریوں کو بمبئی سے محمد رضا خاں و حامد رضا خاں کے ساتھ روانہ کر دیا تھا، میں ہندوستان میں اترنے سے ایک مہینہ بعد مکان پر پہنچا۔

جبل پور کا پہلا سفر:

ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ دوسرے سفر حج و زیارت سے واپسی پر بمبئی رونق افروز ہوئے۔ حضرت عید الاسلام مولانا شاہ عبدالسلام صاحب جبل پوری زیارت کے لیے بمبئی تشریف لے گئے اور دیرینہ نیاز مندی کی وجہ سے جبل پور میں رونق افروزی کی دعوت دی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے فرمایا: ابھی تو سرکار اجمیر مقدس کی حاضری کا شرف حاصل کرنا ہے، آئندہ موقع نکال کر ضرور آنے کی کوشش کروں گا۔

۱۳۲۶ھ میں اعلیٰ حضرت کے برادر اوسط حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سفر حج و زیارت سے واپس آئے تو اعلیٰ حضرت قبلہ نے ان کے استقبال کا ارادہ فرمایا، اور حضرت مولانا عبدالسلام صاحب کو کرامت نامہ تحریر فرمایا کہ میں حسن میاں کے استقبال کے لیے بمبئی کے لیے عزم کر چکا ہوں، اگر تاریخ سے آگاہی ہوگی اور وقت ملا تو دو ایک روز جناب کی زیارت سے مشرف ہو کر بمبئی جاؤں گا۔

حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب کے خط سے آپ کی آمد کی تاریخ معلوم ہوگئی تو حضور حسب الارشاد جبل پور رونق افروز ہوئے، اور چار دن قیام فرمایا۔ اسی موقع پر حضرت مولانا کی اہلیہ محترمہ اور دوسرے اعزہ داخل سلسلہ ہوئے۔

جبل پور کا دوسرا سفر:

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضرت مولانا عبدالباقی برہان الحق صاحب قادری رضوی جبل پوری اپنے والد ماجد عید الاسلام حضرت مولانا عبدالسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دعوت نامہ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، بعد ملاحظہ حضور نے فرمایا: مولانا کے بے حد کلمات تواضع نے پہلو عذر کا چھوڑا ہی نہیں، اگر بالفرض کسی کے لبوں پر بھی دم ہو وہ بھی انکار نہیں کر سکتا، ان کلمات کو سن کر یہی کہے گا کہ میں حاضر ہوں..... اور وعدہ فرمایا اور سفر کی تیاریاں ہونے لگے۔

حضرت مولانا برہان الحق صاحب نے دریافت کیا کہ حضور کے ساتھ کون کون تشریف لے جائیں گے؟ فرمایا: مولانا! مجھے تو صرف دو آدمیوں کی ضرورت پڑے گی، ایک حاجی کفایت اللہ صاحب کی، اور دوسرے افتا کے کام کے لیے مولوی شفیع احمد خاں صاحب پسرپوری کافی ہیں وہ خاموش ہو گئے۔ حضور نے فرمایا: یہ تو آپ کی مرضی پر ہے، آپ اور جسے چاہیں لے چلیں، مجھ سے نہ پوچھیے، مجھے جن کی ضرورت تھی آپ سے کہہ دیا۔

چنانچہ مولانا نے دو صاحب تو یہی جنہیں حضور نے فرمایا تھا، اور تیسرے خلف اصغر حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب

مفتی اعظم، اور چوتھے مولانا حسنین رضا خاں صاحب، برادرزادہ اعلیٰ حضرت منتخب کیے اب مجھے اور برادر م قناعت علی کو نہایت بے کلی ہوئی کہ کسی طرح ہم لوگوں کا بھی ساتھ میں جانا ہو جاتا، اس کے متمنی نہیں تھے کہ کوئی ہمارے مصارف سفر کا متحمل ہو۔ میں نے خلف اصغر حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم سے اپنی اور برادر م قناعت علی کی خواہش کا اظہار کیا، انہوں نے اعلیٰ حضرت سے کہہ کر ہم لوگوں کو بھی ساتھ چلنے کی اجازت دلا دی۔

بعد نماز ظہر مولانا برہان الحق صاحب نے حضور سے دوسرے روز تین اسباق پنجاب میل سے روانگی کا ارادہ ظاہر کیا، اور سکند کلاس کا ڈبہ رزروڈ کر لیا، ہم لوگوں نے تیسرے درجے کے ٹکٹ لیے۔ مولانا نے یہ طے کیا کہ صبح چار بجے سب حضرات کو علاوہ اعلیٰ حضرت قبلہ کے مع، سامان اسٹیشن روانہ ہو جانا چاہیے۔ لہذا ہم لوگ نماز عشا پڑھ کر اپنے اپنے گھر رخصت ہونے اور سامان ضروری لینے کے لیے چلے گئے، اور تقریباً ڈیڑھ بجے شب کے پھانگ میں آ گئے۔ پھر ہم لوگ چار بجے سامان وغیرہ کے ساتھ اسٹیشن پہنچ گئے، اور سو پانچ بجے پنجاب میل آ گیا، مگر حضور اس وقت تک تشریف نہیں لائے۔ برہان میاں اور سب لوگ ٹکٹ لگائے شہر سے آتے والے مسافروں کو دیکھ رہے تھے۔ شدید انتظار کے بعد دور سے ایک بیلہ جس کا جانور بھی خیر سے نہایت ست رفتار تھا، نظر پڑا۔ دیکھا کہ حضور اس میں تنہا تشریف لارہے ہیں، اور جیسے ہی اسٹیشن پر آئے حاجی صاحب سے فرمایا: مصلیٰ بچھائیے میں نماز پڑھوں گا۔ چنانچہ فوراً ایک گوشہ میں مصلیٰ بچھایا گیا اور حضور نے نیت باندھ لی کہ اتنے میں انجن نے سیٹی دی، سب لوگ یہ سمجھے کہ بس اب گاڑی چھوٹنے والی ہے۔ برہان میاں نے جلدی جلدی کچھ ساتھ جانے والوں کو گاڑی میں بٹھا دیا، مگر ہم لوگ حضور کے پاس ہی کھڑے رہے اور یہ دیکھتے رہے کہ حضور کو نماز میں کچھ اضطراب ہوتا ہے یا نہیں۔ لیکن واللہ العظیم ابتداء سے آخر تک حسب عادت کریمہ اسی اطمینان اور خشوع و خضوع سے نماز ادا فرمائی، اور یہی نہیں بلکہ وہ وظیفہ جو بغیر پہلو تبدیل کیے بعد نماز فجر پڑھنے کا تھا، اسی اطمینان سے ختم کیا۔ برہان میاں حضور کے فارغ ہونے کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے، اب جلدی سے عرض کیا: حضور! گاڑی چھوٹنے والی ہے، تشریف لے چلیں، اور باقی وظیفہ گاڑی میں پڑھ لیں۔ فرمایا: اچھا چلیے۔ پھر فرمایا: عجیب بیہودہ سواری ہے، اور گاڑی میں بیٹھ گئے، عوام جلد جلد دست بوسی اور مصافحہ کرنے لگے، اور اسی میں سلسلہ بیعت شروع ہو گیا، اور گروہ کے گروہ مرید ہونے لگے۔ چونکہ فقیر نے رجسٹر مریدین اور شجرہ شریف ساتھ لے لیا تھا کہ یہ خدمت میرے ہی سپرد تھی، لہذا جو صاحب مرید ہوتے جاتے تھے، شجرہ شریف بعد اندراج نام درج رجسٹر فقیر دیتا جاتا تھا۔ اس سلسلہ کو بھی بہت دیر ہو گئی، مگر گاڑی جب بھی نہ چھوٹی، یہاں تک کہ آفتاب خوب بلند ہو گیا۔ بعض حضرات نے اسٹیشن ماسٹر سے جا کر سب دریافت کیا، معلوم ہوا کہ لائن صاف نہیں ہے۔ حضور نے فرمایا: برہان میاں کہا ہیں؟ جو کہہ رہے تھے کہ گاڑی چھوٹنے والی ہے، غرض گاڑی بدستور کھڑی ہے، اور لوگ جوق در جوق آ رہے ہیں اور مرید ہوتے جا رہے ہیں۔

اسی جوم میں حضور کے پوتے جیلانی میاں کھڑکی کے پاس آئے، اور حضور کی دست بوسی کی۔ انہیں معمولی لباس میں دیکھ کر فرمایا: کیا تم نہیں چلو گے؟ انہوں نے عرض کیا: جیسا حکم فرمائیں، مگر میں تو یونہی کرتے پہنے ہوئے چلا آیا ہوں، کپڑے مکان پر

ہیں۔ فرمایا: کوئی حرج نہیں، اور حاجی صاحب سے ارشاد فرمایا کہ تا نگہ میں بیٹھ کر مکان چلے جاؤ، اور جیلانی کے کپڑے لے آؤ۔ تقریباً ایک گھنٹہ میں وہ کپڑے لے کر واپس آ گئے۔

بڑے مولانا صاحب (حضور کے خلف اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب) مصافحہ کر کے دست بوس ہوئے، حضور نے ان سے بھی یہی سوال فرمایا کہ کیا تم چل رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: مجھ سے کسی نے چلنے کو کہا نہیں۔ ارشاد فرمایا: میں تم سے کہتا ہوں چلو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں تو حضور کو رخصت کرنے اسی کرتہ میں چلا آیا تھا۔ فرمایا: کچھ حرج نہیں، وہیں چل کر کپڑے سل جائیں گے، بیٹھ جاؤ۔ برہان میاں صاحب نے جلدی سے ٹکٹ سکینڈ کلاس کے خرید کر لیا۔ اس وقت اسٹیشن ماسٹر سے معلوم ہوا کہ کسی اسٹیشن پر گاڑی کا پہیہ لائن سے اتر گیا جس کے باعث لائن خراب ہو گئی، اسے درست اور صاف کرنے میں اتنی دیر ہو گئی، اب عنقریب ٹرین چھوڑنے والا ہوں۔ غرض یہ مبارک سفر ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۷ھ روز شنبہ کو ہوا، اور دس بجے ان کی گاڑی روانہ ہوئی۔

ایک بات آج تک سمجھ میں نہ آئی یعنی بریلی سے جبل پور تک اکثر اسٹیشنوں پر مسلمانوں کی جماعت کو حضور کا منتظر پانا۔ نہ معلوم کس طرح بجلی کی طرح تمام جگہ خبر پھیل گئی تھی کہ حضور فلاں ٹرین سے تشریف لارہے ہیں لکنوا اسٹیشن پر حضرت سلطان الوداعین مولوی حاجی محمد عبدالاحد صاحب قادری رضوی کو دیکھا۔ ان سے حضور نے فرمایا: مولانا! آپ تو ابھی یہیں موجود ہیں۔ انہوں نے نیچی نظروں سے عرض کیا کہ حضور کا والا نامہ ملتے ہی میں پبلی بھیت سے حساب لگا کر چلا تھا کہ ایک روز پہلے جبل پور جاؤں گا لیکن لکنوا آ کر گاڑی چھوٹ گئی مگر قصداً کہ دل نے یہی کہا کہ حضور کے ساتھ جاؤں گا، حضور مسکرا کر خاموش ہو گئے۔ یہاں بھی اکثر حضرات داخل سلسلہ ہوئے۔ میرے خیال میں شاذ و نادر ایسے اسٹیشن گزرے ہوں گے، جن پر کوئی مرید نہیں ہوا ہو، ورنہ تقریباً ہر اسٹیشن پر عوام حلقہ بگوش ہوئے، بلکہ بعض اسٹیشنوں پر گاڑی چل دی اور لوگ دوڑ کر عرض کرتے جاتے حضور! ہم بھی مرید ہونا چاہتے ہیں، اور حضور فرماتے جاتے کہ میں نے غوث پاک کی غلامی میں آپ حضرات کو قبول کیا، اور فرماتے کہ شجرہ واپسی میں ملے گا، یا ڈاک سے منگالیجیے گا پھر گاڑی پر تاب گڑھ پنچھی، وہاں سکینڈ کلاس کا ڈبہ میل سے کاٹ کر الہ آباد والی ریل میں لگا دیا گیا، ریل ساڑھے تین بجے الہ آباد پنچھی، وہاں بھی مسلمانوں کے گروہ جوق در جوق آئے اور دست بوس ہونے لگے، مغرب کے بعد ساڑھے سات بجے ریل الہ آباد سے روانہ ہوئی اور قریب چار بجے شب کٹنی اسٹیشن آیا، یہاں حاجی عبدالرزاق صاحب قادری رضوی حضور کے خلیفہ کثیر جماعت کے ساتھ موجود تھے، اور خود حضرت عید الاسلام مولانا عبد السلام جبلپوری بھی اہالیان جبل پور سے ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ خیر مقدم کے لیے تشریف لائے تھے۔ یہاں سے ہر دو جماعت کے افراد ساتھ ہو لیے۔ سپیدہ سحر نمودار ہو چکا تھا، ایک چھوٹے اسٹیشن پر جس پر ٹرین صرف دو منٹ ٹھہرتی تھی، سب لوگ فریضہ فخر ادا کرنے کے لیے پلیٹ فارم پر اتر پڑے، بعض کو چلتی گاڑی میں وضو کرنے کا موقع مل گیا تھا، اور اکثر نے اسٹیشن پر اتر کر وضو کیا، جبلپوری حضرات، کوری مارکین کے تھان اپنے ہمراہ لیتے آئے تھے جو طویل رقبہ میں بچھائے گئے تھے، ان پر

دور تک مسلمانوں نے صف بندی کی، حضور نے امامت فرمائی۔ بعد سلام، طویل دعا کے بعد حسب معمول بغیر پہلو بدلے وظیفہ پڑھا، اور سب حضرات بھی اپنے اپنے اور ادو وظائف پڑھتے رہے، جو لوگ قریب تھے، انہوں نے مصافحے اور دست بوسی کی اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔ نصف گھنٹے سے زائد ہی ٹرین کھڑی رہی، اسٹیشن ماسٹر کا برہان میاں نے شکریہ ادا کیا، اور فرمایا کہ اب گاڑی چھوڑ دیجیے۔ اسٹیشن ماسٹر نے کہا: مولانا! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ اگر آپ فرمائیں تو اور روک سکتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا: نہیں، اب کوئی ضرورت نہیں، آپ کی عنایت ہے۔ سب حضرات اطمینان سے بیٹھ گئے، اسٹیشن ماسٹر نے سلام کیا، اور سبز جھنڈی کو حرکت ہوئی گاڑی نے بڑے بڑے کھول دیا اور ڈرائیور نے وقت پورا کرنے کے لیے پوری اسٹیم سے ڈاک گاڑی چھوڑ دی۔ اہالیانِ جبل پور نے، جب حضور وظائف سے فارغ ہوئے، بڑے پیمانہ پر چلتی گاڑی میں سب کو ناشتہ کھلایا۔ دس بجے دن کے ٹرین اسٹیشن جبل پور پہنچی۔ اہل جبل پور کے ہجوم کا یہ عالم تھا کہ جس طرف نظر پڑتی تھی آدمی ہی آدمی نظر آ رہا تھا، تمام پلیٹ فارم اور پل اور پلیٹ فارم کے بالمقابل لین کے کنارے، اور مسافر خانے اور بیرون اسٹیشن کھچا کھچ بھرا تھا۔ گاڑی پہنچنے ہی چاروں طرف سے نعرہ تکبیر و رسالت سے سارا اسٹیشن گونج گیا۔ پولیس کے جوان اور انسپکٹران وغیرہ اگرچہ کافی تعداد میں موجود تھے، وہ ہر چند کوشش کر رہے تھے کہ حلقہ باندھ کر مسافروں کو باہر اسٹیشن کے لے چلیں، مگر مجمع کسی طرح قابو میں نہ آتا تھا نہ آیا۔ بالآخر عاجز آ کر علیحدہ کھڑے ہو گئے اور حضرت مولانا عبدالسلام صاحب قبلہ اور برہان میاں سے عرض کیا کہ اب آپ ہی اپنے مہمانوں کی سہولت پہنچائیں گے، ہمارے قابو سے باہر ہے۔

بڑی مشکل سے سکند کلاس کے آگے سے ہجوم کو قدرے ہٹایا گیا، اور اس قدر گل ریزی ہوئی کہ تمام درجہ میں پھول ہی پھول نظر آ رہے تھے، بڑے بڑے ٹوکروں میں گلاب کے پھولوں کے موٹے موٹے گجرے اور پھولوں کے گل دستے بھرے ہوئے آئے تھے، جو ہر ایک کے گلے میں بکثرت ڈالے گئے، اور دونوں ہاتھوں میں ایک ایک گلدستہ دے کر پلیٹ فارم پر سب کو اتار کر دو بڑے حلقے میں لے کر نعرہ لگاتے ہوئے پھانگ پر پہنچے، تو اسے مقفل پایا، اسٹیشن ماسٹر نے قصد اُتار دیا تھا کہ اس حیلہ سے مولانا عبدالسلام کے پیر کو اچھی طرح دیکھ سکوں گا۔ چنانچہ فوراً آ کر قفل کھول دیا۔

باہر اسٹیشن کے بکثرت موٹر، فٹنن اور سیکٹروں تانگے کھڑے ہوئے ہیں، ایک بہترین موٹر جو ہار پھولوں سے مزین کیا گیا تھا حضور کے لیے لایا گیا۔ حضور اور حضرت مولانا شاہ عبدالسلام صاحب اور حضور کے دونوں شاہزادگان سوار ہوئے۔ اس موٹر کے پیچھے دوسرے موٹر میں دیگر لواحقین اور فتنوں تانگوں میں متوسلین اور معتقدین بیٹھے۔ ان کے علاوہ دورویہ سلسلہ عوام کا تھا جو پیدل ہمراہ تھے۔ یہ جلوں میری نگاہ میں ایک میل سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔ تھوڑے تھوڑے فصل سے سڑک پر نہایت ہی شاندار سبزی کے پھانگ لگائے گئے تھے، چند سرخ ٹول میں جلی قلم سے سنہری حروف سے اسی پر لکھا تھا: السلام علیکم یا امام اہل سنہ کسی پر تحریر تھا: السلام علیکم یا مجدد مائة حاضرہ یورپین انگریز اور ان کی سیمیں اور بچے اپنے بنگلوں سے باہر آ کر کھڑے ہو کر، جا بجا عوام اور مستورات مکانات کی چھتوں پر، دوکاندار اپنی اپنی دوکانوں سے نیچے اتر کر پرے جمائے

دست بستہ ٹکٹی لگائے اس شاندار جلوس کو دیکھ رہے تھے، بازار کی خرید و فروخت کا روبرو مطلقاً موقوف، ہر ایک اس پر فضا منظر کو مشتاق نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

الغرض جلوس بڑی آن بان کے ساتھ خراماں خراماں کٹی گھنٹے میں حضرت، مولانا عبدالسلام صاحب جبل پوری کے کا شانہ اقدس پر رونق افروز ہوا، وہاں مکان کی زیب و زینت اور آئینہ بندی قابل دید تھی، اندرونی و بیرونی تمام حصوں میں ترکی قالینیں بچھائی گئی تھیں، درو دیوار سب پیش قیمت کپڑوں سے سجادیے گئے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے تشریف رکھنے پر منقبت خوانی کا سلسلہ شروع ہو اور دیر تک مختلف حضرات کی جانب سے منونامی نعت خوان نے نہایت ہی خوش الحانی کے ساتھ پر کیف مناقب پڑھے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ حرمین طیبین میں جیسا اس فقیر کو نوازا اس کے بعد نمبر ہے تو آپ حضرات کا، بعدہ جلسہ درخواست ہوا۔

مغرب کی نماز کے وقت جامع مسجد جو حضرت مولانا کے مکان سے قریب ہے جو نبی حضور نے فرش مسجد پر قدم رکھا، فرمایا: اس مسجد کی سمت قبلہ صحیح نہیں ہے لہذا صفوف و تراکیم ہو پانچوں وقت کی نماز باجماعت حضور اسی مسجد میں پڑھا کرتے، اور دن میں تحریری کام جو ان کی غذائے روحی تھا کرتے رہتے، البتہ مابین عصر و مغرب نہ تحریر فرمایا کرتے، نہ کتب بنی کرتے۔ یہ نہ صرف یہاں بلکہ ہمیشہ کا معمول تھا، اور بسا اوقات فرماتے کہ اس وقت لکھنے پڑھنے کا کام نہیں کرنا چاہیے، بینائی کم ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت سے ملاقات کے وقت مقرر تھے صبح ۸ بجے سے ۱۰ بجے تک اور سہ پہر کو بعد نماز ظہر سے عصر تک اور بعد عشا بھی کافی وقت دیا جاتا تھا۔ عصر کے بعد کا وقت خالی تھا لہذا طے پایا کہ بعد نماز عصر حضور کو شہر سے باہر بغرض تفریح دماغ لے جایا کریں گے، جسے حضور نے ان لوگوں کی دل شکنی کا خیال فرماتے ہوئے منظور فرمایا، چنانچہ روزانہ بعد نماز عصر دروازہ مسجد موٹر، ٹمٹمیں تانگے تیار رہا کرتے، نماز مغرب بیرون شہر میدان میں اکثر ہوا کرتی۔ ایک مرتبہ جماعت قائم ہو رہی تھی کہ ہمراہیاں میں سے کسی نے کسی راہگیر کو سامنے سے گزرنے کو منع کیا، آپ نے فرمایا: کیوں روکتے ہو؟ جانے دو، کوئی حرج نہیں۔ جنگل یا مسجد کبیر میں سامنے سے گزر سکتے ہیں۔ پھر فرمایا: مسجد کبیر کوئی مسجد نہیں۔ بجز مسجد خوارزم کے کہ جس کا مربع چالیس ہزار ستون پر ہے، ان مساجد میں دیوار قبلہ تک سامنے سے نہیں گزر سکتے۔

قدرتی مناظر کی دید:

ایک روز قرار پایا کہ کچھ قدرتی مناظر دکھانا چاہیے، چنانچہ بھیرا گھاٹ جسے دھواں دھار بھی کہتے ہیں، اور جو دس بارہ میل کے فاصلے پر تھا، علی الصبح چلنا تجویز کیا۔ لہذا ناشتہ کرنے کے بعد ہی موٹر وغیرہ آگئے ہم سب لوگ حضور کے ساتھ روانہ ہوئے، ابھی وہ مقام تقریباً پانچ چھ میل تھا کہ ایسی آواز سنائی دی جیسے بڑے زور میں ریل گاڑی آرہی ہے۔ مقامی حضرات سے معلوم ہوا کہ ریل کی آواز نہیں ہے بلکہ دھواں دھار کی آواز ہے، جو دم بدم مہیب ہوتی جاتی تھی۔ الحاصل قریب دوپہر کے ایک ڈاک بنگلہ میں حضور کو مع ہمراہیان ٹھہرایا گیا، اور چونکہ رات ہی میں جملہ سامان رسد وغیرہ مع باورچی یہاں پہنچ گیا تھا، لہذا

تھوڑی دیر میں دسترخوان بچھایا گیا اور پر تکلف طعام چنے گئے۔ بعد فراغت حضور نے قدرے آرام کیا۔ باہر ڈاک بنگلہ کے ایک صاحب خوش نما پتھر کی کچھ چیزیں فروخت کر رہے تھے جن میں کچھ پتھر کے ٹکڑے بھی تھے، جن میں رنگ برنگ قدرتی نقش و نگار قابل دید تھے، ہم لوگوں کو اس کی قدرتی صنعت پر تعجب ہو رہا تھا، اور خداوند عالم کی شانِ خالقیت کے جلوے نظر آ رہے تھے۔

اب دھواں دھار چلنے کی رائے قرار پائی حضور کی سہولت و آرام کی خاطر ایک ڈولی بنا کر اس میں حضور کو بٹھا دیا گیا اور دھواں دھار کی طرف لے چلے، کچھ دور پہنچنے کے بعد دریائے نرہ بہتا نظر آیا جس کا نصف پاٹ تو ایسا تھا کہ پہاڑ کے پتھر جس پر پہاڑ تھا قریب قریب ابھرے ہوئے تھے جن پر ہم لوگ پاؤں رکھتے ہوئے حضور کی ڈولی کے ساتھ ساتھ بے تکلف چلے گئے۔ اب آگے پتھر نمایاں نہ تھے، بلکہ پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا، کئی سو فٹ نیچے ایک پہاڑی کے درہ میں گر رہا تھا، گرتے وقت مثل دودھ کے پانی سفید ہو جاتا تھا، درہ میں تپہ کھا کر دھوئیں کی شکل میں اٹھ رہا تھا۔

ناظرین کرام خیال فرما سکتے ہیں کہ ایک پورا دریا ایک دم بلندی سے نیچے گرے کس قدر خوفناک آواز پیدا ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ میلوں دور اس گراؤ کی آواز پہنچ رہی تھی۔ یہاں سے واپس آ کر حضور نے ڈاک بنگلہ میں آرام فرمایا بعد نماز ظہر ہوئی۔ اس کے بعد عبدالکریم پہلوان قادری رضوی نے حضور سے عرض کیا: میں کچھ ورزش دکھانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ باہر میدان میں سب حضرات جمع ہو گئے، حضور بھی ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلوان صاحب موصوف نے وہیں پہاڑ کی گھاٹی سے ایک پتھر تقریباً ڈیڑھ فٹ لمبا اور ۳/۳ رانچ موٹا اٹھا کر اپنے داہنے ہاتھ کی کلائی سے دوسری ضرب میں بال ڈال دیا، اور تیسری ضرب میں دو ٹکڑے کر دیا۔ پھر ایک بہت بڑا پتھر جو ۶/۶ من سے وزن میں کم نہ ہوگا، اشارہ کر کے کہا کہ اس پتھر کو میرے پاس لے آؤ۔ لہذا کچھ مضبوط آدمی بڑی مشکل سے دھکیلتے ہوئے قریب لائے، پہلوان چت لیٹ گئے، لوگوں نے بکوش کچھ پتھر اوپر پہنچایا اور کچھ پہلوان صاحب نے کوشش کر کے سینہ پر لا دیا اور حیرت کی بات یہ ہوئی کہ باجودے کہ وزنی پتھر سینہ پر تھا مگر کلام کرتے جاتے تھے، چنانچہ پتھر کو اوپر رکھ لیا تھا کہنے لگے، اب اس پتھر پر جو آدمی آسکیں کھڑے ہو کر خوب کودیں۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا: بھائی عبدالکریم! پتھر ہی کا وزن کیا کم جو اور آدمیوں کو سوار کرنا چاہتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا: حضور ملاحظہ تو فرمائیں، کوئی حرج نہیں۔ لہذا ایک صاحب پتھر پر کھڑے ہو کر کودنے لگے، اس کے بعد پہلو کی طرف سے لوگوں کو بٹھا کر ایک اشارہ میں پتھر کو سینے سے جدا کر دیا، سامنے لابی بیل گاڑی خالی کھڑی تھی جس پر شہر سے سامان آیا تھا، بائیمائے پہلوان صاحب لوگ اسے کھینچ لائے، پہلوان صاحب نے فرمایا: اس میں جتنے حضرات آسکیں بھر جائیں، بقیہ لوگ کھینچیں، اور میرے اوپر سے اتار دیں غرض آدمیوں سے بھری ہوئی گاڑی کا ایک پہیہ اپنی رانوں پر سے اور دوسرا شانوں پر سے لیٹ کر اترا دیا، بعد حضور نے بطور انعام کچھ رقم عطا فرمائی۔

اس کے بعد وہیں قریب میں ایک پہاڑی پر جانے کا اتفاق ہوا، جس پر پہنچنے کے لیے ۵۰۰ میٹرھی پتھر کی تھیں، اس مقام کا نام چونٹھ چگنی تھا یعنی وہاں وہ بت محفوظ تھے جنہیں شہنشاہ دین پرور حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے توڑا تھا، پہلی

سیڑھی کے پاس دوستوں پھاٹک کے قائم تھے، ان میں سے ایک پر ایک سین بورڈ گورنمنٹ کی جانب سے لگا ہوا تھا، جس میں بخط اردو انگریزی یہ ہدایت لکھی ہوئی کہ کوئی ان بتوں کی مرمت نہ کرے..... حضور نے اس نوٹس کو پڑھا، اور مسکرا کر فرمایا: جن کی حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے مرمت کی ہو، ان کی مرمت کون کر سکتا ہے؟ اوپر گھائی کے جا کر دیکھا کہ بیچ میں ایک مندر ہے اور چاروں طرف احاطہ میں بڑے بڑے بت رکھے ہیں جو تعداد میں ۸۴ ہیں، مگر کوئی سالم نہیں کسی کی پستان کٹی ہوئی، کسی کا ناک، کسی کا بازو، حضور نے اور تمام ہمراہیان نے با آواز بلند پڑھا: اشهد الا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الہا واحدا لا نعبد الا ایاہ اسی نواح میں ایک گھائی پر راستہ میں ایک پتھریا چھوٹی سی شکل بت پڑی تھی مگر سالم و بھی نہ تھی، جس سے پتا چلتا ہے کہ جس وقت حضرت سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے بت شکنی فرمائی ہے تو اس میں فرشتوں کا بھی ہاتھ تھا، ورنہ کوئی بت تو سالم دکھائی دیتا۔

بعد نماز عصر کشتی میں سب لوگ سوار ہوئے، اور اس بحری درہ میں جس کے دونوں جانب سنگ مرمر کی سربفلک چٹانیں کھڑی ہیں، اور قدرتی عجائبات قابل دید تھے کسی جگہ چاند کی شکل بن گئی، ایک جگہ پہاڑ کے اوپر جگہ ہی معلوم ہوتا تھا کہ کوئی سیاہ فام شخص برہنہ سر سفید کرتا پہنے کنارہ پر بیٹھا ہے، حضور نے ان پہاڑوں کو دیکھ کر فرمایا کہ ایک صاحب مسجد میں آتے وقت طاقی میں جو ڈھیلے رکھے تھے، انہیں شاہد بنا لیا کرتے تھے، یعنی کلمہ شہادت پڑھ لیا کرتے تھے۔ بعد انتقال کسی نے ان سے خواب میں پوچھا: تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ کہنے لگے مجھے حکم دوزخ کا ہوا، فرشتے دوزخ کی طرف لے چلے مگر جس دروازہ پہنچتے ہیں اس کے سامنے ایک پہاڑ حائل ہے، فرشتوں نے بارگاہ الہی میں عرض کیا: اے ہمارے رب! یہ پہاڑ کیسے ہیں، ارشاد باری ہوتا ہے، اے میرے فرشتوں! یہ پہاڑ ان ڈھیلوں کے ہیں جنہیں یہ مرابندہ شاہد بنا لیا کرتا تھا، اب اسے لے جاؤ میری رحمت سے جنت میں۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ جب ڈھیلے پہاڑ ہو گئے تو یہ تو پہاڑ ہیں کیوں نہ شاہد بنا لیا جائے۔ لہذا حضور کے ساتھ سب نے با آواز بلند بار بار کلمہ شہادت اشهد اللہ لا الہ الا اللہ وحدہ واشهد ان محمدًا عبدہ رسولہ پڑھنا شروع کر دیا، جس سے وہ پہاڑ گونج گئے، بعد حضور نے فرمایا: اب سے پہلے تقریباً بارہ سال ہوئے کہ میں نے اس درہ میں ایک فقیر صاحب کو ایک جھونپڑی میں دیکھا تھا، غرض کشتی آگے بڑھی دور سے دیکھا کہ جھونپڑی کے آثار پائے جاتے ہیں فقیر صاحب کا پتانہ تھا اور وہیں دیکھا کہ پانی پر درہ تک سیاہ کائی سی جمی تھی، ملاحوں نے فوراً کشتی روکی اور گھبرا کر کہا کہ کوئی بیڑی پینے کے لیے دیا سلائی نہ جلائیں کہ شہد کی مکھی پانی پی رہی ہے، خیریت گزری کہ ابھی کشتی کی رفتار سے پانی کی لہروہاں تک پہنچنے نہیں پائی ہے اور نہایت تیزی کے ساتھ کشتی کا رخ پھیر کر گھاٹ پر آ کر دم لیا، اور کہنے لگے کہ یہ حضور کے قدموں کی برکت تھی کہ سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے ورنہ ایک بھی نہ بچتا اگر وہ خبردار ہو کر پلٹ جاتی۔ سب نے مغرب کی نماز پڑھی اور خدا کا شکر ادا کیا اور شہر کو واپس آ گئے۔

دعوتوں کا سلسلہ:

جبل پور ۲۸ یوم حضور کا قیام رہا، اور اسی عرصہ میں قریب قریب روزانہ کبھی ایک وقت اور کبھی دونوں وقت شہر میں دعوتوں

کا سلسلہ رہا، اور دعوتوں میں صرف ہم ہی لوگ مدعو نہ ہوتے تھے بلکہ مقامی حضرات بھی شریک ہوتے تھے اور اس بڑی جماعت کے خانے کا اہتمام ہو جاتا تھا یہاں ہر دعوت میں یہ دستور تھا کہ بعد فراغ طعام حاضرین کو معطر کر کے ایک گجرا پھولوں کا ضرور ڈالا جاتا تھا، چونکہ حضور حضرت مولانا عبدالسلام صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے مہمان تھے اس لیے ہر میزبان کی دعوت بمظہوری حضرت ممدوح مقرر ہوتی تھی بعد دعوتوں میں ہمراہیان حضور کو بھی حضور کے ساتھ بیش بہا عمامے نذر کیے گئے، مگر سیٹھ عبدالکریم صاحب قادری رضوی عرف میں سیٹھ صاحب نے جنہوں نے حضور کی تشریف آوری چیل پور میں بڑا حصہ لیا تھا بڑے پیمانہ پر دعوت کا اہتمام کیا دعوت کی جگہ خاص طور پر ایک لائے کمرے کی صورت میں تھی جس کے طول میں ہر دو جانب برابر دروازے تھے، اس دعوت میں گرچہ معمول سے کہیں زائد اجتماع تھا مگر کمرہ اتنا وسیع تھا کہ بیک وقت سب حضرات کے روبرو دسترخوان بچھ گیا، اور ایک ساتھ ہی سب کے ہاتھ دھل گئے کہ ہر در میں آفتابے ہر ایک کے سامنے آ گئے، اور یوں ہی بیک وقت کھانا روبرو اتار دیا گیا، میں جملہ اقسام کا شمار کیا تو ۲۸ قسمیں تھیں، جب سب حضرات کھا چکے، آن واحد میں جملہ ظروف اور دسترخوان اٹھ گئے، میں نے سیٹھ صاحب سے آہستہ سے کان میں کہا کہ سیٹھ صاحب! یہ دعوت کی، یا بائسکوب کا تماشہ دکھایا، وہ مسکرا کر خاموش ہو گئے۔

سیٹھ دادا بھائی سلامی نے بھی زبردست دعوت کی، یعنی پلاؤ روغن بادام میں پکویا تھا۔ سید عبدالکبیر صاحب قادری رضوی نے دعوت کی، اور سب کو لٹری قیمتی عمامے تقسیم کیے خود حضرت مولانا عبدالسلام صاحب قبلہ مدظلہ الاقدس کے یہاں تو مستقل مہمان ہی تھے، پھر بھی مخصوص طور پر دعوت فرمائی اور نہایت خوبصورت سچے پلووں کے عمامہ تقسیم کیے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا ممدوح نے حق میزبانی پورا پورا ادا فرمایا، جس جگہ بالا خانہ پر حضور کا قیام تھا، ایک صاحب مولانا کے مریدین خاص سے بروقت اس کام پر متعین تھے کہ پان بناتے، چنانچہ ہم لوگوں کی ڈبیہ پانوں سے خالی نہیں رہتی تھی، اگر پان دیر کے بنے ہوئے ہوتے تو انہیں تبدیل کرتے رہتے، نیز حاضر ہونے والے حضرات کی خدمات میں بلاتا خیر پانوں کی تھالی پیش کرتے، دوسرے صاحب کی تحویل میں متفرقات تھی یعنی سوڈے کی بوتلیں، برف، بیڑی، سگریٹ، دیاسلائی، کارڈ لفافہ ٹکٹ ڈاک سادہ لفافہ کاغذ پینسل وغیرہ ان کا فرض منصبی تھا کہ مہمان سے دن سے تین چار مرتبہ دریافت کر لیا کرتے، حجام روزانہ صبح کے وقت خط بنوانے کے لیے ہر ایک سے دریافت کر جاتا، کثیف کپڑے دھلنے کے واسطے لے لیے جاتے تھے۔

ٹیلر ماسٹر حیدر صاحب قادری رضوی جن کی مشہور و معروف دکان صدر بازار کی ایک شاندار کوٹھی میں تھی، اس کے متمنی تھے کہ حضور کی دعوت میں بھی کرتا، مگر جب جس تاریخ کی دعوت کی درخواست کرتے، وہ تاریخ خالی نہ پاتے، مجبوراً مضحل ہو کر واپس چلے جاتے، ایک روز پھر ایسا اتفاق ہوا کہ انہوں نے درخواست کی، مگر عبدالکبیر صاحب کی یہاں کی دعوت کے باعث جو صدر ہی میں تھی مسٹر کردی گئی تو انہوں نے دست بستہ عرض کیا کہ اچھا میرے یہاں اسی روز چائے کی دعوت منظور فرمائی جائے، اس پر خود حضور پر نور اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ ماسٹر حیدر صاحب آپ کی قلبی تکلیف کو عرصہ سے محسوس کر رہا ہوں، اچھا

میں کل آپ کی چائے کی دعوت منظور کرتا ہوں، یہ الفاظ کریمہ سنتے ہی ماسٹر صاحب نے دست بوسی کی، اور خوش خوش اپنے مکان چلے گئے اور دوسرے روز منجملہ دیگر سوار یوں کے حضور کے واسطے چار گھوڑوں کی بہترین فٹن بعد مغرب لے کر حاضر ہوئے، سب لوگ حضور کے ساتھ روانہ ہوئے جس وقت ماسٹر صاحب کی کوٹھی قریب آئی، گیس کی روشنی میں ایک سنہری کا پھانک تقریباً دو فرلانگ کے فصل سے لگایا تھا اس کے محاذ پر پہنچتے ہی ایک گولا آواز کا چھوڑا گیا مگر حضور کو پہلے کہیں اور جانا تھا اس لیے گاڑی سیدھی نکلی ہوئی چلی گئی بقیہ جتنے حضرات تھے وہ سب پھانک پر اتر پڑے ہم لوگوں نے دیکھا کہ چھوٹے ہی ایک یورپین افسر اور چند گورے بارکوں میں سے نکل آئے، اور مولانا عبدالباقی برہان الحق صاحب سے دریافت کرنے لگے، انہوں نے کچھ ایسے فرمائے، یعنی آل ورلڈ پاڈری اس نے پوچھا: انہوں نے حضور کا اسم مبارک بتایا، کہنے لگے: ہاں! ہم نے یہ نام سنا ہے، اور اس وقت تک اشتیاق میں کھڑا رہا جب تک حضور تشریف نہ لائے۔

ماسٹر حیدر صاحب نے پھانک سے کوٹھی تک سڑک پر ٹول کی روش بنائی تھی، اور دورویہ تریاں وغیرہ لگا کر کوٹھی کے سامنے شامیانہ وغیرہ سے آراستہ کیا تھا، جا بجا بجلی کے قمقمے مختلف رنگ کے آویزاں کیے تھے، غرض کوٹھی کے وسطیٰ وسیع کمرہ میں نہایت پر تکلف مسند پر حضور جلوہ فرما ہوئے اور بقیہ حضرات قیمتی قالینوں پر جو موزونیت کے ساتھ بچھائے گئے تھے تشریف فرما ہوئے، کوٹھی میں قلعی سبز رنگ کی تھی اور سبز ہی تیز روشنی بجلی تھی۔ مختصر یہ کہ سب مہمانوں کے سامنے مختلف اقسام کے بسکٹ ایک وغیرہ چائے کے ساتھ پیش کئے، اور اخیر میں سگریٹ پان کی تواضع کی، اور ایک بند لٹافہ جس میں ایک ایک نوٹ علی قدر مراتب بطور نذر ہر ایک کا نام لکھ کر پیش کیا۔

جبل پور والوں کی عید:

غرض اٹھائیسویں رات کامل جبل پور والوں کے لیے ہر روز، روز عید، اور ہر شب، شب برات کی مثال تھی، اور اعلیٰ حضرت کے دم قدم کے برکات سے دینی و دنیوی انوار کا نزول ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ ہوتا تھا، آخر تا کبے؟ اگرچہ جبل پور والوں کے ذوق و شوق کی حالت و دلی تمنا یہ تھی کہ اسی طرح عمر گزر بسر جائے کہ اعلیٰ حضرت کی میزبانی کا شرف ہم لوگوں کو عمر بھر نصیب ہو، مگر اعلیٰ حضرت کے ضروری مشاغل دیدیہ میں بہت فرق آ گیا تھا، تصنیفات و تالیفات کا سلسلہ اگرچہ یہاں بھی جاری تھا مگر جس یکسوئی کے ساتھ بریلی شریف میں یہ خدمت ہوتی تھی یہاں زائرین کے ہجوم، بیعت ہونے والوں کے ذوق و شوق، ملاقات کرنے والوں کی کثرت کی وجہ سے ناممکن تھا، اس لیے اعلیٰ حضرت نے بریلی شریف واپسی کا ارادہ ظاہر فرما دیا۔

آج وہ رات ہے، جس کی صبح کو حضور بریلی شریف مراجعت فرمانے والے ہیں۔ برہان میاں بازار سے کچھ مٹھونے چینی کے، اور کچھ گڑیا پارچہ گٹا کے تحفہ بچوں کے لیے لائے۔ کسی نے عرض کیا: حضور! ان کا شمار بتوں میں ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ: نہیں، انہیں معبود نہیں سمجھتے، بلکہ تھوڑی سی دیر میں توڑ پھوڑ کر فنا کے گھاٹ اتار دیتے ہیں، پھر فرمایا: گڑیوں میں حرج نہیں: خود امام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک طاق میں گڑیا رکھی تھیں اور کچھ گھوڑے پر دار بنا کر بیچ میں

لٹکاتے تھے اور بایں خیال کہ کہیں حضور نہ دیکھ لیں طاق پر پردہ پڑا رہتا تھا، ایک روز جس وقت حضور تشریف لائے اتفاقاً ہوا کے جھونکے سے پردہ اٹھ گیا حضور نے دیکھ کر دریافت فرمایا: اے عائشہ! ام المومنین نے عرض کیا: حضور! یہ گڑیا ہے، حضور نے گھوڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اور یہ کیا ہیں؟ ام المومنین نے عرض کیا: حضور! یہ گھوڑے ہیں، حضور نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! گھوڑے کے پر کب ہوتے ہیں؟ ام المومنین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں پردار گھوڑے ہوتے تھے، حضور مسکرا کر خاموش ہو گئے، اور کچھ نہ فرمایا۔

اب صبح نماز فجر کے بعد سے جو کچھ سامان باقی رہ گیا تھا درست کیا گیا، اہالیانِ جبل پور پر اسی چھائی ہوئی تھی، جسے دیکھیے مغموم و مضحل آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے، دل ایسے بھرے ہوئے کہ بات کرنا دشوار، خلاصہ یہ کہ ان مجوروں کی حالت دیکھ کر ہم لوگوں کے دل بھر آئے، مجمع دم بدم بڑھ رہا تھا۔

اس وقت حضرت عید الاسلام جناب مولانا شاہ عبدالسلام صاحب مدظلہم الاقدس نے مبلغ ایک ہزار روپے سکہ رائج الوقت ایک سفید چپنے کے قاب میں نذر کیے، اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرماتے ہوئے کہ مولانا! یہی کیا کم تھا جو آپ کو اس وقت تک صرف کیا، قبول فرمایا۔

اس کے بعد حضور نے اپنے وظیفہ کی صندوقچی میں سے جس میں سوائے وظیفہ کی کتاب کے اور کچھ نہیں رہتا تھا، نہ کسی چیز کے رکھنے کی گنجائش تھی، مگر اسی میں سے خادم و خادمہ ملازمین حضرات مولانا کے لیے نقد اور میوے وغیرہ، عزیزوں کے لیے طلائی زیورات اسی طرح معززین مریدین سینٹھ صاحبوں کی بچیوں بہوؤں کے لیے عطا فرمائے۔ مولوی حسنین رضا خاں صاحب بہت ہی حیرت اور تعجب کے ساتھ یہ کہتے تھے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ زیورات کب اعلیٰ حضرت نے خریدے اور کب اس صندوقچی میں رکھے اس کے علاوہ اس صندوقچی میں تو وظیفہ کی کتابوں کے سوا کچھ جگہ بھی نہ تھی، اتنے زیورات اس میں کہاں سے آ گئے، اور کیسے گنجائش ہوئی؟ واقعی یہ واقعہ جس طرح اعلیٰ حضرت کی سیر چشمی کی دلیل ہے جو دو سخا کاروں برہان، اسی طرح بین کرامت کا پرزور ثبوت ہے۔

پھر ایک عجیب واقعہ ہوا کہ چار پانچ آدمی ہاتھوں میں لکڑیاں لیے فرش کے کنارے آ کر کھڑے ہو گئے اور سر غنہ تقدیم سلام کے بعد حضور سے بایں الفاظ مخاطبہ کیا۔ آپ نے مجھے پہچانا میں کون ہوں؟ حضور نے لاطمی ظاہر کی کہنے لگا: میرا نام افتخار الحق ہے۔ پھر قاضی قاسم میاں قادری ساکن گونڈل جو حضور کی تشریف آوری جبل پور کی خبر سن کر آ گئے اور اس جلسہ میں تشریف فرما تھے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ قاسم جو سامنے بیٹھا ہے یہ پہلے میرا مرید تھا اس نے آپ سے میرے نام کفر کا فتویٰ لے کر اسے چھپوایا اور مجھے تمام کاٹھیا دار میں بدنام کیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میرے یہاں کسی کے نام پر فتویٰ نہیں دیا جاتا بلکہ قائل کے قول پر حکم شرعی بتایا جاتا ہے۔ کہنے لگا: خیر میں یہی دریافت کرنے آیا ہوں کہ آپ نے میری کیسے تکفیر کر دی ہیں

سمجھنا چاہتا ہوں۔

یہ سنتے ہی مولانا شفیع احمد خاں صاحب قادری رضوی ہسپتھری نے جو امین الفتویٰ تھے اور اس سفر میں بھی افتا کے کام کے لیے حضور کے ساتھ تھے ایک جست لگائی اور بیچ میں آ کر بیٹھ گئے اور افتخار الحق کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: اگرچہ میں اس واقعہ سے خالی الذہن ہوں مجھے معلوم نہیں کہ سوال کیا تھا اور تکفیر کس قول پر ہوئی ہے مگر تمہاری تشفی کے لیے تیار ہوں اگر مجھ سے تشفی نہ ہو پھر اعلیٰ حضرت سے مخاطبہ کرنا۔ بتائیے کس قول پر کفر فتویٰ ہوا ہے؟ اس پر افتخار الحق نے کہا: میرا دعویٰ یہ تھا کہ میری شان ہے لم یلد ولم یولد اور میں اب بھی کہتا ہوں کہ میری شان ہے لم یلد ولم یولد۔ مولانا شفیع احمد خاں صاحب نے فرمایا: تمہارے اس قول کو کچھ لوگوں نے سنا اور کچھ لوگوں نے نہیں سنا، ذرا آواز سے کہیے اس پر افتخار الحق نے کھسیانے لہجے میں اعادہ کیا، مولانا نے فرمایا: ادھر دالان میں بھی اندر تک آدمی ہیں، ذرا بلند آواز سے ایک بار اور بھی اپنا دعویٰ بیان کر دو تا کہ سب لوگ اچھی طرح سن لیں، چنانچہ تیسری مرتبہ خوب غصے میں بھر کر خوب زور سے اپنے قول کو ظاہر کیا: اس کے بعد مولانا نے حاضرین جلسہ کی طرف مخاطب ہو کر دریافت فرمایا: کیا آپ لوگوں نے اس کے قول کو سن لیا؟ مجمع سے متفقہ طور پر آواز آئی، ہاں سن لیا۔ اس کے بعد افتخار الحق سے پوچھا: آپ مجہول النسب ہیں یعنی آپ کا کوئی باپ نہیں؟ افتخار الحق رہتکی نے کہا: ہاں! میرا کوئی باپ نہیں۔ اتفاق سے افتخار الحق کے باپ بھی دالان میں سب کے پیچھے کھڑے تھے چنانچہ مقامی حضرات میں سے ایک صاحب ان کا بازو پکڑے ہوئے اندر سے لائے اور افتخار الحق سے پوچھا کہ یہ تو بتاؤ یہ کون ہیں؟ اس پر جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔ یہ سن کر ان کے والد نے رانیں پیٹتے ہوئے کہا: مولانا کس کے منہ لگے ہو، یہ تو پاگل ہو گیا ہے پاگل، عرض تمام حاضرین افتخار کو دیکھ دیکھ کر ہنسنے لگے۔

ہم لوگ رات ہی کو اسٹیشن آگئے اور وہیں قیام ہوا، یہاں بھی لوگ برابر آتے رہے، اور بیعت کا سلسلہ جاری رہا، صبح کو قریب چھتات آٹھ بجے گاڑی روانہ ہوئی، گاڑی چلتے میں بھی لوگ دوڑ دوڑ کر مرید ہو رہے تھے، اور اکثر لوگ زار زار روتے جاتے تھے، یہاں تک کہ گاڑی کی رفتار تیز ہو گئی، اور سب لوگ منتہائے نظر تک پلیٹ فارم پر حسرت بھری نگاہوں سے ٹرین کو دیکھتے رہ گئے، مختصر یہ کہ ہم سب بخیر و عافیت ابتدائی شب میں بریلی شریف واپس آ گئے۔

گنج مراد آباد کا سفر:

دبدبہ سکندری مورخہ کیم اپریل ۱۹۱۲ء میں ہے کہ رمضان المبارک ۱۲۹۲ھ کا مبارک مہینہ ہے کہ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس گنج مراد شریف لے گئے اور ایک جگہ قیام فرما کر اپنے دو ہمراہیوں کو (حضرت) شیخ (فضل الرحمن گنج مراد آبادی) علیہ الرحمۃ کی خدمت مبارک میں بھیجا اور تاکید فرمادی کہ صرف اتنا کہنا: ایک شخص بریلی سے آیا ہے ملنا چاہتا ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے معاف فرمایا: وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟ ان کے دادا اتنے بڑے عالم، ان کے والد اتنے بڑے عالم، اور وہ خود عالم فقیر کے پاس کیا دھرا ہے؟ پھر نرم ہو کر بکمال لطف فرمایا: بلائیے تشریف لائیں۔

بعد ملاقات اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے مجلس شریف کی نسبت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے استفسار کیا۔ ارشاد فرمایا: تم عالم ہو پہلے تم بتاؤ۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے فرمایا: آپ لوگ اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں، اور میں سنت جانتا ہوں۔ صحابہ جو جہاد کو جاتے تھے تو کیا کہتے تھے؟ یہی ناکہ مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن اتارا، انہوں نے یہ معجزے دکھائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ فضائل دیے؛ اور میلاد شریف میں کیا ہوتا ہے؟ یہیں بیان ہوتے ہیں جو صحابہ اس مجمع میں کرتے تھے۔ فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڑوا (لڈو) بانٹتے ہو، وہ اپنی مجلس میں موڑ (سر) بانٹتے تھے۔

غرض شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کو بکمال اعزاز و اکرام باصرار تمام تین روز ٹھہرایا انتیس ماہ مبارک کو رخصت کیا جب عید سر پر آگئی؛ اور وقت رخصت فرش مسجد کے کنارے تک تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت کیجیے۔ فرمایا: تکفیر میں جلدی نہ کرنا۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے دل میں یہ خیال کیا کہ میں تو ان کو کافر کہتا ہوں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان انور میں گستاخی کرتے ہیں۔ یہ خیال لاتے ہی معاً حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں! جو ادنیٰ حرف گستاخی کا شان اقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بکے ضرور کافر کہنا، بے شک کافر ہے۔ پھر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمارا جی چاہتا کہ اپنے موڑ کی ٹیپا تمہارے موڑ پر رکھ دیں اور تمہارے موڑ کی اپنے موڑ پر دھر لیں۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے براہ ادب سر جھکا لیا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کی کلاہ مبارک اپنے سر مقدس پر رکھی اور اپنی کلاہ مقدس اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کے سر مبارک پر رکھ دی۔ جو آج تک بطور تبرک محفوظ رکھی گئی ہے۔

حواشی

(۱) حضرت امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۸۰ میں اسی مفہوم کی حدیث ابو نعیم کی تخریج سے نقل فرمائی ہے۔ (فقیر محمد مطیع الرحمن رضوی)

(۲) یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ کسی رواج یافتہ برائی سے لوگوں کو براہ راست روکنے میں وہ اثر نہیں ہوتا ہے جو اس کے برے ہونے کا احساس دلانے میں ہوتا ہے۔ پھر یہ احساس دلانا بھی وعظ و نصیحت کے معروف طریقہ سے ہٹ کر نادر اور اچھوتے انداز میں ہو تو اثر دو بالا اور دیر پا ہو جاتا ہے۔ ارشادِ بانی ہے:

ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن • (پ، اس نخل آیت ۱۲۵) اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ کی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔ (کنز الایمان)

یہودیوں میں کھلے عام ننگے نہانے اور ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھنے کا رواج عام تھا، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام لوگوں سے الگ تنہائی میں نہاتے تھے، تو یہودی بجائے اس کے کہ اثر قبول کرتے، آپ کا مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے کہ ان کو ہانڈروسل کی بیماری ہے، اس لیے وہ ہمارے ساتھ ننگے نہانے میں عار محسوس کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ جب کوئی نہیں تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیے، اور دریا میں نہانے لگے۔ پتھر میں قدرت کی طرف سے جان آگئی اور وہ کپڑے لے کر آبادی کی طرف دوڑ پڑا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نگاہ پڑی تو اس خیال سے پریشان ہوا ٹھے کہ پتھر سے کپڑے نہیں لیے گئے تو لوگوں کے سامنے کس طرح جاؤں گا؟ بے تابانہ، اے پتھر! میرے کپڑے، اے پتھر! میرے کپڑے، کہتے ہوئے اس کے تعاقب میں دوڑ پڑے اور یہ بات ذہن سے محو ہو گئی کہ ستر کھلا ہوا ہے۔ نیچے لوگوں نے آپ کو کھلے ستر دیکھ لیا، جس سے ان کو احساس ہوا کہ آپ ہانڈروسل کے مریض نہیں ہیں، بلکہ کھلے عام ننگے نہانا اور ایک دوسرے کا ستر دیکھنا برا ہے، اس لیے آپ اس سے احتراز فرماتے ہیں۔

وكان الحکمة فی ان بنی اسرائیل كانوا یفتسلون عراة ینظر بعضهم الی سوءة بعض وکان موسیٰ علیہ السلام یفتسل وحده فقالوا او الله ما یمنع موسیٰ ان یفتسل معنا الا انه آدر..... فذهب یفتسل مرة فوضع ثوبه علی حجر ففر الحجر بثوبه فذهب موسیٰ فی الحجر علی ملا من بنی اسرائیل فنظر و الی سوءة موسیٰ علیہ السلام فقالوا والله ما بموسیٰ من بأس فبرأ الله تعالیٰ موسیٰ بسبب فرار ذلك الحجر ممار موه به من الاخرة فوقف الحجر بعد ما نظر والیه فاخذ ثوبه..... (شیخ زادہ علی البیضاوی)

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اضطراراً کھلے ستر ہی پتھر کے تعاقب میں نہ چلے گئے ہوتے، تو یہودیوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں، اور وہ اپنے برے کروت کی برائی کا احساس نہیں کر پاتے۔

یا ایہا الذین امنوا لا تكونوا کالذین اذوا موسیٰ فبراه الله مما قالوا وکان عند الله وجیها • اے ایمان والو! ان جیسے نہ ہونا

جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ستایا تو اللہ نے اسے بری فرمادیا اس بات سے جو انہوں نے کہی، اور موسیٰ علیہ السلام اللہ کے یہاں آبرو والا ہے۔ (کنز الایمان)
اسلام میں غیر محرم عورتوں کو استثنائی حالات کے سوا بالفقہ دیکھنا ناجائز و حرام ہے۔ حدیث میں اسے آنکھوں کا زنا بتایا گیا ہے۔ خصوصاً طوائفوں کو دیکھنا جو طرح طرح کے بناؤ سنگار اور دلفریب اداؤں کے ساتھ لوگوں کو گناہ کی دعوت دیتی ہیں، اور اپنے دام میں لانے کی کوشش کرتی ہیں۔ جس سے کتنے ہی حیران فرتوت کے ہاتھوں سے تقدس کی شبیہیں گر جاتی ہیں، کتنے ہی زاہدان صد سالہ خراب ہو کر مسجدوں سے باہر نکل آتے تھے۔

پڑھتے ہی فاتحہ جو وہ اک سمت پھر گئی
اک سر کے تو ہاتھ سے تسبیح گر گئی
ماہ من در نیم شب چوں بے حجاب آید بروں
زاہد صد سالہ از مسجد خراب آید بروں

امام احمد رضا ایک شرعی گہرانے کے ہونہار فرزند تھے۔ آپ کی گھٹی میں یہ بات ڈال دی گئی تھی کہ غیر محرم عورتوں کو باقصد دیکھنا گناہ ہے اس لیے طوائفوں کو دیکھ کر اضطراب ایسا واقعہ ہوا۔ اگر امام احمد رضا اضطراب آ کر تے کا دامن اٹھالینے کے بجائے ہاتھوں ہی سے آنکھیں بند کر لیتے، تو طوائفوں کو تسخیر آ میر سوال کا موقع نہیں ملتا، اور وہ ننھے بچے کے اس بلخ جواب سے آشنا ہو کر اپنے کروت کی برائی کا صحیح احساس نہیں کر پاتیں۔

مگر براہِ چشم بد اندیش کا جس میں ہنر بھی عیب نظر آتا ہے

چشم بد اندیش کہ بر کندہ باد عیب نماید ہنر در نظرش

کچھ کاٹھن آپ کے اضطراب کرتے کا دامن اٹھالینے، اور اس بلخ انداز ہدایت پر اعتراض کرتے ہیں۔ کیا اس طرح یہ حضرت امام احمد رضا کے پردے میں خدا کے یہاں وجاہت رکھنے والے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذاق نہیں اڑا رہے ہیں؟ پھر جبکہ یہ امام احمد رضا کے بچپنے کا واقعہ ہے جب آپ مکلف نہیں تھے اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جوانی کا واقعہ جب آپ نے صرف یہ کہ مکلف تھے بلکہ منصب نبوت کی عظیم ذمہ داری بھی آپ کے سر تھی۔ (امام احمد رضا حقائق کے اجالے میں ص ۳۹ تا ۴۰، از فقیر محمد مطیع الرحمن رضوی)

(۳) ہم لوگوں کو اس سے پہلے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ بھی شرف بیعت سے مشرف ہیں بس یہ جانتے تھے کہ حضور کے پڑوسی اور برادری کے آدمی اور ایک زمیندار ہیں۔ (ملک العلماء)

(۴) روزنامہ الجمعیۃ دہلی کا خصوصی شمارہ شیخ الاسلام نمبر مجریہ ۱۵ فروری ۱۹۵۸ء کے صفحہ ۱۳ پر مولانا حسین احمد مدنی سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند تک کے لیے لکھا گیا ہے وہ عالم نور میں رہتے ہیں ان کی آنکھوں میں بھی نور ہے ان کے چاروں طرف نور ہی نور ہے وہ خود نور ہو گئے ہیں وہ اس دعا کے مصداق ہیں جو صحیح حدیث میں آتی ہے: اللہم اجعل فی سمعی نور افی بصری نور الحدیث اور اب وہ سراسر نور ہیں۔

(فقیر محمد مطیع الرحمن رضوی)

(۵) بعد میں تین صاحبزادے اور ہوئے۔ مولانا اختر رضا خاں ازہری۔ قمر رضا خاں۔ منان رضا خاں۔

(فقیر محمد مطیع الرحمن رضوی)

(۶) یہ ابتدائی دور کی بات ہے ورنہ بعد میں سمجھ میں آ گیا تھا اس لیے المعتمد المسند میں اس کو مفصل و مدلل بیان فرمایا۔ (فقیر رضوی)

(۷) جو اعلیٰ حضرت کے بہت ہی جان نثار خادم اور سرفراز حضرت کبھی اعلیٰ حضرت کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے، اور اب بعد وصال بھی مزار

شریف پر برابر حاضر باش۔ محض محبت شیخ میں ان کی دلی تمنا ہے کہ بعد موت بھی اعلیٰ حضرت کے قدموں ہی میں رہیں اور اسی لیے صاحبزادگان والا شان و دیگر مخلصین و مجتہدین و خلفا و مریدین اعلیٰ حضرت سے اس قسم کی تحریرات حاصل کی ہیں جن کو ایک کتاب کی شکل میں شائع بھی کر دیا ہے۔ (ملک العلماء)

چنانچہ انہیں تحریروں کے مطابق اعلیٰ حضرت کے قدموں میں مدفون ہوئے (فقیر رضوی)

(۸) فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ ایک زمانہ میں میرا خیال تھا کہ اس قسم کے گالی نامے عوام بد تمیز لوگ لکھا کرتے ہیں، کیونکہ بیچارے علم سے کورے ہیں، جب سنتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کا فلاں شخص نے رڈ کیا ہے، اس کے رسائل و مسائل کا جواب لکھا ہے تو ہوش میں نہیں رہتے، جامہ سے باہر ہو جاتے ہیں۔ چونکہ علمی سرمایہ سے بے بہرہ ہیں، اس لیے وہ نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں کہ بات کیا ہے؟ کون حق پر ہے، کس کی زیادتی ہے؟ اس کے پاس علم کا سرمایہ تو ہے نہیں، جو علمی باتوں کا جواب دے سکیں، اس لیے بیچارے جو پونجی رکھتے ہیں، وہی پیش کرتے ہیں، اور گالیوں میں ماں بہن کی مغلظات تک دینے سے باز نہیں آتے۔ لیکن مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا انتقال ہو اور ان کے معتقد خاص مولوی عاشق الہی صاحب میرٹھی نے ایک کتاب دو حصوں میں بنام تذکرۃ الرشید چھاپی۔ اس کتاب میں کیا ہونا چاہیے، موضوع کتاب تو نام ہی سے ظاہر ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے حالات اس کتاب میں ہوں گے، مگر ہے کیا؟ مولوی صاحب کے حالات تو چند ورقوں سے زائد نہیں، لیکن ان کے دادا پیر اور اپنے ہم خیال لوگوں کی خوبیوں کا طومار اور علمائے اہل سنت و ماع پر طعن و تشنیع کی بوچھاڑ ہے اور خصوصاً سنی حضرات میں جنہوں نے تقریراً یا تحریراً گنگوہی صاحب کا رد کیا ہے اور حق کی حمایت کی ہے ان کی توہین و تذلیل میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ چھوٹے چھوٹے واقعات اور قصے گڑھ کر سنیوں کی دل آزادی کی، اور اپنے و صاف باطن کا جلوہ دکھایا ہے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ یہ گالی نامے جاہلوں کے کام نہ تھے، بلکہ اس حمام میں سب ننگے کا مضمون ہے، ان کے یہاں پڑھے لکھے، عوام کے کان کترتے ہیں۔ (۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱

شاید اتنی نہ دوسرے کو مولوی احمد رضا صاحب نے پہنچائی ہو۔

یہ بھی جھوٹ اور بالکل غلط ہے، خود اسی کتاب میں اسی جگہ اور دوسرے منکرین ضروریات دین کی بھی تکفیر ہے، اس لیے کہ گنگوہی صاحب سے نہ کبھی کی عداوت، نہ زر زمین زن کا قصہ کہ اس عداوت کی وجہ سے تکفیر کی گئی، بلکہ یہ تو وعدہ الہیہ و عہد ربانی واذا اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا کتب لپیذہ للناس ولا یکتونہ کی تعمیل و تکمیل ہے، جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور اللہ جل جلالہ کی تکذیب کی، تو ان کی تکفیر کی گئی، پھر دوسرے منکرین ضروریات دین کی پاسداری کیوں کی جاتی؟ نیز دوسرا فقرہ بھی بالکل غلط ہے:

نہ دوسرے امام ربانی کو پہنچی ہوں۔

یہ بھی بالکل خلاف واقع ہے۔ کیا مولوی عاشق الہی صاحب کو یاد نہیں کہ وقوع کتب باری تعالیٰ ماننے پر اعلیٰ حضرت سے بہت پہلے جناب مولانا نذیر احمد خاں صاحب رامپوری ثم احمد آبادی نے کفر کا فتویٰ دیا جو ۱۲۰۹ھ میں مطبع خیر المطابع میرٹھ میں چھپ کر شائع ہوا۔ نیز اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کی تصدیق بے شمار علمائے حرمین شریفین، اہل ہند نے فرمائی، سب مسئلہ کفر میں اعلیٰ حضرت کے ہم خیال ہیں، تو یہ لکھنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

نہ دوسرے امام ربانی کو پہنچی ہوں۔

پھر یہ جملہ بھی کس قدر بھولے پن کا ہے کہ:

عمر بھر کبھی ایک کلمہ بھی ایسا سننے میں نہیں آیا جس سے معلوم ہو کہ حضرت ان کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔

اولاً: کیا مولوی صاحب یوم ولادت یا یوم تکلم سے مرتے دم تک گنگوہی صاحب کے ساتھ رہے جو سننے کی نفی سے واقعہ کا انکار کرتے ہیں۔

ثانیاً: ایسا بھی سہی کہ آپ نے عمر بھر نہ سنا، اس سے کیسے معلوم ہوا کہ انہوں نے کبھی نہ کہا۔

ثالثاً: یہ بھی مان لیا کہ انہوں نے عمر بھر نہ کہا، تو اس میں دشمن سمجھنے کی کیا بات ہے؟ نہ اعلیٰ حضرت، مولوی رشید احمد صاحب کو اپنا دشمن

جانتے تھے، نہ گنگوہی صاحب، اعلیٰ حضرت کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ یہ اختلاف مذہبی تھے۔ جو خیالات و اعتقادات اعلیٰ حضرت کے تھے، گنگوہی صاحب کی نزدیک بدعت یا کفر و شرک تھے، اس پر وہ بے محابا کفر و شرک کے فتویٰ دیتے تھے۔ یہ اپنی اپنی تحقیق تھی، اس میں دشمنی و عداوت کی کیا بات تھی، جو آپ نے نہیں سنا، یا گنگوہی صاحب نے کمال کیا کہ دشمن نہ جانا، تو بہت تیر مارا۔ نیز اس کذاب مفتری کے اس مرتج جھوٹ سے گھبرا اٹھنا بھی عجیب سا دکھی اور ان کی بزرگی و کرامت کا اظہار ہے، مگر درحقیقت کرامت کا صفایا ہے، جس طرح کرامت میں گڑھا تو یہ کہ موت کی خبر آپ کو معلوم تھی کہ کبہ یا کہ تم نہیں مرو گے اور مرو گے تو میرے بعد مرو گے، اور واقعہ یہ تھا کہ پاس کی چیز بھی نہیں سوچھائی دیتی تھی کہ لوٹا ہے یا گلہ ان اور فلاں شخص صحیح ہے یا مریض، اگر کچھ بھی کشف و کرامت ہوتی تو فوراً کہتا تھا کیوں جھوٹ بول کر اپنی عاقبت بگاڑتے ہو خدا کی لعنت کے حقدار بنتے ہو، کب انہیں جذام ہوا، وہ تو ہٹے کٹے بریل میں ڈٹے ہوئے ہیں مگر ہے یہ کہ پیراں نی پرند مریداں می پرانند۔ پیر من خس است اعتقاد من بس است تو جھوٹی باتیں گڑھنی ہی ہوں گی۔

ب: دوسرا واقعہ حضرت شیر پیشہ سنت سیف اللہ الملول مولانا ہدایت رسول صاحب قادری برکاتی نوری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا گڑھا، اور

ان پر اتہام لگایا، بہتان اٹھایا ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۸۳:

ایک دن آپ ڈاک میں آئے ہوئے خطوط سننے بیٹھے سب سے پہلا خط جو پڑھا گیا بمبئی سے آیا ہوا کارڈ تھا۔ جس میں لکھا ہوا تھا کہ

مولوی ہدایت الرسول کو ایک منکوحہ عورت سے نکاح کرنے کے جرم میں عدالت سے سزائے قید کا حکم سنایا گیا۔ بعض سامعین کو تو مسرت

ہوئی کہ یہ حضرت کے بڑے مخالفت تھے مگر آپ کی زبان سے بے ساختہ نکلا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ واقعہ بھی بالکل جھوٹ اور سر سے پانک افترا و بہتان ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت شیر پیشہ سنت کو محض حق گوئی اور گورنمنٹ برطانیہ کے

خلاف بولنے کی وجہ سے ضرور سزائے قید ہوئی، مگر کسی شوہر دار عورت سے نکاح کرنے کے الزام میں ہرگز انہیں سزا نہ ہوئی۔ یہ بھی بے سرو پا بالکل جھوٹ

بہتان محض ہے، جس کی علت وہی ہے کہ یہ حضرت کے بڑے مخالف تھے۔ تو جو حضرت کا مخالف ہو امور و الزام بنا۔
ج: حضرت سید الفحول عاشق رسول مولانا فضل رسول صاحب بدایونی قدس سرہ نے حق کی حمایت میں تقریر و تحریر کا پورا زور صرف فرمایا، اور مولوی اسماعیل دہلوی کا ناطقہ بند کر دیا، اسی وجہ سے ان کے متعلق بھی ایک مضحکہ خیز قصہ گڑھا، اور اس پر اپنی علمی قابلیت سے حاشیہ بھی چڑھایا، حالانکہ یہ سب مولوی عاشق الہی صاحب کی بے عملی و کم فہمی ہے۔ اگر انہوں نے ایسا وعظ کہا تو ٹھیک کہا اور بالکل درست فرمایا، ان کی فحشیل میرٹھی صاحب کی نادانی و حماقت ہے ملاحظہ ہو قد کرة الرشید حصہ اول ص ۳۶ مولوی گنگوہی صاحب کی طالب علمی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ طالب علمی کے زمانہ میں مولوی فضل رسول صاحب دہلی آئے اور ان کے وعظ میں ہم بھی گئے، وہ بیان کر رہے تھے..... لوگ بزرگوں کے نام کے جانوروں کو حرام کہتے ہیں، بھلا اس فعل سے اس جانور کی جنس یا فصل کون سی چیز بدل گئی، جس کی وجہ سے اس کی ماہیت میں فرق آ گیا؟ اور پھر جب غیر اللہ کے نام سے نامزد ہونے سے حرام ہوتا ہے تو جس کی عبادت کی جائے، وہ تو بدرجہ اولیٰ حرام ہونا چاہیے۔ سواب گنگا کا پانی حرام ہونا چاہیے..... حضرت مولانا نے فرمایا: ہمیں تو یہ باتیں اور دلیلیں سن کر ان کی تقریر سے نفرت ہو گئی، اٹھ کر چلے آئے اور پھر کبھی ان کے پاس نہیں گئے۔

مولوی رشید احمد صاحب نے بے شک سچ کہا، ضرور حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب کی تقریر سن کر ان کو نفرت ہو گئی ہوگی، اٹھ کر چلے آئے ہوں گے، اور پھر کبھی ان کے پاس نہیں گئے ہوں گے۔ مگر اس میں حضرت مولانا فضل رسول صاحب یا ان کی تقریر کا قصور نہیں، بلکہ گنگوہی صاحب کے مرض قلبی و ماہیت کے سبب ایسا ہوا۔ فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرض کسی عربی شاعر نے خوب کہ ہے:

قد تنکر العین ضوء الشمس من رمد وینکر الفم طعم الماء من سقم

دکھتی ہوئی آنکھوں کو برا لگتا ہے سورج

بیمار زبانوں کو برا لگتا ہے پانی

جب دکھتی ہوئی آنکھوں کی یہ حالت ہے تو آنکھوں کا اندھا سورج کو کیا دیکھ سکتا ہے، اور بیمار زبان کی جب یہ کیفیت ہے، تو بیمار دل اگر آب حیات و وعظ ہدایت کو برا جانے کیا عجب۔ مولوی عاشق الہی صاحب نے اس واقعہ کو نقل کر کے تین جگہ حاشیہ چڑھایا ہے، اس کو نقل کر کے اس کی اصلاح مناسب جانتا ہوں۔

سب سے پہلے لفظ لوگ پر حاشیہ لکھا..... (۱)

بندہ خدا سے کوئی پوچھے کہ ما اهل به لغیر اللہ • کس لوگ کا کہا ہوا ہے؟ پھر حاشیوں کے اخیر میں لکھا..... ۱۲ منہ

مولوی صاحب کو اس کی بھی خبر نہیں کہ منہ کس موقع پر لکھتے ہیں، اور اس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

منہ اس جگہ لکھتے ہیں کہ وہ حاشیہ اسی شخص کا ہو جس کی عبارت و متن ہے، اس کو منہ یہ کہا کرتے ہیں۔ یہ عبارت تو ان کے ادعا کے مطابق حضرت

مولانا فضل رسول صاحب کی ہے تو کیا یہ حاشیہ بھی انہیں کا ہے، جو اس پر منہ لکھا؟ اور جب ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو اب اس پر منہ لکھنا غلط۔

دوسرے نمبر پر باعتبار نقل یہ عبارت گنگوہی صاحب کی ہو سکتی ہے کہ مفہوم حضرت مولانا فضل رسول صاحب کا ہے اور عبارت گنگوہی صاحب کی،

پھر بھی اس پر منہ لکھنا صحیح نہیں کہ یہ حاشیہ ہرگز گنگوہی صاحب کا نہیں، اور اگر بالفرض حاشیہ بھی انہیں کا ہے تو بندہ خدا سے کوئی اور کون پوچھتا، آپ ہی جلسہ میں موجود تھے پوچھ لیتے، تو وہ آپ کو تفسیر کی کتابیں پڑھنے کی ہدایت فرماتے کہ مفسرین ما اهل به لغیر اللہ • کے معنی ما ذبح لغیر اللہ فرماتے ہیں۔ الا هلال کے لغوی معنی ہرگز یہاں مراد نہیں، بلکہ جو جانور کہ غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو وہ حرام ہے، ورنہ دنیا بھر کے سب حلال جانور

حرام ہو جائیں گے کہ یہ زید کی بکری، یہ عمر کی گائے ہے، یہ بکر کا اونٹ ہے، عام طور پر شرقاً و غرباً اسی طرح مروج ہے، اور ہر ایک کے زبان زد ہے، تو بروایت سب ماہل بہ لغیر اللہ میں داخل ہوں، اور سب کا کھانا حرام ہو جائے۔ ع: آفریں ہے اس ذکا و فہم پر

ماہل بہ لغیر اللہ الاصنام (تفسیر مدارک سورہ بقرہ) ماہل بہ لغیر اللہ ای ماذکر علیہ غیر اللہ وهو ما کان یدبح لاہل الاصنام (جامع المصنعات مفردات راغب اصفہانی) ماہل بہ لغیر اللہ هو ما ذبح لآلہ (لسان العرب) ماہل بہ لغیر اللہ ای ماسمی غیر اللہ عند ذبحہ (مصباح) قولہ ماہل بہ لغیر اللہ هو الذبح لغیر اللہ (فتح الرحمن بکشف ما یلبس فی القرآن) وماہل بہ لغیر اللہ ای رفع الصوت لغیر اللہ بہ وهو قولہم باسم الآت والعزی عنہ ذبحہ (تفسیر کشاف) وماہل بہ لغیر اللہ ای رفع بہ الصوت عند ذبحہ للصنم (بیضاوی) ورفع الصوت للصنم ان یدکر اسمہ عند الذبح (الکواشی تاج البیہقی حاشیہ عبد الحکیم) قولہ ای رفع بہ الصوت عند ذبحہ للصنم هذا اصلہ ثم جعل عبارة عما ذبح لغیر اللہ (حاشیہ) فمعنی قولہ ماہل بہ لغیر اللہ ما ذبح للاصنام والطواغیت (شیخ زادہ) ماہل بہ لغیر اللہ یعنی ما ذبح للاصنام والطواغیت (خازن) اوفسقاہل لغیر اللہ بہ یعنی ما ذبح علی غیر اسم اللہ (خازن تفسیر سورہ انعام) وماہل بہ لغیر اللہ ای مارفع ملتجسا بہ ای بذبحہ الصوت لغیر اللہ (روح المعانی) وماہل بہ لغیر اللہ کانوا یقولوا عند الذبح باسم اللات والعزی فحرم اللہ تعالیٰ ذلك (تفسیر کبیر) وماہل بہ لغیر اللہ ای رفع بہ الصوت عند ذبحہ للصنم (ابوسعود) وماہل بہ لغیر اللہ ای ماذکر علی ذبحہ علی غیر اسم اللہ (تفسیر بغوی) وماہل بہ لغیر اللہ عند المان سواہ المراد منحط لد ماہم (سواطع الالہام) وماہل بہ لغیر اللہ ما ذبح لغیر اسم اللہ عمدا للاصنام (تنویر المقیاس) وماہل بہ لغیر اللہ ای ذبح علی اسم غیرہ تعالیٰ (جلالین) والباء بمعنی فی ولا بد من حذف مضاف ای فی ذبحہ لان المعنی وما صبح فی ذبحہ لغیر اللہ (حاشیہ ہمل) اہل ای صوت فیہ باسم لغیر اللہ بہ بسبب ذبحہ (بصرۃ الرحمن) وماہل بہ ای وحرم ماذکر علیہ بذبحہ اسم لغیر اللہ (عیون التفاسیر) وماہل بہ لغیر اللہ ای رفع فیہ الصوت بذکر غیر اللہ وهو ما ذبح للاصنام (تفسیر علامہ نسفی) وماہل بہ لغیر اللہ ای ذبح علی اسم غیرہ (سراج منیر) وماہل بہ لغیر اللہ قال الربیع بن انس یعنی ماذکر عند ذبحہ اسم غیر اللہ (تفسیر مظهری) وماہل بہ لغیر اللہ ای رفع بہ الصوت عند ذبحہ لغیر اللہ صنما کان اونارا او غیر ذلك (تفسیر ابن کمال باشا) وماہل بہ لغیر اللہ وانجہ آواز بلند کردہ شو ددر ذبح بغیر خدا (فتح الرحمن شاہ ولی اللہ دہلوی) وماہل بہ وانجہ بسمل کردہ شدہ ست برائے غیر خدا (تفسیر توضیح) وماہل بہ وحرام کردہ آنجہ آواز بردارند بآن بوقت ذبح لغیر اللہ ای غیر خدا بنام بتان یا باسم پیغمبران بکشند اخرج ابن المنذر عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ وماہل قال ذبح (درمنشور فتح القلیدین) وماہل بہ لغیر اللہ ای علی غیر اسم اللہ (تفسیر ابن کثیر) وماہل بہ لغیر اللہ ای وحرم مارفع بہ الصوت عند ذبح للصنم (روح البیان) وماہل بہ لغیر اللہ معناه ذبح بہ لاسم غیر اللہ (تفسیر عارف باللہ محی الدین بن العربی رحمہ اللہ)

سر دست چھتیس تفسیر کی کتابوں کی یہی عبارتیں حاضر ہیں، اور آیت کریمہ جہاں جہاں آئی ہے، ہر جگہ دیکھیے تو عبارتیں بیٹھا ہو جائیں گی، اور دین و دیانت والے کے لیے چند عبارتیں بھی کافی ہیں کہ اس آیت کریمہ کا کیا مطلب علما کے نزدیک ہے، پھر اس عبارت کو پیش کرنا اپنی جہالت کا پردہ

فاش کرنا ہے۔

دوسرا حاشیہ 'کون سی چیز بدل گئی' پر لکھا:

گردن مروڑی مرغی شاید آپ کے نزدیک حلال ہو کیونکہ اس کی جنس و نسل نہیں بدلی۔ ۱۲ منہ
مولوی عاشق الہی صاحب نے منطق کی کوئی ایک کتاب بھی پڑھی ہے یا بدعت سمجھ کر بالکل کنارہ کش ہی رہے؟ میرے خیال میں اگر ایسا غوجی
ہی پڑھے ہوتے تو گردن مروڑی مرغی کے بارے میں ایسا سوال نہ کرتے، اور جان لیتے کہ جس مرغی کو اللہ کے نام پر ذبح کر کے کھانا جائز ہے، وہ جو ہر
جسم نامی، حساس، متحرک بالارادہ تھی اور گلامروڑ دینے کے بعد نہ وہ جسم نامی ہے، نہ حساس، نہ متحرک بالارادہ (تو وہ) مرغی کی نہ جنس میں داخل، نہ فصل
میں شامل، بلکہ اب سوا جو ہر و جسم کے اجناس بعیدہ میں بھی اشتراک ندارد۔ واقعی کسی نے سچ کہا ہے کہ وہابیت اور عقل میں تباہی کی نسبت ہے، کبھی
دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔

تیسرا حاشیہ وہ تو بدرجہ اولیٰ پر لکھا:

کیا عجیب قیاس ہے اس قاعدے کے موافق تو جس خون کے قطرے سے نمازی کے کپڑے اور کنوئیں کا منوں پانی ناپاک ہو جائے تو بدن
جس میں اس کے سینکڑوں قطرے بھرے ہیں بدرجہ اولیٰ ناپاک ہو اور نماز کے قابل نہیں، چلو نماز سے چھٹی، مگر ساتھ اس کیا وہ جانور
جس کا گوشت خون سے بنا ہے ذبح کے بعد بھی نجس ہے گوشت بھی حرام ہوا۔ ۱۲ منہ

یہ حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر افترا کیا، حالانکہ اس قسم کی لغویات سے ان کی شان ارفع و اعلیٰ ہے، یہ مولوی
صاحب کی فقہ دانی، مناظرہ دانی ہے، حضرت مولانا کی تقریر بہت واضح اور صاف ہے کہ.....
اگر وہابیوں کے اعتقاد کے مطابق حلال محض غیر خدا کا نام لگ جانے سے حرام ہو جائے تو جس حلال چیز کی پرستش و عبادت کی جاتی ہو
جیسے گنگا کا پانی وہ تو بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا۔

اس پر مولوی صاحب یہ اعتراض کرتے ہیں کہ:

ایک قطرہ خون سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے، تو بدن جس میں سینکڑوں قطرے خون بھرے ہوئے ہیں بدرجہ اولیٰ ناپاک ہوگا۔
قربان جائے آپ کی لیاقت اور فقہی قابلیت کے۔ کیا بہترین قیاس فرمایا ہے، کیوں جناب! کیا خون کی بھی کوئی عبادت کرتا ہے، جو آپ
فرماتے ہیں اس قاعدہ کے موافق اس علاوہ بریں اس معارضہ سے اسے کیا نسبت؟ فقہی حیثیت سے بھی یہ قیاس غلط ہے۔ اس لیے کہ کنوئیں میں دم
مسفوح پڑنے سے ناپاک ہو جاتا ہے تو اسی طرح جب بدن پر بھی دم مسفوح کہیں سے پڑے گا ضرور بدن ناپاک ہو جائے گا۔ خون جب تک اپنے محل
میں جسم کے اندر ہے مسفوح کب ہے، جو اس کی ناپاکی کا حکم دیا جائے؟ نیز فقہائے کرام خروج دم کو ناقص و ضولکھتے ہیں، نہ وجود دم کو اور یہ مسئلہ تو شاید
جناب کے دشمنوں ہی کو معلوم ہو کہ نجاست جب تک اپنی جگہ پر رہتی ہے ناپاکی کا حکم اس پر شرعاً نہیں، ورنہ پیٹ میں غلیظ، مثانہ میں پیشاب رہنے کی وجہ
سے انسان کو ہر وقت ناپاک ہونا چاہیے، اور آپ کے قاعدہ سے نماز کے قابل نہیں۔ چلیے چھٹی ہوئی خوب ہی قاعدہ کا مسئلہ گڑھا کہ نماز سے ہمیشہ کے
لئے فرصت ہوگئی۔ اس کے ساتھ ساتھ دوسرا قیاس کہ جانور چونکہ خون سے بنا ہے اس لیے بعد ذبح بھی ناپاک ہونا چاہیے اس نے تو قابلیت میں چار
چاند لگا دیئے۔ کیا استحالہ کے بعد بھی شے کا وہی حکم رہتا ہے، جو پہلے تھا؟ آپ کو معلوم ہے کہ گوبڑ کا اوپلا ناپاک ہے، جل کے جب راکھ ہو گیا کیا اب بھی
ناپاک رہا یا پاک ہو گیا؟ شراب ناپاک و حرام ہے جب سرکہ بن گئی اور شراب نہ رہی تو کیا سرکہ ہونے کے بعد بھی ناپاک و حرام ہی رہے گا؟ تو جب دم
مسفوح بعد استحالہ حیوان کے بدن میں گوشت ہو گیا، اس کی نجاست و حرمت کیسے باقی رہے گی؟ مگر ہے یہ کہ حامی دین و ملت ماجی وہابیت حضرت مولانا
شاہ فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت میں آپ کے عقل و علم سب پر پانی پھیر دیا۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پا کاں برد

د: حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاولی اللہ صاحب کی طرح مست ہادہ الست تھے کہ ہر طرح کی کہا کرتے (ان کی) کتابوں میں الحاقات کو دیکھتے ہوئے، نہ معاذ اللہ مولوی اسماعیل دہلوی کی طرح دریدہ دہن بد زبان تھے کہ جو جی میں آیا کہہ دیا، بزرگوں کا خیال، نہ بڑوں کا ادب، بلکہ متبع سنت، حامی ملت، دینی عالم، وارث الانبیاء، رسول اللہ کے دین کے سچے ناشر کو جیسا ہونا چاہیے ان تمام خوبیوں کے جامع تھے۔ اسی لیے وہابیہ ان سے خوش نہیں، مگر صاف طور پر ان کو برا بھی نہیں کہہ سکتے کہ مولوی اسماعیل صاحب کے چچا، استاد، دادا پیر تھے، نہ ان کے نسب پر طعن کرتے بنتی، نہ علم پر، نہ مرتبہ ولایت پر، لاجرم دل ہی دل میں کڑھتے، اور موقع بموقع گول مول سنا دیا کرتے ہیں۔ تذکرہ الرشید جلد ۲، ص ۲۳۷ (میں ہے)

ایک دفعہ مولانا ولایت حسین صاحب نے دریافت کیا اس کی کیا وجہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو سب لوگ اچھا کہتے ہیں، اور مانتے ہیں مگر اسی خاندان کے دوسرے حضرات کو برا کہتے ہیں، حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا: میاں! کہوں گا تو تمہیں بھی بڑی لگے گی اور مجھے بھی بات یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بعض لوگوں کے اعتراضات تھے شاہ عبدالعزیز صاحب ان کو رفع کرنا چاہتے تھے، اس وجہ سے کہ بات لگا کر کہتے تھے، ایک مرتبہ شاہ صاحب سے وعظ کے بعد کسی شخص نے پوچھا: حضرت بڑے پیر صاحب کا دوگانہ پڑھنا کیسا ہے؟ شاہ صاحب نے فرمایا: بھائی حدیث میں تو کہیں نہیں آیا ہے، ہاں! فعل مشائخ ہے۔ میر محبوب علی صاحب وہاں موجود تھے کہنے لگے سائل حدیث اور فعل مشائخ کو نہیں پوچھتا وہ تو جواز و عدم جواز دریافت کرتا ہے شاہ صاحب نے پھر وہی فرمایا اس پر محبوب علی صاحب نے کہا صاف فرمائیے، جائز ہے یا ناجائز۔ تب تو سائل بھی کہنے لگا: جی ہاں! میری غرض یہی ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے میر محبوب علی کو ڈانٹ کر کہا تو مجھے لوگوں سے گالیاں سنوانی چاہتا ہے۔ ایک مرتبہ ماہل کا مسئلہ لکھا تھا تو اب تک گالیاں سن رہا ہوں اس وقت میر محبوب علی صاحب نے سائل سے کہا سن لو! حضرت اس نماز کو ناجائز فرما رہے ہیں، مگر گالیوں کی ڈر سے صاف جواب نہیں دیتے اس قصہ کے بعد امام ربانی نے فرمایا کہ بات لگا کر کہنے سے کوئی نفع نہیں ہوتا، بری بات چھوٹی نہیں، شاہ اسحق مولوی اسماعیل صاحب ان سب حضرات کا ایک ہی مشرب تھا۔ شاہ اسحق صاحب نے شقوق نکال کر کہا کچھ فائدہ نہ ہوا مولوی اسماعیل صاحب نے صاف منع کیا، بہترے مان گئے۔ الخ

آپ نے دیکھا! کیسے مزے میں شاہ عبدالعزیز صاحب کو بنایا ہے؟ ابتدا میں کہا کہ وہ بات لگا کر کہا کرتے تھے، اخیر میں کہا بات لگا کر کہنے سے کوئی نفع نہیں ہوتا، غرض یہ کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے علم و فتویٰ سے کچھ نفع نہیں ہوا (شاید اس لیے کہ وہ مولوی اسماعیل دہلوی کی طرح بات بت پر لوگوں کو مشرک نہیں کہا کرتے تھے) پھر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کے متعلق یہ خیال کہ وہ گالیوں کے ڈر سے حق چھپاتے تھے اور صاف نہیں کہتے تھے کس درجہ ان کی کھلی توہین ہے اور ماہل کے مسئلہ کو ثبوت میں پیش کرنا لٹی آنتیں گلے میں ڈالنا ہے، اس لیے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا مسلک ماہل میں بھی اہل حق کے مطابق و موافق ہے، جیسا کہ رسالہ عمدۃ النصائح فی مسئلۃ الذبائح سے واضح تو اس بارے میں اگر گالیاں دی ہوں گی تو وہابیہ مولوی اسماعیل کے قبیحین ہی نے دی ہوں گی۔ پھر میر محبوب علی صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت نماز کو ناجائز سمجھتے ہیں مگر گالیوں کے ڈر سے صاف جواب نہیں کہتے، عجیب خوش فہمی ہے۔ بلکہ اگر یہ واقعہ واقعی حق ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میرے نزدیک یہ نماز جائز ہے فعل مشائخ سے ثابت ہے حدیث میں اس کا حکم نہیں تو ممانعت بھی نہیں لیکن صراحۃً جواز کا فتویٰ دوں تو وہابی حضرات گالیاں دینی شرع کر دیں گے، جس طرح وہ ماہل کے مسئلہ میں رسالہ لکھا تو ان لوگوں نے گالیاں دیں۔ حالانکہ یہ بھی جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفحیک کے لیے گڑھا، وہ حق کہنے میں کبھی لومۃ لائم کی پروانہ کرتے تھے، جو بات حق ہوئی اس کو بیان فرماتے اور اگر تفصیل طلب ہوتی تو تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے تھے۔ اگر گالیوں

کے ڈر سے حق چھپانے والے ہوتے تو اتنی بڑی، ضخیم کتاب تحفہ النوا عشریہ تحریر نہ فرماتے بات لگا کر رکھنے کی انہیں ضرورت کیا تھی اس مسئلہ میں بھی صاف فرمایا کہ حدیث سے ثابت نہیں اس لیے تم اپنے کو اگر اہل حدیث سمجھتے ہو، اور جو بات حدیث سے ثابت ہو صرف وہی کرنا چاہتے ہو تو تم مت پڑھو، اعمال مشائخ سے ثابت ہے، جو سنی حضرات مشائخ کے ماننے والے ہیں ان کو چاہئے کہ پڑھیں۔ کس قدر صاف اور سیدھی بات تفصیل کے ساتھ جواب ہے، اس کو برے لفظوں سے تعبیر کیا، اور بات لگا کر جواب دینا بتایا۔ بات وہی ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب شرک فروش، مشرک گر، نہ تھے اس لیے باوجود استاذ الا ساتھ ہونے کے ان پر بھی چوٹ کر ہی دی اور ان کو کتمان حق کرنے والا مذاہن فی الدین وغیرہ بنا دیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

۵: جناب مفتی صدر الدین صاحب مولوی عبدالغنی صاحب و حضرت شاہ احمد سعید صاحب یہ تینوں حضرات مولوی گنگوہی صاحب کے استاذ تھے، لیکن مولوی عبدالغنی صاحب کے ایسے خیالات ان دونوں حضرات کے نہ تھے، اس لیے ان دونوں کو طرح طرح سے بنایا ہے۔ ایک واقعہ لکھا ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۳۱۔

اس زمانہ میں دہلی کے اندر مولود کے بڑے جھگڑے پڑے تھے۔ انہیں دنوں جناب مفتی صدر الدین صاحب مرحوم ایک مضمون جواز قیام کا لکھ کر شاہ احمد سعید صاحب کی خدمت میں لائے، اور پڑھ کر سنایا۔ شاہ صاحب نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے۔ اتفاق سے جلسہ میں شاہ عبدالغنی صاحب موجود تھے مفتی صاحب ان کی طرف مخاطب ہوئے گویا ان سے بھی داد لینا چاہتے تھے تب شاہ عبدالغنی صاحب نے فرمایا کہ ان باتوں کو کون منع کرتا ہے کہ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نہیں جائز ہے، انکار تو اس پر ہے کہ قیام سے تعظیم مد نظر ہے تو پھر اس کی کیا وجہ کہ فقط ذکر ولادت شریف کے وقت قیام ہو، اور وقت نہ ہو بلکہ ذکر ولادت شریف بھی اگر مجلس مولود کے علاوہ دوسری جگہ ہو تو کوئی کھڑا نہ ہو۔ آپ ان باتوں کی دلیل لکھیں جن کا انکار ہے۔ اس تقریر پر شاہ احمد سعید صاحب نے بھی فرمایا کہ ہاں ٹھیک تو کہتے ہیں آخر مفتی صاحب ہکا بکارہ گئے اور اپنی تحریر لے کر چلے گئے۔ اس کے بعد مولانا نے فرمایا: میں دونوں صاحبوں شاہ احمد سعید صاحب اور مفتی صاحب کا شاگرد ہوں مفتی صاحب نے اس تحریر کو ایسا بند کر کے رکھا کہ پھر کبھی ظاہر نہ کیا۔

اس واقعہ میں مفتی صدر الدین صاحب کے ساتھ شاہ احمد سعید صاحب کو بھی لے ڈالا کہ ان کی بات کا کوئی وزن نہ تھا ان کی تصدیق کی کوئی وقعت نہ تھی، پہلے مفتی صاحب کے فتویٰ کی تصدیق کی، پھر شاہ عبدالغنی صاحب کی بات کو ٹھیک کہا، حالانکہ یہ سب بالکل گپ اور علمی پائے سے گری ہوئی بات ہے اس لیے کہ جب قیام سے انکار نہیں تو اعتراض اس پر کرنا چاہئے کہ اور وقت کیوں نہیں کرتے ہیں نہ کہ اس وقت خاص میں کرنے پر۔ کیا کوئی جائز مباح مستحب کام اگر کسی وقت نہ کریں تو نہ کرنے پر اعتراض ہونا چاہیے، نہ کہ کرنے پر اور جب کرنے پر اعتراض ہے تو معلوم ہوا کہ اس کو جائز سمجھنے کا دعویٰ زبانی ہے۔ اس کو اس طرح خیال کرنا چاہئے کہ کوئی شخص مثلاً صرف فجر کی نماز پڑھا کرے، اور وقت کی نہ پڑھے تو اس کو یوں کہنا چاہئے کہ اور وقتوں کی نماز کیوں نہیں پڑھتے ہونہ یہ کہ تم فجر کی نماز کیوں پڑھتے ہو؟ یہی شاہ عبدالغنی صاحب کا پہاڑ اتنا بڑا اعتراض تھا جس کو سن کر بقول ان کے مفتی صاحب ہکا بکارہ گئے، نیز تمام علمائے کرام و صوفیائے عظام جو قیام وقت ذکر ولادت باسعادت کو مستحسن سمجھتے ہیں وہ ان گنگوہی صاحب یا ان کے استاد شاہ عبدالغنی صاحب اتنا بھی علم نہیں رکھتے تھے مگر ہے یہ کہ عیب کرنے کو بھی ہنر چاہئے۔ اب میں بعض علمائے کرام کے اسمائے کرام لکھتا ہوں، جو قیام میلاد شریف کو مستحسن فرماتے ہیں تاکہ عام لوگوں پر ان حضرات کی حقیقت کھل جائے۔

(۱) علامہ علی بن برہان الدین حلی صاحب سیرت مبارکہ السان العیون

(۲) علامہ تقی الدین سبکی

(۳) علامہ سید جعفر برزنجی صاحب رسالہ عقد الجوہر

- (۳) مولانا رفیع الدین صاحب تاریخ الحرمین
- (۵) فاضل اجل جعفر بن اسمعیل مدنی صاحب الکوکب الازھر علی عقد الجوھر
- (۶) فقیہ محدث عثمان حسن ومیاطی صاحب رسالہ اثبات القیام جنہوں نے تصریح فرمائی: قد اجتمعت الامۃ المحمديہ من اهل السنة والجماعة على استحسان القیام المذكور وقال صلى الله عليه وسلم لا تجتمع امتی علی الضلالة • یعنی بے شک امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اہل سنت وجماعت کا اجماع و اتفاق ہے کہ یہ قیام مستحسن ہے اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی

- (۷) علامہ مدائنی رحمۃ اللہ علیہ
- (۸) علامہ بوزید مصنف رسالہ میلاد
- (۹) حضرت زین الحرمین الکریم مولانا سید احمد بن زین وطلان مکی مصنف کتاب مستطاب السد رالتیہ فی الرد علی الوہابیہ
- (۱۰) علامہ جمال بن عبداللہ بن عمر کی مفتی حنفیہ مکہ معظمہ
- (۱۱) علامہ انباری مصنف مورد الظمان
- (۱۲) مولانا جمال عمر
- (۱۳) مولانا صدیق بن عبدالرحمن کمال
- (۱۴) مولانا محمد بن کتھی مکی
- (۱۵) مولانا حسین بن ابراہیم مکی مالکی
- (۱۶) مولانا محمد بن یحییٰ حنبلی مفتی حنابلہ
- (۱۷) مولانا عبداللہ بن محمد مفتی حنفیہ
- (۱۸) سراج العلماء مولانا عبداللہ سراج مکی مفتی حنفیہ
- (۱۹) مولانا عمر بن ابی بکر شافعی
- (۲۰) مولانا محمد بن حسین کتھی حنفی
- (۲۱) مولانا محمد بن عرب شافعی
- (۲۲) مولانا عبدالکریم بن عبدالکیم حنفی مدنی
- (۲۳) مولانا عبدالجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ منورہ
- (۲۴) مولانا ابراہیم بن محمد خیار حسینی شافعی مدنی
- (۲۵) مولانا ناصر بن علی ابن احمد
- (۲۶) مولانا عباس بن جعفر بن صدیق
- (۲۷) مولانا احمد قحاح
- (۲۸) مولانا محمد بن سلیمان
- (۲۹) مولانا محمد عباس

- (۳۰) مولانا محمد صالح
 (۳۱) مولانا تاجی بن مکرم
 (۳۲) مولانا علی شامی
 (۳۳) مولانا علی بن عبداللہ
 (۳۴) مولانا علی ملحان
 (۳۵) مولانا محمد بن داؤد بن عبدالرحمن
 (۳۶) مولانا محمد بن عبداللہ
 (۳۷) مولانا احمد بن محمد خلیل
 (۳۸) مولانا عبدالرحمن بن علی حضری۔

ان تمام علما کی عبارتیں جن کو دیکھنی ہوں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائتہ حاضرہ موید ملت طاہرہ فاضل بریلوی قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ اقامۃ القیامہ علی مطاعن القیام النبوی تہامہ مطالعہ کرے اس کے علاوہ علمائے مدینہ منورہ نے استحباب و استحسان قیام وقت ذکر ولادت شریف کے بارے میں فتویٰ دیا، جس پر تیس علمائے کرام کی مہریں ہیں، نیز علمائے مکہ معظمہ نے بھی میلاد و قیام کے استحباب کا فتویٰ دیا جس میں فرمایا: فالمنکر لہذا مبتدع بدعة سنیة مذمومة لا نکارہ علی شی حسن عند اللہ وعند المسلمین۔ یعنی قیام و مجلس میلاد کا منکر بدعتی ہے، اور اس کی بدعت سنیہ مذمومہ ہے۔ کہ اس نے ایسی چیز کا انکار کیا جو خدا اور مسلمانوں کے نزدیک نیک تھی۔ اس پر پینتالیس علمائے کرام کی مواہیر و تصدیقات ہیں، ان کے علاوہ رسالہ غایت المرام میں علمائے ہند کے بھی چھپے ہیں، جن پر پچاس سے زائد مہر و دستخط ہیں اب مصنف انصاف کرے، آیا اس قدر علمائے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، جدہ، حدیدہ، روم، شام، مصر، میاط، یمن، زبید، بصرہ، حضرموت، حلب، جیش، برزنج، برع، کرد، داعستان، اندلس، ہند کا اتفاق قابل قبول ارباب عقول ہے، یا چند وہابیہ بد مذہب اوسران کے ہم خیال مولویوں کا قول بلا دلیل۔ رہا یہ کہ وقت ذکر ولادت کے کیوں قیام ہوتا ہے؟ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں:

اس کی وجہ نہایت روش اولاً صد ہا سال سے علمائے کرام و بلاد دارالاسلام میں یوہیں معمول ثانیاً ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ ذکر پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم مثل ذات اقدس کے ہے اور صورت تعظیم سے ایک صورت قیام بھی ہے اور یہ صورت وقت قدوم معظم بجالاتی جاتی ہے اور ذکر ولادت حضور سیدالمعظمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم دنیا میں تشریف آوری کا ذکر ہے تو یہ تعظیم اسی ذکر کے ساتھ مناسب ہوئی۔ واللہ اعلم۔

و: پھر اسی کتاب کے ص ۲۲ پر مفتی صدر الدین صاحب سے ملنے اور ان کی دعوت کرنے کا حال لکھ کر لکھا کہ:

ان باتوں کے بعد نہایت محبت سے فرمانے لگے میاں رشید! یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم اور تم کھانا ایک جگہ کھاویں، حضرت مولانا نے مناسب طرز پر جواب دیا، اور آخر مفتی صاحب کے اصرار سے کھانا وہیں تناول فرمایا، مفتی صاحب نے فرمایا: میاں رشید! تم ہی اچھے ہو کہ تارک دنیا ہو گئے، ہماری نوکری جائز نہیں تھی اور ہم خوب سمجھتے تھے کہ جائز نہیں ہے مگر بزور علم اس کو جائز کہتے تھے!

نعوذ باللہ منها افترا کسی آدمی پر کرے تو ایسا ہی جیتا افترا جس میں ایک لفظ بھی صحیح نہ ہو۔ کہاں حضرت مفتی صاحب صدر الصدور اور کہاں یہ میاں رشید شاگرد رشید؟ اور ان سے لجاجت سے یہ فرمایا کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم تو کھانا ایک جگہ کھائیں، گپ کی بھی حد ہو گئی۔ مفتی صاحب کا فرمانا ان کے لیے کافی تھا کہ کل تم میرے یہاں کھانا کھانا اور ان کی سعادت مندی تھی اس کو قبول کرنا۔ دوسری گپ جناب مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ ”تم ہی اچھے

رہے کہ تارک الدنیا ہو گئے، تارک الدنیا کی بھی ایک ہی کہی، حضرت مفتی صاحب کام کر کے ملازمت کر کے روپیہ حاصل فرماتے تھے، انہوں نے دنیا کمانے کا ذریعہ نہ تو پیری مریدی قرار دیا تھا، اور نہ مزیدوں کے نذر و ہدایا سے دنیا چلتی تھی۔

تارک الدنیا ہونے کی بھی خوب رہی۔ مجھے یاد آتا ہے کہ جب ۱۳۲۳ھ میں گنگوہی صاحب کا انتقال ہوا، تو ایک شخص نے جو غالباً مرید ورنہ معتقد ضرور تھے فخریہ بیان کیا تھا کہ حضرت کے یہاں نذر و نذور کی اس در کثرت تھی کہ جب ان کا انتقال سے تھوڑے ہی دنوں کے بعد ان کے صاحبزادہ نے اعلان کیا تھا کہ اگر ستر ہزار کی جائیداد یکجائی کہیں فروخت ہوتی ہو تو میں لوں گا، اور پھر یہ تارک الدنیا تھے؟ اور جناب مفتی صاحب معاذ اللہ دنیا دار جن کو حلال و حرام کی بھی تمیز نہ تھی، بلکہ جان بوجھ کر حرام کو حلال کہتے تھے۔

ز: اسی کتاب کے ص ۳۴ پر شاہ عبدالغنی صاحب کی تعریف کر کے مفتی صدر الدین صاحب کو اس طرح بنایا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے احتیاط تقویٰ کا یہ حال تھا کہ ایک دن مفتی صدر الدین صاحب نے ایک کتاب شاہ صاحب کے یہاں سے منگوائی اور چونکہ اس کتاب کی جلد کہنگی کے باعث خراب ہو گئی تھی، اس لیے مفتی صدر الدین صاحب نے اس کی نئی جلد بندھوا کر شاہ صاحب کے پاس اس کتاب کو واپس کیا، اور لے جانے والے سے کہ دیا کہ شاہ صاحب سے یہ عرض دینا کہ موروثی دکانوں کے کرایہ سے جلد بندی کی اجرت دی گئی ہے، تنخواہ سے نہیں دی گئی مفتی صدر الدین صاحب سرکاری ملازم بعد صدر الصدور مامور تھے، اور اس کی تنخواہ فقہ سے ناجائز ہے اس وقت تو شاہ عبدالغنی صاحب نے کتاب رکھ لی، دوسرے دن جلد توڑ علیحدہ کر دی۔

کیوں جناب! یہ کہاں کی فقہ دانی و دیانت ہے، فقہ کا کون سا جز یہ ہے، جس سے سرکاری نوکری حرام ہے، اور اس کی تنخواہ ناجائز؟ اور اگر بالفرض یو ہیں سہی، تو جناب مفتی صاحب نے کہلوا بھیجا تھا کہ موروثی دکانوں کے کرایہ سے جلد بندی کی اجرت دی گئی ہے۔ اس کے ماننے میں شاہ صاحب کو کیا عذر تھا، اور ان کی تکذیب کی کیا وجہ؟ کیا جو شخص سرکاری ملازم ہو، اس کی موروثی چیزیں ناجائز و حرام ہو جاتی ہیں؟ علاوہ بریں جلد توڑ کر اضاعت مال یہ کہاں کا مسئلہ ہے؟ بہت احتیاط تھی تو اس کی اجرت اپنے پاس سے بھیجو دیتے۔ یہ دونوں استادوں کی تعریف ہے، یا۔۔؟

نیز مولوی عاشق الہی صاحب کے شیخ الہند کے والد ماجد مولوی ذوالفقار علی صاحب بھی تو سرکاری ملازم تھے، ان کی تنخواہ جس سے شیخ الہند اور ان کے اعزہ کا گوشت پوست پلا، جائز تھی یا حرام؟ مہربانی کر کے مولوی عاشق الہی صاحب اس پر روشنی ڈالیں گے؟

ح: اس صفحہ پر ایک اور واقعہ لکھا:

ایک دن حضرت مولانا نے مفتی صدر الدین کا تذکرہ فرمایا کہ مرض الموت میں جب مفتی صاحب پر فالج گرا تو خوف الہی اس قدر غالب ہوا کہ برابر رویا کرتے تھے، اور جب کوئی شخص عیادت کے لیے پاس جاتا تو فرمایا کرتے تھے کہ بھائی! تمام عمر میری حرام خوری میں گزری، اگرچہ میں علم کے زور سے لوگوں کو منوادیتا تھا، بھلا پھر نجات کی صورت کہاں؟ یہ الفاظ فرماتے اور بے اختیار رویا کرتے۔

صدر الصدور کی نوکری فقہ کے رو سے ناجائز نہ ہرگز جناب مفتی صدر الدین صاحب نے یہ فرمایا ہوگا کہ تمام عمر میری حرام خوری میں گزری، میں علم کے زور سے لوگوں کو منوادیتا تھا، معاذ اللہ معاذ اللہ ایک عالم دین ایسا کہے، جان بوجھ کر دیدہ دانستہ ناجائز حرام کمانی کمائے، ہاں خوف الہی سے رونا یہ ان کے مرتبہ علیا کی دلیل ہے۔

جن کے رتبے ہیں سو ان کو سو مشکل ہے

کا مضمون ہے۔ جناب مفتی صاحب کا جو مرتبہ تھا، اس مرتبہ کے لحاظ سے فتویٰ کے اعتبار سے تقویٰ کا خیال زیادہ ہوگا، اور بات بات میں خوف و خشیت الہی کا لحاظ رکھتے ہوں گے مگر یہ ناممکن ہے کہ حرام جان کر پھر بھی اس کو کر رہے ہیں۔ مگر جناب مفتی صدر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سنی صحیح العقیدہ تھے، میلاد شریف وغیرہ کو جائز جانتے تھے، مولوی اسماعیل دہلوی کا رد کیا تھا، اس لیے ان کی توہین و ہجو کی جاری ہے۔ الا لعنة اللہ علی

الظلمین -

حضرت شاہ احمد سعید صاحب سے مولوی رشید احمد صاحب کو شرف تلمذ تھا لیکن چونکہ شاہ صاحب بھی سنی صحیح العقیدہ تھے اور مولوی

اسحاق صاحب دہلوی کی کتاب کا جواب لکھا تھا اس لیے مولوی صاحب نے ان کی بھی جھوکر ڈالی۔ اس میں ہے:

ایک مرتبہ مولوی ولایت علی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شاہ احمد سعید صاحب نے مائتہ مسائل مولانا اسحاق صاحب کا رد کیا ہے اور وہ

چھپ بھی گیا ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ شاہ صاحب سے تو بعید معلوم ہوتا ہے کہ وہ جواب لکھیں ہاں یہ ممکن ہے کہ مائتہ مسائل کے

دو چار مسکوں سے ان کو خلاف ہو مگر یہ کہ سب سے خلاف ہو اور رد لکھیں سمجھ میں نہیں آتا۔

مائتہ مسائل کا جواب ان کی تصنیف سے موجود، پھر اس میں سمجھ نہ آنے کی کیا بات ہے؟ اور رد کرنے کے لیے سب مسئلے سے خلاف ہونا کیا ضرور؟

آپ نے انوار ساطعہ کا رد براہین قاطعہ لکھا، اور اپنے شاگرد مولوی ظلیل احمد صاحب کے نام سے چھپوایا تو کیا آپ کو اس کے سب مضامین سے اختلاف

تھا؟

غرض اس کے بعد شاہ صاحب کے دو تین واقعے ابلہ پنہ کے بیان کیے جن کو لفظ استغراق سے چھپایا ہے، استغراق اور شے ہے، حماقت چیزے

دیگرے۔ لکھتے ہیں کہ:

استغراق کا یہ حال تھا کہ ایک شخص ماشاء اللہ خان نامی بوڑھا آدمی ہمیشہ سے ان کے ساتھ رہا، ان کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا، مگر داڑھی

منڈی رکھتا تھا۔ کسی شخص نے حضرت شاہ صاحب سے عرض کیا کہ ماشاء اللہ داڑھی منڈواتا ہے اور برابر آپ کی مجلس میں آیا کرتا ہے،

شاہ صاحب نے تعجب سے فرمایا کہ اچھا وہ ایسا کرتے ہیں اب آئیں گے تو منع کروں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد خان صاحب جو حاضر ہوئے

تو شاہ صاحب نے ان سے پوچھا کہ خاں صاحب تم داڑھی منڈاتے ہو خاں صاحب نے جواب دیا کہ حضرت ابھی میری داڑھی نکلی

کہاں ہے؟ شاہ صاحب کو فوراً یقین آ گیا اور فرمایا: ہاں سچ ہے اور شکایت کرنے والوں سے کہا کہ میاں ابھی ان کی داڑھی نکلی کہاں

ہے؟

اگر اسی کا نام استغراق ہے تو مولوی رشید احمد صاحب کا استغراق جناب شاہ احمد سعید صاحب سے بڑھا ہوا ہے اس لیے کہ ممکن ہے کہ ایک صوفی

صافی دوسرے کے عیوب کی طرف خیال نہ کرے، اور ایک مسلمان کو سچا جان کر بوڑھے شخص کے کہنے پر یقین کر لے کہ ابھی اس کی داڑھی نہیں نکلی ہے،

اس لیے کہ جس کے مزاج میں برودت غالب ہوتی ہے اس کی داڑھی عام مردوں کی طرح نہیں نکلتی ہے، لیکن مولوی رشید احمد صاحب کا یہ استغراق بہت

بڑھا ہوا ہے کہ مولوی صاحب جناب شاہ احمد سعید صاحب کے شاگرد ہیں، لیکن استغراق کی وجہ سے کچھ خبر نہیں کہ شاہ صاحب نے مولوی اسحاق صاحب

کے مائتہ مسائل کا جواب لکھایا مسائل اربعین کا رد کیا ہے، نیز یہ ڈبل استغراق ہے کہ سائل صاحب کہہ رہے ہیں کہ وہ رد چھپ گیا ہے پھر بھی آپ

فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب سے بعید معلوم ہوتا ہے اور یہ استغراق بالائے استغراق ہے کہ رد کے معنی یہ ہیں کہ پوری کتاب کا جواب لکھا جائے، رد کیا

جائے۔ یوں تو حضرت سید الفحول مولانا شاہ فضل رسول صاحب نے بھی مائتہ مسائل کا جواب نہیں تحریر فرمایا ہوگا، اس لیے کہ مائتہ المسائل میں جو مسائل

مسک حق کے خلاف ہیں صحیح المسائل میں انہیں کا جواب لکھا ہے، نہ کہ ایک ایک کے تمام مسائل کا اور یہ مولوی ولایت حسن صاحب دیوروی شاگرد

مولوی رشید احمد صاحب کا بھی استغراق میں استغراق بھی کچھ کم نہیں۔ حضرت شاہ احمد سعید صاحب نے مائتہ مسائل کا جواب کہاں اور کب لکھا ہے اور وہ

کس مطبع میں چھپا ہے؟ شاہ صاحب نے مسائل اربعین کا رد لکھا مائتہ کا رد جناب مولانا فضل رسول صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے، مگر یہ

کہ۔ اس خانہ تمام آفتابست

ی: اسی حصہ میں ہے:

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: شاہ احمد سعید صاحب کے یہاں جیسا کہ صوفیوں کا حال ہے کبھی کبھی سب طرح کی باتیں تھیں۔ (صفحہ ۳۳۲)
شاہ احمد سعید صاحب تو کسی کو رنجیدہ کرنا جانتے ہی نہ تھے، جو کسی نے کہا: ”سواگر کسی نے کچھ لکھ کر پیش کر دیا ہو اور آپ کا نام اس پر درج کرنے کو کہا ہو اور آپ نے ہاں کر لیا ہو اور پھر تحریر حضرت کے نام سے مشہور کر دی گئی ہو تو عجیب نہیں۔ (صفحہ ۳۳۳)
شاہ احمد سعید صاحب پر ایک حالت کا غلبہ تھا جس میں شاہ صاحب معذور تھے، حسن ظنِ دلدادہ ہی مروت اور سب سے زیادہ استغراق و محویت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ مبتدعین کو بھی فی الجملہ کار بر آری کا موقع مل جاتا۔ (صفحہ ۳۳۳)

انا اللہ وانا الیہ راجعون استاد کی تجہیل و تحیق کی حد ہو گئی۔ ناظرین! انصاف فرمائیں کہ ایک عالم متقی پاکباز صوفی، شرعی ذمہ دار شخص کی کیا یہ واقعہ تعریف ہے، یا سنی صحیح العقیدہ راؤ دہا بیہ ہونے کی وجہ سے جو بیخ؟

تو جب ان سعادت مندوں کی زبان و قلم سے ان کی سنی اساتذہ بھی محفوظ نہ رہے، تو ایک معاصر اور وہ بھی شیر بیشہ حق و دیانت جو ہمیشہ ان کی اصلاح کے درپے ان کی غلطیوں کو درست کرتا رہا، ان کی کتابوں، مسئلوں کا دندان شکن جواب تحریر کرتا رہا ہو، جس پر دانت پینے اور خاموش ہو رہنے کے سوا مرتے دم تک کسی تحریر کے جواب دینے کی ہمت نہ پڑی ہو، اس کے خلاف وہ اور ان کی ذریعات جس درجہ دریدہ دہنی بد زبانی کریں، بہت تھوڑا ہے۔ مگر یقین کرنا چاہئے کہ قیامت کے دن ان جھوٹوں کا پردہ چاک ہوگا، اور اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔ الا لعنة الله على الظالمين الالعة الله على الكافرين۔ (ملک العلماء)

۹: میں نے جناب مرزا صاحب مرحوم و مغفور کو دیکھا تھا۔ گورا چٹانگ عمر تقریباً اسی سال، داڑھی اور سر کے بال ایک ایک کر کے سفید۔ عمامہ باندھے رہتے۔ جب کبھی اعلیٰ حضرت کے پاس تشریف لاتے، اعلیٰ حضرت بہت ہی عزت و تکریم کے ساتھ پیش آتے۔ ایک زمانہ میں جناب مرزا صاحب کا قیام کلکتہ امرتلاہ میں تھا۔ وہاں سے اکثر سوالات جواب طلب بھیجا کرتے، فتاویٰ میں اکثر استفتا ان کے ہیں، انہیں کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے رسالہ مبارکہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین تحریر فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت ان کی بات بہت مانا کرتے، جب کوئی اہم کام سمجھا جاتا لوگ مرزا صاحب مرحوم کو سفارشی لاتے۔ ان کی سفارش کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ اعلیٰ حضرت ان کا بہت زیادہ خیال فرماتے اور وہ کچھ عرض کرتے ان کی عرض قبول فرماتے۔ بڑے صاحب تقویٰ اور اعلیٰ حضرت کے فدائی اور جاں نثار تھے۔ خدا کے فضل سے صاحب اولاد ہیں ایک صاحبزادہ جن کا نام نامی مرزا عبدالعزیز بیگ صاحب ہے دینیات سے واقف اور طبیب ہیں۔ اگرچہ آج کل ان کی صحت اچھی نہیں ہے، مگر بہت خوبیوں کے آدمی ہیں۔ میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ انہیں صحت عطا فرمائے کہ اعلیٰ حضرت کے استاد کی یادگار ہیں بریلی جامع مسجد کے قریب مکان ہے بیخ وقتہ نماز جامع مسجد میں ادا کیا کرتے ہیں۔ (ملک العلماء)

۱۰: یعنی شمال سے جنوب اور جنوب سے شمال کی جانب واپسی قبلہ رو ہونے کے بعد ہوتی۔ (فقیر رضوی)

۱۱: یہ حضرت کے معتقدوں میں تھے اور اسی بنا پر ایک مرتبہ نینی تال اپنی گٹھی میں مدعو بھی کیا تھا چنانچہ حضرت شاہ مہدی حسن میاں صاحب قبلہ وہاں بھی تشریف لے گئے تھے اور قریب ایک ہفتہ کے وہاں قیام بھی فرمایا تھا۔ (ملک العلماء)

۱۲: جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ ان مرزا صاحب کا نام مرزا اسماعیل بیگ تھا۔ یہ اعلیٰ حضرت کے قریبی رشتہ دار تھے، اور اعلیٰ حضرت کے مکان سے پچھتم ان کا مکان تھا، جس کا ایک حصہ حضرت حجۃ الاسلام نے خرید کر خانقاہ میں شامل کر لیا ہے، اور دوسرے حصہ کے متعلق مفتی اعظم کے لیے بات چیت مرزا صاحب مرحوم کے بھلے صاحبزادے احمد مرزا صاحب سے ہو رہی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ بھی شامل خانقاہ ہو جائے۔ مرزا اسماعیل بیگ صاحب کے والد کا نام نامی مرزا ابراہیم بیگ تھا، جو مرزا اسفندیار بیگ کے صاحب زاوے تھے، انہیں مرزا اسفندیار بیگ کی صاحبزادی حسینی خانم سے حضرت رئیس الاتقیاء مولانا تقی علی خان صاحب کی شادی ہوئی، اس وجہ سے جناب مرزا اسماعیل بیگ صاحب اعلیٰ حضرت

کے حقیقی ماموں زاد بھائی تھے۔

(۱۳): مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۱۶ میں امام احمد سے روایت ہے: ایک بار صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کسی سوچ میں ڈوبے بیٹھے تھے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آ کر سلام کیا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب نہیں دیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر شکایت کی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لیے ہوئے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور سلام کا جواب نہ دینے کی وجہ پوچھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آمد ہی کا انکار کر دیا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ قسم کھا بیٹھے۔ اس پر عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی قسم کھالی اور کہا خدا کی قسم! مجھے آپ کے تشریف لانے اور سلام کرنے کا احساس تک نہیں ہوا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی اور فرمایا کہ ہاں! آدمی فکر میں غلطاں رہے تو احساس نہیں ہو پاتا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی نے بستان المحدثین میں مشہور محدث حضرت امام مسلم کی وفات کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ سے مذاکرہ حدیث کی ایک مجلس میں کسی نے کوئی حدیث پوچھی بروقت یاد نہیں آئی تو گھر آ کر کتابوں کے مطالعے میں منہمک ہو گئے قریب ہی کھجور سے بھرا ہوا ٹوکرا رکھا تھا۔ ایک ایک کھجوراٹھا کر منہ میں دینے لگے اور احساس تک نہیں ہوسکا کہ پورا ٹوکرا کھا گئے ہیں، جب حدیث مل گئی تو احساس ہوا۔ کہتے ہیں اس وقت کی یہی بسیار خوری آپ کی موت کا سبب بن گئی۔

و سبب وفات اونیز عزابتے وارد گویند رد مجلس مذاکرہ حدیث ورا از حدیثے پرسیدند و آن حدیث رانہ شناخت بمنزل خود آمد و یک سبد خرما نزدادگزاشتند در کتابہائے خود آن حدیث را تجسس می کردیگان یگان خرما بطریق نقل از سبد بر میداشت وی خورد تا آنکہ حدیث یافتہ شد و خرما تمام گشت در غزہ فکر علمی اور اشعورے نماند و این کثرت اکل سبب موت او شد۔

جو لوگ امام احمد رضا کے اس واقعہ ہول پر اعتراض کرتے ہیں، کیا ان کا اعتراض امام احمد رضا کے پردے میں درحقیقت امام مسلم اور صحابی رسول حضرت عثمان غنی پر بھی نہیں ہو رہا ہے؟ (مخلص از امام احمد رضا حقائق کے اجالے میں از فقیر محمد مطیع الرحمن رضوی غفرلہ)

(۱۴): اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: یہ ہے اللہ عزوجل کا فضل اپنے اس بندے پر جس نے یہ علوم اصلاً کسی سے نہ سیکھے نہ ان میں کوئی کتاب پڑھی مگر تحریر اقلیدس کی صرف پہلی شکل اور دو جز تصریح حضرت خاتم المتحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد اور شرح چینی صرف پندرہ ورق جناب مولانا مولوی عبدالعلی صاحب رامپوری مرحوم مغفور سے وہ بھی جناب موصوف کے فرمانے ہی سے۔ اس وقت عمر انیس سال تھی درس مدتوں کا ختم ہو گیا تھا رام پور بوجہ قرابت جانا اور کچھ دن ٹھہرنا ہوا تھا صاحب مکان مرحوم کے یہاں حضرت موصوف تشریف لائے مسئلہ امتناع نظیر تذکرہ ہوا فقیر نے اس میں وہ تقریرات بیان کیں کہ مولانا ان پر متعجب ہوئے اور فرمایا: کیا پڑھتے ہو؟ عرض کی: درس کئی سال پیشتر ختم ہو گیا سب کچھ اپنے حضرت والد ماجد سے پڑھا۔ فرمایا: شرح چینی پڑھی ہے؟ عرض کی: نہ! فرمایا: اسے ہم سے پڑھ لو کہ اس فن کا ایسا جاننے والا نہ پاؤ گے۔ ان کے فرمانے سے اس چند روزہ قیام میں یہ پندرہ ورق پڑھے کسی دن ڈھائی ورق ہوتے کہ فقیر صرف عبارت پڑھتا چلا جاتا جہاں حضرت کو خیال ہوتا کہ نہ سمجھا ہوگا استفسار فرمالتے مطلب عرض کر دیتا کسی دن آدھی سطر ہوتی جس دن فقیر کو کوئی شبہ ہوتا اس کی تقریر و بحث میں وقت ختم ہو جاتا۔ مولانا موصوف کی اس نعمت کا اظہار ضروری تھا کہ ناشکری نہ ہو۔ (کشف العلة صفحہ ۹۹ تا ۱۰۰)

(۱۵): جامع حالات فقیر ظفر الدین رضوی غفرلہ القوی کہتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا وجہ ہے کہ آفتاب قبل طلوع کے معلوم ہونے لگتا ہے، اور اسی طرح بعد غروب ہو جانے کے بھی معلوم ہوتا ہے؟ غالباً اعلیٰ حضرت نے یہ جواب دیا ہوگا، جو سید صاحب کے سمجھ میں نہ آیا اور اسے نہ لکھ سکے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ علم المناظر میں ثابت ہو چکا ہے کہ نگاہ جب (ایسے) دو ملاء مختلف میں ہو کر گزرے جو کثافت و لطافت میں اختلاف رکھتے ہوں تو خطوط شعاعیہ جب ان دونوں ملا کے متغی پر پہنچیں گے، ٹوٹ جائے گی، اور جس سمت میں جا رہی تھی، اس کے نیچے ہو کر

گزرے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر دریا یا تالاب میں کوئی لکڑی سیدھی اس طرح قائم کی جائے کہ اس کا ایک حصہ پانی میں ہو، اور ایک حصہ باہر۔ تو پانی کی سطح پر جو اس کا حصہ ہے، نگاہ سے دیکھنے میں ٹوٹا ہوا معلوم ہوگا۔ کہ پہلے نگاہ ملاء ہوا ہی گزری، پھر ملاء آب میں کہ بہ نسبت ملاء ہوا کے کثیف تر ہے۔ یوں ہی طلوع و غروب کے وقت آسمان کی طرف دیکھنے میں نگاہ کو دو ملاء قطع کرنا پڑتا ہے۔ ایک عالم نسیم کا کہ کثیف ہے، دوسرا اس کے بعد کی ہوا کا کہ بہ نسبت اس کے لطیف ہے۔ لاجرم خطوط شعاعیہ منہی پر پہنچ کر ٹوٹ جائیں گی، اور نیچے ہو کر گزریں گی۔ تو افق حقیقی کہ بظاہر نگاہ کو وہیں تک پہنچنا چاہیے تھا، اس انکسار کے سبب نگاہ اس سے نیچے پہنچے گی، اور آفتاب جانب شرق قبل اس کے افق پر آئے، ہمیں مرئی ہوگا اور جانب غرب بعد اس کے افق سے گزر جائے مرئی رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۶) یہ اعلیٰ حضرت سے سن میں بہت بڑے اور اعلیٰ حضرت کے والد ماجد صاحب قدس سرہ کے ملنے والوں سے تھے اس لیے پیارا محبت

اس طرح خطاب فرمایا۔ (فقیر رضوی)

(۱۷) ۱۷ محرم کو اپنے شہر رام پور کے ایک باغ کے اندر موت واقع ہوئی۔

(۱۸) مثلاً ایوب علی کے اعداد ۱۲۹ ہیں اور لطیف کے بھی ۲۹ لہذا اس روز سے فقیر ۲۹۸ بار بلا ناغہ پڑھ لیتا ہے؛ اور اس کے بے شمار برکات

بکرمہ تعالیٰ میں نے پائے۔ (سید ایوب علی صاحب)

(۱۹) اس مقام پر اس سے نقل شدہ عبارت اس قدر اغلاط پر مشتمل تھی کہ جب اس کی تصحیح میں دشواری ہوئی تو فقیر نے اس کتاب کی جستجو

میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا مگر افسوس کہ کہیں سے دستیاب نہیں ہوئی۔ خدا بخش لاہری پٹنہ میں اس کا قلمی نسخہ ہے۔ محبت گرامی حضرت مولانا سید شاہد علی صاحب نے ہزار مشکلوں کے ساتھ رضالابری رام پور سے اس کا جو عکس حاصل کیا اور اس فقیر کو ارسال فرمایا وہ مطبوعہ مصر ہے۔ بہر حال اس سے میری ضرورت تو پوری نہیں ہوئی، پھر بھی میں مولانا موصوف کی کرم فرمائی کا حد درجہ ممنون ہوں۔

(۲۰) اعلیٰ حضرت کے والدین پیارے حضور کو امن میاں کہتے تھے۔ (ملک العلماء)

(۲۱) یہ رسالہ جس کا عرفی نام فلسفہ اور اسلام ہے۔ الجمع الاسلامی مبارک پور سے شائع ہو چکا ہے۔

(۲۲) اہل سنت کے لیے سوائے بارگاہ رضوی کے دوسری جگہ تعلیم کی نہ تھی۔ اگرچہ بریلی میں ۱۳۱۲ھ میں ایک مدرسہ سرائے خام میں قائم

ہوا تھا اور اس کا نام اشاعت العلوم تھا۔ اس کے بانی مولوی محمد یسین صاحب پنجابی شاگرد حضرت استاذی مولانا احمد حسن صاحب کانپوری تھے۔ یہ ایک زمانہ تک تو خاموشی کے ساتھ صرف درس و تدریس میں مشغول تھے۔ جب دیوبندیوں نے ۱۳۲۷ھ میں اپنی جماعت بندی اور جھٹکا قائم کرنے کے لیے ابتدائے قیام مدرسہ دیوبند سے اس وقت تک جتنے فارغ التحصیل ہوئے تھے یا وہاں پہنچ کر حدیث کا دورہ تمام کیا یا کچھ دنوں کے لیے شریک درس ہو گئے تھے اگرچہ کسی جگہ کے فارغ ہوں، ان سب کو بلا کر ان کی دستار بندی کر دی تھی۔ مولوی محمد یسین صاحب بھی انہیں لوگوں میں تھے کہ کانپور میں حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری سے کتابیں تمام کیں، چند دنوں کے لیے دیوبند جا کر دورہ میں شرکت کی تھی، ان کی بھی دستار بندی دیوبندیوں نے کر دی تھی۔ اس زمانہ سے ان کا میلان دیوبندیوں کی طرف زیادہ ہونے لگا اور اعلیٰ حضرت کے یہاں آمد و رفت میں کمی شروع کر دی تھی اور رفتہ رفتہ وہابی دیوبندی ہو گئے۔ ورنہ پہلے ان کے تعلقات اعلیٰ حضرت سے اچھے تھے، اور اعلیٰ حضرت کو بمنزلہ اپنے استاد کے سمجھتے تھے اس لیے کہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری اعلیٰ حضرت کی بے حد عزت کرتے اور بہت وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ (ملک العلماء)

کلماتِ دعائیہ

از: جانشین مفتی اعظم حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری مدظلہ، بریلی شریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

یہ جان کر بہت مسرت ہوئی کہ ”حیاتِ اعلیٰ حضرت“ مکمل عنقریب پہلی مرتبہ منظرِ عام پر آ رہی ہے۔ مولانا لکھنؤی مفتی مطیع الرحمن صاحب مظنر رضوی نے جدوجہد سے اسے حاصل کیا پھر اس کی ترتیب و تہذیب، تصحیح و تخریج اور فہرست سازی میں جو عرق ریزیاں فرمائیں ان کے لئے وہ مبارک باد اور لائقِ صد ستائش ہیں۔

حضرت مولانا موصوف نے چند مقامات مجھے دکھائے جہاں توفیق کے حساب میں ہند سے غلط چھپ گئے تھے اور ترتیب اور بہت الٹ پھیر کاتب کی غلطی سے ہو گیا تھا۔ الحمد للہ انہوں نے ”حیاتِ اعلیٰ حضرت“ کے ساتھ ساتھ ”فتاویٰ رضویہ“ میں بھی مطبوعہ ان غلطیوں کی تصحیح کر دی۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب موصوف کو بہتر جزاء اس عمل خیر کی عطاء فرمائے اور اس میں جو بھی ان کے مدد و معاون ہوئے ان سب کو برکات دارین سے نوازے آمین بجاہ النبی الامین علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

۲۳ جمادی الثانی ۱۴۲۳ ہجری

ارشادات عالیہ

از: امین ملت حضرت ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں قادری مدظلہ العالی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، پروفیسر شعبہ اُردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فقیر برکاتی نے حضرت مفتی محمد مطیع الرحمن مضطر کی مرتبہ ”حیاتِ اعلیٰ حضرت“ کے ضخیم مسودے کو گہرائی سے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ مفتی صاحب نے جس قدر کاوش کی وہ بے مثال ہے۔

اردو میں سوانح نگاری کا فن لیا نہیں ہے۔ مجدد اعظم امام رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی نثری سوانح ان کے چہیتے شاگرد اور خلیفہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف فرمائی، ان سے پہلے مفتی محمود جان قادری جو دھ پوری رحمۃ اللہ علیہ حیاتِ اعلیٰ حضرت کی مختصر منظوم سوانح لکھ چکے تھے ملک العلماء نے ایک تحقیقی منصوبہ بندی کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی وقیع سوانح لکھی جو چار جلدوں پر مشتمل تھی۔ چوتھی جلد فی الحال مفتی صاحب کی دسترس سے باہر ہے انشاء اللہ اس کی دستیابی جلد متوقع ہے۔ اس سوانح کو مرتبہ کرنے میں طویل مدت صرف ہوئی۔ مفتی صاحب نے بے شمار کتابوں کی مدد سے جگہ جگہ حاشیے لگا کر سونے پر سہاگہ کر دیا۔

جو قومیں اپنے اکابر کے حالات سے صرف نظر کرتی ہیں ان کی مثال بے منزل کے مسافر جیسی ہوتی ہے اس لئے لازم ہے کہ ہم اپنے اسلاف اور اکابر کے کارناموں کو یاد کرتے رہیں اور روشنی حاصل کرتے رہیں۔

رضا اکادمی ممبئی کے روح رواں اور محبتِ سنیتِ عزیزم محمد سعید نوری اور مفتی صاحب کا سینوں پر احسان ہے کہ ”سوانح حیاتِ اعلیٰ حضرت“ ہمارے ہاتھوں میں ہے۔

میں ہر دو حضرات کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ادبی، علمی، سماجی اور دینی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ الحیب الامین و علی آلہ و صحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمن۔

گدائے برکات:

ڈاکٹر سید شاہ محمد امین قادری

خادم سجادہ آستانہ عالیہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ (ایضاً)

پروفیسر شعبہ اُردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۲۸ اگست ۲۰۰۳



جلد دوم



تصانیف

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی پیدائش اور نشوونما اس خاندان میں ہوئی جو علمی و عملی خاندان تھا، جہاں درس و تدریس و وعظ و تقریر اور سب سے زیادہ تصنیف و تالیف، انشاء و تحریر کا دستور تھا۔ اس لیے آپ نے ہوش سنبھالتے ہی تصنیف و تالیف کا چرچا دیکھا۔ (کذا) اس لیے قدرتا آپ کی طبیعت کا میلان تدریس و تقریر سے کہیں زیادہ تصنیف و تالیف کی طرف تھا۔ اس کے علاوہ قدرت کو آگے چل کر انہیں مجدد مائتہ حاضرہ بنانا اور ان کے علوم و فنون سے زمانہ دراز تک عرب و عجم، روم و شام اور تمام ممالک اسلامیہ کو فیضیاب کرنا تھا، اس لیے بھی ضروری تھا کہ حضور تدریس و تقریر کے اعتبار سے تصنیف و تحریر کی طرف زیادہ توجہ فرمائیں۔

اس لیے کہ تدریس و تقریر کا اثر محدود، خام اور جلد ختم ہونے والا ہے اور تصنیف و تحریر کا اثر غیر محدود و پختہ اور رہتی دنیا تک باقی رہنے والا ہوتا ہے۔ دنیا میں علماء کرام لاکھوں کیا کروڑوں ہوئے، جنہوں نے اپنے اپنے زمانے میں عالم کو اپنے علوم و فنون سے مستفیض فرمایا۔ جہاں میں اپنے علوم کی روشنی پھیلا کر تاریکی و جہالت دور کی۔ مگر آج ہم ان کے نام سے بھی واقف نہیں کہ وہ کون کون تھے؟ کہاں کہاں تھے؟ کن کن علوم کے جامع تھے؟ بہتوں کے ناموں اور ان کے معارف کا کچھ پتا بھی چلتا ہے، تو دوسرے علماء و معاصرین یا بعد کے لوگوں کی تحریر ہی کی بدولت۔ بخلاف امام غزالی، امام رازی، اصحاب صحاح ستہ، ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کہ ان کی تالیفات و تصنیفات کی بدولت آج (لوگ) براہ راست ان کے علوم و فنون سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

محرر المذہب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کی برکت سے امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے علوم و معارف اور اجتہادیات زندہ ہیں۔ تصوف کی معلومات امام غزالی کی احیاء العلوم، حضرت مخدوم الملک شاہ شرف الدین عالم ہیں۔ ان سب وجوہ سے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے بھی تدریس و وعظ کے اعتبار سے تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ توجہ فرمائی۔ جس وقت آٹھ سال کی عمر شریف تھی، آپ نے ہدایۃ النحو کی شرح عربی زبان میں تالیف فرمائی۔ اس کے بعد تیرہواں سال جب عمر شریف کا ہوا، اس وقت حمد و ہدایت کی تعریف میں عربی زبان میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام ضوء النہایتی فی اعلام الحمد والہدایۃ ہے۔

میں نے ۱۳۲۷ھ میں حسب فرمائش مولانا المکرم حبیبنا الاحم جناب مولانا مولوی سید محمد عبد الجبار صاحب قادری

حیدرآبادی غفرلہ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعتہ یوم ینادی المناوی، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی پچاس علوم و فنون میں تصانیف کثیرہ کی فہرست مع فن و زبان و کیفیت و مضمون و سال تصنیف کے بیان میں، ایک رسالہ مسکئی بنام تاریخی الجمل المورد التالیفات المجدد تحریر کیا تھا، جو اسی زمانے میں مطبع پٹنہ میں با اہتمام حضرت مولانا ابوالمساکین محمد ضیاء الدین صاحب پہلی بھتی رحمتہ اللہ علیہ چھپ کر شائع ہو چکا تھا۔ اس میں ساڑھے تین سو تصنیفات و تالیفات کی مفصل فہرست درج تھی۔

اس کے بعد جب ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ میں چار مہینے کی فرصت لے کر اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کی اشاعت کے سلسلے میں بریلی شریف قیام کا موقع ملا۔ تو ۱۳۲۷ھ کے بعد سے وصال تک جس قدر تصنیفات ملی تھیں، ان کو بطور ضمیمہ اس رسالہ کے، اضافہ کیا، تو تصنیفات چھ سو سے فاضل ہو گئیں۔ جو چار قسموں پر منقسم ہیں:

- 1- تصانیف خاصہ جن کے نام تاریخی ہیں۔
- 2- وہ تصانیف خاصہ جن کے نام تاریخی نہیں۔
- 3- تصنیفات اصحاب و قدسی احباب جن کے نام تاریخی ہیں۔
- 4- وہ تصنیفات اصحاب جن کے نام تاریخی نہیں۔

قسم سوم و چہارم، اگرچہ بنام تلامذہ و اصحاب ہیں، لیکن درحقیقت (ان کو) اعلیٰ حضرت ہی کی تصنیف سمجھنا چاہیے، اس لیے کہ یہ وہ کتابیں ہیں، جو تلامذہ نے لکھ کر بغرض اصلاح پیش کیں، لیکن ان پر اصلاح کیا ہوئی! وہ مستقل تصنیف ہی ہو گئیں۔ اس لیے ایسی کتابوں کو اعلیٰ حضرت نے اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہ فرمایا۔ علاوہ بریں یہ اساتذہ علماء کی قدیم عادت ہے کہ کسی مصلحت سے اپنی کتاب کو کسی شاگرد کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، اور قدیم زمانہ سے حال تک، اس کا بلا تکلیف رواج ہے۔ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات ۱۳۲۷ھ تک ساڑھے تین سو تھیں، جن کا بیان میں نے اپنے رسالہ الجمل المورد التالیفات المجدد میں کیا ہے۔ پہلے ان سب کو اسی ترتیب سے ذکر کروں گا۔ اس کے بعد پھر ان کو ترتیب فنون و علوم ذکر کر کے جو کتابیں میرے پاس ہیں، یا میری نظر سے گزری ہیں، ان کے کچھ تفصیلی حالات لکھوں گا۔ ورنہ فقط نام اور مجمل حالت پر اکتفا کروں گا۔ اس کے بعد بطور ضمیمہ رسالہ الجمل المورد ۱۳۲۷ھ کے بعد سے سال وفات تک تصنیفات کو اسی طرح چار حصے کر کے ان کا شمار، سال تصنیف، نام کتاب، فن، زبان، کیفیت مضمون لکھوں گا۔ اس کے بعد پھر ان سب کو بھی بترتیب علوم و فنون ذکر کر کے تفصیلی حالت بیان کروں گا۔

وبالله التوفیق و بیدہ ازمة التحقیق



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
لِحَمْدِهِ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

نمبر شمار	سن تصنیف	نام کتاب	فن	زبان	کیفیت	مضمون کتاب
۱	۱۲۸۵	ضوء النہایہ فی اعلام الحمد والہدایہ	کلام	ع	مبیضہ	حمد و ہدایت کی تعریف
۲	۱۲۸۸	حل خطاء الخط	رد و ہابیہ	ع	مبیضہ	رد خط اسماعیل دہلوی
۳	۱۲۹۰	السعی المشکور فی ابداء الحق والمہجور	کلام	ع	مسودہ	مسئلہ صفات باری تعالیٰ و تحقیق مذہب اہل سنت
۴	۱۲۹۳	معتبر الطالب فی شیون ابی طالب	کلام	ہ	مبیضہ	شرح ابی طالب میں داخل کر دیا گیا
۵	۱۲۹۵	نقاء النیرہ فی شرح الجوہرہ ملقب بہ النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوہرۃ المضیئۃ	فقہ	ہ	مطبوعہ لکھنؤ	مسائل حج و زیارت کا بیان یہ رسالہ بار اول کے حج میں مکہ مکرمہ میں ایک دن میں تالیف فرمایا (م)
۶	۱۲۹۶	اطائب الاکسیر فی علم التکسیر	تکسیر	ع	نا تمام	علم تکسیر اور مصنف کے ایجادات کثیرہ
۷	=	نفی الفئی عن بنورہ انار کل شیء	فضائل	ہ	مبیضہ	اس بارے میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا (م)
۸	۱۲۹۷	الکلام الہی فی تشبہ الصدیق بالنبی	مناقب	ہ	مبیضہ	صدیق اکبر کی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہتیں
۹	=	وجد المشرق فی بخلوۃ اسماء الصدیق والفاروق	مناقب	ہ	مبیضہ	صدیق و فاروق کے صدہا تا کہ احادیث میں آئے
۱۰	=	مطلع القمرین فی ابانۃ سبقة العمرین	عقائد	ہ	مبیضہ	تفصیل شیخین پر کمال مبسوط کتاب (م)
۱۱	=	سلطنتہ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوری	فضائل و رد	ہ	مسودہ	فضائل اقدس میں ایمان افروز کتاب (م)

۱۲	۱۲۹۸	اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب	عقائد	ھ	مبیضہ	اللہ ورسول وآل واصحاب کے باب میں اہل سنت کے اعتقاد (م)
۱۳	=	احکام الا الاحکام فی تناول من ید من مالہ حرام	فقہ	ھ	اکثر مبیضہ	مال حرام والے کے ساتھ معاملات اور اس کے نفقات
۱۴	=	انفس الفکر فی قربان البقر	فقہ ورڈ ہنود	ھ	مبیضہ	ہندوستان میں گائے کی قربانی جاری رکھنا واجب ہے (م)
۱۵	=	اجلال جبریل بجعلہ خادما للمحوب الجمیل	فضائل	ھ	مسودہ	جبریل امین خادم مصطفیٰ ﷺ ہیں
۱۶	=	الامر باحترام المقابر	فقہ ورد	ھ	مطبوعہ	اہلک الوہابین میں شامل کیا گیا (م)
۱۷	۱۲۹۹	اقامة القيامة على طاعن القيام لنبی تہامہ	فقہ ورڈ وہابیہ	ھ	مبیضہ	مسئلہ قیام مجلس میلاد مبارک (م)
۱۸	۱۲۹۹	هدى الحيران فى نفي الفیء عن شمس الاکوان	فضائل ورد	ھ	مبیضہ	نبی ﷺ کے سایہ نہ ہونے کے باب میں ایک مخالف کارڈ (م)
۱۹	=	حسن البراعة فى تنفيذ حکم الجماعة	فقہ	ع	مسودہ	جماعت اولیٰ اور مسجد واجب ہے۔
۲۰	=	النعم المقيم فى فرحة مولد النبى الکریم	فقہ ورڈ	ھ	مطبع	رشافتہ الکلام میں شامل کیا گیا۔
۲۱	۱۳۰۰	الزال الانقى من بحر سبقة الاتقى	تفسیر ورڈ تفضیلیہ	ع	مبیضہ	آیت ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کی تفسیر (م)
۲۲	=	بذل الصفا لعبد المصطفیٰ	عقائد ورڈ وہابیہ	ھ	مسودہ	عبدالنبی غلام مصطفیٰ نبی بخش ناموں کا جواز
۲۳	=	البشرى العاجلة من تحف آجلہ	عقائدہ ورڈ معرفہ	ع		تفضیلیہ و مفقان امیر معاویہ کارڈ

مجلس میلاد مبارک کے بارے میں مولوی نذیر احمد دہلوی کے ایک فتویٰ کا انہیں کے دوسرے فتوے سے رد	مبیضہ	۵	مناظرہ ورد	النذیر الہائل لكل حلف جاهل	=	۲۴
اذان میں نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا	مطبع	۵	فقہ ورد	منیر العینین فی حکم تقبیل الایہامین	۱۳۰۱	۲۵
جو بدعت کفری رکھتا ہو تمام احکام میں مثل مرتد ہے	مسودہ	خ	فقہ	المقالة المسفرة عن احکام البدعة المکفرة	=	۲۶
حضور اقدس ﷺ کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا کافر ہے۔	مبیضہ	خ	فقہ	المجمل المسدد ان ساب المصطفیٰ مرتد	=	۲۷
دیہات کا رانج ٹھیکہ حرام اور جواز کی صورت	مبیضہ	۵	فقہ	اجود القرى لمن يطلب الصحة فی اجارة القرى	۱۳۰۲	۲۸
دافع وبا کو اذان	مسودہ	۵	فقہ ورد و ہابیت	نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوبا	=	۲۹
شکر و سر وغیرہ صدہا جزئیات کا قانون	مطبع حنفیہ	۵	فقہ	الاحلیٰ من السكر لطلبه سکر و سر	۱۳۰۳	۳۰
حیات الموات میں شامل کیا گیا (م)	بیبی	۵	رد و ہابیت	الاهلال بفیض الاولیاء بعد الوصال	۱۳۰۳	۳۱
فضائل سرکارِ غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مبیضہ	ف	مناقب	مجیر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم	=	۳۲
نیا جوتا پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے اور استعمالی جوتا پہن کر پڑھنے اور مسجد میں جانے کا حکم	مسودہ	ع	فقہ	جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاة فی النعال	=	۳۳
حرام چیز بطور دوا بھی استعمال نہیں ہو سکتی	نا تمام	ج	فقہ	منزع المرام فی التداوی بالحرام	=	۳۴
فلسفہ جدیدہ کا مخالف عقائد ہونا (م)	مبیضہ	۵	کلام	مقام الحدید علیٰ خد المنطق الجدید	۱۳۰۴	۳۵

۳۶	=	معدل الزلال فی اثبات الہلال	فقہ	۵	مبیضہ	انجمن اسلامیہ بریلی کو اثبات ہلال میں غلط فہمی پر تنبیہ اور مسائل شرعیہ کی تعلیم
۳۷	=	طواع النور فی حکم السرج علی القبور	فقہ ورڈ دہابیہ	۵	نا تمام	قبروں پر چراغ جلانے کے تفصیلی احکام
۳۸	=	البارقة اللمعا علی سامد نطق بالکفر طوعا	فقہ	ع	مسودہ	جو قصد کلمہ کفر کہے اگرچہ معتقد نہ ہو کافر ہے
۳۹	=	جمل مجلیہ ان المکروه تنزیہا لیس بمعصیة	فقہ	ع	مسودہ	مکروہ تنزیہی جائز ہوتا ہے اس کو گناہ کہنا خطا ہے
۴۰	=	انوار الانتباه فی حل نداء یارسول اللہ	فقہ ورد	۵	مسودہ	یا رسول اللہ یا علی کہنے کا جواز
۴۱	=	التاج المکمل فی انارة مدلول کان یفعل	اصول فقہ	ع	نا تمام	لفظ کان یفعل دوام میں نص نہیں
۴۲	۱۳۰۵	تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین	عقائد	۵	مطبع قادری بریلی	سید انبیاء ﷺ کے سب انبیاء سے افضل ہونے پر دلیل (تین سو حدیثیں)
۴۳	=	حیة الموات فی بیان سماع الاموات	عقائد ورڈ دہابیہ	۵	مطبوعہ بہمنی	اموات کے دیکھنے سننے کا ثبوت اور بعد وصال اولیاء کے فیوض و برکات (م)
۴۴	=	انهار الانوار من یم صلاة الاسرار	فقہ ورد	۵	مطبوعہ بریلی	نماز غوثیہ کا ثبوت مطبوعہ
۴۵	=	ازهار الانوار من صبا صلاة الاسرار	اذکار	ع	مبیضہ	طریقہ و نکات نماز غوثیہ (م)
۴۶	=	اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین	حدیث ورڈ دہابیہ	ع ۵	مبیضہ	شفاعت اقدس ﷺ میں چہل حدیث (م)
۴۷	=	البسط المسجل فی امتناع الزوجة بعد الوطی للمعجل	فقہ	۵	مبیضہ	زوجہ بعد وطی بھی مہر موجد لینے کے لیے اپنے نفس کو روک سکتی ہے

غیر مقلدوں کے پیچھے نماز محض ناجائز ہے۔ (م)	فقہ ورڈ غیر مقلدین	۵	النہی الاکید عن الصلاة وراء عدی التقليد	=	۴۸
حرمین میں مہاجر بن کر رہنا کیسا ہے۔ (م)	فقہ	ع	صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین	=	۴۹
چاند کی خبر میں تارا اور خط پر اعتبار نہیں (م)	فقہ ورڈ کنگوئی	۵	ازکی الاہلال بابطال ما احدث الناس فی امر الہلال	=	۵۰
شامل رسالہ بذل الصفا کیا گیا	فقہ ورڈ وہابیہ	۵	باب غلام مصطفیٰ	=	۵۱
حدیث لولاک کا ثبوت	حدیث	ع	تلاو الافلاک بجلال حدیث لولاک	=	۵۲
تقدیر پر ایمان کے ساتھ تدبیر سنت ہے اور منکر گمراہ (م)	فقہ	۵	التحیر باب التدبیر	=	۵۳
کیا کیا کام مسجد میں ناروا ہیں	فقہ	۵	احسن المقاصد فی بیان ماتزہ عنہ المساجد	=	۵۴
فرض و نفل میں تعدد فرض ہے یا واجب	فقہ	ع	ازین کافل لحکم القعدۃ فی المکتوبۃ والنوافل	=	۵۵
درود میں شجرہ طیبہ کے اسماء بمعنی دیگر (م)	اذکار	ع	زہر الصلاة من شجرة اکارم الهداة	=	۵۶
مصافحہ دونوں ہاتھوں سے سنت ہے (م)	فقہ ورڈ غیر مقلدین	۵	صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین	۱۳۰۶	۵۷
قصیدہ غوثیہ پر بعض جہال کے اعتراض کارڈ	مطبع اہل سنت بریلی	۵	جاہ القصیدۃ البغدادیۃ ملقب بہ الزمزمۃ القمریۃ فی الذب عن الخمریۃ	=	۵۸
ہندوستان دارالحرب نہیں (م)	فقہ	ع	اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام	=	۵۹

۶۰	=	تبیان الوضوء	فقہ	ھ	مبیضہ	وضو و غسل کی احتیاطیں (م)
۶۱	=	الحلاوة والطلاوة فی موجب سجود التلاوة	فقہ	ع	مسودہ	سجدۃ تلاوت کتنا پڑھنے سے واجب ہوتا ہے
۶۲	=	الادلة الاطاعنه فی اذان الملاعنه	ردّ ووافض	ھ	مبیضہ	روافض کہ اذان میں کلمہ بلا فضل بڑھانے میں انہیں کی کتب سے اسکا ردوان پر لعنت (م)
۶۳	=	الاشکال الاقیدس لتکسیر اشکال اقلیدس	ہندسہ	ع	مسودہ	اقلیدس کے بعض اشکال پر امتحانی اعتراض
۶۴	=	عروس الاسماء الحسنی فیما لبینا من الاسماء الحسنی	فضائل	ع	نا تمام	حضور اکرم ﷺ کے لیے ہزار سے زائد اسماء
۶۵	=	نائل الراح فی فرق الريح والرياح	تفسیر	ف	مبیضہ	اطلاق ریح وریاح کا فرق
۶۶	۱۳۰۷	حکم رجوع من ولی فی نفقة العرس والجهاز والحلی	فقہ	ھ	مبیضہ	جس نے دلہن کو جو چیز دیا اور شادی میں خرچ اٹھایا وہ اس کی واپسی کا دعویٰ کرے تو کیا حکم ہے اور شوہر کی طرف سے بری میں جو زیور یا جوڑا آتا ہے وہ کس کی ملک ہے؟
۶۷	=	المنح الملیحه فیما نہی من اجزاء الذبیحه	فقہ	ع	مسودہ	ذبیحہ سے بائیس چیز کھانے کی ممانعت (م)
۶۸	=	سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح	عقائد و ردّ وہابیہ	ھ	مطبوعہ لکھنؤ پٹنہ	امکان کذب کا ردّ
۶۹	=	الزهر الباسم فی حرمة الزکاة علی بنی ہاشم	فقہ	ھ	مطبع حنفیہ پٹنہ	سادات پر زکاة حرام ہے ان کے دیئے ادا نہ ہوگی
۷۰	=	تجلی المشکاة لانارة اسئلة الزکاة	فقہ	ھ	حنفیہ پٹنہ	مسائل زکاة کے نفیس قانون (م)
۷۱	=	التبصیر المنجد بان صحن المسجد	فقہ	ھ	مبیضہ	مسجد کا صحن بھی مسجد ہے۔ (م)

ابوین زوجین استاذ وغیرہ کے حقوق (م)	مبیضہ	ھ	اخلاق	شرح الحقوق لطرح العقوق	=	۷۲
سیاہ خضاب حرام ہے	مبیضہ	ھ	فقہ	حك العيب في حرمة تسويد الشيب	=	۷۳
حقے اور تمباکو کے احکام (م)	خفیہ	ھ	فقہ	حقه المرجان لمهم حکم الدخان	=	۷۴
صرف مردوزن کے اس اقرار سے کہ ہم زن و شوہر ہیں نکاح نہیں ہوتا۔ (م)	مبیضہ	ھ	فقہ	عباب الانوار ان لا نکاح بمجرد الاقرار	=	۷۵
دن معین کرنے اور دیگر تقییدات فاتحہ کا حکم (م)	مبیضہ	ھ	فقہ و ردّ وہابیہ	الحجة الفاتحة بطيب التعيين والفاتحة	=	۷۶
نماز عید کے بعد دعائے گننے کا ثبوت (م)	مبیضہ	ھ	فقہ و ردّ وہابیہ	سرور العيد السعيد في حل الدعاء بعد صلاة العيد	=	۷۷
پوست قربانی مسجد و مدرسہ میں صرف کرنا (م)	مبیضہ	ع	فقہ و ردّ گنہوی	الصافية الموحية لحکم جلود الاضحية	=	۷۸
ستر عورت مردوزن کی تفصیل	مسودہ	ع	فقہ	الطرة في سطر العورة	=	۷۹
سوالات تصوف کا جواب	مطبوعہ سیتاپور	ھ	تصوف	كشف حقائق و اسرار و دقائق	۱۳۰۸	۸۰
کفن پر کلمہ وغیرہ لکھنے کا مسئلہ (م)	مبیضہ	ھ	فقہ و ردّ وہابیہ	الحرف الحسن في الكتابة على الكفن	=	۸۱
دست و پائے مشائخ و علماء و آستانہ مزارات وغیرہ پر بوسہائے تعظیسی کا بیان (م)	مبیضہ	ھ	فقہ و ردّ وہابیہ	ابر المقام في استحسان قبلة الاجلال	=	۸۲
تملیک نامہ و ہبہ نامہ میں فرق نہیں	مبیضہ	ع	فقہ	فتح المليك في حکم التملك	=	۸۳
تصور برزخ کا جواز	اہل سنت بریلی	ھ	سلوک و ردّ وہابیہ	اليقوتة الواسطه في قلب عقد الرابطة	۱۳۰۹	۸۴
دربارہ تقلید غیر مقلدوں کے بعض شہادت کا جواب (م)	مبیضہ	ھ	ردّ غیر مقلدین	النير الشهابي على تدليس الوهابي	=	۸۵

۸۶	=	اعز الاکتاہ فی رد صدقہ مانع الزکاة	ترغیب و ترہیب	ھ	مبیضہ	جو زکاۃ نہ دے اس کا صدقہ قبول نہیں (م)
۸۷	=	الطیب الوجیز فی امتعة الورق والابریز	فقہ	ھ	مبیضہ	چاندی سونے کی کیا چیزیں مردوں عورتوں کو جائز ہیں اور کیا کیا ناجائز (م)
۸۸	=	سبحان القدوس عن تقدیس نحس منکوس	عقائد و رد وہابیہ	ھ	مسودہ	رد امکان کذب و ابطال خرافات رسالہ تقدیس القدر
۸۹	=	انباء الحدائق بمسالك النفاق	حدیث	ھ	مسودہ	نفاق اعتقادی و عملی کا فرق اور اس کے بارے میں احادیث کثیرہ کا جمع کرنا
۹۰	=	انوار الحلم فی معانی مبعاد استجب لکم	تفسیر	ف	مسودہ	اجابت دعا کے کیا کیا معنی ہیں اثر ظاہر نہ ہونا دیکھ کر بیدل ہو جانا حماقت ہے
۹۱	۱۳۱۰	اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد	حدیث	ھ	مبیضہ	کن کن عمل کے سب حقوق العباد سے نجات مل سکتی ہے (م)
۹۲	=	مشعلۃ الارشاد الی حقوق الاولاد	اخلاق	ھ	مبیضہ	اولاد کے پیدا ہونے بلکہ شکم مادر میں آنے سے پہلے جو حقوق ہیں (م)
۹۳	=	رفیع المدارک فی حکم السوانب وطرح المالك	فقہ	ھ	مبیضہ	بجارا و رند و گنگا میں گہنا ڈالتے ہیں ان کا حکم
۹۴	=	جلی الصوت لنهی الدعوة امام الموت	فقہ	ھ	مبیضہ	اہل میت کی طرف سے اغنیا کی دعوت منع ہے (م)
۹۵	=	یسر الزاد لمن ام الضاد	فقہ	ع	مسودہ	تحقیقات حرف ضاد در راہ مارہرہ گم شدہ
۹۶	۱۳۱۱	الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء	فقہ و فضائل ورد وہابیہ	ھ	مطبع اہل سنت	فضائل اقدس ورد شرک وہابیہ میں بے مثل کتاب (م)
۹۷	=	منیة اللیب ان التشریح بید الحیب	فضائل	ھ	اہل سنت	تمام احکام شرعیہ حضور کے اختیار میں شامل الامن والعلیٰ

۹۸	=	برکات الامداد لاهل الاستمداد	فقہ ورد	۵	اہل سنت	اولیاء سے استعانت کا ثبوت
۹۹	=	بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاة الجنائز	فقہ ورد وہابیہ	۵	مطبوعہ بہی	نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا کا جواز
۱۰۰	=	الهدایة المبارکة فی خلق الملائكة	حدیث	۵	مبیضہ	ملائکہ کی پیدائش و موت کا بیان (م)
۱۰۱	=	رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق	فقہ	۵	مبیضہ	۲۲ الفاظ طلاق کا بیان کہ ان سے بائن پڑتی ہے اور ان سے رجعی (م)
۱۰۲	=	فیح التسرین بجواب الاسئلة العشرين	رد وہابیہ	۵	مسودہ	وہابیہ کے متعلق ۲۰ سوالوں کا جواب
۱۰۳	=	بوارق تلوح من حقیقة الروح	تصوف	ع	مسودہ	روح کیا شے ہے؟
۱۰۴	=	المنی والدرر لمن عمد منی آردر گنگوہی	فقہ ورد گنگوہی	۵	مسودہ	منی آرڈر کرنا روا ہے اور فتوائے گنگوہی کا رد (م)
۱۰۵	۱۳۱۲	الکوبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوہابیۃ	کلام ورد وہابیہ	۵	اہل سنت	ستروجہ سے امام وہابیہ پر فقہا کے نزدیک لزوم کفر (م)
۱۰۶	=	سبل السیوف الہندیۃ علی کفریات بابا النجدیۃ	ایضاً	۵	مطبع حنفیہ پٹنہ	الکوبۃ الشہابیۃ کا خلاصہ (م)
۱۰۷	=	وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید	فقہ ورد وہابیہ	۵	اہل سنت	عید کے بعد معانقہ نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے (م)
۱۰۸	=	وصاف الرجیح فی بسملة التراویح	فقہ ورد غیر مقلد	۵	اہل سنت	ختم تراویح میں ایک ہی بار بسم اللہ باواز پڑھیں اور گنگوہی کا رد (م)
۱۰۹	=	السیوف المخیفۃ علی عائب ابی حنیفہ	اصول فقہ ورد غیر مقلدین	۵	مبیضہ	فتاویٰ عالمگیری سے اس قول کی شرح کہ جو شخص قیاس امام اعظم کو ناحق کہے کافر ہے
۱۱۰	=	العروس المعطار فی زمن دعوة الافطار	اذکار	۵	مبیضہ	دعائے افطار افطار سے پہلے ہو یا بعد (م)

۱۱۱	=	القلادة المرصعة فی نحر الاجوبة الاربعة	فقہ	۵	مبیضہ	اشرف علی تھانوی کے چار فتوؤں پر تحریر (م)
۱۱۲	=	سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء	فقہ ورثہ وہابیہ	۵	اہل سنت	مدار کے مرغ اور چہل تن کی گائے وغیرہ کا حکم (م)
۱۱۳	=	ستر جمیل فی مسائل السراویل	فقہ	۵	مبیضہ	ڈھیلے اور تنگ پانجاموں اور تہبند کا حکم
۱۱۴	=	التلطف بجواب مسائل التصوف	تصوف	۵	مسودہ	سوالات تصوف کا جواب
۱۱۵	=	اطائب التہانی فی النکاح الثانی	فقہ ورثہ وہابیہ	۵	مبیضہ	نکاح ثانی میں وہابیہ کا تشدد باطل ہے (م)
۱۱۶	=	راد القحط والوباء بدعوة الجیران و مواساة الفقراء	فقہ	۵	مبیضہ	قطر وہابیوں کی دعوت نافع ہے
۱۱۷	=	تنزیہ المکانة الحیدریة عن وصمة عهد الجاهلیة	فضائل	۵	مبیضہ	مولیٰ علی پر کبھی بالتبع بھی لفظ کفر نہیں آیا (م)
۱۱۸	=	انجاء البری عن وسواس المفتری	مناقب	ع ۵	مبیضہ	شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی جناب میں عقیدت
۱۱۹	=	سلب الثلب عن القائلین بطہارة الکلب	فقہ	ع ف	مبیضہ	صحیح یہ ہے کہ کتے کا صرف لعاب نجس ہے
۱۲۰	=	رعاية المنہ فی ان التہجد نفل او سنہ	فقہ	۵	مبیضہ	تہجد نفل ہے یا سنت
۱۲۱	=	حق الاحقاق فی حادثة من نوازل الطلاق	فقہ	۵	مبیضہ	ایک مسئلہ طلاق کی نفیس تحقیق
۱۲۲	=	جمیل ثناء الائمہ علی علم سراج الامہ	مناقب ورثہ غیر مقلد	۵	مسودہ	ائمہ نے امام اعظم کی کیا کیا مدح کی
۱۲۳	=	عروش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام	عقائد ورثہ مفسدہ	۵	مسودہ	فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

۱۲۴	=	اعلام الصحابة الموافقين للامير معوية و أم المؤمنين	تاریخ ورد مفسقہ	ھ	نا تمام	کون کون صحابہ امیر معویہ اور ام المؤمنین کے ساتھ تھے
۱۲۵	=	ذب الالهواء الوهيه في باب الامير معاويه	عقائد ورد مفسقہ	ھ	نا تمام	امیر معویہ پر سے مطاعن کا دفع
۱۲۶	۱۳۱۳	اعز النکات بجواب سوال الرکات ملقب به الفضل الموهبي في معنى اذا صح الحديث فهو مذهبي	اصول فقہ	ھ	اہل سنت	حدیث پر چلنے کے لیے کیا کیا درکار ہے اور غیر مقلدین کی جہالت کا رد
۱۲۷	=	فتاویٰ القدوة لكشف دفين الندوة	عقائد ورد	ھ	قادری	رد عقائد ندوہ
۱۲۸	=	مراسلات سنت ندوہ	مناظرہ ورد ندوہ	ھ	مطبع نظامی	ناظم ندوہ سے دربارہ ندوہ جو خط و کتابت ہوئے
۱۲۹	=	سوالات حقائق نما بروس ندوة العلماء	رد ندوہ	ھ	مطبوعہ بدایوں و کلکتہ	ندوہ پر ستر سوال جن کے جواب سے علمائے ندوہ آج تک عاجز ہیں
۱۳۰	=	حاجز البحرين الواقی عن جمع الصلاتین	فقہ ورد غیر مقلدین	ھ	مطبع اہل سنت	سفر میں دو نماز ملا کر پڑھنا جائز نہیں ورد اشد نذیر حسین دہلوی
۱۳۱	=	الهاد الكاف في حکم الضعاف	اصول حدیث	ھ	بہمنی	حدیث ضعیف پر عمل کے احکام
۱۳۲	=	لوامع البها في المصر للجمعة والاربع عقبها	فقہ ورد غیر مقلدین	ف	مبعضہ	جمعہ کے لیے شہر شرط اور چار رکعت احتیاطی کا بیان
۱۳۳	=	الکاس الدهاق باضافة الطلاق	فقہ	ع	مبعضہ	طلاق میں زوجہ کی طرف اضافت کا بیان
۱۳۴	=	مدارج طبقات الحديث	اصول حدیث	ع	مبعضہ	کتب حدیث کا تفرقہ مراتب
۱۳۵	=	القطوف الدانية لمن احسن الجماعة الثانية	فقہ ورد گنگوہی	ع ھ	مبعضہ	جماعت ثانیہ کا جواز اور اس کی تفصیل (م)

۱۳۶	=	الاحادیث الروایة لمدح الامیر معویة	حدیث ورڈ مفسقہ	ع ۵	مسودہ	مناقب امیر معویہ کی حدیثیں
۱۳۷	=	الردۃ الاشد البھی فی ہجر الجماعۃ علی الکنگھی	فقہ ورڈ کنگھی	۵	مسودہ	در بارہ جماعت ثانیہ فتویٰ کنگھی کا رد
۱۳۸	۱۳۱۴	نقد البیان لحرمة ابنة اخي اللبان	فقہ	ع	مبیضہ	دودھ کی بھتیجی حرام ہے اور ایک بیباک کا رد
۱۳۹	=	ہادی الاضحیۃ بالشاء الہندیۃ	فقہ	۵	مبیضہ	چھ مہینے کی بھیڑ قربانی میں روا ہے
۱۴۰	۱۳۱۵	لمعة الضحی فی اعفاء اللھی	فقہ ورڈ نیچریہ	۵	مطبوعہ حیدرآباد	داڑھی رکھنے کا وجوب اور اس کے کتروانے والے پر سخت سخت وعیدیں
۱۴۱	=	النہی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز	فقہ ورڈ غیر مقلدین	۵	بانگی پور	ایک جنازہ پر دو بار نماز جائز نہیں ہے
۱۴۲	=	شقاء الوالہ فی صور الحیب و مزارہ و نعالہ	فقہ ورڈ وہابیہ	۵	حنفیہ	نقشہ مزار اقدس و نعل مبارک کا ادب
۱۴۳	=	الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام	تفسیر ورڈ نصاری	۵	مبیضہ	ڈاکٹروں کے ادعا اور پادریوں کا رد (م)
۱۴۴	=	مروج النجا لخروج النساء	فقہ	۵	مسودہ	عورت کو کہاں کہاں جانا جائز ہے (م)
۱۴۵	=	النفحة الفاتحة من مسك سورة الفاحة	تفسیر و فضائل ورڈ وہابیہ	۵	مبیضہ	سورہ فاتحہ سے نبی کریم ﷺ کے فضائل کا ثبوت اور وہابیہ کا رد
۱۴۶	=	نعم الزاد لروم الضاد	تجوید	ف	مبیضہ	حرف ضاد کی تحقیق (م)
۱۴۷	=	تجويز الردۃ عن تزويج الابعاد	فقہ	۵	مبیضہ	ولی ابد کا نکاح کیا ہوا کس صورت میں رد ہو سکتا ہے اور ولی اقرب سے کیا مراد ہے
۱۴۸	=	شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام	فضائل	۵	مبیضہ	حضور اقدس ﷺ کے والدین آدم و حوا سے عبد اللہ و آمنہ تک سب اہل توحید و نجات ہیں

۱۳۹	=	ہبة النساء فی تحقیق المصاہرة بالزنا	فقہ ورڈ غیر مقلد	۵	مطبوعہ کانپور	ساس کو شہوت سے چھوٹنے سے عورت ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے
۱۵۰	=	الاعلام بحال البخور فی الصیام	فقہ	۵	مبعضہ	دھویں کے پاس جانے یا دھوئیں کا کام کرنے سے روزہ نہیں جاتا (م)
۱۵۱	=	المقصد النافع فی عصوبة الصنف الرابع	فرائض	۵	مبعضہ	جو عصبہ مثلاً بیس پشت میں جا کر ملے اس کی وراثت میں شہادت کا جواب
۱۵۲	=	التحریر الجید فی بیع حق المسجد	فقہ	۵	اہل سنت	مسجد میں سے کوئی شے بیچنے کے احکام
۱۵۳	۱۳۱۶	شرح المطالب فی مبحث ابی طالب	کلام	۵	بیبی	ابو طالب کی موت اسلام پر نہ ہوئی
۱۵۴	=	الوفاق المتین بین سماع الدفین و جواب الیمین	فقہ ورڈ وہابیہ	۵	اہل سنت	سماع موتی کے جواب میں مسئلہ قسم سے استدلال اور وہابیہ کا رد جلیل
۱۵۵	=	ازالة العار بحجر الکرائم عن کلاب النار	فقہ ورڈ وہابیہ	۵	مبعضہ	بد مذہب سے شادی کرنا منع ہے (م)
۱۵۶	=	تفاسیر الاحکام لفدیة الصلاة والصیام	فقہ	۵	مبعضہ	بعد موت نماز روزہ کے فدیہ کے مفصل مسائل (م)
۱۵۷	=	جمان التاج فی بیان الصلاة قبل المعراج	سیر	ع ۵	مبعضہ	معراج سے پہلے نماز کس طرح تھی (م)
۱۵۸	=	انجح الجد فی حفظ المسجد	فقہ	۵	مبعضہ	مسجد قدیم پر سے دعوے کا رد
۱۵۹	۱۳۱۷	جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة	عقائد ورد	۵	اہل سنت	منکران ختم نبوت کے رد میں سوحدیشیں
۱۶۰	=	الشرعة البہیہ فی تجدید الوصیہ	فقہ	۵	مبعضہ	وصیت کی جامع مانع تعریف کیا ہے اور اس کی دونوں قسموں کا بیان
۱۶۱	=	ماحی الضلالة فی انکحة الہندو بنجالہ	فقہ		مبعضہ	ہندوستان و بنجالہ میں نکاح کے جو طریقے رائج ہیں ان کی اصلاح

نبی کریم ﷺ کے روزِ و ماہ و تاریخ ولادت اقدس و وفات کی جلیل تحقیق	حنفیہ پٹنہ	ھ	سیر	نطق الہلال بارخ ولاد الحبيب والوصال	=	۱۶۲
رژندہ میں حرمین شریفین کے فتاویٰ	بہمنی	ع	عقائدورژندہ	فتاویٰ الحرمین برجف ندوة المین	=	۱۶۳
فتاویٰ مذکور کا ترجمہ	بہمنی	ھ	عقائدورژندہ	ترجمة الفتویٰ وجہ ہدم البلوی	=	۱۶۳
خلاصہ مضامین فتاویٰ مذکور	بہمنی	ھ	عقائدورژندہ	خلص فوائد فتویٰ	=	۱۶۵
مسائل حرفِ ضاد اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ	حنفیہ پٹنہ	ھ	فقہ و تجوید	الجام الصاد عن سنن الضاد	=	۱۶۶
ذوی الارحام میں تعدد جہات فروع سے تعدد اصل کی تحقیق مفرد	مبعضہ	ع	فرائض	طیب الامعان فی تعدد الجہات والابدان	=	۱۶۷
مسئلہ علم غیب کا مجمل و کافی بیان	بہمنی و مراد آباد	ھ	فضائل ورژندہ و ہابیہ	انباء المنصطفی بحال سروا حقی	۱۳۱۸	۱۶۸
مسئلہ علم غیب کا مفصل و شافی بیان	مسودہ	ھ	فضائل ورژندہ و ہابیہ	اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر بما کان وما یكون	=	۱۶۹
مسئلہ علم غیب کے متعلق احادیث و اقوال ائمہ کا ذخیرہ	مبعضہ	ع	فضائل ورژندہ و ہابیہ	مالی الحیب بعلوم الغیب	=	۱۷۰
مدت رضاعت میں قول امام کی تحقیق	نا تمام	ع	فقہ	ابجل ابداع فی حد الرضاع	=	۱۷۱
وہابیہ کے اس خیال کا رد کہ خدا عرش پر بیٹھا ہے (م)	مبعضہ	ھ	عقائدورژندہ غیر مقلدین	قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار	=	۱۷۲
موتے سروریش کے متعلق احکام	مبعضہ	ھ	فقہ	لب الشعور باحکام الشعور	=	۱۷۳
کمانے اور سوال کرنے کا حکم (م)	مبعضہ	ھ	فقہ	خیر الامال فی حکم الکسب والسوال	=	۱۷۴

۱۷۵	=	المنة الممتازة في دعوات الجنازة	اذکار	ع	مبیضہ	جنازہ میں جو دعائیں حدیث میں ہیں ان کا بیان (م)
۱۷۶	=	رادع التعسف عن الامام ابی یوسف	رد غیر مقلدین	ہ	مبیضہ	حیلہ زکاۃ کے بارے میں امام ابو یوسف پر غیر مقلدوں کے اعتراض کا جواب (م)
۱۷۷	=	الفقه التسجيلی فی عجین النار جیلی	فقہ	ع	مسودہ	دربارہ اشربہ قول امام کی تحقیق اور سیندھی اور تان پاؤ کا حکم (م)
۱۷۸	=	افصح البیان فی حکم مزرع ہندوستان	فقہ	ع	حفیہ	ہندوستان کی زمین پر شرعی وظیفہ کیا ہے اور کیونکہ ادا کریں
۱۷۹	۱۳۱۹	المقال الباهر ان منکر الفقه کافر	کلام ورد	ہ	مبیضہ	فقہ کا منکر کافر ہے
۱۸۰	=	نقاء السلافہ فی البيعة والخلافة	سلوک	ہ	مبیضہ	بیعت و خلافت کے احکام (م)
۱۸۱	=	اطائب الصيب على ارض الطيب	اصول فقہ	ع	اہل سنت	فرضیت تقلید
۱۸۲	=	عزم البازی فی جو الرياضی	ریاضی	ع	مبیضہ	مختلف علوم ریاضی میں تحریرات نفیہ
۱۸۳	=	الموهبات فی المربعات	ارٹھماتی	ع	مسودہ	ہم ایک مربع بنانا چاہتے ہیں کہ جس قدر مربع منظور ہوں ان کا مجموعہ ہو اور ایسے مربعات کے سلاسل کا بیان
۱۸۴	=	اقمار الانشراح لحقیقة الاصباح	حیات	ع	مسودہ	صبح کیونکر ہوتی ہے اور اس کا سبب کیا ہے اور اس کے بارے میں امام فخر الدین رازی کے اعتراضات کا جواب
۱۸۵	=	الصراح الموجز فی تعديل المركز	حیات	ف	مبیضہ	ہیت قدیمہ و جدیدہ دونوں پر مرکز شمس کی تعدیل معلوم کرنے کا طریقہ جس سے تقویم حاصل ہو

نماز روزہ کے اوقات کلیہ سے مہینہ کے اوقات جزئیہ نکالنے کے طریقے	مبیضہ	ف	توقیت	الانجب الانیق فی طرق التعلیق	=	۱۸۶
مثلث مسطح و مثلث کروی کے اضلاع و زوایا میں معلوم سے مجہول کا جاننا اور شکل معنی و ظنی و نافع کا بیان	مبیضہ	ع ف	هندسہ	اعالی العطايا فی الاضلاع والزوايا	=	۱۸۷
سلسلہ جمع و تفریق و سلسلہ ضرب و تقسیم کا بیان اور علوم تازہ کا اضافہ	مبیضہ	ع	حساب	کلام الفہیم فی سلاسل الجمع والتقسیم	=	۱۸۸
ہندوستان بلکہ تمام ایشیا کے شہروں میں ہر روز کے لیے اوقات نماز و روزہ کا استخراج	نا تمام	ھ	توقیت	زیح الاوقات للصوم والصلوات	۱۳۱۹	۱۸۹
عقائد اہل سنت کا بیان اور طوائف باطلہ کا رد	اہل سنت	ع	کلام	المعتمد المستند بناء نجاة الابد	۱۳۲۰	۱۹۰
قادیانی کی تکفیر (م)	اہل سنت	ھ	عقائد و رد قادیانی	السوء والعقاب علی المسیح الکذاب	۱۳۲۰	۱۹۱
روافض زمانہ سنی کے وارث نہیں (م)	اہل سنت	ھ	کلام	رد الرفضہ	=	۱۹۲
بعض ناموں کا جواز و عدم جواز	حقیہ	ھ	فقہ	الحلیة الاسماء لحکم بعض الاسماء	=	۱۹۳
مجلس میلاد مبارک میں فتویٰ گنگوہی کا رد	مبیضہ	ھ	رد و ہابیہ و گنگوہی	الجزاء المہیا لغلمة کنہیا	=	۱۹۴
ثبوت ہلال کے سات طریق شرعی کا بیان (م)	مبیضہ	ھ	فقہ	طرق اثبات الهلال	=	۱۹۵
معانی محراب اور اس میں قیام امام کی تحقیق (م)	مبیضہ	ف	فقہ	تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب	=	۱۹۶
بھار کا بیہ	مبیضہ	ع	فقہ	نور الحج و ہرہ فی السمسرة والسكرہ	=	۱۹۷

۱۹۸	=	الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل	فقہ ع ہ	مسودہ	احتلام اور تری دیکھنے کی صورتیں اور ان کے حکموں کی تحقیق (م)
۱۹۹	=	اظہار الحق الجلی	رد غیر مقلدین	مبیضہ	مقدمہ غیر مقلدین آ رہ ۱۹۶ معاملات اہل سنت و وہابیہ و دیوبند میں کیشن آئے اور زبانی ان کے جوابات لکھے گئے (م)
۲۰۰	=	معارك الجروح علی التویب المصبوح	رد غیر مقلدین	مبیضہ	یہ وہ ۹۶ فیصد میں ہیں جو اہل سنت کی طرف سے بمقدمہ مذکورہ کچھری میں داخل کی گئیں
۲۰۱	=	مرقاۃ الجمال فی الہبوط عن المنبر لمدح السلطان	فقہ	مبیضہ	خطبہ میں مدح سلطان کے وقت ایک سیڑھی اترنے کا حکم (م)
۲۰۲	=	احل التحبیز فی حکم السماع والمزامیر	فقہ ورد	مبیضہ	سماع و مزامیر و وجد کا بیان
۲۰۳	=	الموہبۃ الجدیدۃ فی وجود الحیب بمواضع عدیدہ	فضائل ورد وہابیہ	مبیضہ	نبی ﷺ کا ایک وقت میں کئی جگہ تشریف فرما ہونا
۲۰۴	=	بیبیل مؤدہ ارا و کيفر کفران نصارى	رد نصاریٰ	مبیضہ	بیبیل سے اسلام کی حقانیت اور بطلان نصرانیت
۲۰۵	=	منية المنية لوصول الحبيب الى العرش والروية	سیرو فضائل	مبیضہ	نبی ﷺ کا عرش تک جانا اور دیدار الہی پانا (م)
۲۰۶	=	تاج توقیت	توقیت	مبیضہ	اوقات خمسہ نماز و سحری و افطار نکالنے کے قواعد
۲۰۷	=	رامی راغیان معروف بہ دفع زبغ زاغ	فضائل و مناظرہ	اہل سنت و حنفیہ	کوئے کی حرمت اور گنگوہی کارڈ
۲۰۸	=	اوفی اللمعة فی اذان الجمعة	فقہ	حنفیہ	جمعہ کی اذان ثانی بیرون مسجد محاذی منبر ہونا سنت ہے

۲۰۹	=	الجمل الدائرة فی خطوط الدائرة	هندسہ	ف	مبیضہ	حبیب و ظل و سہم و ترویج کے بیان اور استخراج کا طریقہ
۲۱۰	۱۳۲۱	اصلاح النظر	رد غیر مقلدین	ھ	مبیضہ	مساجد اہل سنت میں غیر مقلد یوں کے آنے پر جو نظیر محمود کی پیش کی جاتی ہے اس کا جواب
۲۱۱	=	افصح الحکومة فی فصل الخصومة	فقہ	ھ	مبیضہ	ایک مقدمہ کافیہ کہ علوم کثیرہ پر مشتمل
۲۱۲	=	اکمل البحث علی اہل الحدیث	رد غیر مقلدین	ھ	مبیضہ	وہابیہ کو مسابد سے نکالنے کی بحث کہ اہل سنت کی طرف سے داخل کچھری ہوئی
۲۱۳	=	تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم	فرائض	ف	مبیضہ	بعض مسائل فرائض کی تحقیق اور اوہام بعض ایٹائے زمان کی اصلاح (م)
۲۱۴	=	اعالی الافادۃ فی تعزیرۃ الہند و بیان الشہادۃ	فقہ	ھ	اکثر مطبوع	تعزیرہ داری و شہادت و نامہ مرثیہ خوانی کا بیان
۲۱۵	=	افقہ المجاوبۃ عن حلف الطالب علی طالب الموائبۃ	فقہ	ھ	مبیضہ	شفیع اگر طلب شہادت سے پہلے اپنا طلب مواہبہ کرنا تکلف بیان کر دے بے گواہوں کے مقبول ہوگا
۲۱۶	=	اتیان الارواح لیدیارہم بعد الرواح	مستی و رد وہابیہ	ھ	مبیضہ	روحوں کا بعد موت اپنے گھر میں آنا اور گنگوہی کا رد (م)
۲۱۷	۱۳۲۲	اکد التحقیق بیاب التعلیق	فقہ	ف	مبیضہ	ایک تعلق طلاق کے مسئلہ میں نفیس تحقیق (م)
۲۱۸	=	جالب الحنان فی رسم الحرف من القرآن	رسم خط	ھ	مبیضہ	قرآن عظیم کے بعض کلمات کے رسم خط کی تحقیق (م)
۲۱۹	=	جمع القرآن وبم عزوہ لعثمان	تاریخ	ھ	مبیضہ	قرآن عظیم کیونکر جمع ہوا اور امیر المؤمنین عثمان کو جامع القرآن کیوں کہتے ہیں (م)

۲۲۰	=	دفعۃ الباس علی جاحد الفاتحة والفلق والناس	دم ورد روافض	ھ	مبیضہ	جو سورہ فاتحہ یا معوذتین کی قرآنیت کا منکر ہو کافر ہے
۲۲۱	=	اهلاك الوهابيين على توهين قبور المسلمين	فقہ ورد وہابیہ	ھ	اہل سنت	مسلمانوں کی قبر پر چلنا بیٹھنا مکان بنانا منع ہے اور گنگوہی کا رد
۲۲۲	۱۳۲۳	الاجازات المتينه لعلماء بكة والمدينه	حدیث	ع	اہل سنت	علمائے حرمین کو حدیث کا اجازت نامہ
۲۲۳	=	الدولة المكية بالمادة الغيبية	فضائل ورد وہابیہ	ع	مبیضہ	علم غیب کا رسالہ جو مکہ مکرمہ میں تصنیف ہوا (م)
۲۲۴	=	قهر الديان على مرتد بقاديان	عقائد ورد قادیانی	ھ	اہل سنت	ردِ خباثات قادیانی
۲۲۵	=	هداية الجنان باحكام رمضان	فقہ	ھ	مبیضہ	سحری و افطار اور ان کے اوقات و شب قدر وغیرہ مسائل متعلقہ رمضان
۲۲۶	=	هادى الناس فى رسوم الاعراس	فقہ ورد وہابیہ	ھ	مبیضہ	شادی کی بعض رسوں کے متعلق فتویٰ (م)
۲۲۷	=	ستين ولو غارثم	ریاضی	ھ	مبیضہ	حساب اور لوگارثم بنانے اور جدول سے نکالنے کے قاعدے
۲۲۸	=	البدور فى اوج المجذور	ارٹھمی	ف	مبیضہ	مربع و مکعب وغیرہ قوتوں کے قاعدے
۲۲۹	=	ما يجلى الاضر عن تحديد المصر	فقہ	ھ	مبیضہ	شہر کے کیا معنی ہیں جمعہ و عیدین کہاں کہاں جائز ہیں؟
۲۳۰	=	رد القضاء الى حكم الولاة	فقہ	ھ	مبیضہ	ریاستوں کے فیصلے جو بطور مراجعہ آئے اور ان کے اغلاط ظاہر کئے گئے
۲۳۱	۱۳۲۲	حسام الحرمین علی منحہ الکفر والمین	عقائد ورد قادیانی دیوبندیہ	ع	اہل سنت	قادیانی تھانوی اٹیٹھوی نانوتوی کے بارے میں حرمین شریفین کے فتوے
۲۳۲	=	خلاصة فوائد فتاوى	عقائد ورد قادیانی نعلی دیوبندیہ	ھ	اہل سنت	فتویٰ مذکور کا خلاصہ مضامین

۲۳۳	=	الجود الحلو فی ارکان الوضوء	فقہ	ع	اہل سنت	وضو میں چار فرض اعتقادی اور کتنے فرض عملی ہیں
۲۳۴	=	تنویر القندیل فی احکام المنديل	فقہ	ع	اہل سنت	بعد وضو غسل رومال سے بدن پوچھنا
۲۳۵	=	الطراز المعلم فیما هو حدث من احوال الدم	فقہ	ع	اہل سنت	کیسے خون نکلنے سے وضو نہیں جاتا
۲۳۶	=	لمع الاحکام ان لا وضو من الزکام	فقہ	ع	اہل سنت	زکام رہنے سے وضو میں خلل نہیں آتا
۲۳۷	۱۳۲۲	هدایة المتعال فی حد الاستقبال	فقہ	ہ	مبیطہ	سمت قبلہ کہاں تک پھرنے سے باقی رہتی ہے (م)
۲۳۸	=	کشف العله عن سمت القبلة	توقیت	ہ	مبیطہ	ہر شہر کے لیے ٹھیک سمت قبلہ نکالنے کا طریقہ
۲۳۹	=	الحق المجتلی فی احکام المبتلی	فقہ	ہ	مبیطہ	جذامی سے بھاگنے نہ بھاگنے کی تحقیق (م)
۲۴۰	=	مسفر المطالع للتقویم والطالع	زیجات	ف	مبیطہ	المنک سے ستاروں کی تقویم اور وقت کا طالع نکالنے کے قاعدے
۲۴۱	=	کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم	فقہ	ع	اہل سنت	نوٹ کے متعلق جملہ مسائل فقہیہ کے بیان میں جو رسالہ مکہ میں تصنیف ہوا
۲۴۲	۱۳۲۵	نبہ القوم ان الوضوء من ای نوم	فقہ	ع	اہل سنت	کیسے سونے سے وضو نہیں جاتا
۲۴۳	=	مبین احکام وتصدیقات اعلام	عقائد	ہ	اہل سنت	ترجمہ حسام الحرمین
۲۴۴	=	حدائق بخشش	نعت شریف	ہ	حنفیہ	منتخب دیوان نعت
۲۴۵	=	ثلج الصدر لایمان القدر	عقائد و رد	ہ	حنفیہ	مسئلہ تقدیر کا نفیس بیان

۲۴۶	=	الفيوضات الملكية لمحج الدولة المكبة	عقائد ورد	ع	مسوده	الدولة المكبة پر حضرت مصنف مدظلہم کا حاشیہ (م)
۲۴۷	=	تیسیر الماعون للسكن في الطاعون	فقہ	ھ	حنفیہ و لاہور	طاعون سے بھاگنا حرام ہے
۲۴۸	=	السهم الشهابی علی خداع الوهابی	فقہ ورد	ھ	مبیضہ	ایک غیر مقلد نے حنفی کون ہیں؟ کتاب چھاپ کر پھیلائی اور اس میں مکر سے مسائل غیر مقلدین دیے اس میں اس کا کشف مکر ہے
۲۴۹	=	زاکی البها فی قوة الكواكب وضعها	تجیم	ف	مبیضہ	زائچہ ولادت میں ستارہ کن کن وجوہ سے بخیاں اہل تجیم قوی یا ضعیف ہوتا ہے
۲۵۰	=	حل المعادلات لقوی المكعبات	جبر و مقابلہ	ف	نا تمام	جبر و مقابلہ کے مساوات درجہ سوم پر نظر
۲۵۱	=	كتاب الارثما طیبی	ارثما طیبی	ف	مبیضہ	اعمال اربعہ حسابیہ اور ان کے نتائج و باہمی نسب کی اعلیٰ کنہ و حقیقت جو اسی رسالہ میں ملے گی
۲۵۲	=	زيادة الطلوع والممر للسيارة والنجوم والقمر	ہیات	ع	مبیضہ	قمر و تخیرات و ثوابت کے طلوع و غروب و مردور نصف النہار کا وقت نکالنا
۲۵۳	۱۳۲۶	تمهید ایمان بایات قرآن	عقائد ورد وہابیہ	ھ	اہل سنت	شان رسالت میں ادنیٰ گستاخی کفر ہے اور گستاخان زمانہ کی تکفیر و آیات کا بیان
۲۵۴	=	فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحجوب بعطاء اللہ	فقہ ورد وہابیہ	ھ	حنفیہ پٹنہ	نبی ﷺ کو شہنشاہ کہنا اور یہ کہ لوگوں کے دل بحکم خدا سرکار غوثیت کے قبضے میں ہیں
۲۵۵	=	مفاد الحبر فی الصلاة بمقبرة او جنب قبر	فقہ ورد	ھ	مبیضہ	قبر کے پاس یا مقبرہ میں نماز پڑھنے کی تحقیق

۲۵۶	=	درء القبح عن درك وقت الصبح	توقیت	ہ	مبیضہ	سحری کے وقت کی جلیل تحقیق اور یہ کہ اسے مطلقاً رات کا ساتواں حصہ سمجھنا محض خطا ہے (م)
۲۵۷	=	بدر الانوار فی اداب الآثار	فقہ و فضائل	ہ	مبیضہ	تبرکات شریفہ کے متعلق احکام اور زیارت پر معاوضہ کا بیان (م)
۲۵۸	=	انباء الحی ان کتابہ المصون تبیان لكل شیء	تفسیر ورد	ہ	مبیضہ	قرآن پاک میں تمام اشیائے عالم کا مفصل بیان (م)
۲۵۹	=	دامان باغ سبحان السبوح	عقائد و تفسیر	ہ	مطبع اہل سنت	امکان کذب میں خیالات امام الوہابیہ کا رد، شامل چابک لیٹ (م)
۲۶۰	=	المبین ختم النبیین	عقائد و تفسیر ورد	ہ	مسودہ	خاتم النبیین میں لام تعریف کی تحقیق (م)
۲۶۱	۱۳۲۷	مقال عرفاء باعزاز شرع و علماء	عقائد و باطلہ	ہ	مطبع حنفیہ پٹنہ	جو طریقت کو شریعت سے جدا جانے وہ بددین ہے اہل طریقت علم و علما کے محتاج ہیں
۲۶۲	=	الہادی الحاجب عن جنازة الغائب	فقہ و رد غیر مقلدین	ہ	اہل سنت	غائب کے جنازہ پر نماز جنازہ جائز نہیں
۲۶۳	=	شمائم العنبر فی اداب النداء امام المنبر	فقہ	ع	مبیضہ	اذان بیرون مسجد محاذی منبر چاہیے (م)
۲۶۴	۱۲۹۵	الطرة الرضیہ علی النیرة الوضیہ	فقہ	ہ	لکھنؤ	النیرة الوضیہ پر کہ مکہ معظمہ میں تصنیف ہوا تھا مصنف کا حاشیہ
۲۶۵	۱۲۹۶	قمر التمام فی نفی الفیء عن سید الانام	فضائل و رد و ہابیہ	ہ	مسودہ	سایہ اقدس نہ ہونے میں کمال مفصل رسالہ (م)
۲۶۶	=	النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الكواكب	حدیث	ع	مسودہ	فضائل علم میں رسالہ والد ماجد قدس سرہ کے احادیث کی تخریج

۲۶۷	۱۲۹۶	فصل القضاء فی رسم الافتاء	فقہ	ع	نا تمام	رسم مفتی کا جامع بیان اور کتب فقہ سمجھنے اور فتویٰ دینے کے طریق (م)
۲۶۸	=	نور عینی فی الانتصار للامام العینی	فتی	ع	مسودہ	امام عینی کے ایک کلام پر احسن الفوائد والے کے اعتراض کا دفع اور خود اس کی متعدد جہتیں نکالنے کا اظہار
۲۶۹	=	الجوہر الثمین فیما تنعقد به الیمین	فقہ	ع	نا تمام	کن کن چیزوں کی قسم شرعی قسم ہے
۲۷۰	=	الطراز المذہب فی التزوید لغير الکفر ومخالف المذہب	فقہ	ع	نا تمام	غیر کفر و خلاف مذہب سے نکاح کے احکام
۲۷۱	=	مرتجی الاجابات لدعاء الاموات	فتی	ھ	نا تمام	کیا اموات بھی دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا قبول ہوتی ہے
۲۷۲	=	الروض البهیج فی آداب التخریج	حدیث	ع	مسودہ	حدیث کی تخریج میں عالم کو کس کس بات کا لحاظ درکار ہے
۲۷۳	۱۲۹۹	عبقری حسان فی اجابة الاذان	فقہ	ع	مسودہ	اذان کا جواب دینا زبان سے واجب ہے یا قدم سے
۲۷۴	۱۳۰۰	سوارق السبا فی حد المصر والفنا	فقہ	ع	مسودہ	مصر و فنائے مصر کی تعریف
۲۷۵	=	لمعة الشمعة فی اشتراط المصر للجمعة	فقہ و ردّ غیر مقلدین	ع	مسودہ	جموعہ کے لیے شہر شرط ہونے کا ثبوت (م)
۲۷۶	=	احسن الحلوه فی تحقیق الميل والدرع والفرسخ والغلوه	لغة الفقہ	ع	مبیضہ	میل و ذراع و فرسخ و غلوہ کی تحقیق مقادیر
۲۷۷	۱۳۰۲	ماقل وكفی من ادعية المصطفى	اذکار	ھ	مسودہ	صبح و شام و اوقات خاصہ کی کارآمد دعائیں
۲۷۸	=	البدور الاجله فی امور الاهله	فقہ	ھ	مسودہ	تحقیق ہلال کے شرعی مسائل (م)
۲۷۹	=	نور الادلة للبدور الاجلة	فقہ	ھ	مسودہ	رسالہ سابقہ کی شرح (م)

۲۸۰	=	رفع العلة عن نور الادلة	فقہ	۵	مسودہ	اس شرح پر حاشیہ (م)
۲۸۱	۱۳۰۵	البحث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص	حدیث	ع	مسودہ	حدیث خصائص اقدس کے طرق والفاظ کی جمع
۲۸۲	=	اللولو المعقود لبيان حكم امرأة المفقود	فقہ	ع	مبیضہ	مفقود کی عورت چاہرس کے بعد نکاح نہیں کر سکتی
۲۸۳	۱۳۰۶	ذیل المدعا لاحسن الوعا	حدیث	۵	اہل سنت	دعا کے آداب و اوقات و مکانات و اسباب اجابت کے بیان میں رسالہ حضرت والد ماجد قدس سرہ کا ذیل
۲۸۴	۱۳۰۷	ایذان الاجر فی اذان القبر	فقہ و روحا	۵	اہل سنت	قبر پر اذان دینے کا جواز
۲۸۵	۱۳۱۰	فتوائے کرامات غوثیہ	فضائل و رد	۵	بیبی	ذکر بعض کرامات شریفہ و رد وہابیہ و گنگوہی
۲۸۶	=	رعاية المذہبین فی الدعاء بین الخطبتین	فقہ و رد	۵	بیبی	دونوں خطبوں کے بیچ میں امام یا مقتدیوں کے دعائے گنگوہی کا بیان
۲۸۷	۱۳۱۱	رشاقۃ الکلام فی حواشی اذاقۃ الاثام	فقہ و رد	۵	اہل سنت	دربارہ مجلس میلاد شریف و قیام رسالہ والد ماجد پر حاشیہ
۲۸۸	۱۳۱۲	لمعة الشمعة لهدی شیعة الشنعة	عقائد و رد	۵	مسودہ	تفصیلیہ و تفسیقیہ کے متعلق سات سوالوں کا جواب
۲۸۹	=	فتح المعطی بتحقیق معنی الخاطی والمخطی	لغت	۵	مبیضہ	خاطی و مخطی میں کیا فرق ہے؟
۲۹۰	۱۳۱۳	الثواب الرضویۃ عی الکواکب الدریۃ	جفر	ع	مبیضہ	کواکب دریہ پر مصنف کے حواشی
۲۹۱	=	الجداول الرضویۃ للمسائل الجفریۃ	جفر	ع	مبیضہ	علم جفر کے متعلق مصنف کی ایجادی جدولیں (م)
۲۹۲	=	الاجوبۃ الرضویۃ للمسائل الجفریۃ	جفر	ع	مبیضہ	سوالات جفر سے مصنف کا جواب

جدول میل و ظلال و قواطع میول درج تامہ و مطالع استوائیہ و مقاطع بالقبہ بعرض بریلی تعدیل النهار و مطالع البروج و اوقات وسطیہ تعدیل النهار و طلوع و غروب نجومی و تحویل شیء ہستری و بالعکس و استخراج خود مصنف	مبیضہ ع ف	ریاضی	جدول الرياضی	۱۳۱۹	۲۹۳
فونوگراف سننے کے احکام	مبیضہ ع ف	فقہ	البيان شافيا لفونو غرافيا	۱۳۲۶	۲۹۴
اعمال و نقوش و تعویذات خاندانی و ایجادی کا مجموعہ	مبیضہ ع ف	علم الوقف	الموز بالامال فی الاوقات والاعمال	=	۲۹۵
رد المختار پر حاشیہ دو جلدیں مطبوعہ باقی نامطبوع	مسودہ ع ف	فقہ	جد الممتار من رد المحتار	=	۲۹۶
بارہ جلدیں مصنف کے فتاویٰ کا مجموعہ	اہل سنت بریلی ع ف ہ	فقہ	العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ	=	۲۹۷
مجموعہ فتاویٰ کثیرہ مصنف رد رد وہابیہ	مبیضہ ع ف ہ	رد وہابیہ	البارقة الشارقة علی المارقة المشاركة	=	۲۹۸
دیوان صنائع و بدائع و توارخ	مبیضہ و مسودہ ع ف ہ	ادب	صنائع بدیعه	=	۲۹۹
قصائد نعت و منقبت کا مجموعہ	مبیضہ و مسودہ ع ف ہ	مناقب و فضائل	دیوان القصائد	=	۳۰۰

۱	۱۳۰۲	اکسیر اعظم	مناقب	ف	مبیضہ	قصیدہ در منقبت حضور سیدنا غوث اعظم
۲	۱۳۰۴	سلسلہ الذهب نالیہ الارب	مناقب و فضائل	ف	بریلی	شجرہ عالیہ قادریہ منظومہ
۳	۱۳۰۵	ذریعہ قادریہ	مناقب	ھ	حیدرآباد و پٹنہ	نظم و نعت و منقبت حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ
۴	۱۳۰۸	فضائل فاروق	مناقب و روایں	ھ	نا تمام	قصیدہ و منقبت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ (م)
۵	۱۳۰۹	نظم معطر	مناقب	ف	قادری	۶۰ رباعیاں منقبت غوث اعظم
۶	۱۳۱۵	مشرقستان قدس	مناقب	ھ		قصیدہ مدحیہ حضرت شاہ ابوالحسین نوری (م)
۷	۱۳۱۵	چراغ انس	مناقب	ھ		قصیدہ مدحیہ تاج الخول بدایونی رحمہ اللہ (م)
۸	۱۳۲۱	وظیفہ قادریہ	مناقب	ف	اہل سنت	قصیدہ غوثیہ شریف کا منظوم ترجمہ مع عرض مدعا
۹	۱۳۲۲	حضور جان نور	فضائل	ھ	اہل سنت	حاضری روضہ اقدس پر جو قصیدہ عرض کیا
۱۰	=	نعت و استعارات	فضائل	ھ	نا تمام	نعت شریف کا رسالہ پر مغز استعاروں اور علم ہیات کی تشبیہ پر مشتمل (م)
۱۱	=	سلام و سیر	سیر و فضائل	ھ	نا تمام	بضمن سلام ولادت شریفہ سے وفات اقدس تک کا بیان
۱۲	=	سراپا نور	فضائل	ھ	نا تمام	قصیدہ نعت مبارک ساٹھ مطلع نور پر مشتمل (م)
۱۳	=	مناقب صدیقیہ	مناقب	ھ	نا تمام	ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی منقبت (م)

مولانا فضل رسول صاحب بدایونی	بدایوں	ع	مناقب	حمائد فضل رسول	۱۳۰۰	۱۲
= (م)	مبیضہ	ع	مناقب	مدائح فضل رسول	۱۳۰۰	۱۵
معراج اقدس کا بیان	اہل سنت	ھ	فضائل	نذر گدا در تہنیت شادی اسرا	=	۱۶
چھ خاتم النبیین والوں کا رد	مطبع کشمیر	ھ	کلام ورد وہابیہ	تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال	۱۲۹۲	۳۰۱
=	مطبع کشمیر	ھ	کلام ورد وہابیہ	جوابہائے ترکی بترکی	=	۳۰۲
وہابیہ کے پیشوا نقل عبارت میں کیا کیا خیانتیں کرتے ہیں (م)	مبیضہ	ھ	رد عمائد وہابیہ	سیف المصطفیٰ علیٰ ادیان الافتراء	۱۲۹۹	۳۰۳
مناظران تفضیلہ کے فرار کا واقعہ	میرٹھ	ھ	شتی	فتح خیر	۱۳۰۰	۳۰۴
مسئلہ تفضیل کا بیان ورد تفضیلیہ	میرٹھ	ھ	عقائد ورد تفضیلیہ	الرائحة العنبرية من المجرمة الحدیثیہ	=	۳۰۵
مسئلہ رضاعت میں ایک وہابی کا رد	مبیضہ	ھ	فقہ	الاسد الصؤل علیٰ اجتہاد الطرار الجهول	۱۳۰۳	۳۰۶
مسئلہ فاتحہ و تقبیل ابراہیم وغیرہ میں ایک فربہ وہابی کا رد (م)	مبیضہ	ھ	رد وہابیہ	نشاط السکین علیٰ خلق البقر السمین	=	۳۰۷
تفصیلیہ و مفقہ کا رد	مبیضہ	ھ	کلام ورد مفقہ	الصمصام الحدیثی علیٰ عنق العیار المفتری	۱۳۰۴	۳۰۸
ایضاً	مبیضہ	ھ	کلام ورد	الجرح الواج فی بطن الخوارج	۱۳۰۵	۳۰۹
رد غیر مقلدین (م)	مبیضہ	ھ	رد غیر مقلدین	صمصام حدید بز کولی بی قید عدو تقلید	=	۳۱۰
متعلق کاروائی انجمن دربارہ رویت ہلال	نظامی	ھ	فقہ	براءت نامہ انجمن اسلامیہ بریلی	۱۳۰۶	۳۱۱
مسئلہ امکان کذب میں دیوبندی تحریر کا رد	لکھنؤ پینٹ	ھ	عقائد ورد وہابیہ	اخباریہ کی خبر گیری	۱۳۰۷	۳۱۲

ایک وہابی کے دس مسائل کا رد	مبعضہ	۵	رد وہابیہ	نہایۃ النصرہ برد الاجوبہ العشرہ	=	۳۱۳
ختم تراویح میں ۴۴ بار بسم اللہ پکار کر پڑھنے والوں کا رد	اہل سنت	۵	مناظرہ	انتصار الہدی من شعوب الہوی	۱۳۱۲	۳۱۴
ندوہ پر بریلی میں کیا گزری	قادری	۵	تاریخ ورد	سرگزشت وما جرائے ندوہ	۱۳۱۳	۳۱۵
رد ندوہ	اہل سنت	۵	رد ندوہ	اشتہارات خمسہ	=	۳۱۶
خرافات ندوہ کا رد	اہل سنت	۵	رد ندوہ	غزوہ لہدم سماک الندوہ	=	۳۱۷
ندوہ کی تیسری رواد کا رد	اہل سنت	۵	رد ندوہ	ندوہ کا تیجہ رواد سوم کا نتیجہ	=	۳۱۸
خیالات قادیانی کا رد	حنفیہ	۵	عقائد ورد قادیانی	الصارم الربانی علی اسراف القادیانی	۱۳۱۵	۳۱۹
ایک مدعی ادب کی جہالت عربیت کا رد	میرٹھ	۵	ادب	شرح مقامہ مذاقیہ	=	۳۲۰
ایک ندوی تحریر کا رد	اہل سنت	۵	رد ندوہ	بارش بہاری بر صدف بہاری	=	۳۲۱
رد ندوہ	اہل سنت	۵	رد ندوہ	سیوف العنوی علی زائم ندوہ	=	۳۲۲
ایک وہابی نے کفریات دہلوی کے کچھ جوابات دیئے ان کا رد	اہل سنت	۵	مناظرہ ورد وہابیہ	صمصام سنیت بہ گلوئے نجدیت	۱۳۱۶	۳۲۳
قصیدہ مشرقستان قدس پر جاہلون کے اعتراض کا رد	اہل سنت	۵	ادب	مشرقستان اقدس	=	۳۲۴
اودنی باسقاط الف دوم پر اعتراض کا رد	اہل سنت	۵	ادب	عذاب ادنی بر رد او ادنی	=	۳۲۵
قنوت نازلہ کا بیان اور ایک وہابی کا رد	حنفیہ	۵	فقہ مناظرہ	اجتناب العمال عن فتاویٰ الجہال	=	۳۲۶
بعض پادریوں نے تقسیم حصص فرائض پر اعتراض کیا تھا اس کا رد	حنفیہ	۵	فرائض ورد	ہدم النصرانی والتقسیم الایمانی	=	۳۲۷
قصیدہ غرادر بارہ مجلس اہل سنت مقابل ندوہ	حنفیہ	ع	ادب ورد ندوہ	امال الابرار والام الاشرار	۱۳۱۸	۳۲۸
ندوہ کے ایک قصیدہ پر اعتراضات	حنفیہ	۵	ایضاً	سکین و نورہ بر کاکل پریشان ندوہ	=	۳۲۹

۳۳۰	=	سیف ولایتی برواہم ولایتی	فقہ مناظرہ	ہ	مبیضہ	مسئلہ روشنی میں ایک مقررہ کارڈ
۳۳۱	۱۳۲۰	البرق المنخیب علی بقاع طیب	اصول فقہ مناظرہ	ہ	مبیضہ	ایک غیر مقلد کے رسالہ ملاحظہ کا پہلا رد
۳۳۲	=	سر الاوقات	توقیت ورد گنگوہی	ہ	محمود الطابع	تعدیل لایام کا بے مثل بیان اور اوقات رمضان نکالنے میں اہل مصر کی غلطیوں پر تنبیہ
۳۳۳	۱۳۲۱	صمصام القیوم علی تاج الندوہ عبدالقیوم	رد ندوہ	ہ	اہل سنت	رد تحریر رکن ندوہ
۳۳۴	=	العطر المطیب لبنت شقة الطیب	اصول فقہ مناظرہ	ع ہ	مسودہ	رسالہ ملاحظہ کا دوسرا رد
۳۳۵	=	الامۃ القاصفہ لکفریات الملاحظہ	ایضاً	ع ہ	مسودہ	رسالہ ملاحظہ کا تیسرا رد
۳۳۶	۱۳۲۲	الجائفة علی تہافة الملاحظہ	ایضاً	ع ہ	مسودہ	رسالہ ملاحظہ کا چوتھا رد
۳۳۷	۱۳۲۳	سیاط المؤذب علی رقبۃ المستعرب	ایضاً	ع ہ	مسودہ	رسالہ ملاحظہ کا پانچواں رد
۳۳۸	=	ظفر الدین الجید ملقب بہ بطش غیب	کلام و مناظرہ	ہ	اہل سنت	مسئلہ علم غیب میں سوالات اور فتاویٰ کا فرار
۳۳۹	=	براء المجنون عن فتھا کہ علم المکتون	فضائل و مناظرہ	ع	مبیضہ	مسئلہ علم غیب میں رسالہ امراء المکتون کا رد
۳۴۰	۱۳۲۴	مبین الہدی فی نفی امکان مثل المصطفیٰ	عقائد و رد وہابیہ	ہ	خفیہ	رسول اللہ ﷺ کا مثل محال ہے اور وہابیہ کارڈ
۳۴۱	=	ماحیۃ الجیب بایمان الغیب	فضائل و رد وہابیہ	ہ	مبیضہ	علم غیب میں مولوی عین القضاة وغیرہ کے فتوؤں کا رد

۳۲۲	۱۳۲۵	میل الهداة لبرء عین القذاة	فضائلِ دم	ع	مبیضہ	مسئلہ علم غیب میں التحقیق المجتبیٰ کارڈ
۳۲۳	۱۳۲۶	اراحة جوانح الغیب عن اراحة اهل العیب	فضائلِ دم	ع	مبیضہ	مسئلہ علم غیب میں اراحة العیب کارڈ
۳۲۴	=	الجلء الكامل لعین قضاة الباطل	فضائلِ دم	ع	مبیضہ	مسئلہ علم غیب میں البیان الصائب کارڈ
۳۲۵	=	جایک لیث بر اهل حدیث	کلامِ ورد وہابیہ	ھ	مطبع حنفیہ	عقائد وہابیہ کا ابطال اور ثناء اللہ امرتسری کارڈ بالغ بے مثال
۳۲۶	=	الردۃ الناهز علی ذام النهی الحاجز	فقہِ ورد غیر مقلدین	ھ	مسودہ	النبی الحاجز پر بعض جہال کی زبان درازی کارڈ
۳۲۷	=	پردہ در امرتسری	رد آزیہ وہابیہ نیچریہ	ھ	مطبع اہل سنت بریلی	رد آزیہ و نیچریہ و امام الوہابیہ و سائر وہابیہ خصوصاً ثناء اللہ امرتسری اور وہابیہ کے ساتھ ترک اسلام کی جنگ زرگری

غیر تاریخی اسنائے کتب

نمبر شمار	سن تصنیف	نام کتاب	فن	زبان	کیفیت	مضمون کتاب
۳۲۸	۱۳۰۰	الاسئلة الفاضلة علی الطوائف الباطلة	مناظرہ و رد وہابیہ و ندوہ وغیر مقلدین	ھ	مطبوعہ و مبیضہ	اس رسالے میں وہ سوالات جمع کئے گئے ہیں جو وقتاً فوقتاً طوائف ضالہ ندویہ وغیر مقلدین و دیوبندیہ سے کئے گئے اور وہ ان کے جواب سے اب تک عاجز رہے
۳۲۹	۱۳۱۹	سوالات علماء و جوابات ندوۃ العلماء	رد ندوہ	ھ	اہل سنت بریلی	خیالات ندوہ کا بے مثل ظریف رد
۳۵۰	۱۳۲۶	کیفر کفر آریہ	رد آریہ	ھ	مبیضہ	شیطن آریہ کارڈ (م)

فہرست ان پچاس فنون و موضوعات کی جن میں تصانیف مذکورہ ہیں

عقائد	کلام	تفسیر	تجوید	رسم خط قرآن	حدیث	اصول حدیث	فضائل و مناقب	اڈکار	ترغیب و ترہیب
سیر	فقہ	اصول فقہ	تصوف	سلوک	اخلاق	ادب	لغت	تاریخ	مناظرہ
تکبیر	علم اوفی	جفر	توقیت	ریاضی و ہندسہ	ہیئت	زیجات	حساب	ارٹھاطعی	جبر و مقابلہ
تخیم	رؤنود	رؤ آریہ	رؤ نصاریٰ	رؤ نیچریہ	رؤ ندوہ	رؤ قادیانیہ	رؤ اسماعیل دہلوی	رؤ نانوتوی	رؤ گنگوہی
رؤ تھانوی	رؤ نذیر حسین	رؤ غیر مقلدین	رؤ وہابیہ	رؤ روافض	رؤ نواصب	رؤ مفسدہ	رؤ تفضیلیہ	رؤ متصوفہ	مستی
	مطبوع	مویضہ	مسودہ	نا تمام	از انجملہ گم شدہ	عربی	فارسی	اُردو	



ان فنون و موضوعات پر اعلیٰ حضرت کی تین سو پچاس تصنیفات ہیں، جو ۱۳۲۷ھ کے ابتدائی مہینوں تک تالیف ہوئیں۔ بقیہ تصنیفات یعنی ۱۳۲۷ھ سے سال انتقال پر ملال کا بیان ضمیمہ یا حصہ دوم الجملہ امور میں اسی تفصیل سے حوالہ قلم ہوگا۔ اسی طرح بہت ممکن ہے کہ ۱۳۲۷ھ سے ۱۳۴۰ھ تک کی تصنیفات میں بعض کتابیں ان علوم و فنون کے علاوہ کسی اور فن میں ہوں، اس لیے کہ وَعِلْمُكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا کی اتباع اور غلامی سے اعلیٰ حضرت کا علم بھی یومافیوم آزا اند متزاند تھا۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

تفصیل کتب باعتبار فن و موضوع

اب میں فن و ازہرن کو جدا جدا لکھتا ہوں اور اس فن کی تعریف کر کے اس فن میں جو کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، ان کو نمبر وار ذکر کروں گا۔ اسی طرح موضوع کے اعتبار سے بھی یعنی جس موضوع پر جو تصنیفات ہوں گی ان کو تفصیل کے ساتھ نمبر وار لکھوں گا، پھر جو کتابیں میرے مطالعے سے گزری ہیں، ان پر مختصر ریویو (Review) کروں گا۔



تصنیفات باعتبار فن

[۱] علم عقائد [۳۱]

احکام شرعیہ جن کا تعلق ذات باری تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیائے کرام و ملائکہ و قرآن شریف وغیرہ سے ہو، اس علم کو علم عقائد کہتے ہیں۔

علم عقائد میں اکتیس کتابیں حسب تفصیل دیں ہیں:

[۱۰] (۱) مطلع القمرین فی ابانہ سبقتہ العمرین

[۱۲] (۲) اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والاصحاب

[۲۳] (۳) البشری العاجلہ من تحف آجلہ

[۲۳] (۴) حیاتہ الموات فی بیان سماع الاموات

[۲۲] (۵) نجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین

[۶۷] (۶) سبحان عن عیب کذب مقبوح

[۸۸] (۷) سبحان القدوس عن تقدیس نحس منکوس

[۲۳] (۸) عرش الاعزاز و الاکرام لا اول ملوک الاسلام

[۱۲۵] (۹) ذب الالهواء الواہیتہ فی باب الامیر مغویہ

[۱۲۸] (۱۰) فتاویٰ القدوة لکشف دفتین الندوہ

[۱۵۹] (۱۱) جزاء اللہ عدوہ بانہ ختم النبوہ

[۱۶۳] (۱۲) فتاویٰ الحرمین بر نجف ندوتہ المین

[۱۶۴] (۱۳) ترجمۃ الفتویٰ وجہ ہدم البلویٰ

[۱۶۵] (۱۴) خالص فوائد فتویٰ

[۱۷۶] (۱۵) قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار

- [۱۹۱] (۱۶) السوء والعقاب علی المسیح الکذاب
 [۲۲۴] (۱۷) قهر الدیان علی مرتد بقادیان
 [۲۳۱] (۱۸) حسام الحرمین علی منحہ الکفر والمین
 [۲۳۴] (۱۹) خلاصۃ فوائد فتاویٰ
 [۲۴۳] (۲۰) مبین احکام و تصدیقات مرام
 [۲۴۵] (۲۱) تلج الصدر لا یمان القدر
 [۲۴۶] (۲۲) الفیوض الملکیۃ لحب الدولۃ المکیۃ
 [۲۵۳] (۲۳) تمہید ایمان بایات قرآن
 [۲۵۹] (۲۴) دامان باغ سبحن السبوح
 [۲۶۰] (۲۵) المبین ختم النبیین
 [۲۶۱] (۲۶) مقال عرفاء باعزاز شرع و علماء
 [۲۸۸] (۲۷) لمعۃ الشمعۃ لہدی شیعۃ الشنعہ
 [۲۰۵] (۲۸) الرائحة العنبریۃ من المجرۃ الحیلریۃ
 [۳۱۲] (۲۹) اخباریہ کی خبر گیری
 [۳۱۹] (۳۰) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی
 [۳۲۰] (۳۱) مبین الہدی فی نفی امکان مثل المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

[۲] علم کلام [۱۷]

جس علم کے ذریعہ انسان قادر ہو کہ عقائدِ حقہ دینیہ کو دلیلوں سے ثابت کر سکے، اور اس پر سے شبہات و شکوک کو دفع کرے، وہ علم کلام ہے۔ اس علم کا موضوع متقدمین کے نزدیک ذات باری تعالیٰ و صفات الہی ہے اور بعض کے نزدیک اس کا موضوع موجود من حیث ہو موجود ہے۔ متاخرین کے نزدیک علم کلام کا موضوع معلوم ہے، اس حیثیت سے کہ اس کا تعلق اثبات عقائد دینیہ سے ہے، عام ازیں کہ وہ تعلق قریب ہو یا بعید، اور دین سے مراد دین سرور عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی سترہ تصنیفات حسب ذیل ہیں:

[۱] (۱) ضوء النہایۃ فی اعلام الحمد و الہدایۃ

- [۳] (۲) السعی المشکور فی ابداء الحق المهجور
 [۴] (۳) معتبر الطالب فی شیون ابی طالب
 [۳۵] (۴) مقامع الحديد علی خد المنطق الحديد
 [۱۰۵] (۵) الکوکب الشهابیه فی کفریات ابی الوهابیه
 [۱۰۶] (۶) سل السیوف الهندیه علی کفریات بابا النجدیه
 [۱۵۲] (۷) شرح المطالب فی منکر مبحث ابی طالب
 [۷۹] (۸) المقال الباهر ان منکر الفقه کافر
 [۱۹۰] (۹) المعتمد المستند بناء نجاه الابد
 [۱۹۲] (۱۰) رد الرفضه
 [۲۲۰] (۱۱) دفعة الباس علی جاحد الفاتحه والفلق والناس
 [۳۰۱] (۱۲) تنبيه الجهال با بهام الباسط المتعال
 [۳۰۲] (۱۳) جوابہائے ترکی ترکی
 [۳۰۸] (۱۴) الصمصام الحیدری علی حمق العیار المفتری
 [۳۰۹] (۱۵) الجرح الوالج فی بطن الخوارج
 [۳۳۸] (۱۶) ظفر الدین الجید ملقب بہ بطش غیب
 [۳۳۵] (۱۷) چابک لیث برائل حدیث

[۳] علم تجوید [۲]

جس علم میں قرآن مجید کو اچھی طرح تلاوت کرنے سے بحث کی جائے، مخارج حروف اور ان کی صفات کے لحاظ اور ترتیل نظم قرآن کی وصل، وقف، مد، تخفیف، قلب، تسہیل وغیرہ قواعد کے اعتبار سے اس کو علم تجوید کہتے ہیں۔ اس کا موضوع اور غایت نفع ظاہر ہے، یہ علم فنون قرأت کا نتیجہ اور ثمرہ ہے، اور موسیقی کی طرح عملی علم ہے۔ یعنی صرف قواعد کا جان لینا کافی نہیں ہے، بلکہ اساتذہ سے سن کر، سیکھ کر، خود تمام حروف والفاظ کو قواعد مقررہ کے مطابق ادا کرنے کا ملکہ حاصل کرنا ہے۔

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی دو کتابیں ہیں:

[۱۳۶] (۱) نعم الزاد لروم الضاد

[۱۶۶] (۲) الجام الصاد عن سنن الضاد

[۴] علم تفسیر [۶]

جو علم معانی نظم قرآن سے بحسب طاقت بشریہ و مقتضائے قواعد عربیہ بحث کرتا ہے، وہ علم تفسیر ہے۔ اس کے مبادی علوم عربیہ، اصول کلام، اصول فقہ، جدل وغیرہ علوم کثیرہ ہیں۔ اس علم کی غرض معانی نظم قرآن مجید کی معرفت ہے۔ اس کا فائدہ بروجحت احکام شرعیہ کے استنباط پر قدرت حاصل ہوتا ہے۔ اس علم کا موضوع کلام اللہ سبحانہ تعالیٰ ہے، جو ہر حکمت کا منبع اور فضیلت کا معدن ہے۔ اس کی غایت، فہم معانی قرآن اور اس کے احکام مستنبط کرنے کی معرفت توصل ہے، تاکہ اس کے ذریعہ سعادت دنیویہ و اخرویہ حاصل کی جائے، اور شرف علم کا باعتبار شرف موضوع اور بہترین غایت کی وجہ سے ہے۔ اس لیے یہ علم سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی چھ تصنیفات حسب تفصیل ذیل ہیں:

[۲] (۱) الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی

[۶۵] (۲) تائل الراح فی فرق الريح والرياح

[۹۰] (۳) انوار العلم فی معانی میعاد استجیب لکم

[۴۳] (۴) الصمصام علی مشکک فی آية علوم الارحام

[۱۴۵] (۵) النفيحة الفاتحة من مسك سورة الفاتحة

[۲۵۸] (۶) ابناء الحي ان كتابه المصنون تبیان لكل شیء

[۵] علم اصول حدیث [۲]

یہ علم متعلق بروایت حدیث ہے۔ جس علم میں بحث کی جائے کیفیت اتصال احادیث سے، ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے من حیث احوال رواۃ، باعتبار ضبط و عدالت کے اور من حیث کیفیت سند کے، کہ وہ متصل ہے یا منقطع یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہے یا صرف صحابہ پر ہی ختم ہوگئی یا منہجائے سند تابعی ہے۔ جو کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف دو رسالے ہیں:

[۱۳۱] (۱) الھاد الکاف فی حکم الضعاف

[۱۳۴] (۲) مدارج طبقات الحدیث

[۶] علم حدیث [۱۱]

علم حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعہ اقوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے افعال و احوال کی معرفت حاصل ہو۔ اس تعریف سے اس کا موضوع ظاہر ہو گیا اور غایت، سعادت و دارین کا حصول ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم روایت حدیث، دوم علم درایت حدیث۔ اول اصول حدیث کے نام سے مشہور ہے، جس کا بیان گزر چکا ہے۔ دوم یعنی درایت حدیث وہ علم ہے جو بحث کرتا ہے اس معنی سے، جو الفاظ حدیث سے سمجھے جاتے ہیں، اور جو اس سے مراد ہے من حیث قواعد عربیہ ضوابط شرعیہ و مطابقت احوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کا موضوع احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس حیثیت سے کہ معانی، مفہوم یا مراد پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کی غایت آداب نبویہ سے مزین ہونا اور منہیات و مکروہات شرعیہ سے اجتناب کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس فن کا نفع اعظم المنافع ہے۔ اس کے مبادی تمام علوم عربیہ اوزان اخبار و قصص کی معرفت ہے، جن کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات سے ہو۔

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات گیارہ ہیں:

- [۴۶] (۱) اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین
- [۵۲] (۲) تلالو الافلاک بجلالک حدیث لولاک
- [۸۹] (۳) انباء الحذاق بمسالك حدیث النفاق
- [۹۱] (۴) اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد
- [۱۰۰] (۵) الهدایۃ المبارکۃ فی خلق الملائکۃ
- [۱۳۶] (۶) الاحادیث الراویہ لمدح الامیر معاویہ
- [۲۲۲] (۷) الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ و المدینہ
- [۲۶۶] (۸) النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب
- [۲۷۲] (۹) الروض البهیج فی آداب التخریج
- [۲۸۱] (۱۰) البعث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص
- [۲۸۳] (۱۱) ذیل المدعی لا حسن الوعا

[۷] علمِ اصول فقہ [۹]

جس علم کے ذریعہ احکامِ شرعیہ کا استنباطِ ادلہ اجمالیہ سے معلوم ہو، وہ علمِ اصول فقہ ہے۔ موضوع اس کا ادلہ شرعیہ کلیہ ہیں، اس حیثیت سے کہ کس طرح اس سے احکامِ شرعیہ مستنبط ہوتے ہیں۔ اس کے مبادی قواعد عربیہ اور بعض علومِ شرعیہ مثل اصول کلام، تفسیر، حدیث اور بعض علومِ عقلیہ ہیں۔ غرض اس علم سے یہ ہے کہ احکامِ شرعیہ فرعیہ کے استنباط کا ملکہ ادلہ اربعہ شرعیہ یعنی قرآن، حدیث، اجماع و قیاس سے حاصل ہو۔ اس کا فائدہ احکامِ شرعیہ کو صحیح طریقہ پر استنباط کرنا ہے۔

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات نو ہیں:

[۴۱] (۱) التاج المکمل فی انارة مدلول کان یفعل

[۱۰۹] (۲) السیوف المخیفة علی عائب ابی حنیفہ

[۱۲۶] (۳) اعز النکات بجواب سوال الرکات ملقب بہ الفضل الموهبی فی معنی اذا صع

الحديث فهو مذهبی

[۱۸۱] (۴) اطائب الصیب علی ارض الطیب

[۳۳۱] (۵) البرق المخیب علی بقاع طیب

[۲۳۳] (۶) العطر المطیب لبنت شفة الطیب

[۳۳۵] (۷) الامة القاصفة لكفريات الملاطفة

[۳۳۶] (۸) الجائفة علی تهافت الملاطفہ

[۳۳۷] (۹) سیاط المؤذب علی رقبة المستعرب

[۸] علمِ فقہ [۵۰]

جس علم میں احکامِ شرعیہ فرعیہ عملیہ اس حیثیت سے کہ ادلہ شرعیہ تفصیلیہ سے ان کا استنباط ہوتا ہے، بحث کی جائے، وہ علم فقہ ہے۔ اس کے مبادی مسائلِ اصول فقہ ہیں۔ اس میں تمام علومِ شرعیہ اور عربیہ سے استمداد حاصل کیا جاتا ہے۔ اس علم کا فائدہ بروجہ مشروع حصولِ عمل ہے اور اس سے غرض اعمالِ شرعیہ پر ملکہ اقتدار حاصل کرنا ہے۔

چونکہ غایت و غرض، علومِ عملیہ میں ظن سے حاصل ہوتا ہے، نہ کہ یقین سے، اس لیے اکثر مسائل ظنی الدلائل محل اجتہاد ہیں۔ اسی وجہ سے مقلد اختیار ہے کہ مذہب اربعہ مشہورہ یعنی حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی سے جس کو چاہے، اختیار کرے۔ مگر ان سب میں اہق و اوبلی اور تمام روئے زمین میں جس کے ماننے والے سب سے زیادہ ہیں، مذہب امامِ الائمہ امامِ اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اہل کشف و ولایت کا مشاہدہ ہے کہ بقیہ سب مذاہب آگے جا کر خشک ہو جائیں گے اور ان

کے ماننے والے باقی مندر ہیں گے، لیکن امام اعظم صاحب کا مذہب قیامت تک باقی رہے گا، جسے اس کی تحقیق مقصود ہو، وہ امامِ شعرانی کی کتاب مستطاب میزان الشریعة الکبریٰ ملاحظہ کرے کہ انہوں نے باوجود شافعی المذہب ہونے کے اس کی تصریح کی۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات ایک سو پچاس ہیں:

[۵] (۱) نقاء النیرہ فی شرح الجوہرہ ملقب بہ النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیۃ

[۱۳] (۲) احکام الاحکام فی تناول من ید من مالہ حرام

[۱۴] (۳) انفس الفکر فی قربان البقر

[۱۶] (۴) الامر باحترام المقابر

[۱۷] (۵) اقامة القيامة على طاعن القيام لنبی تهامة

[۱۹] (۶) حسن البراعة فی تنفيذ حکم الجماعة

[۲۰] (۷) النعيم المقيم فی فرحة مولد النبى الكريم

[۲۲] (۸) بذل الصفا لعبد المصطفى

[۲۵] (۹) منير العينين فی حکم تقبيل الابها مين

[۲۶] (۱۰) المقالة المسفرة عن احكام البدعة المكفرة

[۲۷] (۱۱) المجمل المسدد ان ساب المصطفى مرتد

[۲۸] (۱۲) اجود القرى لمن يطلب الصحة فی اجارة القرى

[۲۹] (۱۳) نسيم الصبا فی ان الاذان يحول الوباء

[۳۰] (۱۴) الاحلى من السكر لطلبه سكر روسر

[۳۲] (۱۵) جمال الاجمال لتوقيف حکم الصلاة فی النعال

[۳۳] (۱۶) منزع المرام فی التداوى بالحرام

[۳۶] (۱۷) معدل الزال فی اثبات الهلال

[۳۷] (۱۸) طوالع النور فی حکم السراج على القبور

[۳۸] (۱۹) البارقة اللما على سامد نطق بالكفر طوعا

[۳۹] (۲۰) جمل مجليه ان المكروه تنزيها ليس بمعصية

[۴۰] (۲۱) انوار الانتباه فی حل نداء يارسول الله

- [۳۳] (۲۲) انوار الانوار من یم صلاة الاسرار
- [۳۴] (۲۳) السط المسحل فی امتاع الروحۃ بعد الوطی للمعجل
- [۳۸] (۲۴) النهی الاکید عن الصلاة وراء عدی التقليد
- [۳۹] (۲۵) صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین
- [۵۰] (۲۶) ازکی الاهلال بابطال ما احدث الناس فی امر الهلال
- [۵۱] (۲۷) باب غلام مصطفیٰ
- [۵۳] (۲۸) التحبیر بباب التدبیر
- [۵۴] (۲۹) احسن المقاصد فی بیان ما تنزه عنه المساجد
- [۵۵] (۳۰) ازین کافل لحکم القعدة فی المکتوبه والنوافل
- [۵۷] (۳۱) صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین
- [۵۹] (۳۲) اعلام الاعلام بان هندوستان دار الاسلام
- [۶۰] (۳۳) تبیان الوضوء
- [۶۱] (۳۴) الحلاوة والطلاوة فی کلم تو جب سجود التلاوة
- [۶۲] (۳۵) حکم رجوع من ولی فی نفقة العرس والجهاز والحلی
- [۶۷] (۳۶) المنح الملیحه فیما نهی من اجزاء الذبیحه
- [۶۹] (۳۷) الزر الباسم فی حرمة الزکاة علی بنی هاشم
- [۷۰] (۳۸) تجلی المشکوة لانارة اسئلة الزکاة
- [۷۱] (۳۹) التبصیر للمنجد بان صحن المسجد مسجد
- [۷۳] (۴۰) حک العیب فی حزمة تسوید الشیب
- [۷۴] (۴۱) حقه المرجان لمهم حکم الدخان
- [۷۵] (۴۲) عباب الانوار ان لا نکاح بمجرد الاقرار
- [۷۶] (۴۳) العجة الفاتحة بطیب التعین والفاتحه
- [۷۷] (۴۴) سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلاة العید
- [۷۸] (۴۵) العافیة الموحیة لحکم جلود الاضیحة
- [۷۹] (۴۶) الطره فی ستر العوره

- [۸۱] (۴۷) الحرف الحسن فی الكتابة علی الکفن
 [۷۲] (۴۸) ابر المقال فی استحسان قبلة الاجلال
 [۸۳] (۴۹) فتح الملک فی حکم التملیک
 [۸۷] (۵۰) الطیب الوجیز فی امتعة الورق والابریز
 [۹۳] (۵۱) رفیع المدارک فی حکم السوائب وما طرح مالک
 [۹۴] (۵۲) جلی الصوت لنهی الدعوة امام الموت
 [۹۵] (۵۳) یسر الزاد لمن ام الضاد
 [۹۶] (۵۴) الامن والعلیٰ لنا عتی المصطفیٰ بدافع البلاء
 [۹۸] (۵۵) برکات الامداد لاهل الاستمداد
 [۹۹] (۵۶) بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاة الجنائز
 [۱۰۱] (۵۷) رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق
 [۱۰۴] (۵۸) المنی والدرر لمن عمد منی آردر
 [۱۰۷] (۵۹) وشاح الجید فی تحلیل معانقة العید
 [۱۰۸] (۶۰) وصاف الرجیح فی بسملة التراویح
 [۱۱۱] (۶۱) القلادة المرصعة فی نحر الاجوبة الاربعة
 [۱۱۲] (۶۲) سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء
 [۱۱۳] (۶۳) ستر جمیل فی مسائل السراویل
 [۱۱۵] (۶۴) اطائب التهانی فی النکاح الثانی
 [۱۱۶] (۶۵) راد القحط والوباء بدعوة الجیران ومواساة الفقراء
 [۱۱۹] (۶۶) سلب الثلب عن القائلین بطهارة الکلب
 [۱۲۰] (۶۷) رعاية المنة فی ان التهجد نفل او سنة
 [۱۲۱] (۶۸) حق الاحقاق فی حادثة من نوازل الطلاق
 [۱۳۰] (۶۹) حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین
 [۱۳۲] (۷۰) لوامع البها فی المصر للجمعة والاربع عقبها
 [۱۳۳] (۷۱) الکاس الدهاق باضافة الطلاق

- [۱۳۵] (۷۲) القطوف الدانية لمن احسن الجماعة الثانية
- [۱۳۷] (۷۳) الرد الاشد النهی فی هجر الجماعة علی الکنگهی
- [۱۳۸] (۷۴) نقد البیان لحرمة ابنة اخي اللبان
- [۱۳۹] (۷۵) نادى الاضحیه بالثناء الهدية
- [۱۴۰] (۷۶) لمعة الضحی فی اعفاء اللحي
- [۱۴۱] (۷۷) النهی الهاجز فی تکرار صلاة الجنائز
- [۱۴۲] (۷۸) شفاء الواله فی صور الحبيب ومزاره وبعاله
- [۱۴۳] (۷۹) مروج النجالخروج النساء
- [۱۴۷] (۸۰) تجویز الرد عن ترویج الابعد
- [۱۴۹] (۸۱) هبة السنه فی تحقیق المصاهرة بالزنا
- [۱۵۰] (۸۲) الاعلام بحال البخور فی الصيام
- [۱۵۲] (۸۳) التحریر الجید فی بیع حق المسجد
- [۱۵۴] (۸۴) الوفاق المتین عن سماع الدفین وجواب اليمين
- [۱۵۵] (۸۵) ازالة العار بحجر الكرائم عن كلاب النار
- [۱۵۶] (۸۶) تفاسیر الاحکام لفدية الصلاة والصيام
- [۱۵۸] (۸۷) انجح الجد فی حفظ المسجد
- [۱۶۰] (۸۸) الشرعة البهية فی تحديد الوصية
- [۱۶۱] (۸۹) ماحی الضلالة فی انکحة الهند وبنجاله
- [۱۶۶] (۹۰) الجام الصاد عن سنن الضاد
- [۱۷۱] (۹۱) ابجل ابداع فی حد الرضاع
- [۱۷۳] (۹۲) لب الشعور با حکام الشعور
- [۱۷۴] (۹۳) خیر المال فی حکم الکسب والسوال
- [۱۷۷] (۹۴) الفقه التسجيلی فی عجین الناز جیلی
- [۱۷۸] (۹۵) افصح البیان فی مزرع هندوستان
- [۱۹۳] (۹۶) الحلیة الاسماء لحکم بعض الاسماء

- [۱۹۵] (۹۷) طریق البات الهلال
- [۱۹۶] (۹۸) تيجان الصواب فی قيام الامام فی المحراب
- [۱۹۷] (۹۹) نور الجوهره فی السمسرة والسوكره
- [۱۹۸] (۱۰۰) الاحكام والعلل فی اشكال الاحتلام والبلبل
- [۲۰۱] (۱۰۱) مرقاة الجمال فی الهبوط عن المنبر لمدح السلطان
- [۲۰۲] (۱۰۲) اجل التعبير فی حکم السماع والمزامير
- [۲۰۷] (۱۰۳) راحی زاغیان معروف به وقع زيغ زاغ
- [۲۰۸] (۱۰۴) اوفى اللمة فی اذان الجمعة
- [۲۱۱] (۱۰۵) انصح الحكومة فی فصل الخصومة
- [۲۱۳] (۱۰۶) اعالی الافاده فی تعزية الهندو بيان الشهادة
- [۲۱۵] (۱۰۷) افقة المجاوبه عن حلف الطالب على طلب الواثبة
- [۲۱۷] (۱۰۸) آكد التحقيق بياب التعليق
- [۲۲۱] (۱۰۹) اهلاك الوهابين على توهين قبور المسلمين
- [۲۲۵] (۱۱۰) هداية الجنان باحكام رمضان
- [۲۲۶] (۱۱۱) هادى الناس فباشياء من رسوم الاعراس
- [۲۲۹] (۱۱۲) ما يجلى الاصر عن تحديد المصر
- [۲۳۰] (۱۱۳) ردالقضاة الى حكم الولاية
- [۲۳۳] (۱۱۴) الجو والحلو فی ارکان الوضوء
- [۲۳۴] (۱۱۵) تنوير القنديل فی احكام المنديل
- [۲۳۵] (۱۱۶) الطراز المعلم فيما هو حدث من احوال الدم
- [۲۳۶] (۱۱۷) لمع الاحكام ان لا وضوء من الزكام
- [۲۳۷] (۱۱۸) هداية المتعال فی الاستقبال
- [۲۳۹] (۱۱۹) الحق المجتلى فی احكام المبتلى
- [۲۴۱] (۱۲۰) كفل الفقيه الفاهم فی احكام قرطاس الدراهم
- [۲۴۲] (۱۲۱) نبه القوم ان الوضوء من اى نوم

- [۲۴۷] (۱۲۲) تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون
- [۲۴۸] (۱۲۳) السهم الشهابی علی خداع الوهابی
- [۲۵۴] (۱۲۴) فقه شهنشاه وان القلوب بید المحبوب بعطاء الله
- [۲۵۷] (۱۲۵) بدء الانوار فی اداب الاثار
- [۲۵۵] (۱۲۶) مفاد الحبر فی الصلاة بمقبرة او جنب قبر
- [۲۶۲] (۱۲۷) الهادی الحاجب عن جنازة الغائب
- [۲۶۳] (۱۲۸) شمامة العنبر فی محل النداء بازاء المنبر
- [۲۶۴] (۱۲۹) الطرة الرضية علی النيرة الوضیة
- [۲۶۷] (۱۳۰) فصل الفضاء فی رسم الافتاء
- [۲۶۹] (۱۳۱) الجوهر الثمین فیما تنعقد به الیمین
- [۲۷۰] (۱۳۲) الطراز المذهب فی الترویج بغير الكفو ومخالف المذهب
- [۲۷۳] (۱۳۳) عبقری حسان فی اجابة الاذان
- [۲۷۴] (۱۳۴) شوارق السنا فی حد المصر والفنا
- [۲۷۵] (۱۳۵) لمعة الشمعة فی اشتراط المصر للجمعة
- [۲۷۸] (۱۳۶) البدور الاجله فی امور الاهله
- [۲۷۹] (۱۳۷) نور الادله للبدور الاجله
- [۲۸۰] (۱۳۸) رفع العلة عن نور الادله
- [۲۸۲] (۱۳۹) اللواء المعقود لبيان حکم امرء المفقود
- [۲۸۳] (۱۴۰) ايدان الاجر فی اذان القبر
- [۲۸۶] (۱۴۱) رعاية المذہبین فی الدعاء بين الخطبتين
- [۲۸۷] (۱۴۲) رشاقة الكلام فی حواشی اذاعة الاثام
- [۲۹۳] (۱۴۳) البيان شافيا لفونو غرافيا
- [۲۹۶] (۱۴۴) جد الممتار من ردة المحتار
- [۲۹۷] (۱۴۵) العطايا النبوية فی الفتاوى الرضوية
- [۳۰۶] (۱۴۶) الاسد الصؤل علی اجتهاد الطرار الجهول

- [۳۱۱] (۱۴۷) براءت نامہ انجمن اسلامیہ ہانس بریلی
 [۳۲۶] (۱۴۸) اجتناب العمال عن فتاویٰ الجہال
 [۳۳۰] (۱۴۹) سیف ولایتی برداہم ولایتی
 [۳۴۶] (۱۵۰) الرد الناهز علی ذام النهی الحاجز

[۹] علم الفرائض [۴]

علم الفرائض ان قواعد و جزئیات کا علم ہے، جن کے ذریعہ ترکہ کو وارث کی طرف ان کے حق کے مطابق صرف کرنے کی کیفیت معلوم ہو۔ اس کا موضوع ترکہ اور وارث ہیں۔ اس لیے کہ فرائضی ترکہ اور اس کے مستحقین سے بحث کرتا ہے کہ میت کا ترکہ اس کے ورثائے مستحقین کو قواعد معینہ شرعیہ سے کس کو کتنا کتنا ملے گا؟

یہ علم بہت اہم علم ہے، یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نصف علم فرمایا۔ تعلموا الفرائض و علموها الناس۔ فانہا نصف العلم علمائے کرام کا اختلاف ہے کہ یہ نصف علم کس طرح ہے، اور اس کے کیا معنی ہیں؟ تو ایک جماعت علماء اس طرف گئی ہے، کہ ہم پر واجب حضور کے ارشاد مبارک کی تعمیل ہے، ہم اس کے معنی سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ تو نصف علم حضور نے فرائض کو کیوں فرمایا، اس کے جاننے کی ہمیں ضرورت نہیں؟ اس ارشاد مبارک کے مطابق اس علم کو سیکھنا اور سکھانا چاہیے۔ ایک جماعت نے کہا کہ حضور نے جو کچھ فرمایا، بیشک ہم پر اس کی تعمیل ضروری ہے۔ مگر ساتھ ساتھ ہمیں اس کو سمجھنا بھی چاہیے کہ ارشاد مبارک معقول الکتعی ہے۔ تو اس بارے میں اس جماعت علماء کے دس قول ہیں۔

اول: امام بیہقی فرماتے ہیں کہ عموم بلوئی کی وجہ سے نصف علم اس کو فرمایا۔

دوم: نہایہ میں ہے کہ انسان کی دو حالتیں ہیں۔ حالت حیات، اور حالت موت۔ تو نصف علم کا تعلق حالت حیات سے ہے، اور نصف علم کا تعلق بعد الموت سے۔ وہ علم فرائض ہے۔

سوم: ملک کے اسباب دو قسم کے ہیں۔

(الف) اختیاری: جیسے خرید و فروخت، قبول ہدیہ، وصیت وغیرہ۔

(ب) ضروری: یہ ارث ہے، اس لیے کہ لینا چاہیے کہ نہیں، مورث کے مرنے کے بعد کل ترکہ بعد ادائے حقوق سب

وارثوں کا حسب سہام شرعی ہے۔ یہ قول صاحب ضوء کا ہے۔

چہارم: اجتہاد میں کہا گیا کہ اس کی بڑائی اور تعظیم کے لئے اس کو نصف علم فرمایا۔

پنجم: صاحب اعلاء السہاج کا قول ہے: چونکہ فرائض کے شعبے بہت ہیں، اور اس میں حساب کی ضرورت ہوتی ہے، اس

لیے نصف علم فرمایا۔

ششم: زیادتی مشقت کی وجہ سے اس کو نصف علم ارشاد فرمایا۔

ہفتم: صاحبِ ضوء نے فرمایا کہ علم کی دو قسمیں ہیں:

ایک وہ علم ہے، جس کی وجہ سے اسبابِ ارث کی معرفت ہوتی ہے۔ دوسرا وہ علم، جس کی وجہ سے جو واجب ہوتا ہے، معلوم کیا جاتا ہے اور یہی علم فرائض ہے۔

ہشتم: نصف علم باعتبار ثواب فرمایا، اس لیے کہ انسان فقہ کے ایک مسئلہ سمجھنے پر دس نیکی کا مستحق ہوتا ہے، اور فرائض کے ایک مسئلہ پر سو نیکی کا حقدار ہوتا ہے۔ تو اگر تمامی مسائل کو دس مسئلے اور تمامی فقہ کو سو مسئلے پر فرض کریں تو دونوں کی نیکیاں ہزار ہزار ہوں گی۔ تو فرائض باعتبار ثواب پورے فقہ کے برابر ہوا۔

نہم: صاحبِ شرح سراجیہ فرماتے ہیں: نصف علم فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اگر فرائض کے مسائل کو پھیلا یا جائے، تو اس کے فروع و جزئیات تمام علوم کی جزئیات کے برابر ہوں گے۔

دہم: نصف علم اس لیے فرمایا کہ طلبہ کو اس علم کے سیکھنے کی ترغیب ہو۔

یہ دس قول صاحبِ کشف الظنون عن امامی الکتب و الفنون نے بیان فرمایا ہے۔
اعلیٰ حضرت کی علم الفرائض میں چار کتابیں ہیں:

[۱۵۱] (۱) المقصد النافع فی عصبۃ النصف الرابع

[۱۶۷] (۲) طب الامعان فی تعدد الجهات والابدان

[۲۱۳] (۳) تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم

[۳۲۷] (۴) ہدم النصرانی والتقسیم الایمانی

[۱۰] علم رسم خط قرآن مجید [۱]

اکلی کتابیں جتنی ہیں، ان کے ماننے والوں نے اپنی خواہش کے مطابق ان میں تحریف و تبدیل کر دیا اور یہ تبدیل و تحریف صرف معنوی ہی نہ رہی کہ اصل معنی و مطلب کو چھوڑ کر اپنے مقصد کے مطابق معنی گڑھ لیا، بلکہ لفظی تحریف بھی کر لیا۔ بحسوفون الکلم عن مواضعہ لیکن خداوند عالم کا ہزار ہزار احسان امت محمدیہ پر، کہ ان کی کتاب کی حفاظت اس کے ماننے والوں کے متعلق نہ رکھا، بلکہ اپنے فضل و کرم سے اپنے ذمے پر اس کی حفاظت رکھی: انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون بیشک ہم نے اس قرآن شریف کو اتارا اور ہم اس کے محافظ ہیں۔ اسی لیے آج تک ایک لفظ تو بڑی بات ہے، ایک حرف، ایک نقطہ، ایک زیر، ایک زبر کا بھی فرق نہیں ہوا۔

علمائے کرام نے بھی اس کی حفاظت کے لیے قرآن مجید کے لکھنے میں رسم خط عثمانی کا اتباع واجب قرار دیا۔ اسی لیے

قرآن مجید میں لفظ صلوٰۃ، زکوٰۃ، علمو، جای وغیرہ الفاظ اسی طرح سے لکھے جائیں گے۔ اگرچہ اردو میں صلاۃ، زکاۃ، علما کی کتابت اس طریقہ پر ضروری نہیں۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف ایک رسالہ ہے:

[۲۱۸] (۱) جالب الجنان فی رسم احرف من القرآن

[۱۱] علم الادب العربی [۶]

جس علم کے ذریعہ کلام عرب میں لفظاً و معنیاً غلطی سے محفوظ رہے، وہ علم ادب ہے۔ علم ادب بہت وسیع علم ہے، جو متعدد علوم کو شامل ہے۔ علامہ سید شریف فرماتے ہیں: علم ادب کے اصول اور فروع ہیں۔ اصول ہیں تو بحث مفردات سے ہوگی، یا مرکبات سے۔ اگر مفردات سے ہے تو اگر

(۱) کثیث جو اہر اور مواد اور حیات ترکیبہ ہے، تو وہ علم لغت ہے۔

(۲) کثیث صوت و لفظ اور ہیئت ہے، تو علم صرف ہے۔

(۳) اور کثیث انتساب بعض کو ساتھ بعض کے باعتبار اصل و فرع ہونے کے ہے تو علم اشتقاق ہے۔

(۴) اور اگر بحث مرکبات سے علی الاطلاق ہے تو باعتبار ہیئت ترکیبہ اور ادائے معانی اصل یہ ہو، علم نحو ہے۔

(۵) باعتبار افادہ ایسے معانی کے ہے، جو مغائر اصل معنی ہیں، تو علم معانی ہے۔

(۶) باعتبار کیفیت افادہ جو مختلف ہو مراتب ظہور و خفا ہیں، تو علم بیان ہے۔

(۷) اور ان دونوں علم معانی و بیان کا ذیل علم بدیع ہے۔ اس لیے کہ یہ رعایت و مطابقت مقتضی حال، اور وضوح دلالت

علی المرام کے بعد ان وجوہ کا نام ہے، جن سے کلام میں حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً صنعت تجنیس میں اعلیٰ حضرت قدسی سرہ

العزیز کا یہ شعر

سر توئی سرور توئی سررا سرور ساماں توئی

جان توئی جاناں توئی جاں را قرار جاں توئی

(۸) اور اگر بحث مرکبات موزونہ سے ہو، تو کثیث وزن ہے، تو علم عروض ہے۔

(۹) کثیث اواخر ہے، تو علم قوافی ہے۔

یہ دو قسمیں اصول کی ہوتیں۔

اور فروع میں بحث:

(۱) متعلق بھوش کتابت ہو، تو علم خط ہے۔

(۲) مختص بالمنظوم ہے، تو فرض شعر ہے۔

(۳) اور نثر کے ساتھ مخصوص ہے، تو علم الانشاء ہے۔

(۴) کسی کے ساتھ مختص نہیں، تو علم محاضرات ہے اور اسی قسم سے علم تاریخ ہے۔

علم ادب میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات سے چھ کتابیں ہیں:

[۲۹۹] (۱) صنائع بدیعة

[۳۲۰] (۲) شرح مقائمہ مذاقیہ

[۳۲۳] (۳) مشرقستان اقدس

[۳۲۵] (۴) عذاب ادنیٰ بررد او ادنیٰ

[۳۲۸] (۵) آمال الابرار و آلام الاشرار

[۳۲۹] (۶) سکین و نورہ بر کا کل پریشاں ندوہ

[۱۲] علم لغت [۲]

جو علم کہ مدلولات جوہر مفردات اور ان کی ہیئت جزئیہ سے بحث کرے کہ وہ وضع شخصی سے ان مدلولات کے لیے وضع کیے گئے ہیں، اور اس چیز سے بحث کرے جو ترکیب بر جوہر اور ان کی ہیئت سے خشیت وضع ودالات علی المعانی الجریہ حاصل ہوئی ہو، وہ علم لغت ہے۔ اس علم کی غایت معانی وضعیہ کے سمجھنے اور کلمات عرب سے جو مفہوم ہوتا ہے، اس پر واقفیت میں خطا سے بچنا ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی دو کتابیں ہیں:

[۲۶۷] (۱) احسن الجلوہ فی تحقیق الميل والذراع والفرسخ والغلوہ

[۶۸۹] (۲) فتح المعنی بتحقیق معنی الخاطی والمنحطی

[۱۳] علم سیر [۳]

جس کے ذریعے احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و معجزات و مواقع حیات و حالات غزوات و غیرہ معلوم ہوں، وہ علم سیر ہے۔ اس میں سب سے پہلے علامہ محمد بن اسحاق رئیس المغازی متوفی ۱۵۱ھ نے تالیف کی۔ پھر اس کی تدوین و ترتیب ابو محمد عبد الممالک بن ہشام حمیری متوفی ۲۱۸ھ نے کی اور علماء نے اس کتاب کو بہت پسند کیا، اور بہترین کتاب سیر کبیر امام محمد تمیذ امام الائمہ کی ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف سے تین کتابیں ہیں:

[۱۵۷] (۱) جمان التاج فی بیان الصلاة قبل المعراج

[۲] (۲) نطق الهلال بارخ و لاد الحبيب والوصول

[۳] (۳) منية المنية بوصول الحبيب الى العرش والرويه

[۱۴] علم الفضائل [۳۰]

یہ وہ علم ہے جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و مراتب عالیہ جو حضرت عزت نے انہیں اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائے ہیں، ان کا بیان ہے۔ اس کا موضوع ظاہر ہے، اور غایت و غرض ان کمالات کی واقفیت ہے، تاکہ اس کے ذریعہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ ہو، اور اس کے ذریعہ سعادت ابدی و شرافت سرمدی حاصل ہو۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات تیس ہیں:

[۷] (۱) نفی الفی عن بنورہ انار کل شی

[۱۱] (۲) سلطنة المصطفى في ملكوت كل الوری

[۱۵] (۳) الجلال جبریل بجعله خادما للمحبوب الجمیل

[۱۸] (۴) هدی الحیران فی نفی الفی عن شمس الاکوان

[۶۴] (۵) العروس الاسماء الحسنی فیما لبیننا من الاسماء الحسنی

[۹۶] (۶) الامن والعلی لتاعتی المصطفى بدافع البلاء

[۹۷] (۷) منية اللیب فی ان التشريع بيد الحبيب

[۱۴۵] (۸) النفحة الفاتحة من مسك سورة الفاتحة

[۱۴۸] (۹) شموس الاسلام لآباء الرسول الكرام

[۱۵۸] (۱۰) انباء المصطفى بحال سنو اخفی

[۱۷۰] (۱۱) مالی الحبيب بعلوم الغیب

[۱۷۹] (۱۲) اللؤلؤ المکتون فی علم البشیر ما کان وما یكون

[۲۰۳] (۱۳) الموهبة الجديدة فی وجوه الحبيب فی مواضع عديدة

[۲۰۵] (۱۴) منية المنية بوصول الحبيب الى العرش والرؤية

[۲۲۳] (۱۵) الدولة المکیة با لمادة الغیبیة

[۲۴۴] (۱۶) حدائق بخشش

[۲۵۷] (۱۷) بدرا الانوار فی آذاب الآثار.

[۲۶۵] (۱۸) قمر التمام فی نفی الفتن عن سید الانام

[۳۰۰/۲] (۱۹) سلسلہ الذهب نافیة الارب

[۳۰۰/۳] (۲۰) ذریعہ قادریہ

[۳۰۰/۹] (۲۱) حضور جان نور

[۳۰۰/۱۰] (۲۲) نعت واستعارات

[۳۰۰/۱۱] (۲۳) سلام و سیر

[۳۰۰/۱۲] (۲۴) سراپا نور

[۳۰۰/۶۰] (۲۵) نذر گداور تہنیت شادی اسراء

[۲۳۹] (۲۶) ابراء المجنون عن انتهاك علم المکتون

[۳۴۱] (۲۷) ماحیة العیب بایمان الغیب

[۳۴۲] (۲۸) میل الهداة لبرء عین القذاة

[۳۴۳] (۲۹) اراحة جوانح الغیب عن اراحة اهل العیب

[۳۴۴] (۳۰) الجلاء الكامل لعین قضاة الباطل

[۱۵] علم المناقب [۱۸]

وہ علم ہے جس میں حضرات صحابہ کرام و تابعین عظام و مشائخ کرام و علمائے اسلام کے کمالات و کمالات و مدارج و صفات کا بیان ہو۔
اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات اٹھارہ ہیں:

[۸] (۱) الکلام البہی فی تشبہ الصدیق با لنبی

[۹] (۲) وجد المشوق بجلوة اسماء الصدیق و الفاروق

[۳۲] (۳) مجیر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم

[۱۱۷] (۴) تنزیہ المکانة الحیدریة عن وصمة عهد الجاهلیة

[۱۱۸] (۵) انجاء البری عن وسواس المفتوی

[۱۲۲] (۶) جمیل ثناء الائمة علی علم سراج الامة

[۳۸۵] (۷) فتوائے کراماتِ غوثیہ

[۳۰۰/۱] (۸) اکسیرِ اعظم

[۳۰۰/۲] (۹) سلسلۃ الذهب نافیۃ الارب

[۳۰۰/۳] (۱۰) ذریعہ قادریہ

[۳۰۰/۴] (۱۱) فضائلِ فاروق

[۳۰۰/۵] (۱۲) نظمِ معطر

[۳۰۰/۶] (۱۳) مشرقستانِ قدس

[۳۰۰/۷] (۱۴) چراغِ انس

[۳۰۰/۸] (۱۵) وظیفہ قادریہ

[۳۰۰/۱۳] (۱۶) مناقبِ صدیقیہ

[۳۰۰/۱۴] (۱۷) حمائدِ فضلِ رسول

[۳۰۰/۱۵] (۱۸) مدائحِ فضلِ رسول

[۱۶] علمِ سلوک [۲]

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی دو کتابیں ہیں:

[۸۴] (۱) الیاقوۃ الواسطہ فی قلب عقد الرباطہ

[۱۸۰] (۲) نقاء السلافہ فی البیعة والخلافة

[۱۷] علمِ الاخلاق [۲]

جس علم سے فضائل اور ان کے حاصل کرنے کی کیفیت معلوم ہوتا کہ انسان اپنے نفس کو ان سے مزین کرے، نیز رزائل اور ان سے بچنے کے طریقے معلوم کیے جائیں، تاکہ نفس ان سے مٹائی کیا جائے، وہ علمِ الاخلاق ہے اور یہ ایک قسمِ حکمتِ عملیہ کی ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی دو کتابیں ہیں:

[۷۲] (۱) شرح الحقوق لطرح العقوق

[۹۲] (۲) مشعلۃ الارشاد الی حقوق الاولاد

[۱۸] علم تصوف [۳]

علم تصوف وہ علم ہے کہ اس کے ذریعہ مدارج سعادت میں اہل کمال انسان کے ترقی کی کیفیت، اور وہ امور جو ان کے درجات میں عارض ہوں، بقدر طاقت بشریہ معلوم ہوں۔

سان درجات و مقامات کی کماحقہ تعبیر ناممکن ہے، اس لیے کہ عبارات ان معانی کے لیے وضع کیے گئے ہیں جہاں تک اہل لغات کے فہم پہنچ سکتے ہیں، لیکن وہ معانی جن تک رسائی صرف ایسے ہی شخص کی ہے، جو اپنے تو اے بدنہ بلکہ اپنی ذات سے غائب ہو، تو اس کے لیے وضع الفاظ ممکن نہیں، چہ جائیکہ اس کو الفاظ سے تعبیر کریں۔ تو جس طرح معقولات کو اوہام سے ادراک نہیں کر سکتے، اور نہ موہومات کو خیالات سے ادراک کر سکتے ہیں، خیالات کا ادراک حواس سے ممکن ہے۔ اسی طرح جس چیز کو عین الیقین کے ساتھ معائنہ کرنا چاہیے، اس کا ادراک علم الیقین کے ساتھ ممکن نہیں۔ تو جس شخص کی خواہش اس فن کی تکمیل ہو، اس کو چاہیے کہ وصول بالبیان کی کوشش نہ کرے، بیان سے طلب کرنے پر اکتفا نہ کرے۔ فانہ طور و راء طور العقل اور کیا اچھا کسی نے کہا ہے: جزاہ اللہ الدارین خیراً۔

علم التصوف علم لیس يعرفہ

الاخوف طنة بالحق معروف

ولیس يعرفہ من لیس یشہد

وکیف یشہد ضوء الشمس مکفوف

یعنی علم تصوف وہ علم ہے جس کو نہیں پہچان سکتا ہے مگر تیز طبع ذہین جو حق کے ساتھ معروف و مشہور ہے اور اس کو نہیں جان سکتا ہے جو اسے مشاہدہ نہ کرے، اور کس طرح آفتاب کی روشنی کو نابینا دیکھ سکتا ہے؟

اس فن میں اعلیٰ حضرت نے تین کتابیں تصنیف فرمائیں:

[۸۰] (۱) کشف حقائق و اسرار و دقائق

[۱۰۳] (۲) بوارق تلوح من حقیقة الروح

[۱۱۴] (۳) التلطف بجواب التصوف

[۱۹] علم اذکار [۵]

علم اذکار اور اسی کو علم الادعیہ والاوار بھی کہتے ہیں۔ جو علم ادعیہ ماثورہ اور اوراد مشہور سے اس کی تصحیح و ضبط اور تصحیح روایت اور بیان خواص اور عدد تکرار اور اوقات قرأت اور شرائط سے بحث کرے، وہ علم الاذکار، علم الادعیہ اور اوراد ہے اور اس سے غرض ان ادعیہ اور اوراد کا بروجہ مذکورہ جاننا ہے، تاکہ مطابق قاعدہ اس کے عمل سے فوائد دینیہ اور دنیویہ حاصل ہوں۔

بعض علماء نے اس کو علم حدیث کی فرع قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ اس میں کتب احادیث سے استنباط کی جاتی ہے۔ اس فن میں اعلیٰ حضرت کی پانچ کتابیں ہیں:

[۳۵] (۱) ازہار الانوار من صبا صلاة الاسرار

[۵۶] (۲) زہر الصلاة من شجرة اكارم الهداة

[۱۱۰] (۳) العروس المعطار فی زمن دعوة الافطار

[۱۷۵] (۴) المننة الممتازة فی دعوات الجنابة

[۲۷۷] (۵) ماقل و كفى من ادعية المصطفى صلى الله عليه وسلم

[۲۰] علم ترغیب و ترہیب [۱]

وہ علم ہے جس میں ایسی باتیں بیان کی جائیں، جن کے کرنے کی شرع میں ترغیب دلائی گئی ہو، اور ایسی باتیں ذکر کریں، جن کے کرنے کی شرع میں ممانعت ہو۔ یا اول پر وعدہ ثواب ہو اور دوم پر وعید عذاب و عقاب۔ اس فن میں مشہور ترین کتاب امام حافظ ذکی الدین ابو العظیم ابن عبدالقوی منذری متوفی ۶۵۶ھ کی کتاب ترغیب و ترہیب ہے۔ یہ بھی فروع علم حدیث سے ہے۔ اس لیے کہ مدار اس کا احادیث اصحاب کتب مشہورہ صحیحین، سنن اربعہ، مسانید، معاجم محدثین ہے۔ اس فن میں اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:

[۸۶] اعز الاکتاہ فی رد صدقة مانع الزکوة

[۲۱] علم تاریخ [۳]

علم تاریخ، معرفت احوال جماعت اور ان کے شہروں اور رسوم و عادات، اور ان کے صنائع و انساب اور ان کے وفیات کا نام ہے۔ اس کا موضوع احوال اشخاص ماضیہ: حضرات انبیائے کرام و اولیائے عظام و علمائے فحائم و حکما و ملوک و شعرا وغیرہ ہیں اور اس علم کی غرض احوال ماضیہ پر واقف ہونا ہے اور اس علم کا فائدہ ان احوال سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا اور حوادث روزگار و تقلبات زمانہ پر واقفیت کی وجہ سے تجزیہ کا ملکہ حاصل کرنا ہے، تاکہ ان لوگوں کے احوال میں جو مضرت کی باتیں ہیں، ان سے احتراز کیا جائے، اور منافع و کارآمد باتوں کو حاصل کیا جائے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تین کتابیں ہیں:

[۱۲۵] (۱) اعلام الصحابة الواقفين للامير معاوية وام المؤمنين

[۲۱۹] (۲) جمع القرآن وبم عزوه لعثمان

[۳۱۵] (۳) سرگزشت و ماجزائے ندوہ۔

[۲۲] علم مناظرہ [۱۸]

جس علم میں دو مناظروں کے درمیان گفتگو کرنے کی کیفیت سے بحث کی جائے، وہ علم مناظرہ ہے۔ اس کا موضوع اولہ ہیں، اس حیثیت سے کہ ان سے غیر پر اپنا مدعی ثابت کیا جاتا ہے۔ اس کے مبادی امور بینہ بنفسہا ہیں۔ غرض اس سے مناظرہ کرنے کا ملکہ حاصل کرنا ہے، تاکہ بحث میں خبط نہ واقع ہو۔

علامہ ابن صدر الدین نے فوائد خاقانیہ میں فرمایا کہ یہ علم منطق کی طرح جملہ علوم کی خدمت کرتا ہے، اس لیے کہ بحث و مناظرہ صواب ظاہر کرنے اور الزام خصم کے لیے نسبت بین الشیین میں جانہین سے نظر کرنے کا نام ہے۔ اعلیٰ حضرت کی اس فن میں اٹھارہ کتب مصنفہ ہیں:

[۱۲۴] (۱) النذیر الہامل لكل جلف جاہل

[۱۲۸] (۲) مراسلات سنت وندوہ

[۲۰۷] (۳) رامی زاغیان معروف دفع زلیخ زاغ

[۳۱۴] (۴) انتصار الہدی من شعوب الہوی

[۳۲۳] (۵) مصمام سنیت بگلوئے نجدیت

[۳۲۶] (۶) اجتناب العمال عن فتاویٰ الجہال

[۳۳۰] (۷) سیف ولایتی برواہم ولایتی

[۳۳۱] (۸) البرق المنخیب علی بقاع طیب

[۳۳۴] (۹) العطر المصیب لبنت شفة الطیب

[۳۳۵] (۱۰) الامة القاصفہ لکفریات الملاطفہ

[۳۳۶] (۱۱) الجائفہ علی تہافت الملاطفہ

[۳۳۷] (۱۲) سیاط المؤدب علی رقبۃ المستعرب

[۳۳۸] (۱۳) ظفر الدین الجید ملقب بہ بطش غیب

[۳۳۹] (۱۴) ابراء المجنون عن انتہا کہ علم المکنون

[۳۴۲] (۱۵) میل الہدایۃ لبرء عین القذاة

[۳۴۳] (۱۶) اراحة جوائح الغیب عن اراحة اهل العیب

[۳۴۴] (۱۷) الجلاء الكامل لعین قضاء الباطل

[۳۴۸] (۱۸) الاسئلة الفاضلة علی الطوائف الباطلة

[۲۳] علم تکسیر [۱]

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:

[۶] (۱) اطائب الاکسیر فی علم التکسیر

[۲۴] علم الوفق [۱]

اس فن میں بھی اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:

[۲۹۵] (۱) الفوز بالآمال فی الاوفاق والاعمال

[۲۵] علم التوقيت [۶]

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف کردہ چھ کتابیں ہیں:

[۱۸۶] (۱) الانجب الانیق فی طرق التعلیق

[۱۸۹] (۲) زیج الاوقات للصوم والصلوات

[۲۰۶] (۳) تاج توقيت

[۲۳۸] (۴) کشف العله عن سمت قبله

[۲۵۶] (۵) درء القبح عن درک وقت الصبح

[۲۴۲] (۶) سر الاوقات

[۲۶] علم ھیت [۳]

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تین کتابیں ہیں:

[۱۸۴] (۱) اعمار الانشراح بحقیقة الاصباح

[۱۸۵] (۲) الصراح الموجز فی تعدیل المرکز

[۲۵۲] (۳) جادة الطلوع والحرر للسیارة والنجوم والقمر

[۲۷] علم الحساب [۱]

علم الحساب ان قواعد کا علم ہے جن کے ذریعہ استخراج مہولات عددیہ کا معلومات عددیہ مخصوصہ سے ہوتا ہے۔ استخراج سے مراد ان کی کمیات کی معرفت ہے۔ موضوع اس کا عدد ہے۔ اس لیے کہ اس علم میں عدد ہی کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی

ہے۔ عدد و کمیت کو کہتے ہیں، جو چند وحدات سے مرکب ہو۔ اس کا نفع و فائدہ ضبط معاملات و حفظ اموال، قضائے دیون، قسمت ترکات ہے۔ اس کی ضرورت علمِ فلکیہ اور مساحت و طب میں بھی ہوتی ہے، اور بعضوں نے کہا اس علم کی ضرورت جملہ علوم میں پڑتی ہے اور اس سے کوئی شخص مستغنی نہیں۔ بادشاہ ہو، یا عالم، یا بازاری ہر ایک کو اس کی ضرورت ہے۔ اس فن کی شرافت کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ قول: و کفیٰ بنا حاسبین کافی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت محاسب ہونا بیان فرمایا، تو کون عقلمند اس کی خوبی میں کلام کر سکتا ہے؟ اسی لیے علمائے کرام نے اس فن میں بہت کتابیں تصنیف کیں، اور لوگوں نے دیار و امصار میں ان کو تعلیم کے لیے دست بدست لیا، اور حکماء کی عادت تھی کہ بچوں کی تعلیم اسی علم سے شروع کرتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ جو شخص ابتداء حساب کی تعلیم پاتا ہے، اس پر صدق غالب آتا ہے۔ اس لیے کہ حساب میں صحت مبنی ہے، تو سچ بولنا اس کی عادت بلکہ فطرت ہو جاتی ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:

[۱۸۸] (۱) کلام الفہم فی سلاسل الجمع والتقسیم

[۲۸] علم ارثما طیقی [۳]

وہ علم ہے جو بحث کرتا ہے عدد کے خواص سے۔

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی تین کتابیں ہیں:

[۱۸۳] (۱) الموهبات فی المربعات

[۲۲۸] (۲) البدور فی اوج المجذور

[۲۵۱] (۳) کتاب الارثما طیقی

[۲۹] علم ریاضی [۳]

یہ حکمت نظریہ کی ایک قسم ہے، جو علم بحث کرے ایسے امور مادیہ سے جن کو مادہ سے بحث میں مجرد کرنا ممکن ہو۔ اس کو ریاضی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ حکماء کی عادت تھی کہ ابتداء بچوں کو یہ علم تعلیم دیتے تھے، اور خوب ریاضت کرایا کرتے تھے۔ اسی لیے اس کو علم تعلیمی بھی کہتے ہیں، اور اس کو علم اوسط بھی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ علم، متوسط ہے ان دو علموں کے درمیان جو مادہ کے محتاج ہیں، اور جو مادہ کے محتاج نہیں ہیں اور اس کے چند اصول ہیں، اور ہر ایک اصل کے فروع ہیں۔ اصول چار ہیں۔

۱۔ ہندسہ ۲۔ ہیئت ۳۔ حساب ۴۔ موسیقی

اعلیٰ حضرت کی اس فن میں تین کتابیں ہیں:

[۱۸۲] (۱) عزم الیازی فی جواهر الرياضی

[۲۲۷] (۲) ستین ولوگارٹم

[۲۹۳] (۳) جداول الرياضی

[۳۰] علم الہندسہ [۳]

علم ہندسہ ان قوانین کا علم ہے، جن کے ذریعہ انسان ان اصول کو جانتا ہے جو کم کو من حیث کم ہونے کے عارض ہوتا ہے۔ اور اعلیٰ حضرت کی اس فن میں بھی تین کتابیں ہیں:

[۲۳] (۱) الاشکال الاقیدس لنکس اشکال اقلیدس

[۱۸۷] (۲) اعالی العطایا فی الاضلاع والنویا

[۲۰۹] (۳) الجمل الدائرہ فی خطوط الدائرہ

[۳۱] علم جبر و مقابله [۱]

یہ علم حساب کی فرع ہے، اس لیے کہ یہ وہ علم ہے جس کے ذریعہ معلومات عددیہ مخصوصہ سے استخراج مجہولات عددیہ کی کیفیت بروجہ مخصوص معلوم ہوتی ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کا ایک رسالہ ہے:

[۲۵۰] حل المعادلات لقوی المکعبات

[۳۲] علم الزیجات [۱]

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:

[۲۳۰] مسفر المطالع للتقویم والطالع

[۳۳] علم الجفر [۳]

اس کو جفرو جامع بھی کہتے ہیں۔ لوح قضاء و قدر جو تمام ماکان و مایکون کو کلیاً و جزئاً محتوی ہے، اس کے علم اجمالی کا نام جفرو جامع ہے۔ جفر، لوح و قضا کو کہتے ہیں، جو عقل کل ہے، اور جامع، لوح قدر کو کہتے ہیں، جو نفس کل ہے۔ ایک جماعت علماء کا دعویٰ ہے کہ حضرت امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے ۲۸ حروف تہجی کو وسط اعظم کے طریقے پر ایک جلد میں تحریر کیا ہے، جس سے بطریق مخصوصہ و شرائط معینہ والفاظ مخصوصہ جو کچھ لوح قضا و قدر میں ہے، سب معلوم کر سکتے

ہیں۔ یہ علم وراثتِ اہل بیت اور ان کے منسبین میں چلا آ رہا ہے، اور انہیں سے مشائخ کا ملین نے حاصل کیا، اور غیروں سے اس کو پورے طور پر چھپاتے آئے ہیں۔

بعضوں کا خیال ہے کہ اس کتاب کو کما حقہ سوائے حضرت امام مہدی منتظر رضی اللہ عنہ کے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ منقول ہے کہ خلیفہ مامون رشید نے جب اپنے بعد حضرت علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا عہد نامہ لکھا، اور ان کے پاس بھیج دیا، تو انہوں نے اس کے نیچے تحریر فرمایا: نعم الا ان الجفر والجامعة یدلان علی ان هذا الامر لا یتم اچھا! مگر جفر وجامعہ سے معلوم ہوتا کہ کہ ایسا ہوگا نہیں اور واقعی وہی ہوا جو امام نے فرمایا تھا۔ اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تین کتابیں ہیں:

[۲۹۰] (۱) الثواقب الرضویة علی الكواكب الدریة

[۲۹۱] (۲) الجداول الرضویة علی الكواكب الدریة

[۲۹۲] (۳) الاجویة الرضویة للمسائل الجفریة

ان تینوں کتابوں کے متعلق اعلیٰ حضرت کا ارشاد ہے کہ یہ تینوں رسالے نہ چھاپے جائیں گے، نہ ان کی نقل مل سکتی ہے۔ جب تک اس علم کی اہلیت نہ ثابت ہو۔

[۳۳] علم النجوم [۱]

جس علم کے ذریعہ حوادث کون وفساد پر تشکلات فلکیہ، اوضاع افلاک وکواکب، مقارنہ و مقابلہ، تثلیث و تسدیس و تریج وغیرہ سے استدلال کیا جائے، وہ علم نجوم ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ حسابیات، طبعیات، وہمیات۔ حسابیات علم یقینی ہے، اور کبھی اس پر شرعاً بھی عمل کیا جاتا ہے۔ مثلاً طلوع و غروب شمس، اوقات نماز و افطار کے لیے۔ طبعیات جیسے بروج فلکیہ میں انتقال شمس سے استدلال، تبدیلی فصول جاڑا گرمی اور اعتدال پر۔ تو شرعاً ان کے انکار اور رد کی کوئی وجہ نہیں۔

وہمیات جیسے اتصالات کواکب سے بطریق عموم یا خصوص حوادث سفلیہ خیر و شر پر استدلال کرنا۔ چونکہ شرع میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اسی لیے شرعاً مردود ہے۔ علم نجوم میں اعلیٰ حضرت کا ایک رسالہ ہے:

[۲۳۹] ذاکسی البہا فی قوة الكواكب وضعفها

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ یہ چونتیس علوم و فنون مروجہ و غیر مروجہ، درسیہ و غیر درسیہ، مشہورہ و غیر مشہورہ، جن میں اکثر نہیں تو بعض کے نام سے بھی علمائے زمانہ واقف نہیں۔ اس علم و فن سے واقفیت تو کجا؟ اور یہ اعلیٰ

حضرت کی اعلیٰ درجہ کمال کی دلیل ہے کہ اتنے علوم و فنون سے نہ صرف واقف بلکہ اس میں ماہر اور کامل بلکہ صاحب تصنیف ہیں۔

ان کے علاوہ وہ علوم و فنون آتے ہیں، جن میں محض حمایت و نکایت مفسدین کے لیے کتب تصنیف فرمائیں، جو اصل شان مجددیت ہے۔ یعنی اسلام پر اپنے اور غیر لوگوں نے اپنی جہالت و نادانی یا بدمذہبی اور بے دینی کی وجہ سے جو خس و خاشاک ڈال رکھا تھا، اس کو دور کر کے دین اسلام کو پھر بجلی اور از سر نو نیا کر دیا۔

اس کے لیے ضروری تھا کہ جو شرع کی نگاہ میں جس حیثیت کا ہو، اس کی حیثیت بلا رو رعایت اور بلا خوف لومۃ الائمہ ظاہر کر دی، اور اس میں اس کا ہرگز خیال نہ فرمایا کہ اگر ہم کسی کارڈ کریں گے یا اس کے بارے میں جو حکم شرع کا ہے ظاہر کریں گے تو وہ مجھے برا بھلا کہے گا، یا دشمن ہو جائے گا، یا میری مقبولیت میں فرق آجائے گا، اس لیے کہ ان کے تمام اعمال و افعال، اقوال و احوال محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے تھے، کسی این و آں، چنیں و چناں، مدح و ستائش یا ذم سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ خود فرماتے

ہیں۔

نہ مرا نوش ز تحسین نہ مرا نیش ز ظعن نہ مرا ہوش بدمے نہ مرا گوش ذمے

منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد دورے جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

چنانچہ مجھ سے میرے ایک ملنے والے صاحب نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کا علم و عمل، تقویٰ و فضل، جامعیت کمال ظاہری و باطنی کا کوئی بھی منکر نہیں، اگر اعلیٰ حضرت کسی کارڈ اور مناظرہ وغیرہ نہ کرتے، تو ان سے بڑھ کر ہندوستان میں کس کی عزت ہوتی؟ اور از گنگ تا سنگ و از کشمیر تا راج کماری ان کی مقبولیت ہر طبقہ ہر گروہ میں ہوتی۔

میں نے کہا یہ تو خدا پرستی نہ ہوئی، بلکہ خود بینی و خود پرستی ہوئی۔ الحب فی اللہ والبنص للہ بھی کوئی چیز شرعی ہے یا نہیں؟ رعی عوام اور بدمذہبوں میں حق گوئی کی وجہ سے عدم مقبولیت، تو آپ نے مثنوی شریف کے یہ اشعار سنے ہیں یا نہیں؟

مولانا فرماتے ہیں۔

تلخ کے گردی چوں ہستی کان قد
حق برائے تو گواہی می دہد
آں دلیل آمد کہ او خورشید نیست
کہ منم خورشید تابان جلیل
آں دلیل نا گلابی می شود
در محلی اش در آید نقص و شک
تا کہ گاہ از من نمی یابد گزار

گرد و سہ ایلہ ترا منکر شوند
گرد و سہ احمق ترا تہمت نہد
گر خفاشے راز خورشیدے خورے ست
نقرت خفاشکان باشد دلیل
گر گلابے راجعل راغب شود
ور شود قلبے خریدار محک
فارقم فاروقیم غریبل وار

ارورا پیدا کنم من از بسوس
تا نما یم این نقوش ست این نفوس
من چو میزان خدایم در جہاں
وانما یم ہر سبک را از گراں
عزیزی نورالعین مولوی مختار الدین احمد آرزو رضوی فاضل سٹوڈنٹس ایم، اے (علیگ) سلمہ علی گڑھ سے ایک مرتبہ آئے، تو چند کتابیں اپنے ساتھ لیتے آئے۔ اس میں سے ایک رسالہ استاذ العلماء مجھے دیکھنے کے لیے دیا گیا۔ دیکھا کہ نواب حبیب الرحمن خان صاحب شروانی رئیس حبیب گنج صدر الصدور حیدر آباد دکن کی تصنیف حضرت استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے۔ رسالہ اگرچہ بہت ہی مختصر ہے، مگر کافی معلومات سے پر ہے۔ اس میں ایک جگہ تحریر ہے کہ:

آپ کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ کہیں آپ کی زبان کسی کی تکفیر سے ملوث نہیں ہوتی۔
اس کو دیکھ کر متروہ ہوا کہ یہ کیا لکھا ہے؟ پھر حیاتِ شبلی دیکھنے کا اتفاق ہوا، تو صفحہ ۳۰۲ پر اس میں بھی لکھا ہے۔
حضرت مفتی لطف اللہ صاحب کی دو خصوصیتیں قابل ذکر ہیں ایک یہ کہ انہوں نے عمر بھر کسی کی تکفیر نہیں کی، دوسری یہ کہ کانپور کے ہی قیام کے زمانے میں انگریزی سے اتنے حروف شناس ہو گئے کہ تار وغیرہ پڑھ لیتے تھے۔
اس میں شک نہیں کہ علمِ شئی بہ از جہل شئی ہے۔ اس وجہ سے اتنی انگریزی سے واقفیت کہ تار وغیرہ پڑھ لیں، ضرور قابل تعریف اور خصوصیت میں شمار ہو سکتے کے لائق ہے، لیکن عمر بھر کسی کی تکفیر نہیں کی میں بہت غور و حوض کرنے پر نہ سمجھ سکا کہ یہ کون سی تعریف کی بات ہے؟ اور ان دونوں حضرات نے اس کو تعریف میں کس طرح شمار کیا؟ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے:

اللہم ارنا الاشیاء کماہی . حکمت کی تعریف بھی علمائے فرمائی: ہو علم یبحث فیہ عن حقائق الاشیاء علی ماہی علیہ فی نفس الامر بقدر الطاقة البشریة بعض المحققین باحوال اعیان الموجودات علی ماہی علیہ فی نفس الامر بقدر الطاقة البشریة۔ تو اگر کسی کی، سے مراد کسی مسلمان کی ہے، تو یہ تعریف بے شک تعریف ہے کہ کس مسلمان کی جب تک وہ مسلمان ہے، اور کوئی کلمہ کفر یہ اس سے سرزد نہیں ہوا، کبھی آپ نے تکفیر نہ کی۔ مگر یہ کوئی خصوصیت حضرت استاذ الاساتذہ کی نہیں۔

یہ صفت اور تعریف کل علماء و زہاکثر علمائے کرام کی ضرور ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ باوجود کلمہ کفر، پھر بھی اسے کافر نہ کہا اور زبان دبائے رہے، تو میں نہیں سمجھتا کہ یہ کس طرح تعریف و توصیف کے شمار میں آسکتی ہے؟ جبکہ خداوند عالم نے علمائے عہد لیا ہے کہ جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو اسے حق بیان کر دینا، چھپانا نہیں: واذ اخذ اللہ عیثاق الذین او تو الکتب لتبینہ للناس ولا تکتونہ ہو سکتا ہے کہ جناب صدر الصدور صاحب اپنے استاذ کی یہ تعریف پسند کرتے ہوں اور ضرور پسند کرتے ہیں، جب تو لکھا اور چھاپ کر شائع کیا۔ لیکن میں اپنے استاذ الاساتذہ کی یہ تعریف کرنا کسی طرح پسند نہیں کرتا ہوں کہ سب مسائل تو بیان فرمادیا

کرتے تھے، اور مطابق شرع شریف فتویٰ دیا کرتے۔ لیکن جب کسی مسئلہ کفریہ سے سوال ہوتا تو خاموشی اختیار فرماتے، زبان دبالیٹے۔ آیت قرآنیہ مسطور بالا کے خلاف کرتے، عہد الہی کو پس پشت ڈال دیتے۔ حدیث شریف میں ہے کہ الساکت عن الحق شیطان اخرس حق سے سکوت کرنے والا گونگا شیطان ہے۔ اس حدیث شریف کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

ہاں! یہ دوسری بات ہے کہ کسی شخص نے ان سے کسی کے اقوال کفریہ پیش کر کے اس کا حکم پوچھا ہی نہیں۔ اس لیے آپ نے کسی کی تکفیر نہ کی۔ ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ کوئی مسئلہ ایسا پوچھا جائے، جس کا جواب شرعی یہ ہے کہ ایسا شخص کافر ہو، مگر حضرت استاذ الاساتذہ نے معاذ اللہ غلط جواب دیا ہو، اور کلمات کفریہ کے صدور کے بعد بھی مسلمان بتایا ہو، یا جواب سے اعراض و سکوت کیا ہو۔ اور کبھی کسی کی تکفیر نہ کرنا کیونکر قابل تعریف بات ہو سکتی ہے؟ جب خداوند عالم نے تکفیر کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکفیر کی۔ صحابہ کرام نے تکفیر کی۔ تابعین عظام نے تکفیر کی۔ ائمہ اسلام، مجتہدین مذاہب اربعہ نے تکفیر کی۔ حضرت عزحق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے: یحلفون بالله ما قالوا ولقد کلمة الکفر و کفرو بعدا سلامہم خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے کلمہ کفریہ نہ کہا اور البتہ بیشک وہ کلمہ کفر بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہو گئے۔

اس آیت میں و کفرو بعدا سلامہم ہر وقت یاد رکھنے کے قابل ہے۔ ابن جریر و طبرانی و ابوالشیخ و ابن مردویہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پیڑ کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ ارشاد فرمایا:

عنقریب ایک شخص آئے گا کہ تمہیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا، وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا۔

کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کرنجی آنکھوں والا سامنے سے گزرا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا:

تو اور تیرے رفیق کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لفظ بولتے ہیں؟

وہ گیا، اور اپنے رفیقوں کو بلا لایا۔ سب نے آ کر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا۔ پھر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے گستاخی نہ کی، اور بے شک ضرور یہ کفر کا کلمہ بولے، اور تیری شان میں بے ادبی کر کے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ کلمہ کفر ہے، اور اسے کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ لاکھ مسلمانی کا مدعی، کروڑ بار کا کلمہ گو ہو۔

اور فرماتا ہے: ولئن سئلتہم ليقولن انما کنا نخوض ونلعب قل ابالله وایة ورسوله کنتم تستهزونن لا تعذبون اقد کفرتم بعد ایمانکم اور اگر تم ان سے پوچھو تو بے شک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے۔ تم فرما دو: کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ہو اپنے ایمان کے بعد۔

ابن ابی شیبہ و ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاکم و ابوشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں: انه قال فی قوله تعالیٰ: ولئن سئلتہم ليقولن انما کنا نخوض ونلعب قال رجل من

المنافقین یحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادی کذا و کذا او ما یدریہ بالغیب . یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی، اس کی تلاش تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے۔ اس پر ایک منافق بولا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے محمد غیب کیا جانیں؟ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ کیا اللہ ورسول سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ۔ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہو گئے۔

(ملاحظہ ہو تفسیر امام ابن جریر مطبع مصر جلد دہم ص ۱۰۵ اور تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی جلد سوم ص ۱۵۲)

حدیثوں میں جو کفر کے فتوے دیے گئے ہیں، اگر ان سب کو جمع کیا جائے، تو ایک جز سے زائد ہو، نہ اجصا کی ضرورت، نہ

اس کی فرصت۔ چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

☆ من اتی عرافا او کاهنا فصدقه بما یقول کفر انزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(رواہ الامام احمد والحاکم عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ من اتی کاهنا فصدقه بما یقول او اتی امرأة حائضا او اتی امرأة فی دبرها فقد برئ بما

انزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(رواہ الامام احمد و ابو داود والترمذی والنسائی و ابن ماجہ)

☆ من اتی کاهنا فسأله عن شیء حجبت عنه التوبة اربعین لیلۃ فان صدقه بما قال کفر

(روایۃ طبرانی فی الکبیر عن وائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر جہارا

(رواہ الطبری فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ من حلف بغير الله فقد اشرك

(رواہ الامام احمد والترمذی والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

☆ من کذب بالقدر فقد کفر بما جنت به

(رواہ عدی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

صحابہ کرام کا کفر کا فتویٰ دینا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد و دیگر صحابہ کرام کے اجماع سے ایمن و روشن کہ آپ نے منکر زکوٰۃ کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا، اور ان پر جہاد کو کفار ترک و دہلیم پر جہاد کے مثل قرار دیا۔

فقہائے کرام حنفیہ کے فتاویٰ کفر دیکھنا ہو تو فتاویٰ عالم گیری و شرع فقہ اکبر ملا علی قاری میں موجبات کفر کی بحث دیکھیے۔

پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک عالم کے لیے خلاف طریقہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام و فقہائے عظام

روش کیونکر قابل مدح و ستائش ہو سکتی ہے؟

بات اصل یہ ہے کہ زمانہ میں دو ذہنیت کے انسان ہیں۔ بعض نرم طبیعت کے ہیں۔ ان کے خیال میں ہے کہ کوئی کیسا ہی ہو، ہم کیوں اپنی زبان یا قلم سے ایسا حکم لکھیں، جو اس کی تکلیف اور دل آزاری کا سبب ہو۔ اور بعض کا خیال ہے کہ ہم با اختیار نہیں ہیں، ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ عقائد سے لے کر اعمال، طہارت کے مسائل سے فرائض تک جو مسئلہ مجھ سے پوچھا جائے گا، اس کا جواب دینا ہم پر فرض ہے۔ اس میں کسی شخص کی دل آزاری اور خوشنودی کے خیال سے بڑھ کر حضرت عزت سبحانہ و تعالیٰ کی خوشی اور اس کی طرف کی ذمہ داری ہے اور اگر نہ کیا جائے تو دین میں سخت فتنہ انگیزی ہوگی۔ جس مصلحت سے حضرات محدثین کرام نے رواد کی جرح کی ضرورت جانی، کہ بے رورعایت کذاب، وضاع، متہم، مختلط، سئی الحفظ، کثیر الوہم، جو جیسا ہو اس کو بیان کر دیں اس میں رورعایت نہ کریں، ورنہ دین میں رخنہ اندازی ہوگی۔ اسی طرح سے یہ جماعت نہ ان لوگوں کو ذلیل اور بدنام کرنے کی نیت سے، بلکہ ان کی صحیح حالت بتا کر دوسرے مسلمان بھائیوں کو ان کے شر سے بچانا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

اترعون عن ذکر الفاجر متی يعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذره الناس کیا اورع سمجھتے ہو فاجر کے ذکر سے، کب اسے لوگ پہچانیں گے؟ ذکر کرو فاجر کو اس وصف کے ساتھ جو اس میں ہے۔ تاکہ لوگ اس سے بچیں۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الفیة الحکیم منہم فی نواذر الاصول والحاکم فی المستدرک والشیرازی فی الالقاب وابن عدی الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی السنن والخطیب البغدادی عن بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ۔

یہ وجہ صاف صاف ان کے حکم خداوندی کو بیان کر دینے کی ہے کہ اگر توفیق رفیق ہو تو توبہ کر کے دائرہ اسلام یا اورع و تقویٰ میں آئیں۔ ورنہ دوسرے مسلمان اس کی ضلالت اور بے دینی کا شکار ہونے سے بچیں گے۔ جب فاجر کے ذکر کی یہ ترغیب ہے، تو کافر کے کفر پر پردہ ڈالنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ علاوہ بریں کسی شخص کی یہ تعریف کرنا کہ اس نے ہر اچھے برے کو اچھا ہی سمجھا، تمام گورے کالے کو گورا ہی جانا، کسی کو برانہ کہا، نہ کسی کو کالا کہا، کم از کم میری سمجھ سے باہر ہے۔

اسی لیے میں اپنے استاذ اور شیخ پیر مرشد مجدد ملت حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، جناب مولانا مولوی حاجی حافظ قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی نہ یہ تعریف کرتا ہوں، نہ ایسی تعریف کرنا پسند کرتا ہوں، اور اگر اثر زمانہ سے متاثر ہو کر میں یہ تعریف کروں کہ انہوں نے کسی کی تفسیق، تہلیل، تکفیر نہ کی، تو واقعہ کے خلاف، اور ان کے اصل کمال پر پردہ ڈالنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر حقائق اشیا کما می علیہ فی نفس الامر ظاہر کر دیا تھا، جو جیسا ہے، ویسا ہی ان کو دکھا دیا تھا۔ اس لیے وہ جس طرح اللہ کو ایک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا، اور خاتم الانبیاء رسول، قرآن شریف کو الہی کتاب، فرشتوں کو معصوم مخلوق، دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی آدم سے عیسیٰ علیہ السلام تک خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول مانتے تھے۔ اولیائے

کرام، صلحا، سالکین، فانیین، وواصلین، نجبا، نقبا، ابدال، بدلا، اوتاد، امامین، قطب، غوث، صدیق کو اعلیٰ فرق مراتب، خداوند عالم کے مقبول بندے مانتے اور تقریر و تحریر میں ان کے رتبہ کے مطابق ان کی تعظیم و توقیر کرتے، اور مخالفین کی پرواہ نہ کرتے کہ ان کی تعظیم و توقیر تعریف و توصیف کی وجہ سے وہ جلیں گے، میری مخالفت کریں گے۔ اسی طرح فاسق، فاجر، تارک الصلوٰۃ، داڑھی منڈے، شرابی، جواری، بد مذہب، بد دین، مفسق، تفضیلیہ، نواصب، روافض، خوارج، ندویہ، وہابیہ، دیوبندیہ، قادیانیہ، گاندھویہ، نیچریہ، نصاریٰ، آریہ اور ہنود سے کبھی محبت و الفت، بروموالات، تعظیم و توقیر، تعریف و توصیف نہ فرمائی اور نہ ان کے موافقین و معتقدین کی کوئی پرواہ کی کہ وہ لوگ ہمیں برا سمجھیں گے، بے قدری کریں گے، نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھیں گے، بلکہ تحریر میں، تقریر میں، جب کبھی موقع ہو اور ضرورت پڑی بے تامل، بلا لحاظ مصلحت بنی، و مال اندیشی، جو حکم شرعی جس کا تھا، یا جس مسئلہ میں جس کی روڈ کی ضرورت جانی، روڈ کیا۔ تصنیفات کا یہ حصہ انہیں لوگوں کے روڈ جواب پر مشتمل ہے۔

اعلیٰ حضرت کا مسلک محبت و عداوت میں بالکل اس حدیث کا آئینہ تھا: من احب لله و ابغض لله و اعطى الله و منع الله فقد استكمل الايمان جس نے محض اللہ کے لیے محبت کی (جس سے بھی محبت کی) اور اللہ ہی کے لیے عداوت کی (جس سے بھی عداوت کی) اور (جس کو جو کچھ دیا وہ) اللہ ہی کی رضا کے لیے دیا اور جس کو منع کیا وہ بھی اللہ ہی کے لیے، اس نے اپنے ایمان کو کامل کیا۔ رواہ ابو داؤد عن ابی امامہ الترمذی عن معاذ بن جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
دوسری حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اوحى الله تعالى نبي من الانبياء ان قل لفلان العابد اما زهدك في الدنيا فتعجلت راحة لنفسك واما انقطا عك الى فتعذرت به فما لي عليك قال يا رب وما لك على قال هل واليت لي وليا او عاديت لي عدوا يعني اللہ عزوجل نے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کو وحی بھیجا کہ فلاں عابد سے کہہ دیجیے کہ تیرا دنیا میں زہد اختیار کرنا، تو اس سے تو نے اپنے نفس کی راحت جلد حاصل کر لی اور دنیا سے کٹ کر میری طرف متوجہ ہونا تو اس ذریعہ سے تو عزت حاصل کر لی، تو جو حق میرا تجھ پر ہے اس کے بارے میں تو نے کیا کیا؟۔ عابد نے کہا، اے میرے رب! اور تیرا حق مجھ پر کیا ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ کیا میرے لیے کسی شخص سے تو نے دوستی کی، اور میرے لیے کسی شخص کو دشمن بنایا؟ رواہ ابونعیم فی الحلیة والخطب فی التاريخ وغیرہ فی غیرہ عن بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔



[۳۵] شتی [۵]

یعنی علوم و فنون متفرق و مختلف میں، یعنی ان کتابوں کو کسی خاص فن سے تعلق نہیں بلکہ عام اور مفید امور سے اس کا تعلق ہے۔
اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی اس فن میں پانچ کتابیں ہیں:

[۵۸] (۱) جاہ القصیدہ البغدادیہ ملقب بہ الزمزمۃ القمریۃ فی الذب عن الخمریۃ .

قصیدہ غوثیہ شریف جس کا مطلع

سقانی الحب کاسات الوصول

فقلت لخمرتی نحوی تعالیٰ

ہے، بعض جاہلوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے (اس پر) جاہلانہ اعتراضات شعری و نحوی وغیرہ کا کیا تھا، یہ اس کا مسکت جواب ہے۔

[۲۱۶] (۲) اتیان الارواح لدیارہم بعد الرواح

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مرنے کے بعد روح دنیا سے بالکل بے تعلق ہو جاتی ہے، اور وہ اچھی ہے تو علیین میں، اور بری ہے تو سجین میں رہتی ہے، دنیا میں نہیں آسکتی۔ یہ اس کا مدلل رد ہے۔ خصوصاً اچھی روحیں مرنے کے بعد آزاد ہو جاتی ہیں، اور ان کو پورا اختیار دیا جاتا ہے، سیر کرتی ہیں، جہاں چاہتی ہیں۔ دنیا میں بھی آتی ہیں، اور اپنے مریدوں کی مدد کرتی ہیں۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے حضرت شاہ ابوالرضا کے متعلق لکھا ہے۔

[۲۶۸] (۳) نور عینی فی الانتصار للامام العینی

امام عین کے ایک کلام پر احسن الفوائد والے کے اعتراض کا رد اور اس کی متعدد کا اظہار۔

[۲۷۱] (۴) مرتجی الاجابات لدعاء الاموات

اس کا ثبوت کہ مردے بھی دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا قبول ہوتی ہے۔

[۳۰۴] (۵) فتح خیبر

تفضیلیہ کی پارٹی، جو بصدارت مولانا محمد حسین سنبللی مناظرہ کے لیے آئی تھی، اس کا فرار۔



تصانیف باعتبار موضوع

[۳۶] تردید نصاریٰ [۳]

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے بے شمار انبیائے کرام بھیجے۔ جن میں بعض کا تذکرہ قرآن شریف اور حدیثوں میں آیا ہے، اور اکثر کا تذکرہ ان میں نہیں ہے۔ ان انبیاء میں اکثر پر صحیفے نازل ہوئے، اور چار نبی اولوالعزم پر چار بڑی کتابیں اتاریں۔ توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، اور قرآن شریف سید المرسلین آقائے دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امتوں کو عیسائی اور نصاریٰ کہتے ہیں۔

اس زمانے میں اصل انجیل کہیں نہیں ہے۔ ہاں! مختلف زمانوں میں جو ترجمے ہوئے ہیں، انہیں کا وجود ہے، اور ان میں زیادہ مشہور و مروج چار انجیلیں ہیں، جو درحقیقت مسیح علیہ السلام کی سیرت ہے، جسے ان کے چار ماننے والے، متی، لوقا، مرقس، اور یوحنا نے جمع و ترتیب دیا ہے۔ ان میں سوائے یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام کے اور متی کے باقی دو نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تک نہیں۔ متی نے بھی اسی سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جس سال آسمان پر اٹھائے گئے، اور اس نے اس کتاب کو شہر سکندریہ میں اپنے ہاتھ سے لکھا، اور اس میں واقعات و ولادت و معجزات و حالات وغیرہ کا بیان کیا۔

عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق لوقا نے نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پایا، اور نہ ان کو دیکھا۔ وہ تو بعد رفع عیسیٰ علیہ السلام بولص کے ہاتھ پر نصرانی ہوا۔

اسی طرح مرقس نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ دیکھا۔ وہ بھی رفع کے بعد پیر و حواری کے ہاتھ پر نصرانی ہوا، اور اسی سے انجیل شہر رومہ میں پڑھا، اور اس نے اپنے تینوں اصحاب کے خلاف واقعات لکھے ہیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانہالی رشتہ دار خاص تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شادی میں شریک ہوئے، اور نصاریٰ کے بقول اپنے معجزہ سے پانی کو شراب کر دیا، اور یہ سب سے پہلا معجزہ تھا، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ظاہر ہوا تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جب یہ معجزہ دیکھا، تو دنیا سے برداشتہ خاطر ہوئے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین اور سیاست دونوں کے تابع ہو گئے۔ یہ چوتھے شخص ہیں، جنہوں نے انجیل لکھا۔ لیکن انہوں نے شہر فسوس میں یونانی زبان میں لکھا تھا۔

کچھ نصاریٰ الوہیت کے قائل اور بعض انبیاء کی نبوت کا بھی اقرار کرتے ہیں۔ لیکن جمہور نصاریٰ خالص توحید کے قائل

نہیں، بلکہ تثلیث کے معتقد ہیں۔ اب، ابن، روح القدس کو خدا مانتے ہیں۔

اصحابِ یورپ جو اسکندریہ کا پادری تھا، ان کا عقیدہ توحید کا ہے اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندہ اور مخلوق ہیں۔ اللہ کے کلمہ ہیں۔ یہ شخص قسطنطین اول بانی قسطنطنیہ کے زمانہ میں تھا۔ اصحابِ بولس جو انطاکیہ کا پادری تھا، ان لوگوں کا عقیدہ بھی توحید کا ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ لوگ دیگر انبیاء کی طرح خدا کا بندہ، اور خدا کا رسول جانتے ہیں، اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں، کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے پیٹ سے بغیر واسطہ کسی مرد کے پیدا کیا۔ اصحابِ مقدونیوس بھی توحید کے قائل ہیں۔ اس کا زمانہ بانی قسطنطنیہ کے بیٹے کا زمانہ ہے، اور وہ اس زمانے میں قسطنطنیہ کا پادری تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بندہ، انسان، اور دیگر انبیاء کے کرام کی طرح یہ لوگ خدا کا رسول مانتے تھے۔ مگر اب ان لوگوں کا وجود نہیں۔ نہ ایسے عقیدے والے مشہور و معروف ہیں۔ ممکن ہے کہ شاذ و نادر کوئی کسی جگہ حق اعتقاد رکھنے والا نصرانی ہو۔

ورنہ اس زمانے میں جتنے نصاریٰ ہیں، وہ سب تثلیث کے قائل ہیں، فاسد العقیدہ لوگ ہیں اور وہ تین فرقے پر منقسم

ہیں۔

اول: ملکانیہ، اس مذہب کے ماننے والے تمام لوگ نصاریٰ ہیں۔ اسی مذہب والے حبشہ، نوبہ، افریقہ، صقلیہ، اندلس اور جمہور شام کے لوگ ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے اللہ اب، ابن، روح القدس ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کامل انسان، کامل خدا ہیں۔ انسان عیسیٰ کو صولی دیا گیا، اور قتل کیا گیا، اور خدا عیسیٰ کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔ حضرت مریم نے خدا اور انسان دونوں کو جنا، اور یہ دونوں معاً ایک شی ہیں تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔

دوم: نسطوریہ، ان کا عقیدہ بھی ملکانیہ ایسا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ وہ لوگ اس کے قائل نہیں ہیں، کہ حضرت مریم نے خدا کو جنا، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ انسان کو جنا، اور اللہ نے اللہ کو جنا۔ اس فرقہ کے لوگ زیادہ موصل، عراق، فارس، خراسان میں ہیں۔ یہ لوگ نسطور کی طرف منسوب ہیں، جو قسطنطنیہ کا پادری تھا۔

سوم: یعقوبیہ، ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح بعینہ اللہ ہیں۔ اس کو یہودیوں نے صولی دیا، اور قتل کر دیا۔ تین دن تک دنیا بلا مدبر رہی، اور اسی طرح تین دن تک آسمان بھی بلا مدبر رہا۔ پھر تین دن کے بعد اللہ کھڑا ہو گیا، اور اپنی جگہ آ گیا۔ اللہ تعالیٰ حادث ہو گیا، اور حادث قدیم ہو گیا، اور اللہ ہی حضرت مریم کے پیٹ میں تھا۔ اس مذہب والے مصر اور نوبہ حبشہ کے لوگ ہیں۔ یہ فرقہ یعقوب برزغانی راہب قسطنطنیہ کی طرف منسوب ہے۔

ان تینوں فرقوں کے عقیدے ایسے گندے اور گھناؤنے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کا ذکر قرآن شریف میں نہ فرماتا: لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ہوا للمسیح بن مریم اور ان اللہ ثالث ثلثہ اور أنت قلت للناس اتخذونی وامی الہین

من دون اللہ تو کسی مومن کی زبان پر ایسے شنیع و خبیث کلمات نقل بھی نہ آتے۔ (ملل و نحل ابن حزم جلد اول ص ۴۹)

عیسائیوں کی تردید میں اعلیٰ حضرت کی تین کتابیں ہیں:

[۱۲۳] (۱) الصمصام علی مشکک فی آیة علوم الارحام

[۲۰۴] (۲) نیل مؤردہ آراو کیفر کفران نصاریٰ

[۳۳۷] (۳) ہدم النصرانی والتقسیم الایمانی

[۳۷] [۱] تردید ہنود

یہ پرانے باشندے ہندوستان کے ہیں۔ ان کے عقائد عجیب و غریب ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے ہنود کی تردید میں ایک کتاب تصنیف فرمائی:

[۱۲] انفس الفکر فی قربان البقر

[۳۷] [۲] تردید آریہ

آریہ سماج ہندوؤں ہی کا ایک فرقہ ہے، جس کی بنیاد ویانند سرتی نے ڈالی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے آریہ کی تردید میں دو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں:

[۳۳۷] (۱) پردہ در امرتسری

[۳۵۰] (۲) کیفر کفر آریہ

[۳۹] [۷] تردید نیچریہ

یہ فرقہ نیچر کی طرف منسوب ہے، یعنی طبیعت۔ ان کا عقیدہ ہے کہ کوئی چیز مقتضائے طبیعت کے خلاف، کسی صورت، کسی

حالت، کسی وجہ سے نہیں ہو سکتی۔ اسی لیے یہ لوگ معجزات کے قائل نہیں کہ یہ خلاف نیچر، خلاف فطرت ہے۔ اس فرقہ کے بانی کا

نام سرسید احمد خان دہلوی مسکن، علی گڑھی مدفن ہے۔ ان کی ولادت ۵ ذی الحجہ ۱۲۳۲ھ مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دلی میں ہوئی۔

۱۸۵۷ء میں جبکہ گورنمنٹ برطانیہ مسلمانوں سے سخت بدظن تھی۔ انہوں نے ایسی ترکیبیں کیں، جن سے گورنمنٹ کے

خیالات درست ہوئے، اور اس وقت سے مسلمانوں کی دنیوی بہبود میں بہت سرگرمی سے حصہ لینا شروع کیا، اور علی گڑھ میں

ایک انگریزی تعلیم گاہ کی بنیاد ڈالی، جو ترقی کرتے کرتے، آج یونیورسٹی کی حیثیت میں قوم کے سامنے موجود ہے، جس میں ہر قسم

کے علوم و فنون کی اعلیٰ تعلیم کا سامان ہے، جو آج مسلمانوں کی ایک مایہ ناز انگریزی تعلیم گاہ ہے۔

ان سب باتوں کے باوجود سخت افسوس ناک اور حسرت سے لکھے جانے کی یہ بات ہے کہ سرسید نے اپنے اجتہاد اور

ریفارمری کے زعم میں دینیات میں بھی قطع برید شروع کی، اور ایسی باتیں اپنی تصنیفات و تحریرات میں لکھیں، جن سے عام علماء

ان سے علیحدہ ہو گئے، اور ان کو مخرب دین و ایمان سمجھا۔ ان مسائل کی ایک فہرست ان کے بڑے معتقد اور سوانح نگار الطاف

حسین حالی نے حیات جاوید جلد ۲، ص ۳۸ پر سپرد قلم کیا ہے۔ ان میں کی بعض باتیں یہاں لکھی جاتی ہیں:

[۱] اجماع حجت شرعی نہیں۔

[۲] قیاس حجت شرعی نہیں۔

[۳] تقلید واجب نہیں۔

[۴] قرآن کا کوئی حکم دوسری آیت سے منسوخ نہیں ہوا۔

[۵] شیطان یا ابلیس کا لفظ جو قرآن مجید میں آیا ہے اس سے کوئی وجود خارج عن الانسان مراد نہیں۔

[۶] طیور منخفہ جن کو نصاریٰ نے گلا گھونٹ مار ڈالا ہو مسلمانوں کو ان کا کھانا حلال ہے۔

[۷] سوائے ان کفار و مشرکین کے جن کا ذکر آیت کریمہ انما ینہکم اللہ الایۃ میں ہے، تمام کفار و مشرکین سے دوستی و

موالات کرنا جائز ہے۔

[۸] وضع و لباس وغیرہ میں کفار کے ساتھ تشبہ شرعاً ممنوع نہیں۔

[۹] معراج اور شق صدر دونوں روایا میں واقع ہوئے نہ بیداری میں۔ کیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور کیا مسجد اقصیٰ سے

آسمانوں تک۔

[۱۰] ملک یا ملائکہ کے جو الفاظ قرآن میں وارد ہوئے ہیں۔ ان سے یہ مراد نہیں کہ وہ کوئی جدا مخلوق انسان سے بالاتر

ہے۔ بلکہ خدائے تعالیٰ نے جو مختلف قوی اپنی قدرت کاملہ سے مادہ میں ودیعت کئے ہیں، انہیں کو ملائکہ یا ملائکہ کے لفظ سے تعبیر

کیا گیا ہے۔

[۱۱] آدم اور ملائکہ اور ابلیس کا قصہ جو قرآن میں بیان ہوا ہے، یہ کسی واقعہ کی خبر نہیں، بلکہ یہ ایک تمثیل ہے۔

[۱۲] معجزہ دلیل نبوت نہیں ہو سکتا۔

[۱۳] قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی معجزہ کے صادر ہونے کا ذکر نہیں۔

[۱۴] آیہ میراث سے وصیت کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔ پس جو وصیت وارث کے حق میں کی جائے، وہ نافذ ہے۔

[۱۵] قرآن میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے، جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہو۔

[۱۶] شہدا کی نسبت جو قرآن میں آیا ہے کہ ان کو مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ درحقیقت زندہ

ہیں۔

[۱۷] صور کا لفظ جو قرآن میں متعدد جگہ آیا ہے، اس سے فی الواقع کوئی آلہ مثل زنگے، یا سنگھ یا ترتی، یا قرنا مراد نہیں

ہے، بلکہ یہ محض استعارہ ہے۔

[۱۸] خدائے تعالیٰ کی ذات و صفات اور اسماء و افعال کے متعلق جو کچھ قرآن و حدیثوں میں بیان ہوا ہے، وہ سب بطریق

مزانج و استعارہ و تمثیل کے بیان ہوا ہے اور اسی طرح معاد کے متعلق جو کچھ بیان ہوا ہے۔ جیسے بعث و نشر، حساب و کتاب، میزان، صراط، جنت، دوزخ وغیرہ وغیرہ وہ بھی سب مجاز پر محمول ہے، نہ حقیقت پر۔

[۱۹] قرآن میں جو خدا کا آسمان وزمین کو چھ دن میں پیدا کرنا بیان ہوا ہے، اس سے کسی واقعہ کی خبر دینا مقصود نہیں ہے۔

[۲۰] خدا کا دیدار کیا دنیا میں کیا عقلمندی میں، نہ ان ظاہری آنکھوں سے ممکن ہے، نہ دل کی آنکھوں سے۔

[۲۱] قرآن مجید میں جو جنگ بدر و حنین کے بیان میں فرشتوں کی مدد کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے ان لڑائیوں میں فرشتوں کا

آنا ثابت نہیں ہوتا۔

[۲۲] حضرت عیسیٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا قرآن کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا۔

[۲۳] کوئی امر عادت الہی یا قانون طبعی کے خلاف کبھی وقوع میں نہیں آتا۔

[۲۴] نبوت کا ملکہ نبی کی اصل فطرت میں ودیعت ہوتا ہے۔ اسی لیے جو وحی اس پر نازل ہوتی ہے، وہ کسی ایچی یا

قاصد (یعنی فرشتہ) کی وساطت سے نازل نہیں ہوتی، بلکہ خود بخود ایک چیز اس کے دل سے اٹھتی ہے، اور اسی پر گرتی ہے۔

[۲۵] قرآن سے جنات کا ایسا وجود، جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ہوائی آگ کے شعلہ سے پیدا ہوئے ہیں، اور ان

میں مرد و عورت دونوں ہوتے ہیں، جس شکل میں چاہتے ہیں، ظاہر ہو سکتے ہیں، ثابت نہیں ہوتا۔

آگے حالی صاحب لکھتے ہیں۔

ہاں! چند اختلاف سرسید نے علمائے سلف سے ایسے کیے ہیں، جن میں ظاہر اوہ منفرد معلوم ہوتے ہیں۔ وہ اختلاف یہ

ہیں۔

[۱] اسلام نے غلامی کو ہمیشہ کے لئے موقوف کر دیا۔

[۲] دعا ایک قسم کی عبادت ہے، پس دعا کے مستجاب ہونے سے اس مطلب کا جس کے لیے دعا کی جاتی ہے، حاصل ہونا

مراد نہیں۔

[۳] آیت یا آیات بینات کے الفاظ جو قرآن مجید میں جا بجا آئے ہیں، ان سے وہ احکام یا مواضع و نصح مراد ہیں، جو

خدائے تعالیٰ نے بذریعہ وحی کے آپ پر نازل کیے، نہ معجزات، جیسا کہ عموماً علمائے کرام نے بیان کیا ہے۔

[۴] سارق کے لئے قطع ید کی سزا، جو قرآن میں بیان ہوئی ہے، لازمی نہیں ہے۔

[۵] قرآن میں جن اور اجنہ کے الفاظ سے چھپے ہوئے یا پہاڑی یا صحرائی لوگ مراد ہیں، نہ کہ وہی مخلوق، جو دیو اور بھوت

وغیرہ کے الفاظ سے مفہوم ہوتی ہے۔

[۶] سورہ فیل (الم تر کیف) میں جن الفاظ سے اصحاب فیل پر ابابیل کا کنکریاں پھینکنا مراد لیا جاتا ہے، وہ درحقیقت

مرض چچک سے استعارہ ہے۔

[۷] حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور تمام انبیائے کرام سابقین کے قصوں میں جس قدر واقعات بظاہر خلاف قانون فطرت معلوم ہوتے ہیں، جیسے ید بیضاء، عصا کا اڑدھابن جانا، فرعون اور اس کے لشکر کا غرق ہونا، خدا کا موسیٰ سے کلام کرنا، پہاڑ پر تجلی کا ہونا، گوسالہ سامری کا بولنا، ابر کا سایہ کرنا، من و سلویٰ کا اترنا، یا عیسیٰ کا گہوارہ میں بولنا، خلق طیر، اندھوں اور کوڑھیوں کو چنگا کرنا، مردوں کو زندہ کرنا، مادہ کا نزول وغیرہ وغیرہ ان کی تفسیر میں جو کچھ سرسید نے لکھا ہے، وہ غالباً پہلے کسی مفسر نے نہیں لکھا۔

اس کے بعد حالی صاحب نے مولوی امداد العلی صاحب کے، تین استفتا ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں بھیج کر سرسید کے کفر و ارتداد کے فتویٰ حاصل کرنے کا ذکر کیا ہے، اور ان استفتاؤں کی تفصیل لکھی ہے۔ اور پھر لکھا ہے کہ یہ تمام فتوے اور استفتے مولوی امداد العلی نے اپنے ایک رسالہ کے اخیر میں جس کا نام: امداد الآفاق برجم اہل نفاق بجواب پرچہ تہذیب الاخلاق ہے، چھاپ کر اس رسالہ کو تمام ہندوستان میں مفت تقسیم کیا تھا۔

اس کی ایک جلد ہماری نظر سے بھی گزری ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے جتنے فرقے ہندوستان میں ہیں، کیا سنی، کیا شیعہ، کیا غیر مقلد، کیا وہابی (دیوبندی) نسب فرقوں کے مشہور اور غیر مشہور عالموں اور مولویوں کی ان فتووں پر مہر یا دستخط ہیں، اور، خاص کر سنی مولویوں میں سے اکثر نے بہت شرح و بسط کے ساتھ جوابات لکھے ہیں۔ پھر (حالی نے) مولوی کریم اللہ صاحب دہلوی اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے فتاویٰ کے کچھ فقرے بطور نمونہ نقل کیا ہے۔ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے فتویٰ کی عبارت منقولہ یہ ہے:

وجود شیطان اور اجنہ کا منصوص قطعی ہیں اور منکر اس کا شیطان ہے۔ بلکہ اس سے بھی زائد، کیونکہ خود شیطان کو بھی اپنے وجود سے انکار نہیں۔ اور وجود آسمان منصوص قرآنی ہے، منکر اس کا بتلائے وسواس شیطانی ہے۔ حرمت محققہ بطور منصوص کلام رب غفور ہے۔ اور سلف سے تا خلف اتفاق اس پر ماثور ہے۔ انکار اس کا موجب گمراہی و فجور ہے۔ مذہب نیچر خدا جانے کیسی بلا ہے؟ ہر متشرع اور متدین کو اس کے قبول سے ابا ہے۔ ہر مسلمان کو حق جل شانہ اتباع شریعت محمدیہ پر قائم رکھے، اور مذہب نیچر اور مشرب بدتر سے محفوظ رکھے، جو شخص کہ اعتقادات اس کے فاسدہ ہیں، جو کہ سوال میں مسطور ہوئے ہیں، وہ شخص مخرب دین، ابلیس لعین کے وسوسے سے صورت اسلام میں تخریب دین محمدی کی فکر میں ہے، اور بنام تجدید مدرسہ جدیدہ افساد شریعت اس کو منظور نظر ہے۔ جو چیزیں کہ اس کے نزدیک موجب تہذیب ہیں اہل سنت کے نزدیک باعث تخریب ہیں۔ فالحنند الحند یا ایہا المسلمون والہرب یا ایہا المؤمنون۔

تعب اور افسوس کا مقام ہے کہ خود سرسید کے معتقدین مخلصین کے نزدیک ان کے اقوال ایسے ہیں، جو آج تک علماء اسلام میں کوئی اس کا قائل نہیں۔ پھر ان اقوال و افعال پر ہندوستان کے تمام علما نے تکفیر کی۔ مگر سرسید نے ان کی طرف توجہ نہ کی، اور نہ اپنے کفریات سے توبہ کیا۔ اور اسی حال میں ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء کورات کے دس بجے حاجی اسمعیل خان کی کوٹھی میں وفات پائی،

اور ۲۸ مارچ کو قبیل مغرب مسجد مدرسہ العلوم کی شمالی پہلو میں ان کو دفن کیا گیا۔
اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدسی سرہ العزیز نے سات کتابیں نیچر یہ کی تردید میں تصنیف فرمائیں:

[۱۴۰] (۱) لمعة الضحیٰ فی اعفاء اللہی

[۱۶۳] (۲) فتاویٰ الحرمین برجف ندوة المین

[۱۶۴] (۳) ترجمة الفتویٰ وجہ ہدم البلویٰ

[۱۶۵] (۴) خالص فوائد فتویٰ

[۲۵۳] (۵) تمہید ایمان بآیات قرآن

[۳۱۸] (۶) غزوه لہدم سماك دار الندوه

[۳۴۸] (۷) پردہ در امر تری

[۴۰] تردید قادیانیہ [۶]

قادیانیہ صفت فرقہ یا جماعت کی ہے۔ یہ قادیان کی طرف منسوب ہے۔ جو ضلع گرداس پور پنجاب میں ایک مشہور قصبہ ہے۔ یہ لاہور سے تھمینا پچاس (۵۰) کوس گوشہ شمال میں واقع ہے۔
(اس فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد نے) اپنی خودنوشت میں لکھا ہے:

جب والد صاحب کا انتقال ہو، مجھے ایک خواب میں بتلایا گیا تھا کہ اب اس کے انتقال کا وقت قریب ہے۔ جب مجھے یہ الہام ہوا یعنی والد صاحب کی وفات کے متعلق تو بشریت کی وجہ سے مجھے خیال آیا کہ بعض وجوہ آمدنی والد صاحب کی زندگی سے وابستہ ہیں، پھر نہ معلوم کیا کیا ابتلا ہمیں پیش آئے گا۔ تب اسی وقت یہ دوسرا الہام ہوا: اَلَيْسَ اللهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ اور میرے والد صاحب اسی دن بعد غروب آفتاب فوت ہو گئے۔ غرض میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد صاحب کے گزری۔ ایک طرف ان کا دنیا سے اٹھایا جانا تھا، اور ایک طرف بڑے زور و شور سے سلسلہ مکالمات الہی کا مجھ سے شروع ہوا۔ میں کچھ بیان نہیں کر سکتا کہ میرا کون سا عمل تھا، جس کی وجہ سے یہ عنایت الہی شامل حال ہوئی۔ البتہ روزہ میں بہت رکھا کرتا تھا، اور کھانے کو کم کرتا گیا، یہاں تک کہ صرف چند تولہ روٹی میں سے آٹھ پہر کے بعد میری غذا تھی۔ غالباً آٹھ یا نو ماہ تک میں نے ایسے ہی کیا، اور اس قسم کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے، وہ لطیف مکاشفات ہیں، جو اس زمانہ میں میرے اوپر کھلے۔ لیکن روحانی سختی کشی کا حصہ ہنوز باقی تھا۔ سو وہ حصہ ان دنوں میں مجھے اپنی قوم کے مولویوں کی بدزبانی اور بد گوئی اور تکفیر اور توہین اور ایسا ہی دوسرے جہلا کے دشنام اور دل آزاری سے مل گیا۔ اور جس قدر یہ حصہ بھی مجھے ملا، میری رائے ہے کہ تیرہ سو برس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کم کسی کو ملا ہوگا۔ میرے لیے تکفیر کے فتوے تیار ہو کر مجھے تمام مشرکوں

اور عیسائیوں اور دہریوں سے بدتر ٹھہرایا گیا، اور قوم کے سفہاء نے اپنے اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے مجھے وہ گالیاں دیں کہ اب تک مجھے کسی دوسرے کی سوانح میں ان کی نظیر نہیں ملی۔ پھر جب تیرہویں صدی کا اخیر اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا، تو مجھے الہام ہوا کہ تو اس صدی کا مجدد ہے، اور اللہ کی طرف سے یہ الہام ہوا: الرحمن علم القرآن الخ۔ اور یہ الہام براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے۔ اور براہین احمدیہ میں وہ الہام بھی ہیں، جن میں خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ اور مسیح موعود رکھا ہے۔ غرض اس وقت تک کہ تصریح کے ساتھ میری طرف سے دعویٰ مسیح موعود ہونے کا نہیں ہوا تھا، اور صرف مجدد چودھویں صدی ہونا عام لوگوں میں مشہور تھا۔ کوئی بڑی مخالفت علماء کی طرف سے نہیں ہوئی۔ مگر اس دعوائے مسیحیت کے وقت میں عجیب طور کا شعور علما میں پھیلا، اور ان میں سے اکثر لوگوں نے انواع و اقسام کی خیانت سے عوام کو دھوکا دیا۔ اور بعضوں نے ان میں میری تکفیر کے بارے میں استغناء تیار کیا، اور بڑی کوشش کر کے صد حاکم فہم اور موٹی عقل والے لوگوں کے اس پر دستخط کرائے۔ اس جگہ اس بات کا لکھا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ میرا یہ دعویٰ کہ میں مسیح موعود ہوں، ایسا دعویٰ ہے جس کے ظہور کی طرف مسلمانوں کے تمام فرقوں کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں۔ اور احادیث نبویہ کی متعدد پیشین گوئیوں کو پڑھ کر ہر ایک شخص اس بات کا منتظر تھا کہ کب وہ بشارتیں ظہور میں آتی ہیں؟ بہت سے اہل کشف نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر خبر دی کہ وہ مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر ظہور کرے گا۔ جس شخص کو اسلامی تاریخ سے خبر ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ اسلامی پیشین گوئیوں میں سے کوئی ایسی پیشین گوئی نہیں، جو تواتر کی رو سے اس پیشین گوئی سے بڑھ کر ہو۔ مگر افسوس! ہمارے زمانے کے علما نے اس پیشین گوئی کے صحیح معنی سمجھنے میں دھوکا کھایا، اور ایسے تعارضات و تناقضات اس پیشین گوئی میں جمع کر دیئے کہ نو تعلیم یافتہ لوگوں کو اس پیشین گوئی سے، باوجود اعلیٰ درجہ کے تواتر کے، انکار کرنا پڑا۔ پس طریق انصاف اور حق پرستی یہ تھا کہ خبر متواتر کی تردید نہ کرتے۔ ہاں ان معنوں کی تردید کرتے، جو نادان مولویوں نے کئے ہیں۔ جن سے کئی قسم کے تناقض لازم آئے۔ اس زمانہ میں خدائے تعالیٰ نے چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرما کر اس پیشین گوئی کی معقولیت کو کھول دیا کہ مسیح کا دوبارہ آنا اسی رنگ و طریق سے مقدر تھا، جیسا کہ ایلیا نبی کا دوبارہ دنیا میں آنا، ملاکی بنی کتاب میں لکھا گیا تھا۔ تو جب ایلیا نبی کے دوبارہ آنے سے کسی مثل ایلیا کا آنا مراد لیا جائے، اور وہ مثل یوحنا یعنی یحییٰ زکریا کا بیٹا ہے۔ اسی طرح مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا بھی ایلیا کے دوبارہ دنیا میں آنے کے مانند ہے۔ ہمارے علما اگر ایلیا کے دوبارہ آنے کے قصہ سے نصیحت پکڑتے، اور حضرت عیسیٰ کے آسمان سے دوبارہ نازل ہونے کے وہی معنی لیتے، تو بہت خوش قسمت ہوتے۔

مرزا نے دعوے مہدیت، مسیحیت، پھر نبوت کے ساتھ حضرات انبیائے کرام خصوصاً حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کی ایسی ایسی توہین کے کلمات لکھے، جن کا پڑھنا، سننا عام مسلمانوں کے تحمل سے باہر تھا۔ مثلاً

(۱) اعجاز احمدی ص ۱۳ پر صاف لکھ دیا کہ:

یہود عیسیٰ کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں، بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور

عیسیٰ نبی ہے۔ کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے، اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی، بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔

(۲) اس میں ص ۲۲ پر ہے:

کبھی آپ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے۔

(۳) پھر اسی ص ۲۲ پر ہے:

ان کی اکثر پیشین گوئیاں غلطی سے پر ہیں۔

(۴) دافع البلائل ٹائٹل پیج ص ۳ پر ہے:

ہم مسیح کو بیشک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا۔ واللہ اعلم مگر وہ حقیقی منجی

نہ تھا۔

(۵) اسی پر ہے:

حقیقی منجی وہ ہے، جو حجاز میں پیدا ہوا تھا، اور اب بھی آیا۔ مگر بروز کے طور پر۔ خاکسار غلام احمد قادیان۔

(۶) کتاب مذکور صفحہ ۳ پر ہی ہے:

یہ ہمارا بیان محض نیک نظمی کے طور پر ہے۔ ورنہ ممکن ہے کہ عیسیٰ کے وقت میں بعض راست باز اپنی راست بازی میں عیسیٰ

سے بھی اعلیٰ ہوں۔

(۷) ص ۷ پر ہے:

عیسیٰ کوئی کامل شریعت نہ لائے تھے۔

(۸) ص ۲ پر ہے:

مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ کو اس پر ایک فضیلت ہے، کیونکہ وہ [یعنی یحییٰ] شراب نہ پیتا تھا، اور کبھی نہ سنا کہ کسی فاحشہ عورت نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا، یا ہاتھوں اور اپنے سر سے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا، یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی، اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حضور رکھا، مگر مسیح کا نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔

(۹) اسی کو رسالہ ضمیمہ انجام آتھم میں ص ۷ میں یوں لکھا:

آپ کا کنجریوں سے ملان اور صحبت بھی شاید اس وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے (یعنی عیسیٰ بھی ایسوں ہی کی اولاد تھے) ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا

آدمی ہو سکتا ہے۔

(۶۲ تا ۱۰) اس رسالہ میں ص ۴ سے ص ۸ تک مناظرہ کی آڑ لے کر خوب ہی جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ اللہ عزوجل کے سچے نبی مسیح عیسیٰ بن مریم کو،

[۱۰] نادان اسرائیلی [۱۱] شریر [۱۲] مکار [۱۳] بد عقل [۱۴] زنا خیال والا [۱۵] فحش گو [۱۶] بد زبان [۱۷] کٹیل [۱۸] جھوٹا [۱۹] چور [۲۰ و ۲۱] علمی و عملی قوت میں بہت کچا [۲۲] خلل دماغ والا [۲۳] گندی گالیاں دینے والا [۲۴] بد قسمت [۲۵] نرا فریبی [۲۶] بیرونے شیطان وغیرہ۔

لکھا ہے۔

(۲۷) صفحہ ۷:

حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ صادر نہ ہوا۔

(۲۸) ص ۷:

اس زمانے میں ایک تالاب سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ آپ سے کوئی معجزہ نہ ہوا، (اگر ہوا) بھی تو وہ آپ کا نہیں، اس تالاب کا ہے، آپ کے ہاتھ میں سوائے مکرو فریب کے کچھ نہ تھا۔

(۲۹) صفحہ ۷ ہی پر لکھا ہے:

آپ کا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے، تین دایاں اور تینیاں آپ کی زنا کار اور کسی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ہوا۔

(۳۰) کشتی نوح صفحہ ۶۱:

مسیح تو مسیح، میں اس کے چاروں بھائیوں کی عزت کرتا ہوں۔ مسیح کی دونوں ہمشیرہ کو بھی مقدس سمجھتا ہوں۔ یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں، یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں۔ یعنی یوسف اور مریم کی اولاد تھے۔

(۳۱) اسی دافع البلاء کے صفحہ ۵۱ پر لکھا ہے:

خدا ایسے (یعنی عیسیٰ) کو کسی طرح دنیا میں دوبارہ نہیں لاسکتا، جس کے پہلے فتنے نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا۔

(۳۲) اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۳:

کامل مہدی، نہ موسیٰ تھا، نہ عیسیٰ۔

(۳۳) مواہب الرحمن صفحہ ۷۲:

لو قدر الله رجوع عيسى الذي هو من اليهود لرجع العزة الى تلك القوم (یعنی عیسیٰ کہ یہودی تھا، اگر اس کا دوبارہ آنا اللہ تعالیٰ مقدر فرماتا تو ضرور یہودی کی عزت لوٹ آتی)۔

(۳۴) کشتی نوح صفحہ ۱۸:

جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں، ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرنے۔ کون خدا پر ایمان لایا؟ صرف وہی جو ایسے ہیں۔

(۳۵) کشتی نوح صفحہ ۳:

احیائے جسمانی کچھ چیزیں نہیں۔ احیائے روحانی کے لیے یہ عاجز آیا ہے۔

(۳۶) ایضاً صفحہ ۴:

ماسوا اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے، جو محض افترا یا غلط فہمی سے گڑھے ہیں، تو کوئی عجوبہ نظر نہیں آتا، بلکہ مسیح کے معجزات پر جس قدر اعتراض ہیں، میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق پر ایسے شبہات ہوں۔ کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا؟

(۳۷) ایضاً ص ۵ و ۴:

زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ دکھا نہیں سکتا، پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔

ازالہ اوہام میں آخر صفحہ ۱۵۱ سے آخر صفحہ ۱۶۲ تک تو نوٹ میں پیٹ بھر کر رسول اللہ و کلمۃ اللہ کو وہ گالیاں دیں، اور آیات و کلام اللہ سے وہ مسخر گیاں کیں، جن کی حد و نہایت نہیں۔ صاف لکھ دیا کہ:

(۳۸) جیسے عجائب انہوں نے دکھائے عام لوگ کر لیتے تھے اب بھی ویسی باتیں کر دکھاتے ہیں۔

(۳۹) بلکہ آج کل کے کرشمے ان سے زیادہ بے لاگ ہیں۔

(۴۰) وہ معجزے نہ تھے کل کا زور تھا عیسیٰ نے اپنے باپ بڑھئی کے ساتھ بڑھئی کا کام کیا تھا، اس سے یہ کلین بیانی آگئی

تھیں۔

(۴۱) عیسیٰ کے سب کرشمے مسمریزم سے تھے۔

(۴۲) وہ جھوٹی جھلک تھی۔

(۴۳) سب کھیل تھا اور سب لعب تھا۔

(۴۴) سامری جادوگر کے گوسالے کے مانند تھا۔

(۴۵) بہت مکروہ قابل نفرت کام تھے۔

(۴۶) اہل کمال کو کیسی باتوں سے پرہیز رہا ہے۔

(۴۷) روحانی علاج میں بہت ضعیف اور نکم تھا۔

مرزا کے اصل عبارات بروجہ التقاط یہ ہیں:

انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہیں۔ ایک سماوی جس میں انسان کی تدبیر و عقل کو کچھ دخل نہیں۔ جیسے شق القمر۔ دوسرے عقلی جو خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ہوتے ہیں، جو الہام سے ملتی ہے۔ جیسے سلیمان کا معجزہ صرح ممرود من قواریر بظاہر مسج کا معجزہ سلیمان کی طرح عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوتے تھے، جو شعبہ بازی اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ وہ لوگ جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے، اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے۔ مسج کے وقت میں عام طور پر ملکوں میں تھے۔ سو کچھ تعجب نہیں کہ خدا تعالیٰ نے عقلی طور پر مسج کو ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو، جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا پھونک مارنے پر ایسا پرواز کرتا ہو، جیسے پرندہ، یا پیروں سے چلتا ہو، کیونکہ مسج اپنے باپ کے ساتھ بائیس برس تک نجاری کرتے رہے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ بروہی کا کام درحقیقت ایسا ہے جس میں ملکوں کی ایجاد میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔ پس کچھ تعجب نہیں کہ مسج نے اپنے دادا سلیمان کی طرح یہ معجزہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو۔ ایسا معجزہ عقل سے بعید بھی نہیں۔ حال کے زمانہ میں بھی اکثر صنایع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ بولتی بھی ہیں، ہلتی بھی ہیں، دم بھی ہلاتی ہیں۔ اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ پرواز بھی کرتی ہیں۔ بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں۔ اور ہر سال نئے نئے نکلتے آتے ہیں۔

ماسوا اس کے یہ بھی قرن قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل التراب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو و لعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔ کیوں کہ مسمریزم میں ایسے عجائبات ہیں، سو یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس فن میں مشق والا مٹی کا پرندہ بنا کر پرواز کرتا دکھادے، تو کچھ بعید نہیں۔ کیونکہ کچھ اندازہ نہ کیا گیا کہ اس فن کی کہاں تک انتہا ہے۔ سلب المرض عمل التراب [مسمریزم] کی شاخ ہے۔ ہر زمانے میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں، اور اب بھی ہیں، جو اس عمل سے سلب امراض کرتے ہیں، اور مفلوج و مبروص ان کی توجہ سے اچھے ہوتے ہیں۔ بعض نقشبندی وغیرہ نے بھی اس کی طرف بہت توجہ کی تھی۔ محی الدین بن عربی کو بھی اس میں خاص مشق تھی۔ کالمین ایسے عملوں سے پرہیز کرتے رہے ہیں، اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ مسج بحکم الہی اس عمل [مسمریزم] میں کمال رکھتے تھے۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں، جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ و قابل نفرت نہ سمجھتا تو ان عجوبہ نمایوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ اس عمل کا ایک نہایت برا خاصہ ہے کہ جو اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے، وہ روحانی تاثیروں میں جو روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں، بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مسج جسمانی بیماریوں کو اس عمل [مسمریزم] کے ذریعہ اچھا کرتے رہے۔ مگر ہدایت و توحید اور دینی استقامتوں کے دلوں میں قائم کرنے میں ان کا نمبر ایسا کم رہا کہ قریب قریب ناکام رہے۔ جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں صرف جھوٹی جہالت، جھوٹی جھلک نمودار ہو جاتی تھی۔ تو ہم اس کو تسلیم کر چکے ہیں۔ ممکن ہے، [مسمریزم] کے ذریعہ سے پھونک میں وہی قوت ہو جائے، جو اس دخان میں ہوتی ہے، جس میں غبارہ اوپر کو چڑھتا ہے۔ مسج جو جو کام اپنی قوم کو دکھلاتا تھا، وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہ تھے، بلکہ وہ ایسے کام اقتداری طور پر دکھاتا تھا۔

خدائے تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ وہ ایک طرفی طاقت تھی، جو ہر فرد بشر میں ہے، مسیح کی کچھ خصوصیت نہیں۔ چنانچہ اس کا تجربہ اس زمانے میں ہو رہا ہے۔ مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق و بے قدر تھے، جو مسیح کی ولادت سے پہلے مظہر عجائبات تھا، جس میں ہر قسم کے بیمار اور تمام قسم کے مجذوب، مفلوج، مبروص ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے۔ لیکن بعض بعد کے زمانوں میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھلائے، اس وقت تو کوئی تالاب بھی نہ تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لیے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا، جس میں روح القدس کی تاثیر تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل تھا، جیسے سامری کا گوسالہ [ص ۱۵۱ تا ۱۶۲]

(۲۸) التبلیغ صفحہ ۲۸۳:

آیات صدقی اند تعالیٰ وفقنی با تباع رسوله و اقتداء نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فما رأیت من

آثار النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا قفوتہ

(۲۹) ضمیر انجام اہم صفحہ ۶:

نہایت شرم کی یہ بات ہے کہ اپنے پہاڑی تعلیم کو یہودیوں کی کتاب طالمور سے لکھا ہے، اور پھر ایسا ظاہر کیا کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔

(۵۰) ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۸:

آیت ہے: فاستلوا اهل الذکر ان کتم لا تعلمون۔ یعنی تمہیں علم نہ ہو تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو، ان کی کتابوں پر نظر ڈالو۔ تاکہ اصل حقیقت ظاہر ہو۔ ہم نے موافق حکم اس آیت کے یہود و نصاریٰ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا، تو معلوم ہوا کہ مسیح کے فیصلے کا ہمارے ساتھ اتفاق ہے۔ دیکھو کتاب صلاطین و کتاب ملاکی نبی اور انجیل۔

(۵۱) ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶۷۳:

میں احمد ہوں جو آیت: مبشر ابوسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں مراد ہے۔

(۵۲) توضیح مرام طبع دوم صفحہ ۹:

میں محدث ہوں، اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔

(۵۳) دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹:

سچا خدا وہی ہے، جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

(۵۴) براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے، اور نبی بھی۔

(۵۵) دافع البلاء صفحہ ۱۰ پر حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنی برتری کا اظہار کیا ہے۔

(۵۶) اسی رسالہ کے صفحہ ۷ پر ہے

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(۵۷) اشتہار معیار الاخبار:

میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں۔

(۵۸) ازالہ صفحہ ۳۰۹ پر معجزات مسیح کو مسریزم بتاتے ہوئے لکھا ہے:

اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

(۵۹) ازالہ صفحہ ۱۶۱ پر حضرت مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کے نسبت لکھا ہے:

بوجہ مسریزم کے عمل کرنے کے تنویر باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجے پر بلکہ قریب ناکام رہے۔

(۶۰) ازالہ صفحہ ۶۲۹:

ایک زمانے میں چار سونبیوں کی پیشین گوئی غلط ہوئی۔

اسی قسم کے کلمات کفریہ قادیانی کی کتابوں میں بھرے ہوئے ہیں کہ اگر ان سب کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو ایک مستقل

کتاب بن جائے۔ اسی وجہ سے تمام علمائے ہند نے قادیانیوں کے کفر کے فتوے صادر فرمائے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے قادیانی کی تردید میں چھ کتابیں تصنیف و تالیف فرمائیں، جزاہ اللہ خیراً:

[۱۵۹] (۱) جزاء اللہ عدوہ بابا نہ ختم النبوة

[۱۹۱] (۲) السوء والعقاب علی المسیح الکذاب

[۲۲۳] (۳) قہر الدیان علی مرتد بقادیان

[۲۳۱] (۴) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین

[۲۳۲] (۵) خلاصہ فوائد فتاویٰ

[۳۱۹] (۶) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی

[۴۱] تردید و افض [۴۲]

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کے فرائض انجام دے دیے، اور رفیق اعلیٰ کے مشتاق ہوئے، تو رب العزت جل جلالہ نے بھی اپنے پاس بلانا چاہا۔ سورہ نصر شریف میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ جب خدا کی مدد اور فتح آجائے اور تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکو، اور دیکھو لوگوں کو کہ دین اسلام میں فوج فوج، گروہ در گروہ داخل ہو رہے ہیں، تو تم اللہ کی پاکی بیان کرو اور استغفار کرو، یعنی خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔ چنانچہ حضرت عزرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے، اور

اجازت چاہی، اور خداوند عالم کا سلام شوق پہنچایا۔ حضور بھی ہزار جان سے دیدار الہی کے مشتاق ہوئے، اور رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔ صحابہ کرام نے آپس کے مشورہ سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور کا جانشین تجویز کیا۔ مگر جو کچھ لوگ اس کے موافق نہ ہوئے اور انہوں نے بوجہ قرابت و رشتہ داری حضرت سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ حضرت مولائے کائنات نے اس کو غور کیا، تو غور کرنے کے بعد آپ نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی، اور آپ کو خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تسلیم کر لیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے، تو ان کو بھی خلیفہ مانا۔ اسی طرح جب ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا، تو ان کو بھی خلیفہ تسلیم کیا۔ ان کے وصال کے بعد چوتھے خلیفہ ہوئے۔

مگر کچھ لوگ اس خیال کے ہوئے کہ خلافت کا حق حضرت علی ہی کا تھا، اور وہ تینوں خلافتیں غلط ہوئیں۔ اس لیے وہ لوگ حضرت علی کو خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں۔ اور حضرت علی کی محبت میں حد سے زیادہ غلو ظاہر کرتے ہیں، اور یہ لوگ اپنے کو شیعہ کہتے ہیں، اور مخالفین ان کو رافضی کہتے ہیں۔ ان کی بارہ شاخیں ہیں۔

(۱) علویہ: یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نبی جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل نے بھول سے وحی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچادی ہے۔

(۲) ابدیہ: یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شریک خدا اور شریک نبوت جانتے ہیں۔

(۳) شیعہ: یہ کہتے ہیں کہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سب صحابہ سے زیادہ دوست نہ رکھے، کافر ہے۔

(۴) اسحاقیہ: ان کا قول ہے کہ نبوت ختم نہیں ہوئی ہے، اور زمین کسی وقت پیغمبر سے خالی نہیں رہتی۔

(۵) زیدیہ: ان کے تین گروہ ہیں۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ جس نے حضرت علی کے رہتے ہوئے کسی دوسرے صحابی سے

بیعت کی، وہ کافر ہے۔ دوسرے کا قول یہ ہے کہ (معاذ اللہ) حضرت عثمان حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت ام المومنین محبوبہ

رسول رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ بنت الصدیق کافر ہیں۔ تیسرے کا قول یہ ہے کہ سوائے اولاد حضرت علی کے کسی کی

امامت جائز نہیں۔

(۶) عباسیہ: ان کا قول ہے کہ بجز اولاد حضرت عباس بن عبدالمطلب کے کوئی امامت کے لائق نہیں۔

(۷) امامیہ: یہ بجز بنی ہاشم کے دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔

(۸) ناوسیہ: یہ کہتے ہیں کہ جو دوسرے سے اپنے کو افضل سمجھے کافر ہے۔

(۹) متناخیہ: یہ کہتے ہیں کہ روح مردے کے بدن سے نکل کر دوسرے کے قالب میں جا پہنچتی ہے۔

(۱۰) لاعلیہ: یہ حضرت طلحہ وزبیر و معاویہ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم پر لعنت کرتے ہیں۔

(۱۱) ریضیہ: یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت کہتے ہیں کہ ابر میں اور کڑک میں آواز، قدم و لدل کی ہے۔ اور بجلی، اس

کے سم سے آگ جھڑتی ہے۔ اور قیامت سے پہلے دنیا میں ایک بار آئیں گے، اور مردوں کو زندہ کر کے سینوں کو دوزخ، اور شیعوں کو جنت میں داخل کریں گے۔

(۱۲) منزلیہ: یہ کہتے ہیں کہ مسلمان بادشاہ سے لڑنا جائز ہے۔ اور عاصی ہونا روا ہے۔

یہ بارہ فرتے چودہ باتوں میں مختلف ہیں۔

اول: نماز پنجگانہ جماعت سے پڑھنا سنت نہیں جانتے ہیں۔

دوم: دونوں موزوں پر مسح کرنا روا نہیں رکھتے۔

سوم: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو برا کہتے ہیں۔

چہارم: سوائے حضرت علی کے سب صحابہ کرام سے بیزار ہیں، اور ان کی اہانت کرتے ہیں۔

پنجم: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اہانت کرتے ہیں۔

ششم: کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوت سے پیغمبری نہیں کر سکتے تھے، بغیر حضرت علی مرتضیٰ کے۔

ہفتم: حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کا نام بے ادبی سے لیتے ہیں۔

ہشتم: خدا کی رحمت اور اس کے دیدار سے ناامید ہیں۔

نہم: نماز تراویح کو سنت نہیں جانتے۔

دہم: تین طلاق جو کوئی ایک مرتبہ دے، تو کہتے ہیں طلاق نہیں ہوتی۔

یازدہم: داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر قیام صلوة میں رکھنا سنت نہیں جانتے۔

دوازدہم: خطیب کو سیاہ کپڑے پہناتے ہیں۔

سیزدہم: روزہ جلد کھولنا سنت نہیں جانتے۔

چہار دہم: مغرب کی نماز کا وقت آفتاب کے غروب ہوتے ہی سنت نہیں جانتے۔ جب تک تارے نہ چمک

جائیں، مغرب کی نماز نہیں پڑھتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے ان کی تردید میں تحفہ اثنا عشریہ بہت ہی زبردست کتاب تصنیف فرمائی

ہے کہ تمام شیعہ باوجود سعی بلوغ اس کے جواب سے قاصر ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدسی سرہ العزیز نے چھ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں:

[۶۲] (۱) الادلة الطاعنه فی اذان الملاغنه

[۲۲۰] (۲) دفعة العباس علی جاحذ الفاتحة والفلق والناس

[۲۳۳] (۳) تلج الصدر لا یمان القدر

[۱۹۲] ردّ الرفضہ

[۶۷۷] لمعة الشمعة شیعہ الشیعہ

[۳۰۰/۴] فضائل فاروق رضی اللہ عنہ

[۴۲] تردید نواصب [۷۶]

نواصب جمع ناصبی جس طرح روافض جمع روافضی کی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے نواصب کی تردید میں ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے:

[۳۰۵] الرائحة العنبریہ من المجرورة الحیدریہ

[۴۳] تردید وہابیہ [۷۶]

یعنی ہم خیالان محمد بن عبدالوہاب نجدی و مولوی اسماعیل دہلوی جو بظاہر تقلید کرتے ہیں، عام ازپس کہ عرف میں وہابی کر کے مشہور ہوں، یا بنام دیوبندی شہرت یافتہ ہوں، یا دیوبندیوں کے ائمہ و پیشوا ہوں، جیسے کہ مولوی رشید احمد صاحب کے فتویٰ سے معلوم ہوتا ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں سوال و جواب حسب ذیل ہے:

سوال: وہابی کون لوگ ہیں اور عبدالوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا اور کون مذہب تھا اور وہ کیسا شخص تھا اور اہل نجد کے عقائد میں اور سنی حنفیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے؟

الجواب: محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے، اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی۔ مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔ مگر ہاں! جو حد سے بڑھ گئے، ان میں فساد آ گیا ہے۔ اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کالم ص ۲۸۰ مطبوعہ گلستان کتاب گھر دیوبند)

نیز فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص ۶۳ و ۶۴ پر ہے:

سوال: تقویۃ الایمان میں کوئی ایسا مسئلہ بھی ہے جو قابل عمل نہیں، یا کل اس کے مسائل صحیح، اور علمائے دین کو مقبول ہیں؟

الجواب: بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں (ص ۸۴)

اسی طرح تقویۃ الایمان کے متعلق سوال ہوا تو اس کا جواب دیا کہ:

(میرے نزدیک) اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ (ص ۸۷/۸۸)

مسلمانوں! ذرا انصاف، یہ تو قرآن شریف سے بھی بڑھا دینا ہوا۔ کیونکہ قرآن شریف کو ماننا بے شک ایمان ہے، نہ کہ

اس کا پڑھنا، بلکہ رکھنا۔ کیا بیسیوں کا فرقہ قرآن شریف نہیں پڑھتے؟ تو کیا وہ بغیر تصدیق کے فقط پڑھنے سے مسلمان ہو جائیں گے؟ کیا ہزاروں ہنود تا جران کتب کے یہاں قرآن شریف نہیں؟ کیا ہندو اہل مطابح اسے چھاپتے نہیں؟ تو کیا چھاپ کر رکھنے یا تجارت کے لیے رکھنے سے قرآن شریف کے ہندو مسلمان ہو جائیگا؟ ہرگز نہیں۔ لیکن گنگوہی صاحب کے نزدیک تقویۃ الایمان ایسی کتاب ہے: ”جس کا رکھنا، اور پڑھنا، جزء اسلام بھی نہیں، بلکہ عین اسلام ہے۔“

یہ ہیں ان حضرات کے اعتقادات و خیالات۔

بعض لوگوں کو ان کی حنفیت کی وجہ سے دھوکہ ہوتا ہے، اور خیال کرتے ہیں کہ یہ تو حنفی ہیں، پھر وہابی کیسے ہو سکتے ہیں؟۔ تو ان کو جاننا چاہیے کہ سنی اور حنفی دونوں کا مفہوم ایک نہیں کہ جو حنفی ہو، وہ سنی بھی ہو۔ یا اسی طرح جو سنی ہو، حنفی بھی ہو۔ سنی وہ ہے جو اعتقاداً اہل سنت و جماعت کے مسلک کا ہو۔ فروغاً حنفی ہو یا شافعی یا مالکی یا حنبلی۔ اور حنفی وہ ہے جو جزئیات فقہیہ اور فروع مذاہب میں امام الائمہ امام اعظم کا مقلد ہو، خواہ اعتقاداً سنی ہو یا معتزلی یا وہابی۔ تو غیر مقلدین نہ سنی ہیں، نہ حنفی۔ دیوبندی حنفی ہیں، مگر سنی نہیں۔ شوافع وغیرہ سنی ہیں، مگر حنفی نہیں۔ علمائے اہل حق، اہل بریلی و بدایوں و رام پور و پبلی بھیت وغیرہ، یہ سب بحمد اللہ تعالیٰ سنی حنفی دونوں ہیں۔

ان غیر مقلدین اور وہابیہ دیوبند کے عقائد اور اقوال علیحدہ نہ شمار کیے گئے کہ جو نیت امام کی، وہی نیت مقتدی کی۔ مولوی اسماعیل دہلوی کے جملہ اقوال ان کے اقوال ہیں۔ جن میں بعض عبارتیں اوپر مذکور ہوئیں، اور بعض یہاں ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) تقویۃ الایمان ص ۲۱ مطبع صدیقی دہلی ۱۲۷۰ھ میں ہے:

اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ (ص ۱۳ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۲) صفحہ ۱۸:

اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ (ص ۵ مطبوعہ مجتہائی، دہلی)

(۳) صفحہ ۱۹:

(اللہ صاحب نے فرمایا) کسی کو میرے سوا نہ مانو۔ (ص ۱۲ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۴) صفحہ ۱۷:

جتنے پیغمبر آئے ہیں سو وہ اللہ کی طرف یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔

(ص ۱۱ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۵) (یہ دعویٰ کر کے کہ کسی انبیا اولیا کی یہ شان نہیں کہا:)

جو کسی کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ (مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۶) صفحہ ۲۲ پر اس کے ثبوت میں کہا:

ہمارا جب خالق اللہ ہے تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چکار کا تو کیا ذکر ہے۔ (ص ۱۳/۱۴ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۸،۷) تقویۃ الایمان ص ۱۶ (ص ۱۰ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا۔ جیسے بادشاہ کا تاج ایک چکار کے سر پر رکھ دیجیے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

(۹) تقویۃ الایمان صفحہ ۷۲ (ص ۲۰ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

سب انبیا اور اولیا اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔

(۱۰) (ص ۲۱/۲۲ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

اللہ زبردست کے ہوتے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارے لوگوں کو ثابت کیجیے۔

(۱۱) کتاب مذکورہ صفحہ ۸۵/۸۶ (ص ۲۶ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمین دار سوان معنوں کر ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔ اھ

(۱۲) کتاب مذکورہ صفحہ ۱۸ (ص ۲۳ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔۔۔ ہم چھوٹے ہیں۔

(۱۳) کتاب مذکورہ صفحہ ۸۰ (ص ۲۳ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

سو بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے۔

(۱۴) کتاب مذکورہ صفحہ ۸۵ (ص ۲۶ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو سوان میں بھی اختصار ہی کرو۔

(۱۵) کتاب مذکورہ ص ۸۳ (ص ۲۵ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(پیغمبر خدا نے فرمایا) یہی کہو کہ اللہ کا بندہ ہے اور اس کا رسول یعنی جو خوبیاں اور کمالات اللہ نے مجھ کو بخشے ہیں سو بیان کرو

وہ سب رسول کہہ دیتے میں آجاتے ہیں۔

(۱۶) کتاب مذکورہ صفحہ ۲۹ (ص ۱۷ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں۔

(۱۷) کتاب مذکور صفحہ ۸۹ (ص ۲۸ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے واقف ہوں اور لوگ غافل ہیں۔
اب ہدایت بھی گئی، نری احکام دانی رہ گئی۔ وہاں بڑائی کا ذکر تھا یہاں مطلق امتیاز کا اسی میں حصر ہو گیا۔

(۱۸) کتاب مذکور ص ۱۳، ۱۴ (ص ۹۸ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

کھانے پینے پہننے میں اس کے حکم پر چلنا یعنی جس چیز کے برتنے کو اس نے فرمایا اس کو برتنا۔ اور جو منع کیا اس سے دور رہنا۔۔۔۔۔۔ اس قسم کی چیزیں اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے بتائی ہیں پھر جو کوئی کسی انبیا و اولیا کی۔۔۔۔۔۔ اس قسم کی تعظیم کرے۔۔۔۔۔۔ ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔

(۱۹) کتاب مذکور صفحہ ۲۹ (ص ۲۸ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

نام چینا انہیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ صاحب نے خاص اپنی تعظیم کے لیے ٹھہرائے ہیں اور کسی سے یہ معاملہ کرنا شرک

ہے۔

کلمہ طیبہ میں حضور کا نام چینا ہے تو کلمہ پڑھنا بھی شرک ہوگا۔

(۲۰) کتاب مذکور صفحہ ۳۸ (ص ۲۲ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر

ڈالے۔

(۲۱) کتاب مذکور صفحہ ۳۸ (ص ۲۲ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی۔۔۔ اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں، اور جو کوئی کسی کو اس

جناب میں اس قسم کا شفیق سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے۔

مسلمانو! کیا تمہارے نبی محبوب الہی نہیں، کیا ان کی محبوبیت وجہ قبول شفاعت نہیں؟

(۲۲) کتاب مذکور صفحہ ۴۶ (ص ۲۶ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

اے فاطمہ! بچا تو اپنی جان کو آگ سے مانگ لے مجھ سے جتنا چاہے میرا مال نہ کام آؤں گا میں تیرے اللہ کے یہاں

کچھ۔۔۔۔۔۔ سوانہوں نے سب کو، اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ۔۔۔ اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے، میں کسی

کی حمایت نہیں کر سکتا۔

یہ ان عظیم الشان حدیثوں کا انکار ہے جو مسلمانوں کے گوش زد ہے کہ سب انبیا نفسی نفسی فرمائیں گے، اور حضور اقدس صلی

اللہ علیہ وسلم انا لہا فرمائیں گے۔

(۲۳) کتاب مذکور صفحہ ۳۵ (ص ۲۹ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

(۲۴) کتاب مذکور صفحہ ۳۵ (ص ۲۰ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں،۔۔۔ کچھ فائدہ و نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

(۲۵) کتاب مذکور صفحہ ۴۹ (ص ۲۸ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

نفع و نقصان کی امید رکھنی [اللہ] سے چاہیے کہ یہ معاملہ اور کسی سے کرنا شرک ہے۔

(۲۶) کتاب مذکور صفحہ ۷۷ (ص ۴۲ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

(۲۷) کتاب مذکور صفحہ ۵۴ (ص ۳۰ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

کسی کی محض تعظیم کے واسطے اس کے روبرو ادب سے کھڑے رہنا انہیں کاموں سے ہے کہ اللہ نے اپنی تعظیم کے لیے

ٹھہرائے ہیں۔

(و غیر ذالک من الخرافات)

(۲۸) صراط مستقیم مطبع ۱۲۷۵ھ دیباچہ میں اپنے پیر کو لکھا ہے کہ:

آپ کی ذات والا صفات ابتدائے فطرت سے جناب رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰت والتسلیمات کی کمال مشابہت پر پیدا کی گئی تھی اس لیے آپ کی لوح فطرت علوم رسمیہ کے نقش اور تحریر و تقریر کے دانش مندوں کی راہ و روش سے خالی تھی۔ (ص ۳ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

شفاء قاضی عیاض صفحہ ۲۳۷ میں ہے: کون النبی امیا آية له کون هذا امیا تفیصہ و جہالہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کا امی ہونا آپ کا معجزہ ہے اور دوسرے کا ناخواندہ رہ جانا جہالت و عیب ۱۲ رضوی)

(۲۹) منصب امامت مولوی اسماعیل دہلوی ص ۳۱ و فتاویٰ گنگوہی حصہ ۳ ص ۲۳:

بہت چیزیں کہ مقبولوں کی معجزہ گنی جاتی ہیں ویسی بلکہ قوت و کمال میں ان سے بڑھ کر جادوگر اور طلسمات والے کر سکتے

ہیں۔ (بسیار چیز است کہ ظہور از مقبولین از قبیل خرق عادت شرمی شود حالاں کہ امثال ہما افعال بلکہ واکمل ازاں ارباب سحر طلسم

ممکن الوقوع باشد)، (قادی رشیدیہ کمال ص ۱۹۸ مطبوعہ گلستان کتاب گھردیوبندی)

(۳۰) ایضاً:

(معجزات کو دیکھ کر) جو یہ سمجھے کہ حق تعالیٰ نے انبیاء کو تصرف کی قدرت دی ہے وہ بے شک کافر و مشرک ہے۔ (اسی کہ

جل و علا ایشاں را قدرت آثار تصرف عالم عطا فرمودہ و کاروبار بنی آدم بایشاں تفویض نمودہ پس ایشاں بامرا لہی خود تصرف می

نمایند و ایں تصرفات گونا گوں و تغیرات بوقلموں در عالم کون بر روئے کارے آرند کہ ایں اعتقاد شرک محض است و کفر بحت ہر کہ

بجناب ایٹاں ایں عقیدہ قبیحہ داشتہ باشد بے شک مشرک مردود است و کافر مطرود، فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۹۹ مطبوعہ گلستان گھر دیوبندی)

(حالانکہ) مولوی قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس صفحہ ۸ میں ہے۔

معجزہ خاص ہر نبی کو جو مثل پروانہ تقرری بطور سند نبوت ملتا ہے اور بنظر ضرورت ہر وقت قبضہ میں رہتا ہے مثل عنایات خاصہ کہ و بیگانہ کا قبضہ نہیں ہوتا۔

(معاذ اللہ تصرف کی قدرت ماننا شرک ہو تو نبی کو معجزہ پر قدرت کیا ہوگی؟)

مولانا روم فرماتے ہیں۔

ہست قدرت اولیا را ازالہ
تیر جتہ باز گرد اند زراہ

(۳۱) صراط مستقیم ص ۳۸:

بعض اولیا کو احکام شرعیہ بے وساطت انبیا بھی پہنچتے ہیں۔ احکام شرعیہ میں ان پر وحی آتی ہے۔ وہ ایک طرح تقلید نبی سے آزاد اور احکام شرعیہ میں خود محقق ہوتے ہیں۔ وہ انبیا کے ہم استاد ہیں۔ تحقیقی علم وہی ہے جو انہیں اپنی وحی باطنی سے ملتا ہے، وہ جو انبیا سے ملا تقلیدی ہے۔ وہ علم میں انبیا کے برابر ہوتے ہیں۔ (مترجماً ملقطاً)

کتاب مذکور ص ۳۸:

بالضرورت ان ولیوں کو ایک محافظت دیتے ہیں کہ محافظت انبیا کے مثل ہوتی ہے، جس کا نام عصمت ہے۔ (مترجماً) جب انبیا کی طرح معصوم بھی ہوئے اور احکام شرعیہ کی وحی بھی آئی اور ان میں تقلید انبیا کے پابند نبی نہ ہوئے پھر نبی بلکہ

رسول ہونے میں کیا رہ گیا؟

(۳۳) یکر وزہ مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی میں ہے:

اتارنے کے بعد قرآن کا فنا کر دینا ممکن ہے۔ (مترجماً)

قدیم فنا نہیں ہو سکتا تو قرآن مجید حادث اور مخلوق ہوا۔

(۳۴) تنویر العینین مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی:

ایک امام کی پیروی کہ اس کی سند پڑے اگرچہ حدیث و کتاب سے خلاف پر دلیل ثابت ہوں۔ اس قول کے موافق اس

کی تاویل کرے یہ نصرانی ہونے کا میل اور شرک کا حصہ ہے۔ تم ڈرتے نہیں کہ تم نے اماموں کو اللہ کا شریک کر دیا۔ (مترجماً)

(۳۵) صراط مستقیم صفحہ ۷۵ پر ہے اپنے پیر کے متعلق لکھا:

ایک دن اللہ تعالیٰ نے ان کا سیدھا ہاتھ اپنے دست قدرت میں لیا، اور عالم قدس کی ایک بہت عجیب و عظیم چیز ان کو

پیشکش کی اور فرمایا: تجھے دی اور اور چیزیں بھی دوں گا۔ (مترجمًا) (ص ۱۷۶ مترجم مطبوعہ ۱۳۲۲ھ مطبع احمدی لاہور)
(۳۶) صراطِ مستقیم میں ہے:

مکالمہ و مسامرہ بدستِ می آید (ص ۱۳) یعنی اللہ سے کلام پور باہم داستان گوئی ہوتی ہے۔ گاہے کلام حقیقی ہم ہی
شود (ص ۱۵۴) کبھی کلام حقیقی بھی ہوتا ہے۔ (ص ۱۵۴ مترجم مطبوعہ ۱۳۲۲ھ مطبع احمدی لاہور)

(۳۷) تقدیس القدر صفحہ ۵۸ میں یہ بحث چھیڑ کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاذ اللہ! مشرک ہونا اور حضور کے تمام
اعمال معاذ اللہ! برباد ہو جانا ممکن ہے یا نہیں؟ نتیجہ میں لکھا ہے۔

صدور شرک آل جناب سے محالہ ممکن ہے۔ جب شرک ممکن ہو تو حیطہ اعمال بدرجہ اولیٰ ممکن۔

اور ضمن استدلال میں یہ آیتیں پیش کیں: ووجدك ضالًا فهدى وما كنت تدري ما الكتاب ولا الإيمان

یعنی وہ وحی سے پہلے گمراہ تھے وحی سے پہلے ایمان نہ رکھتے تھے معاذ اللہ! معاذ اللہ! ایسے ایسے کلمات اہانت آمیز خدا اور
رسول کی شان میں لکھنا ان وہابیوں کی خاص صفت ہو گئی ہے۔ انہیں وجوہ سے علمائے اہل سنت نے ان کے عقائد باطلہ و
تحریرات عاقلانہ کی تردید کیں، اور حکم شرعی جو کتب فقہیہ میں تھا، وہ ظاہر کیا۔ زبان سے کہا، اور تحریرات کے ذریعہ رسائل و کتب
مصنفہ میں شائع کر کے ان لوگوں تک پہنچایا۔ رجسٹری کر کے بھیجا تا کہ ٹھنڈے دل سے تنہائی میں غور کریں۔

مگر ہدایت خداوند عالم کے اختیار میں ہے: انك لا تهدي من احييت ولكن الله يهدي من يشاء الى صراط

مستقیم

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے وہابیہ کی تردید میں ۶ کتابیں مفصلہ ذیل تصنیف فرمائی ہیں:

[۲] (۱) حل خطاء الخط

[۱۰۱] (۲) سلطنة المصطفى في ملكوت كل الوري

[۱۰۶] (۳) الامر باحترام المقابر

[۷۱] (۴) اقامة القيامة على طاعن القيام لنبي تهامه

[۸۱] (۵) هدى الحيران في نفى الفنى عن شمس الاكوان

[۲۰] (۶) النعيم المقيم في فرحة مولد النبي الكريم

[۲۲] (۷) بذل الصفا لعبد المصطفى

[۲۳] (۸) النذير الهائل لكل حلف جاهل

[۲۵] (۹) منير العين في حكم تقبيل الابهامين

[۲۹] (۱۰) نسيم الصبا في ان الاذان يحول الوباء

- [۳۱] (۱۱) الاهلال لفيض الاولياء بعد الوصال
- [۳۸] (۱۲) طوابع النور في حكم السراج على القبور
- [۳۰] (۱۳) انوار الانتباه في حل نداء يا رسول الله
- [۳۳] (۱۴) حياة الموات في بيان سماع الاموات
- [۳۴] (۱۵) انهار الانوار من يم صلاة الاسرار
- [۳۶] (۱۶) اسماع الاربعين في شفاعة سيد المحبوبين
- [۵۱] (۱۷) باب غلام مصطفى
- [۶۸] (۱۸) سبحن السبوح عن عيب كذب مقبوح
- [۷۶] (۱۹) الحجة الفاتحة بطيب التعيين والفتاحه
- [۷۷] (۲۰) سرور العيد السعيد في حل الدعاء بعد صلاة العيد
- [۸۱] (۲۱) الحرف الحسن في الكتابة على الكفن
- [۸۲] (۲۲) ابر المقال في استحسان قبلة الاجلال
- [۸۳] (۲۳) الياقوتة الواسطه في قلب عقد الرابطه
- [۸۸] (۲۴) سبحن القدس عن تقديس نحس منكوس
- [۹۶] (۲۵) الامن والعلی لناعتی المصطفى بدافع البلاء
- [۹۸] (۲۶) بركات الامداد لاهل الاستمداد
- [۹۹] (۲۷) بذل الجوائز على الدعاء بعد صلاة الجنائز
- [۱۰۲] (۲۸) فتح النسرین بجواب المسئلة العشرين
- [۱۰۵] (۲۹) الكوكبة الشهابية في كفريات ابي الوهابية
- [۱۰۶] (۳۰) سل السيوف الهندية على كفريات بابا النجدية
- [۱۰۷] (۳۱) وشاح الجيد في تحليل معانقة العيد
- [۱۱۲] (۳۲) سبل الاصفيا في حكم الذبح للاولياء
- [۱۱۵] (۳۳) اطائب التهاني في النكاح الثاني
- [۱۲۲] (۳۴) شفاء المواله في صور الحبيب ومزاره ونعاله
- [۱۲۵] (۳۵) النفحة الفاتحة من مسك سورة الفاتحة

- [١٥٣] (٣٦) الوفاق المتين بين سماع الدفين ووجوب اليمين
- [١٥٥] (٣٤) ازالة العار بحجر الكرايم عن كلاب النار
- [١٥٩] (٣٨) جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة
- [١٦٨] (٣٩) انباء المصطفى بحال سرواخفى
- [١٦٩] (٤٠) اللؤلؤ المكنون فى علم البشير ما كان وما يكون
- [١٤٠] (٤١) مالى الجيب بعلوم الغيب
- [١٩٣] (٤٢) الجزاء المهيا لغلظة كنهيا
- [٢٠٣] (٤٣) الموهبة الجديدة فى وجود الحبيب بمواضع عديدة
- [٢١٦] (٤٤) اتيان الارواح لديارهم بعد الروح
- [٢٢١] (٤٥) اهلاك الوهابيين على توهين قبور المسلمين
- [٢٢٣] (٤٦) الدولة المكية بالمادة الغيبية
- [٢٢٦] (٤٧) هادى الناس فى اشياء من رسوم الاعراس
- [٢٣١] (٤٨) حسام الحرميين على منح الكفر واليمين
- [٢٣٢] (٤٩) خلاصة فوائد فتاوى
- [٢٣٣] (٥٠) مبين احكام وتصديقات اعلام
- [٢٣٦] (٥١) الفيوض الملكية لمحبة الدولة المكية
- [٢٥٣] (٥٢) تمهيد ايمان بآيات قرآن
- [٢٥٣] (٥٣) فقه شهنشاه وان القلوب بيد المحبوب بعتاء الله
- [٢٥٥] (٥٤) مفاد الحبر فى الصلاة بمقبرة او جنب قبر
- [٢٥٤] (٥٥) بدر الانوار فى اداب الاثار
- [٢٥٨] (٥٦) انباء الحى فى كتابة المصنون تبيان كل شئ
- [٢٥٩] (٥٧) دامان باغ سبخن السبوح
- [٢٦٠] (٥٨) المبين ختم النبيين
- [٢٦٥] (٥٩) قمر التمام فى نفي الفى عن سيد الانام
- [٢٨٣] (٦٠) ايدان الاجر فى اذان القبر

- [۲۸۶] (۶۱) رعاية المذہبین فی الدعاء بین الخطبتین
 [۲۸۷] (۶۲) رشاقة الکلام فی حواشی اذاقة الاثام
 [۲۹۸] (۶۳) البارقة الشارقة علی المارقة المشاركة
 [۳۰۱] (۶۴) تنبيه الجهال بالهام الباسط المتعال (۱)
 [۳۰۲] (۶۵) جوابہائے ترکی ترکی
 [۳۰۳] (۶۶) سيف المصطفى علی اديان الافتراء
 [۳۰۸] (۶۷) نشاط السکین علی حلق البقر السمين (۲)
 [۳۱۲] (۶۸) اخباریہ کی خبرگیری
 [۳۱۳] (۶۹) نهاية النصره برد الاجوبة العشرة
 [۳۲۳] (۷۰) مصمام سنیت بگلوئے نجدیت
 [۳۳۸] (۷۱) ظفر الدين الجيد ملقب به بطش غيب
 [۳۴۰] (۷۲) مبین الهدی فی نفی امکان مثل المصطفى
 [۳۴۱] (۷۳) ماحية العيب بايمان الغيب
 [۳۴۵] (۷۴) چابک لیث بر اہل حدیث
 [۳۴۷] (۷۵) پردہ در امر تبری
 [۳۴۸] (۷۶) الاسئلة الفاضله علی الطوائف الباطله

[۲۴] [۲۶] ترویج غیر مقلدین

یہ وہابیہ کے فرغنے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ماننے والے ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب رئیس نجد کا لڑکا تھا، بڑا چالاک ہوشیار تھا، اور باپ دادا اس کے نظم ظاہری اور باطنی میں اس جگہ کے مقتدا، اور صاحب سلسلہ تھے۔ اس کے خاندان کا اس اطراف میں بڑا اعتبار تھا۔ ابن عبدالوہاب نے سلطنت کی حکمرانی کا ارادہ کیا، اور یہ صلاح ٹھہرائی کہ دین داری کے حیلہ سے لوگوں کو جمع کر کے، مکہ اور مدینہ کو اپنے تصرف میں لے لیا جائے، کہ فوج و لشکر سے خالی ہیں، اور مال و خزانہ ان میں بے شمار ہے۔ چنانچہ اس نے جب مال و خزانہ اور ایک بڑے گروہ کو اپنے قبضہ میں کر لیا، تو وعظ میں یہ بیان کیا کہ سب حاضرین مل کر ایک شخص کو سردار مقرر کریں۔ مگر مجھ کو معاف رکھیں کہ دنیا کی رغبت نہیں رکھتا ہوں۔ تو پہلے ان لوگوں نے جو ملے ہوئے تھے، پھر سمجھوں نے کہا کہ سوائے آپ کی ذات شریفہ کے اور کوئی اس کام کے لائق نہیں۔ تب اس نے کہا کہ

میں مجبور ہوں کہ مسلمانوں کا گروہ مجھے سرداری کے لیے منتخب کرتا ہے۔ میں خلاف کیسے کر سکتا ہوں؟ لاچار ہو کر قبول کرنا ہوں۔ مگر ایک شرط یہ ہے کہ اعمال میں میرے تمام لوگ میرے مطیع رہو، اور میرے حکم سے نہ پھرو۔

آخر سب سے بیعت لے کر امیر المومنین بنا، اور نام اس کا سلطان کے نام کی جگہ خطبہ میں داخل ہوا۔ قصبہ درعیہ جو وطن اس کا تھا، وہی تخت گاہ قرار دے کر اپنی اولاد و اقارب کو شہروں کا حاکم کیا، اور آپ خود ایک نیا مذہب جاری کیا، جس کی رو سے تمام اہل سنت و جماعت کافر ٹھہریں۔ کچھ مسئلے متفرق خارجیوں کے، کچھ معتزلہ کے، کچھ ملاحدہ طاہر کے مذہبوں سے لے کر، کچھ اپنے جی سے جوڑ کر ایک رسالہ بنایا اور اس کا نام کتاب التوحید رکھا۔ جس میں تمام امت مرحومہ کو کافر لکھا۔ خصوصاً ساکنان حریمین محترمین کو۔ تاکہ ان کا لوٹنا اور مارنا جہاد ٹھہرے۔ تاکہ خوب مال و زر جمع ہو جائے۔ ایسی کاروائی سے اس وہابیہ فرقہ نے ترقی کی، اور اس نے اپنا نام محمدی قرار دیا، لیکن محمدی تو سب مسلمان ہیں، اس لیے سنیوں نے اس فرقہ کا نام محمد بن عبد الوہاب کے باپ کی طرف منسوب کر کے وہابیہ رکھا۔ جو سارے عرب و عجم، روم و شام میں مشہور ہو گیا۔

ہندوستان میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا خاندان بہت علمی تھا۔ اور قریب قریب ہندوستان کے تمام یا اکثر علماء، فن حدیث میں انہیں کے خوشہ چین اور مستفیدین تھے۔ اسمعیل ان کا یتیم بھتیجا تھا، جن کے باپ مولوی عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ صاحب اپنے بڑے بھائیوں کے سامنے انتقال کر چکے تھے، اس لیے لوگ رحم و کرم کرتے، اور پھر مانتے تھے۔ لیکن طبیعت میں جاہ پسندی اور حب دنیا تھی۔ یہاں ہندوستان کی سلطنت بھی کمزور ہو رہی تھی، اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ جب تک مولانا عبدالعزیز صاحب زندہ تھے، اعلانیہ ان کی مخالفت کی ہمت نہ پڑی۔ جب ان کا انتقال ہو گیا، تو بھتیجے صاحب کو کھل کھیلے۔ نجدی کی کتاب التوحید کہیں سے ان کو ہاتھ لگ گئی تھی، اسی کی تبلیغ و تلقین شروع کی، اور اس کا چر بہ بنام "تقویۃ الایمان" لکھ کر اطراف و اکناف میں پھیلا یا۔ اس میں بات بات پر حکم شرک و کفر جڑا۔ انبیاء و رسل ملائکہ و صالحین کی سخت توہین کی۔

تنویر العینین میں لکھا:

ولیت شعری کیف يجوز التزام تقلید شخص معین تمكن الرجوع الی الروایات المنقولة
عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصریحة الدالة علی خلاف قول الامام المقلد فان لم
یتروک قول امامہ ففیہ شائبۃ من الشریک۔

یعنی میں نہیں سمجھتا کہ ایک شخص معین کی تقلید کرنا کیونکر جائز ہو گا باوجود ممکن ہونے رجوع ان روایتوں کی طرف جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں جو مخالف امام مقلد کے قول کے ہیں۔ پھر ایسی صورت میں اگر اپنے امام مقلد کے قول کو نہ چھوڑے، تو اس میں آمیزش شرک کی ہے۔

تو جو لوگ یہاں مولوی اسماعیل دہلوی کے معتقد اور ہم خیال اور کتاب التوحید و تقویۃ الایمان کے ماننے والے ہوئے، ان کو وہابی کہتے ہیں۔ ہندوستان میں وہابیہ کی دو شاخیں ہیں۔

ایک: جو صرف عقائد میں ان کے ہم خیال، اور عمل میں بظاہر مخالف لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے تقلید کے قائل۔
دوسرے: عقائد میں بھی ہم خیال، اور عمل میں بھی۔ یعنی تقلید کے مخالف آئین بالجبر، رفع یدین کرنے والے۔۔۔ ان کو غیر مقلد کہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے غیر مقلدوں کی تردید میں چھبیس کتابیں حسب ذیل تصنیف فرمائیں ہیں:

- [۳۸] (۱) النهی الاکید عن الصلاة وراء عدی التقليد
- [۵۷] (۲) صفایح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین
- [۱۰۸] (۳) وصاف الرجیح فی بسملة التراویح
- [۱۰۹] (۴) السیوف المخیفة علی عائب ابی حنیفة
- [۱۲۲] (۵) جمیل ثناء الائمة علی علم سراج الامة
- [۱۲۶] (۶) اعز النکات بجواب سوال الرکات ملقب بلقب الفضل الموهبی فی معنی اذاصح الحدیث فهو مذهبی
- [۱۳۰] (۷) حاجز البحرین الوافی عن جمع الصلاتین
- [۱۳۲] (۸) لوامع البها فی المصر للجمعة والاربع عقبیها
- [۱۴۱] (۹) النهی الحاجز عن تکرار صلاة الجنائز
- [۱۴۹] (۱۰) هبة السنافی تحقیق المصاهره بالزنا
- [۱۶۶] (۱۱) الجام الصاد عن سنن الضاد
- [۱۷۲] (۱۲) قوارع القهار علی المجسمة الفجار
- [۱۷۶] (۱۳) رادع التعسف عن الامام ابی یوسف
- [۱۷۹] (۱۴) المقال الباهر ان منکر الفقه کافر
- [۱۸۱] (۱۵) التائب الصیب علی ارض الطیب
- [۱۹۹] (۱۶) اظہار الحق الجلی
- [۲۰۰] (۱۷) معارک الجروح علی التوہب المقبوح
- [۲۱۰] (۱۸) اصلاح النظیر
- [۲۱۲] (۱۹) اکمل البحث علی اهل الحدث
- [۲۲۸] (۲۰) السهم الشہابی علی خداع الوہابی

[۲۶۲] (۲۱) الہادی الحاجب عن جنازة الغائب

[۲۷۵] (۲۲) لمة الشمعة فی اشراط المصر للجمعة

[۳۱۰] (۲۳) صمصام حدید بر کولی بر قید عدو تقلید

[۳۲۰] (۲۴) مبین الہدی فی نفی امکان مثل المصطفی

[۳۲۶] (۲۵) الرد الناهز علی زعم النہی الحاجز

[۳۲۸] (۲۶) الاسئلة الفاضله علی الطوائف الباطله

[۲۵] تردیدندوہ [۱۷]

ندوہ کی داغ بیل ۱۳۱۰ھ میں پڑی اور ۱۳۱۱ھ میں اس کی بنیاد رکھی گئی۔ استاذ الاساتذہ حضرت مفتی عنایت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۷۷ھ میں کانپور میں مدرسہ عام قائم کیا۔ دو برس تک خود ہی مدرسہ اول رہے، اس کے بعد اپنے لائق فائق شاگرد استاذ العلماء (حضرت مولانا لطف اللہ صاحب) کو اپنی جگہ رکھ کر حج کے لیے روانہ ہوئے۔

حضرت مولانا لطف اللہ صاحب سات برس تک کانپور میں اپنے درس سے طلبائے علوم دینیہ کو فیضیاب فرما کر علی گڑھ تشریف لے گئے، اور مدرسہ جامع مسجد میں لوگوں کو درس دینا شروع کیا۔ مگر آپ کے تشریف لے جانے کے بعد بھی مدرسہ فیض عام کا فیض، عام رہا اور طلبہ برابر پڑھ کر فارغ التحصیل ہوا کیے۔ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں جو طلبہ فارغ التحصیل ہوئے ان کی دستار بندی کا جلسہ تھا، اور مشاہیر وقت استاد العلماء مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی، حضرت حافظ شاہ محمد حسین صاحب اللہ آبادی، حضرت استاذی مولانا احمد حسن صاحب صدر مدرس مدرسہ فیض عام کانپور، مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری قادری چشتی وغیرہ اکابر علماء و مشائخ کرام تشریف فرما تھے کہ ان کے باہمی مشورہ سے یہ طے پایا کہ علماء کی ایک مجلس قائم کی جائے اور آئندہ سال فیض عام کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ہندوستان کے تمام مشاہیر علماء کو اس کے لیے عام دعوت دی جائے، اور اس مجلس کا نام ندوۃ العلماء قرار پایا۔ جس کے ناظم مولانا محمد علی مونگیری مقرر ہوئے۔

چنانچہ دوسرے سال یعنی ۱۳۱۱ھ، ۱۵/۱۶/۱۷ شوال مطابق ۲۲/۲۳/۲۴ اپریل ۱۸۹۳ء مدرسہ کے چودہ فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کا جلسہ ہوا۔ حضرت استاذ العلماء جناب مولانا لطف اللہ صاحب اس جلسہ کے صدر قرار پائے۔ جناب شاہ سلیمان صاحب پھلواری چشتی نے سورہ جمعہ کا بہت ہی موثر وعظ فرمایا۔ اگر اس جلسہ میں خالص علمائے اہل سنت ہی مدعو ہوتے اور انہیں کا مخصوص جلسہ ہوتا، تو بلاشبہ قوم و ملک کے لیے یہ بہت ہی مفید مجلس ثابت ہوتی۔ مگر شیطان کی شیطان بازی یہ ہے کہ جب انسان کوئی اچھا کام کرنے لگتا ہے تو وہ بھی چپکے سے آکر شامل ہو جاتا ہے، اور ایک ایسی رائے ٹھونک دیتا ہے جو بظاہر بہت اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن وہی بس کی گانٹھ اور زہر ہلا ہل ثابت ہوتی ہے۔ جس طرح سرسید احمد خان نے مسلمانوں کی دنیوی

فلاح و بہبود کی ترکیبیں بہت معقول نکالی تھیں، کاش تقسیم عمل کے وصول پر اکتفاء کرتے اور دینی امور میں دخل نہ دیتے تو تمام ہندوستان کے لوگ متفقہ طریقے پر ان کا ساتھ دیتے، لیکن ان کی دینی تجدید نے مسلمانوں کو ان سے علیحدہ کر دیا۔

اسی طرح کاش! یہ دینی جلسہ صرف دیندار علماء و مشائخ اہل سنت کا ہوتا تو واقعی بہت مفید ہوتا، اور ہندوستان کے تمام اہل سنت اس سے اتفاق کرتے، مگر غضب یہ کیا کہ اس کو ایک مذہبی جلسہ کی حیثیت سے ہٹا کر ایک میلہ کی شکل بنا دی۔ چنانچہ اس جلسہ کے ایک معتبر وثقہ شریک نے ان لفظوں میں اس کا نقشہ کھینچا ہے۔

شوال ۱۳۱۱ھ میں پہلا اجلاس ہوا۔ یہ اجلاس اپنی شان اور اجتماع میں خود اپنی نظیر تھا، ایک شان یہ تھی کہ ہر فرقہ کے ضنادید علماء شریک جلسہ تھے علمائے حنفی کے علاوہ اہل حدیث میں سے ابراہیم آروی مولوی محمد حسین بنالوی شیعہ مجتہدین میں مولوی غلام الحسین کٹوری شریک تھے۔

اور ظاہر ہے جب مختلف الخیال مختلف عقیدہ کے لوگ مدعو ہیں، اور ہر مذہب والا اپنے مذہب کو حق جانتا ہے تو یقیناً ہر ایک وہی بولی بولے گا، جس کا وہ معتقد ہے۔ ایسی صورت میں عام مسلمانان شرکائے جلسہ کو اس جلسہ سے فائدہ پہونچے گا یا سراسر نقصان ہی نقصان؟ چنانچہ پہلے ہی جلسہ میں مولوی غلام حسین کٹوری مجتہد و انفس نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل بیان کیا، اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خم غدیر پر ان کے سر عمامہ خلافت باندھا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد ملت حاضرہ فاضل بریلوی قدسی سرہ العزیز بھی تشریف فرما تھے۔ آپ نے حضرت الاسد الاسد اللہ اللہ اللہ اللہ حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی کو اشارہ سے بلایا اور فرمایا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اسی وقت وہ دونوں حضرات اٹھے اور حضرت استاذ العلماء مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی کی خدمت میں پہونچے اور فرمایا کہ یہ کیسا جلسہ ہے اور کیا ہو رہا ہے؟ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ صبح سے میں بھی تو یہی جھینک رہا ہوں۔ چنانچہ ناظم ندوہ جناب مولانا محمد علی صاحب کو کہا گیا اور ان کی شاعت ظاہر کی۔ انھوں نے یہ عذر کیا کہ ہم نے تو پھیلا یا ہے، ہمیں کیونکر؟ آئندہ سال سے اس کا خیال کیا جائے گا۔ روداد اول صفحہ ۶۳ ملاحظہ ہو۔ اسی بیان کے متعلق لکھا ہے:

اس بیان سے حاضرین جلسہ کو فی الجملہ تکدر ہوا اور بعض اشخاص نے بولنا بھی چاہا۔ مگر چونکہ یہ بات قرار پا چکی تھی کہ مجلس میں کسی قسم کی رد و قدح نہ ہو اسی لیے خاموشی اختیار کی گئی۔

اس طرف تو یہ اخلاق اور ادھر ان مجتہد صاحب نے رسالہ ”آئینہ حق نما“ میں چھاپ دیا کہ:

ہم دو سو علمائے ندوہ کے مواجہہ میں خلافت بلا فصل بیان کر آئے اور کسی نے کان نہ ہلایا۔

معلوم ہوا کہ یہ کوئی اضطراری بات نہ تھی کہ مجتہد صاحب کی زبان سے بے سوچے سمجھے نکل گئی۔ بلکہ جان بوجھ کو یہ تیر

ابکا، اور اس پر فخر کیا، اور اسے چھاپا۔ جبکہ ادھر سے نہ صرف سکوت ہی رہا بلکہ ان کا شکر یہ ادا کیا گیا، ان کی تعریف کی

گئی۔ روداد اول ۶۳ پر ہے:

مولوی عبدالحق نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ مولوی غلام حسین صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ ہمارے اس جلسہ میں تشریف لائے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ہماری اتحادی مجلس میں مستند علمائے شیعہ شریک ہوئے۔ اور ہر سال اس کی شاعتیں بڑھتی گئیں۔ علمائے اہل سنت برابر اصلاح کی کوششیں کرتے رہے اور ادھر سے ہمیشہ وعدے کئے گئے مگر کبھی وہ وعدہ وفا نہ ہوا۔

اب میں چند عبارتیں اور اقوال ان کے نقل کرتا ہوں جو باعث اختلاف علمائے اہل سنت ہوا، اور علمائے ندوہ نے باوجود وعدہ ہائے مکرر ان کی اصلاح نہ کی۔ ورنہ مسلمانوں کے لیے بہت ہی مفید جماعت ہوتی۔ مگر شیطان نے بیچ میں گھسن کر ایسے اقوال ان سے کہلوائے، اور ایسی عبارتیں لکھوائیں، جس کی وجہ سے اختلاف بڑھتے گئے۔ اور یہ مفید جماعت دین و مذہب کے لیے مضر ہو کر رہی۔

(۱) مولوی غلام صاحب مجتہد کی منقولہ بالا عبارت

(۲) روداد اول ص ۶۱، ۶۲۔ (تقریر حقانی صاحب دہلوی)

ہندوستان میں تین قسم کے مسلمان ہیں۔ سنی، شیعہ، پھر سنیوں میں مقلد غیر مقلد۔ افسوس ہے کہ سب کا ایک قرآن، ایک کعبہ، ایک نبی۔ وہ امور جو مرشد کامل سے قطعی الثبوت ہیں، عقائد سے لے کر عملیات تک ان سب میں سب کا اتفاق۔ (الی قولہ) پھر صاحبو! یہ جھگڑا اور تو تو میں میں کیسی؟ ذرا ذرا باتوں کو پہاڑ بنا کر کہاں تک نوبت پہنچائی گئی ہے۔

(۳) اسی میں ہے:

اس سردار سے تم کو کیا فائدے پہنچیں گے؟ اول تو تمہارے مذہبی اختلافات دور ہو جائیں گے جو ہر ایک طبیعت کے مولوی صاحب سے دور ہونے ممکن نہیں۔

(۴) اسی حصہ میں ہے:

اول برکت اس جلسہ کی یہ ہے کہ اس نے شیعہ اور سنی اور مقلدین اور اہل حدیث مختلف اذواق کے لوگوں کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ امید ہے کہ جیسے قوائے مختلفہ کے اکٹھا ہونے سے ایک کیفیت متشابہ پیدا ہو جاتی ہے، جس کو مزاج کہتے ہیں۔ ان طبائع مختلفہ کے اجتماع سے ایک دوسری حالت پیدا ہو، جو قریب قریب اعتدال حقیقی ہو جائے۔

(۵) اسی حصہ میں ص ۱۰۹ پر ہے۔ (تقریر مولوی عبداللہ انصاری):

اس وقت لازم ہے کہ جملہ کلمہ گو و اہل قبلہ اپنے اپنے دعووں کو واپس لیں، اور آپس کے مباحثہ کو ترک کر کے اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

(۶) مضامین اربعہ روداد میں ہے۔ (رسالہ اتفاق مولوی آروی):

اگر کسی کافر کو مسلمان کرتے ہیں، تو اس سے فقط کلمہ شہادت پڑھواتے ہیں، جہاں اس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا، سب نے

اسے مسلمان جان لیا۔

(۷) اسی میں ہے:

مسلمانوں کا کوئی فرد ایسا ہے جو کلمہ شہادت کا اقرار نہیں کرتا؟ پھر اس کی ہتک حرمت کیوں کر حلال ہو سکتی ہے؟

(۸) اسی حصہ روواد میں ہے:

جب تم نے باوجود اس نسبت کے کہ وہ بلا اکراہ اللہ کو ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کہتا ہے، اس کی اہانت کی۔ تو اب

جس قدر اہانت کی جاتی ہے، وہ اہانت اللہ کے نام اور رسول اللہ کی اہانت ہے۔

(۹) اسی میں ہے:

ندوہ یہ چاہتا ہے کہ ہر فرقہ کے مسلمان اپنے اپنے مذہب پر دیاۃ قائم رہنے کے ساتھ ملے جلے رہیں۔ ان میں مذہب

ایک نہیں چاہے سو ہوں۔

(۱۰) اسی میں ہے:

ہر وہ شخص جو بلا اکراہ اللہ و رسول کو مانتا ہے اور اسلام سے راضی ہے بے شک میرا مسلمان بھائی ہے۔ کسے باشد! ان میں

جو اللہ و رسول سے جہاں تک محبت اور تقویٰ رکھتا ہے وہ اللہ کے نزدیک زیادہ رتبہ رکھتا ہے، کوئی مذہب والا مسلمان ہو۔

(۱۱) اسی میں ہے:

ہر شخص اپنی سمجھ پر مکلف ہے، اور ہر امر میں حقیقۃً الحال خدا کے سوا کوئی نہیں جان سکتا، اور وہ شخص خدا اور رسول کی اطاعت

دیاۃً اسی میں سمجھتا ہے، جس کو ہم خلاف حق خیال کرتے ہیں، تو ہمارا خلاف حق سمجھنا دوسرے کے حق میں کیا ضرر پہنچ سکتا

ہے؟ اللہ کے معاملے نرالے معاملات نہیں۔ دنیاوی معاملات سے مذہبی معاملات کا مقابلہ کر کے بہت اچھی طرح سمجھے جاسکتے

ہیں کہ مسلمانوں کے سیکڑوں فرقوں میں حق پر کون شخص ہے اور ناحق پر کون؟ خدا کس سے راضی ہے، اور کس سے

ناراض؟ حضرات! مقام غور ہے کہ برٹش گورنمنٹ کی رعایا کے ملت و مذہب میں کس قدر اختلافات ہیں۔ گورنمنٹ سب کو اپنا

مطیع خیال کر کے ایک نظر سے دیکھتی ہے۔ تو بات یوں ٹھہری کہ جو اللہ و رسول کو بلا اکراہ مانتا ہے اور اپنی سمجھ میں اللہ و رسول کی

اطاعت اپنے اوپر فرض جانتا ہے اور مذہبی کام جو کچھ بھی وہ کرتا ہے اس میں اللہ و رسول کی اطاعت و خوشنودی کا خیال کرتا ہے وہ

یقیناً مسلمان ہے، کسے باشد! تو جیسے گورنمنٹ کے ہوا خواہ، وفادار رعایا کو باغی کہنا نہایت ہی سنگین جرم ہے، اسی طرح جو شخص

مومن کو کافر کہتا ہے، خدا بھی اس کی سنگین سزا کرے گا۔ کسی کی ہوا خواہ وفادار رعایا کو باغی کہنا نہایت ہی سنگین جرم ہے۔ دیکھو

تعزیرات ہند ص ۲۱۱

(۱۲) اسی میں ہے:

مسلمانوں کے آپس میں محبت نہیں تو ایمان ندارد۔ اور ایمان رخصت تو جنت سے کیا سروکار!

(۱۳) اسی میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغض و عناد کو جو اتفاق شکن چیز ہے، حائقہ فرمایا ہے، اور تصریح فرمادی کہ بغض و عناد دوسروں کو نہیں مونڈتے، بلکہ دین کو مونڈ ڈالتے ہیں۔

(۱۴) حصہ مضامین نظم و نثر میں ہے:

یہاں تو ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق پر اپنی تمام ہمت کو صرف کرنا زندگی کا اعلیٰ مقصد سمجھتے ہیں۔ اسلام میں یہ بلا، سب بلاؤں سے زیادہ سخت ہے۔

(۱۵) اسلام ایک سچا مذہب ہے۔ اور اس کے اصول سب فرقوں میں یکساں مرتبہ رکھتے ہیں۔

(۱۶) حصہ مضامین نثر میں ہے:

میں بالخصوص اس رائے کا اظہار کرنا چاہتا ہوں جو ۹۴ء کے محضن ایجوکیشنل کانفرنس نے اس مجلس کی تائید میں پاس کی ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ نامور اہل الرائے مسلمانوں کا ایک جلسہ ہے۔ جس جوش و ہمدردی کے ساتھ ندوۃ العلماء کی تائید اس جلسہ کی گئی ہے، اس کی کیفیت ستر صفحات پر چھاپی گئی ہے۔ یہ تجویز نواب محسن الملک نے پیش کی تھی، اور سید محمود صاحب نے اس کی تائید فرمائی تھی، جن کی نسبت یہ کہنا بالکل بے مبالغہ ہے کہ مثل ان کی تربیت یافتہ عالی خیال مسلمان انگریزی تعلیم نے اس وقت تک ہندوستان میں پیدا نہیں کیا۔ [ملاحظہ ہو رسالہ منورہ فی اتباع الندوہ فصل اول اور اس کی مفصل تردید فصل دوم میں مصنفہ مولوی غلام احمد صاحب بجاوڑی]

(۱۷) روداد دوم ص ۱۰ میں ہے:

حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ کے عقائد میں بھی اس حد کا اختلاف ہے کہ ایک کے عقیدے کے مطابق دوسرے پر کفر کا الزام عائد ہوتا ہے۔ ان کے عقائد کے رو سے ان کی باہمی اسلامی شرکت بھی نہیں۔ اس لیے کہ ایک شئی حنفیہ کے یہاں فرض یا واجب اور شافعیہ کے یہاں حرام یا مکروہ۔ اور فرض کو ممنوع یا حرام کو حلال جاننے والا کافر ہوتا ہے۔

(۱۸) روداد دوم ص ۹ (تقریر ناظم صاحب):

مقلد غیر مقلد کا اختلاف ایسا ہے کہ جیسا حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ کا۔

(۱۹) روداد سوم میں ہے:

دارالعلوم کی تجویز پیش ہوئی۔ مولوی ابراہیم صاحب آروی نے اختلاف کیا اور وجہ بیان کی کہ اس دارالعلوم میں خصوصیت مذہب رکھنا مناسب نہیں۔ ناظم صاحب نے کہا اس کا خیال رکھا جائے گا۔ باتفاق عام یہ تجویز پیش ہوئی۔

(۲۰) مضامین نظم و نثر میں ہے:

(الف) ص ۲۴ میں ہے:

غیر مقلدین اتقیائے اہل سنت ہیں۔

(ب) صفحہ ۲۳ میں ہے:

ان کے اختلافات سراسر مفید ہیں۔

(ج) صفحہ ۳۲ میں ہے:

مذہب اسلام کے معین و مددگار ہیں۔ ان سے بنائے اسلام قائم ہے۔ ان سے اسلام کی ادق تحقیقات اور ذوق و عرفان

الہی مرتب ہے۔

(۲۱) روداد دوم میں ہے:

ایک محکمہ اُفتا قائم کیا جائے۔ جو شخص کس قسم کا سوال ندوے سے کرے، اس کا جواب دیا جائے۔

(ص ۶۰)۔۔۔۔۔

بہت غیر مناسب ہے کہ ناسبان پیغمبر کی مجلس ہو، اور لوگ کسی امر کی ہدایت چاہیں اور ان کی جانب قطع نظر بدنمائی اور بددلی کے مواخذہ اخروی کا بھی خوف ہے۔ (ص ۶۲) انھیں جواب نہ ملے، یادیر ہو جائے تو جو جی میں آئے اس پر عمل کرنے کا بہت بڑا حیا ہے۔ یہ حالت عوام کو کس قدر مطلق العنانی کا باعث ہے، جو مسائل اس وقت باعث نزاع ہو رہے ہیں، ان کے جواب سے سکوت رہے۔ (ص ۶۳)

(۲۲) روداد اول صفحہ ۶۸ میں ہے۔ (تقریر میر محمد شاہ رام پوری):

شافعی، حنفی غیر مقلد بھی تم ہو گئے، تو خدا کے نزدیک تو کچھ رتبہ نہ بڑھ گیا۔ اس کے نزدیک اس کی قدر ہے، جس کے دل میں ایک ذرہ محبت کا ہے۔ چاہے شافعی ہو، چاہے حنفی، چاہے غیر مقلد۔

(۲۳) اتمام الحجہ صفحہ ۱۵ میں ہے:

ایک شخص تمام اصول دین کا مقرر ہے، بعض میں خلاف کرتا ہے، ایسے مقام پر حب فی اللہ کا مقتضی بھی ہوگا کہ محبت اس سے غالب ہو اور بغض مغلوب۔

(۲۴) القول الفاضل ص ۶، علمائے ندوہ کی حقیقت کے وجوہات صفحہ ۳ میں ہے:

ابن ماجہ کے صفحہ ۲۹۶ میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بقسم فرمایا: میری امت تہتر فرقے ہو جائے گی، ایک جنتی ہوگا، باقی جہنمی۔ لوگوں نے عرض کیا: حضرت! جنتی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: جماعت۔ یعنی جدھر مجمع زیادہ ہو۔۔۔۔۔ جو ان حدیثوں پر غور کرے گا، ہرگز ندوہ کی مخالفت نہ کرے گا۔

(۲۵) اسی کے صفحہ ۵ میں ہے:

قرآن کے ساتھ تمسک کی یہی صورت ہوگی کہ ندوہ کے ساتھ اتفاق کریں۔ ورنہ جہنم ہی ٹھکانہ ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ

نے: ومن يتبع غير المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم جو مسلمان کے طریق کے سوا کوئی دوسری سبیل چاہے تو اس کو ہم پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا اور ڈال دیں گے اس کو جہنم ہیں۔

(۲۶) روداد اول ص ۶۲ میں ہے۔ (تقریر حقانی صاحب):

یہ مجلس کافہ اسلام کے علما کی ہے۔ سنی، شیعہ، مقلد، غیر مقلد سب مل کر سرانجام کریں۔

اس کے علاوہ مضامین اربعہ:

ص ۱۲ ص ۱۴ صفحہ ۱۶ صفحہ ۱۸ صفحہ ۲۰ صفحہ ۲۱ صفحہ ۲۲ صفحہ ۲۳ صفحہ ۲۵ صفحہ ۲۶ صفحہ ۲۷ صفحہ ۳۶ صفحہ ۳۷ صفحہ ۳۹ مضامین و

نثر صفحہ ۲۳ صفحہ ۲۴ صفحہ ۲۵ صفحہ ۲۸ صفحہ ۳۲ صفحہ ۳۸ صفحہ ۴۶ صفحہ ۴۷ صفحہ ۸۵ صفحہ ۹۱ صفحہ ۹۲ صفحہ ۹۳ روداد سال دو صفحہ ۸ صفحہ ۱۰ صفحہ ۶۰ صفحہ ۶۱ وغیرہ۔

یہ مختصر نمونہ از خروارے ان کے اقوال شاعت اشتمال کے ہیں۔ جن کی وجہ سے دیندار علمائے اہل سنت ندوہ سے علیحدہ ہو گئے، اور علیحدہ رہے اور لوگوں کو تحریراً اور تقریراً اس کی شاعت پر مطلع کرتے اور علیحدہ رکھنے کی ہدایت کرتے رہے۔ جن میں اشہر مشاہیر

[۱] حضرت تاج الفحول محبت الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی

[۲] اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد ملت طاہرہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی

[۳] حضرت کنز الکرامت جبل الاستقامت الاسد الاسد الارشد مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی پبلی بھیت

[۴] حضرت والا درجت حافظ صحیح بخاری مولانا مولوی سید عبدالصمد صاحب نقوی سہوانی پھونڈ ضلع اٹاوا

[۵] حضرت والا درجت شاہ امین احمد صاحب جناب حضور سجادہ نشین حضرت مخدوم الملک بہاری

[۶] حضرت استاذ مولانا مولوی ہدایت اللہ خان صاحب جوپوری رامپوری

[۷] مولانا شاہ نصیر الحق صاحب چشتی نظامی زیب سجادہ عظیم آباد

[۸] مولانا سید شاہ وحید الحق صاحب زیب سجادہ شیخ پورہ بہار شریف

[۹] حضرت مولانا شاہ شہود الحق صاحب نظامی چشتی سجادہ نشین سپری گڑھ پٹنہ

[۱۰] حضرت مولانا مطیع الرسول شاہ عبدالقادر صاحب صاحبزادہ اعلیٰ حضرت تاج الفحول بدایونی۔

[۱۱] حضرت مولانا شاہ عبدالقیوم صاحب شہید فی سبیل اللہ بدایونی۔

[۱۲] حضرت مولانا ابوالوفاء سراج الدین شاہ سلامت اللہ صاحب اعظمی رامپوری

[۱۳] حضرت مولانا حافظ عنایت اللہ خان صاحب رامپوری

[۱۴] حضرت مولانا اعجاز حسین صاحب برادر مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب رامپوری

- [۱۵] حضرت مولانا شاہ ارشد علی صاحب رامپوری
- [۱۶] حضرت مولانا عبدالغفور خان صاحب رامپوری
- [۱۷] حضرت مولانا شاہ ظہور الحسن صاحب رامپوری از تلامذہ حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب
- [۱۸] حضرت مولانا سید شاہ محمد محسن صاحب صاحبزادہ مولانا حاج سید شاہ محمد اکبر صاحب ابوالعلائی زبیر سجاده دانا پور
- [۱۹] حضرت مولانا حاجی قادری شاہ محمد حامد رضا خان صاحب خلف اکبر اعلیٰ حضرت عالم اہل سنت فاضل بریلوی
- [۲۰] حضرت مولانا احمد علی شاہ نقشبندی
- [۲۱] حضرت مولانا محمد رمضان صاحب اکبر آبادی مدرس و واعظ جامع مسجد آگرہ
- [۲۲] حضرت والا درجت جناب سید شاہ اسمعیل حسن میاں مارہروی [۲۲] حضرت مولانا سید اعظم شاہ صاحب شاہ جہاں پوری
- [۲۳] حضرت مولانا شاہ عبدالکافی صاحب مدرس اول و مہتمم مدرسہ سبحانیہ الہ آبادی
- [۲۴] حضرت استاذی و ملاذی مولانا عبید اللہ صاحب پنجابی الہ آبادی
- [۲۵] حضرت مولانا محمد بشیر صاحب اجملی الہ آبادی
- [۲۶] حضرت مولانا محمد بشیر صاحب جبل پوری
- [۲۷] حضرت گرامی منزلت مولانا شاہ عبدالسلام صاحب قادری رضوی جبل پوری
- [۲۸] حضرت مولانا عبدالواحد خان صاحب رامپوری بہاری مدرس و بانی مدرسہ فیض رسول، بہار شریف
- [۲۹] حضرت مولانا سید شاہ کریم رضا صاحب تلمیذ اعلیٰ حضرت مولانا تقی علی خان صاحب بریلوی متوطن تیتھو شریف صاحب گنج گیا
- [۳۰] حضرت مولانا سید شاہ بشارت کریم صاحب، صاحب گنج
- [۳۱] حضرت مولانا عبداللطیف صاحب سورتی برادر حضرت محدث سورتی متوطن پبلی بھیت
- [۳۲] جناب مولانا حکیم محمد خلیل الرحمن صاحب پبلی بھیتی
- [۳۳] حضرت مولانا سراج الحق صاحب، علی گڑھی
- [۳۴] حضرت مولانا حافظ بخش صاحب مدرس مدرسہ محمدیہ بدایوں
- [۳۵] حضرت مولانا فضل المجید صاحب بدایوں
- [۳۶] حضرت استاذی مولانا مولوی قاری حافظ حاجی حکیم محمد امیر اللہ صاحب بریلوی مدرس مدرسہ خانقاہ اقدس مارہرہ شریف
- [۳۷] جناب مولانا مولوی حکیم مومن سجاد صاحب کانپوری چشتی نظامی فخری
- [۳۸] جناب مولانا مولوی حافظ عبدالمجید صاحب متوطن آنولہ ضلع بریلی (والد ماجد حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مفتی آگرہ)

- [۳۹] جناب مولانا مسیح الدین صاحب الہ آبادی
 [۴۰] جناب مولانا ابوطاہر نبی بخش صاحب بہاری
 [۴۱] جناب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب عاجز بھوسا ہوی
 [۴۲] جناب مولانا امام الدین صاحب مدرس مدرسہ اٹالہ
 [۴۳] جناب مولانا عبدالرحیم صاحب ہروی
 [۴۴] جناب مولانا سید شاہ محمد سعید صاحب صاحبزادہ جناب حضور شاہ امین احمد صاحب بہاری
 [۴۵] جناب مولانا سید شاہ محی الدین صاحب صاحبزادہ حضرت شاہ بذر الدین صاحب سجادہ نشین پھلواری شریف
 [۴۶] حضرت والا درجت شاہ غلام حسین صاحب بہاری
 [۴۷] حضرت مولانا درجت شاہ غلام مظفر صاحب بلخی سجادہ نشین خانقاہ رائے پور، فتوحہ
 [۴۸] حضرت شاہ عزیز الدین صاحب قمری
 [۴۹] حضرت شاہ امیر الدین صاحب رئیس موضع جڑ ہوہ
 [۵۰] حامی دین متین گرامی جناب والا القاب قاضی غلام صدیق عبدالوحید صاحب رئیس عظیم آباد بانی جلسہ اہل سنت ۱۳۶۸ھ

پنہ

- [۵۱] حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب حسن برادر اوسط اعلیٰ حضرت امام اہل سنت بریلوی
 [۵۲] حضرت مولانا محمد رضا خان صاحب ننھے میان برادر خرد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت بریلوی
 [۵۳] والا جناب معلی القاب مولانا مولوی حافظ حکیم شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی
 [۵۴] جناب مولانا مولوی حکیم عظمت حسین صاحب
 [۵۵] جناب حقائق دستگاہ احمد میاں صاحب خلف الرشید جناب مولانا مولوی شاہ فضل رحمن صاحب گنج مراد آبادی
 [۵۶] جناب مولانا مولوی حبیب علی صاحب علوی مقیم اٹالہ
 [۵۷] جناب مولانا مولوی ابوالفضل فضل حق صاحب مدرس مدرسہ عالیہ، رامپور
 [۵۸] حضرت مولانا مولوی حافظ سید محمد عبدالکریم قادری برکاتی بریلوی
 [۵۹] جناب مولانا مولوی منصور علی خان صاحب مراد آبادی مصنف فتح التین مدرس مدرسہ طیبہ حیدرآباد
 [۶۰] جناب مولانا مولوی مفتی سید عبدالفتاح صاحب حسینی گلشن آبادی ساکن ناسک درگاہ محلہ
 [۶۱] جناب مولوی محمد اظہر امام صاحب رضوی مشہدی قادری ابوالعلائی بہار شریف
 [۶۲] جناب مولوی غلام غوث صاحب غوثی عباسی گوالیاری

- [۶۳] جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب حنفی قادری، پٹنہ
 [۶۴] جناب مولوی سید شاہ احمد حسین صاحب حنفی رئیس موضع قادری جڑہوہ مظفر پور
 [۶۵] جناب مولوی ابوالاسلام محمد اسحق صاحب خلف جناب مولانا مولوی حکیم حافظ محمد اسحاق حنفی چشتی صابری محلہ دوندی بازار

پٹنہ

- [۶۶] جناب مولوی حکیم حافظ محمد اسحاق صاحب حنفی چشتی صابری محلہ دوندی بازار، پٹنہ
 [۶۷] جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب انگریز آبادی پٹنہ
 [۶۸] جناب مولوی سید امام الدین احمد صاحب نقوی عسکری متوطن ناسک
 [۶۹] جناب مولانا سید امین الدین عماد الدین صاحب ابوالعباس حسینی رفاعی ممبئی
 [۷۰] جناب مولوی سید جنیب صاحب نائب قاضی ناسک
 [۷۱] جناب مولوی خلیل الرحمن صاحب مصنف رسالہ صفات الاولیاء برہان پور
 [۷۲] جناب مولوی محمد خلیل الرحمن صاحب، پشاور
 [۷۳] جناب مولوی رئیس الدین صاحب بمبئی ماہمی، راپور
 [۷۴] جناب شیخ صدر الدین محمد علی اختر صاحب صدیقی حنفی وکیل مجلس اہل سنت متوطن بہار شریف، کلکتہ
 [۷۵] جناب مولانا مولوی سید عبدالعزیز صاحب منطقی چشتی صابری انیسٹھوی تلمیذ رشید حضرت مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی

راپور

- [۷۶] جناب مولوی حکیم عبدالعلی صاحب چشتی صابری حنفی، پٹنہ
 [۷۷] جناب مولانا مولوی قاضی محمد معین الدین صاحب کیفی قادری میرٹھی مصنف اسعاد الفضلاء لسبب الحاد

الجهلاء

- [۷۸] جناب مولانا مولوی محمد ارشاد حسین صاحب دہلوی مصنف اظہار مکاتذوہ
 [۷۹] حضرت والا درجت مولانا امجد ذی الفضل المفرد مولانا مولوی محمد نذیر احمد خان صاحب اعلیٰ مدرس مدرسہ طیبہ احمد آباد
 گجرات مصنف رسالہ النذیر الاحمد لمن مطا والحمد والنذیر المبین للندویین
 [۸۰] جناب مولانا مولوی شاہ محمد ابراہیم صاحب حنفی قادری ملتان مدرسہ مقیم حیدر آباد، دکن
 [۸۱] جناب مولوی محمد حسین صاحب قادری رضوی بریلوی صاحب تقریرات ثلاثہ
 [۸۲] جناب مولانا مولوی حکیم سید شاہ ابوسعید صاحب شمس العلماء ایرایانی
 [۸۳] جناب مولانا مولوی سید محمد نذیر الحسن ایرایانی مصنف رسالہ آہ مظلوم

- [۸۴] جناب مولانا مولوی حافظ محمد صدیق علی صاحب خلف الرشید جناب مولانا مولوی لائق علی صاحب محلہ گڑھیہا، بریلی
- [۸۵] حضرت عبداللہ بن محمد بغدادی نزیل بمبئی
- [۸۶] جناب مولوی عبداللہ ولد محمد اشرف صاحب احمد آباد، گجرات
- [۸۷] جناب مولوی حکیم عبداللہ صاحب قادری حنفی، کلکتہ
- [۸۸] جناب مولوی سید عظمت علی صاحب واعظ سکندر پور ضلع فرخ آباد
- [۸۹] جناب مولوی ابوسعید محمد علیم اللہ صاحب، احمد آباد
- [۹۰] جناب مولوی عنایت العلی صاحب خلف مولوی کرامت العلی صاحب محدث حیدرآباد
- [۹۱] جناب مولوی غیاث الدین صاحب قاضی شہر ناسک
- [۹۲] جناب مولوی غیاث الدین صاحب صدیقی حنفی، بہار شریف
- [۹۳] جناب مولوی فضل احمد صاحب بدایونی
- [۹۴] جناب مولوی فقیر محمد صاحب حنفی قادری پشاروی حیدرآباد دکن
- [۹۵] جناب مولانا مولوی سید لطف علی شاہ صاحب صاحبزادہ چشت مبارک و خلیفہ مولانا فضل رحمن صاحب
- [۹۶] جناب مولوی سید بادشاہ صاحب قادری ملتانی حیدرآباد دکن
- [۹۷] جناب مولوی سید محمد سعید صاحب تلمیذ التلمیذ جناب مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی الہ آبادی
- [۹۸] جناب مولوی محمد طاہر صاحب بمبئی
- [۹۹] جناب مولوی سید شاہ محمد علی صاحب قادری مصنف جواہر الحقائق و جواہر الملوك، حیدرآباد دکن
- [۱۰۰] جناب مولوی محی الدین بادشاہ صاحب ملتانی حیدرآباد
- [۱۰۱] جناب مولوی ناظر حسن صاحب متوطن دیوبند
- [۱۰۲] جناب مولوی خواجہ عبداللہ صاحب دہلوی
- [۱۰۳] جناب مولوی عبدالقدیر صاحب حنفی نقشبندی حیدرآبادی
- [۱۰۴] حضرت مولانا ابوالمود احمد اشرف صاحب کچھوچھا شریف
- [۱۰۵] جناب مولوی محبوب نواز الدولہ صاحب مفتی اول دارالقضاء حیدرآباد
- [۱۰۶] جناب مولوی ضیاء الدین صاحب مفتی دوم حیدرآباد
- [۱۰۷] جناب مولوی محمد عبدالغنی صاحب مرشد آبادی
- [۱۰۸] جناب محمد نور الحسن صاحب حیدرآبادی

- [۱۰۹] جناب مولانا قاضی شریف محمد صالح ابن المرحوم قاضی شریف عبداللطیف صاحب لونڈے، بمبئی
- [۱۱۰] جناب مولانا قاضی شیخ محمد مرگھے صاحب قاضی شہزہ بمبئی
- [۱۱۱] جناب مولانا قاضی محمد اسماعیل صاحب المہری، بمبئی
- [۱۱۲] جناب مولانا مولوی قاضی اسماعیل جلمائی شافعی، بمبئی
- [۱۱۳] جناب مولانا مولوی عبید اللہ صاحب استاذ مدرسہ جامع مسجد بمبئی
- [۱۱۴] جناب مولانا مولوی گل محمد صاحب مدرس مسجد جامع علی گڑھ
- [۱۱۵] جناب مولانا مولوی غلام محمد صاحب مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور
- [۱۱۶] جناب مولانا مولوی مفتی محمد عبداللہ صاحب لاہوری
- [۱۱۷] جناب مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری
- [۱۱۸] جناب مولانا مولوی محمد عادل صاحب کان پوری
- [۱۱۹] استاذی و ملازی جناب مولانا حافظ شاہ احمد حسن صاحب صدر مدرس مدرسہ دارالعلوم مسجد رنگیاں کان پور محشی مثنوی شریف
- [۱۲۰] جناب مولانا سید غلام حسین صاحب و اعظما بمبئی متوطن جونا گڑھ
- [۱۲۱] جناب مولانا مولوی عبدالغفور صاحب مدرس و واعظ بمبئی
- [۱۲۲] جناب مولانا مولوی حسن ابن نور محمد صاحب
- [۱۲۳] جناب مولانا مولوی سید عمر صاحب قادری حنبلی حیدرآبادی
- [۱۲۴] جناب مولانا مولوی غلام محمد برہان الدین صاحب مفتی سابق گلبرگہ شریف متوطن حیدرآباد
- [۱۲۵] جناب مولانا سید شاہ محبوب بادشاہ قادری
- [۱۲۶] جناب مولانا شاہ ملک محمود صاحب قادری
- [۱۲۷] جناب مولانا محمد حماد صاحب قادری
- [۱۲۸] جناب مولانا سید جنیب ابن سید صادق انعام دار نائب قاضی متوطن گلشن آباد
- [۱۲۹] حضرت مولانا سید نظام الدین ابن محمد نذر علی سپرزادہ ناسک حسنی قادری حنبلی گلشن آبادی
- [۱۳۰] جناب مولوی عبدالکریم ولد عبدالغنی صاحب احمد آباد گجرات دکن
- [۱۳۱] جناب مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب دہلوی
- [۱۳۲] جناب مولانا مولوی کرامت اللہ خان صاحب دہلی و اعظما مدرس مدرسہ دہلی
- [۱۳۳] جناب مولانا ابوسعید محمد علیم اللہ صاحب دہلوی

- [۱۳۴] جناب مولانا مولوی فوز احمد صاحب کابلی مدرسہ علی گڑھ
- [۱۳۵] جناب مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کٹیالی مدرسہ اسلامیہ علی گڑھ
- [۱۳۶] جناب مولانا مولوی سلطان احمد خان صاحب قادری نوری
- [۱۳۷] جناب مولانا مولوی حکیم خلیل اللہ خان صاحب بریلوی رام پوری
- [۱۳۸] عالی جناب حضرت مولانا سید شاہ محمد غوث صاحب سجادہ نشین جناب شاہ فضل غوث صاحب ساقی بریلوی
- [۱۳۹] جناب مولانا مولوی محمد حبیب اللہ خان صاحب ولد مولانا مولوی عنایت اللہ خان صاحب رامپوری
- [۱۴۰] جناب مولانا مولوی معز اللہ خان صاحب ولد عباد اللہ خان صاحب
- [۱۴۱] جناب مولانا مولوی محمد مبارک اللہ خان صاحب
- [۱۴۲] جناب مولانا مولوی ابوالفضل صاحب مراد آبادی
- [۱۴۳] جناب مولانا مولوی محمد ہدایت علی صاحب بریلوی
- [۱۴۴] جناب مولانا مولوی حکیم احمد حسن خاں صاحب
- [۱۴۵] جناب مولانا مولوی محمد قاسم علی صاحب مراد آبادی
- [۱۴۶] جناب مولوی محمد دائم علی صاحب مراد آبادی
- [۱۴۷] جناب مولانا مولوی محمود حسن صاحب سہوانی مدرس مدرسہ اسلامیہ مراد آبادی
- [۱۴۸] جناب مولانا مولوی محمد حسن صاحب نواب پوری
- [۱۴۹] جناب مولانا مولوی مرزا جان صاحب ولایتی
- [۱۵۰] جناب مولانا مولوی محمد حسن صاحب مراد آبادی مدرس مدرسہ گلاوٹھی ضلع بلند شہر
- [۱۵۱] جناب مولانا مولوی مقصود علی صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ تلہر ضلع شاہ جہاں پور
- [۱۵۲] جناب مولانا مولوی سید حسن صاحب سند یافتہ کالج یونیورسٹی لاہور
- [۱۵۳] جناب مولانا مولوی ریاست علی خان صاحب شاہ جہاں پوری
- [۱۵۴] جناب مولانا مولوی سید نور محمد صاحب دہلوی
- [۱۵۵] جناب مولانا مولوی امین الدین صاحب حنفی مذہب چشتی مشرب از اہدیٰ نسبا بہاری توطنا
- [۱۵۶] جناب مولانا مولوی محمد وحید الدین صاحب
- [۱۵۷] جناب مولانا مولوی سید تفضل حسین صاحب حنفی ابوالعلائی
- [۱۵۸] جناب مولانا مولوی فتح الدین صاحب پنجابی مدرس صدر مجلس اہل سنت پٹنہ

- [۱۵۹] جناب مولانا مولوی امیر علی صاحب نائب صدر اہل سنت پٹنہ
- [۱۶۰] جناب مولانا مولوی قاضی محمد وزیر الدین ابن مولوی عبدالغنی صاحب محدث نبیرہ حضرت شاہ رمضان صاحب ساکن مہم
- قریب دہلی
- [۱۶۱] جناب مولانا مولوی سید محمد ہادی صاحب قادری ناپتاروی
- [۱۶۲] حضرت والا درجت گرامی منزلت سیدی و مرشدی جناب مولانا مولوی سید ابوالحسن احمد نوری عرف میاں صاحب سجادہ
- نشین درگاہ کلاں مارہرہ شریف
- [۱۶۳] جناب مولانا مولوی عبدالرسول محبت احمد صاحب قادری بدایونی
- [۱۶۴] جناب والا القاب سید حسین حیدر صاحب قادری مارہروی
- [۱۶۵] جناب والا جناب شمس العلماء مولانا مولوی محمد نعیم صاحب لکھنوی
- [۱۶۶] حضرت والا جناب مولانا عبدالوہاب صاحب لکھنوی
- [۱۶۷] حضرت والا درجت عالی جناب مولانا شاہ التفات احمد صاحب سجادہ نشین ردولی شریف
- [۱۶۸] جناب مولانا مولوی ابوالعلم محمد اعلم صاحب نبیرہ جناب شمس العلماء مولوی محمد نعیم صاحب لکھنوی
- [۱۶۹] جناب مولانا مولوی ابوالسلم محمد اسلم صاحب نبیرہ شمس العلماء ممدوح
- [۱۷۰] جناب مولانا مولوی ابوالحیاء محمد عبدالحلیم صاحب فرنگی محلی برادرزادہ حضرت شمس العلماء موصوف
- [۱۷۱] جناب والا القاب مولانا مولوی ابوالغنا محمد عبدالمجید صاحب برادرزادہ شمس العلماء موصوف
- [۱۷۲] جناب مولانا مولوی قیام الدین محمد عبدالباری صاحب لکھنوی
- [۱۷۳] جناب مولانا مولوی محمد عبدالہادی صاحب ابن مولانا علی محمد صاحب انصاری
- [۱۷۴] حضرت مولانا شاہ محمد کرم رحمن صاحب سجادہ نشین درگاہ قطب العارفین حضرت مخدوم شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ
- [۱۷۵] جناب مولانا مولوی محمد عبدالغنی صاحب قادری ردولی الانصاری
- [۱۷۶] جناب مولانا مولوی فیض الحسن صاحب کاندھلوی صدیقی حنفی قدسی صابری قادری برکاتی
- [۱۷۷] جناب مولانا مولوی سید شاہ فصاحت عالم صاحب پچر و کھوی رجہتی بہاری برادر کلاں محی جناب مولانا مولوی سید احمد
- عالم صاحب قادری برکاتی رضوی
- [۱۷۸] جناب مولانا مولوی سید شاہ تبارک حسین صاحب امجری خسر مولانا شاہ محی الدین صاحب سجادہ نشین پھلواری
- [۱۷۹] جناب مولانا مولوی سید جعفر حسن صاحب پتھوی تمیز جناب مولانا رضا کریم صاحب
- [۱۸۰] جناب مولانا مولوی فدا محمد صاحب سلروی تمیز جناب مولانا بشارت کریم صاحب

- [۱۸۱] جناب مولانا مولوی محمد ضمیر الدین صاحب پٹھانوی صاحب کنجی
- [۱۸۲] جناب مولانا مولوی محمد عبدالرحمن صاحب سلروی تلمیذ جناب مولانا ہدایت اللہ خان صاحب رامپوری
- [۱۸۳] جناب مولانا مولوی حکیم ریاض الدین صاحب فردہ چکی تلمیذ جناب مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی
- [۱۸۴] جناب مولانا مولوی محمد عبدالقیوم صاحب سلروی تلمیذ جناب مولانا سید کریم رضا صاحب پتھوی
- [۱۸۵] جناب مولانا مولوی عبدالقادر صاحب کنجی
- [۱۸۶] جناب مولانا مولوی نذیر الحسن صاحب نزیل کلکتہ
- [۱۸۷] جناب مولانا مولوی الہی بخش صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ بارک پور کلکتہ
- [۱۸۸] جناب مولانا مولوی قیوم الدین احمد صاحب شاگرد جناب مولانا ولایت حسین صاحب کلکتہ
- [۱۸۹] جناب والا القاب حضرت مولانا مولوی شاہ عبید اللہ صاحب حسنی الحسینی بغدادی نزیل کلکتہ
- [۱۹۰] جناب مولانا مولوی حافظ حاجی محمد حاتم علی صاحب تلمیذ رشید جناب مولانا احمد علی صاحب محدث سہان پوری
- [۱۹۱] جناب مولانا مولوی عبدالجلیل صاحب خلف و شاگرد حضرت مولانا حاج محمد عبدالقادر صاحب کلکتہ
- [۱۹۲] جناب مولانا مولوی محمود ابن صبغۃ اللہ مدراسی
- [۱۹۳] جناب مولانا مولوی عبید اللہ صاحب مفتی وقاضی اہل سنت مدراس
- [۱۹۴] حضرت مولانا مولوی سید شاہ محمد عبدالقدوس صاحب قادری خطیب و امام جامع مسجد معسکر بنگلور
- [۱۹۵] جناب مولانا مولوی سید شاہ محمد عبدالغفار صاحب قادری حنفی مدرس مدرسہ عربیہ جامع العلوم معسکر بنگلور
- [۱۹۶] جناب مولانا مولوی سید محی الدین ابن حکیم قدیم صدر مدرس مدرسہ قدوسیہ جامع العلوم بنگلور
- [۱۹۷] جناب مولانا مولوی سید عبدالباسط صاحب مدرس مدرسہ قدوسیہ جامع العلوم بنگلور
- [۱۹۸] جناب مولانا مولوی سید جمال الدین قادری صاحب
- [۱۹۹] جناب مولانا مولوی سید جمال الدین حسینی صاحب
- [۲۰۰] جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب شاہ نوری مدرس مدرسہ نظامیہ چنیابازار حیدرآباد دکن
- [۲۰۱] جناب مولانا مولوی محمد ارشاد حسین صاحب دہلوی مصنف رسالہ جزاء العیون لا مالی الغیون
- [۲۰۲] جناب مولانا مولوی حاجی عبدالرزاق صاحب مکی حیدرآبادی مصنف رسالہ فتاویٰ السنہ لا لجام الفتند (۱۳۱۳)
- [۲۰۳] جناب مولانا مولوی سید احمد علی صاحب حسنی حسینی حیدرآبادی مصنف رسالہ رعم الجملہ (۱۳۱۳)
- [۲۰۴] جناب مولانا مولوی حافظ یقین الدین صاحب بریلوی مصنف رسالہ غزوہ لہدم مال الندوہ (۱۳۱۳)
- [۲۰۵] جناب مولانا مولوی محمد عبدالحی صاحب مصنف رسالہ سرگزشت و ما جرائے ندوہ (۱۳۱۳)

- [۲۰۶] جناب مولانا مولوی سید اخلاص حسین صاحب چشتی نظامی سہوانی مصنف رسالہ 'حادثہ جائگاہ مفتی لطف اللہ' (۱۳۱۴)
- [۲۰۷] جناب مولانا مولوی سید ابوسعید صاحب فتح پوری مصنف رسالہ 'قطع الحجہ'
- [۲۰۸] جناب مولانا مولوی ضیاء الدین خان صاحب بریلوی مصنف رسالہ 'مزق شرارات ندوہ'
- [۲۰۹] جناب مولانا ارشاد حسین ہدایت دہلوی مصنف رسالہ 'اظہار مکائد اہل ندوہ'
- [۲۱۰] جناب مولانا مولوی حکیم محمد یوسف حسن صاحب قادری عظیم آبادی مصنف رسالہ 'فہم الکونین باتباع اہالی'

الحرمین

- [۲۱۱] جناب مولانا مولوی سید محمد علی صاحب عاشق بریلوی مالک واڈیٹر اخبار 'روز افزون' و رسالہ 'سوالات علماء و جوابات ندوہ العلماء'

[۲۱۲] جناب مولانا مولوی غلام شہر صاحب صدیقی حنفی قادری رئیس بلند شہر مصنف رسالہ 'طلسم کشائے فرندوہ'

[۲۱۳] حضرت مولانا مولوی سید شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری برکاتی صاحبزادہ سرکار مارہرہ مطہرہ

[۲۱۴] جناب مولانا مولوی محمد ابراہیم صاحب قبل پوری

[۲۱۵] جناب مولانا مولوی ابوالحسن صاحب جوہر میرٹھی قادری فضل رحمانی

[۲۱۶] جناب مولانا مولوی لطف اللہ صاحب پٹاروی

[۲۱۷] جناب مولوی محمد احمد صاحب سابق دوستدار ندوہ جالندھری

[۲۱۸] جناب مولوی شیخ احمد بخش صاحب

[۲۱۹] جناب مولوی امیر احمد صاحب رئیس

[۲۲۰] جناب مولوی محمد حسین صاحب اتر شنبہ بڑا

[۲۲۱] جناب مولانا مولوی محمد ادریس صاحب نگرانی

[۲۲۲] جناب مولانا مولوی محمد اسحاق صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ

[۲۲۳] جناب مولوی سید شاہ آل حسن صاحب رئیس نوآبادہ

[۲۲۴] حضرت والا درجت جناب مولانا مولوی سید شاہ بدر الدین صاحب جعفری زینبی زیب سجادہ پھلواری شریف

[۲۲۵] جناب مولوی برکت اللہ خان صاحب جام بھٹری

[۲۲۶] جناب مولوی برکت اللہ شیر خان صاحب میرٹھ

[۲۲۷] جناب مولوی ثناء اللہ صاحب ڈپٹی مینشن یافتہ

[۲۲۸] جناب مولوی سید شاہ حبیب الرحمن صاحب عرف شاہ مبارک حسین صاحب رئیس اعظم عظیم آباد پٹنہ

- [۲۲۹] حضرت والا درجت جناب صوفی باصفا مولانا مولوی محمد حفیظ الدین صاحب خفی صدر مدرس مدرسہ عالیہ خانقاہ بہرام
سجادہ نشین خانقاہ منعمیہ عشقیہ لطیفیہ رحمان پور ضلع، پورنیہ
- [۲۳۰] جناب مولانا مولوی حافظ رحیم اللہ صاحب مدرس مسجد جامع آگرہ
- [۲۳۱] جناب مولانا مولوی رضی احمد صاحب وارد رام پور
- [۲۳۲] جناب مولوی نواب سید سردار علی خان صاحب بہادر ابن نواب سید سردار دلبر الملک بہادر سکندر آبادی
- [۲۳۳] جناب سید سرفراز علی خان صاحب فرزند اکبر نواب سید دلبر الملک مرحوم
- [۲۳۴] جناب مولوی ڈاکٹر شرف الدین صاحب محمود آبادی
- [۲۳۵] جناب مولانا مولوی شاہ محمد شریف خان صاحب افغانی نزیل مزار جناب مجدد الف ثانی
- [۲۳۶] حضرت والا درجت گرامی منزلت شاہ محمد شفیع صاحب ناصر چشتی صابری رام پوری سہارنپوری مسکن بریادی مدفا
- [۲۳۷] جناب مولوی سید شفیع احمد صاحب سہوانی
- [۲۳۸] جناب مولوی سید شمس الدین علی خان خاور حسنی حسینی قادری ڈپٹی کمشنر صوبہ برار
- [۲۳۹] جناب مولوی حافظ شوکت علی صاحب رئیس پبلی بہیت
- [۲۴۰] جناب مولوی حکیم محمد صادق صاحب ابن مولوی عبدالقادر صاحب صاحب گنجی
- [۲۴۱] جناب مولوی صدر الدین صاحب محمد قمر علی اختر صدیقی نعمانی صاحب
- [۲۴۲] جناب مولوی سید شاہ صوفی جان صاحب صابری میرٹھی
- [۲۴۳] جناب مولانا مولوی عبدالحق صاحب مدرس مدرسہ علی آباد ضلع بارہ بنکی
- [۲۴۴] جناب حامی دین متین مولانا مولوی محمد عبد الحمید صاحب پانی پتی امام جامع مسجد ہٹیا بنارس
- [۲۴۵] جناب مولانا مولوی عبدالرحمن صاحب حبشانی شافعی بناری
- [۲۴۶] حضرت حامی دین و ملت جناب مولانا عبد السمیع صاحب مصنف ”انوار ساطعہ“
- [۲۴۷] جناب مولانا مولوی سید شاہ محمد عبدالقادر صاحب فردوسی بہاری
- [۲۴۸] جناب مولانا مولوی محمد عبدالقیوم صاحب کنجی
- [۲۴۹] جناب مولوی حکیم ابوالعلاء محمد عبداللہ صاحب گورکھپوری
- [۲۵۰] جناب مولوی عبداللہ صاحب قادری جوہپوری
- [۲۵۱] حضرت والا درجت مولانا حاجی شاہ محمد اکبر صاحب ابوالعلائی سجادہ نشین خانقاہ دانا پور
- [۲۵۲] جناب مولانا مولوی حکیم ابوسعید محمد عبد الجبید خان صاحب خلف الصدق جناب حکیم محمود خان صاحب دہلوی

[۲۵۳] جناب مولوی غیاث الدین صاحب صدیقی حنفی برادر معظم جناب وکیل اہل سنت پٹنہ

[۲۵۴] جناب مولوی حافظ سلامت اللہ صاحب صدیقی حنفی رئیس پٹنہ

[۲۵۵] جناب مولوی سید شاہ معین الدین عرف سید شاہ محمد جلال صاحب حنفی مجددی رحمانی

[۲۵۶] جناب مولوی سید لطف الرحمن صاحب حنفی مجددی رحمانی

[۲۵۷] جناب مولانا مولوی حافظ وقاری صوفی عین الہدی صاحب قادری بناری

[۲۵۸] جناب مولانا مولوی لطف الرحمن صاحب بردوانی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ ارشد تلامذہ جناب مولانا ہدایت اللہ خان

صاحب جون پوری

[۲۵۹] جناب مولانا مولوی محمد عتیق احمد صاحب نائب دبیر انجمن اسلامیہ پبلی بھیت

[۲۶۰] حامی دین متین جناب مولانا مولوی عمر الدین صاحب ہزاروی مدرس مدرسہ بمبئی

[۲۶۱] جناب مولوی غلام اولیا صاحب دہلوی

[۲۶۲] جناب مولوی غیاث الدین صاحب مخدوم پوری

[۲۶۳] جناب مولوی محمد فرید الدین احمد صاحب رئیس ردولی شریف

[۲۶۴] حضرت مولانا شاہ ظہور الحسین صاحب رام پوری تلمیذ حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب۔

[۲۶۵] جناب مولوی ابوالحسن محمد قطب الدین صاحب واعظ ردو نصاریٰ علی گڑھ

[۲۶۶] جناب مولوی کریم اللہ صاحب، رام پور

[۲۶۷] جناب مولوی حافظ کریم بخش صاحب قادری شاگرد مفتی لطف اللہ صاحب

[۲۶۸] جناب مولانا مولوی سید محمد حسین صاحب مدرس اوجھیانوی

[۲۶۹] جناب مولوی محمد حسین خان صاحب وکیل حیدرآباد، دکن

[۲۷۰] جناب مولانا مولوی سید محمد رضا صاحب سندیلوی پوت داماد حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی

[۲۷۱] جناب نواب مولوی محمد علی خان صاحب بہادر القادری الحسینی انجمن صاحبزادہ ریاست، رامپور

[۲۷۲] جناب مولوی شاہ محمد مختیار احمد صاحب احمد ردولوی

[۲۷۳] جناب مولوی حکیم محمد میاں صاحب خلف مولانا مولوی عبد السمیع صاحب

[۲۷۴] جناب مولوی مظاہر حسن صاحب صاحب گنجی

[۲۷۵] جناب مولوی مظہر حسین صاحب سنبھلی

[۲۷۶] جناب مولوی مظہر الحق صاحب ردولوی نائب ریاست عثمان پور مصنف مظہر حق

- [۲۷۷] جناب مولوی ممتاز الحق صاحب حنفی صدیقی رئیس اعظم جڑہوہ
- [۲۷۸] جناب ممتاز الفقہاء قاضی مولوی محمد ممتاز حسین صاحب ممتاز پبلی بھیتی
- [۲۷۹] جناب مولوی سید نور الحسن صاحب رئیس محلہ میدان فصاحت پٹنہ
- [۲۸۰] جناب مولوی ولایت علی صاحب، در بھنگہ
- [۲۸۱] جناب مولوی حکیم محمد یوسف صاحب حنفی سر بہدوی
- [۲۸۲] جناب مولانا مولوی محمد عظیم صاحب مدرس مدرسہ مغلیہ پٹنہ
- [۲۸۳] جناب مولانا مولوی سید شاہ محمد حسین صاحب حنفی قادری سجادہ نشین درگاہ مامون بھانجا حاجی پور
- [۲۸۴] جناب مولانا قاضی نور جمال صاحب سواتی مقیم مدرسہ اسلامیہ، علی گڑھ
- [۲۸۵] جناب مولوی سید آل احمد صاحب قادری برکاتی مجیدی ملوک پور
- [۲۸۶] جناب مولوی سید شاہ آل رسول صاحب عرف سید نذیر احمد صاحب ملقب بہ محبوب علی حسین الشہر رنگیلے میاں قادری
- چشتی نظامی زنبیل شاہی بریلیوی
- [۲۸۷] جناب مولوی محمد احسن خان صاحب شہر کہنہ بریلی
- [۲۸۸] جناب مولوی احمد حسن صاحب عرف بھٹلے میاں خواجہ قطب بریلی
- [۲۸۹] والا حضرت حامی سنت ناصر ملت جناب سید احمد شاہ صاحب از اجلہ سادات کرام بریلی
- [۲۹۰] جناب مولوی سید اظہر حسن صاحب وکیل پبلی بھیت
- [۲۹۱] جناب مولوی اعظم علی صاحب وکیل بدایوں
- [۲۹۲] جناب مولوی محمد حکیم اکرام الدین صاحب رئیس بریلی
- [۲۹۳] جناب مولوی التفات حسین صاحب وکیل بدایوں
- [۲۹۴] جناب مولوی امتیاز احمد صاحب تاثیر مالک مطیع نسیم سحر بدایوں
- [۲۹۵] جناب مولوی امیر احمد صاحب از سادات کرام بخارا شریف بریلی
- [۲۹۶] جناب مولوی حامد بخش صاحب رئیس بدایوں
- [۲۹۷] جناب مولوی ملا حسن صاحب پشاور
- [۲۹۸] جناب مولوی حشمت اللہ خان صاحب قادری برکاتی ارسولی شاہ جہاں پوری
- [۲۹۹] جناب مولوی رضی الدین صاحب، بدایوں
- [۳۰۰] جناب مولوی سید محمد سعید صاحب شیرکوٹہ، بجنور

- [۳۰۱] جناب مولوی عبدالحق صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ جامع مسجد پبلی بھیت
- [۳۰۲] جناب مولوی عبدالنعیم خاں صاحب واعظ رائے بریلی
- [۳۰۳] جناب مولانا مولوی علی احمد صاحب علی تلمیذ رشید جناب مولانا مفتی عنایت احمد مصنف 'تواریخ حبیب الہ' و 'علم الصیغہ'
- [۳۰۴] عالی جناب شاہ محمد فخر عالم صاحب قادری برکاتی از اجل خلفائے اعلیٰ حضرت جناب میاں صاحب مارہروی
- [۳۰۵] حضرت مولوی سید فضل رسول عرف فضل علی شاہ قادری چشتی نظامی ربیل شاہی بریلی
- [۳۰۶] جناب مولوی سید محمد شاہ صاحب سید قادری برکاتی ابوالحسینی امر وہہ
- [۳۰۷] جناب مولوی سید محمود جان صاحب قادری برکاتی ابوالحسینی گڑھی بریلی
- [۳۰۸] جناب مولوی سید نظیر الحسنین صاحب انیسٹھوی، جے پور
- [۳۰۹] جناب مولوی حکیم نور علی خان صاحب ساکن گورگاؤں مدرسہ طیبہ دہلی
- [۳۱۰] جناب مولوی ابوالفضل صاحب، مراد آباد
- [۳۱۱] جناب مولوی سید امیر الدین صاحب ربیع قادری نقشبندی الہ آبادی
- [۳۱۲] جناب مولوی حافظ شاہ سراج الحق محمد عمر صاحب قادری برکاتی زیب سجادہ عزیز یہ دہلی
- [۳۱۳] حضرت والا درجت منزلت حاجی محمد شیر صاحب شیخ وقت پبلی بھیت۔

معزز ناظرین کرام! یہ تین سہ تیرہ اسمائے گرامی بقدر تعداد و شمار اصحاب بدر اس وقت پیش کیے گئے، جو مشق نمونہ از خروارے و یکے از ہزارے ہیں۔ ورنہ حق یہ ہے کہ پہلے ندوہ کی ظاہری ٹھاٹ باٹ دیکھ کر بہت سے حضرات شریک ہو گئے تھے۔ مگر جیسے جیسے شاعت ندوہ ظاہر ہوتی گئی، لوگ چھٹتے گئے، سوائے چند آزاد خیال لوگوں کے، یا جو خاص ارکان ندوہ کے تھے، سبھی علیحدہ ہو گئے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ کے یہ وہ کارنامے ہیں، جن کی علمائے عرب و عجم نے مدح و ستائش کی، اور وقعت و عظمت کی نظر سے دیکھا اور انہیں مسلمانوں پر عظیم احسان مانا کہ انہوں نے مسلمانوں کو اس تہلکہ سے نجات دیا، جس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: رسالہ مبارکہ فتاویٰ الحرمین بر جف ندوۃ المین اور رسالہ مکتوبات و کلام اہل صفا جس میں اکابر و مشاہیر کے دو سو دو خط درج ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے ندوہ کی تردید میں سترہ کتابیں تصنیف و تالیف فرمائیں:

[۱۲۷] (۱) فتاویٰ القدوہ لکشف دفین الندوہ

[۱۲۸] (۲) مراسلات و سنت ندوہ

[۱۲۹] (۳) سوالات حقائق نما بروس ندوۃ العلماء

- [۱۶۳] (۴) فتاویٰ الحرمین برجف ندوة المین
 [۱۶۴] (۵) ترجمة الفتوى وجه هدم البلوى
 [۱۶۵] (۶) خالص فوائد فتوى
 [۳۱۵] (۷) سرگزشت و ماجرائے ندوہ
 [۳۱۶] (۸) اشتہارات خمسہ
 [۳۱۷] (۹) غزوه لهدم سماك الندوه
 [۳۱۸] (۱۰) ندوہ کا تیجہ روداد سوم کا نتیجہ
 [۳۲۱] (۱۱) بارش بہاری بر صدف بہاری
 [۳۲۲] (۱۲) سیوف العنوه علی زمام الندوہ
 [۳۲۸] (۱۳) آمال الابرار و آلام الاشرار
 [۳۲۹] (۱۴) سکین و نورہ بر کاکل پریشاں ندوہ
 [۳۳۳] (۱۵) صمصام القيوم علی تاج الندوہ عبدالقيوم
 [۳۳۸] (۱۶) الاسئلة الفاضله علی الطوائف الباطله
 [۳۳۹] (۱۷) سوالات علماء و جوابات ندوة العلماء

[۵۳] ترویجِ مفسقہ [۷]

مفسقہ یہ بھی روافض کا ایک فرقہ ہے۔ یہ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے سوائے ظن رکھتے ہیں، برا بھلا کہتے ہیں، ان کو فاسق بتاتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے۔ یزید نے نالائق کی، اور سخت نالائق کی، بہت بڑی نالائقی کی، مگر لڑکا کے نالائق ہونے سے باپ پر کیا الزام؟ جس طرح، اگر کسی شخص کا لڑکا بہت سعادت مند ہو تو اس کی وجہ سے باپ میں بزرگی اور خوبی نہیں۔ کل امرء بما کسبت رہیں۔

حضرت سید نوح نجی اللہ پیغمبر کا لڑکا نالائق ہوا، کافر ہوا، تو اس کی وجہ سے حضرت نوح پر کیا اعتراض؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

انه ليس من اهلك انه عمل غير صالح

اس کے برخلاف مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی جلالت شان اور رفعت مکان دیکھیے۔ اور باوجود تبلیغ و ہدایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش کے ان کے والد ابوطالب نے اسلام قبول نہ کیا، ایمان نہ لایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: انک لا یهدی من احببت ولكن الله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ اسی لیے جب

ابوطالب کا انتقال ہوا تو مولیٰ علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لفظوں سے خبر کیامات عمک الضال حضور نے فرمایا۔ اذہب فوارہ حالانکہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ کے انتقال کے بعد تجہیز و تکفین، تدفین میں حضور نے اہتمام فرمایا وہ اہل علم پر ظاہر ہے۔ صحابہ کرام سے فرمایا مامت امی خود حضور نے قبر مبارک کھودی، اپنا پارچہ مبارک کفن کے لیے دیا۔ قبر مبارک میں کچھ دیر تک خود لیٹے، اور ان کے لیے دعا کی، اور فرمایا کہ اس کی برکت سے وہ ضغطہ قبر سے محفوظ رہیں گی۔ غرض مسلمانوں کو چاہیے کہ سب صحابی کی عزت کریں۔ نہ کسی کے بیٹے کی نالائقی سے باپ پر طعن کریں، اور نہ کسی بیٹے کے اہل اور بزرگ ہونے سے باپ کو مسلمان بتائیں۔ علمائے کرام فرماتے ہیں: من یطعن فی امیر معاویہ فہو کلب من کلاب ہاویہ جو شخص حضرت امیر معاویہ کی شان میں طعن کرتا ہے وہ جہنم کے کتوں سے ایک کتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے ان مفسقہ کی تردید میں سات کتابیں حسب ذیل تصنیف فرمائی ہیں:

[۲۳] (۱) البشری العاجلہ من تحف آجلہ

[۱۴۳] (۲) عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام

[۱۴۴] (۳) اعلام الصحابة الموافقين للامیر معاویہ وام المومنین

[۱۴۵] (۴) سب الاہواء الواہیة فی باب الامیر معاویہ

[۱۴۶] (۵) الاحادیث الراویہ لمدح الامیر معاویہ

[۲۸۸] (۶) لمعة الشمعة لہدی شیعۃ الشیعۃ

[۳۰۸] (۷) الصمصام الحیدری علی حمق العیار المفتری

[۵۱] تردید تفضیلیہ [۷]

تفضیلیہ بھی ایک شاخ شیعہ کی ہے اور یہ مولائے کائنات کو دوسرے صحابہ کرام حتیٰ کہ خلفائے ثلاثہ راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی افضل سمجھتے ہیں، اور اس زمانہ میں یہ مرض کثیر سادات میں ساری ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے آبا و اجداد ہیں، اور ہم ان کی ذریعات و اولاد ہیں۔ اس لیے ہمارے نزدیک وہ سب سے بہتر ہیں۔ مگر یہ کوئی دلیل شرعی نہیں، ورنہ ہر شخص اپنے آبا و اجداد کو اسی دلیل سے اعلیٰ و افضل سمجھے گا۔ اور بعض کم پڑھے لکھے مشائخ کا بھی یہی خیال ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ مولیٰ علی ہمارے لیے منتہی سلاسل ہیں۔ اور ہمیں روحانی فیض انھیں سے پہنچا ہے۔ سوائے ایک شاخ نقشبندیہ کے جملہ سلاسل حضرت علی ہی سے جاری ہوئے۔ اس لیے وہ سب سے افضل ہیں۔ لیکن یہ خلاف عقیدہ اہل سنت و جماعت ہے۔ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ فضیلت بہ ترتیب خلافت ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے تفضیلیہ کی تردید میں سات کتابیں تصنیف فرمائیں، جو حسب ذیل ہیں:

- [۱۰] (۱) مطلع القمرین فی ابانۃ سبقة العمرین
 [۲۱] (۲) الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی
 [۲۸۸] (۳) لمعة الشمعه لهدی شیعة الشیعه
 [۳۰۵] (۴) الرائحة العنبریه من المعجزة الحیدریه
 [۳۰۸] (۵) الصمصام الحیدری علی حمق العیار المفتری
 [۳۰۹] (۶) الجرح الوالج فی بطن الخوارج
 [۳۲۸] (۷) الاسئلة الفاضله الطوائف الباطله

[۵۲] تردید متصوفہ [۲]

متصوفہ یعنی صوفی بننے والے یعنی اپنے کو باوجود صوفی نہ ہونے کے صوفی ظاہر کرنے والے۔ اس زمانے میں ان کا بہت ہی دور دورہ ہے، حالانکہ ہر کام کے لیے اہلیت و قابلیت کی ضرورت ہے، اور ایک معیار ہے، جس پر اس کو جانچا جاسکتا ہے۔ لیکن ان کے لیے کسی قابلیت و لیاقت کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف یہ کہ دھیلا کے گیر وارنگ میں کپڑا رنگ لینے سے خاصہ صوفی ہو جاتا ہے۔ اور ان کے لیے کوئی معیار نہیں، نہ شریعت کے مطابق ہونے عوام کے خیال میں ضروری، نہ علم و فضل والا ہونا، جتنا ہی بے تکی باتیں ہانکے، آسمان زمین کے قلابے ملائے، اتنا ہی بڑا صوفی ہے۔ یا خود خاموش ہو، حواشی و اذنا ب تعریفوں کا پل باندھ دے، آسمان زمین ایک کر دے، اتنا ہی بڑا صوفی ہے۔ اور خدا تک پہنچا ہوا ولی ہے۔ اس کا ہر عیب ہنر ہے۔ جیسا کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے پیر کی نسبت ہانکا ہے۔

(الف) چونکہ آپ کمال مشابہت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئے، اس لیے بے علم رہے۔

(ب) ایسے لوگوں کو احکام شرعیہ بے واسطہ پیغمبروں کے وحی باطنی سے معلوم ہوتے ہیں ان کو پیغمبروں کا شاگرد بھی کہہ سکتے ہیں اور پیغمبروں کا ہم استاد بھی۔

(ج) مکالمہ اور مسامرہ کا خلعت ملتا ہے۔

(د) خدا نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا کہ یہ تم کو دیتے ہیں اور بھی دیں گے۔

(ه) جناب غوث الثقلین اور جناب خواجہ بہاء الدین نقشبند کی روحوں میں ایک مہینہ تک جھگڑا رہا کہ دونوں امام سید احمد کو بالکل اپنی طرف کھینچ لینا چاہتے تھے۔ بعد ایک مہینہ کے صلح ہوئی شرکت پر۔ ایک دن دونوں امام سعید پر ظاہر ہوئے اور پہر بھرتک قوی توجہ اور زور اور تاثیر کی کہ اسی ایک پہر میں دونوں طریقوں کی نسبت سید احمد کو حاصل ہو گئی۔

اعلیٰ حضرت نے متصوفہ کی تردید میں دو کتابیں تصنیف فرمائیں:

[۲۰۲] (۱) اجل التبخیر فی حکم السماع والمزامیر

[۲۱۶] (۲) مقال عرفا باعزاز شرع و علماء

[۳۶] تردید مولوی اسماعیل دہلوی [۱۰]

محمد اسماعیل بن مولوی عبدالغنی شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مولد و مسکن دہلی (تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الآخر ۱۱۹۳ھ) نے ۶ برس کی عمر میں پڑھنا شروع کیا۔ دو برس کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا۔ گیارہ سال کی عمر تک صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھ لیں۔ جن کے بعد معقول کی کچھ کتابیں عم محترم مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب (محدث) سے پڑھنا شروع کیا۔ مگر طبیعت پڑھنے میں لگتی نہیں تھی، کھیل کود، تیراکی، اور کسرت میں مشغول رہنے لگے۔ پھر حدیث کا دور شروع کیا۔

لوگ بہت عرصہ سے اس خاندان کے علم و فیض اور بزرگی کی وجہ سے بہت معتقد تھے۔ اس کا فائدہ اٹھا کر اپنی کم علمی کی وجہ سے مولوی اسماعیل نے غلط سلط مسکے بتانے لگے اور عوام کے معمولات جو ان کے آباؤ اجداد کے زمانہ میں بھی تھے بلکہ خود ان کے بھی معمولات تھے ان کے خلاف کچھ کچھ زبان طعن شروع کیا۔

کچھ دنوں بعد نجد کے محمد بن عبدالوہاب کی کتاب التوحید کے انداز پر تقویۃ الایمان کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس کی رو سے صحابہ کرام و تابعین، عرفا و علمائے اسلام بلکہ خود ان کے آباؤ اجداد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب، شاہ ولی اللہ صاحب بھی کافر مشرک، فاسق، بدعتی، ضال و مضل ٹھہرتے ہیں۔ اس خاندان کے فیض یافتہ حضرات نے نصیحت کی، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ مزید دوسری کتاب لکھی، تو آ مجبور ہو کر مولانا شاہ مخصوص اللہ صاحب و مولانا موسیٰ صاحب، مولانا رفیع الدین صاحب کے صاحب زادوں نے ان کی کتابوں کی تردید کی۔ حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی جو علم و فضل میں یکتائے زمانہ استاذ الاساتذہ تھے، ان کے شامل سب علمائے دہلی مجمع عام و خاص بے شمار میں بتاریخ انتیس ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ بروز شنبہ جامع مسجد میں جمع ہوئے۔ ان کے تمام مسائل باطلہ دیکھے گئے علمائے مولوی اسماعیل کے روبرو ان مسائل کی تردید و ابطال کیا ان کے عقائد باطلہ پر فتویٰ کفر دیا۔ حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی نے تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ ایک مستقل کتاب ان کی تردید میں لکھی۔

اس کے علاوہ بہتیری کتابیں مولوی اسماعیل کے خلاف اور ان کی کتابوں کی تردید میں علمائے تصنیف فرمائیں، جن میں:

معید الایمان

مصنفہ مولانا مخصوص اللہ صاحب ابن جناب مولانا رفیع الدین صاحب

تصحیح الایمان

مصنفہ حضرت مولانا نقی علی خان صاحب۔

ردّ تقویۃ الایمان

مصنفہ مولانا مملوک علی صاحب

شرح تحفہ محمدیہ فی ردّ الفرقۃ المرتدیہ

مصنفہ سید اشرف علی گلشن آبادی

ذوالفقار حیدریہ علی اعناق الوہابیہ

مصنفہ مولوی سید حیدر شاہ قادری متوطن کچھ بھوج معروف بہ پیر ٹھروالہ

بوارق محمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ

تحقیق الحقیقۃ

سیف الجبار

ہر سہ از تصنیفات حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی

الکوکب الشہابیہ

سل السیوف الہندیہ

ہر دو از تصنیفات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت

ردّ تقویۃ الایمان مسکئی بہ اطیب البیان

مصنفہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی

وغیرہ وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

اب بعض اقوال ان کی کتابوں سے ناظرین کی واقفیت کے لیے لکھے جاتے ہیں۔

(۱) تقویۃ الایمان، فاروقی، دہلی، صفحہ ۴۵: حدیث مشکوٰۃ کا ترجمہ لکھا:

نکلے گا دجال، سو بھیجے گا اللہ عیسیٰ، بیٹے مریم کو، سو وہ ڈھونڈے گا اس کو، پھر تباہ کر دے گا اس کو۔ پھر بھیجے گا اللہ ایک ٹھنڈی

باؤ (ہوا) شام کی طرف سے، سو نہ باقی رہے گا زمین پر کوئی کہ اس کے دل میں ذرا بھر بھی ایمان ہو مگر کہ مار ڈالے گی اس

کو۔ (تقویۃ الایمان ص ۳۲ مطبع مجہاتی، دہلی)

اسی ص پر لکھا:

سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔

یعنی اب خروج دجال کی ضرورت، نہ سح کی حاجت، بلکہ ان کے خیال میں وہ ہوا بھی چل گئی، جس نے تمام مسلمانوں کو

اٹھا لیا، اب ساری دنیا میں نرے کافر ہی کافر رہ گئے۔۔۔۔۔ یہ تو اپنے کفر کا اقرار اور سارے جہاں کو کافر بنانا ہے۔

(۲) تقویۃ الایمان صفحہ ۳:

غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجیے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۵ مطبع
مجتبائی، دہلی)

یعنی اللہ تعالیٰ کو غیب نہیں ہے۔ ہاں اس کے اختیار میں ہے، چاہے تو حاصل کر سکتا ہے۔ (اور نہ چاہے تو جاہل ہی رہ
جائے)

(۳) ایضاح الحق، فاروقی، دہلی، ص ۳۵/۳۶:

تزیہ و تعالیٰ از زمان و مکاں و جہت و اثبات رویت بلا جہت و محاذات [الی قولہ] ہمہ از قبیل بدعات حقیقہ ست اگر
صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد۔ (اللہ تعالیٰ کو زمان و مکاں اور جہت سے پاک ماننا اور جہت و
محاذات کے بغیر رویت خداوندی کو ثابت کرنا بدعت حقیقہ ہے۔ جبکہ ان اعتقادات کو دینی عقائد سمجھا جائے۔ رضوی)

(۴) رسالہ یک روزی فاروقی، دہلی صفحہ ۱۴۴:

بعد اخبار ممکن ست کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود پس قول با مکاں وجود مثل اصلاً منجر بتکذیب از نصوص مگرد و سلب
قرآن مجید بعد انزال ممکن ست۔ (قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جو یہ خبر دی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں) تو خبر
دینے کے بعد ممکن ہے کہ لوگوں کی یاد سے اسے بھلا دیا جائے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کسی اور کے پائے جانے کا
امکان کسی نص کے جھٹلانے کا باعث نہیں ہوگا اور نازل فرمانے کے بعد قرآن کو سلب کر دینا ممکن ہے۔ رضوی)

(۵) رسالہ یک روزی مذکورہ صفحہ ۱۴۵:

لا نسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع والقاء آں بر ملئکہ وانبیا خارج از قدرت الہیہ
نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد۔ (ہم نہیں مانتے ہیں کہ جھوٹ اس معنی میں محال ہے، کیونکہ واقع
کے خلاف بات بنانا اور اسے فرشتوں اور انبیاء پر القا کرنا اللہ کی قدرت سے خارج نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ انسان کی
قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ جائے۔ رضوی)

(۶)(۱):

عدم کذب از کمالات حق سبحانہ می شمارند و اور اجل شانہ بآں مدح می کنندہ برخلاف اخرس و جماد۔ وصف کمال این ست
کہ شخصے قدرت بر تکلم کلام کاذب دارد و بنا بر رعایت مصلحت و مقتضائے حکمت بہترہ از شوب کذب تکلم بکلام کاذب نماید،
ہاں شخص ممدوح میگردد۔ بخلاف کسے کہ لسان او ماؤف شدہ باشد ہر گاہ ارادہ تکلم بکلام کاذب نماید، آواز بند گردد۔ یا کسے
دہن اور ابند نماید۔ این اشخاص نزد عقلا قابل مدح نیستند، بالجملہ، تکلم بکلام کاذب ترفعاً عن عیب الکذب

تنزہاً عن التلوٹ بہ از صفات مدح ست۔ (گونگا اور پتھر کے برخلاف، جھوٹ نہ بولنے پر اللہ کی تعریف کی جاتی ہے، اور یہ اس کا کمال مانا جاتا ہے اور صفت کمال یہ ہے کہ جھوٹ بولنے پر قدرت رکھنے کے باوجود حکمت کی اقتضا اور مصلحت کی رعایت کی بنا پر جھوٹ کی برائی سے بچنے کے لئے جھوٹی بات نہ بولی جائے، اسی میں تعریف ہے۔ اس کے برخلاف ایسے شخص کی تعریف نہیں ہوتی جس کی زبان ماؤف ہو، یا جب بھی وہ جھوٹ بولنے کا ارادہ کرتا ہو آواز بند ہو جاتی ہو، یا کوئی اس کا منہ بند کر دیتا ہو۔ ایسے اشخاص عقلا کے نزدیک قابل مدح نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جھوٹ نہ بولنا اس عیب سے بچنے ہی کی وجہ سے صف مدح ہے۔ رضوی)

(۷) صراطِ مستقیم، ضیائی، صفحہ ۷۵: نسبت اپنے پیر کے لکھا:

تا اینکه روزے حضرت جل و علا دست راست ایشان بدست قدرت خاص خود گرفته و چیزے را از امور قدسیہ کہ بس رفیع و بدیع بود پیش روے حضرت ایشان کرده فرمود کہ ترا ایس چنین داده ام و چیز ہائے دیگر خواہم داد۔ (یہاں تک کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے آپ کے دائیں ہاتھ کو خاص اپنے دست قدرت میں لے کر امور قدسیہ سے کچھ خاص چیزوں کو جو بہت رفیع پ دوں گا۔ رضوی)

(۸) کتاب مذکور صفحہ ۱۳:

مکالمہ و مسامرہ بدست می آمد۔ (بات چیت اور سرگوشی بھی ہوئی۔ رضوی)

(۹) کتاب مذکور صفحہ ۱۵۴:

گا ہے کلام حقیقی ہم می شود۔ (کبھی کلام حقیقی بھی ہوتا ہے۔ رضوی)

(۱۰) کتاب مذکور صفحہ ۱۲:

از جملہ آل شدت تعلق قلب ست شد خود استقلالاً یعنی نہ ہاں ملاحظہ کہ ایس شخص نہ ناوداں فیض حضرت حق و واسطہ ہدایت اوست بلکہ نحشیبتے کہ متعلق عشق ہمان می گردد چنانچہ یکے از اکابر ایس طریق فرمود کہ اگر حق جل و علا در غیر کسوت مرشد من تجلی فرماید ہر آئینہ مرا با او التفات در کار نیست۔ (ان میں سے یہ ہے کہ مرشد کے ساتھ دل کا تعلق استقلالاً شدید ہو جاتا ہے یعنی اس لحاظ سے نہیں کہ یہ شخص حضرت حق کے فیض کا ذریعہ اور اس کی ہدایت کا واسطہ ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ وہی عشق کا متعلق ہو جاتا ہے جیسا کہ اس طریقہ کے ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ میرے مرشد کی صورت کے سوا کسی اور لباس میں تجلی فرمائے تو مجھے اس کی طرف التفات ہرگز نہیں چاہئے۔ رضوی)

(۱۱) تقویۃ الایمان صفحہ ۵۶:-

اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۰ مطبع مجتہائی، دہلی)

(۲) کتاب مذکور صفحہ ۱۲:-

جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے کہ ایک اللہ کو مانے، اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔

(تقویۃ الایمان ص ۱۱ مطبع مجتہائی، دہلی)

(۱۳) کتاب مذکور صفحہ ۱۶:-

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور کسی کو میرے سوا نہ مانو۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۲ مطبع مجتہائی، دہلی)

(۱۴) کتاب مذکور صفحہ ۱۸:-

اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۳ مطبع مجتہائی، دہلی)

(۱۵) کتاب مذکور صفحہ ۷:-

اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۵ مطبع مجتہائی، دہلی)

(۱۶) صراطِ مستقیم صفحہ ۳۸:-

صدیق من وجہ مقلد انبیای با شد من وجہ محقق در شرائع پس اگر صدیق ذکی القلب ست رضا و کراہت حضرت حق در اصل و اقوال مخصوصہ و صحت و بطلان در عقائد خاصہ و محمودیت و مذمومیت در اخلاق و ملکات شخصیہ بنور جبلی خود دریافت می نماید۔ (صدیق من وجہ انبیا کا پیر و اور من وجہ احکام شرعیہ کے سلسلہ میں خود محقق ہوتا ہے، پس اگر صدیق ذکی القلب ہے تو وہ مخصوص اقوال و افعال میں خدائے تعالیٰ کی ناراضگی و خوش نودی اور مخصوص عقائد کے بطلان و صحت اور شخصی اخلاق و ملکات کی برائی اور اچھائی کو اپنے نور جبلی سے جان لیتا ہے۔ رضوی)

(۱۷) کتاب مذکور صفحہ ۳۹:-

پس احکام ایں امور مذکورہ اور ابد و وجہ معلوم می شود یکے بشہادت قلب خود خصوصاً و دیگر بسبب اندراج اور کلیات شرع عموماً و علم کہ بوجہ اول حاصل شدہ تحقیقی ست، و ثانی تقلیدی۔ و اگر ذکی العقل ست، نور جبلی او بسوے کلیات اور رہنمائی می فرماید۔ پس علوم کلیہ شرعیہ اور ابد و واسطہ رسد بوساطت نور جبلی، و بوساطت انبیا علیہم الصلاۃ والسلام۔ پس در کلیات شریعت و حکم و احکام ملت اور اشاگرد انبیا ہم می نوان گفت و ہم استاذ انبیا ہم۔ و نیز طریق اخذ آں ہم شعبہ ایست از شعب و حی کہ آن را عرف شرع بنفث فی الروع تعبیری فرماید و بعضے اہل کمال آن را بوحی باطنی می نامند۔ (پس ان امور مذکورہ کے احکام اس کو و وجہ سے معلوم ہوتے ہیں: ایک تو خاص اپنے دل کی شہادت سے دوسری عام کلیات شرع میں اس کے مندرج ہونے سے۔ پہلے طریقے سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ تحقیقی ہے اور دوسرے طریقے سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ تقلیدی۔ صدیق اگر ذکی العقل ہے تو اس کا نور جبلی اسے کلیات کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔ پس علوم کلیہ شرعیہ اس کو و واسطے سے حاصل ہوتے ہیں (۱) نور جبلی کے واسطے سے (۲) انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے واسطے سے۔ پس کلیات شرع اور احکام ملت کے سلسلے میں ان کو شاگرد انبیا بھی کہہ سکتے ہیں اور ہم استاذ انبیا بھی۔ نیز ان کے اخذ کا طریقہ بھی طریقہ وحی ہی ہے جس کو عرف شرع میں نفث فی الروع سے تعبیر کرتے ہیں، اور بعض اہل کمال کے

نزدیک اس کا نام وحی باطنی ہے۔ (رضوی)

(۱۸) کتاب مذکور صفحہ ۴۰:

ہمیں معنی ربابامت و بوصایت تعبیری کنند و علم ایشاں را کہ بعینہ علم انبیاست لیکن وحی ظاہری متعلق نہ شدہ بہ حکمت می

نامند۔ (اسی معنی کو امامت و وصایت کہتے ہیں اور ان حضرات کے علم کو جو بعینہ انبیا کا علم ہے وحی ظاہری نہ ہونے کی وجہ سے حکمت کہتے ہیں۔ رضوی)

(۱۹) کتاب مذکور صفحہ ۴۱:

لابد اور اما حفظے مثل محافظت انبیا کہ مسمی بہ عصمت است فائز می کنند۔ (لامحالہ ان کو انبیا کی محافظت کے اس مقام پر فائز کیا جاتا ہے جس کو

مقام عصمت کہتے ہیں۔ رضوی)

(۲۰) کتاب مذکور صفحہ ۴۲:

ندانی کہ اثبات وحی باطن و حکمت و وجاہت و عصمت مرغیر انبیا را مخالف سنت و از چنیں اختراع بدعت است و ندانی کہ

از باب کمال از عالم منقطع شدہ اند۔ (غیر انبیا کے لیے عصمت، وجاہت، حکمت اور باطنی وحی ثابت کرنے کو سنت کی مخالفت اور بدعت نہ جاننا اور یہ نہ سمجھنا

از باب کمال دنیا سے جاتے رہے۔ رضوی)

(۲۱) کتاب مذکور صفحہ ۱۷۵:

امثال این وقائع و اشباہ این معاملات صد ہادر پیش آمد تا این کہ کمالات طریق نبوت بذروہ علیا خود رسید و الہام و کشف

بعلوم حکمت انجامید۔ (اس طرح کے سینکڑوں واقعات و معاملات پیش آتے رہے یہاں تک کہ طریق نبوت کے کمالات بھی اپنی انتہا کو پہنچے اور الہام و کشف

علوم حکمت سے انجام پذیر ہوئے۔ رضوی)

(۲۲) کتاب مذکور صفحہ ۴:

ازیں کہ نفس عالی حضرت ایشاں بر کمال مشابہت جناب رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰات و التسلیمات در بد و فطرت

مخلوق شدہ بناء علیہ لوح فطرت ایشاں از نقوش علوم رسمیہ و راہ دانش منداں کلام و تحریر و تقریر مصفی مانده بود۔ (آپ کی ذات عالی چونکہ

ابتدائی سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال مشابہت کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اس لیے آپ کی لوح فطرت رسمی علوم کے نقوش اور تقریر و تحریر اور بات

چیت میں عقل مندوں کی روش سے خالی تھی۔ رضوی)

(۲۳) تقویۃ الایمان صفحہ ۶۰ پر یہ حدیث لکھی: ارایت لو مورد بقبری اکنت تسجدلہ اور آفت کی ”ف“ لکھ کر

فائدہ یہ جزا۔

یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۴ مطبع مجبائی، دہلی)

(۲۴) کتاب مذکور صفحہ ۱۰:

حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، برے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء اولیا کی یہ شان نہیں۔ جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ (ملقطاً) (تقویۃ الایمان ص ۷ مطبع مجتہائی، دہلی)

(۲۵) کتاب مذکور صفحہ ۱۲:-

جو کوئی انبیاء اولیا کی اس قسم کی تعظیم کرے، مشکل کے وقت ان کو پکارے، ان باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔

(۲۶) کتاب مذکور صفحہ ۱۹:-

ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام؟ جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے، دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا، اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے؟۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۳/۱۴ مطبع مجتہائی، دہلی)

(۲۷) صراطِ مستقیم صفحہ ۹۵:-

بمقتضائے ظلمت بعضہا فوق بعض از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وہ صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آن از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندین مرتبہ بدتر را از استغراق در صورت گا و دختر خود است کہ خیال آن با تعظیم و اجلال بسویدانے دل انسان می چسپد، بخلاف خیال گا و دختر خود کہ نہ آن قدرے چسپیدگی می بود و نہ تعظیم بلکہ مہمان و محقر می بود و اس تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود می شود بشرک می کشد۔ (ظلمات بعضہا فوق بعض کے مطابق اپنی بیوی سے مجامعت کا خیال زنا کے وسوسے سے بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواجہ جناب رسالت مآب ہی کیوں نہ ہوں، توجہ کرنا اپنے گدھے بتل کے تصور میں ڈوب جانے سے بھی بدتر ہے کیوں کہ ان حضرات کا خیال تعظیم و اجلال کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹتا ہے اور بتل اور گدھے کے خیال کو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے، نہ تعظیم۔ بلکہ حقیر و ذلیل ہوتا ہے اور غیر خدا کا یہ تعظیم و اجلال جو نماز میں ملحوظ و مقصود ہو وہ شرک کی طرف کھینچتی ہے۔ رضوی)

(۲۸) تقویۃ الایمان صفحہ ۱۰:-

روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست و بیمار کر دینا، فتح و شکست دینی، اقبال و ادبار دینا، مرادیں پوری کرنی، حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دست گیری کرنی، برے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء اور اولیا کی، پیرو شہید کی، بھوت پری کی یہ شان نہیں۔ جو کوئی کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے، اور اس سے مرادیں مانگے، اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے، خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

(ملقطاً، تقویۃ الایمان ص ۷ مطبع مجتہائی، دہلی)

(۲۹) کتاب مذکور صفحہ ۱۱:-

گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا، یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، مویشی نہ چگانا یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے اپنے بندوں کو بتائے ہیں، پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر، کسی کے مکانوں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے، اس پر شرک ثابت ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں، یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اس کی تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ (مطلقاً تقویہ الایمان ص ۸ مطبع مجبائی، دہلی)

(۳۰) تنویر العینین:-

لیت شعری کیف يجوز التزام تقليد شخص معين مع تمكن الرجوع الى الروايات المنقولة عن النبي صلى الله عليه وسلم الصريحة الدالة على خلاف قول الامام المقلد فان لم يترك قول امامه ففيه شائبة من المشرك..... (شخص معین کی تقلید کا التزام کیسے جائز ہوگا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول روایتوں کی طرف رجوع کرنا ممکن ہے، جو امام مقلد کے قول کے خلاف پرصراحتاً دال ہے۔ لہذا امام کے قول کے نہ چھوڑنے میں شرک کا شائبہ ہے۔ رضوی)

(۳۱) کتاب مذکور:-

اتباع شخص معين بحيث يتمسك بقوله وان ثبت على خلافه دلائل من السنة و الكتاب و ياول الى قوله شوب من النظرية و حظ من الشرك و العجب من القوم لا يخافون من مثل هذا الاتباع بل يخيفون تاركه فما احق هذه الاية في جوابهم و كيف اخاف ما اشركتم و لا تخافون انكم اشركتم بالله (کتاب وسنت کے دلائل کی موجودگی میں کسی شخص معین کے قول کو دلیل بنا کر ان کا اتباع کرنا اور کتاب و سنت میں تاویل کرنا نصرانیوں کا طریقہ ہے جس میں شرک کا حصہ ہے۔ تعجب ہے اس قوم پر جو اس طرح کے اتباع سے خوف نہیں کھاتے، بلکہ مخالف ہی کو ڈراتے ہیں۔ ان کی تردید کے لیے یہ آیت بہت ہے "اور میں تمہارے شریکوں سے کیوں کر ڈروں اور تم نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کا شریک اس کو ٹھہرایا۔ رضوی)

(۳۲) تقویۃ الایمان صفحہ ۷:-

اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی۔ (تقویۃ الایمان ص ۵ مطبع مجبائی، دہلی)

(۳۳) کتاب مذکور صفحہ ۲۲:-

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا محتاج نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۹ مطبع مجبائی، دہلی)

(۳۴) کتاب مذکور صفحہ ۲۹:-

کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۰ مطبع مجبائی، دہلی)

(۳۵) کتاب مذکور صفحہ ۲۸:-

جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے، سواب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے، گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلے کی طاقت اس کو ثابت نہ کرے۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۰ مطبع مجبائی، دہلی)

(۳۶) کتاب مذکور صفحہ ۲۷:-

جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں، خواہ قبر میں، خواہ آخرت میں، سوان کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ نبی کو، نہ ولی کو۔ نہ اپنا حال، نہ دوسرے کا۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۹ مطبع مجبائی، دہلی)

(۳۷) کتاب مذکور ص ۲۵:-

ان باتوں میں سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر ہیں اور نادان۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۸ مطبع مجبائی، دہلی)

(۳۸) کتاب مذکور صفحہ ۵۷:-

(کوئی شخص کہے کہ) فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں، یا آسمان میں کتنے تارے ہیں؟ تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول ہی جانیں کیوں کہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر؟ (تقویۃ الایمان ص ۲۲ مطبع مجبائی، دہلی)

(و غیرہا من الخرافات)

انہی وجوہ کی بنا پر ان کے زمانے ہی میں علمائے کرام نے ان کی تکفیر کی اور ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ روز سہ شنبہ کو

جناب مولانا رشید الدین خان صاحب مرحوم

مولانا فضل حق صاحب (خیر آبادی)

مولوی مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین صاحب

مولوی موسیٰ صاحب بن مولانا شاہ رفیع الدین صاحب

وغیرہم نے جامع مسجد میں مجمع خاص و عام میں مولوی اسماعیل اور ان کے ساتھی مولوی عبدالحی سے گفتگو کی۔ مولوی اسماعیل

تو غصہ سے مغلوب ہو کر کلام نہ کر سکے اور چلے گئے، مولوی عبدالحی نے کچھ کلام کیا، وہ موافق جمہور، مخالف اپنے مذہب کے مثلاً

لکھ دیا کہ بوسہ دہندہ قبر مشرک نیست، سوم کی فاتحہ میں اقرار کیا کہ اگر ثواب اس دن میں زائد نہیں جانتا اور برعایت مصلحت

کرتا ہے ممنوع نہیں۔

حضرت مولانا فضل حق صاحب عمری خیر آبادی نے ان کے روبرو ان کی تکفیر کی، اور ان کی تردید میں ایک مبسوط فتویٰ لکھا،

جس کا نام تحقیقی الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ رکھا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے مولوی اسماعیل کی تردید میں دس کتابیں تالیف فرمائیں:-

حل خطاء الخط	(۱) [۲]
سبحن السبوح عن عیب کذب مفبوح	(۲) [۸]
الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابط	(۳) [۸۳]
سبحان القدوس عن تقدیس نحس منکوس	(۴) [۸۸]
الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء	(۵) [۹۶]
الکوکبة الشهابیة فی کفریات ابی الوہابیہ	(۶) [۱۰۵]
سل السیوف الہندیہ علی کفریات بابا النجدیہ	(۷) [۱۰۶]
دامان باغ سبحن السبوح	(۸) [۲۵۹]
مبین الہدیٰ فی نفی امکان مثل المصطفیٰ	(۹) [۲۴۰]
چابک لیث براہل حدیث	(۱۰) [۳۸۵]

[۴۷] تر ویدنا نوتوی [۱۲]

یہ فرقہ مولوی قاسم صاحب نانوتوی کی طرف منسوب ہے۔ نانوتہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو دیوبند سے ۱۲ کوس غرب میں آباد ہے۔

مولوی فضل الرحمن اور مولوی ذوالفقار علی صاحب اور حاجی محمد عابد صاحب نے یہ تجویز کی کہ ایک مدرسہ دیوبند میں قائم کریں۔ مدرس کے لیے تنخواہ پندرہ روپے تجویز ہوئی۔ مولوی صاحب شروع مدرسہ میں دیوبند آئے اور پھر اس مدرسہ کے سرپرست بن بیٹھے۔

جب فتنہ شش امثال کا اٹھا اور لوگوں نے ہر طبقہ زمین میں آدم و نوح وغیرہ انبیائے کرام مانے بلکہ ہر طبقہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مانا تو مولوی قاسم صاحب نے بھی انہیں لوگوں میں شامل ہو کر ایک رسالہ تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس تصنیف کیا، اور اس میں اپنی ذہانت و جودت طبع کے نمونے دکھلا دیتے ہوئے لکھا:-

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ مگر اس میں خدا کی جانب یا وہ گوئی کا وہم ہے اس وصف میں اور قد و قامت وغیرہ اوصاف میں جن کو فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اور وہ کونہ کیا دوسرے رسول کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسوں کے اس قسم کے احوال جملہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسولی اللہ

و خاتم النبیین ﷺ میں کیا مناسبت تھا اس قسم کی بے ربطی خدا کے کلام میں متصور نہیں۔

(۲) کتاب مذکور ص ۳۳:-

بلکہ اگر بالفرض بعد از زمانہ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

انہیں جیسے کلمات کفریہ کی وجہ سے کہ ان عبارتوں میں صاف خاتم النبیین کا انکار ہے اور ہر طبقہ زمین میں ایک رسول خاتم

الانبیاء ماننا ہے علماء اسلام نے نانوتوی صاحب کے کفر کا فتویٰ دیا اور ان کی تردید میں مضامین لکھے، کتابیں تصنیف فرمائیں۔

اعلیٰ حضرت نے بھی ان کی تردید میں بارہ کتابیں تصنیف و تالیف کیں جن کے اسماء درج ذیل ہیں۔

[۱۵۹]	جزاء الله عدوه بابائہ ختم النبوة
[۱۶۳]	فتاویٰ الحرمین برجف ندوة المین
[۱۶۴]	ترجمة الفتویٰ وجہ هدم البلوی
[۱۶۵]	خلص فوائد فتویٰ
[۲۳۱]	حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین
[۲۳۴]	خلاصہ فوائد فتاویٰ
[۲۳۳]	مبین احکام و تصدیقات اعلام
[۲۵۳]	تمهید الایمان بآیات قرآن
[۲۶۰]	المبین ختم النبیین
[۳۰۱]	تنبيه الجهال بالهام الباسط المتعال (۱۲۹۲ھ)
[۳۰۲]	جوابہائے ترکی بترکی
[۳۳۵]	چابک لیث براہل حدیث

[۲۸] روگنگوھی [۲۵]

گنگوھی منسوب بسوئے گنگوہ ضلع سہارنپور میں زمانہ قدیم سے مشہور قصبہ ہے۔ پہلے حضرت مولانا شاہ عبدالقدوس گنگوہی

صابری قدس سرہ العزیز کی وجہ سے مشہور تھا، جو خانوادہ چشتیہ صابریہ کے بہت ہی مشہور بزرگ ہیں اور اس زمانے میں اس

بستی کی شہرت دیوبندیوں، وہابیوں میں مولوی رشید احمد صاحب کی وجہ سے ہے۔ مولوی صاحب ۶/۶/۱۲۳۳ھ یوم

دوشنبہ چاشت کے وقت قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور محلہ سرائے میں خانقاہ شیخ المشائخ مولانا عبدالقدوس گنگوہی کے متصل اپنے جد

مکان میں جو درگاہ حضرت شیخ کے شرقی سمت میں تخیینا پچیس تیس قدم کے فاصلہ پر واقع ہے، پیدا ہوئے۔ مولوی صاحب مال

باپ دونوں طرف سے شیخ زادہ انصاری ہیں۔ سلسلہ نسب پدری یہ ہے: مولوی رشید احمد بن مولوی ہدایت احمد ابن قاضی پیر بخش بن قاضی غلام حسن بن قاضی غلام علی ہے اور مادری نسب نامہ یہ ہے: مولوی رشید احمد بن مسماة کریم النساء بنت فرید بخش بن غلام قادر بن محمد صالح بن غلام محمد الخ۔ انہوں نے کتاب براہین قاطعہ جسے اپنے شاگرد مولوی خلیل احمد نیٹھی کے نام سے چھپوایا اور جس کی تقریظ میں لکھا کہ..... میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک بغور تمام دیکھا..... اس کے ص ۵۱ پر ہے:-

شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کے وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام نصوص کی تردید کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔
(۲) براہین قاطعہ ص ۵۲:-

افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں شیطان یا ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ۔

(۳) کتاب مذکور ص ۵۱:-

اگر فضیلت ہی موجب اس کی ہے تو تمام مسلمان شیطان سے افضل ہیں، تو مولف سب عوام میں بسبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں، تو اس کے برابر تو علم بزم خود ثابت کرے۔

(۴) کتاب مذکور ص ۴۹:-

فقط مجلس نکاح کے اعتقاد علم میں کافر لکھا ہے۔

(۵) کتاب مذکور ص ۵۲:-

اگر فخر عالم علیہ السلام کو لاکھ گنا عطا فرمادے ممکن ہے مگر ثبوت ہے اس کا کہ عطا کیا ہے کس نص سے ہے۔

(۶) خود اپنے فتاویٰ رشیدیہ حصہ ۳ ص ۱۲ میں لکھا:-

یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو علم غیب تھا، صریح شرک ہے۔

(۷) کتاب مذکور حصہ ۳ ص ۴۲:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد قطعاً مشرک کافر ہے۔

(۸) کتاب مذکور حصہ ۳ ص ۷:-

اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔

(۹) فتویٰ دستخطی و مہری

سوال :- دو شخص کذب باری میں گفتگو کرتے تھے، تیسرے نے کہا کہ میں وقوع کذب باری کا قائل ہوں۔ آیا یہ قائل مسلمان ہے یا کافر، یا بدعتی ہے یا اہل سنت، باوجود قبول کرنے وقوع کذب باری کو۔
الجواب :- اس کو کافر کہنا یا بدعتی ضال کہنا نہ چاہیے۔ وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے۔ اس ثالث کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے۔ دیکھو حنفی شافعی پر طعن نہیں کر سکتا۔ لہذا ایسے ثالث کو تھلیل و تفسیق سے مامون کرنا چاہیے۔

(۱۰) براہین قاطعہ ص ۴ :-

امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف و عید آیا جائز ہے یا نہیں؟ پس اس پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے۔ امکان کذب خلف و عید کی فرع ہے۔

(۱۱) تقدیس القدر ص ۷۸ :-

جواز وقوعی میں بحث ہے۔

(۱۲) کتاب مذکور ص ۷۹ :-

گفتگو جواز وقوعی میں ہے نہ جواز امکانی میں۔

ص ۴۴ :-

بعض جواز وقوعی کا اثبات کرتے ہیں۔

ص ۱۹ :-

مراد جواز سے دو یعنی ایک جواز وقوعی جس کے وقوع سے کوئی استحالہ لازم نہ آئے۔

(۱۳) کتاب مذکور ص ۲۱ :-

کذب جنس ہے اور خلف و عید ایک نوع اس کی ہے۔

اور یہ میزان منطق داں بھی جانتا ہے کہ ثبوت نوع سے ثبوت جنس لازم و واجب ہے۔ پس یہ فرمانا کہ جواز خلف و عید کے معتقد جواز کذب کے معتقد نہیں، طرفہ فقرہ ہے۔ کیا پہلے علماء متکلمین کو کوئی ایسا گمان کر سکتا ہے کہ نوع کے وجود کے قائل ہو کر جنس کے عدم کے قائل نہ ہوں۔ پس ضروری ہے کہ وہ لوگ جواز کذب کے قائل ہونگے، اور یہ وہی مضمون ہے کہ ابتداءً براہین قاطعہ میں ہے کہ خلف و عید میں علماء متقدمین کا اختلاف ہوا ہے اور امکان خلف کی امکان کذب فرع ہے۔ یعنی کذب جنس ہے، اور خلف و عید نوع اس کی۔

(۱۴) تقدیس القدر ص ۲۳:-

شرط نہ ہو تب بھی خداوند کریم خلف پر قادر ہے مثلاً توبہ نہ کرے تب بھی عفو مقدر ہے۔

(۱۵) فتاویٰ گنگوہی حصہ ۳ ص ۳۱:-

خدا بندوں کو قدرت دے کر فارغ ہو گیا۔

(۱۶) کتاب مذکور حصہ ۱ ص ۵۱:-

خود آپ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو بھائی کہو۔

(۱۷) براہین قاطعہ ص ۱۴۸:-

یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کہ ساگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں۔ معاذ اللہ ساگ آپ کی ولادت کا

ٹھہرا، اور خود یہ حرکت قبیحہ حرام و فسق ہے۔

(۱۸) کتاب مذکور ص ۱۴۸:-

بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے۔ وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں، ان کے یہاں کوئی قید ہی نہیں، جب چاہیں یہ

خرافات فرضی بناتے ہیں۔

(۱۹) کتاب مذکور ص ۹ پر فاتحہ کی نسبت کہا:-

تشبیہ ہنود کا بھی اس میں (فاتحہ میں) مقرر ہے۔ کیونکہ تمام ہنود میں رسم ہے، اور ان کا یہ شعار ہے کہ طعام پر بید (وید)

پڑھواتے ہیں۔ تحفۃ الہنود میں ہے کہ ہر سال جس تاریخ کو کوئی مر اسی تاریخ کو ثواب پہنچاتے ہیں، اور اس کو ضرور جانتے

ہیں اور پنڈت اس کھانے پر بید پڑھتا ہے۔ اتمی۔ پس اگر اس کو رسم ہنود کہیں بہت بجا اور حق ہے۔

(۲۰) فتاویٰ گنگوہی حصہ ۲ ص ۱۳:-

رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلعم کی نہیں ہے۔ انبیا علما بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔ اگرچہ جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں، لہذا دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے۔

(۲۱) فتاویٰ گنگوہی ص ۸۳:-

حصہ اول جو یہ عقیدہ رکھے کہ خود بخود علم تھا بدون اطلاع حق تعالیٰ کے، تو اندیشہ کفر کا ہے، امام نہ بنانا چاہیے، اگرچہ کافر

کہنے سے بھی زبان روکے۔

(۲۲) براہین قاطعہ ص ۱۸: میں روضہ انور پر جو ہزاروں روپے کی جھاڑو فانوس میں اس مبارک کی روشنی کی

متعلق لکھا:-

موجبِ ظلمت اور نارِ جہنم کی روشنی دکھانے والی ہے۔

(۲۳) کتاب مذکور ص ۲۲:-

ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا، آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی؟ آپ تو عربی ہیں۔ فرمایا: جب سے علمائے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا، ہم کو یہ زبان آگئی۔

(۲۴) فتاویٰ گنگوہی حصہ ۳ ص ۱۰۱:-

تصنیف فرمائیں۔ جن کے اسماء حسب ذیل ہیں:-

- (۱) [۲۵] منیر العین فی حکم تقبیل الایہامین
- (۲) [۲۶] ازکی الاہلال بابطال ما احدث الناس فی امر الہلال
- (۳) [۲۸] سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح
- (۴) [۴۸] الصافیۃ الموحیہ لحکم جلود الاضحیہ
- (۵) [۸۸] سبحان القدوس عن تقدیس نجس منکوس
- (۶) [۱۰۴] المنی والدرر لمن عمد منی آردر
- (۷) [۱۰۸] و صاف الرجیح فی بسملة التراویح
- (۸) [۱۳۵] القطوف الدانیہ لمن احسن الجماعة الثانیہ
- (۹) [۱۳۷] الرد الاشد البھی فی ہجر الجماعة علی الکنکھی
- (۱۰) [۱۶۸] انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفی
- (۱۱) [۱۹۴] الجزء المہیا لغلمة کنہیا
- (۱۲) [۲۰۷] رامی زاغیان معروف بہ دفع زیغ زاغ
- (۱۳) [۱۱۶] اتیان الارواح لدیارہم بعد الرواح
- (۱۴) [۲۲۱] اہلاک الوہابیین علی توہین قبور المسلمین
- (۱۵) [۲۳۱] حسام الحرمین علی منحہ الکفر والمین
- (۱۶) [۲۳۲] خلاصہ فوائد فتاویٰ
- (۱۷) [۲۳۳] مبین احکام و تصدیقات اعلام

الفيوض الملكيه لمحبه الدولة المكيه	(۱۸) [۲۴۶]
تمهيد ايمان بايات قرآن	(۱۹) [۲۵۳]
فتواى كرامات غوثيه	(۲۰) [۲۸۵]
رشاقه الكلام فى حواشى اذاقة الآتام	(۲۱) [۲۸۷]
اخباريه كى خبرگيرى	(۲۲) [۳۱۲]
سر الاوقات	(۲۳) [۳۳۲]
ظفر الدين الجيد	(۲۴) [۳۳۴]
چاپك ليث برائل حديث	(۲۵) [۲۴۵]

[۴۹] ترديد تھانوى [۹]

یہ فرقہ مولوی اشرف علی تھانوی کی طرف منسوب ہے۔ وہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر یوپی کے رہنے والے تھے۔ مولوی صاحب بھی اذنا ب و ذریات علمائے دیوبند سے ہیں۔ لیکن حفظ الایمان نامی ایک چھوٹا سا رسالہ لکھنے کی وجہ سے آپ کی ذات بہت ہی مشہور اور ایک مستقل حیثیت کی سمجھی جانے لگی کہ ان کے اکابر نے بھی ایسی بات نہیں لکھی تھی۔

مولوی تھانوی صاحب نے حفظ الایمان میں لکھا ہے:-

آپ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے، کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے، جو دوسرے سے مخفی ہو، تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کر لے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو من جملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے؟ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے؟ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبویہ سے کتب ہو سکتا ہے؟ اور التزام نہ کیا جائے تو نبی، غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔

(حفظ الایمان، ص ۸، طبوہ بلائی، نیم پریس، انبالہ)

حفظ الایمان کی یہ عبارت ایسی صریح اور واضح ہے کہ خود تھانوی صاحب سے اس کے متعلق سوال ہوا تو ایسے قائل کو خارج از اسلام بتایا۔ لیکن یہ ان کی ڈھٹائی اور حیا داری ہے کہ وہ رسالہ چھپا ہوا ہے، چھپا ہوا نہیں ہے۔ پھر بھی صاف انکار کیا۔ برط البنان

میں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

الجواب :- میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہ لکھا۔ لکھنا درکنار، میرے قلب میں کبھی اس کا خطرہ بھی نہ گزرا۔ میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا۔ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے، یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارتاً کہے، میں اس کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

رسالہ امداد، صفر ۱۳۳۶ھ، ص ۳۵ پر ایک مرید کا خواب لکھا کہ :-

خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور (تھانوی صاحب) کا نام لیتا ہوں، اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں، اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں، دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے۔ حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں۔ لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی، تو حضور [تھانوی صاحب] کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں، اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے۔ اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی، زمین پر گر گیا، اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہ رہی۔ اتنے میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر نا طاقتی بدستور تھا۔ لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور ہی کا خیال تھا۔

بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا، تو ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے، اس واسطے کہ پھر ایسی غلطی نہ ہو جائے۔ بایں خیال بندہ بیٹھ گیا، اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں، پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں، لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا۔ تو دوسرے روز بیداری رقت رہی۔ خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں، کہاں تک عرض کروں۔

تھانوی صاحب نے اس کا جواب لکھا :-

اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ۲۲ شوال ۱۳۳۵ھ

رسالہ الامداد، ماہ صفر ۱۳۳۵ھ میں ہے :-

ایک صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر [تھانوی] کے گھر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنے والی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میرا ذہن معاً اسی طرف منتقل ہوا۔ (کہ اس کم سن شاگردہ و مریدہ سے شادی ہوگی) اس مناسبت سے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سن شریف پچاس سے زیادہ اور حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا بہت کم عمر تھیں۔ وہی قصہ یہاں ہے۔ (ص ۱۳)
اللہ اکبر! کوئی بھنگی چمار بھی ماں کی تعبیر جو رو سے نہ کرے گا۔
اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے تھانوی صاحب کی تردید میں نو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

الدولة المكية بالمادة الغيبية	(۱) [۲۲۳]
حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین	(۲) [۲۳۱]
خلاصة فوائد فتاوی	(۳) [۲۳۲]
مبین احکام و تصدیقات اعلام	(۴) [۲۴۳]
الفيوض الملكية لمحبة الدولة المكية	(۵) [۲۴۶]
تمهيد ايمان بآيات قرآن	(۶) [۲۵۳]
فتوای کرامات غوثیہ	(۷) [۲۸۵]
ظفر الدین الجید	(۸) [۳۳۸]
چابک لیث بر اہل حدیث	(۹) [۳۴۵]

[۵۰] تردید مولوی نذیر حسین [۶]

مولوی نذیر حسین صاحب اگرچہ دہلوی سے مشہور ہیں مگر درحقیقت بہاری ہیں۔ بہار کے ضلع مونگیر کے ایک موضع ہلتھوا میں ۱۲۲۰ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں سورج گڑھا سے ۶/۵ میل کی مسافت پر ہے۔ (دیکھئے تراجم علمائے حدیث ہند ص ۱۳۳)
یہ عالی قسم کے غیر مقلد تھے۔ تقلید امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سخت مخالف تھے۔ مسائل کا جواب بھی کیف یشاء دیتے تھے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے ان کی تردید میں چھ کتابیں تصنیف فرمائیں:

(۱) [۲۴] النذیر الهائل لكل جلب جاهل
مجلس میلاد مبارک میں مولوی نذیر احمد صاحب کے ایک فتویٰ کا انہیں کے دوسرے فتوے سے تردید ہے۔
(۲) [۱۳۰] حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین ملقب به حجة الحین علی نذیر حسین
(۳) [۱۵۹] جزاء اللہ وعدوه بابائہ ختم النبوة
(۴) [۳۰۱] تنبيه الجهال بالهام الباسط المتعال
(۵) [۳۰۲] جوابہائے ترکی بترکی
(۶) [۳۰۳] سيف المصطفى علی ادیان الافتراء

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے بعض رسائل پر تبصرہ

الفيوضات الملكية لمحبة الدولة المكية

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنی کتاب مستطاب الدولة المکیہ بالمادة الغیبة کی شرح (الفيوضات الملكية کے نام سے) تحریر فرمایا ہے۔ جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز ۱۳۲۳ھ میں حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً دوسری مرتبہ حاضر ہوئے، اور مدینہ طیبہ کی حاضری اصل مقصد قرار دیا، جس کی طرف قصیدہ مبارکہ حضور جان نور میں اشارہ کیا ہے۔

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے
اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

مکہ معظمہ پہنچ کر حضور کو معلوم ہوا کہ مولوی خلیل احمد انیسٹھوی بھی آئے ہوئے ہیں اور اپنے مقصد کے مطابق کچھ فتویٰ یہاں کے علما سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جب اعلیٰ حضرت قبلہ کی تشریف آوری کی خبر انہیں معلوم ہوئی، تو بہت گھبرائے۔ سوچا کہ انہیں کے متعلق فتویٰ حاصل کیا جائے۔ انہیں کی موجودگی میں اس فتویٰ کا اثر بھی ان پر آسانی سے مرتب ہو جائے گا۔ آخر سوچتے سوچتے حضرت ابوالذکاء سراج الدین مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب اعظمی رامپوری ارشادی و حمة اللہ علیہ کا رسالہ اعلام الاذکیا فی علم الغیب للانبیاء یاد آیا کہ انہوں نے اس میں تحریر فرمایا ہے:

وصلی اللہ علی من هو الاول و الآخر و الظاهر و الباطن و هو بکل شیء علیم O

آیت کریمہ جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی حمد میں ہے، اس کو حضرت مولانا نے اس رسالہ میں نعت شریف قرار دیا ہے۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ خدا بنا دیا..... اور اس پر اعلیٰ حضرت قبلہ کی تقریظ و تصویب ہے۔ اسی بنا پر علمائے مکہ معظمہ سے استفتا کیا اور یہ بھی کہا کہ مصنف تو نہیں، مگر مقرر رسالہ یہیں موجود ہے۔ تاکہ ایسے شخص کا جو حکم شرعی ہو اس پر جاری بھی کر دیا جائے۔

خداوند عالم بہتر سے بہتر جزائے خیر دے اور کروٹ کروٹ انوار اور جنت کی خوشبوؤں میں حضرت مولانا شیخ صالح کمال

صاحب مفتی حنفیہ کو رکھے، کہ انہوں نے فرمایا: پھر کسی دوسرے شخص سے استفتا کی ضرورت ہی کیا ہے؟ خود انہیں سے سوالات کئے جائیں، وہ جو جواب دیں، علما کی مجلس میں پیش کر کے اسے دیکھ لیا جائے۔

یہ بات ایسی معقول تھی کہ علیٰ رغم الوہابیہ سب نے تسلیم کی۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں وہ استفتا پیش ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے بے مراجعت کتاب فقط آٹھ گھنٹے میں عربی زبان میں نہایت مدلل و مفصل ایک مستقل کتاب مستطاب اس کے جواب میں تصنیف فرمایا اور اس کا تاریخی نام الدولة المکیة بالمادة الغیبیہ رکھا۔

جب وہ رسالہ علمائے کرام کے سامنے، شریف مکہ کے سامنے پڑھا گیا تو علمائے کرام متحیرانہ اس کو سن رہے تھے اور قوت دلیل پر عیش کر رہے تھے، کہ وہابیہ کے ایک وکیل نے بیچ میں بات کاٹ کر کچھ اعتراض کرنا چاہا۔ مولانا شیخ صالح کمال صاحب نے فرمایا: پہلے پورا سن لو! ممکن ہے کہ تمہارے اس شبہ کا جواب آئندہ موجود ہو۔ پھر تفسیر اوقات کا کیا فائدہ؟ چنانچہ ایسا ہی ثابت ہوا۔ چند ورق کے بعد بطور دفع دخل اس کا جواب مذکور تھا۔ جب پورا رسالہ پڑھا جا چکا، تو شریف مکہ نے فیصلہ کیا۔ اللہ يعطی و هو لاء یمنعون O یعنی اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب دیتا ہے مگر وہابی لوگ اس کو روکتے ہیں۔

جب ہندوستان، حضور اعلیٰ حضرت تشریف لائے، تو بہت ضخیم شرح اس کی تحریر فرمائی، اور اس کا نام الفیوضات الملکیہ لمحہب الدولة المکیة تجویز فرمایا۔ اس میں ایک بحث یہ ہے، اتساع الصغیر للکبیر الکثیر اور اس ضمن میں اعلیٰ حضرت نے بہت سے واقعات مستند کتابوں سے ثبوت میں پیش فرمائے ہیں، جن کا ترجمہ کرنا ناظرین سوانح کے لیے میں مناسب خیال کرتا ہوں۔

(۱) انسان کی آنکھوں کی پتلی کیا ہے؟ ایک سیاہ نقطہ ہے، جس میں آسمان، آفتاب، پہاڑ، دریا، میدان سب کی صورتیں ایک آن میں چھپ جاتی ہیں۔ ظاہر ہے یہ انطباع بقدر اتساع ہے۔ تو اتنے بڑے آسمان کی صورت ایک نقطہ میں بقدر نقطہ ہو گی۔ اسی پر رائی کے دانہ وغیرہ کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ پھر یکے بعد دیگرے ان تمام چھوٹی چھوٹی لطیف و صغیر صورتوں کا چھپنا، اور ان کا اکٹھا ہونا۔ لطف یہ کہ آنکھ والا ایک ہی آن میں آسمان، آفتاب، پہاڑ، دریا، میدان، رائی سب کو علیحدہ علیحدہ واضح طور پر تمیز کرتا ہے۔ جس میں اصلاً خفا اور پوشیدگی نہیں رہتی۔ ہر چیز اسی کے قدر و جہ کے مطابق دیکھتا ہے۔ ان چیزوں کے ہجوم و تراکم کی وجہ نہ التباس ہوتا ہے، نہ مقدار میں کوئی فرق ہوتا ہے۔

(۲) ایک چھوٹا بیج کہ ناخنوں کے برابر بھی نہیں اس سے عظیم الشان درخت نکلتا ہے۔ اس کا دل مثلاً سوگز ہو، اور شاخیں صد در صد گرز زمین پر سایہ فگن ہیں۔ اس میں ہزاروں شاخیں ہیں، اور ہر شاخ میں ہزاروں پتے ہیں۔ جیسے اعلیٰ کا بیج، اس میں یہ سب چیزیں موجود ہیں..... تو اللہ نے جس کی آنکھیں کھول دی ہیں، وہ قبل ان چیزوں کے ظہور کے اس بیج میں تمام چیزوں کو دیکھتا ہے۔ حالانکہ ظاہر میں پورے اس بیج کو بھی نہیں دیکھتا۔ بلکہ نہ اس کا نصف دیکھتا ہے، نہ ربع، بلکہ صرف پوسٹ کا نصف سطح ظاہر دیکھتا ہے، جو اس کے سامنے ہے۔ فہل یستوی الاعمی والبصیر ام هل تستوی الظلمات والنور O

(۳) علامہ عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب الیواقیت والجوہر فی عقائد الاکابر میں فرماتے ہیں کہ دوات کے اندر جو روشنائی ہے۔ اہل کشف اس میں تمام ان حروف والفاظ کو دیکھتے ہیں جو اس سے لکھی جائیں گی۔ تو جس وقت لکھتے لکھتے، وہ روشنائی ختم ہو جائے اور جو کچھ اس سے لکھا گیا ہے، اہل کشف کے علم سے مقابل کیا جائے، تو نہ اس سے ایک حرف زائد ہوگا، نہ ایک لفظ کم۔

(۴) الابریز فی علوم سیدنا عبدالعزیز میں ہے کہ میں نے حضرت شیخ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب جنین ماں کے پیٹ میں قرار پکڑتا ہے، تو عارف باللہ اسی وقت اس کو اس حال میں دیکھتا ہے، جہاں وہ اپنی آخر عمر تک پہنچے گا اور جو کچھ خیر و شر اس کو پہنچے گا اور سب اسی وقت دیکھتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص عارف کے دیکھنے کے مطابق تمام حالات قلم بند کر کے رکھ چھوڑے، اور روزمرہ کی زندگی میں جو باتیں اس کو پیش آتی جائیں، ان سب کو اس سے مقابلہ کرتا جائے تو ہر موان دونوں میں تفاوت نہ ہوگا۔

(۵) صوفیہ کرام کا اجماع ہے کہ انسان تمام مخلوقات کے اوصاف کا نسخہ جامع ہے اور یہ عالم صغیر ہے اور جو کچھ عالم کبیر میں ہے، سب اس میں موجود ہے۔ تو جو شخص اس کے باطن میں دیکھے، اور حق معرفت کر کے پہچانے، تو اس عالم صغیر میں وہ سب کچھ پائے گا، جو عالم کبیر میں ہے۔ یعنی صفحات وجوہ پر جو کچھ مرقوم ہے۔ قال تعالیٰ: سترہم ایاتنا فی الافاق و فی انفسہم حتی یتبین لہم انہ الحق O

ابھی ہم نہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔ (پ ۱۷۵)

(۶) تھوڑے سے زمانہ میں بہت بڑی عظیم و کثیر خبر دکھانے کی مثال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ معراج شریف ہے کہ محض تھوڑی سے شب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ، وہاں سے سماوات اعلیٰ، وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ، وہاں سے مقام مستویٰ، وہاں سے عرش اعلیٰ، وہاں سے منقطع الجہتہ این والی تشریف لے گئے۔ پھر قریب ہوئے، اور بہت نزدیک ہوئے، دنیٰ فتدلی فکان قاب قوسین أو أدنیٰ O اور یہ ظاہر ہے کہ زمین سے آسمان دنیا کی مسافت پانچ سو سال کی راہ ہے اور اسی طرح ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک مسافت اور ضخامت ہزار برس کی راہ ہوتی۔ تو آمد و رفت میں صرف آسمانوں ہی تک پہنچنے کے لیے چودہ ہزار برس چاہئے اور ساتویں آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ، وہاں سے مقام مستویٰ، وہاں سے عرش اعلیٰ کی مسافت تو سوائے خداوند کے معلوم؟

البتہ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث مروی، جسے امام ابوریح نے تفساء الصدور میں مرفوعاً نقل فرمایا کہ پھر میں نور میں گیا تو ستر ہزار حجاب طے کئے، جن میں کوئی ایک حجاب دوسرے کے مشابہ نہیں اور ہر حجاب میں ایک فرشتہ موکل تھا، جو دوسرے حجاب تک پہنچایا کرتا تھا۔ ہر حجاب کی موٹائی پانچ سو سال کی راہ تھی۔ اس کے بعد مجھے فرمایا گیا: تقدم یا محمد تو میں آگے بڑھا اور میرے ساتھ فرشتہ چلا۔ وہاں جا کر سبز رُفرف حاضر کیا گیا اور ایک روایت

میں سات سو، ایک روایت میں اور ستر حجاب کا ذکر ہے۔ تو یہ کل ستر ہزار سات سو ستر حجاب ہوئے اور ایک حجاب سے دوسرے حجاب کی مسیرۃ پانچ سو سال کی راہ ہے۔ تو آسمانوں کے ہضم کے اوپر سے عرشِ اعلیٰ تک کی مسافت آمد و رفت کی سات کروڑ سات لاکھ ستر ہزار سال کی راہ ہوئی۔

پھر یہ تشریف لے جانا محض مروجہ ذہاب و ایاب نہ تھا۔ بلکہ سماوات اور جوآن کے بیچ میں ہے ان کا مطالعہ و مشاہدہ اور کرسی اور جواس میں ہے، اور عرض اور جواس میں ہے، اور جنت اور جو کچھ اس میں ہے، اور دوزخ اور جو اس میں ہے، ان سب کا تفصیلی ملاحظہ تھا کہ جملہ حقائق و دقائق سے واقف ہوئے اور یہ سب فقط شب کے ایک تھوڑے سے حصہ میں ہوا۔

(۷) بخاری شریف میں امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں ایک جگہ کھڑے ہوئے، تو ابتدائے آفرینش سے تمام امور کی خبر دے دی۔ اس وقت تک کہ جنتی اپنی منزلوں اور دوزخی لوگ اپنی منزلوں میں داخل ہوں گے۔ جس نے یاد رکھا، اس نے یاد رکھا؟ اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ عینی، علامہ قسطلانی، شارحین بخاری اور ملا علی قاری صاحب مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: یہ حدیث زبردست دلیل اس امر کی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں جملہ مخلوقات کی تمام حالتوں کی خبر ابتدائے آفرینش سے فنا ہونے بلکہ قیامت کے دن اٹھائے جانے کے واقعات، سب بیان فرمادئے۔ تو یہ اخبار مبداء، معاش، معاد سب کو شامل ہے اور تمام باتوں کو ایک جلسہ میں بیان فرمادینا، یہ بہت بڑا معجزہ، اور خارق عادت واقعہ ہے اور دوسری حدیثوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۸) ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ اس کتاب کے بارے میں، جو داہنے ہاتھ میں تھی، فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں تمام جنتیوں کے نام ہیں۔ ان کے ماں باپ کے نام، ان کے قبیلے کے نام ہیں۔ پھر اخیر میں ٹوٹل کر دیا گیا ہے۔ تو نہ ایک شخص ہی اس میں زائد ہوگا، اور نہ کوئی اس سے کم ہوگا اور جو کتاب بائیں ہاتھ میں تھی، اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں جہنمیوں اور ان کے باپوں اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں اور آخر میں ٹوٹل کر دیا گیا ہے۔ تو نہ ایک شخص اس میں زائد ہوگا اور نہ ایک بھی کم ہوگا۔

سرسری نظر میں یہ بات کوئی بہت بڑی اہم نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو اس معجزہ اور جرم واسع کثیر کا ایک تنگ ظرف میں بند کر دینے کا حال معلوم ہوگا۔ گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دینا اگر ہو سکتا ہے، تو اس کی ایک مثال یہ بھی ہے۔ اس لیے کہ ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک کتاب جلد ہے، جس میں پانچ سو ورق بڑے بڑے ہیں، اور ہر صفحے میں پچاس سطریں ہیں، اور ہر سطر میں دس جنتیوں کا نام اس طرح مرقوم ہے۔ ابو بکر بن قحافہ تیمی..... عمر بن الخطاب عدوی..... عثمان بن عفان اموی..... علی بن ابی طالب ہاشمی..... طلحہ بن عبید اللہ تیمی..... زبیر بن عوام اسدی..... عبدالرحمن بن عوف زہری..... سعد

بن ابی وقاص زہری..... سعید بن زید وقاص زہری..... سعید بن زید عدوی..... ابو عبیدہ بن جراح فہری۔ تو اگر اس طرح پوری کتاب میں جنتیوں کے نام لکھے جائیں، تو اس مجلد ضخیم کبیر طویل عریض الثقل میں فقط پانچ لاکھ آدمیوں کے نام آجائیں گے۔ اور جنتی کتنے ہیں؟ اس کا کچھ اندازہ ان حدیثوں سے ہو سکتا ہے۔

صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی جنت میں بلا حساب و کتاب جائیں گے، جو لوگ نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں، نہ فال لیتے ہیں، اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اتنا اور زائد ہے کہ ان کے منہ چودہویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔

نیز اس میں سے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

صحیحین ہی کی روایت حضرت سہیل بن سعد سے مروی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار یا ستر لاکھ آدمی ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہوں گے، وہ سب ایک ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کے چہرے چودہویں رات کے چاند کی طرح چمکتے دیکھتے ہوں گے۔

امام احمد و ترمذی نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار لوگ بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے اور ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور تین لپ اللہ کے لپوں سے۔ تو ان کا مجموعہ انچاس لاکھ ستر ہزار ہوتا ہے..... اور خدا کے تین لپوں میں کتنے آدمی آئیں گے؟ ان کا شمار تو خداوند عالم ہی کو معلوم ہے۔

مسند امام احمد اور حکیم ترمذی ابو یعلیٰ دلیلی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راوی کہ ستر ہزار میری امت سے بلا حساب داخل ہوں گے، جن کے منہ چودہویں رات کے مانند ہوں گے اور ان سب کے قلوب ایک شخص کے قلب کی طرح۔ پھر میں نے اپنے رب سے زیادتی چاہی، تو اس نے زیادہ کیا کہ ہر آدمی کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔

تو یہ مجموعہ چار عرب نو کروڑ ہوگا۔ تو اگر فقط انہیں جنتیوں کے نام، جو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے، اس طریقہ پر لکھے جائیں تو ان کے لیے آٹھ لاکھ نو ہزار مجلدات کی ضرورت ہوگی..... پھر تمام جنتیوں کے ناموں کے لیے کتنے مجلدات کی ضرورت ہوگی، اس کو کون بتا سکتا ہے؟

علامہ عبدالوہاب شعرانی کتاب مستطاب الیواقیت والجواهر فی عقائد الاکابر کے بحث بیس میں فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دینی بھائی افضل الدین رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان نیک بختوں کے متعلق اطلاع بخشی۔ جو صلب سیدنا آدم علیہ السلام میں تھے۔ تو ان کی تعداد اس قدر ہے کہ اگر ان کو اعداد میں لکھنا چاہیں تو اکٹھ عدد رقم اس کے لیے درکار ہوگی۔ پہلے پانچ صفر، پھر ایک کروڑ بیاسی لاکھ چھیا نوے ہزار چھ سو پچاسی۔ پھر انیس صفر، پھر رقم بیس ہزار نو

سوسرٹھ۔ پھر بیس صفر، ایک ہزار چار سو پچاسی لکھا جائے، تو جس کی شکل یہ ہوگی۔

۱۸۲۹۶۶۸۵.....، ۳۲۹۶۷.....، ۱۲۸۵.....

اتنے آدمی کے نام اس قاعدے سے لکھے جائیں، تو اس کے لیے اتنی ضخیم مجلدات کی ضرورت ہوگی، جن کو اعداد میں اس طرح لکھ سکتے ہیں۔ پہلے چھتیس لاکھ اسیٹھ ہزار تین سو سونتیس۔ پھر ۱۹ صفر پھر پینسٹھ ہزار نو سو چونتیس۔ پھر اکیس صفر پھر دو سو بیسٹانوے لکھا جائے، جس کی شکل یہ ہوگی۔

۳۶۵۹۴۳۷.....، ۶۵۹۳۲.....، ۲۹۷.....

اور رب العزت جل جلالہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کو ایسی مجلد میں جمع فرمادیا تھا، جس کو ایک ہاتھ میں حضور اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ تعداد تو سعدا اور نیک بختوں کی ہے۔

پھر کفار اور بد بختوں کی تعداد کون بتا سکتا ہے؟ اس لیے کہ وہ باختلاف الروایات سعید سو میں ایک، یا ہزار میں ایک، یا کالے نیل کے بدن میں سیاہ بالوں میں ایک آدھ سفید بال کی مثال ہیں۔ علمائے کرام نے ان روایات کی تطبیق بہت دلچسپ دی ہے کہ سعید بنی آدم سے سو میں ایک ہیں اور جب ان کے ساتھ یا جوج اور ماجوج کو بھی ملا لیجئے تو ہزار میں ایک، اور اگر جنوں کو بھی شامل کر لیا جائے، تو سیاہ نیل کے بدن میں سفید بال کی مثال ہیں۔

امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ قیامت کے دن سب سے پہلے آدم علیہ السلام بلائے جائیں گے، اور ان کی ذریت ان کو دکھائی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے باپ آدم علیہ السلام ہیں۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا جائے گا کہ اپنی ذریت سے جہنم کا حصہ نکال دیجئے۔

عرض کریں گے: اے رب! کس قدر نکالوں؟

ارشاد ہوگا: ہر سو سے ننانوے۔

یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب ننانوے دوزخ میں بھیج دیئے گئے تو باقی کیا رہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میری امت اور امتوں میں جیسے سیاہ نیل کے بدن میں سفید بال ہے۔

علامہ بغوی نے معالم التنزیل میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اس میں حضرت آدم کے قول و

ما بعث النار کے جواب میں ہے۔ ہزار سے نو سو ننانوے۔

اس وقت لوگوں نے کہا کہ ہم میں وہ ایک کون ہوگا؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نو سو ننانوے یا جوج ماجوج سے اور ایک تم میں سے۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن ابی مرویہ، بیہقی، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے

ہیں، جس میں اس قدر اور زیادہ ہے کہ جب ارشاد ہوگا:

ہر ہزار سے نو سو ننانوے جہنم میں بھیجوں۔

یہ سن کر بچے غم کے مارے بوڑھے ہو جائیں گے۔

تو جب عددِ سعادت جن کا بیان اوپر گزرا، نو سو ننانوے میں ضرب دیا جائے، تو اشقیاء کی تعداد اس قدر ہوگی۔ جن کو اس طرح لکھا جاسکتا ہے۔ پانچ صفر اٹھارہ ارب ستائیس کروڑ ترسی لاکھ اٹھاسی ہزار تین سو پندرہ۔ پھر سولہ صفر پھر تین کروڑ اسی لاکھ چونتیس ہزار تینتیس۔ پھر سترہ صفر پھر چودہ لاکھ ترسی ہزار پانچ سو پندرہ، جس کی شکل یہ ہوگی۔

۱۲۸۳۵۱۵.....۳۲۹۳۴۰۳۳.....۱۸۲۷۸۳۸۸۳۱۵.....

پھر ان کے لیے کتنے مجلدات کی ضرورت ہوگی؟ اور سیاہ بیل کے بدن میں کتنے بال ہوں گے؟ اس کی تعبیر ایک سفید بال کے اندازے سے تو ممکن ہی نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدی افضل الدین رحمۃ اللہ علیہ کو سعادت کے عدد پر مطلع فرمایا، نہ کہ اشقیاء کی تعداد پر۔

پھر اس کتاب کو بھی ایسی صغیرا لجم بنا دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے تکلف اپنے بائیں ہاتھ میں اٹھالیا، اور لوگوں کے پاس اسی حال میں تشریف لائے کہ دونوں کتابیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں دستِ اقدس میں تھیں۔ تو یہ دونوں کتابیں بتیسرے جرمِ عظیم کبیر کو ظرفِ تنگ اور صغیر میں کرنے کی بہترین مثال ہے۔ واللہ علیٰ کل شیء قدید۔

(۹) امام احمد و بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام سے قرآن یعنی زبور ہلکا کر دیا گیا تھا۔ تو گھوڑا کنے کے لیے حکم دیتے تو یہ پوری زبور شریف پڑھ لیتے، قبل اس کے کہ گھوڑا کسا جائے۔

اور بعض علمائے فرمایا کہ قرآن سے مراد توریت ہے۔ اس لیے کہ زبور کل ایک سو پچاس سورہ ہیں۔ سب مواعظ اور ثنائیں، اور احکامِ حلال و حرام وغیرہ یہ سب توریت سے لیتے تھے۔

تو اگر توریت مراد لیا جائے تو معجزہ اور بھی بڑا ہوگا۔ اس لیے کہ معالم التنزیل میں ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ توریت شریف نازل ہوا تو ستر اونٹ کا بوجھ تھا۔ ایک پارہ ایک سال میں پڑھا جاتا تھا، اس کو صرف چار شخصوں نے یاد کیا تھا اور زبانی پڑھتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت یوشع علیہ السلام، حضرت عزیز علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

(۱۰) ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں کہ اس معجزہ داؤدی کی مثال اتباع آقائے دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ظاہر ہوا۔ مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی کہ گھوڑا کس کر لایا جاتا، اور آپ ایک پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن شریف پڑھنا شروع کرتے، تو جب تک دوسرا قدم دوسرے رکاب میں رکھیں، نہایت ٹھہر ٹھہر کر، معنی مطلب سمجھ کر قرآن شریف ختم فرمایا کرتے۔

(۱۱) حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے اشعة اللمعات میں انہیں کے متعلق دوسرا واقعہ ذکر فرمایا کہ ملتزم سے

دروازہ خانہ کعبہ تک پہنچنے میں پورا قرآن شریف ختم فرمادیا کرتے۔

(۱۲) امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کے متعلق جو خبر پہنچی ہے وہ یہ کہ چار ختم دن میں فرماتے،

اور چار ختم شب میں۔

(۱۳) علامہ عینی "عمدۃ القاری شرح بخاری" میں، امام نووی کا کلام نقل کر کے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حافظ کو دیکھا

کہ شب قدر کی وتر میں تین ختم قرآن کیا، ہر رکعت میں ایک ختم کیا۔

(۱۴) علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری شرح بخاری میں علامہ نووی کا کلام نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا کہ میں

نے بیت المقدس میں ۸۶۷ھ میں حضرت ابوطاہر کو دیکھا، اور ان کے بازے میں سنا کہ وہ رات دن میں دس ختم سے زیادہ

کرتے ہیں۔

(۱۵) علامہ قسطلانی ہی نے فرمایا کہ مجھ سے شیخ الاسلام برہان الدین بن ابی شریف ادام اللہ النفع بعلمومہ نے ان ہی

ابوطاہر کے متعلق فرمایا کہ وہ رات دن میں پندرہ ختم فرماتے اور یہ بھلی ہو سکتا ہے کہ شیخ الاسلام برہان الدین نے اپنے متعلق یہ

فرمایا ہو۔ جیسا کہ علامہ سید عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں حضرت شیخ الاسلام ہی کے بارے میں تحریر فرمایا۔

(۱۶) علامہ عبدالغنی نابلسی نے فرمایا کہ ارشاد میں ہے کہ نجم اصیہانی نے ایک یمنی شخص کو دیکھا کہ خانہ کعبہ کا طواف ایک

مرتبہ یا سات مرتبہ کرنے میں پورا قرآن پاک ختم کر لیا، اور یہ بجز مدد ربانی و فیض رحمانی ناممکن ہے۔

(۱۷) نیز علامہ نابلسی نے فرمایا کہ مجھے بعض ثقافت نے خبر دی کہ ہمارے شیخ عبدالوہاب شعر اوی مغرب اور عشاء کے

درمیان دو ختم کر لیتے۔

(۱۸) سیدی علامہ جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس میں شیخ سعید الدین فرغانی سے ناقل کہ میں نے شیخ

طلحہ بن عبداللہ بن طلحہ تستری عراقی سے ۶۶۵ھ میں سنا کہ وہ شیخ عماد الدین احمد بن شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ

عنه سے راوی کہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ حج کو گیا ہوا تھا، اور میں طواف کر رہا تھا کہ ایک مغربی شخص کو دیکھا کہ وہ طواف کر

رہے ہیں، اور لوگ ان سے برکت حاصل کر رہے ہیں۔ تو لوگوں نے ان سے میرے متعلق ذکر کیا کہ یہ شیخ الشیوخ شہاب الحق

والدین سہروردی کے صاحب زادے ہیں۔ تو انہوں نے مجھے مرحبا کہا، اور میرے سر کو بوسہ دیا، اور میرے لیے دعائے خیر کیا۔

تو ان کی دعا کی برکتیں میں اپنے میں برابر دیکھتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ان کی دعا کی برکت مجھے آخرت میں بھی شامل حال

ہو۔ میں نے لوگوں سے ان کے متعلق دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ بزرگ حضرت موسیٰ سدرانی اکابر اصحاب سیدی

ابو مدین مغربی رضی اللہ عنہ ہیں۔

جب میں طواف بیت اللہ سے فارغ ہوا۔ تو حضرت والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے انہیں خبر دی کہ میں

نے حضرت شیخ موسیٰ سدرانی کو دیکھا اور انہوں نے میرے لیے دعا کی۔ اس سے والد ماجد صاحب بہت خوش ہوئے۔ پھر

لوگوں نے حضرت ابو موسیٰ کے اوصاف و کمالات بیان کرنا شروع کیا اور ازاں جملہ یہ بھی کہا کہ وہ رات دن میں ستر ہزار قرآن ختم فرماتے ہیں۔ تو میرے والد صاحب خاموش رہے، انکار نہ کیا۔

(۱۹) حضرت شیخ الشیوخ کے صاحب زادے شیخ عماد الدین احمد نے کہا کہ میرے والد ماجد کے اکابر خلفا میں سے ایک شخص نے کہا، اور قسم کھا کر کہا۔ کہ جو لوگ حضرت موسیٰ سدرانی کی یہ کرامت بیان کرتے ہیں، وہ سب سچے ہیں، اور ٹھیک کہتے ہیں۔ لیکن میرے دل میں کچھ شبہ تھا۔ حسن اتفاق کہ میں نے شیخ موسیٰ سدرانی کو ایک شب طواف کرتے ہوئے پایا، تو میں ان کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ تو میں نے دیکھا کہ انہوں نے رکنِ اسود کو بوسہ دیا، اور ابتدائے سورہ فاتحہ سے پڑھنا شروع کیا، اور وہ طواف میں عام لوگوں کی طرح چل رہے تھے اور نہایت ہی ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے جا رہے تھے، جسے میں ایک ایک حرف سمجھ رہا تھا۔ جب حجر سے کعبہ شریف تک پہنچے، جو چار قدم سے زائد نہیں، تو پورا قرآن شریف ختم کر لیا۔ جسے میں نے ایک ایک حرف کر کے سنا۔ تو والد ماجد نے اور تمام اصحاب نے اس کی تصدیق کی۔

(۲۰) امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعة الکبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سیدی علی مرصی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہوں نے ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم قرآن شریف فرمایا اور سید عبدالغنی نابلسی نے بھی حدیقہ ندیہ میں تحریر فرمایا کہ انہوں نے اپنے ایام سلوک میں تین لاکھ ساٹھ ہزار قرآن ختم فرمایا، ہر درجہ میں ہزار ختم۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ بلکہ ہر درجہ میں ہزار ختم سے زائد ہوا۔ اس لیے پانچوں نمازوں کے اوقات کا استثنا تو ضروری ہے۔

(۲۱) علامہ جامی قدس سرہ السامی حضرت شیخ عماد الدین سے تتمہ روایت مذکور میں ناقل کہ لوگوں نے والد ماجد سے اس کو پوچھا کہ کس طرح اس قدر ختم قرآن فرماتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بسط زمان ہے، جو اولیاء اللہ کے لیے ہوتا ہے۔ یعنی تھوڑا سا وقت ان کے لیے بہت پھیلا دیا جاتا ہے، جس میں بہت سا کام کر سکیں۔

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین عمر سہروردی رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کی تصدیق کے لیے بیان فرمایا کہ شیخ الشیوخ ابن سیکینہ رضی اللہ عنہ کا ایک سنا مرید تھا۔ اس کے متعلق یہ خدمت تھی کہ ہر جمعہ کو صوفیا کی جانمازیں مسجد میں لے جا کر بچھا دیا کریں، اور جب نماز جمعہ ہو جایا کرے تو انہیں لے جا کر خانقاہ میں رکھ دیں۔ کسی ایک جمعہ میں انہوں نے سب جانمازوں کو جمع کیا، اور باندھا کہ جامع مسجد لے جائیں، اور ارادہ کیا کہ وجلہ پر پہنچ کر غسل کر لیں۔ چنانچہ گئے اور وجلہ پہنچ کر کپڑا اتارا، اور نہانے کے لیے وجلہ میں گھسے، اور غوطہ لگایا۔ جب سر اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ وجلہ نہیں ہے، بلکہ یہ بالکل دوسری جگہ ہے۔ لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ مصر ہے۔ تو انہیں بہت تعجب ہوا۔ آخر پانی سے نکلے اور مصر شہر میں داخل ہوئے۔ جاتے جاتے ایک سنار کی دکان کے اوپر جا کر رکے، اور ان کے پاس وہی ایک کپڑا تھا، جس کو پہن کر نہانے کے لیے پانی میں گھسے

تھے۔ جب اس دکان پر پہنچے، تو دکان دار نے فراست سے سمجھا کہ یہ بھی سنا رہے اور کچھ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اچھا کاریگر ہے۔ اس کی آؤ بھگت کی، اور اپنے گھر لے گیا، اور اپنی لڑکی سے اس کا نکاح کر دیا۔ سات سال تک یہ شخص وہاں رہا۔ اس درمیان میں تین لڑکے ہوئے۔

ایک دن اتفاقاً نہانے کے لیے کسی تالاب پر گئے۔ کپڑے اتار کر ایک کپڑا باندھ کر پانی میں گھسے، اور غوطہ لگایا۔ اب جو سر اٹھاتے ہیں تو اپنے کو دجلہ میں پاتے ہیں۔ اسی جگہ جہاں سات سال قبل نہا رہے تھے، اور دیکھا کہ کپڑے سب اسی طرح ساحل پر رکھے ہوئے ہیں۔ ان کو پہنا، اور خانقاہ آئے تو دیکھتے ہیں کہ جانمازیں اسی طرح رکھی ہوئی ہیں۔ تو بعض دوستوں نے کہا جلدی کیجیے۔ لوگ جامع مسجد جا چکے۔ یہ جانمازوں کو لے کر جامع مسجد پہنچے۔ انہیں بچھایا، اور نماز پڑھی۔ پھر جانمازوں کو لے کر خانقاہ پہنچے، پھر مکان آئے، تو ان کی بیوی نے کہا کہ آپ کے دوست احباب کہاں ہیں، جن کی دعوت کی ہے؟ اور مچھلی تلنے کو کہا تھا، وہ تیار ہے۔ چنانچہ وہ لوگ حسب قرار آئے، اور مچھلی کھائی۔ پھر اپنے پیر و مرشد حضرت ابن سیکینہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے ساز و آقاہ بیان کیا، اور مصر میں سات سال رہنے اور تین اولاد ہونے کا ذکر کیا۔ تو شیخ نے حکم دیا کہ جاؤ، اور اپنی بیوی بچوں کو لے آؤ۔ یہ مصر گئے، اور ان سب کو لے آئے۔

جب شیخ نے دیکھا کہ جو کچھ کہہ رہا ہے، سچ ہے۔ تو پوچھا کیا تمہارے دل میں کچھ دوسوہ ہوا تھا؟ اس پر کہا کہ ہاں! میرے دل میں اس آیت کریمہ کے متعلق خلجان تھا۔ فی یوم کان مقدارہ خمسين الف سنة O تو شیخ ابن سیکینہ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ تمہارے اشکال کو دفع کیا، اور تمہارے ایمان کو صحیح رکھا۔ بے شک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے، اپنے بندوں سے جس کے لیے چاہے گا زمانہ وسیع کر دے گا اور جس شخص کے لیے چاہے گا، تنگ کر دے گا۔ تو بہت بڑی مدت اس کے لیے چھوٹی کر دے گا۔

(۱۹)

(۲۲) علامہ جامی قدس سرہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے کہا کہ قریب وہ واقعہ ہے جسے حضرت محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتوحات مکیہ میں ذکر فرمایا کہ جو پہری تانبے اپنے گھرتے آئے خیر کیل ہو لیا، اور مہربانی کے یہاں نہ کوشاں نہ گویا اور وہ چلی تھلا، تو دریافت کے متعلق اس کے کہنے نے نہانے لگیا اور یا میں گویا اور غوطہ لگایا تو اپنے نفس سے عاصب ہو گیا یہ جس طرح انسان خواب میں دیکھتا ہے یہ عالم ہے کہ اس وقت میں تانتوں کے ساتھ ساتھ یہاں سے یہاں کی باتیں ہوتی ہیں۔ انہیں اپنے دیکھنا کہ وہ بغداد میں ہے یا اس کے وہاں شادی کی کہ چھ سال اس کے ساتھ بہا، اور اس کی اولاد پیدا ہوئی۔ پھر اپنے آپ کی طرف سے پلٹا تو گھر آیا اور اس واقعہ کو اپنی طرف سے پوری سے بیان کیا۔ جب کئی مہینے اس کے گزر گئے تو اس کی دو بیوی بیوی بغداد سے آئی، اولاد اس کے ساتھ تھی، اس کو پہری کا مکان پوچھا اور وہ تھی۔ چنانچہ اس کے مکان پر آئی اور اس شخص نے بتایا کہ قریب وہ واقعہ ہے جسے حضرت محی الدین بن عربی نے ذکر فرمایا کہ جو پہری تانبے اپنے گھرتے آئے خیر کیل ہو لیا، اور مہربانی کے یہاں نہ کوشاں نہ گویا اور وہ چلی تھلا، تو دریافت کے متعلق اس کے کہنے نے نہانے لگیا اور یا میں گویا اور غوطہ لگایا تو اپنے نفس سے عاصب ہو گیا یہ جس طرح انسان خواب میں دیکھتا ہے یہ عالم ہے کہ اس وقت میں تانتوں کے ساتھ ساتھ یہاں سے یہاں کی باتیں ہوتی ہیں۔ انہیں اپنے دیکھنا کہ وہ بغداد میں ہے یا اس کے وہاں شادی کی کہ چھ سال اس کے ساتھ بہا، اور اس کی اولاد پیدا ہوئی۔ پھر اپنے آپ کی طرف سے پلٹا تو گھر آیا اور اس واقعہ کو اپنی طرف سے پوری سے بیان کیا۔ جب کئی مہینے اس کے گزر گئے تو اس کی دو بیوی بیوی بغداد سے آئی، اولاد اس کے ساتھ تھی، اس کو پہری کا مکان پوچھا اور وہ تھی۔ چنانچہ اس کے مکان پر آئی اور اس شخص نے بتایا کہ قریب وہ واقعہ ہے جسے حضرت محی الدین بن عربی نے ذکر فرمایا کہ جو پہری تانبے اپنے گھرتے آئے خیر کیل ہو لیا، اور مہربانی کے یہاں نہ کوشاں نہ گویا اور وہ چلی تھلا، تو دریافت کے متعلق اس کے کہنے نے نہانے لگیا اور یا میں گویا اور غوطہ لگایا تو اپنے نفس سے عاصب ہو گیا یہ جس طرح انسان خواب میں دیکھتا ہے یہ عالم ہے کہ اس وقت میں تانتوں کے ساتھ ساتھ یہاں سے یہاں کی باتیں ہوتی ہیں۔ انہیں اپنے دیکھنا کہ وہ بغداد میں ہے یا اس کے وہاں شادی کی کہ چھ سال اس کے ساتھ بہا، اور اس کی اولاد پیدا ہوئی۔

(۲۳) کتاب مستطاب سبع سنابل شریف حضرت میر سید عبدالواحد بنگرامی قدس سرہ السامی میں حضرت شیخ الواحس خرقانی سے منقول ہے کہ ایک شب مجھ کو مجھ سے لے لیا گیا، تو مجھ پر بہت بڑے لمبے واردات وارد ہوئے۔ پھر جس وقت میں آپے میں لوٹا یا گیا، تو میرے وضو کا پانی بھی خشک نہ ہوا تھا۔

(۲۴) سبع سنابل شریف ہی میں دوسرا واقعہ انہیں سے منقول ہے۔ فرماتے ہیں کہ میرے مریدوں میں سے ایک شخص ہے کہ ایک گھنٹہ میں سو مرتبہ قرآن شریف پڑھتا ہے، جس کا ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ اور ممتاز ہوتا ہے۔

(۲۵) اسی میں تیسرا واقعہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے مرید کا ہے کہ وہ دجلہ غسل کرنے کے لیے گئے۔ کپڑا اتارا، پانی میں گھسے، غوطہ لگایا۔ جب سر اٹھایا، تو اپنے کو ہندوستان میں پایا۔ وہاں شادی کی، اور کئی سال رہے۔ اولاد پیدا ہوئی۔ پھر کسی دن وہاں ایک پانی میں غوطہ لگایا، تو اپنے آپ کو دجلہ میں پایا، کپڑے ویسے ہی رکھے ہوئے تھے۔ کپڑے پہن کر خانقاہ آئے، اور پیر بھائیوں کو دیکھا کہ وہ سب اسی نماز کے لیے وضو کر رہے ہیں۔

جب یہ واقعہ سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ سے بیان کیا، تو انہوں نے ایک آدمی ہندوستان بھیجا، اور اس کے اہل و عیال کو وہیں بلا لیا۔

(۲۶) اسی مبارک کتاب میں سلطان ہند ہمایوں بادشاہ کے عہد کا ایک واقعہ عجیب دلچسپ ذکر کیا کہ شہر شمس آباد میں ایک سیماوی، علم سیما کا ماہر تھا۔ لوگوں کو عجائبات دکھایا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک شیخ احمد فرملی اور شیخ احمد معروف بہ استاذ، جو اکابر علماء سے تھے۔ اس کے یہاں تشریف لے گئے، اور خواہش ظاہر کی کہ ہم دونوں کو عجائبات دکھاؤ۔ اس نے ان دونوں کو بٹھایا، اور گھاس کا ایک جھونپڑا بنایا، اور اس جھونپڑی کو مکان کے ایک گوشہ میں کھڑا کر دیا، اور علامہ احمد فرملی سے کہا کہ آپ اس کے اندر تشریف لے جائیں۔ انہوں نے جیسے ہی اس جھونپڑے میں قدم رکھا، ان کے ذہن سے یہ بات جاتی رہی کہ ہم دونوں یہاں عجائبات دیکھنے آئے ہیں اور ان کے دل میں یہ بات آئی کہ ہم اپنے گھر سے گجرات جا رہے ہیں۔ مراحل اور منازل قطع کر کے بعد مدت گجرات پہنچے۔ وہاں ایک باغ دیکھا اس میں سے کچھ پھل توڑے۔ دیکھا کہ مالی شور مچا رہا ہے، اور کہہ رہا ہے۔ یہ سلطانی باغ ہے، اس میں سے آپ نے کس طرح بے اجازت پھل توڑا؟ پھر ان کو پکڑ کر بادشاہ کے حضور پیش کیا، اور شکایت کی۔

جب سلطان ہمایوں نے شیخ احمد فرملی کو دیکھا، تو فراموش سے سمجھا کہ یہ معززین تھے ہیں۔ مالی کو بہت ڈانٹا، اور شیخ احمد فرملی سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں، کہاں مکان ہے، کہاں جا رہے ہیں؟

انہوں نے جواب دیا۔ سلطان ہند! میرا نام احمد فرملی ہے، مکان شہر قنوج ہے۔ یہاں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ گھر کا کام کوئی نوکری مل جائے۔

ہمایوں بادشاہ نے کہا: مرجبا! میں نے اسے منظور کیا، دو گھوڑے دیے، ایک مکان، اور کھانے پینے کا سب سامان دیا۔ شیخ احمد فرملی وہاں رہنے لگے، وہیں شادی کی، اولادیں پیدا ہوئیں۔ بادشاہ کے پاس رہنے لگے۔ جب سلطان شکار کیا، گنہ گار بنے

جاتا، تو ان کو اپنے ساتھ لے جاتا۔ یہاں تک کہ پچاس سال ان کو بادشاہ کی خدمت میں رہتے ہوئے ہو گئے، اور بڑے بوڑھے ہو گئے۔ اتفاقاً انہوں نے ایک جھونپڑا دیکھا، اس میں گھسنے، اور چند قدم چلے۔ اس جھونپڑے سے نکلے تو شیخ احمد عرف استاد کو دیکھا۔ ان سے معائنہ کیا، اور پوچھا آپ گجرات کب تشریف لائے؟ استاذ نے کہا: آپ کیا کہتے ہیں، یہاں گجرات کہاں؟ یہ تو شمس آباد ہے۔ ہم دونوں سیماوی کے گھر آئے ہیں، اور ابھی آپ اس جھونپڑی میں داخل ہو کر نکلے ہیں۔ اس وقت شیخ احمد فرنگی کو آنا، اور اس سے عجائبات کا سوال کرنا سب یاد آ گیا۔ پھر اپنے آپ کو دیکھا تو ابھی نوجوان ہیں۔ شیخ احمد استاذ سے تمام وہ واقعہ بیان کیا، اور عمر بھر اس سے تعجب کرتے رہے۔

(۲۷) ابویز شریف میں ہے۔ مصنف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا۔ جو دریا میں اترتا، تھوڑی دیر کے بعد نکلا۔ تو اس کے ساتھی نے کہا: بہت دیر کیا، یہاں تک کہ مجھے فوت ہو جانے کا خوف ہوا۔ اس نے کہا کہ میں مصر سے آیا ہوں، اور مصر میں اتنے اتنے مہینہ رہا، وہاں شادی کی، میرے بچے وہاں ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ کیوں کر ممکن ہے؟ جو وقت دونوں پر گزرا، وہ فقط ایک گھنٹہ ہے۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک ہی وقت ایک شخص کے لیے ایک گھنٹہ ہو، اور دوسرے کے لیے کئی مہینے ہوں؟ اس لیے کہ آفتاب جس سے گھنٹہ اور مہینہ ہوتا ہے، دونوں کا ایک ہی ہے اور یہ مشکل ترین بات ہے، جو مجھے کرامات اولیا سے پہنچی ہے۔ اس لیے کہ طی زمان طے مکان کی طرح نہیں ہے۔ اس لیے کہ طی زمان میں وہ محذور ہے، جو طی مکان میں نہیں۔ حالانکہ حکایت مذکورہ متعدد شخصوں نے ذکر کیا ہے۔

اس کے جواب میں حضرت شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بات سے عاجز نہیں۔ اللہ قادر ہے کہ صاحب حکایت کے لیے ایک زمانہ بنا دے، اور دوسرے لوگوں کے لیے دوسرا زمانہ کرے۔ تو اس قسم کے واقعات کا ہونا کچھ بعید نہیں۔

پھر حضرت شیخ نے فرمایا کہ میں نے اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب بات دیکھی۔ میں نے چاشت کے وقت ایک شخص کو دیکھا کہ اس وقت تک اس کی شادی نہیں ہوئی تھی اور جب میں ظہر کے وقت وہاں پہنچا، تو دیکھا کہ اس شخص کا انتقال ہو گیا، اور اس کا بیٹا اس کی صف میں اس کی جگہ بیٹھا ہوا ہے، اور لڑکا بالغ ہے۔ تو چاشت کے وقت اس کے باپ کی شادی نہیں ہوئی تھی، اس کے بعد شادی کی، لڑکا پیدا ہوا، بالغ ہوا، اور یہ سب ظہر کے قبل قبل ہو گیا۔ تو میں نے حضرت سے پوچھا کہ یہ جن تھا یا انسان؟ فرمایا: نہ جن نہ انسان۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے عالم غیر متناہی ہیں۔ وما یعلم جنود ربك الا هو O

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو الگ واقعہ نہیں لکھا۔ اس لیے کہ مدت حمل و بلوغ اختلاف جنس کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حیوانات میں مشاہدہ ہے۔ تو جب وہ دوسری جنس ہیں، تو معلوم نہیں کہ ان کے حمل و بلوغ کا زمانہ کیا معتاد ہے؟ ممکن ہے حمل، ولادت، بلوغ، ان کے یہاں سب ایک ساتھ ہو۔ جیسا کہ احادیث میں حیوانوں کے حق میں وارد ہے۔ واللہ اعلم

(۲۸) مصنف ابریز فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ نے فرمایا: میری والدہ کے انتقال کے بعد گیارہ سال تک عجیب و غریب واقعات کا ظہور ہوا۔ ایک سال ایسا ہوا کہ جو باتیں میرے ساتھ ہونے والی ہیں، اپنے موت تک، ان سب باتوں کو میں نے دیکھ لیا۔ تو جن مشائخ کرام سے ملاقات کرنا ہے، ان سب کو دیکھا۔ جس عورت سے شادی ہونا تھی، اس کو دیکھا۔ اتنی مدت گزری کہ میرا لڑکا عمر پیدا ہوا، اور میں نے ساتویں دن اس کے عقیقہ کے لیے جانور ذبح کیا۔ پھر اس کے بعد جو باتیں ہونے والی ہیں، سب کچھ دیکھا۔ یہاں تک کہ میری لڑکی فاطمہ پیدا ہوئی اور جو کچھ فتوحات اس کی ولادت کے بعد ہونے والی ہیں۔ میں نے ان سب کو دیکھا اور وہ تمام باتیں جو ہونے والی ہیں، سب کو میں نے دیکھا۔ ایک بات بھی پوشیدہ اور غائب نہ رہی۔ اسی طرح وہ سب کچھ جو میری عمر بھر میں ہونا ہے، ان سب کو میں نے دیکھا اور یہ سب ایک مختصر ساعت میں ہوا اور میں سویا ہوا نہ تھا کہ کہا جائے کہ یہ خواب کی باتیں ہیں۔

(۲۹) حضرت سیدی عبدالوہاب شعرانی کتاب الیواقیت و الجواہر میں فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو ایک مہینہ سے کم میں تالیف کیا اور اس کے لیے فتوحات مکہ اس کے مباحث کی تعداد میں دیکھا۔ یعنی ہر مبحث کے لیے کتاب شروع سے اخیر تک مطالعہ کرتا تھا، تاکہ اس باب کے مناسب مضمون و عبارت نقل کر سکوں، اور لوگوں نے اسے میری کرامت میں شمار کیا ہے۔ اس لیے کہ فتوحات شریف کی دس جلدیں ضخیم موٹی موٹی ہیں اور میں ہر روز ڈھائی مرتبہ کتاب مذکور دیکھا کرتا تھا، تو اس حساب سے میں روزانہ پچیس جلدیں دیکھتا تھا۔

میں نے کرامت کی بحث میں بیان کیا ہے کہ صاحب کرامت پر یہی واجب ہے کہ اپنی کرامت پر ایمان لائے، جس طرح اس پر ضروری ہے کہ جب کوئی کرامت کسی غیر کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو اس کی تصدیق کرے۔ اس لیے اس کرامت پر سب سے پہلے میں ایمان لاتا ہوں۔ والحمد لله اولاً و آخراً۔

(۷) نفی الفی عن بنورہ اضاء کل شیء [۱]

پروپیگنڈا کی تعریف یورپ والے یہ کرتے ہیں کہ ”آدمی غلط بات کو اس طرح اور اس قدر کثرت سے بیان کرے کہ خود بیان کرنے والا اور جاننے والوں کو بھی اس کی صداقت کا یقین ہو جائے۔“

چنانچہ مشہور ہے کہ ایک رئیس نے ایک گھوڑا بہت ہی قیمت کا خریدا، جو نہایت ہی حسین اور خوبصورت ہاتھ پاؤں کا بہت اچھا تھا۔ لیکن ایک خاص عیب اس میں یہ تھا کہ جہاں گاڑی میں جوتا گیا، بیٹھ گیا۔ دو قدم چلنے کا نام نہ لیتا۔ ہزار ہا ترکیبیں کیں، مگر کسی طرح وہ صحیح نہ ہوا۔ آخر بدرجہ مجبوری اس نے ایک سوار کو بلا کر کہا کہ ”میں چاہتا ہوں کہ اس گھوڑے کو علیحدہ کر دوں، اس میں یہ نقص ہے۔ تم بڑے بڑے لوگوں میں اس کی تعریفیں کرو کہ کوئی خریدار ٹھہر جائے“ اس نے کہا کہ مجھے کیا ملے گا؟ رئیس صاحب نے کہا کہ ”تمہیں دو سو روپیہ انعام دوں گا۔“

چنانچہ اس شخص نے اس کا پروپیگنڈا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ایک دن متعدد رؤسا اس کو دیکھنے، اور خریدنے کے لیے آ

گئے۔ دیکھنے میں تو ماشاء اللہ چشم بد دور، ایک ہی تھا۔ دیکھنے کے ساتھ لوگ ہزار جان سے عاشق ہو گئے، اور ہر ایک نے خریداری کی ٹھان لی کہ جو کچھ بھی قیمت دینی پڑے، مگر ایسے گھوڑے کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔ اس پر سونے پر سہاگہ اس سوار دلال کی لچھے دار تقریر ہوئی، ایسے ایسے فضائل و صفات گھوڑے کے بیان کئے، کہ ہر شخص یہی سمجھنے لگا کہ میری خوش قسمتی ہے کہ ایسا گھوڑا مجھے مل جائے۔

جس وقت وہ لچھے دار، زوردار تقریر محاسن و کمالات کے کر رہا تھا، وہ رئیس صاحب بھی اس مجمع میں بیٹھے ہوئے سن رہے تھے۔ سنتے سنتے اس قدر متاثر ہوئے کہ اس دلال کو بلا کر چپکے سے کہا ”میں ایسے گھوڑے کو بیچنا نہیں چاہتا، تم کسی ڈھب سے ان سب کو رخصت کر دو۔“

اس نے کہا کہ ”جناب والا! اگر گھوڑا بک جائے گا، تو مجھے دوسرو پے ملیں گے۔ آپ نہیں بیچیں گے تو میں اتنے دنوں سے جو کدو کاوش کر رہا ہوں، مجھے کیا فائدہ؟“ رئیس صاحب نے بکمال مسرت فرمایا کہ ”دوسرو پے میں اپنے پاس سے تم کو دیتا ہوں، لو۔ یہ کہا اور دوسرو پے دلال کے حوالے کیے۔

چنانچہ اس شخص نے با حسن و جود سب کو ٹال دیا اور ہر شخص سے یہ خواہش ظاہر کیا کہ رئیس صاحب کی خواہش ہے کہ یہ گھوڑا آپ کو دیں، مگر اس وقت اور حضرات بھی ہیں، ان کی دل شکنی ہوگی۔ بہتر ہے کہ کل تنہا آپ تشریف لے آئیں، اور اس کے متعلق بات چیت طے کر لیں۔

جب وہ دلال اور وہ لوگ چلے گئے، تو رئیس صاحب جو گھوڑے کی تعریف سن کر سب سے زیادہ گرویدہ اور عاشق و شیدا ہو چکے تھے، گھوڑے کو گاڑی میں جو توایا اور جیسے ہی سوار ہوئے کہ وہ گھوڑا حسب عادت بیٹھ گیا۔ رئیس صاحب بہت پریشان ہوئے کہ اس دلال نے اس گھوڑے کی ایسی تعریف کی کہ اگر چاہے تو ان سواری کے لیے بھی مناسب ہے، اور چاہے تو گاڑی پینڈ و فض میں جوتے، اتنا عمدہ چلتا ہے کہ آپ عیش عیش کر جائیں گے اور یہ تو حسب عادت بیٹھ گیا۔

فوراً اس دلال کو بلوایا، اور اس سے شکایت کی۔ اس نے جواب دیا کہ اگر میں ایسی تعریفیں نہ کرتا، تو وہ سب لوگ اس درجہ گرویدہ کیونکر ہوتے۔ اگر میں اصل حال کہہ دیتا، تو کس کو کتے نے کاٹا ہے کہ اپنا روپیہ پھینکتا۔ الغرض وہ رئیس صاحب اپنی حماقت پر سخت نادم ہوئے، اور خاموش ہو گئے۔

یہ پروپیگنڈا انگریزوں سے بنگالیوں نے سیکھا، ان سے عام ہنود نے، ان سے کانگریسی مسلمانوں، اور ان سے دیوبندی مولویوں نے۔ یہ لوگ اگرچہ تلمیذ التلامذہ ہیں۔ مگر اس قدر ترقی کیا کہ استاذ الا ساتھ ہو گئے۔ ان لوگوں کا پروپیگنڈا تو دنیوی امور، سیاسی باتوں میں ہوا کرتا تھا، یہ لوگ دینی باتوں میں پروپیگنڈا کرنے سے نہ چوکه۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی جس علم و فضل کے آدمی ہیں، دنیا واقف ہے اور ان کی تصنیفات خصوصاً فتاویٰ رشیدیہ ان کی کمیت معلومات و کیفیت محصولات پر روشن دلیل ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کے ذکر میں بعض بعض فتاویٰ اور

تحریرات گنگوہی صاحب کی موازنہ کے لیے نقل کی جائیں گی، ان سے واضح ہوگا۔ لیکن مولوی عاشق الہی صاحب میرٹھی نے تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۳۳، ۳۵ پر آپ کے علم و فضل کا جو پروپیگنڈا کیا ہے، انہیں کے لفظوں میں ملاحظہ ہو۔

معقول کے ہر فن میں پوری دست گاہ پا کر لاثانی، اور منقول کے ہر علم میں کامل رسوخ حاصل فرما کر بے نظیر عالم بنے..... خلاصہ یہ ہے کہ صحاح ستہ کے علاوہ معقول میں منطق و فلسفہ ادب و ہیئت و ریاضی اور منقول میں تفسیر و اصول و فقہ و معانی وغیرہا کی اکثر کتابیں آپ نے مولانا الشیخ مملوک العلی صاحب سے پڑھیں، اور صحاح ستہ قریب قریب کل حرفاً حرفاً حضرت عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ دہلی میں بزمانہ طالب علم جتنا بھی آپ کو قیام کرنا پڑا، اس کی مدت کو دیکھئے کہ بمشکل چار سال ہوتی ہے، اور اس مبلغ علم و استعداد کو ملاحظہ فرمائیے، جس کا مخالفین کو بھی اعتراف کیے بغیر چارہ نہیں۔ دونوں پر نظر ڈال کر بہت ہی تعجب ہوتا ہے کہ اتنے تھوڑے ایام میں یہ سمندر کیونکر پلایا گیا۔

یہ پروپیگنڈا تو دوسروں کے دلوں میں گنگوہی صاحب کا علمی وقار جمائے کو کیا گیا تھا۔ مگر کمال پروپیگنڈا بھی یہ ہے کہ خود بھی اس کو حق سمجھنے لگے۔ چنانچہ تذکرۃ الرشید کے اسی حصہ میں آپ نے شبہات و شکوک قرآنیہ و حدیثیہ و فقیہہ کے جوابات اور پچاس فتویٰ بھی نمونہ درج کیا ہے اور ان کی دیکھا دیکھی اوروں نے بھی۔ اس ”لاثنانی معقولی اور بے نظیر منقولی“ کے فتاویٰ تین حصوں میں شائع کیا ہے۔ مجھے بھی ایک مرتبہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول کے مطالعہ کا موقع ملا۔ جیسے ہی ورق لوٹا ہے ص ۱۷ پر ایک استفتاء مع جواب نظر پڑا۔ جو افادہ ناظرین کے لیے درج کیا جاتا ہے:-

سوال:- سایہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑتا تھا یا نہیں اور جو ترمذی نے نوادر الاصول میں عبد الملک بن عبد اللہ بن وحید سے انہوں نے ذکوان سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں پڑتا تھا، سند اس حدیث کی صحیح ہے، یا ضعیف، یا موضوع، ارقام فرمائیں

الجواب:- یہ روایت صحاح کتب میں نہیں اور نوادر کی روایت کا بندہ کو حال معلوم نہیں کہ کیسی ہے؟ نوادر الاصول حکیم ترمذی کی ہے، نہ ابو عیسیٰ ترمذی کی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مجھے اس جواب کو دیکھ کر جس درجہ حیرت ہوتی ہے، اس سے زیادہ ذہاب علم و قلت علماء پر حسرت ہوتی ہے۔

ع: آدمیان گم شدند ملک خدا خر گرفت

کا نقشہ نظر آتا ہے۔ سوال و جواب کے موازنہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مجیب صاحب سے علم میں سوا تو سائل ہی معلوم ہوتا

ہے۔

اولاً:- اس کو معلوم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

ثانیاً:- وہ یہ بھی جانتا ہے کہ یہ دعویٰ بے دلیل نہیں، بلکہ احادیث سے ثابت ہے۔

ثالثاً:- وہ حدیث ذکوان سے مروی ہے۔

۰ رابعاً:- اس حدیث کو حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے۔

خامساً:- جس کتاب میں روایت کیا، اس کا نام نوادر الاصول ہے۔

سادساً:- سائل کو یہ بھی معلوم ہے کہ حدیث بلاغ یا تعلیقات سے نہیں ہے بلکہ مسند ہے۔ محدث نے مع اسناد کے ذکر کیا

ہے۔

وہ فقط اتنی بات دریافت کرتا ہے کہ اس کی سند کیسی ہے؟

لیکن مجیب صاحب نے اور وہ بھی کیسے مجیب؟ معقول میں لاثانی، منقول میں بے نظیر۔ جن کے مبلغ علم اور استعداد کے نہ صرف تلامذہ و موافقین ہی قائل ہیں، بلکہ چشم بد دور مخالفین بھی معترف ہیں اور اعتراف کریں نہیں تو کیا کریں؟ کہ اس کے سوا چارہ ہی نہیں۔ ان کی قابلیت میں، لاثانی استعداد میں، بے نظیر ہونا، تو گویا آفتاب سے بھی اظہر و ابین ہے۔ تو اس کا انکار آفتاب نصب النہار بے سحاب کا انکار کرنا ہے۔ جواب میں تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

اول: یہ روایت صحاح کتب میں نہیں۔

بجا و درست علی الراس والعین۔ لیکن سائل نے کب اس کا دعویٰ کیا تھا، یا اس کو پوچھا تھا کہ روایت صحاح کتب میں ہے یا نہیں، یا کب اس کے متعلق سوال کیا تھا؟

دوم: نوادر کا حال بندہ کو معلوم نہیں۔

واقعی لاثانی معقولی، بے نظیر منقولی کی شان یہی ہونی بھی چاہیے۔ اگر اس نے نوادر کو بھی جان لیا، تو لاثانی اور بے نظیر کیا ہوئی؟ یہ تو عام علما بھی جانتے ہیں۔

سوم: نوادر الاصول حکیم ترمذی کی ہے، نہ ابو عیسیٰ ترمذی کی۔

دریں چہ شک۔ لیکن اس افادہ عالیہ کا فائدہ کیا؟ کب سائل نے لکھا تھا کہ ابو عیسیٰ ترمذی صاحب سنن ترمذی و کتاب العدل وغیرہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، جو اس گہرا فاشانی کی ضرورت پڑی۔ اس جواب سے جو الجھن طالب تحقیق کو ہو سکتی ہے ظاہر ہے۔ کیا گول جواب ہے کہ نہ مسئلہ ہی کی تحقیق ہو سکتی ہے، نہ روایت ہی کی توثیق۔

حسن اتفاق سے اسی زمانہ میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مآۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کا رسالہ مبارکہ نفسی الفی عن بنورہ اضاء کل شیئی مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا، جس میں اس مسئلہ کی بروجہ کمال تحقیق فرمائی ہے۔ جزاء المولیٰ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء۔

یہ رسالہ ۱۲۹۶ھ کی تصنیف ہے۔ جس کی تصنیف کو اکہتر سال ہو چکے ہیں۔ یہ رسالہ بار دوم رضوی پریس بریلی میں بفرمائش جناب مولوی تقدس علی خان صاحب قادری رضوی بریلوی باہتمام جناب مولانا مولوی محمد ابراہیم رضا خان صاحب قادری رضوی نبیرہ اعلیٰ حضرت، چھ ورق یعنی ۱۲ صفحے پر چھپا ہے۔ پہلا صفحہ ٹائٹل پیج ہے اور دوسرے صفحے سے رسالہ شروع ہوا

ہے۔ ابتدا میں ایک خطبہ بدیعہ ہے۔ جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیْنَا مِنْ نُوْرِهِ . وَفَتْقَ الْاَنْوَارَ جَمِیْعًا مِنْ لَمْعَاتِ ظَهْوَرِهِ . فَهُوَ صَلٰی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نُوْرَ الْاَنْوَارِ . وَمَمْدَ جَمِیْعِ الشَّمْسِ وَالْاَقْمَارِ . سَمَاهُ رَبِّهِ فِیْ کِتَابِ الْکَرِیْمِ نُوْرًا وَسِرَاجًا مَنِیْرًا فَلَوْلَا اِنَارَتُهُ لَمَّا اسْتَنْارَتِ شَمْسٌ . وَلَا تَبِیْنَ یَوْمَ مِنْ اَمْسٍ . وَلَا تَعِیْنَ وَقْتُ لَلْخَمْسِ . صَلٰی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ عَلٰی الْمَسْتَتِرِیْنَ بِنُوْرِهِ الْمَحْفُوْظِیْنَ عَنِ الطَّمْسِ . جَعَلْنَا اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ یَوْمَ لَا یَسْمَعُ الْاَهْمَسِ .

اس خطبہ بدیعہ کے بعد ایک سطر کا سوال ہے۔

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سایہ تھا یا نہیں؟ بینواتو جروا اس کا جواب اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا:-

بے شک اس مہر سپہر اصطفاء، ماہ منیر اجتہاد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سایہ نہ تھا اور یہ امر احادیث و اقوال علمائے کرام سے ثابت، اور اکابر ائمہ، اجلہ فاضلین و مقتدان کاملین کہ آج کل کے مدعیان خام کار کو ان کی شاگردی بلکہ تکلم سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں۔ خلفاً عن سلف دائماً اپنی تصانیف میں اس کی تصریح کرتے آئے اور مفتی عقل و قاضی نقل نے باہم اتفاق کر کے اس کی تائیس تشدید کی۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے حسب ذیل سولہ اکابر علماء کا نام تحریر فرمایا، جنہوں نے اپنی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سایہ نہ ہونے کی تصریح فرمائی:-

[۱] حافظ زرین محدث

[۲] علامہ ابن سبع صاحب شفاء الصدور

[۳] امام علامہ قاضی عیاض صاحب کتاب الشفافی تعریف حقوق المصطفیٰ

[۴] امام عارف باللہ سیدی جلال الملہ والدین محمد بنی رومی قدس سرہ

[۵] علامہ حسین بن محمد دیار بکری

[۶] صاحب سیرت شامی

[۷] مصنف سیرت حلبی

[۸] امام علامہ جلال الملہ والدین سیوطی

[۹] امام شمس الدین ابوالفرح ابن جوزی محدث صاحب الوفاء

[۱۰] علامہ شہاب الدین خفاجی صاحب نسیم الرياض

[۱۱] امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب اللدنیہ و منح محمدیہ

[۱۲] فاضل اجل محمد زرقانی مالکی شارح مواہب اللدنیہ

[۱۳] شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی

[۱۴] جناب شیخ مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی

[۱۵] بحر العلوم مولانا عبدالحق لکھنوی

[۱۶] شیخ الحدیث مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی وغیرہم

رحمة الله تعالى عليهم اجمعين .

اس کے بعد ان کتابوں کی عبارتیں تحریر فرمائیں، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کی تصریح ہے۔ مثلاً

حکیم ترمذی کی روایت ذکوان سے..... حافظ علامہ ابن جوزی محدث

اور حضرت عبداللہ بن مبارک کی روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے..... امام جلال المملۃ

والدین سیوطی کی کتاب خصائص کبریٰ والمودج اللیب فی خصائص الحیب..... علامہ شہاب والدین خفاجی

کی کتاب نسیم الرياض شرح شفائے امام قاضی عیاض..... حضرت مولوی معنوی قدس سرہ کی ”مثنوی شریف“

دفتر پنجم..... مولانا بحر العلوم کی ”شرح مثنوی“ شریف..... علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی کی مواہب لدنیہ و منح

محمدیہ..... علامہ شامی کی بیروت..... علامہ حلبی کی سیرت..... علامہ زرقانی کی شرح مواہب لدنیہ..... علامہ

حسین بن محمد دیاربکری کی کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ علیہ وسلم..... نور الابصار فی

مناقب آل بیت النبی الاطہار..... امام نسفی کی تفسیر مدارک..... امام ابن حجر مکی کی افضل القری..... علامہ سلیمان

جمل کی فتوحات احمدیہ شرح ہمزیہ..... فاضل محمد ابن فہمیہ کی اسعاف الراغبین فی سیرت المصطفیٰ و

اہل بیتہ الطاہرین..... صاحب مجمع البحار کی مجمع البحار..... شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی کی مدارج

النبوة..... جناب شیخ مجدد الف ثانی کی ”مکتوبات“ جلد سوم مکتوب یک صد و بست و دوم..... مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب شیخ

الحدیث دہلوی کی تفسیر عزیز سورہ واضحیٰ کی عبارتوں سے اس مسئلہ پر استدلال فرمایا۔

بطور نمونہ علامہ زرقانی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح مواہب کی ایک عبارت پر اکتفا کرتا ہوں۔

(ولم یکن له صلی اللہ علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر) لانه کان نورا کما قال ابن سبع و

قال رزین لغلبة انواره قيل حکمة ذالك صيانة عن ان یطأ کافر علی ظله [رواه الترمذی الحکیم عن

ذکوان] ابی السمان الزیات المدنی او ابی عمرو المدنی مولی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

وكل منهما ثقة من التابعين فهو مرسل لكن روى ابن المبارك و ابن الجوزي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما لم يكن للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم ظل ولم يقم مع الشمس قط الاغلب ضوئه ضوء الشمس ولم يقم مع سراج قط الاغلب ضوئه ضوء السراج (وقال ابن سبع كان صلى الله تعالى عليه وسلم نورا فكان اذا مشى في الشمس او القمر لا يظهر له ظل) لان النور لا ظل له (وقال غيره ويشهد له قوله صلى الله تعالى عليه وسلم في دعائه) لما سئل الله تعالى ان يجعل في جميع اعضائه وجهاته نورا ختم بقوله (واجعلني نورا) والنور لا ظل له وبه يتم الاستشهاد .

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتاب اور ماہتاب میں سایہ نہ پڑتا تھا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں، جیسا کہ ابن سبع نے کہا اور حافظ رزین محدث فرماتے ہیں۔ سبب اس کا یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ساطع تمام انوار عالم پر غالب تھا اور بعض علما نے کہا کہ حکمت اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانا ہے، اس سے کہ کسی کافر کا پاؤں اس کے سایہ پر پڑے۔ اس حدیث کو حکیم ترمذی نے ذکوان ابوالسماں زیات مدنی بابو عمرو مدنی غلام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا اور یہ دونوں، ثقہ، طبقہ تابعین سے ہیں۔ تو یہ حدیث مرسل ہوئی اور عبد اللہ ابن مبارک اور حافظ علامہ ابن جوزی محدث نے حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے، مگر یہ کہ ان کا نور عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب آ گیا اور نہ قیام فرمایا چراغ کی ضیا میں مگر یہ کہ حضور کی تابش نور نے اس کی چمک کو دبا لیا اور ابن سبع نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے تو جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا۔ اس لیے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا ہے اور دوسرے علما نے فرمایا کہ اس کی شاہد وہ حدیث ہے کہ حضور نے اپنی دعا میں عرض کیا: جب کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ تمام اعضاء اور شش جہات کو نور کر دے۔ تو اس دعا کو آپ نے ان لفظوں پر ختم فرمایا۔ ”اور مجھ کو سراپا نور کر دے“ اور نور کا سایہ نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے استشہاد تمام ہوتا ہے۔ اھ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں کہ:

فقیر کہتا ہے غفر اللہ لہ استدلال امام ابن سبع کا حضور کے سراپا نور ہونے سے جس پر بعض علما سابقین نے حدیث واجعلنی نوراً سے استشہاد اور علمائے لاحقین اسے اپنے کلمات میں بنظر احتجاج یاد کیا۔ ہمارے مدعا پر دلالت واضح ہے۔ دلیل شکل اول بدیہی الانتاج دو مقدموں سے مرکب۔

”صفریٰ یہ کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں“ اور
”کبریٰ یہ کہ ”نور کے لیے سایہ نہیں۔“

جو ان دونوں مقدموں کو تسلیم کرے گا۔ نتیجہ یعنی — ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سایہ نہ تھا“ — آپ ہی پائے

گ۔

مگر دونوں مقدموں میں کوئی مقدمہ ایسا نہیں، جس میں مسلمان ذی عقل کو گنجائش گفتگو ہو۔

”کبریٰ“ تو ہر عاقل کے نزدیک بدیہی اور مشاہدہ بصرہ و شہادت و بصیرت سے ثابت۔ سایہ اس جسم کا پڑے گا جو کثیف ہو، اور انوار کو اپنے ماوراء سے حاجب۔ نور کا سایہ پڑے، تو تنویر کون کرے؟ اس لیے دیکھو کہ آفتاب کے لیے سایہ نہیں۔

اور ”صغریٰ“ یعنی حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا۔ مسلمانوں کا تو ایمان ہے، حاجت بیان حجت نہیں۔ مگر تبکیت معاندین کے لیے اس قدر اشارہ ضرور کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے: یا ایہا النبی انا ارسلناک شاہداً مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنه و سراجاً منیراً O (سورہ احزاب آیت ۴۵/۴۶)

یعنی اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوش خبری دینے والا، ڈر سنانے والا، اور خدا کی طرف بلانے والا، اور چراغ چمکتا۔ یہاں ”سراج“ سے مراد چراغ ہے، یا ماہ، یا مہر، سب صورتیں ممکن ہیں۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا قرآن شریف کی آیات کریمہ و احادیث بخاری و مسلم و احادیث ابن عباس و ابو ہریرہ و ربیع بنت مسعود اور ابو فرصافہ کی ماں اور خالہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سے ثابت فرمایا۔ پھر علامہ فاسی کی کتاب مستطاب مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات سے عبارت نقل فرمایا۔

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یضیی البیت المظلم من نورہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے خانہ تاریک روشن ہو جاتا۔

اس عبارت کی نقل کے بعد فرماتے ہیں:

اب نہیں معلوم کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سایہ ثابت نہ ہونے میں کلام کرنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کا انکار کرے گا، یا انوار کے لیے سایہ مانے گا؟

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کی وجہ سے اپنے اوپر قیاس کا رد بدلائل فرما کر ارشاد فرمایا:

الا ان محمداً بشر لا کالبشر هو یاقوت بین الحجر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و صحبہ اجمعین و بآرک وسلم۔

اخیر رسالہ میں فرماتے ہیں:-

ہم پر بلاغ مبین تھا اس سے فراغت پائی اور جواب بھی تیرے دل میں کوئی شک و شبہ ہمارے کسی دعوے یا دلیل پر، یا کسی اجمال کی تفصیل، درکار ہو تو فقیر کا رسالہ کسی بہ قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام علیہ و علی آلہ الصلاة والسلام جسے فقیر نے بعد ورود اس سوال کے تالیف کیا، مطالعہ کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بیان ثانی پائے گا، اور مرشد کافی۔ ہم نے اس رسالہ میں اس مسئلہ کی غایت تحقیق ذکر کی ہے۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و

آلہ و اصحابہ و اطہارہ و انصارہ و اتباعہ اجمعین الی یوم الدین آمین و الحمد للہ رب العالمین ☆
کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

[۱۴] انفس الفکر فی قربان البقر [۲]

استاذ الا اساتذہ جناب مولانا مولوی حاجی حافظ محمد عبدالحی بن مولانا محمد عبدالحلیم صاحب لکھنوی، نہ صرف لکھنویا یوپی بلکہ ہندوستان کے افاضل علما سے ہیں۔ ۱۲۶۳ھ اخیر عشرہ ذی قعدہ میں شہر ”باندہ“ میں عالم وجود میں آئے، جب کہ آپ کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں مدرس تھے۔ پانچ سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرنا شروع کیا اور دس سال کی عمر میں حافظ قرآن مجید ہو گئے اور اسی درمیان میں خوشنویسی سیکھا اور بعض کتابیں فارسی کی بھی پڑھ لیں۔ جب عمر شریف ۱۱ سال کی ہوئی تو علوم عربیہ پڑھنا شروع کیا، اور سترہ سال کی مدت میں تمام کتب درسیہ سے فراغت حاصل کر لی۔ آپ نے جملہ کتابیں علوم و فنون کی اپنے والد ماجد صاحب ہی سے پڑھیں۔ بجز بعض کتب علم ہیئت، کہ اسے مولانا محمد نعمت اللہ مرحوم متوفی ۱۲۹۰ھ سے حاصل کیا، اور سترہ ہی برس کی سن سے تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ ۱۲۹۳ھ یعنی زمانہ تصنیف و تالیف رسالہ تاریخہ سنی بہ الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ اور اس کا حاشیہ سنی بہ التعليقات السنیہ علی الفوائد البہیہ تک جب کہ حضرت مدوح کی عمر ۲۹ سال کی تھی، منقول معقول من جملہ تصانیف چوالیس کتابیں تھیں۔ جن میں اکثر نام تمام تھیں۔ ان کے ناموں کی تفصیل رسالہ النافع الكبير لمن يطالع الجامع الصغير سے معلوم ہو سکتی ہے۔

مولانا موصوف دو مرتبہ حج و زیارت سے شرف ہوئے۔ پہلی مرتبہ اپنے والد ماجد صاحب مرحوم و مقبور کے ساتھ ۱۲۷۹ھ میں ماہ رجب میں حیدرآباد سے روانہ ہو کر بمبئی پہنچے، اور وہاں سے بذریعہ کشتی ماہ شعبان میں روانہ ہو کر اخیر عشرہ رمضان شریف میں مکہ مکرمہ پہنچے۔ حج کے بعد اخیر ذی الحجہ میں مدینہ طیبہ روانہ ہوئے، اور دوسری محرم ۱۲۸۰ھ کو مدینہ کی حاضری نصیب ہوئی اور آٹھ دن قیام کر کے عاشورہ محرم کے دن وہاں سے مکہ مکرمہ واپس ہو کر ۱۰ صفر تک ٹھہرے رہے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر جدہ پہنچے، اور پھر کشتی پر سوار ہو کر ربیع الاول شریف کے عشرہ وسطیٰ میں بمبئی اور اوائل جمادی الاولیٰ میں حیدرآباد داخل ہوئے اور دوسری مرتبہ ۱۲۹۲ھ ۱۵ شوال کو حیدرآباد سے روانہ ہو کر بمبئی پہنچے۔ وہاں سے ۲۱ شوال کو بذریعہ جہاز روانہ ہو کر ۵ ذی قعدہ کو جدہ، اور ۱۰ ذی قعدہ کو مکہ معظمہ پہنچے۔

مکہ معظمہ میں قیام کر کے جدہ تشریف لائے، اور ۸ صفر کو جہاز پر سوار ہوئے، اور بخیر و عافیت ۲۱ صفر کو بمبئی داخل ہوئے۔ بمبئی سے روانہ ہو کر ۵ ربیع الاول شریف کو وطن مالوف لکھنوی پہنچے۔

اگرچہ آپ جامع علوم و فنون تھے، مگر تعلیم و تدریس کی طرف اعتنائے تام فرمایا اور تصنیفات میں درسی کتابوں کی شروح و حواشی بہت زیادہ کتابیں تحریر فرمائیں۔ یہ احسان آپ کا طلبہ و مدرسین پر ہے کہ آپ کے زمانہ کے طلبہ اور بعد کے مدرسین کسی طرح اس احسان سے عہدہ برائے نہیں ہو سکتے۔ جس کتاب کی شرح یا حاشیہ لکھتے، غایت توجہ اور متعدد کتابوں کی مدد سے اس کو پانی

کردیتے۔ جیسے التعلیق الممجد حاشیہ موطا امام محمد..... و عمدة الرعاية حاشیہ شرح وقایہ..... اور حاشیہ ہدایہ وغیرہ سے ظاہر ہے۔

آپ اپنے وقت میں مرجع الفتاویٰ بھی تھے۔ دور دراز مقامات سے استفتاءات آیا کرتے، اور آپ ان کے جوابات تحریر فرماتے تھے۔ جن کا مجموعہ ۲۶×۲۰/۸ تقطیع پر تین حصوں میں طبع ہوا ہے۔ (جلد اول مع فہرست ۸۴۰۰ صفحات، جلد دوم مع فہرست ۴۱۰ صفحات، جلد سوم مع فہرست و اشتہار ۱۶۰ صفحات مجموعہ ۹۷۰ صفحات)۔ اگرچہ اس میں کافی حصہ دوسرے علما کے فتاویٰ و تصدیقات کا ہے۔ کہ کسی عالم نے کوئی فتویٰ لکھا، دوسرے علما نے تصدیقات لکھیں، آخر میں آپ کے پاس تصحیح و تصدیق کے لیے آیا۔ آپ نے الجواب صحیح یا صحیح الجواب لکھ کر دستخط کر دیا، وہ پورا فتویٰ و تصدیقات آپ کے فتاویٰ میں درج ہو کر اشاعت پذیر ہو گیا۔ جس طرح یعنی یہی حالت فتاویٰ رشیدیہ کی بھی ہے کہ دوسروں کے فتاویٰ بکثرت اس میں داخل ہیں۔ اس زمانہ میں اور علما کے فتاویٰ کا بھی یہی طریقہ رہا۔ چنانچہ فتاویٰ نذیریہ مولوی نذیر حسین صاحب سورج گڈھی بہاری ثم الدہلوی کے فتاویٰ کا بھی یہی ڈھنگ ہے۔

اس سے مبرا اگر ہے تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا فتاویٰ مسما بہ العطايا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ کہ باوجود بڑی تقطیع یعنی ہدایہ و ترمذی شریف کی تقطیع پر ۱۲ جلد میں ہونے اور ہر جلد تقریباً نو سو صفحات پر مشتمل ہونے کے بھی ایک فتویٰ کسی دوسرے کا داخل کر کے حجم نہیں بڑھایا گیا ہے۔ بلکہ جملہ فتاویٰ فقط اعلیٰ حضرت امام اہل سنت ہی کے ہیں۔ ذلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

الغرض اگرچہ آپ (مولانا عبدالحئی) کے مجموعہ فتاویٰ ہر سہ جلد میں بہت سے سوالوں کے جوابات اور عامہ مسلمین کے لیے کافی اقادات ہیں۔ لیکن جو کامیابی اور مقبولیت ایک مدرس اور شارح و محشی کتب درسیہ کی حیثیت سے آپ کو ہوئی، مفتی و مصنف کتب دینیہ ہونے کی حیثیت سے نہیں رہی اور ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کہ ایک شخص جامع علوم و فنون ہو، مدرس بھی ہو، مصنف بھی۔ شارح بھی ہو، محشی بھی۔ محدث بھی ہو، فقیہ بھی، واعظ بھی ہو، مفتی بھی۔

علما کے لیے ایک بہت بڑی صفت زبان و قلم پر قابو رکھنا ہے۔ جو شخص جس پایہ کا ہو اس کے لیے ویسا ہی لفظ استعمال کرے۔ نہ چھوٹے کو بڑھا کر بڑوں میں ملا دے۔ نہ بڑوں کے لیے، چھوٹوں کے لیے جو لفظ مناسب ہے استعمال کرے اور یہ بات ابتداء مولانا عبدالحئی صاحب میں نہ تھی۔ اسی لیے دیگر علمائے معاصرین متدینین کو ان سے سخت شکایت تھی۔ مثلاً

[۱] مولانا امام محمد کے حاشیہ میں ایک جگہ لکھا:-

وہننا وہم آخر لصاحب هذا الكتاب .

اللہ اکبر! امام محمد، جن کی روایت پر تمام حنفی مذہب کا دار و مدار، جن کی شاگردی پر امام شافعی، امام احمد بن حنبل کو فخر تھا، ان کا

وہم یہ حضرت دکھائیں۔

[۲] اسی طرح ایک جگہ لکھا:-

و استدلو الابی حنیفة بوجوه کلها و اہیة

[۳] حاشیہ ہدایہ میں:-

وان ماتت فیہا آدمی او شاة

پرافادہ فرمایا۔

الظاهر انه عطف علی شاة فیلزم تانیث الفعل مع تذکیر فاعله.....

وہ تو خدا کا شکر ہے کہ باوجود حافظ ہونے کے یہ آیت کریمہ کنیت قبلہم قوم نوح و عاد و فرعون و ذی الأوتاد اس وقت پیش نظر نہ رہی، ورنہ اس آیت پر بھی اعتراض کر بیٹھتے، اور فرماتے۔

الظاهر انه عطف علی قوم فیلزم تانیث الفعل مع تذکیر فاعله.....

[۴] حاشیہ شرح وقایہ میں بحث اشارہ سبابہ وقت تشہد میں فرمایا۔

فتقلید المشائخ الذین افتوا بالکراہة مخالفاً لفعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم و لا قوال امامنا

وتلامذتہ لا سیما بعد وضوح الحق و سطوح الصدق لا یلیق بشان الخ

[۵] امام طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ جن کی جلالت شان شمس و امس کی طرح ظاہر، اور خیر و نوری نور منکب اور تقویٰ تہذیب

کا احسان باہر ان کے متعلق ذرا لکھنے کے حاشیہ میں لکھ فرمایا ہے: "شیخنا الامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: "انہما کما لیسوا بہما لیسوا بہما"

قد سلك فيہ مسلك الانتصاف و تجنب عن طریق الاعتصاف فی بعض المواضع قد عول شیخنا

نالیہ نظر: فیہا عن التبعیق و التمسك مسلك الجلال و الخلاف غیر الانقیاد و الاملاہ ص ۱۶۱

[۶] اسی طرح باوجود دعائے حنفیت قلم میں آذواوی تھی نہ جمعہ تک بلکہ حنفیت کے یہاں جو شرطیں ہیں و کتب حنفیہ ان سے

گوں نج رہی ہیں۔ مگر فاضل لکنوی کے نزدیک کوئی شرط نہیں تھی۔ جیسے اور پنج وقتہ نماز میں فرض ہیں، ایسا ہی جہاد بھی، وغیرہ شرط کے

فرق نہ ہیں جن کی جگہ جہاد ہے پڑھے مکتبہ و خطبہ اس میں لکھتے ہیں، وہ اس کے ساتھ ساتھ لکھتے ہیں، لکن ایہ شرط باوجود حنفیت

مجموعہ فتاویٰ جلد دوم ص ۷۸ میں ہے:-

یہ یہ بتاؤں جو مشائخ کلمہ کے قریب ہیں، جو شرطیں ان میں ہیں، وہ اس میں لکھتے ہیں کہ خطبہ کی بنیاد ہے، شرطیں یہاں ہیں کہ شرطیں یہاں ہیں، اور وہ اس میں

اس کے قریب لکھتے ہیں، مگر یہ نہیں لکھتے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ لکھتے ہیں، لکن ایہ شرط باوجود حنفیت

ضحیح الجواب و اللہ اعلم جل و اہ الواجی غفور بہ القوی ابو الحسنات محمد بن عبد العزیز بن حاروق

اللہ عن اذنیہ تالیف علی الوالغنی، یہ وہ ہے جس نے اسے لکھا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ لکھتے ہیں، لکن ایہ شرط باوجود حنفیت

[۷] اسی طرح صلاۃ جہریہ میں امام کے پیچھے مقتدی کو قرائت کی بنا کی گئی، جس کی یہ ہے اس تعلق میں مثال نہ ہو، مستحسن

لکھا۔

حاشیہ شرح و قایہ میں ہے:-

و علیٰ هذا فلا يستنکر استحسانها فی الجهریة ایضا اثناء سگتات الامام بشرط ان لا یخل
بالاستماع.....

یہ دونوں مسئلے فاضل لکھنوی کے چاروں ائمہ کے خلاف ہیں۔

[۸] پھر لطیف یہ کہ جس طرح بعض بعض تحقیقات خاصہ مخالف مذہب سنی ہیں، اسی طرح بعض بعض تحقیقات موافق

مسک و ہابیہ بھی ہیں۔ مثلاً

یا شیخ عبدالقادر جیلانی شینا اللہ کا وظیفہ سنیوں میں بلا تکلیف ظاہر و سائر ہے۔ رسالہ ہدیہ مجددیہ کے حاشیہ
میں بذکر حوالہ خواجگان خواجہ بزرگوار حضرت بہاء الدین نقشبندی قدس سرہ مولوی وکیل احمد صاحب سکندر پوری نے لکھا ہے
کہ:

۔ وصیت کردہ بودند کہ پیش جنازہ ما این بیت خونند

مفلسا نیم آمدہ در کونے تو۔ شینا اللہ از جمال روئے تو

مجموعہ فتاویٰ (مولانا عبدالحی) میں ہے۔

ازیں چنین وظیفہ احترام لازم و واجب۔ اولاً: ازیں جہت کہ این وظیفہ محضمن عینا اللہ است و بعض فقہا از ہم چولفظ حکم کفر کردہ اند۔ ثانیاً: ازیں جہت کہ این

وظیفہ محضمن ست عدا اموات از ممکنہ بعید و شرعاً ثابت نیست کہ اولیاء اللہ رتے ہست کہ از ممکنہ بعید و عدا را بشنوند۔ الخ

[۹] اسی طرح دوسرا مسئلہ مولوی صاحب موصوف کا مخالف اہل سنت و جماعت و مطابق و ہابیہ یہ ہے کہ قیام جو بوقت بیان

ذکر ولادت شریف مجلس میلاد میں کیا جاتا ہے، اس کو بدعت سید و مکروہہ لکھا ہے۔

مجموعہ الفتاویٰ ہی میں ہے:-

قیام جو بوقت بیان ولادت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جاتا ہے اس کی کوئی اصل معتد بہ شرعاً نہیں ہے اور یہ گمان کہ یہ قیام

تعظیم نبوی ہے فاسد ہے۔

[۱۰] تعجب خیز یہ امر ہے کہ صاحب ہدایہ کی تعلیظ فرماتے ہیں۔ امام طحاوی پر طعن کرتے ہیں۔ مگر ابن تیمیہ جیسے

بد مذہب مطعون علماء، جس کے شاکی علمائے اہل سنت و جماعت ہیں۔ علامہ ابن حجر کی جوہر منظم میں تحریر فرماتے ہیں:-

قلت من هو ابن تیمیہ حتی ینظر الیہ او یعول فی شئی من امور الدین علیہ وقد تصدی شیخ

الاسلام عالم الانام المجمع علی جلالته واجتهاده وصلاحه وورعه و امامتہ التقی السبکی

قدس اللہ روحہ و نور ضریحہ للردۃ علیہ فی تصنیف مستقل۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رسالہ مکاتیب میں فرماتے ہیں:-

کلام ابن تیمیہ فی منهاج السنہ وغیرہ من الکتب موحش جدا فی بعض المواضع لاسیما فی تفسیر طحق اهل البيت و فی منع زیارة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و فی انکار القوٹ و القطب و الابدال و تحقیر الصوفیہ و امثال ذالک و هذه المواضع منقولة موجودة عندی وقد تصدی لرد کلامہ فی زمانہ جہابذہ علماء الشام و العرب و مصر.....

اس ابن تیمیہ کے متعلق فوائد برسہ کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

تفقہ و تمہر و تقدم و صنف و درس و فتی و فاق الاقران و صار عجا فی سرعة الاستحضار و قوة الجنان و التوسع فی المعقول و المتقول و الاطلاع علی مذاہب السلف و الخلف .

مولانا کی آزادی اور خیال اجتہادی صرف فروع و جزئیات فقہیہ ہی تک منحصر نہیں تھی، بلکہ عقائد میں اجتہاد سے کام لیتے تھے اور اہل سنت کے خلاف تحریر فرمایا کرتے تھے۔ (۱)

[۱۱] اللہ تعالیٰ کو تمام اہل سنت، جہت و مکان سے پاک جانتے ہیں۔ مگر آپ نے باتباع ابن تیمیہ اللہ جل شانہ کے لیے

جہت ثابت کر دی تھی اور اس کو بزور زبان صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کا مذہب قرار دیا تھا۔

رسالہ ابراز الفی صفحہ ۳۶ میں ہے:-

انی ما وافقت ابن تیمیہ فی الاستواء الا لانه قد وافق فیہ جماعات الصحابة و التابعین

والائمة المجتہدین . الخ

حالانکہ علمائے اسلام اہل سنت و جماعت، ہمیشہ اپنی کتابوں میں اس کا رد فرماتے آئے۔

عصام حاشیہ شرح عقائد نسفی میں ہے۔

قوله لا يتمکن فی مکان انما ذکر قوله فی مکان تصریحا العموم النفی رادا علی المجسة

القائلین بالمکان العلوی النافعین عنه کل مکان . الخ

[۱۲] دوسرا عقیدہ خلاف اہل سنت و جماعت یہ ہے کہ آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور چھ خاتم نبوت حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں شریک لکھ دیا ہے۔ لکھا ہے:-

اب سمحنا چاہیے کہ لفظ نبی کنبیکم سے اگر چہ ایک ایک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہے۔

لیکن اس کا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ الخ (مجموع الفتاویٰ جلد اول ص ۱۱۰)

(۱) وہابیوں نے مولانا مرحوم کی کتابوں میں جا بجا تحریف و الحاق کر دیا ہے ورنہ موصوف اگر چہ ابتدا مسائل فرعیہ میں آزار دہنے مگر عقیدہ تاسنی ہی تھے، اور بعد میں تو

مسائل فرعیہ میں بھی آزار دہی ختم ہو چکی تھی۔ ۱۲ رضوی

آرے اس قدر میں دونوں شریک ہیں کہ ہمارے نبی خاتم الانبیاء اس طبقہ کے ہوئے، اور طبقات باقیہ کے خاتم، اپنے اپنے

طبقات کے ہوئے۔ (ایضاً ص ۱۱۱)

اسی طرح اور بھی بہت سی باتیں ہیں۔ وہ تو خدا کو اچھا کرنا تھا کہ نواب صدیق حسن خان صاحب قنوجی شوہر والیہ ریاست بھوپال شاہ جہاں بیگم سے مولانا کی چل گئی۔ فریقین کی طرف سے ایک دوسرے کی مخالفت اور رد میں رسائل لکھے گئے۔ مولانا کو اپنے علم و فضل پر تقویت تھی، تو نواب صاحب علم و فضل کے علاوہ علما، فضلا، خدم و حشم حوالی موالی بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ خوب خوب رسائل بازیاں فریقین کی طرف سے ہوئیں۔ اس سے ایک بہت بڑا مذہبی فائدہ ہوا کہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب اپنی آزادی و اجتہادی خیال سے متنفر ہو کر جادہ اعتدال پر آ گئے۔ چنانچہ فتاویٰ کی تیسری جلد میں اکثر مسائل اپنے پہلے خیالات کے خلاف اور اہل سنت کے مطابق تحریر فرمایا ہے۔ واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

بہر حال مولانا جس پایہ کے مدرس اور شارح و محشی کتب درسیہ تھے، اس مرتبے کے فقیہ نہ تھے۔ اسی لیے سوالوں کے جوابات میں فقہیت سے کام نہ لیتے۔ اکثر پاؤں تلے کا جواب اٹھا کر لکھ دیتے۔ مگر خاندانی عالم ہونے کے علاوہ طبیعت حق پسند واقع ہوئی تھی، اسی لیے متنبہ کرنے سے فوراً متنبہ ہو جاتے۔ چنانچہ شوال ۱۲۹۸ھ میں ہونے والے چند سوالات کا ایک استفتاء قائم کر کے مختلف شہروں سے مختلف علما کے پاس بھیجا۔

مولانا موصوف کے پاس مرزا پور سے آیا۔ جو مجموعۃ الفتاویٰ جلد دوم صفحہ ۱۲۱ پر درج ہے۔ صورت سوال یہ ہے:

کیا فرماتے ہیں علمائے مذہب حنفیہ اس بارہ میں کہ:

[۱] گاؤ کشی کوئی ایسا امر ہے، جس کے نہ کرنے سے کوئی شخص دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے؟

[۲] اگر کوئی شخص معتقد اباحت ذبح ہو مگر کوئی گائے اس نے ذبح نہ کی ہو یا گاؤ کا گوشت نہ کھایا ہو ہر چند کہ اکل اس کا جائز

جانتا ہے تو اس کے اسلام میں فرق نہ آئے گا اور وہ کامل مسلمان رہے گا؟

[۳] گاؤ کشی کوئی واجب فعل ہے کہ جس کا تارک گنہ گار ہوتا ہے؟

[۴] یا اگر کوئی شخص گاؤ کشی نہ کرے صرف اباحت ذبح کا دل سے معتقد ہو تو وہ گنہ گار نہ ہوگا؟

[۵] جہاں بلا وجہ اس فعل کے ارتکاب سے ثورانِ فتنہ و فساد ہو اور مورث ضرر اہل اسلام ہو اور کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب

نہ ہو اور عمل داری اہل اسلام بھی نہ ہو تو وہاں بلا وجہ اگر اس فعل سے کوئی بازر ہے تو جائز ہے یا کہ بلا سبب ایسی حالت میں بقصد

اثارتِ فتنہ و فساد ارتکاب اس فعل کا واجب ہے؟

اس سوال کے تیور خود ہی بتا رہے ہیں کہ یہ کسی ہندو کا ساختہ پر داختہ ہے۔ اگرچہ مرزا پور سے مولوی اسماعیل کے نام سے

سوال آیا ہے۔ مگر طرز سوال کہ اضحیٰ بقر، یا ”قہبانی گاؤ“ نہیں لکھتا بلکہ ہر جگہ ”گاؤ کشی“ لکھتا ہے۔ لیکن مولوی صاحب نے

سیدھا سادہ جواب تحریر فرمادیا۔

هو المصوب : گاؤ کشی واجب نہیں۔ تارک اس کا گنہ گار نہ ہوگا اور جو شخص معتقد اباحت ہو اور گوشت اس کا نہ کھاتا ہو، اور ذبح نہ کرتا ہو، اس کے اسلام میں فرق نہ آئے گا۔ ہاں جو گاؤ کو معظم سمجھ کر ذبح نہ کرتا ہو اس کے ذبح کو برا سمجھتا ہو اس کے اسلام میں فتور ہوگا اور بقصد اثارت فتنہ گاؤ کشی نہیں چاہیے۔ بلکہ ایسے مقام پر کہ جہاں فتنہ کا ظن غالب ہو یا وجوہ سلامت اعتقاد کے احترام اولیٰ ہے۔

پھر ایک سوال کہ:

قربانی اونٹ کی بہتر ہے یا گاؤ کی؟

اس کا جواب دیا۔

هو المصوب : اونٹ کی بہتر ہے۔ واللہ اعلم حرره الراجی عفوربه القوی ابو الحسنات محمد

عبدالحنی تجاوز الله عن زنبه الجلی والخفی۔

اس جواب پر بعض حضرات نے متنبہ کیا، اور ایک سوال کیا، جس سے توجیہ کلام کی رہنمائی تھی۔ فوراً متنبہ ہوئے، اور اس

سوال کے جواب میں تحریر فرمایا۔

گائے ذبح کرنا شرعاً اگرچہ مباح فعل ہے، واجب نہیں مگر ایسا مباح نہیں کہ کسی زمانہ خاص یا کسی بلدہ خاص میں اس کا رواج ہو، یا دوسرے زمانہ، یا دوسرے بلدہ میں نہ ہو۔ بلکہ یہ ایک طریقہ قدیمہ ہے۔ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و جملہ سلف صالحین سے تمام بلاد و امصار ہیں اور اس کی اباحت پر اجماع و اتفاق ہے تمام اہل اسلام کا۔ ایسے امر شرعی ماثور قدیم سے اگر ہنود روکیں، اور بنظر تعصب مذہبی منع کریں، تو مسلمانوں کو اس سے باز رہنا نہیں درست ہے۔ بلکہ ہر گاہ ہنود ایک امر شرعی قدیم کی ابطال میں کوشش کریں، اہل اسلام پر واجب ہے کہ اس کے ابقاء و اجراء میں سعی کریں اور اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑ دیں گے، تو گنہ گار ہونگے اور مقصود اس جملہ میں جو جواب سابق میں مرقوم ہے، یہ ہے کہ بقصد برا بیخختہ کرنے فتنہ و فساد کے گاؤ کشی نہ چاہئے۔ مثلاً جہاں عمل داری ہنود کی ہووے، اور گائے وہاں ذبح نہ ہوتی ہو، وہاں مسلمان بقصد مردم آزاری خواہ مخواہ گائے ذبح کریں، یا عید الفصحیٰ میں کسی ہنود کے مکان کے قریب جا کے بایں خیال ذبح کریں کہ فتنہ قائم ہو، ایسی صورتوں کا ارتکاب نہ چاہئے۔ بلکہ ایسی حالت میں ترک اولیٰ ہے اور بلاد ہندوستان وغیرہ جہاں ہمیشہ سے گائے ذبح ہوتی ہو، اور مقصود اہل اسلام اس سے فتنہ انگیزی نہیں ہے، بلکہ ابقائے شریعت قدیمہ ہے۔ ایسی حالت میں اگر ہنود منع کریں، تو ترک اس کا اولیٰ نہیں۔ بلکہ اس کی ابقائے سعی واجب و لازم ہے۔ واللہ اعلم

اتفاق وقت دیکھئے کہ یہی سوال اسی زمانہ میں مراد آباد سے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے پاس پہنچا۔ آپ نے طرز سوال ہی سے بھانپ لیا کہ ایسا سوال کس کا ہو سکتا ہے، اور کس غرض سے کیا جا سکتا ہے؟ آپ اس زمانہ میں اپنے گاؤں موضع ”کرتولی“ میں تشریف فرما تھے، وہیں سوال پہنچا۔ آپ نے جواب میں ایک مستقل رسالہ مکئی بہ انفس الفکر فی قربان

البقر تصنیف فرمائی۔ حمد و نعت کے بعد لکھا:-

اصل مسئلہ کے جواب سے پہلے دو امر ذہن نشین کرنا لازم۔

اول: یہ کہ ہماری شریعت مطہرہ اعلیٰ درجہ حکمت و متانت و مراعات و دقائق مصلحت میں ہے اور جو حکم عرف و مصالح پر مبنی ہوتا ہے، انہیں چیزوں کے ساتھ دائر رہتا ہے اور اعصار و امصار میں ان کے تبدیل سے تبدیل ہو جاتا ہے۔ مثلاً زمان برکت نشان حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں بوجہ کثرت خیر و نایابی فتنہ، و شدت تقویٰ، و قوت خوف خدا، عورتوں پر (چہرے کا) ستر واجب تھا نہ حجاب اور زنان مسلمین بیخ گانہ مساجد میں جماعتوں کے لیے حاضر ہوتیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب رنگ زمانہ کا متغیر ہوا، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے زمانہ کی عورتوں کو ملاحظہ فرماتے، تو انہیں مساجد میں جانے سے ممانعت کرتے، جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو منع کر دیا تھا۔“

جب زمانہ رسالت سے اور بعد ہوا، ائمہ دین نے جو ان عورتوں کو ممانعت فرمادی۔ جب اور فساد پھیلا، علما نے جو ان وغیر جو ان، کسی کے لیے اجازت نہ رکھی۔ حالانکہ صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: ”جب تم میں کسی کی عورت مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرے۔“ پھر ان ائمہ و علما کے احکام ہرگز حکم اقدس کے خلاف نہ ٹھہرے، بلکہ عین مطابق مقصود شرع قرار پائے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ حاملان شریعت اور حکمائے امت نے حکم حجاب اور چہرہ چھپانا کہ صدر اول میں واجب نہ تھا، واجب کر دیا۔

دوم: محرمات و واجبات، ہماری شریعت میں دو قسم ہیں۔

ایک لعینہ یعنی جس کی نفس ذات میں مقتضی ایجاب و تحریم موجود ہے۔ جیسے عبادت خدا کی فرضیت، اور بت پرستی کی

حرمت۔

دوسری لغیرہ یعنی وہ کہ امور خارجیہ کا لحاظ ان کے ایجاب و تحریم کا اقتضا کرتا ہے۔ جیسے تعلم صرف و نحو کا وجوب، کہ ہمارے رب تبارک تعالیٰ کی کتاب اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام زبان عربی میں ہے، اور اس کا فہم بے اس علم کے معذر۔ لہذا واجب کیا گیا اور افیون و بھنگ وغیرہا مسکرات کی حرمت، کہ اس کا پینا ایک ایسی نعمت یعنی عقل کو زائل کر دیتا ہے، جو ہر خیر کی جالب اور ہر فتنہ و شر سے بچانے والی ہے۔

اسی طرح بوجہ عرف و قرار داد امصار و بلا، جس مباح کا فعل، عزت و شوکت اسلام پر دلالت کرے، اور اسے چھوڑ دینے میں اسلام کی توہین، اور کفر کا غلبہ سمجھا جائے، قواعد شرعیہ بالیقین اس سے بازرہنے کی تحریم کرتے ہیں۔ جب یہ امور منسوخ ہوئے تو اصل مسئلہ کا جواب لیجیے۔

گاؤ کشی اگرچہ بالتخصیص اپنی ذات کے لحاظ سے واجب نہیں، نہ اس کا تارک باوجود اعتقاد اباحت، بنظر نفس ذات فعل، گنہ گار۔ نہ ہماری شریعت میں کسی خاص شی کا کھانا بالعمین فرض۔ مگر ان وجوہ سے صرف اس قدر ثابت کہ گاؤ کشی جاری رکھنا

واجب لعینہ اور اس کا ترک حرام لعینہ نہیں۔ لیکن ہمارے مذہبی احکام صرف اسی قسم کے واجبات و محرمات میں منحصر نہیں۔ بلکہ جیسا ان واجبات کا کرنا اور ان محرمات سے بچنا ضروری حتمی ہے۔ یوں ہی واجبات و محرمات لغیر ہائیں بھی ایشال واجتنب اشذ ضروری اور ان سے بالجبر باز رکھنے میں بے شک ہماری مذہبی توہین ہے۔ جسے حکام وقت بھی روا نہیں رکھ سکتے۔

سائل لفظ ”ترک“ لکھتا ہے۔ یہ صرف مغالطہ اور دھوکہ ہے۔ اس نے ”ترک“ اور ”کف“ میں فرق نہ کیا۔ کسی فعل کا نہ کرنا اور بات ہے، اور اس سے بالقصد باز رہنا اور بات ہے۔

ہم اہل اسلام کی، ابتدائے عہد سے بڑی غذا جس کی طرف ہماری طبیعتیں اصل خلقت میں راغب، اور اس میں ہمارے لیے ہزاروں منافع۔ اس سے ہمارے خالق تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں جا بجا ہم پر منت رکھی، گوشت ہے اور بے شک بکری کا گوشت دواماً ہمارے ہر امیر و فقیر کو دستیاب نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً مسلمانان ہندوستان کہ ان میں ثروت بہت کم، اور افلاس غالب ہے۔ غریبوں کی گزر بے گوشت گاؤں کے نہیں۔ معہذا گائے کی کھال وغیرہ سے جو ہزار ہا قسم کے منافع ملتے، اور ان منفعتموں میں ہنود بھی ہمارے شریک ہوتے ہیں اور چند اقوام کی تجارتیں اور ان کے رزق کے سامان اسی گاؤں کشی کا نتیجہ ہیں۔ تو سائل کا یہ قول کہ کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو، محض تصویر غلط ہے۔

معہذا ہمارے مذہب میں اس کا جواز، اور ہنود کے یہاں ممانعت، ایک پلہ میں نہیں۔ ہماری اصل شریعت میں اس کا جواز

موجود۔

قرآن مجید میں ہے۔

ان الله يأمرکم أن تذبحوا بقرة O بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔ (سورہ بقرہ ۶۷)

اور ہنود کے اصل مذہب میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، بلکہ کتب ہنود گواہی دیتی ہیں کہ پیشوایان ہنود بھی گائے کا مزا چکھنے سے محروم نہ گئے۔

باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ: ”اس فعل کے ارتکاب سے ثوران فتنہ و فساد ہو۔“

ہم کہتے ہیں۔ جن مواضع میں مثل بازار و شارع عام وغیرہما گاؤں کشی کی قانوناً ممانعت ہے، وہاں جو مسلمان گائے ذبح کرے گا، البتہ اثارت فتنہ و فساد اس کی طرف منسوب ہو سکتی ہے، اور وہ قانوناً مجرم قرار پائے گا اور جہاں قانوناً ممانعت نہیں، وہاں اگر ثوران فتنہ و فساد ہوگا، تو لاجرم ہنود کی جانب سے ہوگا، اور جرم انہیں کا ہوگا۔ کہ جہاں ذبح کرنے کی اجازت ہے، وہاں بھی ذبح نہیں کرنے دیتے۔

بالجملہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ بازار و شارع عام میں جہاں قانوناً ممانعت ہے، براہ جہالت ذبح گاؤں کا مرتب ہونا بے شک مسلمان کو توہین و ذلت کے لیے پیش کرنا ہے کہ شرعاً حرام ہے اور اس کے سوا جہاں ممانعت نہیں، وہاں سے بھی باز رہنا، اور ہنود کی بے جاہٹ بجا رکھنے کے لیے یک قلم اس رسم کو اٹھا دینا، ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ انہیں مضرات و مذلات کا باعث ہے۔ جن کا

ذکر ہم اول کر آئے ہیں، جنہیں شرع مطہر ہرگز روا نہیں فرماتی، اور نہ کوئی ذی انصاف حاکم پسند کر سکے۔

کتبہ عبده المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ علیہ

وسلم

[۱۷] اقامة القيامة على طاعن القيام لنبي تهامة [۳]

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مذہب اہل سنت و جماعت اور مذہب وہابیت میں اصل فرق ایک ہی ہے، اور مسائل کا اختلاف اسی پر متفرع ہے۔ اہل سنت و جماعت اللہ و رسول و اولیائے کرام کی محبت میں مست و سرشار ہیں، اس لیے تحریر و تقریر، قول و فعل جو کچھ ہوتا ہے سب سے تعظیم و تکریم ثابت ہوتی ہے اور وہابیت کا پورا فوٹو یہ شعر ہے۔

ہم سری با انبیا برداشتند - اولیاء ہم چون خود پنداشتند

اسی لیے ہر تعظیم و تکریم کی بات میں روڑے اٹکاتے رہتے ہیں۔ شرک و بدعت کا سہارا ان کو ایسا مل گیا ہے، کہ ہر بات کو کھینچ کر شرک و بدعت بنا دیتے ہیں۔ اس وقت میرے پیش نظر فتاویٰ رشیدیہ کی تینوں جلدیں، اور اعلیٰ حضرت امام اہل بعثت کا رسالہ مبارک اقامة القيامة ہے اور مقصود مجلس میلاد شریف اور قیام کی تحقیق ہے۔ وہابیہ خصوصاً دیوبندیوں نے شرک و کفر کے مٹانے کے لیے شاید اس کا دسواں حصہ بھی جدوجہد نہ کیا ہوگا، جس درجہ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میلاد شریف و قیام کے خلاف جہاد کرنے میں قوت آزمائی کی ہے۔ بلکہ شرک کے ساتھ تو یہ وسعت اخلاق کہ

شرک کلی مشکک ہے، اس کے افراد کبیرہ اور صغیرہ بلکہ مباح تک بھی ہیں۔ (لطائف رشیدیہ ص ۱۶)

جب شرک مباح ہی ہوا، تو جی چاہا تو مسلمان رہے، یا خواہش ہوئی تو مشرک ہو گئے کہ مباح کا کرنا، نہ کرنا، دونوں اختیار میں ہوتا ہے۔ بخلاف مجلس میلاد کے کہ یہ کسی صورت سے جائز نہیں، اگرچہ روایت صحیحہ ہی سے مولود شریف کیا جائے۔

۱۲ فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم مطبع قاسمی صفحہ ۳۱ پر ہے:-

سوال:- محفل میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں، اور لاف و گزاف اور روایات موضوعہ و کاذبہ نہ ہوں

شریک ہونا کیسا ہے؟

الجواب:- نا جائز ہے بسبب اور وجود کے۔

سبحان تیری قدرت! عداوت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حد بھی ہے۔

نیز اسی حصہ کے صفحہ ۹۲ پر ایک سوال ہے۔

انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایات صحیحہ درست ہے یا نہیں؟

اس کا جواب دیا۔

انعقاد مجلس مولود ہر حال نا جائز ہے۔

نیز حصہ سوم مطبع آرمی پریس دہلی ص ۱۲ پر ایک سوال ہے:-
جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے، اور تقسیم شیرینی ہو، شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟
اس کا جواب لکھا۔

”کسی عرس اور مولود شریف میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی ساعر عرس اور مولود شریف درست نہیں۔“
یہ پیوندی جواب بھی قابل ملاحظہ ہے۔ سوال میں صرف عرس تھا اور وہ بھی جس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے۔
جواب میں مولود بھی بڑھا دیا۔

نیز فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول مطبوعہ ہندوستان پرنٹنگ ورکس دہلی ص ۴۸ پر ایک سوال ہے۔
جس مولود میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو، آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟
اس کا جواب لکھا:

عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو، مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے، لہذا اس زمانہ میں درست
نہیں۔

نیز حصہ دوم ص ۱۶۳ ایک سوال ہے:
سوم چہلم وغیرہ کی مجالیں بہ تخصیص دن کے منع ہے، یا بالکل ہی نہ کرنا چاہئے اور اس مجلس میں جانا چاہئے، یا نہیں؟
اس کا جواب لکھا:

مجالس مروجہ زمانہ ہذا میلاد و عرس و سوم و چہلم بالکل ہی ترک کرنا چاہیے۔
کھل گیا کہ اس ذکر خیر ہی سے عداوت ہے، اور اس کو مٹانا چاہتے ہیں اور جو بعض جگہ عذر بے معنی لکھ دیتے ہیں، وہ محض
برائے نام ہاتھی کے دانت دکھانے کے ہیں۔ ورنہ اگر درحقیقت وہی سبب ناجوازی ہوتا، تو جہاں پایا جاتا، حکم ممانعت ہوتا۔ جیسے
شراب کے لیے سکر کہ جس چیز میں سکر ہوگا، وہ چیز حرام ہوگی..... حالانکہ دوسری جگہ وہ سبب موجود، مگر حکم ممانعت مفقود ہے۔ مثلاً
حصہ اول میں وجہ ناجوازی اہتمام و تداعی بتایا۔ اگر واقعی یہ سبب نادرست ہونے کا ہے، تو چاہیے کہ مدرسہ دیوبند و سہارنپور و
دیگر مدارس و ہا بیہ کے سالانہ جلسے دستار بندی کے بھی نادرست ہوں۔ کیوں کہ ان میں اہتمام اور تداعی اس سے بہت زیادہ ہوتا
ہے، جس قدر لوگ مجلس مولود شریف میں اہتمام کرتے ہیں۔ مگر کیا کسی دیوبندی مولوی خواہ مولوی رشید احمد صاحب، یا اور کسی
نے ان جلسوں کو روکا؟ ان کی ممانعت کا فتویٰ دیا؟ نہیں دیا تو کیوں؟ جب کہ سبب ممانعت یعنی اہتمام و تداعی موجود ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۸۴ پر ایک سوال کے جواب میں ہے۔

یہ محفل چونکہ زمانہ فخر عالم علیہ السلام میں اور زمانہ صحابہ اور زمانہ تابعین اور تبع تابعین اور زمانہ مجتہدین میں نہ تھی لہذا یہ مجلس
بدعت ضلالت ہے۔

معلوم ہوا کہ جو چیز خیر القرون میں نہ ہو وہ بدعت و ضلالت ہوتی ہے۔ مگر بہت چیزوں کے لیے یہ تسلیم ہے کہ خیر القرون میں نہیں، پھر بھی بدعت ضلالہ نہیں کہتے۔ مثلاً
فتاویٰ رشیدیہ حصہ اولہ پر ہے۔

سوال :- صوفیہ کرام کے یہاں جو اکثر اشغال اور اذکار مثل رگ کیماس کا پکڑنا، اور ذکرارہ اور حلقہ برقبور نہیں بلکہ ویسی ہی، اور جس دم وغیرہ جو قرونِ ثلاثہ سے ثابت نہیں بدعت ہے یا نہیں؟
اس کا جواب مجلس میلاد کے جواب کے طریقے پر بعینہ یہی ہونا چاہئے۔۔۔۔۔ یہ اذکار و اشغال چونکہ زمانہ فخر عالم علیہ السلام میں اور زمانہ صحابہ اور زمانہ تابعین اور تبع تابعین اور زمانہ مجتہدین نہ تھے۔ لہذا یہ اذکار و اشغال بدعت ضلالت ہیں۔
مگر اس میں مشیخت مآبی ہی ختم ہو جاتی تھی، اس لیے اس کا جواب لکھا:

جواب :- اشغال صوفیہ بطور معالجہ کے ہیں۔ اس کی اصل نصوص سے ثابت۔ جیسا اصل علاج ثابت ہے، مگر شربت بنفشہ حدیث صریح سے ثابت نہیں۔ ایسا ہی سبب اذکار کی اصل ہیئت ثابت ہے۔
کیا اس اصول پر مجلس میلاد شریف کا جواب نہیں ہو سکتا تھا؟ کہ مجلس میلاد شریف ذکر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اس لیے کرنا چاہیے۔

نیز اسی حصہ کے ص ۱۱ پر تیسواں سوال ہے۔

کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرنا قرونِ ثلاثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں؟
جو جواب مجلس مولود شریف کا دیا بعینہ، اس سوال کا بھی جواب ہو سکتا ہے کہ مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرنا، قرونِ ثلاثہ میں نہ تھا۔ بلکہ بخاری شریف بھی قرونِ ثلاثہ میں نہ لکھی گئی۔ اس لیے اس کی جمع و ترتیب اور اس کا ختم سب بدعت ضلالت ہے۔

مگر اس کا جواب لکھا۔

قرونِ ثلاثہ میں بخاری تالیف نہیں تھی مگر اس کا ختم درست ہے۔

معلوم ہوا کہ قرونِ ثلاثہ میں نہ ہونا بدعت ضلالت کا سبب صرف مجلس مولود کے لیے ہے، کہ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا جائے۔ ورنہ بخاری کا ختم بھی بدعت ہوتا۔ بلکہ حدیث شریف میں قرآن شریف کے سوا احادیث لکھنے کی ممانعت وارد ہے، اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے بخاری کی جمع و ترتیب ہی کو بدعت ضلالت، ہادم و مخالف سنت بتاتے۔ مگر یہ ساری بدعت مجلس مولود کے لیے ہے۔

کیسے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا

تیرا ہی دل نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

کبھی کسی ہیأت کذائی کا عذر گڑھتے ہیں کہ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو خیر القرون میں تھا، مگر اس ہیأت کذائی کے ساتھ نہ تھا۔ اس لیے بدعت ضلالت ہے۔ یہ عذر بھی محض ننگ ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۸ پر ایک سوال ہے۔

اس صورت کی مساجد اور مدارس اور طرزِ تعلیم قرونِ ثلاثہ میں نہیں تھا بلکہ یہ محض نئی صورت ہے تو اس کا بدعت نہ ہونا کیا

سبب؟

خدا اگر حیا دیتا تو ان کے اصول پر جواب صاف تھا، کہ مساجد و مدارس کی یہ صورت اور طرزِ تعلیم موجود قرونِ ثلاثہ میں نہ تھا۔

اس لیے بدعت ضلالت ہے۔

مگر اس کا جواب لکھا کہ:

مسجد کی کوئی صورت شرع میں مقرر نہیں، جیسی چاہے، بنائے۔ علیٰ ہذا مدرسہ کی کوئی صورت معین نہیں، مکان ہو، اس کا ثبوت

حدیث سے ہے اور کسی صورت خاصہ کو ضرور جانتا بدعت ہوگا۔

حالانکہ ہر آنکھ والا دیکھ کر جان سکتا ہے کہ مساجد تمام ایک ہی ہیأت و صورت کی بنتی ہیں اور مجلس مولود شریف کی ہرگز کوئی

ہیأت نہیں۔ مگر مجلس مولود شریف کو تو ہیأت کذائی کا الزام لگا کر بدعت و ضلالت قرار دیا اور جس کی ہیأت کذائی پر تعامل بلا دوام صار

وہ جائز رہی۔ اس لیے کہ مکان ہے۔ اسی طرح قیام میلاد کی ممانعت اور اس کی مخالفت پر ساری قوت علمی صرف کر دی جاتی ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص ۳۸، ۳۹ پر ہے۔

اور قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے۔

نیز ص ۱۲ پر ہے۔

وقت میلاد شریف کے کھڑا ہونا قرونِ ثلاثہ میں کہیں ثابت نہیں ہوتا۔

پس یہی حجت اس کے بدعت غیر اصل ہونے کو کافی ہے۔

یہ زور قلم اور علم کا سارا نچوڑ ان بزرگ کا ہے، جن کی صفت میں تذکرۃ الرشید حصہ اول ۸۷ پر مولوی عاشق الہی صاحب

یوں نغمہ سرا ہیں۔

حجت اللہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے سلسلہ روحانی کا سچا جانشین، جس وقت مسند خلافت کا صدر نشین ہوا، حق تعالیٰ کے غیبی

فرشتوں نے منادی پھیر دی، اور اطراف ہند برہما و سندھ، یورپ و بنگال، پچھم و پنجاب، مدراس و وکن، برار و ممالک متوسطہ

کابل و افغانستان کے بلاد متفرقہ میں ایک کھل بل مچ گئی۔ گروہا گروہ طلبہ گنگوہ میں آنے لگے۔ آپ کے پاس پندرہ بیس سے

لے کر ستر اسی تک کا ہر برس مجمع ہوتا تھا اور یہ کوئی دو چار سال تک کا تدریسی تجربہ نہیں، بلکہ ۱۲۶۵ھ سے لے کر ۱۳۱۲ھ کے شروع

تک جس کی مدت ایک کم پچاس سال ہوتی ہے، علمی خدمتوں کا ذخیرہ ہے۔

پھر ص ۸۹ پر آپ کے جملہ کمالات کا خلاصہ ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

آپ کی قوت اجتہاد، قابلیت استنباط، خوبی تطبیق و ارتباط، جودت ذہن، اتقان و عدالت، حافظہ و ثبات، تقدس و تجر، تقاری و سلاست بیانی، فراست و ہمدانی، حلم و رفق، لطف و شفقت، خندہ روی و کرم گستری، مسکین نوازی اور طلبہ کی گستاخ و بے جا حرکات پر صبر تحمل، غرض جو ادا تھی، وہ حق بنی کے بار آور درخت کا پھل، اور بخاری وقت ہونے کی حیثیت سے تحدیث کے سدا بہار گلاب کا پھول تھی۔

ص ۹۰ پر طلبہ کے ساتھ اخلاق اور ایک چیز کو بار بار سمجھانے کا ایک واقعہ یہاں لکھا ہے:-

ایک مرتبہ درس ہو رہا تھا قاری قرأت کر رہا تھا کہ کسی مقام پر عطارہ کا لفظ آیا، چونکہ قرأت کرنے والا لفظ کے معنی سمجھ ہوئے اور مادہ اشتقاق یعنی عطر جانے ہوئے تھا، اس لیے بے تکان پڑھتا چلا گیا۔ برابر میں ایک طالب علم ولایتی بیٹھا ہوا تھا جو اس لفظ کے معنی نہ سمجھا اس نے بے چارے قرأت کنندہ ہم جماعت طالب علم کے زور سے کہنی ماری، اور کہا ٹھہرو، ہم نہیں سمجھا اور حضرت کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا۔ عطارہ معنی چہ؟ آپ نے فرمایا: زوجہ عطر فرسندہ۔ حضرت کی زبان سے جواب کا ختم ہوتا تھا کہ قاری نے پھر قرأت شروع کر دی۔ بے چارہ ولایتی اب بھی نہ سمجھا، دوبارہ پھر کہنی ماری، اور حضرت سے دریافت کیا۔ مولانا عطارہ معنی چہ؟ ہم نہیں سمجھا۔ آپ نے فرمایا: عطر فروش کی بیوی۔ پھر قاری نے قرأت شروع کی۔ تیسری مرتبہ پھر ولایتی نے کہنی ماری، اور تیز نظر سے دیکھ کر کہا۔ ٹھہرو، ہم نہیں سمجھا عطارہ کا معنی۔ اس مرتبہ حضرت امام ربانی نے اونچی آواز سے جواب دیا ”عطر بیچنے والا کا جوڑو“ اس وقت ولایتی خوش ہوا اور کہا ہاں سمجھا۔ ہاں بھائی چلو۔

میں ”تذکرۃ الرشید“ کا ایک دن یہ صفحہ دیکھ رہا تھا کہ میرے ایک دوست تشریف لائے، اور اس جگہ دیکھنے لگے۔ بولے کہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ولایتی جس کی مادری زبان فارسی ہے، وہ ”زوجہ عطر فرسندہ“ نہیں سمجھا اور ”عطر بیچنے والے کا جوڑو“ سمجھ گیا۔ میں نے کہا: اتنے بڑے مولوی نے لکھا، اور وہ بھی اپنے استاد اور پیر کے متعلق، اس میں شک کرنے کی کیا گنجائش؟ رہی مادری زبان، تو اگر اس کی مادری زبان میں سمجھایا جاتا تو وہ ضرور سمجھ جاتا۔ اس کے یہاں تو ”زوجہ عطر فروش“ بولا جاتا ہو گا وہ تو ”زوجہ عطر فرسندہ“ سن کر گھبرایا ہو گا، کہ اسم فاعل پر پھر یہ ڈبل علامت کیسی؟ جس طرح قتیل نے ایران میں ایک شخص کو گھوڑے پر آتے ہوئے دیکھ کر کمال فارسی کا ثبوت دینے کے لیے کہا کہ ”شخصے براسپ سواری آید“۔ ان لوگوں کو حیرت ہوئی، اور منہ ٹکنے لگے۔ جب کسی ایرانی لڑکے نے کہا، ”سوارے می آید“۔ وہ لوگ مسرور ہو گئے۔

خیر! بہر کیف بات بہت دور جا پہنچی۔ اصل غرض یہ تھی کہ ان کے یہاں قیام میلاد کسی دلیل سے ثابت نہیں، اس لیے بدعت ہے۔ حالانکہ مدارس اسلامیہ کا ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ جب آیہ کریمہ ورفعننا لک ذکرک ۰ نازل ہوئی۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدائے تعالیٰ بعد سلام فرماتا ہے: اے میرے پیارے! تم جانتے ہو میں نے کس طرح تمہارا ذکر بلند کیا؟ ارشاد ہوا: اللہ اعلم۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ جبریل امین علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے: جعلتک ذکر امن ذکری فمن ذکرک فکانما ذکرنی ○ میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا ہے، تو جس نے تمہارا تذکرہ کیا اس نے میرا ذکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے تین طریقے قرآن شریف میں ذکر فرمائے ہیں۔ الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً و علیٰ جنوبہم ○ یعنی اولوالالباب، عقل والے، وہ لوگ ہیں، جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر، اور لیٹ کر۔

اور ظاہر ہے کہ لیٹ کر ذکر دو ہی وقت ہے۔ یا تو انسان بیمار ہو، یا وہ اذکار جو سونے کے وقت پڑھے جاتے ہیں۔ باقی حالتوں میں ذکر کی دو ہی صورت ہے۔ قیاماً و قعوداً..... ہو سکتا ہے کہ مولود شریف یعنی ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ ذکر الہی ہے، پورا کا پورا کھڑے ہو کر پڑھا جائے۔ لیکن اس وقت صرف قیاماً پر عمل ہوگا، قعود پر عمل نہ ہوگا..... اور یہ بھی ممکن ہے کہ صرف بیٹھ کر ہی تمام ذکر کیا جائے، ایک منٹ کے لیے قیام نہ کیا جائے۔ مگر اس صورت میں صرف قعوداً پر عمل ہوگا، قیاماً پر عمل نہ ہوگا اور مقصود دونوں پر عمل ہے۔ اس لیے بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور تھوڑی دیر کے لیے کھڑے ہو کر صلاۃ و سلام عرض کرتے ہیں۔ تاکہ قیاماً قعوداً دونوں پر عمل ہو۔

بات بہت صاف اور واضح ہے۔ لیکن وہی حضرات نے اس صاف اور سیدھی بات کو ایک چیتاں اور معمہ بنا رکھا ہے۔ اس لیے علمائے کرام اہل سنت اپنے اپنے زمانوں میں مسئلہ مولود شریف و قیام پر روشنی ڈالتے آئے، اور کتابیں تصنیف کرتے رہے۔

اعلیٰ حضرت کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ نقی علی خان صاحب قدس سرہ نے بھی ایک ضخیم رسالہ بنام اذاقۃ الآثام لمانعی عمل المولد و القیام تصنیف فرمایا۔ جس پر اعلیٰ حضرت نے ایک نہایت ہی نفیس حاشیہ بنام رشاقۃ الکلام فی حواشی اذاقۃ الآثام تحریر فرمایا۔ جس پر کلام بعد کو آئے گا اور خاص مسئلہ قیام میلاد میں زیر تبصرہ رسالہ اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تھامہ تصنیف فرمایا۔

یہ رسالہ ۴۶ صفحات کا ہے۔ رام پور سے ۱۲۹۹ھ میں ایک استفتاء آیا تھا جس میں بہت سے سوالات تھے اور انہیں سوالات کثیرہ کے ضمن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ:

مجلس میلاد میں قیام وقت ذکر ولادت حضور خیر الانام علیہ افضل الصلاۃ و السلام کیسا ہے؟ بعض لوگ اس قیام سے انکار رکھتے ہیں، اور اسے بدیں وجہ کہ قرونِ ثلاثہ میں نہ تھا، بدعت سیئہ و حرام سمجھتے، اور کہتے ہیں۔ ہمیں صحابہ و تابعین کی سند چاہئے، ورنہ ہم نہیں مانتے۔ ان کے ان اقوال کا کیا حال ہے؟ بینواتو جروا۔

اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں پہلے حمد و نعت تحریر فرمایا، جو براعت استہلال پر مشتمل ہے۔ پھر تحریر فرمایا کہ:

دو مقام واجب الاعلام ہیں۔

اولاً:- اس قیام مبارک کا اپنے طور پر کتب و فتاویٰ علائقہ دست اسرارہم سے حکم بیان کرنا، جس سے بعونہ تعالیٰ

موانعین کے لیے ایضاً حق و ازاحت باطل ہو، اور منصب فتویٰ اپنے حق کو واصل ہو۔

ثانیاً:۔ اس مغالطہ کا جواب دینا جو بالفاظ متقار بہ تمام اصاغر و اکابر مانعین میں رائج کہ یہ فعل قرونِ ثلاثہ میں نہ تھا، تو بدعتِ ضلالت ہوا۔ اس میں کچھ خوبی ہوتی تو وہی کرتے۔ اس فعل اور اس کے امثال امور نزاہیہ میں حضرات منکرین کی غایت سعی اسی قدر ہے۔ جس کی بنا پر اہل سنت و سوادِ اعظم ملت و ہزاراں ائمہ شریعت و طریقت کو معاذ اللہ بدعتی، گمراہ ٹھہراتے ہیں، اور مطلقاً خوفِ خدا و ترسِ روز جزا دل میں نہیں لاتے۔

مقام اول:۔ اللہ عزوجل نے شریعتِ غراء، بیضا، زہراء، عامہ، تامہ، کاملہ، شاملہ اتاری اور بجمہ تعالیٰ ہمارے لیے ہمارا دین کامل فرمادیا اور اس کے کرم نے اپنے حبیبِ اکرم حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں اپنی نعمت ہم پر تمام فرمادی۔

قال اللہ تعالیٰ: الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً (سورہ مائدہ، آیت ۳) آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند فرمایا۔

الحمد للہ! ہماری شریعتِ مطہرہ کا کوئی حکم قرآنِ عظیم سے باہر نہیں۔ امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حسبنا کتاب اللہ O ہمیں قرآنِ عظیم بس ہے۔ مگر قرآنِ عظیم کا پورا سمجھنا، اور ہر جزئیہ کا صریح حکم اس سے نکال لینا، عام کو نامقدور ہے۔ اس لیے قرآنِ عظیم نے دو مبارک قانون ہمیں عطا فرمائے۔

اول: ما اتکم الرسول فخذوه و ما نہکم عنہ فانتہوا O (سورہ حشر، آیت ۷) جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لو اور جس سے منع کریں باز رہو۔ خذو اصیغہ امر کا ہے اور امر و وجوب کے لیے ہے۔ تو پہلی قسم واجبات شرعیہ ہوئی..... اور فانتہوا انہی ہے اور نہی منع فرمانا ہے۔ یہ دوسری قسم ممنوعات شرعیہ ہوئی۔

حاصل یہ کہ اگرچہ قرآن مجید میں سب کچھ ہے مگر امت اسے بے نبی کے سمجھائے نہیں سمجھ سکتی۔ ولہذا فرمایا: و أنزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم O (سورہ نحل، آیت ۱۰۴) اے محبوب! ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ تم لوگوں کے لیے بیان فرمادو جو کچھ ان کی طرف اترا ہے۔

دوم: فاسئلوا اہل الذکر ان کتہم لا تعلمون O (سورہ انبیاء، آیت ۷) علم والوں سے پوچھو جو تمہیں نہ معلوم ہو۔ حوادث غیر متناہی ہیں۔ احادیث میں ہر جزئیہ کے لیے نام بنام تصریح اگر فرمائی بھی جاتی، ان کا حفظ و ضبط نامقدور ہوتا۔ پھر جو مدارج عالیہ مجتہدان امت کے لیے ان کے اجتہاد پر رکھے گئے، وہ نہ ملتے۔ نیز اختلاف ائمہ کی رحمت و وسعت نصیب نہ ہوتی۔ لہذا حدیث نے بھی جزئیات معدودہ سے کلیات حاویہ مسائل نامحدودہ کی طرف اشعار فرمایا۔ اس کی تفصیل و تفریع و تہاویل مجتہدین کرام نے فرمائی اور احاطہ تصریح نامتناہی کے تعذر نے یہاں بھی حاجت ایضاً مشکل و تفصیل مجمل و تقیید مرسل

باقی رکھی، جو قرآنِ مطہرہ فطیہ مشائخ کرام و علمائے اعلام کرتے چلے آئے۔ ہر زمانہ کے حوادث تازہ کے احکام اس زمانہ کے علمائے کرام، حاملانِ فقہ، حامیانِ اسلام نے بیان فرمائے اور یہ سب اپنی اصل ہی کی طرف راجع ہوئے، اور ہوتے رہیں گے۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تنزل طائفة من امتی ظاہرین علی الحق حتی یأتی امر اللہ (رواہ البخاری) صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ غلبہ کے ساتھ حق پر رہے گا یہاں تک کہ حکم الہی آئے۔

جس کسی عالم نے اپنے سے پہلے زمانے کے کسی کلام کے اجمال کی تفصیل کی ہے، وہ اسی نور سے ہے، جو صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے ملا ہے۔ تو حقیقت اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا احسان امت پر ہے کہ علما کو یہ استعداد عطا فرمائی، جس سے انہوں نے مجمل کلام کی تفصیل کی۔ یوں ہی ہر طبقہ ائمہ کا بعد والوں پر احسان ہے۔ اب یہیں دیکھئے کہ کتب ظاہر الروایہ اور نوادرائمہ تھیں۔ پھر کتب تو ازل و واقعات تصنیف فرمائی گئیں۔ پھر متون و شروح و حواشی و فتاویٰ و فتاویٰ تصنیف ہوتے رہے اور ہر آئندہ طبقہ نے گزشتہ پر اضافے کیے، اور مقبول ہوتے رہے۔ کہ سب اسی اجمال قرآن و سنت کی تفصیل ہے۔

نصاب الا نساب، و فتاویٰ عالمگیریہ زمانہ سلطان عالمگیر انار اللہ تعالیٰ برہانہ کی تصنیف ہیں۔ ان میں بہت ان جزئیات کی تصریح ملے گی، جو کتب سابقہ میں نہیں کہ وہ جب تک واقع ہی نہ ہوئے تھے، اگر کوئی شخص ان کی نسبت کہے کہ صحابہ و تابعین سے اس کی تصریح دکھاؤ، خاص امام اعظم و صاحبین کا نص لاؤ، تو وہ یا احمق و مجنون ہے، یا گمراہ مغتوں۔ پھر عالمگیری کے بہت بعد اب قریب زمانہ کی کتابیں: فتاویٰ اسعدیہ، و فتاویٰ حامدیہ، و طحطاوی علی العسد، و طحطاوی علی مراقی الفلاح، و عقود العسدیہ، و رد المختار، و رسائل شامی و غیرہا کتب معتمدہ ہیں کہ تمام حنفی دنیا میں ان پر اعتماد ہو رہا ہے۔

دواؤل کے سوا، یہ سب تیرہویں صدی کی تصنیف ہیں۔ مانعین بھی ان سے سندیں لاتے ہیں۔ ان میں صد ہا وہ بیان ملیں گے، جو پہلے نہ تھے اور مانعین کے یہاں تو فتاویٰ شاہ عبدالعزیز صاحب، بلکہ مائة مسائل و اربعین تک پر اعتماد ہو رہا ہے۔ کیا ”مائة مسائل“ و ”اربعین“ کے سب جزئیات کی تصریح صحابہ و تابعین و ائمہ تو بہت بالا ہیں، عالمگیری و رد المختار تک کہیں دکھا سکتے ہیں؟

اب ان کے بعد ریل، تار برقی، نوٹ، منی آرڈر، فونو گراف وغیرہ وغیرہ ایجاد ہوئے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ صحابہ و تابعین یا امام ابوحنیفہ یا نہ سہی، ہدایہ و درمختار، یا یہ بھی نہ سہی، عالمگیری و طحطاوی و رد المختار، یا سب جانے دو، شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتاویٰ میں دکھاؤ۔ تو اسے مجنون سے بہتر اور کیا لفظ کہا جاسکتا ہے؟

خطبہ میں ذکر عمین شریفین حادث ہے۔ مگر جب سے حادث ہے، علمائے اس کے مندوب ہونے کی تصریح فرمائی۔

در مختار میں ہے: یندب ذکر الخلفاء الراشدين و العمین.....

اذان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ و سلام عرض کرنا جس طرح حرمین طہین میں رائج ہے۔

در مختار میں فرمایا: التسلیم بعد الاذان حدث فی ربيع الآخر سنة سبع مائة و احدى و ثمانین فی عشاء لیلۃ للاثین ثم یوم الجمعة بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیها مرتین فهو بدعة حسنة.....

کتب میں اس کے صد ہا نظائر ملیں گے۔ اس وقت کے علمائے دین معتمدین سے ان کے جزئیہ کی تصریح مل سکتی ہے؟ مجلس میلاد مبارک و قیام کو جاری ہوئے بھی صد ہا سال ہوئے۔ مگر صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کے کلام میں ان کے نام کی تصریح مانگنی، اسی جنون پر مبنی ہوگی۔ ان پر انہیں علمائے کرام کی تصریحات سے استناد ہوگا، جن کے زمانہ میں ان کا وجود تھا۔ جیسے مجلس مبارک کے لیے امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی، و امام خاتم الحفاظ جلال الدین السیوطی، و امام احمد خطیب قسطلانی وغیرہم اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ، جن کے نام و کلام کی تصریح بارہا کر دی گئی۔

یوہیں مسئلہ قیام میں ان علمائے کرام کی سند لی جائے گی، جن کا ذکر شریف آتا ہے۔ وبالله التوفیق بحمد اللہ تعالیٰ موافقین اہل حق و انصاف و دین کے لیے یہ کافی ہوگا۔ رہا مخالفین کا انکار، ان کی کیا پرواہ؟ وہ اور ہی کسے مانتے ہیں کہ ان علمائے کرام کو مانیں۔ مولیٰ عزوجل توفیق دے۔ تو یہاں منصف غیر متعصب کے لیے اسی قدر کافی کہ:

یہ فعل مبارک یعنی قیام وقت ذکر و لاوت حضور خیر الانام علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلاة و السلام صد ہا سال سے بلاد اسلامیہ میں رائج و معمول، اور اکابر ائمہ دین میں مقرر و مقبول۔ شرع میں اس سے منع مفقود، اور بے منع شرع منع مردود۔ ان الحکم الا اللہ O و انما الحرام ما حرم اللہ و ما سکت عنه فهو عفو من اللہ۔ علی الخصوص حرمین طہین مکہ معظمہ و مدینہ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علی منورہما و باریک وسلم کہ مبدء و مرجع دین و ایمان ہیں۔ وہاں کے اکابر علماء و مفتیان مذاہب اربعہ، مدتہامت سے اس فعل کے قائل و عامل و قائل ہیں۔ ائمہ معتمدین نے اسے حرام نہ فرمایا۔ بلکہ بلاشبہ مستحسن و مستحب ٹھہرایا۔

علامہ جلیل الشان علی بن برہان الدین طہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیرت مبارکہ انسان العیون میں تصریح فرمائی

کہ یہ قیام بدعت حسنة ہے، اور ارشاد فرماتے ہیں۔

قد وجد القیام عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من عالم الامۃ و مقتدی الائمة دینا

وورعاتی الدین السبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و تابعہ علی ذالک مشائخ الاسلام فی عصرہ

فقد حکى بعضهم ان الامام السبکی اجتمع عنده جمع کثیر من علما عصرہ فانشد فیہ قول

الصرصری فی مدحہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

قیل لمدح المصطفیٰ الخط بالذهب
 علی فضة من خط احسن من کتب
 وان ینهض للاشراف عند سماعه
 قیاما صفوفا او جثیا علی الרכب

ف عند ذلک قام الامام السبکی و جمیع من فی المجلس فحصل انس کثیر بذالک المجلس و کفی
 بذالک فی الاقتداء..... بے شک وقت ذکر نام پاک حضور سید الانام علیہ افضل الصلاة والسلام قیام کرنا، امام تقی الملتہ
 والدین سبکی رحمة الله تعالیٰ علیہ سے پایا گیا، جو اس امت مرحومہ کے عالم اور دین و تقویٰ میں اماموں کے امام ہیں اور اس
 قیام پر ان کے معاصرین ائمہ شیخ الاسلام ابو نصیر عبد الوہاب ابن ابی الحسن تقی الملتہ والدین سبکی نے طبقات کبریٰ میں نقل فرمایا کہ
 امام سبکی کے حضور ایک جماعت کثیر اس زمانہ کے علما کی مجتمع ہوئی، اس مجلس میں کسی نے امام صرصری کے یہ اشعار نعت حضور سید
 الابرار صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑھے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مدح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ بھی تھوڑا ہے کہ جو سب سے اچھا
 خوشنویس ہو اس کے ہاتھ سے چاندی کے پتھر پر سونے کے پانی سے لکھی جائے اور جو لوگ شرف دینی رکھتے ہیں، وہ ان کی نعت
 سن کر صف باندھ کر سر و قد یا گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جائیں۔ ان اشعار کے سنتے ہی حضرت امام سبکی و جملہ علمائے کرام
 حاضرین مجلس مبارک نے قیام فرمایا اور اس کی وجہ سے اس مجلس میں نہایت انس حاصل ہوا۔ علامہ جلیل حللی رحمة الله تعالیٰ
 علیہ فرماتے ہیں، اسی قدر پیروی کے لیے کفایت کرتا ہے۔ اھ۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے گیارہ علمائے کرام اور عارف باللہ سید سند مولانا جعفر برزنجی قدس سرہ العزیز
 کی کتاب عقد الجوہر فی مولد النبی الازھر..... فاضل اجل سیدی جعفر بن اسمعیل علوی مدنی کی کتاب شرح
 الکوکب علی عقد الجوہر..... فقیہ محدث مولانا عثمان بن حسن دمیاطی جو رسالہ اثبات قیام میں دلائل ذکر کر کے
 فرماتے ہیں۔ فاستقید من مجموع ما ذکرنا استحباب القیام له صلی اللہ تعالیٰ وسلم یعنی ان سب دلائل سے
 ثابت ہوا کہ ذکر ولادت شریفہ کے وقت قیام مستحب ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔

پھر ارشاد فرمایا: قد اجتمعت الامة المحمدیة من اهل السنة و الجماعة علی استحسان القیام المذکور وقد
 قال صلی اللہ تعالیٰ: وسلم لا تجتمع امتی علی الضلالة۔ بے شک امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل سنت و
 جماعت کا اجماع و اتفاق ہے کہ یہ قیام مستحسن ہے اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”میری امت گمراہی پر جمع نہیں
 ہوتی“..... امام علامہ مدنی، علامہ زید کے رسالہ میلاد..... خاتمة الحمدین زین الحرم، عین الکرم، مولانا سید احمد زین دحلان کی
 قدس سرہ اہل سنت کی کتاب مستطاب الدر السنیہ فی الروای علی الوہابیہ..... شیخ مشائخنا، خاتمة المحققین، امام العلماء، سید المدرسین،
 مفتی الحنفیہ بکۃ الحمیہ سیدنا علامہ جمال بن عبد اللہ بن عمر کی کے فتاویٰ..... اور علامہ انباری کی کتاب مورد الظمان کی عبارتیں

ثبوت قیام وقت ذکر ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نقل فرمائیں، جن میں سے تین عبارتیں بطور نمونہ اس جگہ نقل کی گئیں۔

اس کے بعد گیارہ فتاویٰ علمائے کرام کے، ثبوت قیام میلاد شریف میں نقل فرمایا۔

اول: فتویٰ مولانا جمال عمر حنفی، جس پر مولانا صدیق بن عبدالرحمن کمال حنفی، اور علامہ الوری علم الہدی مولانا سید سند زین دحلان شافعی نے بھی موافقت فرمائی۔

دوسرا: فتویٰ مولانا حسین بن ابراہیم مکی مالکی مفتی مالکیہ کا۔

تیسرا: فتویٰ مولانا محمد بن یحییٰ حنبلی مفتی حنابلہ کا ذکر فرمایا۔ جس میں فرماتے ہیں: نعم يجب القيام عند ذکر ولادته صلی اللہ تعالیٰ وسلم اذ یحضر روحانیتہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم فعند ذلك يجب التعظیم و القيام ہاں ذکر ولادت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قیام ضرور ہے کہ روح اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوتی ہے تو اس وقت تعظیم و قیام لازم ہوا۔

چوتھا: فتویٰ مفتی حنفیہ مولانا عبداللہ بن محمد حنفی کا۔

پانچواں: فتویٰ شیخ مشائخنا مولانا الامام سراج العلماء عبداللہ سراج مکی مفتی حنفیہ کا۔

چھٹا: فتویٰ عمر بن ابی بکر شافعی کا۔

ساتواں: فتویٰ علمائے حرین محترمین، جس پر مفتی مکہ معظمہ مولانا محمد بن حسین کتبی حنفی، اور رئیس العلماء شیخ المدرسین مولانا جمال حنفی، اور مفتی مالکیہ مولانا حسین بن ابراہیم مکی، اور سید محققین مولانا احمد بن زین شافعی، اور مدرس مسجد نبویہ مولانا محمد بن محمد عرب شافعی، اور مولانا عبدالکریم بن عبدالحکیم حنفی مدنی، اور فقیہ جلیل مولانا عبدالجبار حنبلی بصری نزہل مدینہ منورہ، اور مولانا ابراہیم بن محمد خیار حسینی شافعی مدنی کی مہریں ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: اصل فتویٰ مزین بخطوط و مواہیر علماء مدو حین فقیر نے پچشم خود دیکھا اور مدتوں فقیر کے پاس رہا، جس میں کثیر مسائل متنازع فیہا پر بحث فرمائی ہے، اور بدلائل باہرہ مذہب و ہابیت کو سراسر مردود و باطل ٹھہرایا ہے۔

آٹھواں: فتویٰ حضرات علمائے مدینہ منورہ کا، آخر روضۃ النعیم میں طبع ہوا ہے۔ اس فتویٰ پر مولانا عبدالجبار، اور ابراہیم بن

خیار وغیرہ تائیں علمائے کرام کی مہریں ہیں۔

نواں: فتویٰ علمائے مکہ معظمہ، جس میں میلاد و قیام کا استحباب علمائے سلف سے نقل کر کے فرماتے ہیں: فالمنکر لہذا

مبتدع بدعة سیئة مذمومة لانکارہ علی شنی حسن عند اللہ و المسلمین۔ یعنی پس مجلس میلاد و قیام کا منکر

بدعتی ہے، اور اس منکر کی بدعت سید مذمومہ ہے کہ اس نے ایسی چیز پر انکار کیا جو خدا و اہل اسلام کے نزدیک نیک تھی۔

اس فتویٰ پر حضرت سید العلماء احمد دحلان مفتی شافعیہ، و جناب مستطاب شیخنا و برکتنا سراج الفطلا مولانا عبدالرحمن سراج

مفتی حنفیہ، مولانا حسن مفتی حنابلہ، و مولانا محمد شرفی مفتی مالکیہ و نیز ہم پینتالیس علماء کی مہریں ہیں۔

دسواں: فتویٰ علمائے جدہ میں، مجیب اول مولانا باصر بن علی بن احمد مجلس میلاد اور اس میں قیام و تعیین یوم و تزئین مکان و استعمال خوشبو و قرأت قرآن و اظہار سرور و اطعام طعام کی نسبت فرماتے ہیں: بہذہ الصورة المجموعة من الاشياء المذکورة بدعة حسنة مستحبة شرعاً لا ینکرھا الامن فی قلبہ شعبة من شعب النفاق و البغض له صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کیف یسوغ له ذالک مع قوله تعالیٰ: و من یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب O جس مجلس میں یہ سب باتیں کی جائیں وہ شرعاً بدعت حسنہ مستحبة ہے۔ جس کا انکار نہ کرے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق کی شاخوں سے ایک شاخ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت ہے اور یہ انکار اسے کیوں کر روا ہوگا حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ”جو خدا کے شعائروں کی تعظیم کرے، تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔“

اس پر مولانا عیاض بن جعفر صدیق، مولانا احمد قنوج، مولانا محمد بن سلیمان، مولانا احمد جلیس، مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی تصدیقات و تحریرات ہیں۔ و نص عبارة مولانا احمد جلیس هكذا ”الحمد لله و کفی والصلاة علی المصطفى نعم ذکر و لادة النبی صلی اللہ علیہ وسلم و معجزاته و حلینہ و الحضور لسماعہ و تزین المكان و رش ماء الورد و البخور بالعود و تعیین الیوم و القيامة عند ذکر ولادته صلی اللہ علیہ وسلم و اطعام الطعام و تقسیم التمر و قراء شنی من القرآن کلھا مستحبة بلا شک و ریب و اللہ تعالیٰ اعلم بالغیب . خدا کو حمد ہے اور وہ کافی ہے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود۔ ہاں معجزات و حلینہ شریفہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا، اور اس کے سننے کو حاضر ہونا، اور مکان سجانا، اور گلاب چھڑکنا، اور اگر بتی سلگانا، اور دن مقرر کرنا، اور ولادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قیام کرنا، اور کھانا کھلانا، اور خرے باٹنا، اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھنا، بلا شک و شبہ مستحب ہے۔ مولانا محمد صالح نے لکھا: امة النبی صلی اللہ تعالیٰ وسلم من العرب و المصر و الشام و الروم و الاندلس و جمیع بلاد الاسلام مجتمع و متفق علی استجابہ و استحسانہ، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت عرب و مصر و شام و روم و اندلس و تمام بلاد اسلام سے اس کے استجاب و استحسان پر اجماع و اتفاق کیے ہوئے ہیں۔

گیارہواں فتویٰ: علمائے جدہ کا ہے جس میں مولانا یحییٰ بن اکرم تحریر فرماتے ہیں: الف فی ذالک العلما و حثوا علی فعلہ فقالوا لا ینکرھا الا مبتدع فعلی حاکم الشریعة ان یعزروه..... یعنی علمائے اس بارے میں کتابیں تالیف فرمائیں اور اس کے فعل پر رغبت دی اور فرمایا اس کا انکار نہ کرے گا مگر بدعتی تو حاکم شرع پر اس کی تعزیر لازم۔

اس فتویٰ پر مولانا علی شامی بن عبداللہ، مولانا علی طحان، مولانا محمد بن داؤد بن عبدالرحمن، مولانا محمد بن عبداللہ، مولانا احمد بن محمد خلیل، مولانا عبدالرحمن بن علی حضرمی کی تصدیقات و تصدیقات ہیں۔

اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: بالجملہ سردست اس قدر کتب و فتاویٰ و افعال و اقوال علماء و ائمہ سے اس قیام مبارک کے استحسان و استجاب کی سند صریح حاضر ہے۔ جس میں سو سے زائد ائمہ و علماء کی تحقیق و تصدیق روشن و ظاہر اور رسالہ غایۃ السمرام

میں علمائے ہند کے بھی فتوے چھپے ہیں، جن پر پچاس سے زیادہ مہر و دستخط ہیں۔

اب منصف انصاف کرے۔ آیا اس قدر علمائے مکہ معظمہ، و مدینہ منورہ، و جدہ، و حدیدہ، و روم، و شام، و مصر، و دمیاط و یمن، و زبید، و بصرہ و حضرموت، و حلب، و جیش، و برزنج، و برع، و کرد، و داغستان، و اندلس، و ہند کا اتفاق قابل قبول ارباب عقول نہ ہوگا؟ یا معاذ اللہ! یہ عمائد شریعت صدہا سال سے آج تک سب کے سب مبتدع و بد مذہب اور ایک بدعت ضلالت کے مستحب و مستحسن ماننے والے ٹھہریں گے؟

تقصیب نہ کیجیے تو ہم ایک تدبیر بتائیں۔ ذرا اپنے دل کو خیالات میں و آں سے رہائی دیجیے اور آنکھیں بند کر کے گردن جھکا کر یوں دل میں مراقبہ کیجیے کہ گویا یہ سینکڑوں اکابر سب کے سب ایک وقت میں زندہ موجود ہیں، اور اپنے اپنے مراتب عالیہ کے ساتھ ایک مکان عالی شان میں جمع ہوئے ہیں اور ان کے حضور مسئلہ قیام پیش ہوا ہے اور ان سب عمائد نے یک زبان ہو کر باواز بلند فرمایا ہے: بیشک مستحب ہے۔ بے شک مستحب ہے۔ وہ کون ہے جو اسے منع کرتا ہے، ذرا ہمارے سامنے آئے..... اس وقت ان کی شوکت و جبروت کو خیال کیجیے، اور مشیت چند مانعین ہندوستان میں ایک ایک کا منہ چراغ لے کر دیکھئے کہ ان میں سے کوئی بھی اس عالی شان مجمع میں جا کر ان کے حضور اپنی زبان کھول سکتا ہے اور یوں تو

چو شیراں برقند از مرغزار - ز ندروبہ لنگ لاف شکار

جسے چاہے کہہ دیجیے وہ کیا تھے، ہم ان کی کب مانتے ہیں، ان کا قول کیا حجت ہو سکتا ہے؟ نعوذ باللہ منہ۔

مقام دوم:- اس مقام کی شرح و تفصیل مفصلی نہایت اطباء و تطویل۔ معہذا ہمارے علمائے عرب و عجم بحمد اللہ تعالیٰ اس سے فارغ ہو چکے کہ کوئی دقیقہ احقاق حق و ابطال باطل کا اٹھانہ رکھا۔ علی الخصوص حضرت حامی السنن ماجی الفتن سیدی و مولائی والدی و روح اللہ روح نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں وہ تحقیقات بدیعہ و تدقیقات مدیجہ ارشاد فرمائیں، جن کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ حق کے لیے نہیں، مگر غایت انجلا و بیان، اور باطل کو نصیب نہیں، مگر موت بے امان۔ والحمد للہ رب العالمین۔ لہذا فقیر یہاں چند اجمالی نکتوں پر برسبیل اشارہ و ایما اکتفا کرتا ہے۔

نکتہ اول:- اصل اشیا میں اباحت ہے۔ یعنی جس چیز کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت، اور اس کی برائی پر دلیل شرعی ناطق، وہی تو مذموم و ممنوع ہے۔ باقی سب چیزیں جائز و مباح رہیں گی۔ خاص ان کا ذکر جواز قرآن و حدیث میں منصوص ہو، یا ان کا کچھ ذکر نہ آیا ہو۔

تو جو شخص جس فعل کو ناجائز یا حرام یا مکروہ کہے، اس پر واجب کہ اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرے..... اور جائز و مباح کہنے والے کو ہرگز دلیل کی حاجت نہیں۔ کہ ممانعت پر کوئی دلیل نہ ہونا ہی جواز کی دلیل کافی ہے۔

جامع ترمذی، و سنن ابن ماجہ، و مستدرک حاکم میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: الحلال ما احل الله في كتابه و الحرام ما حرم الله في كتابه و ما سكت عنه فهو عفا یعنی حلال

وہ ہے، جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے، جسے خدا نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمایا وہ اللہ کی طرف سے معاف ہے۔ یعنی اس کے فعل پر کچھ مواخذہ نہیں۔

ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں: فیہ ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اصل سب چیزوں میں مباح ہونا ہے۔

لطف یہ کہ مولوی نذیر حسین صاحب سورج گڑھی دہلوی نے بھی فتوائے مصدقہ مہری دستخطی میں تصریح کی کہ: اودہ ہوش، بے عقل! خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جائز نہ کہنا اور بات ہے، اور ناجائز کہنا اور بات، یہ تو بتاؤ کہ تم جو ناجائز کہتے ہو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز کہاں کہا ہے؟

نکتہ دوم:۔۔۔ عموم و اطلاق سے استدلال زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آج تک علما میں شائع و ذائع ہے۔ یعنی جب ایک بات کو شرع نے محمود فرمایا، تو جہاں اور جس وقت اور جس طرح وہ بات واقع ہوگی، ہمیشہ محمود رہے گی۔ تا وقتیکہ کسی صورت خاصہ کی ممانعت خاص شرع سے نہ آجائے۔ مسلم الثبوت میں ہے: شاع و ذاع احتجاجہم سلفا و خلفا بالعمومات من غیر نکیر.....

یہاں تک کہ خود فتوائے مصدقہ مولوی نذیر حسین صاحب میں ہے۔ جب عام و مطلق چھوڑا تو یقیناً اپنے عموم و اطلاق پر رہے گا عموم و اطلاق سے استدلال برابر زمانہ صحابہ کرام سے آج تک بلا نکیر رائج ہے۔

اب سنیے! ذکر الہی کی خوبی شرع سے مطلقاً ثابت۔ قال اللہ تعالیٰ: واذکروا اللہ ذکراً کثیراً O خدا کو بہت یاد کرو۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء و اولیاء اللہ علیہم الصلاة و السلام کی یاد عین خدا کی یاد ہے کہ ان کی یاد تو اسی لیے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، یہ اللہ کے ولی ہیں۔ معہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد مجالس و محافل میں یونہی ہوتی ہے کہ حضرت حق تبارک و تعالیٰ نے انہیں یہ مراتب بخشے، یہ کمال عطا فرمایا..... اب چاہے اسے نعت سمجھ لو، یعنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہیں، جنہیں حق تعالیٰ نے ایسے ایسے درجے دیے۔ اس وقت یہ کلام آئیہ کریمہ: ورفع بعضہم درجت O کے قبیل سے ہوگا..... چاہے حمد سمجھ لو، یعنی ہمارا مالک ایسا ہے جس نے اپنے محبوب کو یہ رتبے بخشے۔ اس وقت یہ کلام آئیہ کریمہ: سبحان الذی اسرئ بعبدہ O و آئیہ کریمہ: هو الذی ارسل رسولہ بالہدی O کے طور پر ہو جائے گا۔

حق سبحانہ و تعالیٰ نبی کریم علیہ الصلاة و التسليم سے فرماتا ہے: ورفعتنا لک ذکرک O اور بلند کیا ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر۔ امام قاضی عیاض شفا شریف میں اس آئیہ کریمہ کی تفسیر سیدی ابن عطا سے یوں نقل فرماتے ہیں: جعلتک ذکر امن ذکری فمن ذکرتک ذکرتی یعنی میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا تو تمہارا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کیا۔ بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کر سکتا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد بعینہ خدا کی یاد ہے۔ پس بحکم اطلاق جس جس

طریقہ سے ان کی یاد کی جائے گی، حسن و محمود ہی رہے گی اور مجلس میلاد و صلاۃ بعد الاذان وغیرہا کسی خاص طریقے کے لیے ثبوت مطلق کے سوا کسی نئے ثبوت کی ہرگز حاجت نہ ہوگی۔ ہاں! جو کوئی ان طرق کو ممنوع کہے، وہ ان کی خاص ممانعت ثابت کرے۔ اسی طرح نعمت الہیہ کے بیان و اظہار کا ہمیں مطلقاً حکم دیا گیا۔ قال تعالیٰ واما بنعمة ربك فحدث O..... اور ولادت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام نعمتوں کی اصل ہے، تو اس کے خوب بیان و اظہار کا نص قطعی قرآن سے ہمیں حکم ہوا۔ علیٰ ہذا القیاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر مسلمان کا ایمان ہے اور اس کی خوبی قرآن عظیم سے ثابت۔ و تعزروه و توقروه O اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ تابعین و تبع تابعین تو درکنار خود قرآن عظیم سے مجلس و قیام کی خوبی ثابت ہے۔ والحمد لله رب العالمین۔

نکتہ سوم: ہم پوچھتے ہیں تمہارے نزدیک کسی فعل کے لیے رخصت یا ممانعت ماننا، اس پر موقوف کہ قرآن و حدیث میں خاص اس کا نام لے کر جائز کہا ہو، یا منع کیا ہو۔ یا اس کی کچھ حاجت نہیں، بلکہ کسی عام یا مطلق مامور بہ یا عام یا مطلق منہی عنہ کے تحت میں داخل ہونا کفایت کرتا ہے۔

بر تقدیر اول تم پر فرض ہوا کہ بالخصوص مجلس و قیام مجلس کے نام قرآن و حدیث سے حکم ممانعت دکھاؤ۔ بر تقدیر ثانی کیا وجہ کہ ہم سے خصوصیت کے ساتھ ثبوت مانگتے ہو، اور بآنکہ یہ افعال اطلاقات ذکر و تحدیث نعمت و تعظیم و توقیر نبی کے تحت میں داخل ہیں، جائز نہیں مانتے۔

نکتہ چہارم: حضرات مانعین سب کے سب اس مرض میں گرفتار کہ قرن و زمانہ کو حاکم شرع بنایا ہے۔ جو نئی بات کہ قرآن و حدیث میں بایں ہیئت کذائی کہیں اس کا ذکر نہیں، جب فلاں زمانہ میں ہو تو کچھ بری نہیں، اور فلاں زمانے میں ہو تو ضلالت و گمراہی۔ حالانکہ شرعاً و عقلاً کسی طرح زمانہ کو احکام شرع یا کسی فعل کی تحسین و تقیح پر قابو نہیں۔ نیک بات کسی وقت میں ہو نیک ہے اور برا کام کسی زمانہ میں ہو، برا ہے۔ آخر بلوائے مصر، و واقعہ کربلا، حادثہ حرہ، و بدعات خوارج، و شتاعات روافض، و خباثات نواصب، و خرافات معتزلہ و غیرہا امور شنیعہ، زمانہ صحابہ و تابعین میں حادث ہوئے، مگر معاذ اللہ وہ نیک نہیں ٹھہر سکتے اور بنائے تصنیف کتب، و تدوین علوم، و رد مبتدعین، و تعلیم و تعلم نحو و صرف، و طرق اذکار، و صور اشغال اولیائے سلاسل قدمست اسرارہم و غیرہا امور حسنہ، ان کے بعد شائع ہوئے، مگر عیاذاً باللہ اس وجہ سے بد نہیں قرار پاسکتے۔ بلکہ اس کا مدار نفس فعل کے حسن و قبح پہ ہے۔ جس کام کی خوبی صراحتاً یا اشارۃً قرآن و حدیث سے ثابت، وہ بے شک حسن ہوگا، چاہے کہیں واقع ہو اور جس کام کی برائی تصریحاً یا تلویحاً وارد، وہ بے شک قبیح ٹھہرے گا، خواہ کسی وقت میں حادث ہو۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:-

والبدعة ان كانت مما تدرج تحت مستحسن فهي حسنة وان كانت تدرج تحت مستقبح

فهي مستقبحة والافمن قسم المباح.....

یعنی بدعت اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے وہ اچھی ہے اور اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی برائی شرع سے ثابت ہے، وہ بری ہے اور جو دونوں میں سے کسی کے نیچے نہ داخل ہو تو وہ قسم مباح سے ہے۔ اسی طرح صدہا کا بر نے تصریح فرمائی۔

اب مجلس قیام وغیرہما امور متنازع فیہا کی نسبت تمہارا یہ کہنا کہ زمانہ صحابہ و تابعین میں نہ تھے، لہذا ممنوع ہیں، محض باطل ہو گیا۔

نکتہ پنجم: بڑی مستند، ان حضرات کی حدیث: خیر القرون قرنی ہے، اس میں بحمد اللہ ان کے مطلب کی بوجہ نہیں۔ حدیث میں تو صرف اس قدر ارشاد ہوا کہ میرا زمانہ سب سے بہتر ہے، پھر دوسرا، پھر تیسرا۔ اس کے بعد جھوٹ، خیانت، اور تن پروری اور خواہی نہ خواہی گواہی دینے کا شوق لوگوں میں شائع ہو جائے گا۔

اس سے یہ کب ثابت ہوا کہ ان زمانوں کے بعد جو کچھ حادث ہوگا اگرچہ کسی اصل شرعی یا عام مطلق مامور بہ کے تحت میں داخل ہو، شنیع و مذموم ٹھہرے گا۔ جو اس کے نبوت کا دعویٰ رکھتا ہو، بیان کرے کہ حدیث کے کون سے لفظ کا یہ مطلب ہے۔

نکتہ ششم: اگر کسی زمانہ کی تعریف اور اس کے مابعد کا نقصان احادیث میں مذکور ہونا، اسی کو مستلزم ہو کہ اس زمانہ کے محدثات خیر ٹھہریں، اور مابعد کے شر تو اکثر صحابہ و تابعین سے بھی ہاتھ اٹھا رکھیے۔ اخرج ابو نعیم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اتی ابی بکر اجله و عمر اجله و عثمان اجله فان استطعت ان تموت فمت یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب انتقال کر جائیں ابو بکر و عمر و عثمان تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ مر جائے تو مر جانا۔ اب تمہارے طور پر چاہیے کہ زمانہ پاک حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہما بلکہ صرف زمانہ شیخین (کہ طبرانی کی روایت کی وارد) اذا مات عمر فان استطعت ان تموت فمت جب عمر مر جائے تو اگر مر سکے تو مر جانا) رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک خیر رہے۔ پھر جو کچھ حادث ہوا، اگرچہ عین خلافت حقہ راشدہ امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم میں، وہ معاذ اللہ سبب شروقیج و مذموم و بدعت ضلالت قرار پائے۔ خدا ایسی بری سمجھ سے اپنی پناہ میں رکھے۔

نکتہ ہفتم: اگر کسی زمانہ کی تعریف حدیث میں آنا اس کا موجب ہو کہ اس کے محدثات خیر قرار پائیں، تو بسم اللہ وہ حدیث ملاحظہ ہو کہ امام ترمذی نے بسند حسن حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی، اور شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے اشعة اللمعات میں بنظر کثرت طرق اس کی صحت پر حکم دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ یعنی میری امت کی کہاوت ایسی ہے جیسے مینہ، کہ نہیں کہہ سکتے

اس کا اگلا بہتر ہے، یا پچھلا۔

شیخ محقق لکھتے ہیں: کنایہ است از بودن ہمہ امت خیر چنانکہ مطر ہمہ نافع است کہیہ اب کدھر گئی ان قرون کی تخصیص؟ اور

کیوں نہ خیر ٹھہریں گے وہ امور، جو علماً و عرفاً مابعد میں بلحاظ اصول و عموم و اطلاق شائع ہوئے۔؟

نکتہ ہشتم: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محاورات و مکالمات کو دیکھئے تو وہ خود صاف صاف ارشاد فرما رہے ہیں کہ کچھ ہمارے زمانہ میں ہونے نہ ہونے پر مدار خیریت و شریت نہیں۔ دیکھئے بہت نئی باتیں کہ زمانہ پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ تھیں، ان کے زمانہ میں پیدا ہوئیں، اور وہ انہیں برا کہتے، اور نہایت تشدد و انکار فرماتے اور بہت تازہ باتیں کہ حادث ہوئیں ان کو بدعت و محدثات مان کر خود کرتے، اور لوگوں کو اجازت دیتے، اور خیر و حسن بتاتے۔

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تراویح کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں: نعمة البدعة هذه کیا اچھی بدعت ہے اور سیدنا عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو نماز میں بسم اللہ باواز پڑھتے سنکر فرمایا: ای بنی محدث ایساك والحدث اے میرے بیٹے یہ نوپیدا بات ہے بیخ نئی باتوں سے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بدعت مان کر حسن کہا اور عبد اللہ بن مغفل نے اس فعل کو کہ ان کے زمانہ میں واقع ہو بدعت سیدہ مذمومہ ٹھہرایا۔

تو معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک بھی ان کے زمانہ میں ہونے نہ ہونے پر مدار نہ تھا، بلکہ نفس فعل کو دیکھتے۔ اگر اس میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا، اجازت دیتے، اور نہ منع فرمادیتے اور یہی طریقہ بعینہ زمانہ تابعین و تبع تابعین میں رائج رہا۔ تو باتفاق صحابہ و تابعین و تبع تابعین قاعدہ شرعیہ وہی قرار پایا کہ حسن حسن ہے، اگرچہ نیا ہو اور قبیح، قبیح ہے، اگرچہ پرانا ہو۔ پھر ان کے بعد یہ اصل کیوں کر بدل سکتی ہے۔

نکتہ نہم: یہ اعتراض کہ پیشوائے دین نے تو یہ فعل کیا ہی نہیں، ہم کیونکر کریں۔ زمانہ صحابہ میں پیش ہو کر رد ہو چکا اور بفرمان جلیل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وغیرہما صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرار پا چکا کہ بات، فی نفسہ نیک ہونا چاہیے، اگرچہ پیشوائے دین نے نہ کی۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب جنگ یمامہ میں بہت حفاظ قرآن شہید ہوئے، تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر یونہی لڑائیوں میں حافظ شہید ہوتے گئے، تو بہت قرآن جاتا رہے گا۔ میری رائے ہے کہ آپ قرآن مجید کے جمع کرنے اور ایک جگہ لکھنے کا حکم دیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ کام کیا ہی نہیں، تم کیوں کر کرو گے؟ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا۔ مگر خدا کی قسم! کام تو خیر ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے اس معاملہ میں بحث کرتے رہے، یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے میرا سینہ اس امر کے لیے کھول دیا، اور میری رائے عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق ہو گئی۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جناب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلا کر جمع قرآن کا حکم دیا۔ انہیں بھی وہی شبہ گزرا، اور عرض کی: بھلا آپ ایسی بات کیوں کر کرتے ہیں، جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کی؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہی جواب دیا کہ خدا کی قسم بات تو بھلائی کی ہے۔ پھر دونوں صاحبوں میں بحث ہوتی رہی، یہاں تک کہ ان کی رائے بھی شیخین کی رائے کے ساتھ موافق ہوئی، اور انہوں نے قرآن عظیم جمع کیا۔

دیکھو! جب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا، تو ان حضرات نے یہ جواب نہ دیا کہ نئی بات نکالنے کی اجازت نہ ہونا تو پچھلے زمانہ میں ہوگا، ہم صحابہ ہیں، ہمارا زمانہ خیر القرون سے ہے۔ بلکہ یہی جواب فرمایا کہ اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا، پر کام تو اپنی ذات میں بھلائی کا ہے۔ پس کیوں کر ممنوع ہو سکتا ہے؟ اور اسی پر صحابہ کرام کی رائے متفق ہوئی اور قرآن عظیم باتفاق صحابہ جمع ہوا۔

اب غضب کی بات ہے کہ ان حضرات کو سودا، اچھے اور جو بات کہ صحابہ کرام میں طے ہو چکی، پھر اکھڑیں۔

نکتہ دہم: جو اعتراض ہم پر کرتے ہیں کہ تم کیا صحابہ تابعین اور تبع تابعین سے محبت و تعظیم میں زیادہ ہو کہ جو کچھ انہوں نے نہ کیا، تم کرتے ہو؟ لطف یہ ہے کہ بعینہ وہی اعتراض اگر قابل تسلیم ہو، تو تبع تابعین پر باعتبار تابعین، اور تابعین پر باعتبار صحابہ، اور صحابہ پر باعتبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وارد۔ مثلاً جس فعل کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین کسی نے نہ کیا، اور تبع تابعین کے زمانہ میں پیدا ہوا، تو تم اسے بدعت نہیں کہتے۔

ہم کہیں گے اس کام میں بھلائی ہوتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین کرتے۔ تبع تابعین کیا ان سے زیادہ دین کا اہتمام رکھتے ہیں، جو انہوں نے نہ کیا یہ کریں گے؟ اسی طرح تابعین کے زمانہ میں جو کچھ پیدا ہوا، اس پر وارد ہوگا کہ بہتر ہوتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کیوں نہ کرتے۔ تابعین کچھ ان سے بڑھ کر ٹھہرے؟

علی ہذا القیاس جو نئی باتیں صحابہ نے کیں، ان میں بھی تمہاری طرح کہا جائے گا۔

بزد و ورع کوش و صدق و صفا۔ لیکن میفرمائے بر مصطفیٰ

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ ان کی خوبی معلوم نہ ہوئی؟ یا صحابہ کو افعال خیر کی طرف زیادہ توجہ تھی؟ غرض یہ بات ان مدہوشوں نے ایسی کہی جس کی بنا پر عیاذ باللہ عیاذ باللہ تمام صحابہ و تابعین بھی بدعتی ٹھہرے جاتے ہیں۔

نکتہ یازدہم: امام احمد بن محمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں: الفعل یدل علی الجواز و عدم الفعل لا یدل علی المنع یعنی کرنے سے توجہ سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے سے ممانعت نہیں سمجھی جاتی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب مغفورت حفہ اثناء عشریہ میں فرماتے ہیں: نہ کردن چیزے دیگرست منع فرمودن چیزے دیگر۔ نہ کرنا دوسری چیز ہے اور منع فرمانا دوسری چیز۔ تمہاری جہالت کہ تم نے کسی فعل کے نہ کرنے کو اس فعل سے ممانعت سمجھ رکھا ہے۔

نکتہ دوازدهم: ع: سخن شناس نئی دلبر اخطا میں جاست۔

حقیقۃ الامر یہ ہے کہ صحابہ و تابعین کو اعلیٰ کلمۃ اللہ و نشر دین متین، و قتل کافرین، و اشاعت فرائض، و حدود الہیہ، و محافظت اصول ایمان، و حفظ و روایت حدیث و غیرہ امور کلیہ مہمہ سے فرصت نہ تھی۔ لہذا یہ امور جزئیہ مستحبہ تو کیا معنی؟ تاہم قواعد و اصول، و تفریح جزئیات و فروع، و تصنیف و تدوین علوم، و نظم دلائل حق، و رد شبہات اہل بدعت، و غیرہ امور عظیمہ کی طرف بھی

توجہ کامل نہ فرما سکے۔ جب بفضل اللہ تعالیٰ ان کے زور بازو نے دین الہی کی بنیاد مستحکم کر دی، اور شارق و مغارب میں ملت حنفیہ کی جڑ جم گئی۔ اس وقت ائمہ و علمائے مابعد نے تخت و بخت سازگار پاکر بیخ و بن جمانے والوں کی ہمت بلند کے قدم لیے، اور باغبان حقیقی کے فضل پر تکیہ کر کے اہم فالاہم کاموں میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا باغ ہر ابھرا پھلا پھولا لہلہایا، اور اس کے بھینے پھولوں، سہانے پتوں نے چشم و کام و دماغ پر عجب ناز سے احسان فرمایا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

اب اگر کوئی جاہل اعتراض کرے کہ لٹچھیاں جو اب پھوٹیں، جب کہاں تھیں؟ یہ پتیاں جو اب نکلیں، پہلے کیوں نہاں تھیں؟ اگر ان میں کوئی خوبی پاتے، تو اگلے کیوں چھوڑ جاتے؟ اس کی حماقت پر اس الہی باغ کا ایک ایک پھول قہقہہ لگائے گا کہ او جاہل! ان اگلوں کو جڑ جمانے کی فکر تھی، وہ فرصت پاتے تو یہ سب کچھ کر دکھاتے۔

نکتہ سیز دہم: ہم نے مانا کہ جو کچھ قرونِ ثلاثہ میں نہ تھا، سب منع ہے..... اب ذرا حضرات مانعین اپنی خبر لیں۔ یہ مدرسے جاری کرنا، اور لوگوں سے ماہوار چندہ لینا، اور طلبہ کے لیے مطبع نولکشور سے فیصدی دس روپے کمیشن لے کر کتابیں منگانا، اور بہ تخصیص روز جمعہ بعد نماز جمعہ وعظ کا التزام کرنا، جہاں وعظ کہنے جائیں، نذرانہ لینا، دعوتیں اڑانا، مناظروں کے لیے جلسے، اور بیچ مقرر کرنا، مخالفین کے رد میں کتابیں لکھوانا، چھپوانا، واعظوں کا شہر شہر گشت لگانا، صحاح کے دو دو ورق پڑھ کر محدثی کی سند لینا، اور ان کے سوا ہزاروں باتیں کہ سب اکابر و اصغر میں بلا تکیہ رائج ہیں۔ قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں؟ کیا تمہارے لیے پروانہ معافی آ گیا ہے کہ جو چاہو کرو، تم پر کچھ مواخذہ نہیں۔ یا یہ نکتہ چینیایاں انہیں باتوں میں ہیں، جن میں تعظیم و محبت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علاقہ ہو، باقی حلال شیر مادر۔ ولاحول ولاقوة الا باللہ العلی الاکبر۔

نکتہ چہار دہم: افسوس! کیا الٹا زمانہ ہے۔ امور تعظیم و ادب میں سلف صالح سے آج تک برابر ائمہ دین کا یہی طریقہ رہا کہ ورود، وعدم ورود خصوصیات پر نظر نہ کی، بلکہ تصریحاً قاعدہ کلیہ بتایا۔ کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسناً جس بات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ادب و تعظیم میں زیادہ دخل ہو وہ بہتر ہے۔ اسی لیے سلفاً و خلفاً جس مسلمان نے کسی نئے طریقہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کیا، اس ایجاد کو علمائے اس کے مذاہب میں شمار کیا۔ نہ یہ کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ ٹھہرایا۔

مثلاً سیدنا امام مالک، صاحب المذہب، عالم المدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادب حدیث خوانی میں وہ وہ باتیں ایجاد فرمائیں، جو صحابہ و تابعین سے ہرگز منقول نہیں اور وہ ایجاد تمام علما کے نزدیک امام مالک کے فضائل جلیلہ سے ٹھہرا اور ان کے غایت محبت پر دلیل قرار پایا۔

امام قاضی عیاض شفا شریف میں لکھتے ہیں: جس کا ترجمہ یہ ہے: جب لوگ مالک بن انس کے پاس علم حاصل کرنے آتے، ایک کنیز آ کر کہتی: شیخ تم سے پوچھتے ہیں: تم حدیث سیکھنے آئے ہو، یا فقہ و مسائل؟ اگر انہوں نے جواب دیا: فقہ و مسائل۔

جب تو آپ تشریف لے آتے اور اگر کہا: حدیث۔ تو پہلے غسل فرماتے، خوشبو لگاتے، نئے کپڑے پہنتے، طیلسان اوڑھتے، اور عمامہ باندھتے، چادر مبارک پر رکھتے، ان کے لیے ایک تخت مثل تخت عروس بچھایا جاتا، اس وقت باہر تشریف لاتے، اور نہایت خشوع و خضوع اس پر جلوس فرماتے، اور جب تک حدیث بیان کرتے، اگر سگائے رہتے، اور اس تخت پر اسی وقت بیٹھتے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنا ہوتی۔

حضرت سے اس کا سبب پوچھا گیا، تو فرمایا: میں دوست رکھتا ہوں کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کروں، اور میں حدیث بیان نہیں کرتا، جب تک وضو کر کے خوب سکون و وقار کے ساتھ نہ بیٹھ لوں۔

دوسری مثال: انہیں کی ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے، اور فرماتے: مجھے شرم آتی ہے خدائے تعالیٰ سے کہ جس زمین میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوں، اسے جانور کی سم سے روندوں۔

تیسری مثال: احمد غازی تیر انداز سے شفا شریف میں نقل کیا ہے کہ میں نے کمان کبھی بے وضو ہاتھ سے نہ چھوئی، جب سے سنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کمان دست اقدس میں لی ہے۔

چوتھی مثال: امام بن حاج مالکی مدخل میں فرماتے ہیں کہ بعض صالحین چالیس برس مکہ معظمہ کے مجاور رہے، اور کبھی حرم محترم میں پیشاب نہ کیا، نہ لیٹے۔ ابن حاج کہتے ہیں: ایسے شخص کو مجاورت مستحب ہے۔ یا یوں کہیے: اسے مجاورت کا حکم دیا جائے گا۔

یہ ابن حاج مستندین مانعین سے ہیں اور احداث کی ممانعت میں نہایت تصلب رکھتے ہیں۔ مگر اس پر نکیر نہیں فرماتے، بلکہ تعریف کرتے ہیں۔

پانچویں مثال: اسی میں ہے۔ بعض صالحین زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ہوئے، تو شہر میں نہ گئے، بلکہ باہر سے زیارت کر لی اور یہ ادب تھا اس مرحوم کا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ اس پر کسی نے کہا: اندر نہیں چلتے؟ کہا: کیا مجھ جیسا شخص داخل ہو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں؟ میں اپنے میں اتنی قدرت نہیں پاتا ہوں۔

چھٹی مثال: اسی میں ہے: میرے سردار ابو محمد رحمة اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ جب میں مسجد مدینہ طیبہ میں داخل ہوا، تو جب تک رہا، مسجد شریف میں قعدہ نماز کے سوانہ بیٹھا اور برابر حضور میں کھڑا رہا، جب تک قافلہ نے کوچ کیا۔

ساتویں مثال: اس کے متصل انہیں امام سے نقل کرتے ہیں: میں حضوری چھوڑ کر نہ بقیع کو گیا، نہ کہیں اور گیا۔ نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی زیارت کی۔ ایک دفعہ میرے دل میں آیا تھا کہ زیارت بقیع کو جاؤں۔ پھر میں نے کہا:

کہاں جاؤں گا؟ یہ ہے اللہ کا دروازہ کھلا ہوا، سانکوں اور مانگنے والوں اور دل شکستوں اور بے چاروں اور مسکینوں کے لیے اور وہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کون ہے، جس کا قصد کیا جائے؟ فرماتے ہیں: پس جو کوئی اس پر عمل کرے گا، ظفر پائے

گا اور مرادو مطلب ہاتھ آئے گا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں: اب فقیر سرکار قادریہ غفر اللہ تعالیٰ لہ بھی اس فتویٰ کو انہیں مبارک لفظوں پر ختم کرتا ہے کہ جو کوئی اس پر عمل کرے گا، ظفر پائے گا، اور مراد و مطلب ہاتھ آئے گا اور اپنے رب کریم تبارک و تعالیٰ کے فضل سے امید رکھتا ہے کہ یہ فتویٰ نہ صرف مسئلہ قیام نبی میں بیان کافی و برہان شافی ہو، بلکہ بحول اللہ تعالیٰ اکثر مسائل نزاعیہ میں قول فیصل قرار پائے اور جسے خدا چاہے اس کے لیے شاہراہ تحقیق پر مشعل ہدایت ہو جائے۔

ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و سراج الفہم سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین آمین .

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم .

اس فتویٰ پر علمائے راجپور سے حضرت مولانا ارشاد حسین، مولانا گوہر علی، مولانا عبداللہ قریشی، مولانا شاہ سلامت اللہ..... اور علمائے بدایوں سے حافظ محمد بخش، مولانا عبدالرزاق بن عبدالصمد..... اور علمائے بریلی سے مولانا محمد شاہ خان صاحب، مولانا سلطان احمد خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تصدیقات و مواہیر ہیں۔

(۲۵) منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (۴)

گنگوہی صاحب اور نہ صرف گنگوہی و مولوی اسماعیل دہلوی، بلکہ وہابیہ مطلقاً مقلدین ہوں۔ یعنی دیوبندیہ یا غیر مقلدین ہوں یعنی دہلویہ۔ ایک وصف خاص ان کا یہی ہے کہ ہر مسئلہ میں اسی پہلو کو اختیار کریں، جس میں انبیاء و رسل کی بے قدری و توہین ہو، یا کم از کم عزت و قدر ثابت نہ ہو۔ اعتقادات سے عملیات، مستحبات سے لے کر فضائل تک سب میں یہ بات ضروری ہے اور جس مولوی کی تحریرات و تقریرات ایسی نہ ہوں، وہ وہابی نہیں۔ اس وقت میرے پیش نظر تقبیل ابہامین ہے۔ یعنی اذان سنتے وقت جب نام نامی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آئے، اور مؤذن اشہد ان محمداً رسول اللہ کہے، اس وقت سننے والے کو انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کا کوئی رخ سوائے تعظیم و توقیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسری طرف نہیں۔ تو اگر کوئی اور وجہ و ثبوت اس کے کرنے کا نہ ہوتا، تو صرف تعظیم و توقیر ہی وجہ و جوبہ جواز کے لیے کافی تھی۔ نہ کہ ایک حدیث بھی اس مضمون کی مروی۔ جسے امام سخاوی نے رسالہ مبارکہ المقاصد الحسنہ فی الاحادیث الدائرہ علی اللسانہ میں ذکر فرمایا۔ مگر ان بدعت پرستوں کے یہاں یہ کب گوارا ہو، ان کے یہاں بدعت منع ہے۔

جب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے اس مسئلہ کے متعلق سوال ہوا، تو حضور نے ایک ضخیم کتاب ۱۳۲ صفحات کی اس کے جواب میں تحریر فرمائی اور اس کا تاریخی نام منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین تجویز رکھا۔ یہ رسالہ اگرچہ بظاہر اس ایک مسئلہ کا جواب ہے، لیکن درحقیقت وہابیہ کی ساری عمارت کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنا، اور اہل سنت کے ہاتھ میں ایک زبردست اوزار رد وہابیہ کا دینا

ہے اور علم اصول حدیث کے بہت سے مسائل کی توضیح و تشریح ہے اور وہابیہ، دیوبندیہ کے سارے ادعائے حدیث دانی کی تفسیح و تفسیح ہے۔

یہ رسالہ پہلے مطبع گلزار حسنی بمبئی میں طبع ہوا، اور تمام شائقین کی خدمت میں تحفہ بھیجا گیا۔ پھر دوبارہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں چھپا۔ تیسری باری فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں ص ۵۱۷ سے ص ۶۲۸ تک چھپا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس رسالہ کو بھی دوسرے رسالوں کی طرح خطبہ سے شروع فرمایا ہے۔ جس میں بطور براعت استہلال اس مسئلہ کا ذکر ہے۔ ابتدائے جواب ان لفظوں سے ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم O الحمد لله الذي نور عيون المسلمين O بنور عين اعيان

المرسلين O والصلاة والسلام على نور العيون O سرور القلب المحزون O محمد بن الرافع

ذکره في الصلاة والاذان O والحبيب اسمه عند اهل الايمان O الخ

خطبہ کے بعد جواب ان مبارک لفظوں میں تحریر فرمایا ہے۔

حضور پر نور شفیع یوم النشور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سنتے وقت انگوٹھے، یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز۔ جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم اور اگر خود کوئی دلیل خاص نہ ہوتی، تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لیے دلیل کافی تھا۔ جو ناجائز بتائے، ثبوت دینا اس کے ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں۔ پھر یہاں تو حدیث و فقہ و ارشاد علماء و عمل قدیم سلف صالحا سب کچھ موجود۔

پھر حدیث شریف سے سیدنا صدیق اکبر، سیدنا امام حسن، سیدنا ابوالعباس خضر و غیر ہم اکابر دین کے کرنے کا ثبوت کتاب مستطاب مقاصد حسنه سے ذکر فرمایا اور کتب فقہ جامع الرموز شرح نقایہ مختصر الوقایہ و فتاویٰ صوفیہ و کنز العباد و رد المحتار، حاشیہ در مختار و غیر ہا کتب فقہ کے حوالہ سے اس فعل کا استحباب و استحسان ثابت فرمایا۔

رہا محدثین کا اس حدیث کو لایصح فرمانا، جس سے ان محدث صاحبوں کو اردو محاورہ کا دھوکہ ہوا کہ ”یہ بات صحیح نہیں“ اس کے معنی یہ ہیں کہ ”غلط ہے۔“ حالانکہ یہ اصطلاح فنی ہے کہ اصطلاح محدثین میں نفی صحت، نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں۔ نہ کہ نفی صلاح تماسک و صلوح تمسک، نہ کہ دعویٰ وضع و کذب۔ تو عند تحقیق ان احادیث پر جیسے با اصطلاح محدثین حکم صحت صحیح نہیں، یوں ہی حکم کذب و وضع بھی ہرگز مقبول نہیں۔ بلکہ بتقریح ائمہ فن کثرت طرق سے جبر نقصان متصور۔ و عمل علماء و قبول قدما، حدیث کے لیے قوی دیگر اور نہ سہی، تو فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبول اور اس سے بھی گزریے تو بلاشبہ یہ فعل اکابر دین سے مروی و منقول، اور سلف صالح میں حفظ صحت بصر و روشنائی چشم کے لیے مجرب، اور معمول۔ ایسے محل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو، تو اسی قدر سند کافی۔ بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو، تو صرف تجربہ وانی۔ کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں۔ نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف اور نفع حاصل ہو، تو منع باطل۔ بلکہ انصاف کیجیے تو محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کر نا صاف کہہ رہا ہے کہ

وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے۔ پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے؟ ولہذا مولانا علی قاری نے موضوعات کبیر میں فرمایا۔
 كل ما يروى في هذا فلا يصح رفعه البتة قلت و اذا ثبت رفعه الى الصديق رضی اللہ تعالیٰ
 عنه فيكفي للعمل به لقوله عليه الصلاة و السلام عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين O
 تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کسی شی کا ثبوت بعینہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت ہے، اگرچہ بالخصوص حدیث
 مرفوعہ درجہ صحت تک مرفوع نہیں۔

امام سخاوی المقاصد الحسنہ فی الحدیث الدائرہ علی اللسنة میں فرماتے ہیں:-

حدیث مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلہما عند سماع قول الموزن اشہد ان
 محمدا رسول اللہ مع قوله اشہد ان محمدا عبده و رسوله رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد
 صلی اللہ علیہ وسلم نبینا ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکرن الصدیق رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ لما سمع قول الموزن اشہد ان محمدا رسول اللہ قال هذا و قبل بباطن الانملتی السبابتین و مسح
 عینہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی و لا یصح O یعنی
 موزن سے اشہد ان محمداً رسول اللہ سن کراگشتان شہادت کے پورے، جانب باطن سے چوم کر آنکھوں پر ملنا، اور یہ
 دعا پڑھنا اشہد ان محمداً عبده و رسوله رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا اس حدیث کو دیلمی
 نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب اس جناب نے موزن کو اشہد ان
 محمداً رسول اللہ کہتے سنا، یہ دعا پڑھی، اور دونوں کلمہ کی انگلیوں کے پورے، جناب زیرین سے چوم کر آنکھوں سے
 لگائے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا کہ میرے پیارے نے کیا تو اس پر میری شفاعت حلال
 ہو جائے اور یہ حدیث اس درجہ کو نہ پہنچی، جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجہ صحت نام رکھتے ہیں۔
 پھر فرمایا:-

و حکى الشمس محمد بن صالح المدنی امامها و خطیبها فی تاریخہ عن المجد احد القدماء من
 المصریین انه سمعه یقول من صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمع ذکرہ فی الاذان و جمع
 اصبعیه المسبحة و الابهام و قبلہما و مسح بہما عینہ لم یرمد ابدا O یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد
 طیبہ کے امام و خطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے، نقل کیا کہ میں نے انہیں فرماتے سنا کہ جو شخص نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں سن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے، اور انہیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اس کی
 آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

پھر شرح نقایہ سے نقل فرمایا:-

و اعلم انه يستحب ان يقال عند سماع الاولى من الشهادة الثانية صلى الله تعالى عليك يا رسول الله عند الثانية منها قرءة عيني بك يا رسول الله ثم يقال اللهم متعني بالسمع و البصر بعد وضع ظفري الابهامين على العينين فانه صلى الله عليه وسلم يكون له قائد الى الجنة كذا في كنز العبادۃ یعنی خبردار ہوا بے شک مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشہد ان محمداً رسول الله نے صلى الله عليك يا رسول الله کہے اور دوسری بار قرءة عيني بك يا رسول الله، پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے: اللهم متعني بالسمع و البصر، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے سے جنت میں لے جائیں گے۔ ایسا ہی کنز العباد میں ہے۔ علامہ شامی قدس سرہ السامی سے نقل کر کے فرماتے ہیں:-

و فوجوه في الفتاوى الصوفية ۰ یعنی ایسا ہی سیدی فضل اللہ سہروردی نے فتاویٰ صوفیہ میں فرمایا۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے بہت نفیس اعلیٰ درجہ کے قیمتی اکتیس فائدے بحوالہ کتب مستندہ تحریر فرمائے ہیں، جن کو بطور اختصار لکھنا فوائد سے خالی نہیں۔

افادہ اول:-

(الف) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ ”صحیح نہیں“ اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے۔ بلکہ ”صحیح“ ان کی اصطلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے، جس کے شرائط سخت و دشوار، اور موافق و عوائق کثیر و بسیار۔ حدیث میں ان سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتقاع کم ہوتا ہے۔

حلیہ شرح معنی میں ہے:-

على المشى على مقتضى الاصطلاح الحديث لا يلزم من نفي الصحة نفي الثبوت على وجه الحسن ۰ یعنی اصطلاح علم حدیث کی رو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثابت کی نافی نہیں۔

(ب) یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحت حدیث سے انکار، نفی حسن میں بھی نص نہیں، جس سے قابلیت احتجاج منعی ہو۔ نہ کہ صالح و لائق اعتبار نہ ہونا، نہ کہ محض باطل و موضوع ٹھہرنا، جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائے گا کہ صحیح و موضوع دونوں ابتدا و انتہا کے کناروں پر واقع ہیں۔ سب سے اعلیٰ صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسام حدیث ہیں، درجہ بدرجہ مرتب صحیح کے بعد حسن لذاتہ، بلکہ صحیح لغیرہ، پھر حسن لذاتہ، پھر حسن لغیرہ، پھر ضعیف بضعف، قریب، اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے۔ جیسے اختلاط راوی یا سوائے حفظ یا تدلیس وغیرہ۔

اول کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب حج بہا ہیں اور آخر کی قسم، صالح۔ یہ متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پا کر حسن لغیرہ، بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے۔ اس وقت وہ صلاحیت احتجاج و قبول فی الاحکام کا زیور پہنا کرتی ہے۔ ورنہ دربارہ فضائل تو آپ ہی مقبول، و تنہا کافی ہے۔

پھر درجہ ششم میں ضعف قوی و وہن شدید ہے۔ جیسے راوی کے فسق وغیرہ قواعد قویہ کے سبب متروک ہونا، بشرطیکہ ہنوز کذب سے جدائی ہو۔ یہ حدیث، احکام میں احتجاج درکنار، اعتبار کے بھی لائق نہیں۔ ہاں! فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً، اور بعض کے طور پر بعد انجبار بہ تعدد مخارج و تنوع طرق منصب قبول و عمل پاتی ہے۔ کما لبینہ الشاء اللہ تعالیٰ

پھر درجہ ہفتم میں مرتبہ مطروح ہے۔ جس کا مدار وضاع، کذاب یا متہم بالکذب پر ہو۔ یہ بدترین اقسام ہے۔ بلکہ بعض محاورات کی رو سے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد۔ یعنی جس کا مدار کذب پر ہو، عین موضوع۔ یا نظر تفتیق میں یوں کہیے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے۔ یہ بالاجماع نہ قابل انجبار، نہ فضائل وغیرہا کسی بات میں لائق اعتبار، بلکہ اسے حدیث کہنا ہی توسع و تجوز ہے۔ ھقیقۃً حدیث نہیں، محض مجہول و افتراء ہے۔ والعیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ

امام بدرالدین زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعة پھر علی ابن محمد کنانی تنزیہ شریعة المرفوعة عن الاخبار الشنیعة الموضوعة پھر علامہ محمد طاہر فتی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:-

بین قولنا لم یصح و قولنا موضوع بون کبیر فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق و قولنا لم یصح لا یلزم منه اثبات العدم و انما هو اخبار عن عدم الثبوت و فرق بین الامرین O (ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ ”صحیح نہیں“ اور ”موضوع“ کہنا، ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ کہ ”موضوع“ کہنا، تو اسے کذب و افتراء ٹھہراتا ہے اور ”غیر صحیح“ کہنے سے نفی حدیث لازم نہیں۔ بلکہ اس کا حاصل تو نفی ثبوت ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ رضوی)

افادہ دوم:-

کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا، اگر اثر کرتا ہے، تو صرف اس قدر کہ اسے ضعیف کہا جائے، نہ کہ باطل و موضوع۔ بلکہ علما کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت، قاصر صحت و مانع حجت بھی ہے یا نہیں؟ تفصیل مقام یہ کہ مجہول کی تین قسمیں ہیں۔

اول مستور: جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں۔

دوم مجہول العین: جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔

سوم مجہول الحال: جس کی عدالت ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں۔

قسم اول: یعنی مستور، تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے اور دو قسم باقی کو بعض اکابر حجت جانتے، جمہور محدثین ضعف

مانتے ہیں۔ بلکہ امام نووی مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں:

المجہول اقسام مجہول العدالة ظاہرا و باطنا و مجہولها باطنا مع وجودها ظاہرا و هو المسور

و مجهول العين فاما الاول فالجمهور على انه لا يحتج به واما الآخران فاحتج بهما كثيرون من المحققين.....

افادہ سوم:-

اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں۔ ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علماء کے نزدیک تو انقطاع سے صحت و حجت میں بھی کچھ خلل نہیں آتا۔

امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:-

لا يضر ذلك فان المنقطع كالمرسل في القبول من الثقات O

افادہ چہارم:-

انقطاع تو ایک امر اہل ہے، جسے صرف بعض نے طعن جانا۔ علماء فرماتے ہیں: حدیث کا مضطرب ہونا، بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا۔ یہاں تک کہ دربارہ فضائل مقبول رہے گی۔ بلکہ فرمایا کہ مدوح بھی موضوع سے جدا قسم ہے۔ حالانکہ اس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے۔

تعقات میں ہے:-

المضطرب من قسم الضعيف لا الموضوع O

افادہ پنجم:-

خیر جہالت راوی کا تو یہ حاصل تھا کہ شاگرد ایک، یا عدالت مشکوک، شخص تو معین تھا کہ فلاں ہے۔ مبہم میں تو اتنا بھی نہیں ہوتا۔ جیسے: حدیثی رجل O مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی۔ یا بعض اصحابنا O ایک رفیق نے خبر دی۔ پھر یہ بھی صرف مورث ضعف ہے، نہ یہ کہ موجب وضع۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رسالہ قوة الحجاج فی عموم المغفرة للحجاج میں فرماتے ہیں:-

لا يستحق الحديث ان يوصف بالوضع بمجرد ان راويه لم يسم O

ولہذا تصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان ہو جاتا ہے۔

افادہ ششم:-

بھلا جہالت و ابہام تو عدم علم عدالت ہے اور بداہت عقل شاہد کہ علم عدم، عدم علم سے زائد۔ مجہول و مبہم کا کیا معلوم، شاید فی نفسہ ثقہ ہو؟ اور جس پر جرح ثابت، احتمال ساقط۔ لہذا دربارہ مجہول رد و قبول میں مختلف، اور ثابت الجرح کے رد پر متفق ہوئے۔

امام نووی مقدمہ منہاج میں ابوعلی غسانی جیانی سے ناقل :-

الناقلون سبع طبقات ثلث مقبولة و ثلث متروكة و السابعة مختلف فيها (الی قوله) السابعة قوم مجهولون الفردوا بروایات لم يتابعوا عليها فقبلهم قوم و وقفهم آخرون O

افادہ ہفتم :-

پھر کسی ہلکے سے ضعف کی خصوصیت نہیں، بلکہ سخت سخت اقسام جرح میں، جن کا ہر ایک، جہالت راوی سے بدرجہا بدتر ہے، یہی تصریح ہے کہ ان سے بھی موضوعیت لازم نہیں۔ مثلاً راوی کی اپنی مرویات سے ایسی غفلت کہ دوسرے کی تلقین قبول کر لے۔ یعنی دوسرا جو بتا دے کہ تو نے یہ سنا تھا، وہی مان لے۔ پر ظاہر کہ یہ شدت غفلت سے ناشی اور غفلت کا طعن، فسق کے طعن سے بھی بدتر، اور جہالت سے چار درجہ سخت ہے۔

امام احمد بن حجر عسقلانی نے نخبۃ الفکر میں اسباب طعن کی دس قسمیں فرمائیں۔ کذب، تہمت کذب، کثرت غلط، غفلت، فسق، وہم، مخالفت ثقات، جہالت، بدعت، سوء حفظ..... اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے۔ پھر علماء فرماتے ہیں: ایسے عاقل، شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں۔

اور آخر تعقبات میں ہے :-

فيه يزيد بن ابى زياد و كان يلقن فيلقن قلت هذا لا يقتضى الحكم بوضع حديثه O

افادہ ہشتم :-

یوں ہی منکر الحدیث۔ اگرچہ یہ جرح امام بخاری نے فرمائی ہو۔ حالانکہ وہ فرما چکے کہ میں جسے منکر الحدیث کہوں، اس سے روایت حلال نہیں۔ بایں ہمہ علمائے فرمایا: ایسی حدیث بھی موضوع نہیں۔

تعقبات میں ہے۔

قال البخارى منكر الحديث فغاية امر حديثه ان يكون ضعيفا O

افادہ نہم :-

ضعیفوں میں سب سے بدتر درجہ متروك کا ہے۔ جس کے بعد صرف متہم بالوضع، یا کذاب دجال کا مرتبہ ہے۔ اس پر بھی علمائے تصریح فرمائی کہ متروك کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے، موضوع نہیں۔

امام ابن حجر اطراف العشرة پھر خاتم الحفاظ لالی میں فرماتے ہیں :-

زعم ابن حبان و تبعه ابن الجوزى ان هذا المتن موضوع وليس كمال قال فان الراوى وان

كان متروكا عند الاكثر ضعيفا عند البعض فلم ينسب الى الوضع O

افادہ دہم :-

غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا، محض ہوس ہے۔ ہاں! موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون قرآن عظیم..... یا سنت متواترہ..... یا اجماع قطعی، قطعیات الدلالہ..... یا عقل صریح..... یا حس صحیح..... یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے۔ یا معنی شنیع و قبیح ہوں، جن کا صدور حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معقول نہ ہو..... یا ایک جماعت جس کا عدد حد تو اتر کو پہنچے، اس کے کذب و بطلان پر گواہی مستنداً الی الحسن دے..... یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا، تو اس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتہ نہیں..... یا کسی حقیر فعل کی مدحت، اور اس پر وعدہ بشارت..... یا صغیر امر کی مذمت، اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں، جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔

یہ دس صورتیں تو صریح ظہور و وضوح وضع کی ہیں۔

یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک و نحیف ہوں، جنہیں سمع، دفع اور طبع منع کرے..... یا ناقلاً رافضی، حضرات اہل بیت کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے، جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں۔ جیسے حدیث لحمک لحمی و دمک دمی..... یا قرآنِ حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے اپنی طبع سے، یا غضب و غیر ہما کے باعث ابھی گڑھ کر پیش کر دی ہے۔ جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال..... یا تمام کتب تصانیف اسلامیہ میں استقرارے تام کیا جائے، اور اس کا کہیں پتہ نہ چلے..... یا راوی خود اقرار وضع کر دے، خواہ صراحتہ خواہ ایسی بات کہے، جو بمنزلہ اقرار ہو۔

یہ پندرہ باتیں ہیں کہ اس جمع و تلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوانہ ملیں۔

رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو، اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے؟

اس بات میں کلمات علمائے کرام تین طرز پر ہیں۔

اول :- انکار محض، یعنی بے امور مذکورہ اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں۔ اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اس کا مدار ہو۔

دوم :- کذاب وضاع، جس سے عمد انبی پر معاذ اللہ بہتان و افترا کرنا ثابت ہو۔ صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں

گے۔ وہ بھی بطریق ظن، نہ بروجہ یقین۔ کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور قصد افترا اس سے ثابت نہیں۔ تو اس کی حدیث موضوع

نہیں، اگرچہ مہتمم بہ کذب وضع ہو۔

سوم :- بہت علما جہاں حدیث پر سے حکم وضع اٹھاتے ہیں، وجہ رد میں کذب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل فرماتے

ہیں کہ یہ کیوں کر موضوع ہو سکتی ہے؟ حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے، نہ مہتمم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں: موضوع تو جب

ہوتی کہ اس کا راوی مہتمم بالکذب ہوتا، یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں۔

افادہ یاز دہم :-

جو حدیث فی نفسہ ان پندرہ دلائل سے منزہ ہو، محدث اگر اس پر حکم وضع کرے، تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں۔ بلکہ صرف اس سند پر حکم مراد ہوتا ہے۔ یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہ ثابت ہے، مگر اس سند سے موضوع و باطل اور نہ صرف موضوع، بلکہ انصافاً ضعیف کہنے میں بھی یہی حاصل۔ ائمہ حدیث نے ان مطالب کی تصریح فرمائی۔ تو کسی عالم کا حکم وضع، یا ضعیف دیکھ کر خواہی نہ خواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل، یا ضعیف ہے، ناواقفوں کی فہم نخیف ہے۔

نتیجۃ الافادات :-

بمذ اللہ! فقیر آستان قادری غفر اللہ تعالیٰ لہ کے ان گیارہ افادات نے مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح روشن کر دیا کہ احادیث تقبیل ابہامین کو وضع و بطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں۔ ان پندرہ عیبوں سے اس کا پاک ہونا، تو بدیہی اور یہ بھی ظاہر کہ اس کا مدار کسی وضاع، کذاب، یا متہم بالکذب پر نہیں۔ پھر حکم وضع، محض بے اصل و واجب الدفع۔ ولہذا علمائے کرام نے صرف لا یصح فرمایا۔ یہاں تک کہ وہابیہ کے امام شوکانی نے بھی فوائد مجموعہ میں اسی قدر پر اختصار کیا اور موضوع کہنے کا راستہ نہ ملا۔ اور اگر بالفرض کسی امام معتمد کے کلام میں حکم وضع واقع ہوا ہو، تو وہ صرف کسی خاص سند کی نسبت ہوگا، نہ اصل حدیث پر۔ جس کے لیے کافی سندیں موجود ہیں۔ جنہیں وضع واضعین سے کچھ تعلق نہیں۔ کہ جہالت و انقطاع اگر ہیں تو مورث ضعیف نہ کہ مثبت وضع۔

افادہ دواز دہم :-

حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے، اور وہ بہت ضعیف رکھتے ہوں، تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔ بلکہ اگر ضعیف غایت شدت و قوت پر نہ ہو، تو جبر نقصان ہو کر حدیث درجہ حسن تک پہنچتی، اور مثل صحیح، خود احکام حلال و حرام میں حجت ہو جاتی ہے۔

ملا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں :-

تعدد الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الی حد الحسن O

میزان الشریعة الكبرى O میں ہے :-

قد احتج جمہور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقہ والحقوہ بالصحیح تارة

وبالحسن اخری O

افادہ سیز دہم :-

جہالت راوی، بلکہ ابہام بھی انہیں کم درجہ کے ضعیفوں سے ہے۔ جو تعدد طرق سے منجم ہو جاتے ہیں، اور حدیث کو رتبہ حسن تک

پہنچا دیتے ہیں۔ یہ حدیثیں جابر و منجر دونوں ہونے کی صالح ہیں۔

علامہ مناوی کی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

فی اسنادہ جہالة لکنہ اعتضد فصار حسنا.....

افادہ چہار دہم:-

حصول قوت کے لیے کچھ بہت سے ہی طرق کی حاجت نہیں، صرف دو مل کر بھی قوت پا جاتے ہیں۔

تیسیر میں فرمایا:-

ضعیف بضعف عمرو بن واقد لکنہ یقوی بورودہ من طریقین O

افادہ پانز دہم:-

اہل علم کے عمل کر لینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے، اگرچہ سند ضعیف ہو۔

مرقات میں ہے:-

رواہ الترمذی و قال غریب والعمل علی هذا عند اهل العلم قال النووی و اسنادہ ضعیف

تقلہ میرک فکان الترمذی یرید تقویۃ الحدیث بعمل اهل العلم و العلم عند اللہ تعالیٰ O

امام جلال الدین سیوطی نے تعقیبات میں فرمایا:-

قد صرح غیر واحد بان من دلیل صبحۃ الحدیث قول اهل العلم بہ وان لم یکن لہ اسناد

یعمد علی مثلہ O

یہ ارشادات علماء، احادیث احکام کے بارے میں ہیں۔ پھر احادیث فضائل تو احادیث فضائل ہیں۔

افادہ شانز دہم:-

جن باتوں کا ثبوت احادیث سے چاہا جائے، وہ سب ایک پلہ کی نہیں ہوتیں۔ بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہیں کہ جب

تک حدیث مشہور متواتر نہ ہو، اس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ آحاد اگرچہ کیسی ہی قوت سند و نہایت صحت پر ہوں، ان کے معاملہ

میں کام نہیں دیتیں۔ یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں، جن میں خاص یقین درکار۔

علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:-

خبر الواحد علی تقدیر اشتمالہ علی جمیع الشرائط المذكورة فی اصول الفقہ لایفید الا

الظن ولا عبرة بالظن فی باب الاعتقادات O

ملا علی قاری منہج الروض الازھر میں فرماتے ہیں:-

الاحاد لا تفيد الاعتماد في الاعتقاد O

دوسرا درجہ احکام کا ہے۔ کہ ان کے لیے اگرچہ اتنی قوت درکار نہیں، پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ، خواہ لغیرہ، یا حسن لذاتہ، یا کم سے کم لغیرہ، ہونا چاہیے۔ جمہور علماء یہاں ضعیف نہیں سنتے۔

تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے۔ یہاں باتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔ مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا، اتنا ثواب پائے گا۔ یا کسی نبی یا صحابی کی خوبیاں بیان ہوئیں کہ انہیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا۔ تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے۔

حضرت سیدی ابوطالب مکی اپنی مبارک کتاب قوت القلوب فی معاملة المحبوب میں فرماتے ہیں:

الاحادیث فی فضائل الاعمال و تفضیل الاصحاب مقبولة محتملة علی کل حال مقاطعها و

مراسیلها لا تعارض ولا تترد کذا لکان السلف یفعلون O

کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں۔

مولوی خرم علی رسالہ دعائیہ میں لکھتے ہیں:-

ضعاف در فضائل اعمال و فیما نحن فیہ باتفاق علماء معمول بہا است، الخ

(نواب قطب الدین نے) مظاہر حق میں راوی حدیث صلاة الاوابین کا منکر الحدیث ہونا، امام بخاری سے نقل

کر کے لکھا۔

اس حدیث کو اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے، لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے۔

افادہ ہفدہم:-

ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔ حدیث ضعیف ثبوت استحباب کے لیے بس ہے۔

شیخ الاسلام ابوزکریا کتاب الاذکار میں تحریر فرماتے ہیں:-

قال العلماء من المحدثین والفقهاء و غیرہم یجوز و یتحب العمل فی الفضائل و الترغیب

و الترهیب بالحدیث الضعیف ما لم یکن موضوعا O

ملا علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسح گردن کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں:-

الضعیف یعمل بہ فی فضائل الاعمال اتفاقا ولذا قال ائمتنا ان مسح الرقبة مستحب او سنة O

افادہ ہیژدہم:-

اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو تصریحات علماء درکنار، خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کثیرہ ارشاد فرماتی

آئیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے، اور تحقیق صحت و جودت سند میں تعمق و تدقق راہ نہ پائے۔ حسن با ارفع اپنے

”جزء حدیثی“..... اور ابوالشیخ مکلام الاخلاقہ میں سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری..... اور قطنی، اور موہبی کتاب فضل العلم میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:-

من بلغه عن الله عز وجل شيء فيه فضيلة فاحذ به ايمانا به ورجاء ثوابه اعطاه الله ذلك وان لم يكن كذلك ولفظ الدارقطني اعطاه الله ذلك الثواب وان لم يكن ما بلغه حقا

افادہ نوز دہم:-

عقل اگر سلیم ہو تو ان نصوص و نقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث معتبر، اور اس کا ضعف معتبر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں، آخر بطلان پر یقین تو نہیں۔ فان الكذب قد يصدق تو کیا معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو؟

مقدمہ امام عمر تقی الدین شہرزوری میں ہے:-

اذا قالوا في حديث انه غير صحيح فليس ذلك قطعاً بانه كذب في نفس الامر اذ قد يكون صدقاً في نفس الامر وانما المراد به لم يصح اسناده على الشرط المذكور

تقریب و تدریب میں ہے:-

اذا قيل حديث ضعيف فمعناه لم يصح اسناده على الشرط المذكور لانه كذب في نفس الامر لجواز صدق الكاذب

یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنہیں محدثین کرام اپنے طور پر نامعتبر و ضعیف ٹھہرا چکے۔ علمائے قلب، عرفائے رب انہیں مقبول و معتمد بتاتے، اور بصیغہ جزم و قطع حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے ہیں اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے، جنہیں علماء اپنے زبرد فاطر میں کہیں نہیں پاتے۔ ان کے یہ علوم البہیہ بہت ظاہر بینوں کو نفع دینا درکنار، اگے طعن و جرح، واپانت کا باعث ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ انعام اللہ وہ عباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی اللہ، واللہ باللہ، و اشد توفیقاً فی القول عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

میزان الشریعة الکبریٰ، میں حدیث اصحابی کالنجوم باہم اقتدیتم اہتدیتم کی نسبت فرماتے ہیں:-

هذا الحديث وان كان فيه مقال عند المحدثين فهو صحيح عدد اهل الكشف

کشف الغمہ عن جمیع الامۃ میں ارشاد فرمایا:-

كان صلى الله تعالى عليه وسلم يقول من صلى على طهر الله قلبه من النفاق كما يطهر الثوب بالماء وكان صلى الله تعالى عليه وسلم يقول من قال صلى الله على محمد فقد فتح على نفسه سبعين باباً من الرحمة والقي الله محبته في قلوب الناس فلا يبغضه الا من في قلبه نفاق

قال شيخنا رضى الله تعالى عنه هذا الحديث والذي قبله روينا هما عن بعض العارفين عن
الخصر عليه السلام عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهما عندنا صحيحان فى
اعلى درجات الصحة وان لم يثبتهما المحدثون على مقتضى اصطلاحهم O
بالجمله اوليائے کرام کے لیے سوائے اس ظاہری سند کے دوسرا طریقہ ارفع و اعلیٰ ہے۔ ولہذا سیدی ابویزید بسطامی رضی
اللہ عنہ اپنے زمانہ کے منکرین سے فرماتے:-

قد اخذتم علمکم میتا عن میت و اخذنا علمنا عن الحى الذى لا يموت O

افادہ بستم:-

مقاصد شرع کا عارف، اور کلمات علما کا واقف، جب قبول ضعیف فی الفصائل کے دلائل، مذکورہ بالا عبارات امام ابن حجر
وقوت القلوب امام مکی، ونیز تقریر مذکور افادہ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا۔ ان انوار مجلیہ کے پر تو سے بطور حدس، بے تکلف اس کے
آئینہ دل میں مرسم ہوگا۔ کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں، بلکہ عموماً جہاں اس پر عمل میں رنگ احتیاط و نفع بے ضرر کی
صورت نظر آئے گی، بلاشبہ قبول کی جائے گی۔ جانب فعل میں اگر اس کا ورود، استحباب کی راہ بتائے گا، جانب ترک میں تنزیہ و
تورع کی طرف بلائے گا۔ کہ آخر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا: کیف و قد قیل کیونکر نہ مانے گا
حالانکہ کہا تو گیا۔ رواہ البخاری عن عقبہ بن الحارث النوفلی رضى الله تعالى عنه ۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دع ما یربک الی ما لا یربک O جس میں شبہہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے
اور ایسے کی طرف آ جس میں دغدغہ نہیں۔ رواہ الامام احمد والدارمی والترمذی وقال حسن صحیح ۔
ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث ظن نہ ہو، مورث شبہہ سے تو کم نہیں۔ نوحل احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع
صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے۔

امام جلال الدین سیوطی تدریب الراوی میں فرماتے ہیں:-

ويعمل بالضعيف ايضا فى الاحكام اذا كان فيه احتياط O حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائے گا
جب کہ اسی میں احتیاط ہو۔

ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن چھپنے لگانے سے ممانعت آئی ہے۔ ایک صاحب محمد بن جعفر نیشاپوری کو فصد کی
ضرورت تھی۔ بدھ کا دن تھا، خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں، فصد لے لی۔ فوراً برص ہو گئی۔ خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایاک والاستھانہ
بحدیثی O انہوں نے توبہ کی۔ آنکھ کھلی تو اچھے تھے۔

امام ابن عساکر روایت کرتے ہیں، کہ ابو معین حسین طبری نے چھپنے لگانے چاہے۔ ہفتہ کا دن تھا، غلام سے کہا: حجام بلا

لاؤ۔ وہ چلا، حدیث یاد آئی۔ پھر کچھ سوچ کر کہا: حدیث میں تو ضعف ہے۔ غرض لگائے۔ برص ہوگئی۔ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایاک والاستھانۃ بحدیثی O دیکھ! میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جانتا۔ انہوں نے منت مانی۔ اللہ تعالیٰ اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا۔ صحیح ہو، یا ضعیف۔ اللہ عزوجل نے شفا بخشی۔

یوں ہی ایک حدیث ضعیف بدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مورث برص ہوتا ہے۔ بعض علما نے کتروائے۔ کسی نے بربنائے حدیث منع کیا۔ فرمایا: حدیث صحیح نہیں۔ فوراً مبتلا ہو گئے۔ خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پر نور محبوب رب ذی الجلال صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ اپنے حال کی شکایت عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے؟ عرض کی: حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہو گئے۔

سبحان اللہ! جب محل احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول و معمول، تو فضائل تو فضائل ہیں۔

افادہ بست ویکم :-

بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لیے محل فضائل میں استحباب یا موضع احتیاط میں حکم تنزیہ ثابت کرنے کے لیے، زہار زہار اصلاً اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعل معین کے باب میں کوئی حدیث بھی وارد ہوئی ہو۔ بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا ورود، ان احکام استحباب و تنزیہ کے لیے ذریعہ کافیہ ہے۔ افادات سابقہ کو جس نے ذرا بگوش ہوش استماع کیا ہے، اس پر یہ امر شمس و امس کی طرح واضح و روشن۔

افادہ بست و دوم :-

جس نے افادات سابقہ کو نظر غائر و قلب حاضر سے دیکھا، سمجھا۔ اس پر بے حاجت بیان ظاہر و عیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب، یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہ، یا امر مباح کی تائید، اباحت پر استناد کرنا، اسے احکام میں حجت بنانا، اور حرام و حلال کا مثبت ٹھہرانا نہیں۔ کہ اباحت تو خود بحکم اصالت ثابت، اور استحباب و تنزیہ قواعد قطعہ شرعیہ، و ارشاد اقدس کیف و قد قیل وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت۔ جس کی تقریر سابقاً زیور گوش سامعاً ہوئی۔ حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں، ممکن کہ واقع میں صحیح ہو، صرف امید و احتیاط پر باعث ہوئی۔ آگے حکم استحباب و کراہت ان قواعد صحاح نے افادہ فرمایا۔ اگر شرع مطہر نے جلب مصالح و سلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا، ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتہ نہ ہوتا۔ تو ہم نے اباحت، کراہت، مندوبیت، جو کچھ ثابت کی، دلائل شرعیہ ہی سے ثابت کی، نہ حدیث ضعیف سے۔

افادہ بست و سوم:-

جمہور علما کے عامہ کلمات مطالعہ کیجیے، تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیت عمل کے لیے کسی قسم کی تخصیص نہیں کرتے۔ صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو۔

ذرقانی شرح مواہب میں ہے:-

عادة المصدقين التساهل في غير الاحكام والعقائد مالك يكن موضوعا

کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا، کے معلوم نہیں؟ اس کے بعد صرف کذاب و وضاع ہی کا درجہ ہے۔ ائمہ شان نے اسے متروک، بلکہ منسوب الی الکذب تک کیا۔ بایں ہمہ عامہ کتب سیر و تفاسیر اس کی، اور اس کے امثال کی روایات سے مالا مال ہیں۔ علمائے دین ان امور میں انہیں بلا تکثیر نقل کرتے رہے ہیں: قال ابن عدی وقد حدث عن الکعبی سفیان و شعبۃ و جماعۃ و رضوہ بالتفسیر اما فی الحدیث فعندہ منا کیر

امام واقدی کو جمہور علما اہل اثر نے چنیں و چناں کہا۔ جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب میں مسطور۔ اگرچہ ہمارے علما کے نزدیک ان کی توثیق ہی رائج ہے۔ افادہ الامام المحقق فی فتح القدير۔ بایں ہمہ یہ جرح شدید ماننے والے بھی انہیں سیر و مغازی و اخبار کا امام مانتے، اور سلفاً خلفاً ان کی مرویات سیر میں ذکر کرتے ہیں۔ و علی هذا القیاس۔

افادہ بست و چہارم:-

کسی حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا، موضوعیت بالائے طابق، ضعف شدید درکنار، منطلق ضعف کو بھی مستلزم نہیں۔ ان میں حسن، صحیح، صالح، ضعیف، باطل، ہر قسم کی حدیثیں ہیں۔ ہاں! بوجہ اختلاط و عدم بیان کہ عادت جمہور محدثین ہے، ہر حدیث میں احتمال ضعیف قائم۔ لہذا غیر ناقد کو بے مطالعہ کلمات ناقدین، ان سے عقائد و احکام میں احتجاج نہیں پہنچتا۔ قول شاہ عبدالعزیز صاحب ”اس احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملی بانہا تمسک کردہ شود“ کے یہی معنی ہیں۔ نہ یہ کہ ان کتابوں کی جتنی حدیثیں ہیں، سب وہی ساقط ہیں، یا موضوع و باطل اور اصلاً در بارہ فضائل بھی ایراد و استناد کے ناقابل۔ کوئی ادنیٰ ذی فہم و تمیز بھی ایسا ادعا نہ کرے گا۔ نہ کہ شاہ صاحب سافاضل۔ خود شاہ صاحب اثبات عقیدہ و عمل کا انکار فرما رہے ہیں اور وہ فضائل اعمال میں تمسک کے منافی نہیں۔

نیز تصانیف خطیب و ابو نعیم بھی طبقہ رابعہ میں ہیں اور شاہ صاحب بستان المحدثین میں امام ابو نعیم کی نسبت فرماتے

ہیں:-

از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیاء بست کہ نظیر آن در اسلام تصنیف نشد و۔

اسی میں ہے:-

کتاب اقتضاء العلم و العمل از تصانیف خطیب ست بسیار خوب کتابے ست۔

افادہ بست پنجم :-

کتابیں کہ بیان احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئیں، دو قسم ہیں۔

ایک: وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا۔ جیسے موضوعات ابن الجوزی و اباطیل جوزقانی و موضوعات صفانی..... ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہ یہی بتائے گا کہ اس مصنف کے نزدیک موضوع ہے۔ جب تک صراحتاً نفی موضوعیت نہ کر دی ہو۔ ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے، تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتے؟ پھر اس سے بھی صرف اتنا ثابت ہوگا کہ زعم مصنف میں موضوع ہے۔ بنظر واقع عدم صحت بھی نہ ثابت ہوگا۔ نہ کہ ضعف، نہ کہ سقوط، نہ کہ بطلان۔ ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار، بہت احادیث حسنہ و صحاح بھردی ہیں اور محض بے دلیل ان پر حکم وضع لگا دیا ہے۔ جسے ائمہ محققین و نقاد صحیحین نے بدلائل قاہرہ باطل کیا۔

دوم: وہ جن کا قصد صرف ایراد موضوعات واقعہ نہیں۔ بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق و تنقیح، جیسے لالی امام سیوطی۔ یا نظر و تنقید کے لیے ان احادیث کا جمع کر دینا، جن پر کسی نے حکم وضع کیا۔ جیسے انہیں کا ذیل اللالی..... پر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کے موضوع ہونے کی دلیل نہیں۔ کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تنہا ایراد موضوع نہیں، بلکہ اگر کچھ حکم دیا، یا سند، یا متن پر کلام کیا ہے، تو اسے دیکھا جائے گا۔ کہ صحت یا حسن یا صلوح یا ضعف یا سقوط یا بطلان کیا نکلتا ہے؟

نتیجۃ الافادات :-

الحمد للہ! کلام اپنے دروہ اعلیٰ کو پہنچا، اور احقاق حق حد اقصیٰ کو۔ ان چودہ افادوں نے ماہ شب چارہ کی طرح روشن کر دیا کہ تقبیل ابھامین کی حدیثیں اگر تعدد طرق و عمل اہل علم سے متقوی نہ بھی ہوں، تو انتہا درجہ، ضعیف بہ ضعف خفیف اور فضائل اعمال میں باجماع علماء محدثین و فقہا مقبول و کافی، اور ثبوت استحباب عمل کے لیے مفید و وافی ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین

افادہ بست و ششم :-

بالفرض اگر ایسی جگہ ضعف سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابل اعتماد نہ رہے۔ مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی، وہ علماء و صلحا کے تجربہ میں آچکی۔ تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں۔ کہ آخر ضعف سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا۔

حاکم نے بطریق عمر بن ہارون بلخی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے قضائے حاجات کے لیے ایک ترکیب عجیب مرفوعاً روایت کی، جس کے آخر میں ہے: ولا تعلمونها السفهاء فانہ يدعون بها فيستجابون O یعنی بے وقوفوں کو یہ نماز نہ سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعہ سے جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی۔

ائمہ جرح و تعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن، متروک، بلکہ مہتمم بالکذب تک کہا۔ بایں ہمہ ازاں جا کہ مستدرک میں تھا۔

قال احمد بن حرب قد جربته فوجدته حقا و قال ابراهيم بن علي الديلمي قد جربته فوجدته حقا و قال الحاكم قال لنا ابوزكريا قد جربته فوجدته حقا قال الحاكم قد جربته فوجدته حقا (۱)

امام حافظ منذری نے فرمایا:-

الاعتماد في مثل هذا على التجربة لا على الاسناد

افادہ بست و ہفتم:-

بھلا، یاں تو طرق مسندہ باسانید متعددہ کتب حدیث میں موجود۔ علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علما میں بلا سند مذکور ہونا ہی سند کافی سمجھتے ہیں۔ اگرچہ طبقہ رابعہ وغیرہا کسی طبقہ حدیث میں اس کا نام و نشان نہ ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کر کے بابی انت و امی یا رسول اللہ کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل جمیلہ عرض کیے۔

یہ حدیث امام ابو محمد عبد اللہ نخعی اندلسی نے اپنی کتاب اقتباس الانوار والتماس الازہار اور ابو عبد اللہ محمد بن الحاج عبد ریی مالکی نے اپنی کتاب مدخل میں ذکر کی، دونوں نے محض بلا سند..... ائمہ کرام و علمائے اعلام نے اس سے زائد اس کا پتہ

نہ پایا۔ کتب حدیث میں اصلاً نشان نہ ملا۔ مگر از انجا کہ مقام، مقام فضائل تھا، اسی قدر کو کافی سمجھا۔ علامہ ابو العباس قصاری نے اسے شرح قصیدہ بردہ میں ذکر کیا، اور انہیں اندلسی کا حوالہ دیا۔ پھر علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں بصیغہ جزم ذکر

کی، اور اسی طرح قصار و مدخل کی سند دی۔ اسی مواہب شریف و نسیم الرياض علامہ خفاجی و مدارج النبوة شیخ محدث دہلوی وغیرہا میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آئیہ کریمہ: لا اقسهم بهذا البلد و انت جل بهذا

البلد محل استناد میں ذکر کیا۔ کہ قرآن عظیم نے حضور پر نور سید الجحوبین صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پاک کی بھی قسم کھائی کہ:

لعمرك انهم في سكرتهم يعمهون و اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لا اقسهم بهذا البلد مگر اس قسم میں، اس قسم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔ جس کی طرف امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرمایا کہ عرض کرتے ہیں:

قد قالوا ان هذا القسم ادخل في تعظيمه صلى الله عليه وسلم من القسم بذاته وبحياته كما

اشار اليه عمر رضي الله تعالى عنه بقوله بابي انت و امي يا رسول الله قد بلغت من الفضيلة

عنده ان اقسام بتراب قدميك فقال لا اقسهم بهذا البلد (نسیم الرياض)

میں ایک اسی حدیث بے سند کو کیا ذکر کرتا، کہ اس کی تو صد ہا نظیریں کتبِ علماء میں موجود ہیں۔ زیادہ جانے دیجیے، یہ پچھلے زمانے کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جا بجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں، جو نہ کسی طبقہ حدیث میں داخل، نہ اس میں سند کا نام و نشان۔ قرۃ العینین میں روایات مذکورہ تاریخ یافعی و روضۃ الاحباب و شاہد النبوة مولانا جامی سے استناد موجود۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شفا شریف میں اسی حدیث مذکور فاروقی بابی انت و امی یا رسول اللہ کا ایک پارہ یونہی بلا سند ذکر فرمایا۔ اس پر امام جلال الدین سیوطی نے مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا پھر ان کے حوالے سے علامہ خفاجی نے نسیم میں ارشاد کیا۔

لم اجده فی شیء من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل و کفی بذالک سند المثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام۔

افادہ بست و ہشتم :-

بالفرض حدیث موضوع و باطل ہی ہو، تاہم موضوعیت، عدم حدیث ہے، نہ حدیث عدم۔ یعنی اس بارے میں کچھ وارد نہ ہوا، نہ یہ کہ انکار و منع وارد ہوا۔ اب اصل فعل کو دیکھا جائے گا، اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا، ورنہ اباحت اصل پر رہے گا اور بہ نیت حسن، حسن و مستحسن ہو جائے گا۔ حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں موضوع ہونے لگا؟ موضوع خود باطل و مہمل و بے اثر ہے، یا نہی و ممانعت کا پروانہ؟

علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ در مختار میں زیر قول رملی اما الموضوع فلا يجوز العمل به بحال فرماتے ہیں:-
ای حیث کان مخالفا لقواعد الشرعیة واما اذا کان داخل فی اصل عام فلا مانع منه لا لجعله حدیثا بل لدخوله تحت الاصل العام O

یہ تو تصریح کلی تھی۔ اب چند جزئیات پر نظر کیجیے، تو وہ بھی باعلیٰ ندا شہادت دے رہے ہیں کہ ورود موضوعات و باطل ان کے نزدیک موجب منع فعل نہ تھا۔ بلکہ باوصف اظہار و بطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے۔
(۱) امام سخاوی مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں:-

حدیث لبس الخرقۃ الصوفیة و کون الحسن البصری لبسها من علی قال ابن دحیہ وابن صلاح انه باطل و کذا قال شیخنا انه لیس فی شئی من طرقها ما یثبت..... ثم ان ائمة الحدیث لم یثبتوا للحسن من علی سماعا فضلا من ان یلبسه الخرقۃ ولم ینفرد شیخنا بهذا بل سبقه الیه جماعة حتی من لبسها ولبسها..... هذا مع الباسی ایها لجماعة من اعیان الصوفیہ امثالاً لالزامهم لی بذالک حتی تجاہ الکعبۃ المشرفة تبرکاً بذكر الصالحین واقتفاء لمن التبتہ من

الحفاظ المعتمدین ○ ملخصاً

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے، اور وہ اس میں معذور۔ مگر حق، اثبات سماع ہے۔ محققین نے اسے بسند صحیح ثابت کیا۔ امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے خاص اس بات میں رسالہ اتحاف الفرقۃ تالیف فرمایا۔ اس میں فرماتے ہیں:-

اثبتہ جماعة وهو الراجح عندی لوجوه وقد رجحہ ایضاً الحفاظ ضیاء الدین المقدسی فی

المختارہ وتبعہ الحفاظ ابن حجر فی اطراف المختارہ ○

یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح و صحیح ہے اور حضرات صوفیہ کرام کی نقل متواتر تو موجب علم قطعاً یقینی ہے۔ جس کے بعد حصول سماع و لیس خرقہ میں اصلاً محل سخن نہیں۔ واللہ الحمد

(۲) علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:-

من شم الورد ولم یصل علی فقد جفانی وهو باطل و کذب..... وقد قال الشیخ علی المتقی

عن شیخہ الشیخ ابن حجر قدس سرہ وغیرہ اما الصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم عند ذلک ونحوہ فلا اصل لها ومع ذلک فلا کراهة عندنا ○ ملخصاً

(۳) فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادعیہ واذکار صحیح و شام، ہے۔

یشبہها ماتیند اولہ السادة الصوفیة من قول لا اله الا الله سبعین الف مرة یدکرون ان الله تعالیٰ

یعتق بہا رقبة من قالها واشتری بہا نفسه من النار ویحافظون علیہا لانفسہم ولمن مات من

اھا لیہم و اخوانہم وقد ذکرها الامام الیافعی و العارف الکبیر المحی بن العربی و اوصی

بالمحافظة علیہا و ذکروا انه قد ورد فیہا خبر نبوی لکن قال بعض المشائخ لم ترد بہ السنة

فیما اعلم وقد وقفت علی صورة سوال للحافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ عن هذا الحدیث

وهو من قال لا اله الا الله سبعین الف فافقد اشتری نفسه من الله و صورة جوابہ الحدیث

المذکور لیس بصحیح ولا حسن ولا ضعیف بل هو باطل موضوع اه هكذا قال ابن النجم

الضبطنی و عقبہ بقولہ لکن ینبغی للشخص ان یفعل ذلک اقتداء بالسیادة و امتثالاً بقول من

اوصی بہا تبرکاً بافعالہم ○ ملخصاً

یہ علامہ نجم الدین ضبطی، شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب کے استاذ سلسلہ حدیث ہیں۔ دیکھو! انہوں نے امام

ابن حجر کا وہ فتویٰ نقل کر کے حدیث کے باطل و موضوع ہونے کو برقرار رکھا۔ پھر بھی فعل کی وصیت کی، کہ اولیائے کرام کا اتباع

ہو اور ان کے افعال سے تبرک نصیب ہو۔ وباللہ التوفیق۔

(۴) ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں فرمایا۔

احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلها باطلہ .

بایں ہمہ فرمایا۔

ثم اعلم انه لا يلزم من كون اذكار الوضوء غير ثابتة عنه صلى الله تعالى عليه وسلم ان تكون

مكروهة او بدعة مذمومة بل انها مستحبة استحباب العلماء الاعلام والمشائخ الكرام

لمناسبة كل عضو بدعاء يليق في المقام .

اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا کہ اباحت تو اباحت۔ موضوعیت حدیث، استحباب فعل کے بھی منافی نہیں اور واقعی ایسا

ہی ہے کہ موضوعیت، عدم حدیث ہے اور ورود حدیث بخصوص فعل لازم استحباب نہیں، کہ اس کے ارتقاع سے اس کا انتقال لازم آئے۔

افادہ بست و نہم :-

بالفرض کچھ نہ ہی تو اقل درجہ اس فعل کو اعمال مشائخ سے ایک عمل سمجھے کہ بغرض روشنائی بصر معمول۔ ایسی جگہ ثبوت حدیث

کی کیا ضرورت؟ صیغہ اعمال میں تصرف و استخراج مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔ ہزاروں عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعث

نفع بندگان خدا ہوتے ہیں۔ کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند خاص نہیں مانگتا۔ کتب ائمہ و علماء و مشائخ و اساتذہ شاہ ولی اللہ و شاہ

عبدالعزیز، اور خود ان بزرگوں کی تصانیف ایسی صد ہا باتوں سے مالا مال ہیں۔ انہیں کیوں نہیں بدعت و ممنوع کہتے؟

عزیزو! خدارا انصاف۔ ذرا شاہ ولی اللہ کی قول الجمیل دیکھو اور ان کے والد و مشائخ وغیر ہم کے اختراعی اعمال تماشا

کرو۔

(الف) در دوسرے کے لیے تختہ پر ریتا بچھانا، کیل سے اجد، ہوز لکھنا۔

(ب) چچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنا کر پھونک پھونک کر گرہیں لگانا۔

(ج) اسمائے اصحاب کہف سے استعانت کرنا، انہیں آگ، لوٹ، چوری سے امان سمجھنا۔

(د) دیواروں پر ان کے لکھنے کو آمد جن کی بندش جاننا۔

(ه) دفع جن کو چار کیلین گوشہائے مکان میں گاڑنا۔

(و) عقیمہ کے لیے گلاب و زعفران سے ہرن کی کھال لکھنا، یہ کھال اس کے گلے کا ہار کرنا۔

(ز) اسقاط حمل کو کسم کارنگا گنڈا نکالنا، عورت کے قد سے ناپنا، گن کر نو گرہیں لگانا۔

(ح) در دوزہ کو آیات قرآنی لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا۔

(ط) فرزند زینہ کے لیے ہرن کی کھال اور وہی گلاب و زعفران کا خیال۔

(ی) بچہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لینا، ان پر ٹھیک دو پہر کو قرآن پڑھنا۔

- (ک) لڑکانہ ہونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا، ستر سے کم شمار نہ ہونا۔
 (ل) دفع نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا، کنڈل کے اندر چھری رکھنا، عائن و ساحر کا نام لے کر پکارنا، ناپ کر تین گز ڈورا لینا، اس پر شہت ”بہت“ کیا کیا الفاظ غیر معلوم المعنی پڑھنا، قطع النجا خدا جانے کون ہے؟ اسے ندا کرنا۔
 (م) چور کی پہچان کا عمل نکالنا، لیسین پڑھ کر لوٹا گھمانا۔
 (ن) بخار کو عیسیٰ و موسیٰ و محمد علیہم السلام کی قسمیں دینا۔
 (ص) مصروع کو تانبے کی تختی پر دو اسم کھدوانا، پھر تعین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو، ساعت بھی خاص اول ہی ہو، اس کے سوا صد ہا باتیں ہیں۔

ان میں کون سی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے؟ اور یہ ترکیبیں قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں؟ اور جب کچھ نہیں، تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں؟ شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزند ارجمند و اساتذہ و مشائخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائیں؟ یہ سب تو بے سند، حلال و نفائس اعمال۔ مگر اذان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا، آنکھوں سے لگانا، اس سے روشنی بصر کی امید رکھنا، کہ اکابر سلف سے ماثور، علما و صلحا کا دستور، کتب فقہ میں مسطور، یہ معاذ اللہ حرام و وبال و موجب ضلال۔ تو کیا بات ہے؟ یہاں نام پاک حضور سیدالحموین صلی اللہ علیہ وسلم درمیان ہے، لہذا وہ دلوں کی دبی آگ بجیلہ شعلہ فشاں ہے۔

بہر رنگے کہ خوانی جامہ می پوش۔ من انداز قدرت رانی شناسم

افادہ سیم:-

ہمیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز و استحباب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہ تعالیٰ باحسن وجوہ، نقش مراد، کرسی نشیں، اور عرش تحقیق مستقر و مکین۔ مگر حضرات وہابیہ اپنے نئے اماموں کی خبر لیں۔ ان کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا؟ مستحب کیا؟ خاص سنت سنیہ بلند و بالا ہے۔ اس کا منکر سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے، بلکہ رد کرنے والا۔

طائفہ جدیدہ کے استاد رشید نے اپنی کتاب عجاب براہین قاطعہ ما امر اللہ بہ ان یوصل میں مسئلہ قبول ضعاف فیما دون الاحکام کے اگرچہ بکمال سلیم القلمی و بصیر العینی وہ عجیب و غریب معنی تراشے کہ جدت کی لہریں، حدیث کے تماشے، ایک ایک ادا پر ہزار ہزار مکارے، اپنی جانیں واریں۔ عقل و ہوش و چشم و گوش، اپنے عدم ملکہ کو صدقہ اتاریں۔ خادمان شریعت چاکر ان ملت معالم تسمعوا انتم ولا آباءکم پکاریں۔ حضرت کی تمام سعی باطل کا حاصل بے حاصل یہ کہ:

ارشاداتِ علما کی مراد یہ کہ صرف وہ حدیث ضعیف مقبول، جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور، اگرچہ خاص اس عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو۔ جیسے روزہ ماہ رجب وغیرہ۔ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نکلے، جب کوئی خاص ثواب و فضیلت مذکور نہ ہو، مقبول نہیں۔ کہ یہ تو عمل کی حدیث ہوئی، نہ فضائل کی۔ پھر بشرط مذکور حدیث اگرچہ مقبول ہوگی،

مگر وہ عمل باوصف قبول حدیث و تسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا، جب تک حسن لغیرہ نہ ہو جائے۔ حدیث ضعیف سے ثبوت استحباب محض اختراع و خلاف اجماع ہے۔ علمائے جتنے اعمال کو بہ نظر ورود احادیث مستحب مانا، ان سب میں حدیث حسن لغیرہ ہوگئی ہے۔ دلیل یہ کہ احادیث ادعیہ وضو کو علامہ طحاوی نے کہہ دیا کہ حسن لغیرہ ہیں۔ بس معلوم ہو گیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں۔ یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال متعلقہ بجوارح میں آئیں، اور جو کچھ متعلق بجوارح نہیں، وہ اگرچہ سیر ہوں، خواہ مواعظ، خواہ معجزات، خواہ فضائل صحابہ و اہل بیت، و سائر رجال، جن میں قبول ضعاف، کی علما برابر تصریح فرماتے چلے آئے ہیں۔ خواہ کسی اور خبر زائد کا بیان، جس میں کسی طرح کا اعلام و اخبار ہو، اگرچہ ونفیاً و اثباتاً عقائد میں اصلاً داخل نہ ہو، یہ سب کا سب باب عقائد سے ہے۔ میں ضعاف درکنار، بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی مردود ہیں، جب تک متواتر و قطعی الدلالہ نہ ہوں۔ مثلاً جیہ حدیث کہ رو میں شب جمعہ اپنے مکانوں پر آتی، اور صدقات چاہتی ہیں، باب عقائد سے ہے اور بنظر طلب صدقہ اگر ہو، تو باب عمل سے۔ کہ یہاں کوئی فضیلت صدقہ تو مذکور نہ ہوئی..... خلاصہ یہ ہے کہ جو متعلق بجوارح ہیں، ان میں صحاح احادیثی بے اعتبار، اور متعلق بجوارح بے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح درکار۔ ہاں! ثواب بھی مذکور ہو، تو ضعاف مقبول اور یہی مراد علما۔ مگر مستحب نہ ٹھہرے گا، جب تک حسن لغیرہ نہ ہو۔

شروع ص ۸۱ سے وسط ص ۸۹ تک ان محدث محدث نے یہی قاعدہ احداث کیا ہے۔ ان خرافات کے رد کی کیا حاجت؟ ہمارے اقادات سابقہ سے حرف حرف ان کا مردود۔ مگر یہاں ہمیں یہ کہنا ہے کہ تقبیل ابہامین کی سنیت ثابت ہوگئی۔ اگر بنظر تعدد و طرق اس کی حدیث کو حسن لغیرہ کہیے، فیہا۔ ورنہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی باب فضائل سے ہے۔ کہ متعلق بعمل جوارح بھی ہے، اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور۔ تو احادیث، مفید استحباب نہ سہی، جواز تو ضرور ثابت کریں گے۔ قبول ضعاف فی الفصائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہوگا۔ اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے مستفاد مانئے، کہ جو حدیث جس باب میں مقبول، لاجرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے۔ خواہ اجماع علما سے، کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول بہ۔ خواہ قرآن عظیم و حدیث صحیح کیف و قد قیل و حدیث صحیح ارتقائے شہادت و احادیث مذکورہ اقادہ [۱۸] وغیرہا سے، کہ قبول و عمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں۔ خواہ قاعدہ مسلمہ شریعت محمدیہ یعنی اخذ بالاحتیاط سے۔ ہر طرح ایک دلیل شرعی اس پر قائم اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرعی صراحتاً دلالت کسی طرح وال ہو، اگرچہ وہ فعل خاص، بلکہ اس کے جنس کا بھی کوئی فعل قرون ثلثہ میں نہ پایا گیا ہو، سب سنت ہے۔ تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا!؟

افادہ سی و یکم:-

اذہان اکثر قاصرین زمان میں، سند کی فضیلتیں اور کلام اثرین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر مرتکز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کلمات ائمہ معتمدین میں بصیغہ جزم مذکور ہوں، مطلقاً باطل و مردود عاقل۔ کہ احکام، معازی، سیر، فضائل، کسی باب میں اصلاً نہ سننے کے لائق، نہ ماننے کے قابل۔

حالانکہ یہ محض اختراع، بین الاندفاع، مشاہیر محدثین و جماہیر فقہادوں فریق کے مخالف اجماع ہے۔ غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بے سند متصل نسبت کرے، محدثین کے نزدیک باختلاف حالات و اصطلاحات مرسل، منقطع، معضل ہے اور فقہاء و اصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل۔ اصطلاحات حدیث پر تعلق و اعضاء یا اصطلاح فقہ و اصول پر ارسال میں، کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں۔ بلکہ تمام وسائل حذف کر کے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و امثال ذالک کہتے ہیں، وہ بھی معضل و مرسل ہے۔

امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع الحدیث میں فرماتے ہیں: المعضل عبارة عما سقط من اسناده اثنان

و فصاعدا .

مسلم الثبوت میں ہے: المرسل قول العدل قال عليه السلام كذا پھر باجماع علماء محدثین و فقہاء یہ سب انواع، نوع موضوع سے بیگانہ ہیں، اور مادون الاحکام مثل فضائل اعمال و مناقب رجال و سیر و احوال میں سلفاً خلفاً ماخوذ و مقبول۔ جملہ مصنفین علوم، حدیث موضوع کو شرالانواع بتاتے، اور انہیں اس سے جدا شمار فرماتے آئے اور تمام مؤلفین سیر، بلا تکثیر منکر، مراسیل و معضلات کا ذکر و اثبات کرتے رہے۔

علامہ حلبی سیرۃ انسان العیون میں فرماتے ہیں: لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح و السقیم و الضعیف و البلاغ و المرسل و المنقطع و المعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد و غیرہ من الائمة اذا روينا في الحلال و الحرام شددنا و اذا روينا في الفضائل و نحوها تساهلنا.....

اخیر رسالہ میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

الحمد للہ! کہ اس جواب کی ابتداء بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سے ہوئی، اور انتہا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے نام محمود و درود مسعود پر ہوئی۔ امید ہے کہ مولیٰ عزوجل اس نام کریم و صلاۃ و تسلیم کی برکت سے قبول فرمائے، اور انارت عیون، و تنویر قلوب، و تکفیر ذنوب، و سلامت ایمان، و امن و امان، و تعمیم قبر، و نجات فی الحشر، کا باعث بنائے۔

فانه تعالى بكرمه يقبل الصلاتين وهو اكرم من ان يدع ما بينهما وكان ذلك لليلة الثالثة يوم الاثنين لعلها الثامنة عشر من الشهر الفاخر شهر ربيع آخرت من شهور السنة الثالثة عشر من المائة الرابعة عشر من هجرة الحبيب سيد البشر صلى الله تعالى عليه وسلم و على آله و صحبه و اوليائه اجمعين و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا الله انت استغفرك و اتوب اليك و الله سبحانه و تعالى اعلم و علمه مجده اتم و احكم .

(۳۰) الاحلی من السكر لطلبہ سکر دوسر (۵)

علمائے وہابیہ عموماً، خصوصاً گنگوہی صاحب بات بات میں شرک و کفر و بدعت و گمراہی کا فتویٰ دیا کرتے ہیں۔ کہ طبیعت کی افتاد ہی اس قسم کی ہوگئی ہے کہ الدین یسر کو خواہ مخواہ عسر بنا دیا ہے۔ جو فتویٰ ہے، عجیب و غریب ہے۔ مولود، فاتحہ، عرس، کو ناجائز کہتے کہتے ناجواز ہی زبان پر چڑھ گیا، گویا تکیہ کلام ہو گیا۔ منی آرڈر کرنا ناجائز ہے، سود ہے۔ نوٹ کی بیع کم و بیش درکنار برابر قیمت پر بھی درست نہیں۔ پوڑیہ کارنگ نجس، ناپاک ہے۔ روسر کی شکر جائز نہیں۔ وعلیٰ هذا القیاس۔

اسی کا ایک استفتاء ماہ ذی قعدہ ۱۳۰۳ھ میں نواب گنج بارہ بنکی سے شیخ عبدالجلیل پنجابی نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت و جماعت کی خدمت بابرکت میں بھیجا۔ سوال یہ تھا:-

روسر کی شکر کہ ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والوں کو کچھ احتیاط اس کی نہیں کہ وہ ہڈیاں پاک ہوں یا ناپاک، جلال کی ہوں یا مردار کی، اور سنا گیا ہے کہ اس میں شراب بھی پڑتی ہے اور اسی طرح کل کی برف اور کل کی وہ کل چیزیں جن میں شراب کا لگاؤ سنا جاتا ہے۔ شرعاً کیا حکم رکھتی ہیں؟

اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں ایک مستقل رسالہ ۲۸ صفحے کا تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ پہلے مطبع حنفیہ پٹنہ میں رسالہ ”محزون تحقیق تحفہ حنفیہ“ کے ضمن میں چھپا۔ پھر دوسری مرتبہ فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں صفحہ ۹۵ سے صفحہ ۱۴۳ تک چھپا۔ اعلیٰ حضرت نے تحریر جواب سے قبل حسب عادت کریمہ خطبہ عربی تحریر فرمایا۔ ابتدا اس طرح فرمائی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

سمع المولى و شكر ÷ لمن حمد العلى الاكبر ÷ شكرك ربنا الذواحلى ÷ من كل مايلذ و يستحلى ÷ والصلوة و السلام على سيد الانام ÷ اعظم يعسوب لنحل الاسلام ÷ عذب الريق حلو الكلام ÷ منبع شهد يزيل السقام ÷ واله وصحبه العظام الفخام ÷ مااشتفى بالعسل مريض سقيم ÷ واجب الحلو مسلم سليم.....

اس رسالہ کا تاریخی نام اعلیٰ حضرت نے الاحلی من السكر لطلبہ سکر دوسر رکھا اور قبل تحریر جواب دس مقدمہ اور ایک ضابطہ کلیہ تحریر فرمایا۔ جس سے مسئلہ کا جواب صاف اور روشن ہو جائے۔

مقدمہ اولیٰ:-

ہڈیاں ہر جانور یہاں تک کہ غیر ماکول و نامذبوہ کی بھی مطلقاً پاک ہیں، جب تک ان پر ناپاک دوسمت نہ ہو۔ سو اختریر کے کہ نجس العین ہے، اور اس کا ہر جزء بدن ایسا ناپاک کہ اصلاً صلاحیت طہارت نہیں رکھتا اور دوسمت میں قید ناپاک کی اس غرض سے ہے کہ مثلاً جو جانور خون سائل نہیں رکھتے، ان کی ہڈیاں بہر حال پاک ہیں، اگرچہ دوسمت آمیز ہوں۔ کہ ان کی دوسمت بوجہ عدم اختلاط دم خود پاک ہے۔ تو اس کی آمیزش سے استخوان کیوں کر ناپاک ہو سکتے ہیں؟ فی تنویر الابصار والدر المختار وردہ

المحتار شعر البیة غیر الخنزیر و عظمها و عصبها و حافرھا و قرنھا الخالیہ عن الدسومة (قید للجمع کما فی القہسہانی فخرج الشعر المنتوف وما بعده اذا کان فیہ دسومة) و دم سمک طاهر انتہت ملخصہ مگر حلال و جائز الاکل صرف جانور ماکول اللحم مذکی، یعنی مذبوح بذبح شرعی کی ہڈیاں ہیں..... حرام جانور اور ایسے ہی جو بے ذکاۃ شرعی مر جائے، یا کاٹا جائے، بجمیع اجزائہ حرام ہے۔ اگرچہ طاہر ہو، کہ طہارت مستلزم حلت نہیں۔ جیسے سنگھیا بقدر مضرت، اور انسان کا دودھ بعد عمر رضاعت، اور مچھلی کے سوا جانوران دریائی کا گوشت وغیرہ ڈلک۔ کہ یہ سب پاک ہیں اور باوجود پاک کی حرام۔

مقدمہ ثانیہ:۔

شریعت مطہرہ میں طہارت و حلت اصل ہیں اور ان کا ثبوت خود حاصل کہ اپنے اثبات میں کسی دلیل کا محتاج نہیں اور حرمت و نجاست عارضی، کہ ان کے ثبوت کو دلیل خاص درکار اور محض شکوک و ظنون سے ان کا اثبات ناممکن۔ کہ طہارت و حلت پر بوجہ اصالت، جو یقین تھا، اس کا زوال بھی اس کے یقین کے مثل ہی سے متصور۔ نرا ظن لاحق، یقین سابق کے حکم کو رفع نہیں کرتا۔

یہ شرع شریف کا ضابطہ عظیمہ ہے، جس پر ہزار ہا احکام متفرع۔ یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ تین چوتھائی فقہ سے زائد اس پر مہبتی اور فی الواقع جس نے اس قاعدہ کو سمجھ لیا، وہ صد ہا وساوس ہانکے وقتہ پروازی اوہام باطلہ و دست اندازی ظنون عاقلہ سے امان میں رہا۔ جب کسی کو کسی شئی پر انکار منع کرتے، اور اسے مکروہ، حرام، ناجائز، کہتے سنو۔ جان لو کہ بار ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ جب تک دلیل واضح سے ثابت نہ کرے، اس کا دعویٰ اسی پر مردود، اور جائز و مباح کہنے والا، بالکل سبکدوش۔ کہ اس کے لیے تمسک باصل موجود۔

طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے: (الاصل فی الاشیاء الطہارۃ) لقولہ تعالیٰ: هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا O والیقین لا یزول بالشک والظن بل یزول بیقین مثله (وہذا اصل مقدر فی الشرع منصوص علیہ)

مقدمہ ثالثہ:۔

احتیاط اس میں نہیں کہ بے تحقیق بالغ، و ثبوت کامل، کسی شئی کو حرام و مکروہ کہہ کر شریعت مطہرہ پر افترا کیجیے۔ بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے۔ کہ وہی اصل متیقن، اور بے حاجت بسین خود بسین۔

سیدی عبدالغنی بن سیدی اسمعیل فرماتے ہیں: لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ باثبات الحرمة او الکراہة الذین لا یدلہما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ہی الاصل۔

مقدمہ رابعہ :-

بازاری افواہ قابل اعتبار، اور احکام شرع کی مناظر و مدار نہیں ہو سکتی۔ بہت خبریں بے سرو پا ایسی مشتہر ہو جاتی ہیں، جن کی کچھ اصل نہیں۔ یا ہے تو، بہزار تفاوت۔ اکثر دیکھا ہے کہ ایک خبر نے شہر میں شہرت پائی، اور قائلوں سے تحقیق کیا، تو یہی جواب ملا کہ سنا ہے۔ نہ کوئی اپنا دیکھا بیان کرے، نہ اس کی سند کا پتہ چلے، کہ اصل قائل کون تھا؟ جس سے سن کر شدہ شدہ اس اشتہار کی ثبوت آئی۔ یا ثابت ہوا تو یہ کہ فلاں کافر یا فاسق منہجائے سند تھا۔ پھر معلوم و مشاہد کہ جس قدر سلسلہ بڑھتا جاتا ہے، خبر میں نئے نئے شکوے نکلتے آتے ہیں۔ حدیث موقوف میں ہے کہ شیطان آدمی کی شکل بن کر لوگوں میں جھوٹی بات مشہور کر دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے ذکر کیا جس کی صورت پہچانتا ہوں، نام نہیں جانتا۔

مقدمہ مسلم شریف میں ہے۔ ان الشیطان يتمثل في صورة الرجل فياتي القوم فيحدثهم بالحديث من الكذب فيتفرقون فيقول الرجل منهم سمعت رجلا عرف وجهه ولا ادري ما اسمه يحدث .

مقدمہ خامسہ :-

حلت، حرمت، طہارت، نجاست، احکام دینیہ ہیں۔ ان میں کافر کی خبر محض نامعتبر۔ قال تعالیٰ: لن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلاً O بلکہ مسلمان فاسق، بلکہ مستور الحال کی خبر بھی واجب القبول نہیں۔ چہ جائے کافر۔ قال تعالیٰ: يا ايها الذين آمنوا ان جاءكم فاسق بنبأ فتبينوا O الآبه در مختار میں ہے: شرط العدالة في الديانات كالخبر عن نجاسة الماء فيتميم ولا يتوضأ ان اخبر بها مسلم عدل منزجر عما يعتقد حرمة و يتحري في خبر الفاسق و المستوراه ملخصا

مقدمہ سادسہ :-

کسی شئی کا محل احتیاط سے دور، یا کسی قوم کا بے احتیاط و شعور، اور پروائے نجاست و حرمت سے مجبور ہونا، اسے مستلزم نہیں کہ وہ شئی یا اس قوم کی استعمالی، خواہ بنائی ہوئی چیزیں مطلقاً ناپاک یا حرام و ممنوع قرار پائیں۔ کہ اس سے اگر یقین ہوا تو ان کی بے احتیاطی پر اور بے احتیاطی مقتضی وقوع دائم نہیں۔ پھر نفس شئی میں سوائے ظنون و خیالات کے کیا باقی رہا؟ جنہیں امثال مقام میں شرح مطہر لحاظ سے ساقط فرما چکی۔ کما ذکرناہ فی المقدمة الثانيہ اور توضیحا للمرام چند نظائر بھی معرض بیان میں آنا مناسب۔

(۱) دیکھو! کیا کم ہے ان کنوؤں کی بے احتیاطی، جن سے کفار، فجار، جہال، گنوار، بچے، نادان، بے تمیز عورتیں، سب طرح کے لوگ پانی بھرتے ہیں۔ پھر شرع مطہر ان کی طہارت کا حکم دیتی، اور شرب و وضو وافر ماتی ہے، جب تک نجاست معلوم

نہ ہو۔

في التارخانيه ثم ردة المختار: من شك في انائه او ثوبه او بدنه اصابته نجاسة او لا فهو

طاهر مالم يتيقن وكذا الآبار والحياض والحباب الموضوعه فى الطرقات و يستقى منها الصغار والكبار والمسلمون والكفار .

(۲) خیال کرو! اس سے زیادہ ظنون و خیالات ہیں ان جوتوں کے بارے میں، جنہیں گلی، کوچوں ہر قسم کی جگہوں پر پہنے پھرے۔ پھر بھی عدا فرماتے ہیں: جوتا، کنویں سے نکلے، اور اس پر کوئی نجاست ظاہر نہ ہو، کنواں ظاہر اگرچہ تطیبا للقلوب دس بیس ڈول تجویز کئے گئے۔ فى التار خانیه سئل الامام الخجندی عن رکیة وهى البثر وجد فیها خف ای نعل تلبس و یمشى بها صاحبها فى الطرقات لا یدرى متى وقع فیها و لیس علیه اثر النجاسة هل یحکم بنجاسة الماء قال لا اه ملخصا

(۳) غور کرو! کیا کچھ گمان ہیں بچوں کے جسم و جامہ میں؟ کہ وہ احتیاط کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ مگر فقہا علم دیتے ہیں کہ جس پانی میں بچہ ہاتھ یا پاؤں ڈال دے، پاک ہے، جب تک نجاست تحقیق نہ ہو۔ طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے: كذلك حکم الماء الذى ادخل الضبی یدہ فیہ لان الصبیان لا يتوقون النجاسة لكن لا یحکم بها بالشك حتى لو ظهرت عين النجاسة او اثرها حکم بالنجاسة اه ملخصا

(۴) لحاظ کرو! کس قدر مجال وسیع ہے روغن کتان میں، جس سے صابون بنتا ہے۔ اس کی کلیاں کھلی رکھی رہتی ہیں، اور چوہا اس کی بو پر دوڑتا، اور جیسے بن پڑے، پیتا، اور اکثر اس میں گڑ بھی جاتا ہے۔ پھر ائمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم اس بنا پر روغن کو ناپاک نہیں کہہ سکتے۔ کہ یہ فقط ظن ہیں۔ کیا معلوم کہ خواہی نخو، ہی ایسا ہوا ہے۔ فى المحيط البرهانی وقع عند بعض الناس ان الصابون نجس لانه یؤخذ من دهن الكتان و دهن الكتان نجس لان او عینہ تكون مفتوحة الراس عادة والفارة تقصد شربها وتقع فیها غالبا ولکننا معشر الحنفیہ لا نفتی بنجاسة الصابون لانا لا نفتی بنجاسة الدهن لان الوقوع الفارة مظنون ولا نجاسة بالظن الخ ملخصا

(۵) نظر کرو! کتنی ردى حالت ہے ان کھانوں اور مٹھیوں کی جو کفار و ہنود بناتے ہیں۔ کیا ہمیں ان کی سخت بے احتیاطیوں پر یقین نہیں؟ کیا ہم نہیں کہہ سکتے؟ کہ ان کی کوئی چیز گوبر وغیرہ نجاست سے خالی نہیں۔ کیا ہمیں نہیں معلوم؟ کہ ان کے نزدیک گائے کا گوبر اور بچھیا کا پیشاب نظیف و طاہر بلکہ طہور، مطہر بلکہ نہایت مبارک و مقدس ہے۔ کہ جب طہارت و نظافت میں اہتمام تام منظور رکھتے ہیں، تو ان سے زائد یہ فضیلت کسی شئی سے حاصل نہیں جانتے۔ پھر علما ان چیزوں کا کھانا جائز جانتے ہیں۔ فى رد المحتار طاهر ما يتخذہ اهل الشرك او الجهلة من المسلمین كالسمن والخبز و الاطعمة ولا یاب ملخصا

(۶) نگاہ کرو! مشرکین کے برتن، کون نہیں جانتا، جیسے وہ ہوتے ہیں۔ وہ انہیں ظروف میں شرابیں پئیں، سو چکھیں،

جھٹکے کے ناپاک گوشت کھائیں۔ پھر شرع فرماتی ہے۔ جب تک علم نجاست نہ ہو، حکم طہارت ہے۔ فی الحدیثہ او عیة الیہود والنصارى والمجوس لا تخلو عن نجاسة لكن لا یحکم بها بالاحتمال والشک ملخصاً

(۷) تامل کرو! کس قدر معدن بے احتیاطی، بلکہ مخزن ہر گونہ گندگی ہیں کفار۔ خصوصاً ان کے شراب خوار کپڑے، علی الخصوص پاجامے، کہ وہ ہرگز استنجا کا لحاظ رکھیں، نہ شراب پیشاب وغیرہما نجاست سے احتراز کریں۔ پھر علماء حکم دیتے ہیں کہ وہ پاک ہیں، اور مسلمان بے دھوئے پہن کر نماز پڑھ لے تو صحیح و جائز، جب تک تلوٹ واضح نہ ہو۔ فی الدر المختار ثياب الفسقة واهل الذمة طاهرة اه

ولہذا عادت علمائے دین یوں ہے کہ حکم بطہارت کے لیے ادنیٰ احتمال کافی سمجھتے ہیں، اور اس کا عکس ہرگز معہود نہیں کہ محض خیالات پر حکم نجاست لگادیں۔ دیکھو! گائے بکری وغیرہ اگر کنوئیں میں گر کر زندہ نکل آئیں، قطعاً حکم طہارت ہے۔ قال فی البحر وقیدنا بالعلم لانہم قالوا فی البقر و نحوه ینخرج حیاً لا یحب نزع شیء وان کان الظاہر اشتمال بولہا علی افخاذاہا لکن یحتمل طہارتہا بان سقطت عقب دخولہا ماء کثیراً مع ان الاصل الطہارة اه

مقدمہ سابعہ :-

شدت بے احتیاطی جس کے باعث اکثر احوال میں نجاست و آلودگی کا غلبہ وقوع و کثرت شیوع ہو، بیشک باعث غلبہ ظن اور ظن غالب شرعاً معتبر، اور فقہ میں بنائے احکام۔ مگر اس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک تو یہ کہ جانب راجح پر قلب کو اس درجہ وثوق و اعتماد ہو کہ دوسری طرف کو بالکل نظر سے ساقط کر دے، اور محض ناقابل التفات سمجھے۔ گویا اس کا وجود و عدم یکساں ہو۔ ایسا ظن غالب فقہ میں ملحق بہ یقین، کہ ہر جگہ کار یقین دے گا، اور اپنے خلاف یقین سابق کا پورا مزاحم و رافع ہوگا اور غالباً اصطلاح علماء میں غالب ظن و اکبرائے اسی پر اطلاق کرتے ہیں۔

غمز العیون و البصائر شرح الاتباہ والنظائر میں ہے: الشک لغة مطلق التردد و فی اصطلاح الاصول استواء طرفی الشئی و هو الوقوف بین الشئین بحیث لا یمیل القلب الی احدہما فان ترجح احدہما ولم یطرح الآخر فهو ظن فان طرحه فهو غالب الظن و هو بمنزلة یقین وان لم یترجح فهو وہم و لبعض متاخری الاصولیین عبارة اخرى او جزء مما ذکرناہ مع زیادة علی ذالک وھی ان الیقین جزم القلب مع الاستناد الی الدلیل القطعی والاعتقاد جزم القلب من غیر استناد الی الدلیل القطعی کاعتقاد العامی والظن تجویز امرین احدہما اقوی من الآخر ولوہم تجویز امرین احدہما اضعف من الآخر والشک تجویز امرین لا مزیة لاحدہما علی الآخر ملخصاً

دوسرے یہ کہ ہنوز جانب راجح پر دل ٹھیک ٹھیک نہ جمے اور جانب مرجوح کو محض مضحک نہ سمجھے۔ بلکہ ادھر بھی ذہن جائے۔ اگرچہ بضعف و قلت یہ صورت نہ یقین کا کام دے، نہ یقین خلاف کا معارضہ کرے۔ بلکہ مرتبہ شک و تردد ہی میں سمجھی جاتی ہے۔ کلمات علماء میں کبھی اسے بھی ظن غالب کہتے ہیں۔ اگرچہ حقیقتاً یہ مجرد ظن ہے، نہ غلبہ ظن۔ فی الحدیثہ الندیة، غالب الظن

اذا لم ياخذ به القلب فهو بمنزلة الشك واليقين لا يزول بالشك اه ہاں! اس قسم کا اتنا لحاظ کرتے ہیں کہ احتیاط کو افضل و بہتر جانتے ہیں، نہ کہ اس پر عمل واجب و ختم ہو جائے۔

مقدمہ ثامنہ :-

کسی شئی کی نوع و صنف میں بوجہ ملاقات نجس، یا اختلاط حرام، نجاست و حرمت کا یقین، اس کے ہر فرد سے منع و احتراز کا موجب اسی وقت ہو سکتا ہے، جب معلوم و محقق ہو کہ یہ ملاقات و اختلاط بروجہ عموم و شمول ہے۔ مثلاً جب شئی کی نسبت ثابت ہو کہ اس میں شراب یا تخم خنزیر پڑتی ہے، اور بنانے والوں کو اس کا التزام ہے۔ تو اس کا التزام کلیہً ناجائز و حرام ہے۔ وہاں اس احتمال کو گنجائش نہ دیں گے کہ ہم نے یہ فرد خاص مثلاً خود بنتے نہ دیکھی، نہ خاص اس نسبت معتبر خبر پائی۔ ممکن کہ اس میں نہ ڈالی گئی ہو۔ کہ علی العموم التزام معلوم، تو یہ احتمال اسی قبیل سے ہے، جسے قلب قابل قبول و التفات نہیں جانتا، اور بالکل متزائل و مضحل مانتا ہے اور ہم پہلے کہہ چکے کہ ایسا احتمال کچھ کارآمد نہیں۔ نہ وہ ظن غالب کو مساوات یقین سے نازل کرے۔ تو اصل طہارت کا یقین، اس غلبہ ظن سے ذاہب و زائل ہو گیا۔ مگر یہ کہ اس فرد خاص کی محفوظی کسی ایسے ہی یقین سے واضح ہو جائے۔ تو البتہ اس کے جواز کا حکم دیا جائے گا۔

ولہذا علمائے فرمایا: ”دیباۃ فارسی“ ناپاک ہے اور اس سے نماز محض ناجائز کہ وہ اس کی چمک بھڑک زیادہ کرنے کو پیشاب کا خلط کرتے ہیں اور پھر دھوتے یوں نہیں کہ رنگ کٹ جائے گا۔ فی الدر المختار دیباچ اہل فارس نجس لجعلہم فیہ البول لبریقہ اہ اور اگر ایسا نہیں بلکہ صرف اتنا محقق کہ ایسا بھی ہوتا ہے، نہ کہ خاص ناپاک و حرام میں کوئی خصوصیت ہے، جس کے باعث قصد اس کا التزام کرتے ہیں۔ تو اس بنا پر ہرگز ہرگز حکم تحریم و نجس علی الاطلاق روا نہیں اور یہاں وہ احتمالات قطعاً مسموع ہوں گے کہ جب عموم نہیں، تو جس فرد کا اہم استعمال چاہتے ہیں، ممکن کہ افراد محفوظہ سے ہو اور اصل متیقن طہارت و حلت۔ تو شکوک و ظنون ناقابل عبرت۔

بالجملہ ایسی صورت میں حکم کلی یہی ہے کہ نوع کی نسبت غیر کلی یقین منع کلی کا موجب نہیں، بلکہ خصوص افراد کا لحاظ کریں

گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مقدمہ ناسعہ :-

جب بازار میں حلال و حرام مطلقاً یا کسی جنس خاص میں مختلط ہوں، اور کوئی ممیز و علامت فاروقہ نہ ملے، تو شریعت مطہرہ خریداری سے اجتناب کا حکم نہیں دیتی۔ کہ آخر ان میں حلال بھی ہے۔ تو ہر شئی میں احتمال حلت قائم، اور رخصت و اباحت کو اسی قدر کافی۔ یہ دعویٰ بھی ہماری تقریرات سابقہ سے واضح اور خود ملاذ مذہب ابو عبد اللہ شیبانی رضی اللہ عنہ نے مبسوط میں کہ کتب ظاہر روایت سے ہے، اس پر نص فرمایا: فی الاشباہ عن الاصل اذا اختلط الحلال والحرام فی البلد فانه يجوز الشراء والاخذ الا ان تقوم دلالة علی انه من الحرام اہ

مقدمہ عاشرہ:-

حضرت حق جل وعلانیٰ ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسی ہی چیز کو استعمال کریں، جو واقع و نفس الامر میں طاہر و حلال ہو۔ کہ اس کا علم ہمارے حیطہ قدرت سے ورا۔ قال اللہ تعالیٰ: لا یكلف اللہ نفساً الا وسعها O نہ یہ تکلیف فرمائی کہ صرف وہی شئی برتیں، جسے ہم اپنے علم و یقین کے زو سے طیب و طاہر جانتے ہیں۔ کہ اس میں بھی حرج عظیم اور حرج مدفوع مانع۔ قال تعالیٰ: ما جعل علیکم فی الدین من حرج O

اے عزیز! یہ دین بجز اللہ تعالیٰ آسانی و سہولت کے ساتھ آیا۔ جو اسے اس کے طور پر لے گا، اس کے لیے ہمیشہ رفیق و نرمی ہے اور جو تعمق و تشدد کو راہ دے گا، یہ دین اس کے لیے سخت ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہی تھک رہے گا اور اپنی سخت گیری کی آپ ندامت اٹھائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ فسدوا و اقاربو و بشروا الحدیث رواہ البخاری و النسائی عن ابی ہریرۃ

بلکہ صرف اس قدر حکم ہے کہ وہ چیز تصرف میں لائیں، جو اپنی اصل میں حلال و طیب ہو۔ اسے مانع و نجاست کا عارض ہونا، ہمارے علم میں نہ ہو۔ ولہذا جب تک خاص اس شئی میں، جسے استعمال کرنا چاہتا ہے، کوئی مظنہ قویہ ظہر و ممانعت کا نہ پایا جائے، تفتیش و تحقیقات کی بھی حاجت نہیں۔ مسلمان کو روا کہ اصل حل و طہارت پر عمل کرے۔ و یمکن و تکتمل و شاید و لعل کو جگہ نہ دے۔ فی الحدیقة: لا حرمة الا مع العلم لان الاصل الحل ولا یلزمہ السؤال عن شئی حتی یطلع علی حرمتہ و یتحقق بہا فیحرم علیہ ح اہ ملخصاً

ہاں! اس میں شک نہیں کہ شبہہ کی جگہ تفتیش و سوال بہتر ہے، جب اس پر کوئی فائدہ مترتب ہوتا سمجھے۔ یہ بھی اس وقت تک ہے، جب اس احتیاط و ورع میں کسی امر اہم و اہم و اہم کا خلاف نہ لازم آئے۔ کہ شرع مطہر میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے۔ مثلاً مسلمان نے دعوت کی۔ یہ اس کے مال و طعام کی تحقیقات کر رہے ہیں۔ کہاں سے لایا؟ کیوں کر پیدا کیا؟ حلال ہے یا حرام؟ کوئی نجاست تو اس میں نہیں ملی ہے؟ کہ بیشک یہ باتیں وحشت دینے والی ہیں اور مسلمان پر بدگمانی کر کے ایسی تحقیقات میں اسے ایذا دینا ہے۔ خصوصاً اگر وہ شخص شرعاً معظم و محترم ہو۔ جیسے عالم دین، سچا مرشد، یا باپ، یا استاد، یا ذی عزت مسلمان سردار قوم، تو اس نے اور بیجا کیا۔ ایک تو بدگمانی دوسرے موحش باتیں، تیسرے بزرگوں کا ترک ادب۔

ایک قاعدہ کلیہ واجتہد الحفظ یہ ہے کہ فعل فرائض و ترک محرّمات کو ارضائے خلق مقدم سمجھے اور ان امور میں کسی کی پرواہ نہ کرے اور فتنہ و نفرت و ایذا و وحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔ اسی طرح جو عادات و رسوم خلق میں جاری ہوں، اور شرع مطہر سے ان کی حرمت و شاعت نہ ثابت ہو، ان میں اپنے ترفع و تنزہ کے لیے خلاف و جدائی نہ کرے۔ کہ یہ سب امور اختلاف و موافقت کے معارض، اور مراد و محبوب شارع کے مناقض ہیں۔ ہاں ہاں! ہوشیار و گوش دار کہ یہ وہ نکتہ جمیلہ و حکمت جلیلہ و کوچہ سلامت و جادہ کرامت ہے، جس سے بہت زاہدان خشک و اہل تقشف غافل و جاہل ہوتے ہیں۔ وہ اپنے زعم میں محتاط و دین

پرور بنتے ہیں، اور فی البواقع مغز حکمت و مقصود شریعت سے دور پڑتے ہیں۔ خبردار و محکوم گیر قال الامام الغزالی: لیس له ان یساله بل ان کان یتورع فلیتلف فی الترتک وان کان لابد له فلیاکل بغير سوال اذ السؤال ایذاء و هتک ستر و ایحاش و هو حرام بلا شک۔

وضع ضابطہ کلیہ دریں باب و تفرقہ در حکم عظام و شراب:

واضح ہو کہ کسی شئی حرام خواہ نجس کے، دوسرے چیز میں خلط ہونے پر یقین دو قسم ہے۔
 شخصی: یعنی ایک فرد خاص کی نسبت یقین۔ مثلاً آنکھوں سے دیکھا کہ اس کنوئیں میں نجاست گری ہے۔
 نوعی: یعنی مطلق نوع کی نسبت یقین۔
 اور اس کی پھر دو قسمیں ہیں۔

ایک اجمالی: یعنی اس قدر ثابت کہ اس نوع میں اختلاط واقع ہوتا ہے، نہ یہ کہ علی العموم اس کے ہر فرد کی نسبت علم ہو۔ جیسے کفار کے برتن، کپڑے، کنوئیں۔

دوسرا کلی: یعنی نوع کی نسبت بروجہ شمول و عموم و دوام و التزام اس معنی کا ثبوت ہو۔ مثلاً تحقیق پائے کہ فلاں نجس یا حرام چیزیں اس ترکیب کا جزو خاص ہے، کہ جب بناتے ہیں، اسے شریک کرتے ہیں اور یہ وہ ہیں ہوگا کہ بنانے والوں کو بالخصوص اس کے ڈالنے سے کوئی غرض خاص مقصود ہو۔ ورنہ بلا وجہ التزام متیقن نہیں ہو سکتا۔ جیسے پانی وغیرہ کسی شئی کو ہڈیوں سے صاف کریں، کہ تصفیہ میں ناپاک یا حرام استخوان کی کوئی خصوصیت نہیں۔ جو مقصود ان سے حاصل و پاک و حلال ہڈیوں سے بھی قطعاً متیسر۔ کمالات بخفی

اور وہ اشیا بھی جن کا کسی ماکول و مشروب، یا اور استعمالی چیزوں میں خلط سنا جانا موجب تردد و تشویش و باعث سوال و تفتیش ہو، دو قسم ہیں۔

ایک مامنه محذور: یعنی وہ جن میں ہر قسم کے افراد موجود۔ بعض ان میں حرام و نجس بھی ہیں اور بعض حلال و طاهر۔ جیسے عظام کہ یہاں منشاء تو ہم صرف ان لوگوں کا بے باک و نامحاط ہونا ہے، جن کے اہتمام سے وہ چیز بنتی ہے۔ کہ جب ان اشیاء میں حرام و نجس بھی موجود، اور ان کو پرواہ و احتیاط مفقود۔ تو کیا خبر کہ یہاں کس قسم کی چیز ڈالی گئی ہے؟ اسی لیے جب وہ کارخانہ ثقہ مسلمانوں سے متعلق ہو، تو خاطر پر اصلاً تردد نہ آئے گا اور صدور محذور کی طرف ذہن سلیم نہ جائے گا۔

دوسرے ماہو محذور: یعنی وہ کہ حرام مطلق یا نجس محض ہیں۔ جن کی کوئی فرد حلال و طاهر نہیں۔ جیسے شراب بجمیع اقسامہا علی مذهب محمد الماخوذ للفتویٰ۔ یہاں باعث احتراز و تنزیہ خود اسی شئی کی نفس حالت ہے، نہ بنانے والوں کی جرأت و جسارت۔ یہاں تک کہ ابتداء اہل کارخانہ کی وثاقت و عدالت معلوم ہونا، اس مقام پر علاج اندیشہ نہ ہوگی۔ بلکہ یہ سن کر ان کی وثاقت و احتیاط میں شک آ سکتا ہے۔ اسی وجہ سے ان دونوں صورتوں میں ہنگام نظر و تنقیح حکم بوجہ فرق واقع

ہوتا ہے۔

صورتِ اولیٰ میں مجرد اسی شئی مثلاً استخوان کے پڑنے پر یقین، عام ازاں کہ شخصی ہونا یا نوعی، اجمالی ہو یا کلی، خواہی نہ خواہی اس جزئی یا نوع میں مخالفتِ حرام یا نجس کا یقین نہیں دلاتا۔ ممکن کہ صرف افرادِ طیبہ مباحہ استعمال میں آئے ہوں..... اسی طرح خاص افرادِ محرمہ و نجسہ کے استعمال پر یقین نوعی اجمالی بھی علی الاطلاق تحریم و نجس کا مورث نہیں۔ کہ ہر جزئی خاص میں استعمال فردِ طاہر و حلال کا احتمال قائم۔ ولہذا افرادِ قسمین کا بازار میں اختلاط مانع اشتراک و تناول نہیں۔ کہ کسی معین پر حکم بالجزم نہیں کر سکتے۔ بخلاف صورتِ ثانیہ کہ وہاں صرف اس کے پڑنے کا یقین شخصی خواہ نوعی کلی اس جزئی خاص یا تمام نوع کی نجس و تحریم میں بس ہے۔ جس کے بعد کچھ کلام باقی نہیں رہتا اور وہ احتمالات کہ بوجہ تنوع افراد، صورتِ اولیٰ میں متحقق ہوتے تھے، یہاں قطعاً منقطع۔ کمالاً تکمیلی۔ اسی طرح صورتِ اولیٰ میں اگر بالخصوص افرادِ حرام و ناپاک ہی پڑنے کا ایسا ہی یقین شخصی یا نوعی کلی ہو، تو اس کا بھی یہی حکم کہ اس تقدیر پر صورتِ اولیٰ، صورتِ ثانیہ کی طرف رجوع کر آئی.....

البتہ یقین نوعی اجمالی یہاں بھی بکار آمد نہیں، کہ جب علی وجہ العموم والا التزام یقین نہیں، تو ہر فرد کی محفوظی محتمل۔ جب تک کسی جزئی خاص کا حال تحقیق نہ ہو کہ اس وقت یہ یقین، یقین شخصی کی طرف رجوع کر جائے گا۔ وہو مانع کما ذکرنا۔ بالجملہ خلاصہ ضابطہ یہ ہے کہ مامنہ محذور میں کسی قسم کا یقین بکار آمد نہیں۔ جب تک ماہو محذور کی طرف رجوع نہ کرے اور ماہو محذور میں ہر قسم کا یقین کافی۔ مگر صرف نوعی اجمالی کہ ساقط و غیر مثبت ممانعت ہے، جب تک یقین شخصی کی طرف آئل نہ ہو۔

الشروع فی الجواب :-

کل کی برف میں شراب ملنے کی خبر قابل غور و واجب النظر۔ اب مقدمہ ۵۴ و ۵۵ کی تقریریں پیش نگاہ رکھ کر، لحاظِ درکار۔ اگر یہ اخبار، افواہ بازار، یا منجھائے سند، بعض مشرکین و کفار، تو بالکل مردود و محض بے اعتبار۔ ہاں! صورتِ اخیرہ میں..... اگر ان کا صدق دل پر جمے، تو احتیاط بہتر، تاہم گناہ نہیں..... اور اتنا بھی نہ ہو تو اصلاً پرواہ نہیں۔ اور اگر فساق بد اعمال یا مستور نامعلوم الحال کی خبر، تو شہادت قلب کی طرف رجوع معتبر..... اگر دل اس امر میں ان کے کذب کی طرف جھکے، تو کچھ باک نہیں، مگر احتراز افضل۔ کہ آخر مسلمان ہیں۔ عجب کیا کہ سچ کہتے ہوں۔ خصوصاً مستور کہ اس کی عدالت معلوم نہیں، تو فسق بھی تو ثابت نہیں..... اگر قلب ان کے صدق پر گواہی دے، تو بے شک احتراز چاہئے۔ کہ ایسے مقام پر تحریر حجت شرعیہ ہے۔ اگر چہ وہ خبر بنفسہ حجت نہ تھی۔ مگر یہاں ممانعت کا درجہ حرمت قطعاً تک تجاوز نہ کرنے گا، اور وہ بھی اسی کے حق میں جس کا دل اس کی صدق کی طرف چاہئے۔ پس اگر دوسرے کے دل پر ان کا کذب جمے، اس کے لیے وہی پہلا حکم ہے، کہ احتراز بہتر، ورنہ اجازت۔

ہاں! اگر اس قدر جماعت اکثر کی خبر ہو، جن کا کذب پر اتفاق عقل تجویز نہ کرے، تو بے شک علی الاطلاق حرمت قطعی کا حکم

دیا جائے گا اور اس کے سوا کسی امر پر لحاظ نہ کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ سب مخبر فساق و فجار بلکہ مشرکین و کفار ہوں۔ اسی طرح اگر منجھائے سند مسلمان عادل اگرچہ ایک ہی ہو، جب بھی احتراز واجب، اور برف حرام و نجس..... مگر یہ ضرورت ہے کہ وہ خود اپنے معائنہ سے خبر دے۔ ورنہ سنی سنائی کہنے میں، اس کا قول، خود اس کا قول نہیں۔ اسی طرح تو اتر کے بھی یہ معنی کہ اس قدر جماعت کثیر خاص اپنے معائنہ سے بیان کرے، نہ یہ کہ کہنے والے تو ہزاروں ہیں، مگر جس سے پوچھئے، وہی سننا، بیان کرتا ہے۔ کہ اس صورت میں اگر اصل مخبر کا پتہ نہیں، تو وہی افواہ بازاری، ورنہ انتہائے خبر اس مخبر پر رہے گی اور ناقلمین درمیان سے ساقط ہو جائیں گے۔ صرف نظر اس اصل کے حال پر اقتضاء کرے گی۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کا ہے کہ اکثر اس قسم کی خبریں عوام یا کم علموں کے نزدیک موثرات سے ملتبس ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ عندا تحقیق تو اتر کی ہوتی ہیں۔

الحاصل جب خبر معتبر شرعی سے ثابت ہو جائے کہ شراب اس ترکیب کا جزء ہے، تو برف کی حرمت و نجاست میں کلام نہیں اور علی العموم اس کے تمام افراد ممنوع و محذور..... اور یہ احتمال کہ شاید اس فرد خاص میں نہ پڑی ہو، محض مہمل و مہجور۔ کہ ماہو محذور میں یقین نوعی کلی ہے اور ایسی جگہ یہ احتمالات یک لخت مضمحل و غیر کافی۔ یہاں تک کہ ایسی شئی کا دوا میں بھی استعمال ناروا۔ مگر جب اس کے سوا دوا نہ ہو اور یقین کامل ہو کہ اس سے قطعاً شفا ہو جائے گی۔ جیسے بحالت اضطراب پیاسے کو شراب پینا، یا بھوکے کو گوشت مرزا رکھانا شروع مطہر نے جائز فرمایا۔

اور اگر ایسی خبر سے ثبوت نہیں، تو غایت درجہ اس قدر کہ بحکم تورع و اجتناب شبہات احتراز کرے۔ مگر تحریم و نجیس کا حکم بے دلیل شرعی، ہرگز روا نہیں..... یہ تو اصل حکم فقہی ہے اور واقع پر نظر کیجئے تو اس خبر کی کچھ حقیقت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ نہ اس پانی میں جسے منجمد کرتے ہیں، شراب ملانے کی کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ تو برف پر حکم جواز ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بیشک اس شکر کا ہڈیوں سے صاف کیا جانا ایسا یقینی ہے، جس کے انکار کی گنجائش نہیں۔ مگر

اولاً: غور و واجب کہ اس تصفیہ میں ہڈیوں پر صرف شکر کا عبور و مرور ہوتا ہے۔ بغیر اس کے کہ ان کے کچھ اجزاء شکر میں رہ جاتے ہوں۔ جس طرح پانی کو کونکوں اور ہڈیوں سے متقاطر کر کے صاف کرتے ہیں، کہ برتن میں نھرا پانی شفاف آ جاتا ہے اور انکشت و استخوان کا کوئی جز اس میں شریک نہیں ہونے پاتا۔ جب تو اس شکر حلت کو صرف ان ہڈیوں کی طہارت درکار ہے۔ اگرچہ حلال و ماکول نہ ہوں..... اور در صورت مزور ظاہر یہی ہے کہ منافذ کو تنگ کرتے، اور بطور تقاطر رس کو عبور دیتے ہوں کہ ازالہ کثافت کی ظاہر ایسی صورت۔ ہڈیوں پر صرف بہاؤ میں نکل جانا، غالباً باعث تصفیہ نہ ہوگا۔ تو اس تقدیر پر در صورت نجاست استخوان، نجاست عصیر و حرمت شکر میں شک نہیں۔ ورنہ بلا ریب طیب و حلال۔

اور اگر اجزائے استخوان پیس کر رس میں ملاتے، اور وہ مخلوط و غیر ممیز ہو کر اس میں رہ جاتے ہیں، تو حلت شکر کو ان ہڈیوں کی حلت بھی ضرور۔ صرف طہارت کفایت نہ کرے گی اور اگر غیر ماکول یا مردار کے استخوان ہوں، تو اس تقدیر پر شکر کے ساتھ ان کے اجزاء بھی کھانے میں آئیں گے اور ان کا کھانا گوطا ہر ہوں، حرام، تو شکر بھی حرام ہو جائے گی۔

روسر کی جس شکر کا حال تحقیقاً معلوم کہ یہ بالخصوص کیونکر بنی ہے، اور اس کی تفصیل احکام ہماری اس تقریر سے ظاہر اور استخوان کی طہارت، نجاست، حلت، حرمت، کا حکم پہلے معلوم ہو چکا۔ (دیکھو مقدمہ ۱)

ثانیاً: کیف ماکان ان خیالات پر مطلقاً شکر و سر کو نجس و حرام کہہ دینا صحیح نہیں، بلکہ مقام حلال میں طہارت و حلت ہی پر فتویٰ دیا جائے گا۔ تا وقتیکہ کسی صورت کا خاص حال تحقیق نہ ہو۔ کہ اس قدر سے تمام افراد کی نجاست و حرمت پر یقین نہیں، صرف ظنون و خیالات ہیں جنہیں شرع اعتبار نہیں فرماتی۔ (دیکھو ۲)

مانا کہ بنانے والے بے احتیاط ہیں۔ مانا کہ انہیں نجس و طاہر و حرام و حلال کی پرواہ نہیں۔ مانا کہ ہڈیوں میں وہ بھی پائی جاتی ہیں، جن کے اختلاط سے شئی حرام یا نجس ہو جائے۔ مگر نہ سب ہڈیاں ایسی ہی ہیں، بلکہ حلال و طاہر بھی بکثرت۔ نہ بنانے والوں کو خواہی نخو اہی التزام کہ خاص ایسے ہی طریقہ سے صاف کریں، جو موجب تحریم و نجس ہو۔ نہ کہ کچھ ناپاک و حرام ہڈیوں میں کوئی خصوصیت، کہ انہیں تصفیہ میں زیادہ دخل ہو، جس کے سبب وہ لوگ انہیں کو اختیار کریں۔

اور جب ایسا نہیں تو صرف اس قدر پر یقین حاصل ہوا کہ ہڈیوں سے صاف کرتے ہیں۔ کیا ممکن نہیں کہ وہ ہڈیاں طاہر و حلال ہوں؟..... یا اتنا یقین ہوا کہ وہ بے پرواہ ہیں۔ پھر نفس شکر میں سوائے ظنون کے کیا حاصل؟ اس سے بدرجہا زیادہ وہ بے احتیاطیاں اور خیالات جو بعض مسائل سابقہ الذکر میں متحقق۔ (دیکھو مقدمہ ۶) بلکہ جہاں بوجہ غلبہ و کثرت و وفور و شدت بے احتیاطی، غلبہ نظر غیر ملحق تنزیہی فرماتے ہیں۔ (دیکھو مقدمہ ۷) پھر مانا جن فیہ میں تو اس حالت کا وجود بھی محل نظر۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اکثر ناپاک و حرام ہڈیاں ہی ڈالتے ہوں گے، اور طیب و طاہر شاذ و نادر؟..... یا اتنا یقین ہو کہ وہ اپنی بے پرواہی کو وقوع میں لاتے اور ہر طرح کی ہڈیاں ڈالتے ہی ہیں۔ پھر یہ تو نہیں کہ دائماً صرف وہی طریقہ برتتے ہیں، جو نجس و حرام کر دے اور جب یوں بھی ہے، اور یوں بھی۔ تو ہر شکر میں احتمال محفوظی۔ تو ہر گز حکم نجاست و حرمت نہیں دے سکتے۔ (دیکھو مقدمہ ۸) بلکہ جب تک کسی جگہ کوئی وجہ وجہہ ریب و شبہ کی نہ پائی جائے، تحقیقات کی بھی حاجت نہیں۔ بلکہ جہاں تحقیق پر کوئی فتنہ، یا ایذائے اہل ایمان، یا ترک ادب بزرگان، یا پردہ دری مسلمان، یا اور کوئی محذور سمجھے، وہاں تو ہر گز ان خیالات و ظنون کی پابندی نہ کرے۔ (دیکھو مقدمہ ۱۰)

ہاں بے شک جو شخص اپنی آنکھ سے دیکھ لے کہ خاص مردار یا حرام ہڈیاں لی گئیں، اور اس کے سامنے شکر میں اس طور پر ملا دی گئیں کہ اب جدا نہیں ہو سکتیں۔ یا پچشم خود معائنہ نہ کرے کہ بالخصوص ناپاک استخوان لائے گئے، اور اس کے روبرو اس رس میں بے حالت جریان شامل ہوئے، اور وہی رس منعقد ہو کر شکر بنا۔ تو بالخصوص یہی شکر جو اس کے پیش نظریوں بنی، اس پر حرام۔ جس کا نہ کھانا جائز، نہ کھلانا جائز۔ نہ لینا جائز، نہ دینا جائز۔

یونہی جس خاص شکر کی نسبت خبر معتبر شرعی سے، جس کا بیان مقدمہ ۵ میں گزرا، ایسا برتاؤ درجہ ثبوت کو پہنچے اور معتمد بیان کرنے والا کہے: میں پہچانتا ہوں یہ خاص وہی شکر ہے، جس میں ایسا عمل کیا گیا۔ تو اس کا استعمال بھی روانہ ہوگا۔ بغیر ان صورتوں کے ہر گز ممانعت نہیں۔

اور اگر اس نے خود دیکھا یا معتبر شخص سے سنا، مگر بازار میں شکر بکنے آئی مخلوط ہوگئی اور کچھ تمیز نہ رہی تو حکم جواز ہے اور خریداری و استعمال میں مضائقہ نہیں۔ جب تک کسی خاص شکر پر پھر دلیل خاص قائم نہ ہو۔ (دیکھو مقدمہ ۹) یہ ہے حکم شرعی، اور حکم نہیں، مگر شرع کے لیے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ صاحبہ و ہارک وسلم۔

بالجملہ اس شکر کے بارے میں اگر ان صورتوں میں سے کوئی شکل موجود ہو، جن پر ہم نے حکمت حرمت و نجاست دیا تو وہی حکم ہے۔ ورنہ مجرد ظنون و اوہام کی پابندی محض تشدد و ناواقفی۔ نہ بے تحقیق کسی شئی کو حرام و ممنوع کہہ دینے میں کچھ احتیاط، بلکہ احتیاط اباحت ہی ماننے میں ہے۔ جب تک دلیل خلاف واضح نہ ہو۔ (دیکھو مقدمہ ۳) ہم یقین کرتے ہیں کہ ان خیالات و تصورات کا دروازہ کھولا جائے گا، تو ہندیوں پر دائرہ نہایت تنگ ہو جائے گا۔ ایک روسر کی شکر کیا؟ ہزار ہا چیزیں چھوڑنی پڑیں گی۔ گھوسیوں کا گھی، تیلیوں کا تیل، حلوائیوں کا دودھ، ہر قسم کی مٹھائی، کافر عطاروں کا عرق شربت کیا بلا ہے؟ اور ان کی طہارت پر بے تمسک باصل کون سا بینہ قاطعہ ملا ہے؟ اس دائرہ کی توسیع میں امت پر تہقیر اور ہزاروں مسلمانوں کی تاشیم و تفسیق جسے شرع مطہر کہ کمال یسر و ساحت ہے، ہرگز گوارا نہیں فرماتی۔ فی الحاشیۃ التسامیہ: فیہ جرح عظیم لانہ یلزم منہ تائم الامۃ اہ

ہاں! جو شخص بحکم کیف و قد قیل بچنا چاہے یہ بہتر و افضل و نہایت محمود عمل۔ مگر اس کے ورع کا حکم صرف اسی کے نفس پر ہے۔ نہ یہ اس کے سبب اصل شئی کو ممنوع کہنے لگے۔

فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر نے آج تک اس شکر کی صورت نہ دیکھی، نہ کبھی اپنے یہاں منگائی۔ نہ آگے منگائے جانے کا قصد۔ مگر بایں ہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا۔ نہ جو مسلمان استعمال کریں، انہیں آثم خواہ بے باک جانتا ہے۔ نہ تورع و احتیاط کا نام بدنام کر کے عوام مومنین پر طعن کرے، نہ اپنے نفس ذلیل مہین رذیل کے لیے ان پر ترفع و تعالیٰ روار کھے۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے ان مقدمات عشرہ میں جو مسائل و دلائل تقریر کیے، جو انہیں اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ اس قسم کے تمام جزئیات مثلاً بسکٹ، نان پاؤ، رنگت کی پڑیوں، یورپ کے آئے ہوئے دودھ، مکھن، صابون، مٹھائیوں وغیرہا کا حکم خود جان سکتا ہے۔ واللہ سبحانہ الموفق و المعین و بہ تستعین فی کل حین و صلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمد و آلہ و صحبہ اجمعین و علینا معهم برحمتک یا ارحم الراحمین استراح القلم من تحریرہ فی ثلثۃ ایام من او اخر ذی القعدہ المحرم آخر ہا یوم السبت السادس و العشرون من ذاک الشهر المکرم سنۃ ثلث بعد الالف و ثلثمائة من ہجرۃ حضرت سید العالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و صحبہ و بارک وسلم و اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

(۴۰) انوار الانتبلا فی حل نداء، یا رسول اللہ (۶)

شُرک پرستوں کا بہت بڑا اور اہم مسئلہ مسلمانوں کو کافر مشرک بنانے والا ”ندائے بغیر اللہ“ یعنی ندائے یا رسول اللہ، یا علی، یا غوث اعظم، یا شیخ عبدالقادر جیلانی شینا اللہ ہے اور اس میں اس قدر غلو ہے کہ شرک سے گھٹ کر تو اس میں فتویٰ دیتے ہی نہیں۔ حالانکہ یہ مسئلہ ایسا بدیہی البطلان ہے، جس کا بطلان شمس و امس سے بھی واضح۔ اگر یہ مسئلہ حق ہو، تو بندہ سے لے کر خدا تک کوئی شرک سے خالی نہیں۔ دنیا میں باپ بیٹے کو ندا کرتا، بیٹا باپ کو پکارتا، استاد شاگرد کو پکارتا، شاگرد استاد کو ندا کرتا، پیر مرید کو ندا کرتا، مرید پیر کو پکارتا، آقا غلام کو، غلام آقا کو پکارتا ہے۔ علیٰ هذا القیاس عوام، اولیا کو، صحابہ کو، رسول کو، انبیاء کو ندا کرتے ہیں۔ خدا اپنے بندوں کو پکارتا ہے۔ کہیں یا ایہا الناس فرماتا ہے، کہیں یا بنی اسرائیل کہیں یا ایہا الذین آمنوا..... اور یا ایہا النبی، یا ایہا الرسول، یا ایہا المزمحل، یا ایہا المدثر کی پکار سے کون تعلیم یافتہ غافل اور جاہل ہے؟ تو چاہیے کہ سب کے سب مشرک ہو جائیں۔ نہ خدا مومن رہے، نہ بندوں میں ایمان کا نام و نشان۔

اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت قدس سرہ، العزیز کی خدمت میں ۱۳۰۴ھ میں اس کے متعلق ایک استفتاء پیش ہوا۔

زید مسلمان جو خدا کو خدا اور رسول کو رسول جانتا ہے، نماز کے بعد اور دیگر اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلمہ ”یا“ سے ندا کرتا ہے اور الصلاة والسلام علیک یا رسول اللہ، اسئلک الشفاعة یا رسول اللہ کہا کرتا ہے۔ یہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اسے اس کلمہ کی وجہ سے کافر مشرک کہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں ایک مختصر رسالہ ایک جز یعنی ۱۶ صفحہ کا تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ ابتدا

اس رسالہ کی اس طرح ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد لله و کفی والصلاة والسلام علی حبیبہ المصطفیٰ و آلہ و

اصحابہ اولی الصدق والصفاء.....

کلمات مذکورہ پیشک جائز ہیں۔ جن کے جواز میں کلام نہ کرے گا، مگر سفیہ جاہل۔ یا ضال مضل۔ جسے اس مسئلہ کے متعلق قدرے تفصیل دیکھنی ہو، شفاء السقام امام تقی الدین سبکی و مواہب لدنیہ امام قسطلانی و شرح مواہب علامہ زرقانی و مطالع المسرات علامہ فاسی و مرقات ملا علی قاری، و لمعات و اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ، و جذب القلوب، و مدارج النبوة شیخ عبدالحق محدث دہلوی، و افضل القریٰ امام ابن حجر مکی وغیرہا کتب و کلام علمائے کرام کی طرف رجوع کرے۔ یا فقیر کا رسالہ الادلہ بفیض الاولیاء بعد الوصال مطالعہ کرے۔

یہاں فقیر بقدر ضرورت چند کلمات اجمالی لکھتا ہے۔ حدیث صحیح جسے نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، ابن خزیمہ، طبرانی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے حسن، غریب، صحیح، اور طبرانی و بیہقی نے صحیح، اور حاکم نے بشرط بخاری و مسلم کیا، جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نمازیوں کہے:-

اللهم انى اسئلك و اتوجه اليك بنبيك محمد نبى الرحمة يا محمد انى اتوجه بك الى ربى لتقضى لى اللهم فاشفعه فى حاجتى هذه اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں، بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کے جو مہربانی کے نبی ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں، کہ میری حاجت روا ہو۔ الہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔
امام بخاری الادب المفرد میں ابن السنی، ابن بشکوال روایت کرتے ہیں:-

ان بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خدرت رجله فقيل له اذکر احب الناس اليك فصاح يا محمداه فانتشرت .

امام نووی نے کتاب الاذکار میں اسی کے مثل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل فرمایا:..... اہل مدینہ میں قدیم سے اس یا محمداه کہنے کی عادت چلی آتی ہے۔ ذکرہ الخفاجی فی نسیم الرياض بلال ابن حارث مرنی قحط عام الرمادہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ناقل کہ انہوں نے ندا کی یا محمداه..... امام فقیہ عبدالرحمن ہذلی کوئی سر پر بلند ٹوپی رکھتے، جس پر لکھا تھا: محمد یا منصور..... امام شیخ الاسلام شہاب رملی سے استغاثہ انبیاء اولیاء کے متعلق سوال ہوا۔ جواب دیا: ان الاستغاثہ بالانبياء والمرسلین و الاولیاء والعلماء والصالحین جائزة وللانبياء و الرسل و الاولیاء و الصالحین اغاثة بعد موتهم..... علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔ قولہم یا شیخ عبدالقادر نداء فما الموجب لحرمتہ..... سیدی جمال بن عمر مکی کے فتاویٰ میں ہے: الاستغاثہ بالاولیاء و ندائہم و التوسل بہم امر مشروع و شئی مرغوب۔ لاینکرہ الا مکابر او معاند و قد حرم بركة الاولیاء الکرام..... امام ابن جوزی نے کتاب عیون الحکایات میں تین اولیائے عظام کا عظیم الشان واقعہ بسند مسلسل روایت کیا۔ کہ وہ تین بھائی سواران دلاور، ساکنان شام تھے۔ کہ ہمیشہ راہ خدا میں جہاد کرتے فاسرہم الروم مرة فقال لهم الملك انى اجعل فيكم الملك وازوجكم بناتى و تدخلون فى النصرانية فابوا و قالوا يا محمداه .
یہ واقعہ روح پرور مفصل امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور میں ہے:-

حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:-

من استغاث بى فى كربة كشفت عنه ومن نادى باسمى فى شدة فرحت عنه ومن توسل بى الى الله عزوجل فى حاجة قضيت له ومن صلى ركعتين يقرأ فى كل ركعة بعد الفاتحة سورة الاخلاص احدى عشر مرة ثم فصلى على رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد السلام و يسلم عليه ثم يخطوا الى العراق احدى عشرة خطوة يذكر فيها اسمى و يذكر حاجته فانها تقضى .

اکابر علمائے کرام مثل امام ابوالحسن نخعی شطونوی، امام عبداللہ اسعد یافعی مکی، مولانا علی قاری مکی، مولانا ابوالمعالی محمد مسلمی، شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم نے اپنی تصنیفات میں یہ کلمات رحمت آیات حضور غوث پاک سے نقل و روایت فرمائے ہیں۔

امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی الواقع الانوار فی طبقات الاخیار میں فرماتے ہیں:-

سیدی محمد غمری کے ایک مرید بازار میں جا رہے تھے۔ ان کے جانور کا پاؤں پھسلا۔ باواز پکارا۔ یا سیدی محمد یا غمری ادھر ابن عمر حاکم صعید کو بحکم سلطان پتھرق قید کیے لے جا رہے تھے۔ ابن عمر نے فقیر کا ندا کرنا سنا، پوچھا: یہ سیدی محمد کون ہیں؟ کہا: میرے شیخ۔ کہا: میں ذلیل بھی کہتا ہوں۔ یا سیدی محمد یا غمری لاحظی ان کا یہ کہنا تھا کہ سیدی محمد غمری تشریف لائے، اور مدد فرمائی۔ کہ بادشاہ اور ان کے لشکریوں کی جان پر بن گئی۔ مجبوراً ابن عمر کو خلعت دے کر رخصت کیا۔ اسی میں ہے:-

سیدی محمد حنفی وضو فرما رہے تھے۔ ناگاہ ایک کھڑاؤں ہوا میں پھینکی کہ غائب ہو گئی۔ دوسری کھڑاؤں اپنے مرید کو عطا فرمائی۔ کہ جب وہ واپس آئے، اس وقت تک اسے اپنے پاس رکھ۔ ایک مدت کے بعد ملک شام سے ایک شخص وہ کھڑاؤں مع اور ہدایا کے حاضر لایا، اور عرض کی: اللہ تعالیٰ حضرت کو جزائے خیر دے۔ جب چور میرے سینہ پر کھڑا ہو کر مجھے ذبح کرنے لگا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: یا سیدی محمد یا حنفی اسی وقت یہ کھڑاؤں غیب سے آکر اس کے سینہ پر لگی کہ غش کھا کر الٹا ہو گیا اور مجھے برکت حضرت، اللہ عزوجل نے نجات بخشی۔

اسی میں ہے:-

ولی ممدوح کی زوجہ بیمار ہوئیں برابر یا سیدی احمد یا بدوی خاطرک معی کہا کرتیں۔ ایک دن سید احمد بدوی کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: یوں کہہ یا سیدی محمد یا حنفی ان بیوی نے یوں ہی کہا۔ صبح کو اچھی خاصی تندرست اٹھیں، گویا مرض نہ تھا۔

اسی میں ہے:-

حضرت ممدوح اپنے مرض موت میں فرماتے تھے۔ من کانت له حاجة فلیات قبری و یطلب حاجته افضھالہ فان ما بینی و بینکم غیر ذراع من تراب و کل رجل یحجبه عن اصحابہ ذراع من تراب فلیس برجل اسی طرح حضرت سیدی محمد بن احمد فرغل کے احوال شریفہ میں لکھا:-

کان یقول انامن المتصرفین فی قبورهم فمن کانت له حاجة فلیات الی قبالة وجهی ویذکرھا لی افضھالہ۔

اسی میں ہے:-

حضرت سیدی امین اشمونی وضو فرما رہے تھے۔ ایک کھڑاؤں پھینکی سال بھر کے بعد ایک شخص حاضر ہوئے، اور وہ کھڑاؤں ان کے پاس تھی۔ انہوں نے اپنی صاحبزادی کے متعلق کہا کہ ایک جنگل میں ایک بد وضع شخص نے دست درازی چاہی۔ اپنے والد کے پیر کو پکارا: یا شیخ ابی لاحتظی وہ کھڑاؤں آئی، اس شخص کو لگی، اور لڑکی بجات پائی۔ اسی میں سیدی موسیٰ ابو عمران کے احوال میں ہے:-

كان اذا ناداه مریده اجابه من مسيرة سنة او اكثر
 شیخ محقق محدث دہلوی اخبار الاخبار میں شیخ بہاؤ الدین قادری شطاری کے رسالہ شطاریہ سے نقل کرتے ہیں:-
 ذکر کشف شریف ارواح یا احمد یا محمد در دو طریق ست الخ
 مولانا جامی حضرت مولوی معنوی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ مولانا نے اپنے قریب انتقال فرمایا:-

در حالتی کہ مرایا و کنید تا من شمارا مد باشم در ہر لباسے کہ باشم
 شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قصیدہ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم میں فرماتے ہیں:-
 و صلی علیک اللہ یا خیر خلقہ
 و یا خیر من یرجی لکشف رزیة
 و انت مجیری من هجوم ملمة
 پھر اسی کے ترجمہ و شرح میں فرماتے ہیں:-

ورحمۃ فرستد بر تو خدائے تعالیٰ اے بہترین خلق الخ
 یہی شاہ صاحب مدحیہ ہمزیہ میں لکھتے ہیں۔
 ینادی ضارعا بخضوع قلب
 رسول اللہ یا خیر البرایا
 اذا ما حل خطب مدلہم
 الیک توجہی وبک استنادی
 پھر خود ہی اس کے ترجمہ و شرح میں لکھتے ہیں:-

اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم! اے بہترین مخلوقات! عطاء ترا می خواہم روز فیصلہ کروں۔ الخ
 یہی شاہ صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں قضائے حاجت کی ایک ترکیب لکھتے ہیں، جس میں ہے:-

ویک صدویازدہ بار شیئا للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی
 اسی انتباہ سے ثابت کہ یہی شاہ صاحب اور اس کے شیخ و استاذ حدیث مولانا ابوطاہر مدنی، اور ان کے شیخ و استاذ و والد

مولانا ابراہیم کردی، اور ان کے استاذ مولانا احمد قشاشی، اور ان کے استاذ مولانا احمد شناوی، اور شاہ صاحب کے استاذ، استاذ مولانا احمد نخلی، اور شاہ صاحب کے پیرومرشد شیخ سعیدی لاہوری، اور ان کے شیخ مولانا عبدالملک اور ان کے مرشد شیخ بایزید ثانی، اور شیخ شناوی کے پیرومرشد سید صبغۃ اللہ بروجی، اور ان کے دونوں صاحبوں کے پیرومرشد مولانا وجیہ الدین علوی، اور ان کے شیخ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری۔

یہ سب اکابر ناد علی کی سندیں لیتے، اور اپنے تلامذہ و مستفیدین کو اجازتیں دیتے اور یا علی یا علی کا وظیفہ کرتے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بستان المحدثین میں حضرت سیدی احمد زروق سے دو بیتیں نقل کیں کہ فرماتے ہیں۔

ان المریدی جامع لشتاتہ
وان کنت فی ضیق و کرب و وحشة
اذما سطا جور الزمان بنکبة
فناد بی زروق آت بسرعة

علامہ زیادوی، پھر علامہ اجموری، پھر علامہ داؤدی، پھر علامہ شامی، گم شدہ چیز ملنے کے لیے بلندی پر جا کر سیدی احمد بن علوان کے لیے فاتحہ پڑھنا، اور بایں الفاظ ندا کرنا مجرب لکھا ہے۔

یا سیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتي فزعتک من دیوان الاولیاء
غرض یہ صحابہ کرام سے اس وقت تک کہ اس قدر ائمہ، و اولیا و علماء ہیں، جن کے اقوال فقیر نے ایک ساعت قلیلہ میں جمع کئے۔

اب مشرک کہنے والوں سے صاف صاف پوچھنا چاہیے کہ یہ عثمان بن حنیف، عبداللہ بن عباس، و عبداللہ بن عمر، صحابہ کرام سے لے کر شاہ ولی اللہ، و شاہ عبدالعزیز صاحب، اور ان کے اساتذہ و مشائخ تک سب کو کافر مشرک کہتے ہیں، یا نہیں؟ اگر انکار کریں تو الحمد للہ ہدایت پائی اور حق واضح ہو گیا..... اور بے دھڑک ان سب پر کفر و شرک کا فتویٰ جاری کریں، تو جان لیجیے کہ جس مذہب کی بنا پر صحابہ سے لے کر اب تک کے اکابر سب معاذ اللہ مشرک و کافر ٹھہریں۔ وہ مذہب خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر دشمن ہوگا۔

فائدہ: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرنے کے دلائل سے التحیات ہے۔ جس میں نمازی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتا ہے: السلام علیک ایہا النبی و رحمة اللہ و برکاتہ اگر نداء معاذ اللہ مشرک ہے، تو عجیب شرک ہے کہ عین نماز میں مشرک و خلیل ہے اور یہ جاہلانہ خیال کہ التحیات زمانہ اقدس سے ویسی ہی چلی آتی ہے، تو مقصود ان لفظوں کی ادا ہے، نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ندا۔ حاشا وکلا۔ عالمگیری، شرح قدوری، تنویر الابصار، در مختار، مراقی الفلاح وغیرہ کتب معتبرہ میں ہے: ویقصد بالفاظ التشهد معناها مرادة له علی وجه الانشاء کانه یحیی اللہ تعالیٰ و یسلم علی نبیہ و علی نفسه و اولیائہ لا الاخبار عن ذلک ذکرہ فی المحبتی یعنی اور قصد کرے الفاظ تشہد سے اس کے معانی مراد لے کر بر طریق انشاء کلام، گویا اللہ تعالیٰ کی تحیت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا، اور اپنے نفس اور اولیا پر۔ نہ اس سے خبر

دینا یہ مجتہدی میں ہے۔

آخر رسالہ میں اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بتوفیق اللہ عزوجل اس مسئلہ میں مبسوط کتاب لکھ سکتا ہے۔ مگر مصنف کے لیے اسی قدر روانی اور اللہ تعالیٰ ہدایت دے، تو ایک حرف کافی۔ اکفنا شر المضلین یا کافی وصل علی سیدنا محمد الشافی وآلہ و صحبہ حماة الدین الصافی آمین والحمد لله رب العالمین۔

(۲۲) تجلی الیقین بأن نبینا سید المرسلین (۷)

وہابیت جس کا اصل اصول انبیائے کرام و اولیائے عظام کی بے قدری اور توہین، اور ان کے ثبات ثابتہ واقعہ کا انکار، اور اس کی اہمیت کم کرنا ہے۔ وہ کس طرح ٹھنڈے دل سے اس کو قبول کر سکتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام کے سردار ہیں؟ جب منصوص بعض قطعی صفت رحمة للعلمین کا انکار نہ کر سکی، تو اس کو ایک عام بات قرار دے کر، دوسروں کو بھی اس صفت میں شریک ٹھہرایا، اور ایک معمولی بات قرار دیا۔ کہ ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم قاسمی پریس ص ۱۲ پر ایک سوال ہے اس کا جواب گنگوہی صاحب نے یہ دیا۔

لفظ رحمة للعلمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیا و انبیاء اور علمائے ربانین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔ اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں۔ لہذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوں تو جائز ہے۔ اھ

ہر علم والا بلکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ رحمة للعلمین ہونا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت خاصہ ہے۔ جس میں دوسرے انبیاء بھی شریک و سہیم نہیں۔ اولیا اور علمائے کجا؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما أرسلناک الا رحمة للعلمین O ہم نے تمہاری رسالت نہ کی مگر ساری جہاں کے لیے رحمت۔ تو رحمة للعلمین نہ ہوگا، مگر وہ کہ رسول الیٰ العلمین ہو، تمام جہاں کو اس کی رسالت عام ہو، اور وہ نہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کان الانبیاء یبعثون الی قومہم خاصة وبعثت الی الخلق كافة ائمہ کرام نے اس وصف کریم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تفضیل مطلق ثابت کی۔ مگر وہابیہ کے یہاں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت خاصہ نہیں اور پھر فقط رسولوں ہی کے لیے تعین نہیں، بلکہ اولیا اور علمائے کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک و سہیم اس صفت خاصہ میں ٹھہرا دیا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفت رحمة للعلمین میں سب ملاؤں کو شریک کر دیا۔ انا لله وانا الیہ راجعون O پھر سید العلمین کیوں کر مان سکتے ہیں؟

چنانچہ ۱۳۰۵ھ میں جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شہر منکر لعل دروازہ سے سوال بھیجا۔ یہاں وہابیہ نے ایک تازہ شگوفہ اظہار کیا۔ ہر چند کہا گیا کہ یہ مسئلہ واضح ہے مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ مگر کہتے ہیں: قرآن و حدیث سے دلیل لاؤ۔ لہذا مسئلہ حاضر خدمت والا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے اس سوال کے جواب میں ایک مستقل رسالہ پانچ جزء سے زائد میں تحریر فرمایا۔ جسے اول مرتبہ میں جناب مولانا صدیق علی صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے اہتمام سے مطبع قادری بریلی میں چھپوایا۔ پھر متعدد بار مختلف مطبعوں سے طبع کیا گیا۔ اعلیٰ حضرت نے اس رسالہ کو بھی حسب عادت مستمرہ خطبہ مسنونہ سے شروع فرمایا۔ جس میں بطور براعت استہلال ایسے ایسے اوصاف ذکر فرمائے، جس سے اس مسئلہ پر پوری طرح روشنی پڑے۔ فرماتے ہیں:-

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله الذي ارسل رسوله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون . تبارك الذي نزل الفرقان على عبده ليكون للعلمين نذيرا . والى اقوامهم خاصة ارسل المرسلون . هو الذي ارسل نبينا رحمة للعلمين . فادخل تحت ذيل رحمته الانبياء و المرسلين . والملئكة المقربين . و خلق الله اجمعين الخ
اس کے بعد فرماتے ہیں:-

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل المرسلین و سید الاولین و الآخین ہونا، قطعی، ایمانی، یقینی، اذعانی، اجماعی، ایقانی، مسئلہ ہے۔ جس میں خلاف نہ کرے گا، مگر گمراہ، بددین، بندہ شیاطین و العیاذ باللہ رب العالمین اس رسالہ کو اعلیٰ حضرت نے دو ہیکل پر منقسم فرمایا۔ ہیکل اول میں آیات جلیلہ۔ ہیکل دوم میں احادیث جمیلہ۔ یہ ہیکل نور افکن چار تابشوں سے روشن۔ تابش اول: چند وحی ربانی علاوہ آیہ کریمہ قرآنی۔ تابش دوم: ارشادات عالیہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ تابش سوم: محض و خالص طرق و روایات حدیث خصائص۔ تابش چہارم: صحابہ کرام کے آثار و رائقہ، اقوال علماء کتب سابقہ، بشرائے ہوائف، و روایات صادقہ۔ و اللہ سبحانہ ہو المعین۔
ہیکل اول: جواہر زواہر آیات قرآنیہ۔

آیت اولیٰ:- واذ اخذ الله ميثاق النبيين لما آتيتكم من كتب و حكمة ثم جاءكم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به و التنصرنه قال اقررتم و اخذتم على ذلكم اصري قالوا اقرونا قال فاشهدوا وانا معكم من الشاهدين فمن تولى بعد ذلك فأولئك هم الفسقون O

(سورہ آل عمران، آیت ۸۱/۸۲)

امام ابو جعفر طبری و دیگر محدثین اس آیت کی تفسیر میں حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے آخر تک جتنے انبیاء بھیجے، سب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں، تو وہ ان پر ایمان لائے، اور ان کی مدد فرمائے اور اپنی امت سے اس مضمون کا عہد لے۔

بالجملہ مسلمان بہ نگاہ ایمان اس آیت کریمہ کے مفادات عظیمہ پر غور کرے جو صاف ارشاد فرما رہی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصل الاصول ہیں، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب رسولوں کے رسول ہیں۔ امتیوں کو جو نسبت انبیاء و رسل سے ہے، وہی نسبت انبیاء و رسل کو اس سید کل سے ہے۔ امتیوں پر فرض ہے کہ رسولوں پر ایمان لائیں، رسولوں سے عہد و پیمان لیا جاتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گرویدگی کریں۔

آیت ثانیہ:— وما أرسلناك الا رحمة للعالمين O (سورہ انبیاء آیت ۱۰۷)

اے محبوب! ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

عالم ماسوا اللہ کو کہتے ہیں۔ جس میں انبیاء و ملائکہ سب داخل۔ تو لاجرم حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ان سب پر رحمت و نعمت رب الارباب ہوئے اور وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار، دو عالم مدار سے بہرہ مند و فیضیاب۔ اس لیے اولیائے کاملین، علمائے عالمین تصریح فرماتے ہیں کہ ازل سے ابد تک ارض و سما میں، اولیٰ و آخرتہ میں، دنیا و دین میں، روح و جسم میں، چھوٹی یا بڑی بہت یا تھوڑی، جو نعمت و دولت کسی کو ملی، یا اب ملتی ہے، یا آئندہ ملے گی، سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ جہاں پناہ سے بٹی ہے، اور ہمیشہ بٹے گی۔

امام فخر الدین رازی نے اس آیت کریمہ کے تحت میں لکھا:—

لما كان رحمة للعالمين لزم ان يكون افضل من كل العالمين O

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے لیے رحمت ہیں واجب ہوا کہ تمام ماسوا اللہ سے افضل ہوں۔

قلت وادعاء التخصيص خروج عن الظاهر بلا دليل وهو لا يجوز عند عاقل فضلا عن فاضل
والله الهادي .

آیت ثالثہ:— وما أرسلنا من رسول الا بلسان قومہ O (سورہ ابراہیم، آیت ۴)

اس آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت مطلقہ پر استدلال حضرت عبداللہ بن عباس نے کیا۔ حاضرین نے انبیاء پر وجہ تفضیل پوچھی تو فرمایا: ان الله تعالى قال: وما أرسلنا من رسول الا بلسان قومہ O وقال لمحمد صلى الله

تعالى عليه وسلم وما أرسلناك الا كافة للناس O فارسله الى الانس والجن O

یعنی اللہ تعالیٰ نے اور رسولوں کے لیے فرمایا۔ ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس کی قوم کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رسول سب لوگوں کے لیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انس و جن کا رسول بنایا۔

علماء فرماتے ہیں: آپ کی رسالت والا کا تمام انس و جن کو شامل ہونا اجماعی ہے اور محققین کے نزدیک ملائکہ بھی اس میں شامل، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر و شجر، ارض و سما، جبال و بحار، تمام ماسوی اللہ اس کے احاطہ عامہ دائرہ تامہ میں داخل اور خود قرآن عظیم میں لفظ عالمین اور روایت صحیح مسلم میں ارسلت الى الخلق كافة میں لفظ خلق اور وہ بھی مؤکد بکلمہ کافہ اس مطلب

پر بہترین دلیل ہے۔

آیت رابعہ: - تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم

درجت O (سورہ بقرہ، آیت ۲۵۳)

ائمہ فرماتے ہیں۔ یہاں اس بعض سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں کہ انہیں سب انبیاء پر عزت و عظمت بخشی۔

آیت خامسہ: - هو الذي ارسل رسوله بالهدى و دين الحى ليظهره على الدين كله و كفى

بالله شهيداً O (سورہ فتح، آیت ۸۲)

اور اس امت مرحومہ سے فرماتا ہے: كنتم خير امة اخرجت للناس O (سورہ آل عمران، آیت ۱۱۰) تم سب سے بہتر

امت ہو کہ لوگوں کے لیے ظاہر کئے گئے۔

آیہ کریمہ ناطق کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تمام ادیان سے اعلیٰ و اکمل، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سب امم سے

بہتر و افضل۔ تو لاجرم اس دین کا صاحب، اور اس امت کا آقا، سب دین و امت والوں سے افضل و اعلیٰ۔

آیت سادسہ: - قرآن عظیم کا دائمی محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے۔ یا آدم اسکن أنت

وزوجك الجنة..... يلوح اهبط بسلم منا..... يا ابراهيم قد صدقت الرؤيا..... يعيسى انى متوفيك..... يا

داؤد انا جعلناك خليفة..... يذكري انا نبشرك..... يوحى خذ الكتاب بقوة.....

مگر جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جلیلہ و القاب جمیلہ ہی سے یاد

کیا ہے: یا ایہا النبی انا ارسلناک، یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک، یا ایہا المزمحل قم اللیل، یا ایہا المدثر

قم فانذر، یس و القرآن الحکیم انک لمن المرسلین، ظہ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی.....

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور خطابوں کو سنے گا، بالبدیہتہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، و انبیائے سابقین کا

فرق جان لے لگی

یا آدم ست با پدر انبیا خطاب یا ایہا النبی خطاب محمد ست۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم

آیت سابعہ: - لعمرک انہم فی سکر تہم یعمہون O (سورہ حجر، آیت ۷۳)

تیری جان کی قسم کافر اپنے نشے میں اندھے ہو رہے ہیں۔

لا اقسہم بہذا البلد و انت حل بہذا البلد O (سورہ بلد، آیت ۲۱) میں قسم یاد کرتا ہوں اس شہر کی کہ تو اس شہر میں

جلوہ فرما ہے۔

وقیلہ یرب ان هؤلاء قوم لا یؤمنون O (سورہ زخرف، آیت ۸۸) مجھے قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے رب

میرے یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

والعصرو (سورہ عصر، آیت ۱) قسم زمان برکت نشان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

اے مسلمان! یہ مرتبہ جلیلہ اس جان محبوبیت کے سوا کسے میسر ہو؟ کہ قرآن عظیم نے ان کے شہر کی قسم کھائی۔ ان کی باتوں کی قسم کھائی۔ ان کے زمانہ کی قسم کھائی۔ ان کی جان کی قسم کھائی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہاں اے مسلمان! محبوبیت کبریٰ کے یہی معنی ہیں۔ والحمد لله رب العالمین۔

ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ سے، اور ابو یعلیٰ، ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی، ابو نعیم، ابن عساکر بغوی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی: اللہ تعالیٰ نے کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی، سوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء العلوم، اور ابن الحاج مکی مدخل، اور خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ، شہاب خفاجی نسیم الریاض میں ناقل: عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک حدیث شریف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں: بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی خدا کے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم یاد فرمائی، نہ باقی انبیاء کی اور تحقیق کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاک پاکی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد فرمایا۔ لا أقسم بهذا البلد و أنت حل بهذا البلد ○ یعنی میں قسم یاد کرتا ہوں اس شہر کی کہ تو اس میں جلوہ فرما ہے۔

آیت ثامنہ: قرآن میں جا بجا مذکور کہ کفار اپنی خبث باطنی سے انبیائے کرام سے سخت کلامی سے پیش آتے، اور اپنے علم کے مطابق حضرات انبیائے کرام خود متکفل جواب ہوتے۔ مثلاً نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا: انا لنراک فی ضلال مبین ○ نوح علیہ السلام نے اس کا جواب دیا: میری قوم! مجھے گمراہی سے کچھ بھی علاقہ نہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام سے قوم عادی نے کہا: انا لنراک فی سفاہة و انا لنظنک من الکاذبین ○ ہود علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: اے میری قوم! مجھ میں اصلاً سفاہت نہیں میں پیغمبر ہوں رب العالمین کا۔

اسی طرح حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے جو جاہلانہ کلام ان کی قوم نے کیا۔ انہوں نے خود اس کا جواب دیا۔ مگر جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شان ان کے زمانہ کے کفار جو کچھ بولے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر فرمایا۔ مگر رب العزت جل جلالہ نے سب کو اپنے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا۔ مثلاً کفار نے کہا: یا ایہا الذی نزل الیہ الذکر انک لمجنون ○ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قسم ہے قلم اور نوشتہ تہائے ملائکہ کی تو اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں..... وحی اترنے میں کچھ دنوں دیر لگی کافر بولے ان محمدا ودعہ ربہ وقلاہ حق جل جلالہ نے فرمایا: اے میرے محبوب! تیرے رخ روشن کی قسم، اور تیری زلف کی قسم جب چمکتے رخساروں پر بکھر آئے، نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا، اور نہ دشمن بنایا..... کفار نے کہا: لست مرسل رب جل وعلا نے فرمایا: ینس والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین ○ حکمت والے قرآن کی قسم بے شک تو مرسل ہے..... عاص بن وائل نے صاحبزادہ کے انتقال پہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کو ابتر کہا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ان شانک هو الآبتر ○ جو تمہارا دشمن ہے وہی نسل بریدہ ہے۔ اس لیے کہ جن بیٹوں پر اسے ناز ہے وہ دین حق میں آ کر تمہارے بیٹوں میں شمار کیے جائیں گے، اور اس کے دشمن ہو جائیں گے..... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابولہب شقی نے تبالک سائر الیوم کہا۔ حق جل و علا نے فرمایا: تبست ید آبی لہب و تب ○ ٹوٹ جائیو دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک و برباد ہوا۔

اسی طرح جب حضرت یوسف علیہ السلام و مریم علیہ السلام پر بہتان اٹھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو دودھ پیتے بچے، اور حضرت مریم علیہ السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی سے لوگوں کی بدگمانی سے نجات بخشی۔

اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان اٹھا، اگر چاہتا تو درخت کے ایک ایک پتے اور بیاباں کے ایک ایک ریگ سے گواہی دلاتا۔ مگر منظور یہ ہوا کہ محبوبہ محبوب کی طہارت و عصمت پر خود گواہی دیں، اور ان کا مرتبہ بڑھائیں۔ چنانچہ سورہ نور کی سترہ آیتیں اتاریں، اور خود ان کی پاک دامنی کی گواہی دی۔

یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ
ان کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام

آیت تاسعہ: - عسی أن یبعثک ربک مقاماً محموداً ○ (سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۹) قریب ہے تجھے تیرا رب بھیجے گا تعریف کے مقام میں۔

یعنی اس مقام میں کہ تمام اولین و آخرین ان کی حمد کریں گے، اور سب کوئی اس وقت ان کے دست نگر اور محتاج ہوں گے۔ سب کا ہاتھ ان کی طرف پھیلا ہوگا۔ یہ مقام شفاعت کبریٰ ہے۔ سب کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا لہا انا لہا فرمائیں گے۔

ما و شاماً تو کیا کہ خلیل جلیل کو
کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے ○

آیت عاشرہ: - قرآن عظیم شروع سے اخیر تک بغور دیکھنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ جو نعمتیں اور انبیا کو مانگنے پر ملیں، یہاں بے مانگے عطا ہوئی ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: ولا تخزنی فی یوم یبعثون ○ مجھے رسوانہ کرنا جس لوگ اٹھائے جائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خود ارشاد ہوا۔ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ جس دن خدا رسوانہ کرے گا نبی اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو..... خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: انی ذاہب الی ربی سیہدین ○ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خود بلا کر عطاء دولت کی خبر دی۔ سبحن الذی أسری بعبدہ ○ خلیل علیہ السلام نے آرزوئے ہدایت نقل فرمائی: سیہدین ○ اور حبیب کے لیے خود فرمایا: ویہدیک صراطاً مستقیماً ○ حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے کہا: عجلت الیک رب لترضی ○ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

کے لیے خود فرمایا: ولسوف يعطيك ربك فترضى O قریب ہے تمہیں تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔
وغیرہا من الآیات .

ہیکل دوم: تابشِ اوّل میں اٹھارہ وحی الہی ہے۔ جسے علمائے کرام نے اپنی کتابوں میں اگلی کتابوں سے نقل فرمایا۔ بطور نمونہ، اٹھارہ وحی، علامہ فاسی کی مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات سے منقول، جس میں چند آیات تورات شریف سے نقل فرمائیں۔
حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے:-

یا موسیٰ احمدنی اذ مننت علیک مع کلامی ایاک بالایمان باحمد ولو لم تقبل الايمان باحمد ماجا
ورتنی فی داری ولا تنعمت فی جنتی یا موسیٰ من لم یومن باحمد من جمیع المرسلین ولم یصدقہ ولم
یشفق الیہ کانت حسناتہ مردودۃ علیہ و منعتہ حفظ لحکمة ولا ادخل فی قبلہ نور الہدی و امحو اسمہ
من النبوة یا موسیٰ من امن باحمد و صدقہ اولئک ہم الفائزون ومن کفر باحمد و کذبہ من جمیع خلقی
اولئک ہم الخاسرون، اولئک ہم النادمون اولئک ہم الغافلون۔ اے موسیٰ میری حمد بجالا، جبکہ میں نے تجھ پر
احسان کیا۔ کہ تجھ سے احمد پر ایمان لانے کے بارے میں کلام فرمایا اور اگر تو احمد پر ایمان لانا نہ مانتا، میرے گھر میں مجھ سے
قرب نہ پاتا، نہ میری جنت میں چین کرتا۔ اے موسیٰ! تمام مرسلین سے جو کوئی احمد پر ایمان نہ لائے، اور اس کی تصدیق نہ کرے،
اور اس کا مشتاق نہ ہو اس کی نیکیاں مردود ہوں گی اور اسے حکمت کی حفظ سے روک دوں گا، اور اس کے دل میں ہدایت کا نور نہ
ڈالوں گا، اور اس کا نام دفتر انبیاء سے مٹا دوں گا۔ اے موسیٰ! جو احمد پر ایمان لائے، اور اس کی تصدیق کرے، وہی ہیں مراد کو پہنچے
اور میری تمام مخلوق میں جس نے احمد سے انکار اور اس کی تکذیب کی، وہی زیاں کار، وہی ہیں پشیمان، وہی ہیں بے خبر۔

تابش دوم: ارشادات حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

اس تابش میں تین جلوے ہیں۔ جلوہ اوّل نصوصِ جلیہ میں۔ اس میں چودہ ارشادات مبارکہ ہیں۔ ازاں جملہ ارشاد ششم
ابو نعیم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

ارسلت الی الجن و الانس و الی کل احمر و اسود و حلت لی الغنائم دون الانبیاء و جعلت لی
الارض کلہا طہورا و مسجدا و نصرت بالرعب امامی شہرا و اعطیت خواتیم سورة البقرة و کانت من
کنوز العرش و خصصت بہادون الانبیاء و اعطیت المثنی مکان التوراة و المثنی مکان الانجیل
و الحوامیم مکان الزبور و فضلت بالمفصل و انا سید ولد آدم فی الدنیا و الآخرة و لا فخر و انا اول من
تنشق الارض عنی و عن امتی و لا فخر و بیدی لواء الحمد یوم القیمة و جمیع الانبیاء تحته و لا فخر
و الی مفاتیح الجنة یوم الیمة و لا فخر و انا امامہم و امتی بالاثر O میں جن و انس کی طرف اور ہر سیاح و سرخ کی

طرف رسول بھیجا گیا اور سب انبیاء سے الگ میرے ہی لیے غنیمتیں حلال کی گئیں اور میرے لیے ساری زمین پاک کرنے والی، اور مسجد ٹھہری اور میرے آگے ایک مہینہ کی راہ تک رعب سے میری مدد کی گئی اور مجھے بقرہ کی آخری آیتیں کہ خزانہائے عرش سے تھیں، عطا ہوئیں۔ یہ خاص میرا حصہ تھا سب انبیاء سے جدا اور مجھے تو ریت کے بدلے قرآن کی وہ سورتیں ملیں، جن میں سو سے کم آیتیں ہیں اور انجیل کی جگہ سو سو آیت والیاں، اور زبور کے عوض حم کی سورتیں، اور مجھے مفصل سے تفصیل دی گئی کہ سورہ حجرات سے آخر قرآن تک ہے اور میں دنیا و آخرت میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں، اور کچھ فخر نہیں۔ سب سے پہلے میں اور میری امت قبروں سے نکلے گی، اور کچھ فخر نہیں اور قیامت کے دن میرے ہی ہاتھ لوائے حمد ہوگا، اور تمام انبیاء اس کے نیچے اور کچھ فخر نہیں اور قیامت میں جنت کی کنجیوں کا مجھی کو اختیار ہوگا، اور کچھ فخر نہیں اور مجھی سے شفاعت کی پہل ہوگی، اور کچھ فخر نہیں اور تمام مخلوق سے پہلے جنت میں تشریف لے جاؤں گا، اور کچھ فخر نہیں۔ میں ان سب سے آگے ہوں گا، اور میری امت میرے پیچھے۔ اللہم اجعلنی منہم و فیہم و معہم بجاہہ عندک آمین۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: فقیر کہتا ہے: مسلمان پر لازم ہے کہ اس نفیس حدیث کو حفظ کر لے تاکہ اپنے آقا کے فضائل و خصائص پر مطلع رہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ و بارک وسلم۔
جلوہ دوم جلائل متعلقہ بآخرت:-

اور اس میں ۲۵ ارشادات ہیں، جو بشمول جلوہ اول ۳۹ رہوئے۔

ارشاد بست و ہفتم یہ ہے: حدیث موقوف مطول احمد، بخاری، و مسلم، و ترمذی نے ابو ہریرہ..... اور بخاری، و مسلم و ابن ماجہ نے انس..... ترمذی، و ابن خزیمہ نے ابوسعید خدری..... اور احمد، و بزار، و ابن حبان، و ابویعلیٰ نے صدیق اکبر..... اور احمد، و ابویعلیٰ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً..... اور عبداللہ بن مبارک، و ابن ابی شیبہ، و ابن ابی عاصم، و طبرانی نے بسند صحیح سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کی۔ ان سب کے الفاظ جدا جدا کرنے میں طول کثیر ہے۔ لہذا میں ان کے متفرق لفظوں کو ایک منظم سلسلے میں یکجا کر کے اس جانفزاقصے کی تلخیص کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

ارشاد ہوتا ہے: روز قیامت اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو ایک میدان وسیع و ہموار میں جمع کرے گا کہ سب دیکھنے والے کے پیش نظر ہوں، اور پکارنے والے کی آواز سنیں۔ دن طویل ہوگا، اور آفتاب کو اس روز دس برس کی گرمی دیں گے۔ پھر لوگوں کے سروں سے نزدیک کریں گے۔ یہاں تک کہ بقدر دو کمانوں کے فرق رہ جائے گا۔ پسینے آنا شروع ہوں گے۔ قد آدم پسینہ تو زمین میں جذب ہو جائے گا۔ پھر اوپر چڑھنا شروع ہوگا۔ یہاں تک کہ آدمی غوطے کھانے لگیں گے۔ غرپ غرپ کریں گے، جیسے کوئی ڈبکیاں لیتا ہے۔ قرب آفتاب سے غم و کرب اس درجہ کو پہنچے گا کہ تاب تحمل باقی نہ رہے گی۔ رہ رہ کر تین گھبراہٹیں لوگوں کو اٹھیں گی۔ آپس میں کہیں گے: دیکھتے نہیں! تم کس آفت میں ہو، کس حال کو پہنچے؟ کوئی ایسا کیوں نہیں ڈھونڈتے، جو رب کے پاس شفاعت کرے۔ کہ ہمیں اس مکان سے نجات دے۔ پھر خود ہی تجویز کریں گے کہ آدم علیہ السلام ہمارے باپ ہیں،

ان کے پاس چلنا چاہیے۔ پس آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

عرض کریں گے: اے باپ ہمارے! اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دستِ قدرت سے بنایا، اور اپنی روح آپ میں ڈالی، اپنے ملائکہ سے آپ کو سجدہ کرایا، اور اپنی جنت میں آپ کو رکھا۔ سب چیزوں کے نام آپ کو سکھائے، اور آپ کو اپنا صغیٰ کیا۔ آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیوں نہیں کرتے؟ کہ ہمیں اس مکان سے نجات دے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس آفت میں ہیں، اور کس حال کو پہنچے؟

آدم علیہ الصلاة والسلام فرمائیں گے: میں اس قابل نہیں، مجھے آج اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں۔ آج میرے رب نے وہ غضب فرمایا ہے کہ نہ ایسا پہلے کبھی کیا، نہ آئندہ کبھی کرے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے، مجھے اپنی جان کا غم ہے۔ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ تم اور کسی کے پاس جاؤ۔

عرض کریں گے: پھر آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں؟

فرمائیں گے: اپنے پدر ثانی نوح کے پاس جاؤ۔ کہ وہ پہلے نبی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھیجا۔ وہ خدا کے شاکر بندے ہیں۔ لوگ نوح علیہ الصلاة والسلام کے پاس حاضر ہوں گے، اور عرض کریں گے:

اے نوح! اور اے نبی اللہ! آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عبد شکور آپ کا نام رکھا، آپ کو برگزیدہ کیا، اور آپ کی دعا قبول فرمائی کہ زمین پر کسی کافر کا نشان نہ رکھا۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس بلا میں ہیں؟ آپ دیکھتے نہیں ہم کس حال کو پہنچے؟ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیوں نہیں کرتے؟ کہ ہمارا فیصلہ کر دے۔

نوح علیہ السلام فرمائیں گے: میں اس قابل نہیں۔ یہ کام مجھ سے نہ نکلے گا۔ آج مجھے اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں۔ میرے رب نے آج وہ غضب فرمایا ہے، جو نہ اس سے پہلے کیا، اور نہ اس کے بعد کرے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ مجھے اپنی جان کا کھٹکا ہے۔ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ تم اور کسی کے پاس جاؤ۔

(فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے کہ یہ حدیث بہت طویل ہے، جس میں نوح علیہ السلام کے فرمانے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانا، اور ان کا اپنی مجبوریوں کو بیان کرنا مذکور ہے پھر لوگ ان کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور اپنی مصیبت عرض کریں گے اور وہ بھی صاف جواب دیں گے پھر ان کے حکم کے مطابق لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہاں بھی کورا جواب پائیں گے پھر لوگ ان کے مشورہ کے مطابق آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور مطلب عرض کریں گے اعلیٰ حضرت نے ان سب واقعات کو پوری تفصیل سے تحریر فرمایا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں۔)

اب وہ وقت آیا کہ لوگ تھکے ہارے، مصیبت کے مارے، ہاتھ پاؤں چھوڑے، چار طرف سے امیدیں توڑے، بارگاہِ عرشِ جاہ، بیکس پناہ، خاتمِ دورہ رسالت، فاتحِ بابِ شفاعت، محبوبِ باوجاہت، مطلوبِ بلند عزت، طہائے عاجزاں، ماوائے بے کساں،

مولائے دو جہاں، حضور پر نور محمد رسول اللہ، شفیع یوم النور افضل صلوات اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ و عیالہ میں حاضر ہوئے اور باہزاراں ہزاراں لہائے زار، و دل بے قرار، و چشم اشک بار، یوں عرض کرتے ہیں:

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اے اللہ کے نبی! آپ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتیاب کیا، اور آج آپ بہ امن و اطمینان تشریف لائے۔ حضور اللہ کے رسول، اور انبیاء کے خاتم ہیں۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجیے، کہ ہمارا فیصلہ فرما دے، حضور نگاہ کریں، کہ ہم کس درد میں ہیں؟ حضور ملاحظہ تو فرمائیں، ہم کس حال کو پہنچے؟

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں گے: انا لہا انا لہا و انا صاحبکم میں شفاعت کے لیے ہوں، میں تمہارا وہ مطلوب ہوں، جسے تمام موقف میں ڈھونڈ پھرے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شفاعت کی کیفیت ارشاد فرمائی۔ یہ نصف حدیث کا خلاصہ ہے۔ مسلمان اسی قدر کو بہ نگاہ ایمان دیکھے، اور

اولاً: حق جل و علا کی یہ حکمت جلیلہ خیال کرے کہ کیوں کراہل محشر کے دلوں میں ترتیب وار انبیائے کرام کی خدمت میں جانا الہام فرمائے گا، اور دفعۃً بارگاہ اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر نہ لائے گا کہ حضور تو یقیناً شفیع مشفع ہیں۔ شفاعت تو پاتے مگر یہ کیسے کھلتا کہ یہ منصب اہم اسی سید اکرم کا حصہ ہے۔

ثانیاً: سوال شفاعت پر حضرات انبیاء کے جواب اور ہمارے حضور کا مبارک ارشاد ملا دیکھئے۔ یہیں مقام محمود کا مزا آتا، اور ابھی کا شمس کھلا جاتا ہے کہ سب نجوم رسالت، و مصابیح نبوت میں افضل و اعلیٰ، و بلند و بالا وہی عرب کا سورج، حرم کا چاند ہے، جس کے نور کے حضور ہر روشنی ماند ہے..... اور انبیاءؑ کی وجہ تخصیص ظاہر کہ حضرت آدم اول انبیاء و پدرا انبیاء ہیں، اور مرسلین اربعہ اولوا العزم مرسل، اور سب انبیائے سابقین سے اعلیٰ و افضل۔ تو ان پر تفضیل سب پر تفضیل۔ والحمد للہ الملك الجلیل۔

جلوہ سوم ارشادات انبیائے عظام و ملائکہ کرام:-

اس میں چودہ ارشادات ہیں کہ دونوں جلوہ ہائے گزشتہ کے ارشادات ملا کر ترپن ہوئے۔

ارشاد پنجاہ و سوم یہ ہے: مولانا علی قاری شرح شفا میں علامہ تلمسانی سے ناقل: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل نے آ کر مجھے یوں سلام کیا۔ السلام علیک یا اول السلام علیک یا آخر السلام علیک یا ظاہر السلام علیک یا باطن۔

میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ تو خالق کی صفتیں ہیں، مخلوق کو کیوں کر مل سکتی ہیں؟

عرض کی: میں نے خدا کے حکم سے حضور کو یوں سلام کیا ہے اور اس نے حضور کو ان صفتوں سے فضیلت دی، اور تمام انبیاء و مرسلین پر خصوصیت بخشی ہے۔ اپنے نام و صفت سے حضور کے لیے نام و صفت مشتق فرمایا ہے..... حضور کا اول نام رکھا کہ حضور

سب انبیاء سے آفرینش میں مقدم ہیں..... اور آخر اس لیے کہ ظہور میں سب سے مؤخر، اور آخر الامم کی طرف خاتم النبیین ہیں..... اور باطن اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے باپ آدم کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ساق عرش پر سرخ نور سے اپنے نام کے ساتھ حضور کا نام لکھا، اور مجھے حضور پر درود بھیجنے کا حکم دیا۔ میں نے ہزار سال حضور پر درود بھیجے، یہاں تک کہ حق جل جلالہ نے حضور کو مبعوث کیا، خوشخبری دیتے، اور ڈر سنا تے، اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلا تے، اور چراغِ تاباں..... اور ظاہر اس لیے حضور کا نام رکھا کہ اس نے اس زمانہ میں حضور کو تمام ادیان پر غلبہ دیا، اور حضور کا شرف و فضل سب اہل آسمان و زمین پر آشکار کیا۔ تو ان میں کوئی ایسا نہیں، جو حضور پر درود نہ بھیجے۔ حضور کا رب محمود ہے، اور حضور محمد اور حضور کا رب اول، آخر، ظاہر، باطن ہے اور حضور بھی اول، آخر، ظاہر، و باطن ہیں۔

یہ بشارت عظیم سن کر حضور نے فرمایا: الحمد لله الذی فضلنی علی جمیع النبیین حتی فی اسمی و صفتی حمد اس خدا کو جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی، یہاں تک کہ میرے نام و صفت میں۔
تابلش سوم طرق و روایات حدیث خصائص میں:-

متعدد محدثین کرام نے متعدد صحابہ عظام سے مختلف سندوں کے ساتھ احادیث خصائص بیان فرمائیں۔ یعنی وہ حدیث جس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خصائص جمیلہ ارشاد فرمائے، جو کسی نبی و رسول نے نہ پائے۔ ان روایات میں سے کسی میں دو، کہیں تین، کہیں چار باتیں بیان فرمائیں۔ کہیں پانچ، کہیں چھ، کہیں دس اور حقیقہ سو، اور دو سو پر بھی انتہا نہیں۔ امام جلال الدین سیوطی نے ”خصائص کبریٰ“ میں ڈھائی سو کے قریب حضور کے خصائص جمع فرمائے اور یہ صرف ان کا علم تھا۔ ان سے زیادہ علم والے ان سے زیادہ جانتے ہیں اور علمائے ظاہر سے علمائے باطن کو زیادہ معلوم ہے۔ پھر تمام علوم، علم اعظم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزاروں منزل ادھر منقطع ہیں۔ جس قدر حضور اپنے فضائل و خصائص جانتے ہیں، دوسرا کیا جانے گا؟ اور حضور سے زیادہ علم والا ان کا مالک و مولیٰ جل و علا ”ان الی ربک المنتہی“ اور ”وللاخرة خیر لک من الاولى“ اسی لیے حدیث شریف میں ہے: ”یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی“ اے ابو بکر! جیسا میں سوائے میرے رب کے کسی نے نہ جانا۔

تراچنانکہ توئی دیدہ کجا بیند: بقدر نیش خود ہر کند ادراک

تابلش چہارم آثار صحابہ و بقیہ موعودات خطبہ میں:-

اس میں بارہ روایتیں ہیں۔ بارہویں روایت یہ ہے۔

بزار، امیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے راوی: جب حق جل و علا نے اپنے رسول کو اذان سکھانی چاہی، جبرئیل براق لے کر حاضر ہوئے۔ حضور سوار ہو کر اس حجابِ عظمت تک پہنچے، جو رحمن جل مجدہ کے نزدیک ہے۔ پردے سے ایک فرشتہ نکلا، اور اذان کہی۔ حق عز جلالہ نے ہر حکم پر، مؤذن کی تصدیق فرمائی۔ پھر فرشتے نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست اقدس تھام کر

حضور کو آگے کیا۔ حضور نے اہل سموات کی امامت فرمائی، جن میں آدم و نوح علیہما الصلاۃ والسلام بھی شامل تھے۔ اس روز حق تبارک و تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف عام اہل آسمان و زمین پر کامل کر دیا..... اسی کے مثل ابو نعیم نے مولیٰ علی سے روایت کی، جس میں ہے: پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آگے بڑھیے، حضور نے تمام اہل آسمان کی امامت فرمائی، اور مخلوقات الہی پر حضور کا شرف کامل ہوا۔ والحمد لله رب العالمین۔

اعلیٰ حضرت اخیر رسالہ میں فرماتے ہیں: یہ رسالہ ششم شوال کو آغاز اور نوزدہم کو ختم اور آج پنجم ذی قعدہ روز جان افروز و شنبہ کو وقت چاشت مسودہ سے میضہ ہوا۔ والحمد لله رب العالمین۔

(۴۳) حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات (۸)

جیسا پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ مذہب و ہابیت کا اصل الاصول، انبیاء و اولیا کی توہین اور بے قدری، ان کے اوصاف و کمالات واقعیہ کا انکار، اور ان کو ایک محض معمولی سطح پر لانا، اور لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جن صفات سے ان کی اہمیت و عظمت ثابت ہوتی ہو، اس کا انکار، اور اگر یہ نہ ہو سکے، تو عدم اقرار ہی رہے۔ انہیں مسائل میں ایک مسئلہ سماع اموات ہے۔ یعنی بزرگان دین کا اپنے مزارات میں استعانت و استمداد کرنے والوں کی عرض سنا، اور خداوند عالم کا ان کے وسیلہ سے ان لوگوں کی حاجت روا فرمانا، وہابیہ کو اس سے انکار ہے۔ اگرچہ اس مسئلہ میں گنگوہی صاحب خلاف معمول ذرا ڈھیلے ہیں۔ اس کو مختلف فیہ بتاتے ہیں۔ ورنہ وہ تو کسی طرح شرک و کفر سے نیچے کی باتیں ہی نہیں کرتے ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص ۱۲ پر سینتیسواں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

روح کو حیاۃ ہوتی ہے قبر میں سب کی روح زندہ ہے ولی ہو یا عامی اور سماع میں اختلاف ہے بعض مقرر ہیں بعض منکر۔ دیکھئے! اصل مذہب و ہابیت کو ہاتھ سے جانے نہ دیا ولی کو عامی کے برابر کر دیا۔

پھر اسی حصہ کے صفحہ ۷۳ پر اٹھارہویں سوال کے جواب میں لکھا۔

یہ مسئلہ (سماع موتی) عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ تلقین کرنا بعد دفن کے اس پر ہی مبنی ہے۔ جس پر عمل کرے درست ہے۔

غنیمت ہے کہ تلقین کی اجازت تو دی، اگرچہ ایک ہی قول کی بنا پر۔ ”اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا“ کی بھی ایک ہی کمی۔

فیصلہ تو اختلافی باتوں ہی کا ہوتا ہے، متفق علیہ بات میں فیصلہ کی ضرورت ہی کیا ہے؟

پھر فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۰۰ پر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ پس تلقین اسی مذہب پر مبنی ہے۔ کیونکہ

اول زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں۔

یہ ”اول زمانہ قریب دفن“ کی تخصیص ہی عجیب ہے۔ جب روح زندہ ہی ہے، پھر اس ”قرب دفن“ کی کیا خصوصیت؟

پھر فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم کے ۱۱۳ پر سوال ”میت قبر میں سنتی ہے یا نہیں؟“ کے جواب میں لکھتے ہیں:-
اموات کے سننے میں علما کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک سنتی ہے اور بعض کے نزدیک نہیں سنتی۔

تجرب ہے کہ گنگوہی صاحب یہ کیسی ان کہی کہہ رہے ہیں؟ ورنہ ان کا مذہب درحقیقت سماع کا انکار، اور نہ صرف انکار بلکہ حسب عادت مستمرہ کفر ہے۔ اولیائے کرام ان کے نزدیک کسی گنتی و شمار میں ہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جن کی حیات بالاتفاق ثابت، ان کے سماع کے متعلق یہ گہر ریزی کی ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ۹۴ پر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔
اگر کسی کا یہ عقیدہ ہے کہ علیہ الصلاة و السلام خود خطاب، سلام کا سنتے ہیں، وہ کفر ہے۔ خواہ السلام علیک کہے، یا السلام علی النبی کہے اور جس کا عقیدہ یہ ہے کہ سلام و صلاة آپ کو پہنچایا جاتا ہے۔ ایک جماعت ملائکہ کی اس کام کے واسطے مقرر ہے۔ جیسا احادیث میں آیا ہے، تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے۔ اھ

یہ کفر بھی عجیب و غریب ہے۔ جو سنتا ہے وہ خود ہی سنتا ہے یا اس کے بدلے دوسرا سنتا ہے؟ اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سنتا، اس وجہ سے کفر خیال کیا کہ یہ صفت خاص خدا کی ہے، تو وہ فرشتہ یا جماعت ملائکہ کی خود کیونکر سن سکتی ہے؟ صفت مخصوص باری تعالیٰ میں تو کسی کی شرکت جائز نہیں۔ غرض۔

جو بات کی حضور نے وہ لاجواب کی
پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی

غرض وہابیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ مردے نہیں سنتے ہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے..... اس پر وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب درمیان زائر اور مقبور کے، جب عدیدہ سمع و بصر حائل، تو سماع اموات اور بصارت صور محال۔ اگر بعض اموات کو بوجہ قطع تعلق از مادہ، زیادت ادراک بھی حاصل ہو، لیکن یہ مستلزم اس کو نہیں کہ بلا توجہ خاص، جس کا انکشاف حال خارج از علم زائر و بحیر اختیار پروردگار عالم ہے، بروقت دعا زائر کے، وہ بزرگ اس کی دعا کو سن لیں۔ جب زائر بلا حصول علم مرتکب سوال کا ہے، تو گویا سائل نے اہل قبر کو سمع و بصیر علی الاطلاق قرار دیا ہے اور نہیں ہے یہ اعتقاد، مگر شرک اور ادنیٰ درجہ شائبہ شرک۔

اور بعض لوگ آہ کریمہ انک لا تسمع من فی القبور O اور آہ کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور O کو سند میں پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ ۱۳۰۵ھ کو ایک صاحب کا فتویٰ، جس میں نفی سماع موتی کی دلیل عقلی مذکور تھی، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی خدمت میں پیش ہوا اور اس کی تصدیق چاہی۔ ازاں جا کہ یہ جواب غلط، خلاف مذہب اہل سنت و جماعت تھا، اعلیٰ حضرت نے اس کی تصدیق نہ فرمائی اور اس مسئلہ پر مستقل رسالہ مسی بہ حیاة الموات فی بیان سماع الاموات ایک سو بائیس صفحے کا تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ بمبئی مطبع گلزار حسنی میں چھپا، اور شائقین کی خدمت میں مفت صرف محصول ڈاک بھیجنے پر پیش کیا گیا۔ دوسری مرتبہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں طبع ہوا۔ میرے پیش نظر طبع دوم ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس رسالہ کو بھی اپنی عادت کریمہ مستمرہ کے مطابق حمد و نعت سے شروع کیا، جس میں بطور براعت استہلال اس مسئلہ پر روشنی ڈالی۔ فرماتے ہیں:

الحمد لله الذي خلق الانسان . و علمه البيان . و اعطاه سمعا و بصرا و علما فزان . و جعله
مظهر الصفات الرحمن . و لم يجعله معدوما بفناء الابدان . و الصلاة والسلام الايمان
الاكملان . على السميع البصير العليم الخبير الملك المستعان . المولى الكريم الرؤف
الرحيم العظيم الشان . سيدنا و مولانا محمد النافذ حكمه في عوالم الامكان . الخ

اس کے بعد مولوی صاحب موصوف کا وہ فتویٰ نقل فرمایا ہے۔ اس کے بعد مقصد اول، نوع اول میں اس کا رد فرمایا ہے۔ لیکن رد و اعتراض کو بلفظ سوال تعبیر فرمایا ہے اور اس طرح پچیس سوالات فرماتے ہیں، یعنی پچیس طرح اس کا رد فرمایا ہے، جن میں بعض یہ ہیں۔

سوال اول: جناب نے قبر کی مٹی حائل دیکھ کر آواز سنی، صورت دیکھنی محال ٹھہرائی۔ اس سے مراد محال عقلمانی ہے، یا شرعی، یا عادی؟

بر تقدیر اول: کاش کوئی برہان قاطع اس کے استحالہ پر قائم فرمائی ہوتی۔ میں پوچھتا ہوں اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ یہ حائل، مانع احساس نہ ہو یا نہیں؟ اگر کہیے، نا۔ تو ان اللہ علی کل شئی قدیور کا کیا جواب؟ اور فرمائیے، ہاں۔ تو استحالہ کہاں؟ بر تقدیر ثانی: آیات قرآنیہ یا احادیث صحیحہ سے ثابت کیجیے کہ جب تک یہ حائل و حجاب رہیں گے، ابصار و سماع نہ ہو سکیں گے۔ الفاظ شریفہ ملحوظ خاطر رہیں۔

بر تقدیر ثالث: عادت اہل دنیا مراد، یا عادت اہل برزخ..... بر تقدیر اول کیا ثبوت ہے کہ مانع دنیوی، عائق برزخ بھی ہے؟ کیا جناب کے نزدیک برزخ دنیا کا ایک رنگ ہے؟ اہل دنیا ملائکہ کو نہیں دیکھتے، مگر بطور خرق عادت اور برزخ والے عموماً دیکھتے ہیں، حتیٰ کہ کفار بھی۔ احادیث نکیرین چھپنے کی چیز نہیں..... در صورت دوم جناب نے یہ عادت اہل برزخ کیوں کر جانی؟ اموات نے آکر تو بیان ہی نہ کیا اور طریقہ سے معلوم ہوا تو ارشاد کیجیے اور مآمول کہ دعویٰ بتا مہازیر لجاظر ہے۔

سوال پنجم: جو شخص ایک جگہ خاص پر ہو کہ وہاں جا کر جس وقت بات کیجیے، سن لے۔ اس قدر سے اسے سمیع علی الاطلاق کہا جائے گا، یا نہیں؟ اگر کہیے، ہاں۔ تو اپنے نفس نفیس کو سمیع علی الاطلاق مانیے۔ ہم نے تو ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ دولت خانہ پر جا کر جب کسی نے بات کی ہے، آپ کے کان تک پہنچی ہے..... اور فرمائیے، نا۔ تو مزار پر جا کر کلام کرنے سے سمیع علی الاطلاق ماننا کیوں کر جانا گیا؟

سوال ہفتم: کیا بات سننے کے لیے صورت دیکھنی بھی ضرور؟ جب تو واجب کہ تمام اندھے، بہرے ہوں اور فرشتہ مذکور (جس کے بارے میں حدیث میں ہے۔ اعطاء اسماع الخلاق) آپ کے طور پر بصیر علی الاطلاق، بلکہ اس سے بھی کچھ زائد۔ ورنہ فقط

خطاب کرنے سے بصیر ماننا، کیونکر مفہوم ہوا؟ عموم و اطلاق تو بالائے طاق۔

سوال ہشتم: بقرض لزوم، سماع کلام کو مطلق بصر درکار، جو رویت مخاطب سے حاصل۔ یا بصر مطلق؟ علی الاول، ملازمت باطل۔ علی الثانی، لازم کہ تمام مخلوق الہی بہری ہو..... اور کسی بات کا سننا، کسی غیر خدا کے لیے ماننا، مطلقاً مستلزم شرک ہو، تو سب مشرک ہیں۔ یا ہر ذی سماع و بصر علی الاطلاق؟ تو آفت اشد ہے۔ والعیاذ باللہ

سوال نہم: ان اولیا کی زیادت ادراک اگر اسے مستلزم نہیں کہ ہر کلام زائرین لیں، تو اسے بھی نہیں کہ سب کو نہ سنیں۔ آپ خود عدم استلزام فرماتے ہیں، نہ استلزام عدم۔ تو دونوں صورتیں محتمل رہیں۔ پھر ایک امر محتمل پر جزم شرک کیوں کر ہو سکتا ہے؟ غایت یہ کہ بے دلیل ہو، تو غلط سہی۔ کیا ہر غلط بات شرک ہوتی ہے؟

سوال پانزدہم: شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:-

اویسیاں تحصیل مطلب کمالات باطنی از انہای نمایندوار باب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہای طلبندوی

یابند۔

کہیے! زیادت ادراک مسلم؟ مگر توجہ خاص کا انکشاف حال تو خارج از علم طالب و بحیر اختیار پروردگار عالم ہے، پھر اویسی لوگ جو بلا حصول علم مرتکب استفادہ ہوتے ہیں، کیوں کہ مصداق ان لفظوں کے نہ ہوئے؟ اور ایسی نسبت کہ معاذ اللہ بذریعہ شرک ملتی ہے، کیوں کہ صحیح و مقبول ٹھہری؟

نوع دوم میں جناب مولوی صاحب اور ان کے ہم مذہبوں کی آٹھ مخالفتیں مذکور ہیں۔

مخالفت ۱: مولوی صاحب فرماتے ہیں: زیارت قبور مومنین خاصہ بزرگان دین، مندوب و مسنون ہے۔

یہ خصوصیت ہمارے طور پر بے شک حق، مگر مولوی اسحاق صاحب "مآۃ مسائل" میں لکھتے ہیں:-

دریں قسم زیارت کردن قبر ولی وغیر ولی و شہید وغیر شہید و صالح و فاسق و غنی و فقیر برابرست۔

پھر اس برابری پر بھی صبر نہ آیا۔ الٹی ترقی معکوس کر کے فرمایا:

بلکہ از زیارت قبور اغنیاء و ملوک زیادت غیرت حاصل می گیرد۔

مخالفت ۲: جناب نے امتناع رویت و سماع کو ان حجب عدیدہ کی حیلولت پر مبنی فرمایا۔ یہ ایتنا باعلیٰ عدم اسنادی، کہ اموات کو فی

الفہم قوت سماع و البصار حاصل ہے۔ مگر ان حالتوں کے سبب باہر کی صوت و صورت کا ادراک نہیں ہوتا۔ ورنہ اگر خود ان میں رسائی یہ

قوتیں نہ ہوتیں، تو بنائے کار حیلولت پر کھنی محض بے معنی..... اب متکلمین جماعت سے استفسار ہو جائے کہ وہ اس تخصیص کے مقرر

ہوں گے، یا راساً منکر۔ معلم ہانی منکرین ہند، یعنی مولوی اسحاق صاحب دہلوی سے سوال ہوا۔

ساعت موتی سوائے سلام جائزست؟

جواب دیا:

ثابت نیست۔

کیا آدمی اسی وقت میت ہوتا ہے، جب قبر میں رکھ کر مٹی دے دیں۔

پھر آیت سے استدلال کا تین جواب دیا۔

جواب اول: آیت کا صریح منطوق نفی السماع ہے، نہ نفی السماع۔ پھر اسے محل نزاع سے کیا علاقہ؟ نظیر اس کی آیہ کریمہ انک

لا تہدی من احببت ○ ہے، اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا: ولکن اللہ یہدی من یشاء ○ یوہیں یہاں بھی ارشاد ہوا: ان

اللہ یسمع من یشاء ○

جواب دوم: نفی السماع ہی مانو، تو یہاں سماع قطعاً بمعنی سماع قبول و انتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے، وہ

میری نہیں سنتا..... کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقہً کان تک آواز نہیں جاتی۔ بلکہ یقیناً یہی مقصود کہ سنتا تو ہے،

مانتا نہیں اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا۔ خود اسی آیت کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے: ان تسمع الامن یومن بائتنا فہم

مسلمون ○

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔

و آية النفی معناها سماع ہدی لا یقبلون ولا یصنغون للادب

جواب سوم: مانا کہ اصل سماع ہی منفی، مگر کس سے؟ موتی سے..... موتی کون ہیں؟ ابدان۔ کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔

قرآن شریف میں ہے: ما أنت بمسمع من فی القبور جو قبر میں ہے اس کو تم نہیں سنا تے ہو۔ قبر میں کون ہے؟ جسم۔ کہ

روحیں تو علیین، یا جنت، یا آسمان، یا چاہ زمزم وغیرہا مقامات عز و اکرام میں ہیں۔ جس طرح ارواح کفار سجین، یا نار، یا چاہ

وادی بر موت وغیرہا مقامات ذلت و آلام میں ہیں۔

امام سبکی شفا السقام میں فرماتے ہیں: لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع

بعد الموت لحي وهو الروح۔

مقصد ثانی احادیث کے بیان میں

اس میں انیس حدیثیں ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بعد موت روح و صفات و افعال روح باقی رہتی ہیں۔

حدیث ۵: امام احمد، وابن ابی الدنیا، وطبرانی، و مروزی، وابن منذہ ابو سعید خزری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ سید

عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بے شک مردہ پہچانتا ہے اسے جو غسل دے، اور جو اٹھائے، اور جو کفن پہنائے، اور جو قبر میں

اتارے۔

حدیث ۱۳: ابن ابی الدنیا، عمرو بن دینار سے راوی کہ ہر مردہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے گھر والوں میں کیا ہو رہا

ہے۔ لوگ اسے نہلاتے ہیں، کفنا تے اور وہ انہیں دیکھتا جاتا ہے۔

نوع دوم احادیث صحیح ادراک اہل قبور میں

اور اس میں چند تفصیلیں ہیں۔

فصل اول: اصحاب قبور سے حیا کرنے میں۔

حدیث ۴۰: امام احمد و حاکم حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی: میں اس مکان میں جہاں حضور کا مزار پاک ہے یونہی چلی جاتی تھی، اور جی میں کہتی تھی، وہاں کون ہے؟ یہی میرے شوہر اور میرے باپ..... جب سے عمر دفن ہوئے، خدا کی قسم میں بغیر سر ایا بدن چھپائے نہ گئی۔ عمر سے شرم کے باعث۔

فرمائیے! اگر ارباب مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا، تو اس شرم کے کیا معنی تھے؟ اور دفن فاروق کے پہلے اس لفظ کا کیا منشا تھا کہ ”مکان میں میرے شوہر اور باپ ہی تو ہیں، غیر کون ہے؟“

فصل دوم: زندوں کے آنے، پاس بیٹھنے، بات کرنے سے مردہ کا جی بہلتا ہے۔ اگر دیکھتے، سنتے، سمجھتے نہیں، تو ان امور سے جی بہلنا کیسا؟

حدیث ۴۲: امام سبکی شفاء القمام میں فرماتے ہیں: قبر میں مردہ کے زیادہ جی بہلنے کا وہ وقت ہوتا ہے، جب اس کا کوئی پیارا زیارت کو آئے۔

فصل سوم: زندوں کی بے اعتدالی سے اموات کے ایذا پانے میں۔

حدیث ۴۵: امام احمد و حسن عمارہ بن حزم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا۔ فرمایا: لا توذ صاحب القبر اس قبر والے کو ایذا نہ دے۔

فصل چہارم: میں وہ احادیث جن میں صراحتہ وارد کہ مردے اپنے زائرین کو پہچانتے، اور اس کا سلام سنتے، اور انہیں جواب دیتے ہیں۔

حدیث ۳۴: ابن ابی الدنیا، بیہقی، ابن عساکر، خطیب وغیر ہم محدثین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے، جس سے دنیا میں شناسائی تھی، اور اسے سلام کرتا ہے، تو میت جواب سلام دیتا، اور اسے پہچانتا ہے اور جب ایسی قبر پر گزرتا ہے، جس سے جان پہچان نہ تھی، اور سلام کرتا ہے، تو میت جواب سلام دیتا ہے۔

حدیث ۳۶: طبرانی معجم اوسط میں عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کی قبر پر ٹھہرے، اور فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔

فصل پنجم: میں وہ جلیل حدیثیں جن سے ثابت کہ سماع اہل قبول سلام ہی پر مقصود نہیں، بلکہ دیگر کلام و اصوات بھی سنتے

ہیں۔

حدیث ۴۰: بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اپنے صحاح میں انس بن مالک سے راوی کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے، اور لوگ دفن کر کے پلٹتے ہیں، تو بے شک وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

حدیث ۴۷: صحیح مسلم شریف میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کفار اہل بدر کی قتل گاہ دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا اور یہاں فلاں۔ جہاں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا، وہیں وہیں ان کی لاشیں گریں۔ پھر بحکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ ناپاک، ایک کنویں میں بھر دیئے گئے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے، اور نام بنام ان کفار لیا م کو، ان کا، اور ان کے باپ کا نام لے کر پکارا اور فرمایا: تم نے پایا، جو سچا وعدہ خدا اور رسول نے تمہیں دیا تھا؟ میں نے تو پایا جو حق وعدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا تھا۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضور، ان جسموں سے کیوں کر کلام کرتے ہیں، جن میں روہیں نہیں؟ فرمایا: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، اسے تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ مگر انہیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔

حدیث ۵۴: ابو الشیخ عبید بن مرزوق سے راوی کہ ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں، ان کا انتقال ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے خبر نہ دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر پر گزرے، دریافت فرمایا: یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے عرض کی: ام مہجن کی۔ فرمایا: وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ عرض کی: ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صف باندھ کر نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر ان بی بی کی طرف مخاطب کر کے فرمایا: تو نے کون سا عمل افضل پایا؟ صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وہ سنتی ہے؟ فرمایا: کچھ تم اس سے زیادہ نہیں سنتے۔ پھر فرمایا: اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینا۔

حدیث ۵۷: ابن ماجہ بسند حسن صحیح عبد اللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا: جہاں کسی مشرک کی قبر پر گزرے، اسے آگ کا مژدہ دینا۔ وہ صحابی فرماتے ہیں: مجھے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد سے ایک مشقت میں ڈالا۔ کسی کافر کی قبر پر میرا گزر نہ ہوا، مگر یہ کہ اسے آگ کا مژدہ دیا۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ مژدہ بے سم فہم محال، اور صحابی مخاطب نے ارشاد اقدس کو معنی حقیقی پر محمول کیا۔ لہذا عمر بھر اس پر عمل کیا۔ فتبصر

حدیث ۵۹: امام احمد تاریخ نیشاپور اور بیہقی، وابن عساکر تاریخ دمشق میں سعید بن مسیب سے راوی کہ ہم مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ مقابر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولیٰ علی نے اہل قبر پر سلام کر کے فرمایا: تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ گے، یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں خبر دیں؟ سعید بن مسیب فرماتے ہیں: میں نے آواز سنی، کسی نے مولیٰ علی کو جواب سلام دے کر عرض کی: یا امیر المومنین! آپ بتائیے، ہمارے بعد کیا گزری؟ امیر المومنین نے فرمایا: تمہاری عورتوں نے تو نکاح

کر لیے، اور تمہارے مال، سووہ بٹ گئے، اولاد یتیموں کے گروہ میں اٹھی اور وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام کیا تھا، اس میں تمہارے دشمن بسے۔ ہمارے پاس کی تو خبریں یہ ہیں۔ اب تمہارے پاس کی خبریں کیا ہیں؟ ایک مردے نے عرض کی: کفن پھٹ گئے۔ بال جھڑ پڑے۔ کھالوں کے پرزے پرزے ہو گئے۔ آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آئے۔ نتھنوں سے پیپ اور گنداپانی جاری ہے اور جو آگے بھیجا تھا، اس کا نفع ملا اور جو پیچھے چھوڑا، اس کا خسارہ ہوا اور اپنے اعمال میں محبوس ہیں۔

مقصد ثالث اقوالِ علما میں

اعلیٰ حضرت نے اس مقصد میں سوائے دین و علمائے کالمین کے اسمائے طیبہ پیش فرماتے ہیں۔ جن کے اقوال دربارہٴ سماع موتی حضرت کے پیش نظر ہیں۔ ازاں جملہ گیارہ صحابہ کرام ہیں..... بارہ تابعین عظام..... تین تبع تابعین..... کل ۲۶ ہوئے اور ۷۴ اعظم سلف اور اکرام خلف۔ کل سو حضرات ہوئے۔ اس کے بعد دس نام ان عالموں کے بھی تحریر فرماتے ہیں، جن پر مخالفین اعتماد کے لیے مجبور و مضطر ہیں۔ مثلاً

[۱] شاہ ولی اللہ صاحب [۲] شاہ عبدالرحیم صاحب [۳] شاہ عبدالعزیز صاحب [۴] شاہ عبدالقادر صاحب [۵] مرزا مظہر جان جاناں صاحب [۶] قاضی ثناء اللہ صاحب [۷] مولوی اسحاق صاحب دہلوی [۸] نواب قطب الدین صاحب [۹] مولوی خرم علی صاحب بلہوری [۱۰] مولوی اسمعیل صاحب دہلوی۔ ان کے علاوہ ۶۵ نام صحابہ و تابعین، و اتباع تابعین و علمائے مشاہیر کے اور گنائے جن، کا مجموعہ پونے دو سو ہوا۔

یہ مقصد دو نوع پر مشتمل۔ نوع اول اقوالِ علمائے سلف و خلف میں۔ اس میں ایک تمہید اور پندہ فصل ہیں۔ تمہید اس میں کہ روح موت سے نہیں مرتیں اس میں پانچ قول ہیں۔

(۳) امام عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں: روحیں مرتی نہیں، بلکہ زندہ آسمان کی طرف اٹھالی جاتی ہیں۔

فصل اول: موت سے صرف ایک مکان سے دوسرے میں چلا جانا ہے، نہ کہ معاذ اللہ جماد ہو جانا اور اس میں پانچ قول،

اور پانچ روایات مناسبہ ہیں۔

قول [۵]:۔ ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: اولیا کی دونوں حالت حیات و ممات میں اصلاً فرق

نہیں۔ اسی لیے کہا گیا کہ وہ مرتے نہیں، بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔

روایت اول: امام عارف باللہ استاد ابوالقاسم قشیری اپنے ”رسالہ“ میں بسند خود، حضرت ولی مشہور سیدنا ابوسعید خرازی قدس

سرہ سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا۔ باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا۔ جب میں نے اس کی طرف نظر کی، مجھے دیکھ

مسکرایا اور کہا: اے ابوسعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں، اگرچہ مرجائیں؟ وہ تو یہی کہ ایک گھر سے دوسرے

گھر میں بلائے جاتے ہیں۔

فصل دوم: موت سے روح میں اصلاً تغیر نہیں آنا۔ اس کے علوم و افعال کا بدستور رہنا، بلکہ زیادہ ہو جانا، اور اس فصل میں

پندرہ قول ہیں جو بشمول فصل اول ۲۰ ہوئے۔

قول [۷]: تفسیر بیضاوی میں ہے۔ یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ روہیں جو ہر قائم بالذات ہیں۔ یہ بدن جو نظر آتا ہے، اس کے سوا اور چیز ہے (روہیں) موت کے بعد اپنے اسی جوش ادراک پر رہتی ہیں۔ جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے، اور اسی پر آیات و احادیث ناطق۔

قول [۱۷]: امام سیوطی فرماتے ہیں: تمام اہل ملت مسلمین اور ان کے سوا سب کا یہی مذہب ہے کہ روہیں بعد موت بدن باقی رہتی ہیں۔ ہاں! فلاسفہ یعنی بعض مدعیان حکمت نے اس میں خلاف کیا۔ ہماری دلیل وہ آیتیں، حدیثیں ہیں جن سے ثابت کہ روح بعد موت باقی رہتی اور تصرفات کرتی ہے۔

فصل سوم: ان تصریحوں میں کہ اموات کے علم و ادراک دنیا و اہل دنیا کو بھی شامل اور اس فصل میں پانچ اقوال ہیں، تو کل پچیس ہوئے۔

قول [۲۵]: شیخ محقق محدث دہلوی اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ میں علم و ادراک موتی کی تحقیق و تفصیل لکھ کر فرماتے ہیں: ”بالجملہ کتاب و سنت مملو مشحون اند باخبار و آثار کہ دلالت می کنند بروجہ علم موتی بدنی و اہل آن پس منکر نشود آنرا مگر جاہل باخبار و منکر دین۔“

فصل چہارم: اموات سے حیا کرنے میں، اور اس میں ۹ قول ہیں، تو کل ۳۴ ہوئے۔

قول [۲۶]: ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں سلیم بن عمیر سے راوی کہ وہ ایک مقبرہ پر گزرے، پیشاب کی حاجت سخت تھی۔ کسی نے کہا۔ یہاں اتر کر قضائے حاجت کر لیجیے۔ فرمایا: سبحان اللہ! خدا کی قسم مردوں سے ایسی ہی شرم کرتا ہوں جیسے زندوں سے۔

قول [۲۸]: علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعت علمائے تصریح فرمائی کہ زیارت بقیع شریف میں قبہ (۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ابتدا کرے کہ پہلے وہی ملتا ہے۔ تو بے سلام کے وہاں سے گزر جانا بے ادبی ہے۔ اسی طرح اس بقعہ پاک میں جو مزار پہلے آتا جائے، اس پر سلام عرض کرتا جائے کہ جو ذرا بھی عزت و عظمت رکھتا ہے، اس کے سامنے بے سلام چلا جانا مروت و ادب سے بعید ہے۔

فصل پنجم: افعال احیاء سے تا ذی اموات میں اور اس میں ۷ قول ہیں تو کل ۴۱ ہوئے۔

قول [۳۴]: مراقی الفلاح میں ہے۔ مجھے میرے استاذ علامہ محمد بن حنفی نے خبر دی کہ جوتے کی ہچکل سے مردے کو ایذا ہوتی ہے۔

قول [۴۱/۴۰]: شیخ محقق نے اشعة اللمعات میں امام ابو عمر عبدالبر سے نقل کیا ہے: ”از بیجا استفاد میگردد تمام آنچه متلذذ می شود بدان زندہ۔“

فصل ششم: ملاقاتِ احیاءِ خدا سے اموات کا جی بہلتا ہے۔

قول [۴۲]: امام سیوطی انیس الغریب میں فرماتے ہیں: ویانسون ان اتی المقابر ÷ جب زائر مقابر پر آتے ہیں مردے ان سے انس حاصل کرتے ہیں۔

قول [۴۹ تا ۴۷]: رد المحتار میں غنیہ شرح منیہ سے اور طحاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں تلقین: ست کے مفید ہونے میں فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مردے کا دل بہلتا ہے، جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔

قول [۶۲ تا ۵۹]: مجمع البرکات میں مطالب المومنین سے اور کنز العباد و فتاویٰ غرائب وغیرہا میں ہے: گلاب وغیرہ کے پھول قبروں پر ڈالنا خوب ہے کہ جب تک وہ تازہ رہیں گے تسبیح الہی کریں گے۔ تسبیح سے میت کو انس حاصل ہوگا۔

فائدہ مطالب المومنین و جامع البرکات دونوں کتب مستندہ مخالفین سے ہیں۔

فصل ہفتم: مردے اپنے زائرؤں کو دیکھتے پہچانتے اور ان کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں۔

قول [۶۷]: انیس الغریب میں ہے۔ ع: و یعرفون من اتھم زائرا جو زیارت کو آتا ہے مردے اسے پہچانتے ہیں۔

قول [۶۸]: تیسیر میں ہے: بعد دفن بھی مردے کا شعور باقی رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے زائر کو پہچانتے ہیں۔

قول [۷۳ و ۷۴]: اشعة اللمعات میں شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا: دریں حدیث دلیل واضح ست بر حیات میت و علم دی و آنکہ واجب است احترام میت نزد زیارت وی خصوصاً صالحان و مراعات ادب بر قدر مراتب ایشان چنانکہ در حالت حیات ایشان۔

فصل ہشتم: وہ اپنے زائرؤں سے کلام کرتے، اور ان کے سلام و کلام کا جواب دیتے ہیں۔

قول [۷۵ تا ۷۸]: امام یافعی، پھر امام سیوطی، امام محبت الدین طبری سے ناقل کہ میں امام اسمعیل حضرمی کے ساتھ مقررہ ”زبیدہ“ میں تھا۔ انہوں نے فرمایا: اے محبت الدین! آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مردے کلام کرتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ کہا: یہ قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں جنت کی بھرتی سے ہوں۔

ترزیل امام یافعی، امام سیوطی، انہیں اسمعیل سے حاکی ہوئے کہ بعض مقابر یمن پر ان کا گزر ہوا۔ شدت روئے اور سخت مغموم ہوئے۔ پھر کھلکھلا کر ہنسے، اور نہایت شاد ہوئے۔ کسی نے سبب پوچھا۔ فرمایا: میں نے اس مقبرہ والوں کو عذاب میں دیکھا۔ رویا، اور جناب الہی سے گڑگڑا کر عرض کی۔ حکم ہوا: تیزی شفاعت ان کے حق میں قبول فرمائی۔ اس پر یہ قبر والی مجھ سے بولی: مولانا اسمعیل! میں انہیں میں سے ہوں۔ میں فلانی گائن ہوں۔ میں نے کہا: وانت منہم تو بھی ان کے ساتھ ہے۔ اس پر مجھے ہنسی آئی۔

قول [۸۱ و ۸۲]: شرح الصدور و طحطاوی حاشیہ مرقی میں ہے کہ احادیث و آثار دلیل ہیں کہ جب زائر آتا ہے، مردے کو اس کا علم ہوتا ہے۔ اس کا سلام سنتا، اور ان سے انس کرتا، اور اس کو جواب دیتا ہے اور یہ بات شہدا و غیر شہدا سب میں عام ہے، نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت کہ بعض وقت ہو بعض وقت نہ ہو۔
فصل نہم: اولیا کی کرامتیں، اولیا کے تصرف بعد وصال بھی بدستور ہیں۔

قول [۸۷]: علامہ نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں کہ اولیا کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں، جو اس کے خلاف زعم کرے، وہ جاہل ہٹ دھرم ہے۔ ہم نے ایک خاص رسالہ اسی امر کے ثبوت میں لکھا ہے۔
قول [۹۰]: امام شیخ الاسلام شہاب رملی فرماتے ہیں کہ انبیا کے معجزے اور اولیا کی کرامتیں ان کے انتقال سے منقطع نہیں ہوتیں۔

قول [۹۵ و ۹۶]: شرح مشکوٰۃ میں شیخ محقق دہلوی نے فرمایا کہ ”یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ تصرف می کنندہ در قبور خود مانند تصرفہائے شاہ در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف و عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دو کس دیگر از اولیا شمر و مقصود حصر نیست آنچه خود دیدہ و یافتہ است گفتہ۔“

فصل دہم: الحمد للہ برزخ میں بھی ان کا فیض جاری اور غلاموں کے ساتھ وہی شان امداد و یاری ہے۔
قول [۹۷]: امام عبدالوہاب شعرانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں کہ تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں اور دنیا و برزخ و قیامت ہر جگہ کی سختیوں میں ان پر نگاہ رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ صراط سے پار ہو جائیں۔
واللہ الحمد

يوم القيمة في رضى الرحمن

ثم اعتقادی مذهب النعمن

للسیخ عبد القادر جیلانی

کہ تو چونی کہ ماچناں شدہ ایم

ہمہ شب در خیال بیہدہ ایم

گفت ما جام تلخ کم زدہ ایم

سنت را گدائے میکدہ ایم

ما سراپا حلاوت آمدہ ایم

حسبى من الخیرات ما اعدتہ

دین النبى محمد خیر البوری

وارادتى و عقیدتى و محبتى

وى بخاک رضا شدم کفتم

ہمہ روز از غمت بفکر فضول

خبرے گو بماز تلخی مرگ

قادریت بکام ما کر دند

شیر بودیم وہ شہد افزودن

قول [۱۰۳]: علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہل سنت کے نزدیک علم و ادراک موتی کی تحقیق کر کے فرمایا: اسی لیے

قبور اولیا کی زیارت اور ارواح طیبہ سے استعانت نفع دیتی ہے۔

قول [۱۱۵ و ۱۱۶]: سیدی جمال کی کے فتاویٰ میں امام شہاب الدین رملی سے منقول: انبیاء و رسل و اولیاء و صالحین بعد رحلت بھی فریادری فرماتے ہیں۔

فصل یازدہم: تصریحات علما میں کہ سلام قبور دلیل قطعی سمع و فہم و علم و شعور ہے۔

قول [۱۱۷]: امام عزالدین ابن عبدالسلام اپنے امالی میں فرماتے ہیں کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم قبور پر سلام کریں۔ اگر روچیں سمجھتی نہ ہوتیں، تو بے شک اس میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

قول [۱۲۰]: علامہ نووی منہاج میں امام قاضی عیاض کا قول دربارہ سماع موتی نقل کر کے فرماتے ہیں: یہی ظاہر و مختار ہے جسے سلام قبور کی حدیثیں اقتضا کرتی ہیں۔

قول [۱۲۳]: مولانا علی قاری شرح اللباب دربارہ سلام زیارت فرماتے ہیں: نہ بلند آواز سے ہو، بالکل آہستہ، جس میں سنانا کہ سنت ہے، فوت ہو جائے۔

فصل دوازدہم: اہل قبور سے سوائے سلام اور انواع خطاب و کلام میں

قول [۱۲۴ تا ۱۲۷]: منک متوسط و مسلک متوسط و اختیار شرح مختار و فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ بعد زیارت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ بھرہٹ کر سر اقدس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے: آپ کو اللہ تعالیٰ ہم سے جزا و عوض نیک دے، بہتر اس عوض کا جو کسی امام اس کے نبی کی امت سے عطا فرمایا ہو۔ بے شک اپنی بہترین خلافت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کی اور بہترین روش سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ اور طریقہ پر چلے۔ آپ نے اہل ارتداد و بدعت سے قتال کیا۔ آپ نے اسلام کو آراستگی دی۔ آپ نے صلہ رحم فرمایا۔ آپ ہمیشہ حق گو اور اہل حق کے ناصر رہے، یہاں تک کہ آپ کو موت آئی۔

پھر ہٹ کر قبر مبارک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے محاذی ہو، اور بعد سلام عرض کرے: اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر بدلہ دے اور ان سے راضی ہو، جنہوں نے آپ کو خلیفہ کیا۔ (یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کہ انہوں نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام اور مسلمین کی رعایت کی۔ آپ نے یتیموں کی کفالت اور رحم کا صلہ کیا۔ اسلام نے آپ سے قوت پائی۔ آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا، اور رہنمائے راہ یاب ہوئے۔ آپ نے ان کا جتھا باندھا، اور ان کے محتاجوں کو غنی کر دیا، اور ان کی شکستہ دلی دور فرمائی۔

فصل سیزدہم: بعد دفن میت کو تلقین اور اسے عقائد اسلام یاد دلانے میں

قول [۱۳۶]: بنیابہ شرح ہدایہ میں ہے کہ تلقین کیوں کرنے کی جائے گی؟ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہوا۔ حضور نے بعد دفن تلقین کا حکم دیا۔

قول [۱۳۷ و ۱۳۸]: ہندیہ میں مضمرات سے ہے ہم دونوں تلقینوں پر عمل کرتے ہیں، وقت نزع بھی، اور وقت دفن بھی۔

قول [۱۵۰ تا ۱۵۲]: جامع الرموز میں جواہر سے منقول: نسل القاضی مجدد الکرمانی عنہ قال ما راہ المسلمون حسنا فهو عند الله حسن و روى في ذلك حديثين قاضی مجدد کرمانی سے دربارہ تلقین سوال ہوا فرمایا ہاں جو بات مسلمان اچھی سمجھیں خدا کے نزدیک اچھی ہے اور اس بارے میں دو حدیثیں روایت کیں۔

قول [۱۵۳]: کشف الفطا میں امام صفار کا ارشاد نقل کیا: سزاوار آنست کہ تلقین کردہ شد میت بر مذہب امام اعظم و ہر کہ تلقین نمی گوید باں پس او بر مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض ست و روح در قبر معاد نمی شود۔

فصل چہار دہم: اصل مسئلہ سائل میں یعنی ارواح کرام کوندا اور ان سے توسل و طلب دعا

قول [۱۵۷ تا ۱۵۹]: خواجہ حافظ فصل الخطاب شیخ محقق جذب القلوب میں ناقل: امام علی موسیٰ رضا سے عرض کی گئی۔ مجھے ایک کلام تعلیم فرمائیے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں۔ فرمایا: قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ، پھر عرض کر: سلام آپ پر اے اہل بیت رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں، اور آپ کو اپنی طلب و خواہش و سوال و حاجت کے آگے کرتا ہوں۔ خدا گواہ ہے! مجھے آپ کے باطن کریم و ظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں، اس سبب جن و انس سے جو محمد و آل محمد کے دشمن ہوں۔

قول [۱۶۰]: سیدی جمال مکی کے فتاویٰ میں ہے۔ مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے: یا رسول اللہ یا علی یا شیخ عبدالقادر مثلاً آیا یہ شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ میں نے جواب دیا: ہاں! مرغوب ہے۔ اس کا انکار نہ کرے گا، مگر ہٹ دھرم، یا دشمن انصاف اور وہ برکت اولیا سے محروم ہے۔

قول [۱۷۳]: سیدی محمد عبدری ”مدخل“ میں دربارہ زیارت قبور انبیائے سابقین فرماتے ہیں: زائر ان کے آگے حاضر ہو، اور اس پر متعین ہو و در دراز مقاموں سے ان کی زیارت کا قصد کرے۔ پھر جب حاضری سے شرفیاب ہو تو لازم ہے کہ ذلت و انکسار و محتاجی و فقر و فاقہ و حاجت و بے چارگی و فروتنی کو شعار بنائے اور ان کی سرکار میں فریاد کرے اور ان سے اپنی حاجتیں مانگے اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے درکشادہ ہیں اور سنت الہیہ جاری ہے کہ ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے حاجت روائی ہوتی ہے۔ والحمد لله رب العالمین

فصل پانزدہم: بقیہ تصریحات سماع اموات میں

قول [۱۷۴ تا ۱۷۸]: امام خاتمة المجتہدین، تقی الملتہ والدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفاء السقام کے باب تاسع فی حیاة الانبیاء میں ایک فصل ماورد فی حیاة الانبیاء، دوسری فصل حیاة الشهداء میں وضع کر کے، تیسری فصل تمام اموات کے سماع و کلام و ادراک و حیات میں وضع کی اور اس میں احادیث صحیحہ بخاری و مسلم و غیر ہما سے علم و سماع موتی ثابت کر کے فرمایا:

بالجملہ سب امور قدرت الہی میں ممکن ہیں اور بے شک ان کے ثبوت میں یہ صحیح حدیثیں وارد ہوئیں، تو ان کی تصدیق

واجب ہے..... فصل اول میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ حقیقی تحقیق کر کے آخر میں فرمایا: رہے ادراکات جیسے علم و سماع، تو یقیناً تمام اموات کے لیے ثابت ہیں۔ پھر انبیا تو انبیا ہیں..... امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں اس جناب کا یہ قول نقل کر کے تقریر فرمائی..... امام زین الدین مراغی اس جناب کی یہ تحقیق اینق نقل کر کے فرماتے ہیں: یہ نایاب تحقیق ہے، اور چاہیے کہ ایسی ہی چیز میں نہایت رغبت کریں، رغبت کرنے والے..... امام احمد قسطلانی نے مواہب میں امام سبکی کا وہ ارشاد مبین اور امام زین الدین کی یہ جلیل تحسین استناداً نقل کی..... پھر علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب میں اس کی تقریر و تائید میں حدیثیں نقل کیں۔

قول [۱۸۱ و ۱۸۲]: امام قرطبی پھر امام سیوطی قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنے کے مسئلہ میں فرماتے ہیں: تحقیق کہا گیا ہے کہ پڑھنے کا ثواب قاری کو ہے اور میت کے لیے اس کا اجر ہے کہ اس نے کان لگا کر قرآن سنا۔ اسی لیے اس پر رحمت ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو، اور چپ رہو، شاید تم پر مہر ہو اور کچھ یہ بھی خدا کے کرم سے دور نہیں کہ مردے کو قرأت و استماع دونوں کا ثواب پہنچائے۔

اقول: ثواب قرأت پہنچنے پر جزم نہ کرنے کا باعث یہ کہ وہ شافعی المذہب ہیں اور امام شافعی کے نزدیک عباداتِ بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا۔ مگر جمہور اہل سنت قائل اطلاق و عموم ہیں، اور یہی مذہب ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

قول [۱۸۳]: مرقاة میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم و سماع کا ذکر کر کے فرماتے ہیں: سب مردے سلام و کلام سنتے ہیں۔ پھر فرمایا: یہ سب مسائل احادیث صحیحہ و آثار صریحہ سے ثابت ہیں۔

قول [۲۰۰]: جامع البرکات میں فرمایا: سمودی می گوید کہ تمام اہل سنت و جماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراک مثل علم و سمع و بصر مرسائر اموات را از احاد بشر۔ انتہی و الحمد لله رب العالمین

فقیر غفرلہ اللہ تعالیٰ لہ نے جن سولہ ائمہ و علما کے اسما طیبہ گنائے تھے۔ بجز اللہ ان کے اور ان سے علاوہ اوروں کے بھی اقوال عالیہ دو سو شمار کر دیئے اور ایفائے وعدہ سے سبکدوش ہوا۔

نوع دوم: اقوال کبراء و عمائد خاندانِ عزیزی میں۔ یہاں اقوالِ مختلط مذکور ہوں گے۔ ناظران کے مطالب کو فصولِ نوعِ اول پر تفصیل کر لے سر دست سوم مقال ان کے بھی حاضر کرتا ہوں۔

وصل اول:

(مقال ۱): - شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:-

جب برزخ کی طرف انتقال کرتے ہیں، یہ وضعیں اور عادتیں اور علم سب ان کے ساتھ ہوتے ہیں، جدا نہیں ہوتے۔

(مقال ۲): - شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:-

چون آدمی می میرد روح را اصلاً تغیر نمی شود چنانچہ حامل قوی بود حالاً ہم سست و شعور و ادراک کے کہ داشت حالاً ہم وارد بلکہ صاف

ترورشن تر۔ اھ ملخصا۔

(مقال ۶): - قاضی ثناء اللہ پانی پتی رسالہ تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:-

اولیا گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشاں کاراجسادمی کندوگا ہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآیدی گویند رسول خدا را سایہ نبود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارواح ایشاں از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہندی روند و بسبب ہمیں حیات اجساد و آنہا را در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم می ماند۔

(مقال ۱۳): - مولانا شاہ عبدالقادر صاحب تفسیر موضح القرآن میں زیر آیت و ما انت بسمع من فی

القبور فرماتے ہیں:-

حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو، وہ سنتے ہیں اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وہ نہیں سن سکتا ہے۔

وصل دوم:

بقائے تصرفات و کرامات اولیا بعد الوصال میں۔

(مقال ۱۷): - مرزا مظہر جان جاناں اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:-

بعض ارواح کاملان را بعد ترک تعلق اجساد آنہا دریں نشاۃ تصرفات باقی ست۔

(مقال ۱۸): - مولوی اسماعیل دہلوی ”صراط مستقیم میں“ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی نسبت لکھتے

ہیں:-

در سلطنت سلاطین و امارت مراہمت ایشاں را دخلے ہست کہ بر سیاہان عالم ملکوت مخفی نیست۔

(مقال ۲۰): - مظاہر الحق میں ہے:-

تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبروں کی ہے اس لیے کہ ان کے لیے برزخ

میں تصرفات و برکات بے شمار ہیں۔

وصل سوم:

بعد وصال اولیا کے فیض و امداد میں

(مقال ۲۲): - ”تفسیر عزیز“ میں فرماتے ہیں:-

ارباب حاجات حل مشکلات خود آنہا می طلبند و می یابند۔

(مقال ۳۷): - قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:-

اولیاء اللہ دوستاں و معتقدان را در دوزخیا و آخرت مددگاری می فرمایند و دشمنان را ہلاک می نمایند و از ارواح بطریق اویست

فیض باطنی می رسد۔

وصل چہارم:

اصل مسئلہ سائل یعنی اولیاء کرام سے استمداد و التجا اور اپنے مطالب میں طلب دعا اور حاجت کے وقت ان کے ندا میں

(مقالہ ۸۰):۔ شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں کہا:

بزیارت قبر ایشاں رود از انجا انجذاب در یوزہ کند۔

(مقالہ ۸۹):۔ مرزا جان جاناں صاحب کے وصایا میں ہے۔

بزیارت مزارات اولیاء در یوزہ فیض جمعیت کن۔ الخ

(مقالہ ۱۰۳):۔ اسی انتباہ میں بعض مشائخ حضرات قادر یہ قدست اسرار ہم سے حصول مہمات و قضائے حاجات کے

لیے ایک ختم یوں نقل کیا:

اول دور کعت نقل بعد ازاں یک صدویازدہ بار درود، و بعد ازاں یک صدویازدہ بار کلمہ تجید و یک صدویازدہ بار شینا اللہ یا

شیخ عبدالقادر جیلانی الخ

(مقالہ ۱۰۵):۔ رسالہ ”فیض عام“ مزارات اولیاء سے استعانت میں شاہ صاحب کا ارشاد یہ ہے۔

طریق استمداد از ایشاں انست کہ بزبان گوید ای حضرت من برائے فلاں کار در جناب الہی التجامی کنم شانیز بدعا و شفاعت

امداد من نمائید لکن استمداد از مشہورین باید کرد۔

یہ خاص صورت مؤلہ کا جواب ہے۔ واللہ الہادی الی سبیل الصواب۔

الحمد للہ کہ یہ نوع بھی اپنے منتہی کو پہنچی۔ سو مقال کا وعدہ تھا، ایک سو پانچ گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مقصد اول میں

پینتیس سوال تھے۔ مقصد دوم میں ساٹھ حدیثیں اور نوع اول میں دو سو قول۔ اب یہ ایک سو پانچ مقال مل کر چار سو کا عدد کامل اور

فقیر کا وہ مدعا حاصل ہو گیا کہ مولوی صاحب کے اصل مذہب اور اس چند سطرے تحریر پر چار سو وجہ سے اعتراض ہے۔ واللہ

اللہ رب العالمین۔

خاتمہ در بارہ سماع موتی علمائے عرب کا فتویٰ۔

مسئلہ سماع موتی میں علمائے عرب کا مہری و دستخطی فتویٰ بالفعل فقیر کے پاس اصل موجود ہے۔ جس میں حسب ذیل حضرات

کی دستخط و مواہیر ہیں۔

[۱] مولانا محمد حسین کتبی حنفی مفتی مکہ معظمہ

[۲] مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی حنفی

[۳] مولانا حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مالکیہ

- [۴] مولانا احمد زینی دحلان شافعی مفتی مکہ مکرمہ
 [۵] مولانا محمد بن محمد غرب شافعی مدنی مدرس مسجد مدینہ طیبہ
 [۶] مولانا عبدالکریم حنفی از علمائے مدینہ منورہ
 [۷] مولانا عبدالجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ منورہ
 [۸] مولانا سید ابراہیم بن الخیار شافعی مفتی مدینہ منورہ
 کی دستخط و مواہیر ہیں۔

اس رسالہ کا مسودہ اوائل رجب ۱۳۰۵ھ میں کیا۔ پھر بوجہ عروض اعراض و اہتمام دیگر اغراض اس کی تہیض نے تاخیر پائی، اب الحمد للہ بعنایت الہی و اعانت رسالت پناہی علیہ افضل الصلاة والسلام و علی الہ و صحبہ الکرام صلح شعبان سنہ مذکورہ کو وقت عصریہ مسودہ مبہضہ ہوا اور اثنائے تہیض میں سرکار مفیض سے فیوض تازہ کا اضافہ ہوا۔ والحمد للہ اولاً و آخراً باطنا و ظاہراً و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ ابنہ و حزبہ وعلینا معهم و بارک وسلم۔

(۴۴) انہار الانوار من یم صلاة الاسرار (۹)

وہابیہ کی شرکی داستان صرف ایک یا دو مسئلہ پر منحصر نہیں بلکہ جس جگہ انبیاء و اولیا کی تعظیم و تکریم ہوتی دیکھی، وہیں شرک جما دیا۔ صوفیائے کرام خصوصاً مشائخ قادریہ کا ایک زمانہ قدیم سے معمول و مجرب عمل، قضائے حاجت و حصول مرادات کے لیے صلاۃ غوثیہ ہے۔

حسن نیت ہو خطا پھر کبھی کرتا ہی نہیں
 آزمایا ہے یگانہ ہے دوگانہ تیرا
 مگر وہابیہ کے لیے زہر ہلاہل ہے۔ گنگوہی صاحب کے فتاویٰ حصہ اول ص ۸۴ پر ایک سوال ہے۔
 صلاۃ غوثیہ اکثر مشائخوں میں مروج ہے اس کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
 سائل مسئلہ شرعیہ پوچھتا ہے، نہ ذاتی رائے۔ لیکن گنگوہی صاحب جواب میں فرماتے ہیں:-
 بندہ اس کو پسند نہیں کرتا، اور نہ جائز مانے۔

سائل کا سوال آپ کی پسندیدگی یا ناپسند کرنے سے نہ تھا اور نہ یہ سوال تھا کہ آپ اس کو جائز جانتے ہیں، یا نہیں۔ لیکن کمال حیا داری سے یہ جواب آپ نے عنایت فرمایا۔ سچ کہا کسی نے
 کیوں حیا کا لگائیں دل میں گھن
 بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

خصوصاً جب سائل نے لکھا تھا کہ اکثر مشائخوں میں مروج ہے، تو یا اس کا رد کیے ہوتے کہ یہ بات غلط ہے۔ ورنہ مشائخ کے معمول کے سامنے سر جھکانا تھا۔ یا اگر اس کی حرمت و ناجوازی قرآن و حدیث سے آپ کے علم میں تھی، تو اس کو لکھ کر سائل کو فائدہ پہنچانا تھا۔

پھر اسی حصہ کے صفحہ ۱۲۳ پر ایک سوال ہے:-

صلاة غوثیہ جو اکثر عوام پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں اور صلاة معکوس و صلاة ہول بھی جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب تحریر کیا:-

صلاة غوثیہ کی حقیقت ہم کو معلوم نہیں اور صلاة معکوس فی الحقیقت نماز نہیں بلکہ مجاہدہ ہے اور صلاة ہول کا ثبوت صحاح احادیث سے نہیں۔

جب نماز غوثیہ کی فضیلت جناب کو معلوم ہی نہیں۔ پھر ص ۸۲ پر ناپسند کیوں کیا، اور ناجائز کیوں بتایا؟ حکم دینے کے لیے دو باتوں کی ضرورت ہے۔ اول اس کی حقیقت معلوم ہونی، پھر شرع سے حرمت و ممانعت کا ثبوت..... جب حقیقت ہی نہیں معلوم، تو مجہول پر حکم ممانعت لگانا جہالت نہیں تو کیا ہے؟ وہ تو خدا کو بہت اچھا کرنا تھا کہ مولوی صاحب خوش قسمتی سے صلاة غوثیہ کو جانتے ہی نہیں۔ ورنہ شرک کا فتویٰ دینے سے کسی طرح باز نہیں رہتے۔ اس لیے کہ صلاة غوثیہ کہ صلاة غوثیہ میں بعد دو رکعت نماز پڑھنے کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام عرض کرنا ہوتا ہے اور گیارہ مرتبہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ اغثنی امددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجت کہنا، اس کے بعد اقدام بغداد شریف کی طرف چلنا ہوتا ہے اور ہر قدم پر یا غوث الثقلین و یا کریم الطرفین اغثنی و امددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات کہنا ہوتا ہے اور مولوی صاحب کے فتاویٰ سے ثابت کہ ندبا لغير و اور استعانة و امداد بالغير سب شرک ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۶ میں ہے:-

اور مدد مانگنا اولیاء سے حرام ہے مدد حق تعالیٰ سے مانگنی چاہیے سوائے حق تعالیٰ کے کوئی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا سو غیر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اگر چہ ولی یا نبی ہو شرک ہے۔

نیز اسی حصہ کے ص ۷ پر ہے:-

اور جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو وہ خود کفر ہے۔

مقام غور ہے کہ جب یا رسول اللہ کہنا ناجائز ہے، تو یا غوث الثقلین و یا کریم الطرفین کہنا کیوں کر جائز ہوگا؟ اور اگر ولی اللہ کو بھی علم غیب مان کر دور سے سننے کا عقیدہ رکھ کر کہا، تو خود کفر ہونے میں کیا شبہ رہا؟ واقعی مولوی ہو تو ایسا مشرک گر، کافر ساز کہ بات کا بٹنگل کر کے خواہ مخواہ کفر و شرک تک نہ پہنچائے، تو اسے چین نہ آئے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ نے اس مسئلہ کی تحقیق میں دو رسالے تحریر فرمائے۔ ایک اردو میں پچاس صفحے کا، جس کا سوال ربیع الاول شریف ۱۳۰۵ھ میں جناب مستطاب مولوی حافظ شاہ سراج الحق محمد عمر صاحب قادری نے ”دہلی کھڑکی فراش خانہ“ سے بھیجا تھا۔ جس کا نام تاریخی انہار الانوار من یم صلاة الاسرار ہے۔ دوسرا رسالہ عربی میں بارہ صفحے کا۔ جس کا تاریخی نام ازہار الانوار من صبا صلاة الاسرار ہے۔ جبکہ مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری مددرا سی حیدرآبادی نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے صلاة غوثیہ کی اجازت چاہی تھی۔ یہ رسالہ گویا اجازت نامہ صلاة غوثیہ یعنی صلاة الاسرار کا ہے، جو اعلیٰ حضرت نے مولانا شاہ ابراہیم صاحب موصوف کو عطا فرمایا تھا۔ رسالہ اولیٰ یعنی انہار الانوار میں بعد نقل سوال ابتدائے جواب حسب دستور خطبہ عربیہ فصیحہ بلیغہ سے کیا ہے۔ الفاظ کریمہ حمد و نعت کے یہ ہیں۔

الحمد لله على حسن بلائه ÷ ملا ارضه و ملا سمانه ÷ و ملا ماشاء في قدره و قضائه ÷
والشكر للمصطفى على نعمائه ÷ شكر ايوافى حسن الاثنه ÷ و يكافى عنا مزيد عطائه ÷ و
صلى الله تعالى عليه و على ابنائه ÷ و ازواجه و اصحابه و احبائه ÷ و وارث علمه و مجده و
سنائه ÷ غوثنا الاعظم رافع لوائه ÷ و مشائخنا الكرام و سائر اوليائه ÷ صلاة تكشف لنا
الاسرار ÷ و تصرف عنا اذى الاشرار ÷ و تكون عدة ليوم لقائه ÷ الخ

فی الواقع یہ مبارک نماز حضرات عالی مشائخ کرام قدست اسرار ہم العزیزہ کی معمول، اور قضائے حاجات و حصول مرادات کے لیے عمدہ طریق مرضی و مقبول اور حضور پر نور غوث الثقلین، غیاث الکونین صلوات اللہ و سلامہ علی جده الکریم و علیہ سے مروی و منقول۔ اجلہ علماء و اکابر کمالا اپنی تصانیف عالیہ میں اسے روایت کرتے اور مقبول و مقرر و مسلم و معتبر رکھتے آئے۔

امام اجل بہام انجیل سیدی ابوالحسن نور الدین بن جریر نخعی شطرنوی نے بسند خود بھججۃ الاسرار شریف میں..... اور شیخ شیوخ علماء الہند شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نور اللہ مرقده ”زبدۃ الآثار“ لطیف میں..... اور دیگر علمائے کرام و کلمائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اپنے اسفار مدیف میں اس جناب ملائک رکاب علیہ رضوان العزیز الوہاب سے راوی و ناقل کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بعد مغرب دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص گیارہ بار، پھر بعد سلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ و سلام عرض کرے۔ پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے، اور میرا نام اور اپنی حاجت ذکر کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی مراد پوری ہو۔

اسی طرح امام جلیل عبد اللہ یافعی کی صاحب خلاصۃ الفاخر فی اختصار مناقب الشیخ عبد القادر نے روایت کی..... یو ہیں فاضل کامل مولانا علی قاری نے نزہۃ الخاطر میں ذکر فرمایا۔ زبدۃ الآثار میں اپنے شیخ و استاذ کا اس نماز کی اجازت دینا، اور اپنا اجازت لینا، بیان کیا..... اور شیخ محقق سے اس نماز مبارک میں خاص ایک رسالہ نقیض عجالبہ ہے..... اس سے ثابت کہ شیخ

عبدالوہاب متقی مکی نے کتاب بہجۃ الاسرار کو معتمد و معتبر اور اس مبارک نماز کو مسلم و مقرر فرمایا..... اور مولانا شیخ وجیہ الدین علوی استاد شیخ محقق و تلمیذ و مرید حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری نہایت شد و مد سے اس نماز مبارک کی اجازت دیتے اور اس پر بتا کید ا کید تحریریں و ترغیب فرماتے..... یونہی شیخ نے اخبار الاخبار شریف..... اور مولانا ابوالمعانی محمد سلمی نے تحفة شریفہ..... اور حضرت سیدنا شاہ حمزہ عینی مارہروی قدس سرہ نے کاشف الاستار شریف میں اسے نقل و ارشاد فرمایا..... اور امام یافعی تصریح فرماتے ہیں کہ حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اصحاب کرام اس نماز کو عمل میں لاتے..... اور زبدة الآثار میں اولیائے طریقہ عالیہ قادریہ کے آداب میں فرمایا۔ و ملازمة صلاة الاسرار التي بعده التخطي احدى عشرة خطوة یعنی اس خاندان پاک کے آداب سے ہے صلاة الاسرار کی مداومت کرنی جس کے بعد گیارہ قدم چلنا ہے۔

بایں ہمہ اس کا اعمال مشائخ کرام سے ہونا، آفتاب سے زیادہ روشن ہے، اور اس کا انکار مہر نیم روز و ماہ نیم ماہ کا انکار ہے۔

امام ابن الجزری صاحب حصن حصین اس جناب کے سلسلہ تلامذہ میں سے ہیں۔ انہوں نے یہ کتاب بہجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی، اور اس کی سند و اجازت حاصل کی۔ اپنے رسالہ طبقات القراء میں فرماتے ہیں: میں نے یہ کتاب بہجۃ الاسرار مصر میں خزانہ شاہی سے حاصل کر کے شیخ عبدالقادر سے کہ اکابر مشائخ مصر سے تھے، پڑھی اور انہوں نے مجھے اس کی روایت کی اجازت دی۔

بالجملہ ایسے اکابر کی روایات معتمدہ کو بے وجہ و جہہ رد کرنا، سخت جہالت ہے۔ یا خبث و ضلالت اور بے دلیل دعویٰ الحاق محض مردود۔ ورنہ تصانیف ائمہ سے امان اٹھ جائے اور نظام شریعت درہم برہم نظر آئے۔ جو سند پیش کیجیے، مخالف کہہ دے کہ یہ الحاقی ہے۔ چلیے تمسک و استناد کا دروازہ ہی بند ہو گیا۔

اس نماز کو قرآن و حدیث کے خلاف بتانا، محض بہتان و افتراء، ہرگز ہرگز قرآن و حدیث میں اس کی ممانعت نہیں۔ نہ مخالف کوئی آیت یا حدیث اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کر سکتا ہے۔ ان ذی ہوشوں کے نزدیک امر و نہی میں کوئی واسطہ ہی نہیں اور عدم ذکر عدم ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الحلال ما احل اللہ فی کتابہ و الحرام ما حرم اللہ فی کتابہ و ما سکت عنہ فهو عفا عنہ حلال وہ ہے جسے خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس سے سکوت کیا وہ عفو ہے۔ رواہ الترمذی و ابن ماجہ و الحاکم عن سلیمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بالجملہ یہ فائدہ نفسیہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن و حدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو، وہ بھلی یا بری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو، وہ معاف ہے، جائز و مباح ہے۔ اس کا کرنا درست و روا ہے اور اس کو حرام گناہ، نادرست و ممنوع کہنا، شریعت مطہرہ پر افتراء۔ قال تعالیٰ: ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب هذا حلال و هذا حرام لتفتروا

علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون O (سورہ نمل، آیت ۱۱۶)

اسی طرح اس نماز کو طریقہ خلفائے راشدین و صحابہ کرام کے مخالف کہنا بھی اس سفاہت قدیمہ پر مبنی، کہ جو فعل ان سے منقول نہ ہو، وہ ان کے نزدیک ممنوع تھا۔ حالانکہ عدم ثبوت فعل و ثبوت عدم جواز میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ علامہ خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں: الفعل یدل علی الجواز و عدم الفعل لا یدل علی المنع..... شاہ عبدالعزیز "تحفہ اثنا عشریہ" میں فرماتے ہیں: "نہ کردن چیزے دیگرست و منع فرمودن چیزے دیگر، ملخصاً۔"

اور اسے خلاف اخلاص و توکل ماننا زری جہالت ہے۔ اس میں محبوبان خدا کی طرف توجہ بعرض تو سل ہے، اور ان سے تو سل قطعاً محمود، اور ہرگز اخلاص و توکل کے منافی نہیں۔ قال تعالیٰ: و ابتغوا الیہ الوسیلہ و جاہدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون O اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں کوشش کرو کہ تم مراد کو پہنچو اور انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کی نسبت فرماتا ہے۔ اولئک الذین یدعون یتفون الی ربہم الوسیلہ O وہ ہیں کہ دعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا طلب باراں میں، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تو سل کرنا، صحیح بخاری شریف میں مروی و مشہور۔

حصن حصین میں ہے۔ وان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیائہ خ ر و الصالحین من عبادہ خ یعنی آداب دعا سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے انبیاء سے تو سل کرنے۔ اسے بخاری و بزار نے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اور اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑے۔ اسے بخاری نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور سب سے زیادہ وہ حدیث صحیح و معروف و مشہور ہے، جسے نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، طبرانی، ابن خزیمہ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور ترمذی نے حسن، غریب، صحیح، اور حاکم نے بشرط شیخین صحیح کہا، اور امام منذری و دیگر ائمہ نقد و تنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلم رکھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے: اللہم انی اسئلك و اتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فی حاجتی ہذہ لتقضى لی اللہم فشفعه فی الہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں۔ یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو۔ الہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اور لطف یہ کہ بعض روایات حصن حصین لتقضى لی بصیغہ معروف واقع ہوا۔ یعنی یا رسول اللہ! میں آپ کے تو سل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت روائی کریں۔

تنبیہ:- حضرات منکرین کی حیاداری دیکھنے کے قابل۔ اس حدیث جلیل کی جلالت شان تصریحات علما سے ظاہر و باہر، اور اس سے جواز استمداد و التجا محبوبان خدا سے روشن و واضح، جس سے معاند سے معاند کو بھی انکار کی مجال نہیں۔ ناچار نواب قطب الدین خان دہلوی مصنف ظفر جلیل نے ترجمہ حصن حصین میں حاشیہ کتاب پر یوں ہرزہ سرائی کی:

یک راوی اس حدیث عثمان ابن خالد بن عمر بن عبداللہ متروک الحدیث ست چنانکہ در تقریب موجود ہست و حدیث راوی متروک الحدیث قابل حجت نمی شود۔

انا لله وانا اليه راجعون O انصاف و دیانت کا تو مقتضایہ تھا کہ جب حق واضح ہو گیا تھا، تسلیم فرماتے۔ نہ کہ خواہی نخواہی بزور تحریف ایسی صحیح ریح حدیث کو، جس کی اس قدر ائمہ محدثین نے یک زبان تصحیح فرمائی، معاذ اللہ ساقط و مردود قرار دیجیے، اور انتقام خدا و مطالبہ حضور سید روز جزا علیہ التحیة و الثناء کا کچھ خیال نہ کیجیے۔

اب حضرات منکرین کے تمام ذی علموں سے انصاف طلب کہ اس حدیث کا راوی عثمان بن خالد بن عمر بن عبداللہ متروک الحدیث ہے، جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب صحاح ستہ میں کہیں روایت نہیں، یا عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ جو صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ تمام صحاح کے رجال سے ہیں۔ کاش! اتنا ہی نظر فرمالتے کہ جو حدیث کئی صحاح میں مروی اس کا مدار روایت، وہ شخص کیونکر ممکن، جو ابن ماجہ کے سوا کسی کے رجال سے نہیں اور سنیے! امام طبرانی سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اذا ضل احدکم شیئا و اراد عوناً و هو بارض لیس بہا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان اللہ عباد لایراہم جب تم میں کوئی شخص سنسان جگہ میں بہکے، بھولے، یا کوئی چیز گم کرے، اور مدد مانگنی چاہے، تو یوں کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں، جنہیں یہ نہیں دیکھتا۔ راوی حدیث نے فرمایا: قد جرب ذالک فاضل علی قاری علامہ میرک سے، اور وہ بعض علمائے ثقات سے ناقل ہذا حدیث حسن اور فرمایا: مشائخ کرام سے مروی ہو انہ مجرب قرن بہ النحج یہ مجرب ہے اور مراد ملنی اس کے ساتھ مقرون۔

لطف یہ کہ یہاں بھی نواب صاحب موصوف نے اپنے زور علم و دیانت و جوش تقویٰ و امانت کا جلوہ دکھایا۔ فرماتے ہیں:- اس حدیث کے راویوں سے عتبہ بن غزوان مجہول الحال ہے، تقویٰ اور عدالت اس کی معلوم نہیں جیسا کہ کہا ہے تقریب میں کہ نام ہے ایک کتاب کا اسماء الرجال کی کتابوں سے۔

خدا کی شان! کہاں عتبہ بن غزوان رقاشی کہ طبقہ ثالثہ سے ہیں، جنہیں تقریب میں مجہول الحال، اور میزان میں لایعرف کہا اور کہاں اس حدیث کے راوی عتبہ بن غزوان ابن جابر مازنی بدری کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی جلیل القدر مہاجر و مجاہد غزوہ بدر ہیں۔ جن کی جلالت شان بدر سے روشن مہر سے ابین۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاه عنہ۔ مترجم صاحب دیباچہ ترجمہ میں معترف کہ ”حرز ثمین“ ان کے پیش نظر ہے، اس میں یہ عبارت موجود ہے۔ رواہ

الطبرانی عن زید بن علی عن عتبة بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم..... اور اسی طرح جس تقریب کا حوالہ دیا ہے، اس میں خاص برابر کی سطر میں یہ تحریر تونہ تھی۔ عتبة بن غزوان بن جابر المزنی صحابی جلیل مہاجر بدری مات سنة سبع عشر اھ ملخصاً

پھر کون سے ایمان کا مقتضی ہے کہ اپنے مذہب فاسد کی حمایت میں ایسے صحابی جلیل الشان، رفیع المکان کو بزور زبان و زور جنان درجہ صحابیت سے طبقہ ثالثہ میں لا ڈالیے؟ اور شمس عدالت و بدر جلال کو معاذ اللہ مردود الرولیہ و مطعون جہالت بنانے کی بدراہ نکالیے؟ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: اذالم تستحی فاصنع ما شئت

کیوں حیا کا لگائیں دل میں گھن

بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

مسلمان دیکھیں! کہ حضرات منکرین انکار حق و اصرار باطل میں کیا کچھ کر گزرتے ہیں۔

رہا اس نماز مبارک کے افعال پر کلام، تو

اولاً جب اس کی ترکیب خود حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے ثابت تو مدعی تسنن کو انکار کی کیا

گنجائش؟۔

ثانیاً وہ علما و اولیا جن میں بعض کے نام سابق میں مذکور ہوئے، جنہوں نے یہ نماز پسند کی، اجازت دی، سند لی، خود پڑھی۔ منکرین میں کون ان کے پائے کا ہے۔ پھر ان کے کہے سے کیوں کر مسلم ہو کہ حکم شرع پر یہی چلے، اور وہ سب معاذ اللہ گنہ گار فساق بدعتی گزرے..... اور ان اکابر کو غیر موثوق کہہ کر اتباع سواد اعظم کی طرف بلانا وہی پرانی تلمیس ہے۔

ثالثاً ان صاحبوں کے اصول پر (بطور معارضہ بالقلب) اس نماز مبارک پر انکار روا نہیں اور جس پر انکار روا نہیں، وہ اقل درجہ مباح ہوگا۔ اس لیے کہ ان حضرات کے مذہب میں عدم ذکر عدم ہے اور کلمات ائمہ میں اس نماز پر ان کا رجا تہ ہوگا، ہرگز مذکور نہیں۔ ومن ادعی فعلیہ البیان اور عدم بیان بیان عدم تو لاجرم اس کے معنی یہ ہوں گے کہ سب ائمہ کے نزدیک اس نماز پر انکار روا نہیں، اور جس پر انکار روا نہیں، تو کم سے کم وہ مباح ضرور ہوگا۔ فثبت المقصود و بہت الہنود۔

رابعاً ان حضرات کی عجیب حالت ہے جواز کہ عقلاً و نقلاً محتاج دلیل نہیں ہے، بے دلیل خاص قبول نہیں کرتے اور عدم جواز کے لیے ان کے زبانی دعویٰ کافی ہو جاتے ہیں۔ اس نماز میں جو جو باتیں ہیں ان کا ثبوت لیجیے۔

[۱] محبوبان خدا کی نفس تعظیم بے شک اہم واجبات و اعظم قربات سے ہے۔ قال تعالیٰ: و من یعظم حرمت

اللہ فهو خیر له عند ربہ O وقال تعالیٰ "و من یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب O

[۲] ان کے لیے بہیبت نماز قیام

علمائے دین نے روضہ منورہ کے حضور خاص بہیبت نماز قیام کرنے کا حکم دیا۔ اختیار شرح مختار و فتاویٰ عالمگیری میں

ہے۔ بتوجہ الی قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و یقف کما یقف فی الصلاة یعنی قبر شریف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کرے اور یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔

اے عزیز! اصل کاریہ ہے کہ محبوبانِ خدا کے لیے جو تواضع کی جاتی ہے، وہ درحقیقت خدا ہی کے لیے تواضع ہے۔ ولہذا بکثرت احادیث میں استاذ و شاگرد و علماء و عام مسلمین کے لیے تواضع کا حکم ہوا۔

طبرانی معجم اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً راوی تعلموا العلم تعلموا للعلم السکینة والوقار و تواضعوا لمن تعلمون منه علم یتکبر عالم نہ ہو کہ تمہارا جہل تمہارے علم پر غالب ہو جائے۔

خطیب نے کتاب الجامع میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یوں روایت کی۔ تواضعوا لمن تعلمون منه و تواضعوا لمن تعلمونہ ولا تکونوا جبابرة العلماء فیقلب جہلکم علمکم O جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لیے تواضع کرو اور متکبر عالم نہ ہو کہ تمہارا جہل تمہارے علم پر غالب ہو جائے۔

بائیں ہمہ علمائے تصریح فرمائی کہ غیر خدا کے لیے تواضع حرام ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ میں ہے: التواضع لغير الله حرام کذا فی الملقط۔

توبات وہی ہے کہ انبیاء و علماء مسلمین کے واسطے تواضع اس لیے ہے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، یہ اللہ کے ولی ہیں۔ وہ دین الہی کے قیم ہیں، یہ ملت الہیہ پر قائم ہیں۔ تو علت تواضع، جب وہ نسبت ہے، جو انہیں بارگاہ الہی میں حاصل، تو یہ تواضع بھی درحقیقت خدا ہی کے لیے ہوتی۔ جیسے صحابہ کرام و اہل بیت عظام کی محبت و تعظیم بعینہ محبت و تعظیم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ تواضع لغير الله کی شکل یہ ہے کہ عیاذ باللہ کسی کافر یا دنیا دار غنی کے لیے اس کے غنا کے سبب تواضع ہو کہ یہاں وہ نسبت موجود ہی نہیں یا موجود ہے تو ملحوظ نہیں۔

[۳] محبوبانِ خدا کے لیے خشوع و خضوع

ابوداؤد و نسائی و ترمذی و ابن ماجہ، اسامہ بن شریک سے راوی: قال آیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اصحابہ حولہ کان علی رؤسہم الطیر میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا حضور کے اصحاب ارد گرد تھے، گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

یعنی سر جھکائے، گردنیں خم کیے، بے حس و حرکت کہ پرندے لکڑی یا پتھر جان کر سروں پر آ بیٹھیں۔ اس سے بڑھ کر اور خشوع کیا ہوگا؟ اسی طرح مولانا جامی نفحات الانس میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک دعوت میں تشریف لے جانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: و اهل المجلس کان علی رؤسہم الطیر یعنی اہل مجلس کہ تمام اولیاء، علماء و عمائد بغداد تھے۔ ہیبت سرکارِ قادریت کے سبب ایسے بیٹھے تھے، گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔

[۴] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت خشوع و خضوع

امام ابو ابراہیم نجیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرے، یا اس کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آئے، خشوع و خضوع بجالائے، اور باوقار ہو جائے، اور اعضا کو حرکت سے باز رکھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس ہیبت و تعظیم کی حالت پر ہو جائے، جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اس پر طاری ہوتی اور ادب کرے، جس طرح خدا نے ہمیں ان کا ادب سکھایا۔

[۵] صورت اقدس کا تصور باندھے

شرح مختار اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ویقف کما یقف فی الصلاة کے آگے ہے۔ و تمثیل سورة الکریمۃ البھیہ ملخصاً یعنی اور حضور کی صورت مبارک کا تصور باندھے۔

امام شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں امام نجیبی کے قول کے نیچے لکھتے ہیں: یعنی یاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یہ قرار دے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو حاضر ہوں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال کرے، اور صورت اقدس کا تصور باندھے، گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے..... امام قاضی عیاض، امام نجیبی کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں: ہمارے سلف صالح وائمہ سابقین کا یہی داب و طریقہ تھا اور فرماتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے، رنگ ان کا بدل جاتا، اور جھک جاتے۔ نسیم الریاض میں ہے۔ لشدة خشوعه یہ جھک جانا بسبب شدت خشوع تھا۔

ان احادیث و روایات و کلمات طیبات سے کالشمس فی وسط السماء روشن و آشکار ہو گیا کہ ہنگام تو سل محبوبان خدا کی طرف منہ کرنا چاہیے۔ اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہو اور دل کو خوب ان کی طرف متوجہ کرے، یہاں تک کہ ہر ایں و آن دل سے محو ہو جائے اور ان کے لیے خشوع و خضوع محمود و مشروع۔

فقیر حیران ہے کہ اس نماز مبارک میں اول تو صلاۃ مفروضہ کے بعد قبلے سے انحراف کہاں؟ اور ہو بھی تو اس میں کیا گناہ ہے؟ ہر نماز مفروضہ کے بعد امام کو قبلے سے انحراف سنت معلومہ ہے۔ پھر اسے ممانعت میں کیا مداخلت؟ ہاں جو کچھ غیظ و غضب کرنا ہو، تعین سمت پر کیجیے۔ اس کا جواب مرزا مظہر جان جاناں شہید سے لیجیے۔ مرزا صاحب اپنے مکتوبات میں ایک ایک مرید رشید کو تحریر فرماتے ہیں:-

فقیر انشاء اللہ تعالیٰ جو نماز یک دو گھڑی روز برآمدہ پیش از حلقہ یا بعد آں بجانب آں مستورہ شماں متوجہ خواہد شد باید کہ ہر روز منتظر و متوقع فیض رو بایں طرف کردہ، بعد نماز صبح بشید کہ محبت ایں عقیفہ کہ فرزند ماست در دل فقیر تاثیر کردہ ست۔

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:-

ہر صبح بعد نماز متوجہ بفقیر بنشید بے ناغہ توجہ می دہم

شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک رباعی لکھی ہے:-

انا نکتہ زاوناس بہیمی حسند ÷ بالجسہ انوار قدم پیوستند
فیض قدس از ہمت ایشاں میجو ÷ دروازہ فیض قدس ایشاں ہستند

پھر اس کی شرح میں لکھا:

یعنی توجہ بارواح طیبہ مشائخ در تہذیب روح و سرفیض بلوغ دارد۔

انہیں شاہ صاحب نے ہمعات میں حدیث نفس کا یوں علاج بتایا:

بارواح طیبہ مشائخ متوجہ شود و برائے ایشاں فاتحہ خواند بزیرت قبر ایشاں رود و از انجا انجذاب در یوزہ کند۔

علامہ ابن حجر کی خیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان میں فرماتے ہیں: ہمیشہ سے؟؟ حاجت،

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت اور اپنی حاجت روائیوں کو بارگاہ الہی میں ان کے توسل سے پیش کرتے ہیں

اور اس سبب سے فوراً مراد پاتے ہیں۔ انہیں میں سے امام شافعی ہیں کہ فرماتے ہیں کہ میں ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے تبرک کرتا، اور

ان کی قبر پر جاتا ہوں اور جب مجھے جب کوئی حاجت پیش آتی ہے، دو رکعت نماز پڑھتا، اور ان کی قبر کی طرف آ کر خدا سے سوال

کرتا ہوں۔ کچھ دیر نہیں گزرتی کہ حاجت روا ہوتی ہے۔

فقیر کہتا ہے: غفر اللہ تعالیٰ لہ یہاں نکات غامضہ ہیں کہ ان پر مطلع نہیں ہوتے، مگر توفیق والے۔

اولاً: جب معلوم ہو لیا کہ حق جل و علا کی طرف اس کے محبوبوں سے توسل محمود و مقصود، و سنت ماثورہ و طریقہ مامورہ، اور

ہنگام توسل ان کی جانب توجہ درکار۔ یہاں تک کہ امام مالک سے خلیفہ ابو جعفر عباسی نے پوچھا: دعا میں قبلہ کی طرف منہ کروں، یا

مزار مبارک حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف؟ تو فرمایا: کیوں اپنا منہ ان سے پھیرتا ہے، جو قیامت کو تیرے اور

تیرے باپ آدم علیہ السلام کے اللہ کی طرف وسیلہ ہیں۔ بلکہ انہیں کی طرف منہ کر، اور شفاعت مانگ کہ اللہ تعالیٰ تیری

درخواست قبول فرمائے۔ اخر جہ الامام القاضی عیاض فی الشفا وغیرہ فی غیرہ

اور سوال حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "واستعینوا بالصبر و الصلوٰۃ"

پھر کامل اکسیر یہ ہے کہ کسی محبوب خدا کے قریب جائیے..... یا ان کی قبروں کی طرف چلیے۔ جیسے امام شافعی، سیدنا امام اعظم رضی

اللہ تعالیٰ عنہما کے مزار فائض الانوار کی طرف چلتے۔

اب یہ کہ گدائے سرکار قادر یہ اس آستان فیض نشان سے دور و مہجور ہے، گو بعد نماز مزار اقدس تک جانے کی حقیقت اسے

میسر نہیں۔ تاہم دل سے توجہ کرتا، اور چند قدم اس سمت چل کر ان چلنے والوں کی شکل بناتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: من تشبه بقوم فهو منهم ○

ثانیاً: توسل میں توجہ باطن ضرور، اور ظاہر، عنوان باطن۔ لہذا یہ چلنا مقرر ہوا کہ حالت قالب، حالت قلب پر شاہد ہو۔ جس طرح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقا میں قلب رد فرمایا کہ قلب لباس، قلب احوال و کشف یاس کی خبر دے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے ”قول الجہیل“ میں قضائے حاجت کے لیے صلاة کن فیکون کی ترکیب لکھی۔ جس کے آخر میں ہے:-

پھر پگڑی اتارے، آستین گلے میں ڈالے، پچاس بار دعا کرے ضرور مستجاب ہو۔

میں کہتا ہوں کہ جب آستین گلے میں باندھنا، با آنکہ طرق ماثورہ میں وارد نہیں، اس وجہ سے کہ اس میں تضرع مخفی کا اظہار شدید ہے۔ اگرچہ نفس اظہار گڑ گڑانے کی صورت سے حاصل تھا، جائز ٹھہرا۔ تو یہ چند قدم جانب عراق محترم چلنا، اس وجہ سے کہ اس میں توجہ مخفی کا اظہار قوی ہے، کیوں کر ناجائز ہوگا؟

ثالثاً: ظاہر مصلح خاطر۔ ولہذا جس امر میں جمع عزیمت و صدق ارادت کا اہتمام چاہتے ہیں، وہاں اس کے مناسب افعال جو ارح رکھے جاتے ہیں۔ کہ ان کی مدد سے خاطر جمع اور انتشار دفع ہو۔ اس لیے نماز میں تلفظ بنیت بقصد جمع عزیمت، علما نے مستحسن رکھا اور یہی سر ہے کہ تکبیر تحریرہ کے وقت رفع یدین، اور تشهد کے وقت انگشت شہادت سے اشارہ مقرر ہوا۔ بعینہ یہی حالت اس چلنے کی ہے کہ رغبت باطنی کی پوری تصویر بناتا، اور قلب کو انجذاب تام پر متنبہ کرتا ہے۔ جیسا کہ اس علم شریف کے بجالانے والوں پر روشن۔ گو منکر محروم بخیر باش ع: ذوق این مئے شناسی بخدا تانجشی۔

رابعاً: سنت نبویہ علی صاحبہا الصلاة والتحیہ ہے کہ جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہو، عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے۔ یہاں بھی یہ محتاج جب دو رکعت نماز پڑھ چکا، اور اب وہ وقت آیا کہ جہت توسل کی طرف منہ کر کے اللہ جل جلالہ سے دعا چاہتا ہے۔ نفس نماز میں جو قلت حضور وغیرہ قصور سرزد ہوئے، یاد آئے، اور سمجھا کہ یہ وہ جگہ ہے، جہاں شیطان کے دخل نے مجھ سے مناجات الہی میں تقصیر کرادی، ناچار ہٹتا ہے اور پر ظاہر کہ جہت توجہ اس کے لیے اولی و ایسر۔ یمیناً و شمالاً انصراف میں ترک توجہ اور رجعت قہقزی بعد کی صورت، اور اقبال، نشان اقبال۔ فکان هو المختار۔

خامساً: خادم شرع جانتا ہے کہ صاحب شرع کو باب دعا میں تقاول پر بہت نظر ہے۔ اسی لیے استسقا میں قلب رد فرمایا کہ تبدیل حال کی فال ہو..... اسی لیے بد خوابی کے بعد جو اس کے دفع شرکی دعا تعلیم فرمائی، ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ کروٹ بدل لے، تاکہ اس حال کے بدل جانے پر فال ہو..... اسی لیے ہنگام استسقا پشت دست جانب آسمان رکھے کہ ابر چھانے اور باراں آنے کی فال ہو..... اسی لیے علما نے مستحب رکھا کہ جب دفع بلا کے لیے دعا ہو، پشت دست سوائے سما ہو۔ گویا ہاتھوں سے آتش فتنہ کو بجھاتا، اور جوش بلا کو دباتا ہے..... اسی لیے دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا مسنون ہوا کہ حصول مراد و قبول دعا کی فال ہو۔ گویا دونوں ہاتھ خیر و برکت سے بھر گئے۔ اس نے وہ برکت اعلیٰ و اشرف اعضا پر الٹ لی کہ اس کے توسط سے سب بدن کو پہنچ جائے گی۔

سادساً: صحیح مسلم میں بروایت جابر بن عبد اللہ مروی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عین نماز میں چند قدم آگے بڑھے۔ جب جنت خدمت اقدس میں اتنی قریب حاضر کی گئی کہ دیوار قبلہ میں نظر آئی۔ یہاں تک کہ حضور بڑھے، تو اس کے خوشہ ہائے انگور دست اقدس کے قابو میں تھے اور یہ نماز صلاۃ الکسوف تھی۔

ابی طرح جب ارباب باطن و اصحاب مشاہدہ یہ نماز پڑھ کر بروجہ توسل، عراق کی طرف توجہ کرتے ہیں، انوار و برکات و فیوض و خیرات اس جانب مبارک سے باہزاراں جوش و ہجوم پیہم آتے نظر آتے ہیں۔ یہ بے تابانہ ان خوشہ ہائے انگور جنات نور و باغات سرور کی طرف قدم شوق پر بڑھتے، اور ان عزیز مہمانوں کے لیے رسم باجمال تلقی و استقبال بجالاتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا جائے انکار ہے، اس نیک بندے پر جو اپنے رب کی برکات و خیرات کی طرف مسارعت کرے۔ رہے ہم عامی جن کا حصہ یہی شفقہ لسان و اضطراب ارکان ہے، و بس۔ ہم اس امر جمیل میں ان اہل بصائر کے طفیلی ہیں۔

ع وللارض من کاس الکرام نصیب

جیسے نماز کہ اس کے اکثر افعال و احکام ان اسرار و حکم پر مبنی جو حقیقہً صرف احوال سیدہ اہل قلوب پر مبنی۔ پھر عوام بھی صورت احکام میں ان کے مشارک۔

سابعاً: دیدہ انصاف بے غبار و صاف ہو، تو احادیث صحیحہ سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جہاں جانا چاہے، اس طرف چند قدم قریب ہونا، اور جہاں سے جدائی مقصود ہو، اس سے کچھ گام دور ہونا بھی نافع بکار آمد ہوتا ہے، جب کمال قرب و بعد میسر نہ ہو۔

جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا زمانہ انتقال قریب آیا۔ بن میں تشریف رکھتے تھے، اور ارض مقدسہ پر جبارین کا قبضہ تھا۔ وہاں تشریف لے جانا، میسر نہ ہوا۔ دعا فرمائی کہ اس پاک زمین سے مجھے ایک سنگ پر تاب قریب کر دے۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ فسأل ان یدنیہ من الارض المقدسة رمیہ بحجر..... ظاہر ہے کہ ہنگام حاجت سر دست عراق شریف کی حاضری معذور۔ لہذا چند قدم اس ارض مقدسہ کی طرف چلنا ہی مقرر ہوا کہ مالا یدرک کله لا یترک کله

رہی عدد یا زدہ (۱۱) کی تخصیص۔ اس کی وجہ ظاہر۔ اللہ طاق ہے، اور طاق کو دوست رکھتا ہے اور افضل الاوتار، واول الاوتار ایک ہے۔ مگر یہاں تکثیر مطلوب، اور اس کے ساتھ تیسیر بھی ملحوظ۔ لہذا یہ عدد مختار ہوا کہ یہ افضل الاوتار کا پہلا ارتقاع ہے، جو خود بھی وتر، اور مشابہت زوج سے بھی بعید کہ سو ایک کے ایک کے لیے کوئی صحیح کسیر نہیں اور اس سے ایک گھٹا دینے کے بعد بھی جو زوج حاصل ہوتا ہے، زوج محض ہے، نہ زوج الا زوج۔ کہ اس کے دونوں حصص متساویہ خود افراد ہیں۔ بلکہ خلومرتبہ پر وہ بعینہ ایک ہے..... بالجملہ اس نماز مقدس میں اصلاً کوئی محذور شرعی نہیں۔

اور حضرات منکرین کا یہ کہنا کہ صحابہ و تابعین سے منقول نہیں، صحابہ محبت و تعظیم میں ہم سے زیادہ تھے، ثواب ہوتا تو وہی

کرتے؟

اولاً: وہی معمولی باتیں ہیں، جن کے جواب میں علمائے اہل سنت کی طرف سے ہزار ہزار بار ہو چکے۔ جسے آفتاب روشن پر اطلاع منظور ہو، ان کی تصانیف شریفہ کی طرف رجوع لائے۔ علی الخصوص کتاب مستطاب اصول الرشاد القمع مبانى الفساد و کتاب لا جواب، اذاقة الآثام لمانعی عمل الملوك والقیام وغیرہا تصانیف تاج المحققین سراج المدققین فخر الاکابر، وارث العلم کابرا عن کابر، سیدی ووالدی حضرت مولانا محمد تقی علی خاں صاحب اعظم اللہ اجرہ و نور قبرہ اور یہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بھی اس بحث اور اس کے امثال کو بروجہ اجمال رسالہ اقامۃ القیامۃ، و منیر العین وغیرہما اپنے رسائل میں بقدر کفایت متح کر چکا۔

ثانیاً: یہاں ان جہالات کا کوئی محل ہی نہیں۔ یہ نماز ایک عمل ہے کہ قضائے حاجات کے لیے کیا جاتا ہے اور اعمال مشائخ میں تجدید و احداث کی ہمیشہ اجازت۔ شاہ ولی اللہ صاحب ”ہوامع“ میں لکھتے ہیں:-
اجتہاد در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہائے قرا بادیں را۔

جامع تر سینے۔ شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیا اللہ میں تصریح کرتے ہیں کہ انہوں نے جو ہر خمسہ شیخ محمد غوث گوالیاری کی سندیں، اور اس کے اعمال کی اجازتیں، اپنے استاد علم حدیث مولانا ابوطاہر مدنی، و شیخ محمد سعید لاہوری سے حاصل کیں اور شیخ ابوطاہر نے اپنے والد ابراہیم کر دی، انہوں نے شیخ احمد قشاشی، انہوں نے شیخ احمد شناوی، انہوں نے شیخ سید صبغۃ اللہ، انہوں نے شیخ وجیہ الدین گجراتی، انہوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کی..... اسی طرح شیخ محمد سعید لاہوری نے شیخ محمد اشرف لاہوری، انہوں نے شیخ عبدالملک بایزید ثانی، انہوں نے شیخ وجیہ الدین گجراتی، انہوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کی۔

حضرات منکرین مہربانی کر کے جو ہر خمسہ پر نظر ڈالیں، اور اس کے اعمال کا ثبوت قرون ثلاثہ سے دیں۔ بلکہ اپنے اصول مذہب پر ان اعمال کو بدعت و شرک ہی سے بچالیں، جن کے لیے شاہ ولی اللہ جیسے سنی، موحد محدثانہ سند لیتے، اور اپنے مشائخ حدیث و طریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں۔ زیادہ نہ سہی یہی دعائے سیفی جس کی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کی، اور اجازت لی۔ اسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جو ہر خمسہ میں کیا لکھا ہے؟:

ناد علی ہفت بار یا سہ یار یا یک بار بخواند و آں اینست۔

تجدہ عوناً لک فی النوائب

ناد علیا مظهر العجائب

بولایتک یا علی یا علی یا علی

کل ہم و غم سینجلی

اسی طرح یہی شاہ ولی اللہ اسی رسالہ ”انتباہ“ میں قضائے حاجت کے لیے ختم خواجگاں چشت کی ترکیب بتاتے ہیں، اور

فرماتے ہیں:-

دہ مرتبہ درود خواندہ ختم کنندہ و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند ہمیں طور ہر روز میخوانند باشند انشاء اللہ تعالیٰ در ایام متعددہ مقصودہ بحصول انجامد۔

مرزا مظہر جان جاناں صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:-

دعا حزب البحر و طیفہ صبح و شام و ختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم ہر روز بجهت حل مشکلات باید خوانند۔
دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:-

ختم خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ختم حضرت مجدد رضی اللہ عنہ بعد حلقہ صبح لازم گیرید۔

ثالثاً: خیر صلاۃ الاسرار شریف تو ایک عمل نظیف ہے کہ مبارک بندہ اپنے حصول اغراض و دفع اغراض کے لیے پڑھتا ہے۔ مزاج پرسی ان حضرات کی ہے، جو خاص امور ثواب و تقرب رب الارباب میں، جو محض اسی نیت سے کئے جاتے ہیں، ہمیشہ تجدید و اختراع کو جائز مانتے، اور ان محدثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جانتے ہیں۔ وہ کون؟ شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، مرزا جان جاناں، شیخ مجدد الف ثانی، مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی خرم علی بلہوری وغیرہم۔ جنہیں منکرین بدعتی و گمراہ کہیں، تو کس کے ہو کے رہیں؟

شاہ ولی اللہ "قول الجلیل" میں اپنے اور اپنے پیران مشائخ کے آداب طریقت و اشغال ریاضت کی نسبت صاف لکھتے ہیں: لم یثبت تعین الآداب ولا تلك الاشغال..... شاہ عبدالعزیز صاحب "حاشیہ قول الجلیل" میں اس کی تائید فرماتے ہیں..... مولوی خرم صاحب مصنف نصیحة المسلمین اسے نقل کر کے لکھتے ہیں:-

یعنی ایسے امور کو خلاف شرع یا داخل بدعات سیئہ نہ سمجھنا چاہیے، جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں۔
اور سنیے! اسی "القول الجلیل" میں اشغال مشائخ نقشبندیہ میں تصور شیخ کی ترکیب لکھی:-

تیسرا طریقہ وصول الی اللہ کا رابطہ شیخ ہے۔ جب شیخ کی صحبت میں ہو تو اپنا دل اس کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کرے، اور فیض کا منتظر ہو اور جب شیخ غائب ہو، تو اس کی صورت اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کرے۔
جو فائدہ اس کی محبت دیتی تھی، اب یہ صورت دے گی۔

شفاء العلیل میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کیا:-

حق یہ ہے کہ سب راہوں سے یہ راہ زیادہ قریب ہے۔ اھ

اب کون کہے کہ یہ وہی راہ ہے، جسے آپ کے سچے معتقدین ٹھٹ بت پرستی بتائیں گے۔ حدیہ کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے بھی "صراط مستقیم" میں لکھا:-

اشغال مناسبہ وقت و ریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشند۔ ولہذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طرق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند، بناء علیہ مصلحت دید۔ و وقت چنان اقتضا کرد کہ یک باب ازین کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب

اس وقت است تجدید کردہ شود۔

اب خدا جانے یہ حضرات بدعتی کیوں نہ ہوئے؟ اور انہیں خاص ان امور دینیہ میں جو محض تقرب الی اللہ کے لیے کئے جاتے ہیں، نئی نئی باتیں جو قرآن و حدیث میں، نہ صحابہ میں، نہ تابعین میں، نکالنی اور عمل میں لانی، اور ان سے امید و وصول الی اللہ رکھنی، کس نے جائز کی؟

سبحان اللہ! ان صاحبوں کے یہ احداث و اختراع سب مقبول ہوں اور ناجائز و بدعت ٹھہرے، تو وہ نماز جو حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے قضائے حاجات کے لیے ارشاد فرمائی۔ ع: مہین تقاوت رہ از کجاست تا کجا۔
حق جل و علا مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے، اور اپنے محبوبوں کی جناب میں معاذ اللہ بدعتیہ نہ کرے۔ خصوصاً حضور سید المحبوبین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم اجمعین آمین۔

یہ ہے جو اس گدائے سرکار قادر یہ پر برکات حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فائز ہوا۔ ع: گر قبول افتدز ہے عز و شرف

گدائے بے نوا اپنے تاجدار عظیم الجود و العطا کے کرم بے علت سے، اس صلہ کا طالب کہ عفو و عافیت و حسن عاقبت کے ساتھ اس دارنا پائیدار سے رخصت ہوتے (وقت) حضور پر نور غوث اعظم و قطب عالم رضی اللہ عنہ کی محبت و عشق و عقیدت و اتباع و اطاعت پر جائے اور جس دن یوم ندعو کل اناس بامامہم O کا ظہور ہو، یہ سراپا گناہ، زیر لوائے بیکس پناہ سرکار قادریت جگہ پائے۔ فان ذالك على الله يسيران الله على كل شئى قدیر

بحمد الله وقع الفراغ من تسويده لثمان خلون للقمر الزاهر من شهر ربيع الآخر في ثلثة مجالس من ثلاث عدوات عام الف و ثلث مائة و خمس من هجرة سيد الكائنات عليه و على آله و ابنه افضل الصلوات . آمين

(۳۵) ازهار الانوار من صبا صلاة الاسرار (۱۰)

یہ رسالہ نافع عجالہ بھی اعلیٰ حضرات امام اہل سنت نے ۱۳۰۵ھ میں تالیف و تصنیف فرمایا۔ وجہ تصنیف اس رسالہ کی حضرت مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری مدرا سی حیدرآبادی کا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے صلاة الاسرار کی اجازت مانگنا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اجازت نامہ کے ساتھ ساتھ اس نماز کی ترکیب، سمت عراق کی تعیین، گیارہ (۱۱) قدم چلنے کی دلچسپ و مفید وجوہ بھی تحریر فرمائے۔ ابتدا اس رسالہ کی بھی حسب دستور خطبہ عربیہ ہلیغہ فصیحہ سے کیا ہے، جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں:-

شکرا لك يا من بالتوسل اليه يغفر كثر الذنوب ÷ و حمدا لك يا من بالتوكل عليه يجبر كسر القلوب ÷ اسئلك ان تصلى و تسلم و تبارك على سراج افقك ÷ و ملجاء خلقك ÷ و افضل قائم بحقك ÷ المبعوث بتيسيرك و رفقك ÷ رحمة للعلمين ÷ و شفيعا للمذنبين ÷ و امانا

للخائفین ÷ ویسرا للبانسین ÷ و بشری للآئسین ÷ محمد بن النبی الرؤف الرحیم ÷ الجواد
الکریم ÷ العلی العلیم ÷ الغنی الحکیم الحلیم ÷ مصحح الحسنات ÷ مقیل العثرات ÷ قاضی
الحاجات ÷ و اهب المرادات الخ

حمد و نعت و منقبت و منقبتِ غوثِ پاک کے بعد مجھ سے فاضل کامل، جمیل الشمائل، جامع الفصائل مولانا شاہ محمد ابراہیم
قادری مدراسی حیدرآبادی جملہ اللہ من اولی الایادی و حفظہ من شرور الاعادی نے صلاۃ غوثیہ سنی بہ صلاۃ
الاسرار شریف کی اجازت اپنے حسن ظن کی بنا پر مانگی۔ اگرچہ میں اس میدان کا اہل اور اس قابل نہ تھا۔ لیکن میں نے ان کی
بات قبول کر لی، اور انہیں اجازت دی۔ جس طرح مجھے میرے شیخ و سردار میرے ہادی و مرشد تاج الکاملین، سراج الواصلین
حضرت سیدنا سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی نے، اور ان کو ان کے شیخ اجل و عم انجل، فرد العصر، قطب الدہر حضرت
ابوالفضل شمس الملتہ والدین سید شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی رضی اللہ عنہ نے اور ان کو ان کے والد ماجد سید شاہ حمزہ عینی
مارہروی رضی اللہ عنہ نے اپنی سند مسلسل کا براہن کا بر سے حضرات مشائخ قادریہ سے اجازت عطا فرمائی۔ کہ حضور پر نور سیدنا
غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مصیبت میں میرا وسیلہ پکڑے، میں اس کی مصیبت دور کر دوں گا اور جو کسی
حاجت میں مجھ سے استغاثہ کرے، اس کی حاجت پوری کروں گا اور جو شخص بعد نماز مغرب دو رکعت نماز پڑھے، اور بعد نماز
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے، پھر عراق کی طرف گیا رہ قدم چلے، اور اس میں میرا نام لے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت
روائی فرمائے گا۔

ہمارے مشائخ کرام کے اس نماز کے متعلق دو طریقے ہیں۔ ایک صغریٰ، دوسرا کبریٰ اور معمول و اسہل و اشمل طریقہ
صغریٰ ہے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ جس شخص کو کوئی دینی یا دنیوی حاجت پیش آئے وہ نماز مغرب فرض و سنت پڑھنے کے بعد دو رکعت
نفل بیت صلاۃ الاسرار پڑھے۔ جس سے مقصود تقرب الی اللہ، اور اس کا ثواب ہدیہ کرنا روح پاک غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کو ہو۔ تجدید وضو کر لے تو بہتر ہے۔ جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صلاۃ الحاجۃ میں تعلیم فرمایا۔ جب حضور کی
خدمت میں ایک نابینا حاضر ہوئے تھے اور بہتر ہے کہ پہلے کچھ صدقہ کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے نبوی کا یہ طریقہ بتایا۔ تو خداوند عالم سے مناجات تو اس کا زیادہ مستحق ہے۔ اگرچہ اس سے حکم کا وجوب منسوخ ہے۔ تاہم
استجاب میں اصلاً شک کی گنجائش نہیں۔

ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد جو چاہے پڑھے اور اگر گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے، تو احسن ہے۔

جب سلام پھیرے، تو اس کی حمد کرے، اور اس کی تعریف کرے، جس کا وہ اہل و مستحق ہے اور بہتر حمد ماثور ہے۔ مثل

اللہم ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکاً فیہ کما یحب ربنا و یرضی ملا السموات و ملاء الارض

وملا ماشئت من شئی بعد یایہ پڑھے اللہم لك الحمد دائما مع دوامك ولك الحمد حمدا خالدا مع خلودك ولك الحمد حمدا لا منتهی له ودون مشیئتك ولك الحمد دائما لا یرید قائله الا رضاك ولك الحمد حمدا عند كل طرفة عين و تنفس كل نفس وغير ذلك .

اور بہتر ہے کہ خاتمہ دعا ان لفظوں پر کرے۔ اللہم لا احصى ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك . اور جسے یہ دعا یاد نہ ہو، تین مرتبہ الحمد للہ کہے۔ یا سورہ فاتحہ یا آیۃ الکرسی بہ نیت حمد و ثنا پڑھے۔ اس لیے کہ اس سے بہتر حمد و ثنا نہیں ہو سکتی۔

پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر گیارہ بار درود شریف پڑھے۔ اس لیے کہ کوئی دعا بغیر درود شریف کے قبول نہیں ہوتی اور بہتر درود غوثیہ ہے، جو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے مروی جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں۔ اللہم صل علی سیدنا و مولانا محمد معدن الجود و الکریم و آلہ و سلم اور فقیر اس طرح پڑھتا ہے۔ اللہم صل علی سیدنا و مولانا محمد معدن الجود و الکریم و آلہ الکریم و ابنہ الکریم و امته الکریمہ یا اکرم الاکرمین و باریک وسلم . پھر دل سے مدینہ طیبہ کی طرف متوجہ ہو، اور گیارہ مرتبہ اس طرح کہے: یا رسول اللہ یا نبی اللہ اغثنی و امددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات .

پھر گیارہ قدم عراق شریف کی طرف چلے اور یہ بات قابل لحاظ ہے کہ گیارہ قدم چلنا چاہئے، نہ اس طرح جس طرح بعض جہال لوگ زمین پر قدم جمائے رہتے ہیں، اور صرف تین چار انگل بڑھتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ ارشاد مبارک یخطون الی جہۃ العراق احدی عشرة خطوة کی تعمیل نہیں ہوئی۔

اور ہر قدم پر کہے: یا غوث الثقلین و یا کریم الطرفین اغثنی و امددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات .

اس کے بعد بوسیلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم و حضور پر نور غوث پاک رضی اللہ عنہ دعا کرے اور دعا کے ان تمام آداب کو ملحوظ رکھے، جو حصن، حصین میں بیان ہوئے..... اور حضرت والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب مستطاب احسن الوعا لآداب الدعاء..... اور میں نے اس کے ذیل المدعا لاحسن الوعا میں بیان کیا۔

اور چاہیے کہ دعا کی ابتدا میں تین مرتبہ یا رحم الراحمین کہے۔ اس لیے کہ جو شخص ایسا کہتا ہے اسے ایک فرشتہ جو اس پر موکل ہے، پکارتا ہے کہ ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہے۔ یعنی مانگ جو کچھ مانگنا ہے اور یہ کہے: یا بدیع السموات والارض یا ذالجلال والاکرام اس لیے کہ ایک قول پر یہ اسم اعظم ہے اور اسی طرح حضرت سیدنا یونس علیہ السلام کی تسبیح: لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین .

اور تین مرتبہ آمین پر دعا کو ختم کرے، پھر درود شریف پڑھے اور اخیر میں والحمد للہ رب العالمین کہے۔ تاکہ بتو

انتہا دونوں حمد و صلاۃ سے ہو کہ درود شریف کے صدقہ میں دعا بھی قبول ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقین ہے کہ جو شخص کسی حاجت میں اس قاعدہ سے دعا کرے ضرور مقبول ہوگی۔ مجھے مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب کی کرم سے امید ہے کہ مجھے بھی دعا میں ضرور یاد رکھیں گے ہرگز فراموش نہ فرمائیں گے۔

لطیفہ نظیفہ: مخفی نہ رہے کہ گیارہ کے عدد کو سرکارِ قادریت کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے۔ میں ۱۳۰۲ھ میں حضور خواجہ نظام الدین محبوب الہی رضی اللہ عنہ کے عرس میں گیا ہوا تھا کہ ایک شب دہلی میں صلاۃ الاسرار پڑھنے کا اتفاق ہوا تو گیارہ کے عدد کا ایک راز خیال میں آیا۔ وہ یہ کہ گیارہ میں ایک اکائی ہے، اور ایک دہائی۔ جن کو حروف میں لکھا تو یا ہوگا، یا ای..... اور باندا کے لیے ہے، اور ای ایجاب کے لیے۔ توجہ ساکین و فقرا کہ کثیر ہیں، حضور غوث پاک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، تو کثرت سے وحدت کی طرف آتے ہیں، تو یہ شانِ یا کی ہے کہ دہائی سے انتہا اکائی کی طرف ہوتی ہے اور حضور پاک مقام وحدت میں ہیں، مگر کثرت مضطربین کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور وہ لوگ مقام کثرت سے مضطربانہ مقام وحدت میں آتے ہیں، جو ای کی شان ہے۔

اور ایک لطف ان دونوں حرفوں میں اور بھی ہے کہ "۱" اول حرف ہے اور ی آخر حرف ہے، تو جو شخص ی سے آگے ترقی کرے گا تو اس کے لیے کوئی مظہر سوائے "۱" کے نہیں اور جو شخص "۱" سے تنزل کرے گا تو اس کے لیے ی کے نیچے کوئی منزل نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ دونوں طرفوں کو غایۃ الغایات کے ساتھ لیے ہوئے ہیں۔ اس لیے آپ کا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔ اسی لیے حضور نے فرمایا: الانس لہم مشائخ والجن لہم مشائخ والملئکة لہم مشائخ وانا شیخ الكل بینى و بین مشائخ الخلق کما بین السماء والارض لا تقیسونی باحد ولا تقیسوا علی احدا یعنی انسان کے کچھ مشائخ ہیں، اور جن کے کچھ شیوخ ہیں، اور فرشتوں کے کچھ پیر ہیں اور میں شیخ الكل ہوں۔ مجھ میں اور مشائخ خلق میں وہ فرق ہے جو آسمان و زمین میں ہے۔ مجھ کو کسی پر قیاس نہ کرو، اور نہ کسی کو مجھ پر قیاس کرو۔

یہ رسالہ ۲۴ صفر روز جمعہ مبارک ۱۳۰۵ھ کو ختم ہوا۔ والحمد للہ

(۴۶) اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین (۱۱)

وہابیت جیسا کہ مشہور ہے کہ عداوت خدا و رسول، واپانت انبیا و اولیا کا نام ہے۔ جو مولوی اس وصف میں جس درجہ کامل ہو گا، وہابیوں میں (اسی درجہ) اعلیٰ شمار ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا، شفیع المذنبین (ہونا) ایسا مخصوص و مشہور وصف ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محمد رسول اللہ، خاتم النبیین، سید المرسلین مانتا ہے، وہ ضرور شفیع المذنبین بھی جانتا ہے اور جانتا ہے کہ شفاعت ایک وصف ایسا ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دیا گیا ہے۔ قیامت کے دن عسیٰ أن یبعثک ربک

مقاماً محموداً کا ظہور، شفاعت کبرائے حضور ہے، جس میں تمام اولین و آخرین آپ کے محتاج ہوں گے۔ سب ہاتھ ان کی طرف پھیلے ہوں گے، ساری نگاہیں ان کو دیکھتی ہوں گی۔ ولصدقہ من قال

ما و ثنا تو کیا کہ خلیل جلیل کو
کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

اس مضمون کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے برادر اوسط حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالہ میلاد مسمی بہ ”نگارستان لطافت“ میں جس خوبی سے بیان فرمایا ہے، وہ انہیں کا حصہ ہے۔ ناظرین کے سامنے انہیں کے الفاظ کریمہ میں پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

وہ وقت قریب آنے والا ہے کہ انہیں ہزاروں زیب و زینت کے ساتھ عرش خدا کی طرف یوں لے چلیں گے، جیسے بلا تشبیہ دو لہن کو دو لہا کی طرف لے جاتے ہیں۔ ملائکہ ہفت آسمان، سواری کے گرد و پیش، کافہ انبیاء و مرسلین ان کا منہ تکمیں گے۔ اگلے پچھلوں میں ان کے مرتبہ کی دھوم پڑ جائے گی۔ موافق و مخالف انہیں کادم بھرتے ہوں گے، بزم شفاعت کا انہیں دو لہا بنائیں گے۔ گلو خلاصی سیہ کاران کا سہرا، انہیں کے سر رہے گا۔ سب خدا کی رضا چاہتے ہوں گے، اور خدا محمد کی رضا صلی اللہ علیہ وسلم۔

وہ قیامت کا دن بے شک قیامت کا دن ہے۔ آفتاب جو پیٹھ کئے ہے، اس دن ادھر منہ کرے گا۔ اب ہزاروں برس کی راہ پر ہے، اس دن سروں پر ہوگا۔ شدت تشنگی سے زبانیں باہر نکل پڑیں گی۔ سایہ کہیں ڈھونڈنے نہ ملے گا۔ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہنگامہ نفسی نفسی گرم ہوگا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس بادشاہ جلیل کو شان جلال پسند آئے گی۔ اس دن جو عزت انہیں بارگاہ احدیت میں دی جائے گی، اس کی قدر وہ جانیں، یا ان کا خدا۔ رحمن تبارک و تعالیٰ انہیں عرش کی داہنی طرف مقام بخشے گا۔ یا اپنے ساتھ تخت عزت پر بیٹھائے گا اور وہ جلوس و مجلس سے پاک و منزہ ہے۔ آدم و عالم ان کے زین نشان ہوں گے۔ کنجیاں خزانہ رحمت و ایوان جنت کی ان کے ہاتھ میں دیں گے۔ جسے چاہیں گے، عزت بخشیں گے۔ جسے چاہیں گے، کرامت دیں گے۔ اولین و آخرین ان کے قدموں میں لوٹتے ہوں گے۔ صفوف موقف میں ان کے عز و جاہ کی ایک دھوم پڑ جائے گی۔ اس کنارے سے اس کنارے تک غلغلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمان گونجتے ہوں گے۔ کان پڑی آواز نہ سنائی دے گی۔ گوہر مکنون کی مانند ہزار خدام گل اندام، زریر کمر، خدمت اقدس میں دوڑتے ہوں گے۔ تمام کارکنان بارگاہ صمدیت، ہوکلان عذاب و ملائکہ رحمت، اشارہ ابرو پر چلیں گے۔ جہان و جہانیاں دم بخود و خاموش۔ بسادۃ تروی الناس سکاری و ماہم بسکاری سے مدہوش اور حضور تاج شفاعت پر سر، وحلہ کرامت دربر، مقام تقرب میں بارپا کر سجدہ فرمائیں گے۔ رب عزت بکمال رحمت ان سے ارشاد فرمائے گا: یا محمد ارفع رأسک قل تسمع و سل تعطہ و اشفع تشفع ○ اے محمد اپنا سر اٹھا اور کہو کہ تمہاری بات سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو کہ تمہاری

شفاعت قبول ہوگی اور امتیں غایت خوف و خطر سے کس نازک حالت میں ہوں گی، اور ان کی امت مرحومہ کرم و رحمت کے دامن میں چین کرے گی۔ غرض جو انہیں اس دن ملے گا، کسی کو ملا، نہ ملے۔ اھ

لیکن وہابی صاحبوں کے یہاں اس کی جو بے قدری ہے، وہ ان کی کتابوں کے دیکھنے سے ظاہر۔ مسلمان کہلانے کی شرم ہے۔ اس لیے صاف کھلم کھلا انکار نہیں کر سکتے۔ لیکن ایسا توڑ مروڑ کر اس کو بیان کرتے، کتابوں میں لکھتے ہیں کہ انکار ہی انکار ہے۔ ان کے معلم اول مولوی اسماعیل دہلوی ہیں۔ جنہوں نے تقویۃ الایمان لکھی، اور گندے خیالات لوگوں میں پھیلانے۔ شفاعت کے متعلق لکھا:

اس کو کان کھول کر سن لینا چاہیے کہ اکثر لوگ انبیا و اولیا کی شفاعت پر بہت پھول رہے ہیں اور اس کے معنی غلط سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں سو شفاعت کی حقیقت سمجھ لینا چاہیے سو سننا چاہئے کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے۔

پھر اس کی تین قسمیں بیان کیں۔ ایک شفاعت و جاہت اور اس کے متعلق لکھا:-

سو اس قسم کی شفاعت اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی کسی نبی و ولی کو یا امام و شہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھتا ہو، وہ اصلی مشرک ہے۔

دوسری قسم شفاعت محبت ٹھہرائی اور پھر اس کے متعلق لکھا:-

اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے۔

تیسری قسم شفاعت بلا اذن قرار دیا۔ مگر اس کے وہ معنی گڑھے کہ شفاعت کا خالی لفظ رہ گیا، حقیقت اڑ گئی۔ تاکہ انکار تو منہ

بھر کر ہو اور جاہلوں کو کہنے کو ہو جائے کہ ہم منکر نہیں۔ اس میں یہ قیدیں بڑھائیں۔

[۱] ہمیشہ کا وہ چور نہیں [۲] چوری کو اس نے پیشہ نہیں ٹھہرایا نفس کی شامت سے قصور ہو گیا [۳] سو اس پر شرمندہ ہے

[۴] اور رات دن ڈرتا ہے۔

مسلمانو! گنہگار کی شفاعت میں کلام ہے۔ وہ جس سے نادر ایک آدھ گناہ ہو گیا، اور عمر بھر کے اعمال اچھے ہیں۔ پھر اس

اتفاق گناہ پر بھی شرمندہ، اور رات دن ڈرتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الندم توبہ شرمندہ ہونا توبہ ہے۔ دوسری

حدیث میں ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له جس نے گناہ سے توبہ کی وہ بے گناہ کے مثل ہے۔ ایسا شخص گنہگار

ہو گا یا اعلیٰ درجہ کے متقیوں میں شمار ہوگا؟ اور شرمندہ ہی نہیں بلکہ رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کے امن کو سر آنکھوں پر رکھ کر اپنے

تیس تقصیر دار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے۔ ایسا شخص عند اللہ تائب، اور لمن خاف مقام ربہ جنتن O دوہری جنتوں

کا سزاوار ہوگا۔ یا شفاعت و سفارش کا حاجت مند؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اترونها للمومنین المتقین لا

ولكنها للمذنبين المتلوثين الخطائين کیا میری شفاعت سترے مومنوں کے لیے خیال کرتے ہو نہیں بلکہ وہ گناہ گاروں آلودہ روزگاروں سخت خطا کاروں کے لیے ہے۔ دیکھو! جس کے لیے فرضی شفاعت کا یہ شخص مقرر ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کے لیے ضرورت نہیں اور جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت بتاتے ہیں یہ شخص صاف منکر ہوا کہ ان کے لیے نہیں۔ تو فرضی کے اقرار کا نام لیا، اور واقعی سے صاف انکار کیا۔

اسی طرح فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم میں بھی دو سوالات کا جواب عجیب طرح توڑ مروڑ کر دیا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ اقرار کرنے کو دل نہیں چاہتا، اور انکار کرنے کی ہمت دلائل و احادیث کو دیکھتے ہوئے نہیں۔ ناچار توڑ مروڑ سے کام لیا۔ سچ فرمایا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائتہ حاضر قدس سرہ نے

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۷ پر سوال ہشتم یہ ہے:-

شفاعت کبریٰ کا وعدہ آپ سے اللہ تعالیٰ نے کیا لیکن باقی اذن من جانب اللہ ہوتا ہے یا نہیں یا بدون اجازت و حکم خداوند ذوالجلال رسول اللہ شفاعت کریں گے۔

اس کے جواب میں ص ۸ پر ہے:-

کوئی شفاعت بغیر ان کے نہیں ہو سکتی۔ من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه کون ہے ایسا جو شفاعت کر سکے اس کے پاس بدون اذن کے پس اس ذات ذوالجحد والکبریا کی بارگاہ میں کسی کو جرأت زبان ہلانے کی بدون اجازت کے نہیں ہوو گی فقط۔

حالانکہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دل صاف ہوتا، کسی قسم کا غبار نہ ہوتا تو اس سوال کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں بہت صاف تھا۔ شفاعت کبریٰ کا تو سائل قائل ہی ہے۔ اسی طرح باقی شفاعت کے لیے بھی حضور کو اذن عطا ہو چکا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: اعطيت الشفاعة تو آپ گناہ گاروں کی شفاعت اذن الہی میں فرمائیں گے۔ ایسی صاف بات کو کس درجہ توڑ مروڑ کر بیان کیا ہے۔

اسی طرح اسی حصہ سوم کے صفحہ ۱۰ پر سوال سوم ہے:-

ایک روایت بطور حدیث قدسی کے اس ملک میں مشہور ہے اور بعضے علما کو دیکھا کہ خطبہ میں بھی پڑھتے تھے اور بعضے رسالوں میں بھی اس کو دیکھا گیا ہے کہ یہاں تک کہ تکمیل الایمان تصنیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں بھی تحت مسئلہ شفاعت مندرج ہے۔ مگر کسی جگہ اس کی سند نہیں دیکھی گئی، اور نہ کسی کتاب حدیث شریف سے منقول پایا اور وہ روایت یہ ہے۔ ہمہ خلق رضائی من طلبند ای محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن

رضائی تو کلہم من لدن العرش الی تحت الارضین یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ عبارت بعض خطیب سے سنی گئی ہے آیا یہ روایت معتبر ہے یا غیر معتبر؟ اور اس کے معنی کیا ہیں؟ اور معنی اس کے شرع شریف کے مطابق ہیں یا نہیں؟ اس کو جواب میں لکھا:-

اس کی سند و صحت بندہ کو معلوم نہیں اور جو اس کے معنی آیت ”ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ“ کے جائز ہیں، تو معنی صحیح ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہاں بھی جواب بہت صاف اور واضح ہے۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی ہندوستان کے مشاہیر ائمہ محدثین سے ہیں۔ ان کا اس حدیث کو نقل کرنا ہی کافی ثبوت ہے جس طرح امام جلال الدین سیوطی نے مناهل الصفافی تخریج احادیث الشفا میں حدیث طویل حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہ بابی انت و امی یا رسول اللہ قد بلغک من فضیلتک عند اللہ تعالیٰ ان اقسام بحیاتک دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتک عندہ ان اقسام بتراب قدمیک فقال لا اقسام بهذا البلد کی نسبت فرمایا: نقلہ صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ و کفی بذالک سند المثلہ فانہ لیس ما یتعلق بہ الاحکام۔

لیکن آپ نے جواب ایسے لفظوں میں دیا، جس سے یہ بے وقعت ہو جائے اور معتقدین یہ سمجھ لیں کہ جب اتنا بڑا محدث اپنی لاعلمی ظاہر کر رہا ہے، تو نہ اس کی سند ہے، اور نہ یہ حدیث ٹھیک ہے اور معنی بھی اس کے جو بیان کیے، وہ بھی بطور یعنی اگر یہ معنی لیے جائیں، تو ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہاں جو، اور تو، اگر، مگر، کی گنجائش ہی نہیں ہے اور اس کے معنی بھی صحیح ہے۔ قرآن شریف میں اس کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔ مگر غبار آلود دل سے یہ نہ ہو سکا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اپنے رسالہ مبارکہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین میں چند آیات تورات شریف کی بحوالہ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات علامہ فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں:-
تذنیل: بعض روایات میں ہے۔ حق عز جلالہ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلاۃ و التسلیم سے ارشاد فرماتا ہے:
یا محمد انت نور نوری و سر سری و کنوز ہدایتی و خزائن معرفتی جعلت فداک ملکی من العرش الی ماتحت الارضین کلہم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا محمد۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تو میرے نور کا نور ہے، اور میرے راز کا راز اور میری ہدایت کی کان، اور میری معرفت کے خزانے۔ میں نے اپنا ملک عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک سب تجھ پر قربان کر دیا۔ عالم میں جو کوئی ہے، سب میری رضا

چاہتے ہیں، اور میں تیری رضا چاہتا ہوں اے محمد۔

اللهم رب محمد صل على محمد رضاك عن محمد ورضا محمد عنك ان ترضى
عنا محمدا وترضى عنا محمد آمين اله محمد وصل على محمد و آل محمد و بارك
وسلم .

ان کلمات طیبات کو پڑھیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا دل وصف نبی دیکھ کر باغ باغ ہو رہا ہے، اور ذوق شوق سے ہزار
سرت و بہجت کے ساتھ اس مضمون کو حوالہ قلم کرتا ہے۔ جس کا اثر پڑھنے والے پر بھی پڑتا ہے، اور اس کے بھی دل کی کلیاں
کھلنے لگتی ہیں اور ایک ان کلمات و عبارات فتاویٰ رشیدیہ کو پڑھیے کہ معلوم ہوتا کہ بیٹھے ہوئے دل سے لکھا ہے، جس میں وسعت
قلب کا نام نہیں، جس کا اثر پڑھنے والے پر بھی پڑتا ہے۔

ع: افسردہ دل افسردہ کنڈا نچنے را

اعلیٰ حضرت نے مسئلہ شفاعت کے متعلق ایک مستقل رسالہ مسمیٰ بنام تاریخی اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید
المحبوبین تحریر فرمایا ہے جس کو حسب عادت مستمرہ خطبہ فصیحہ بلیغہ سے شروع فرمایا ہے۔

الحمد لله البصير السميع ÷ و الصلاة والسلام على البشير الشفيع ÷ و على آله و صحبه كل

مساء و سطيع

سبحان اللہ! ایسے سوال سن کر کتنا تعجب ہوتا ہے کہ مسلمان و مدعیان سنیت، اور ایسے واضح عقائد میں تشکیک کی آفت؟ یہ
بھی قرب قیامت کی ایک علامت ہے۔ انا لله و انا اليه راجعون احادیث شفاعت بھی ایسی چیز ہیں جو کسی طرح چھپ
سکیں۔ بیسیوں صحابہ، صد ہا تابعین، ہزار ہا محدثین، ان کے راوی۔ حدیث کی ہر گونہ کتابیں، صحاح، سنن، مسانید، معاجم،
جوامع، مصنفات، ان سے مالا مال۔ اہل سنت کا ہر تنفس یہاں تک کہ زنان و اطفال بلکہ دہقانہ جہاں بھی اس عقیدے سے
آگاہ۔ خدا کا دیدار محمد کی شفاعت ایک ایک بچے کی زبان پر جاری۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بارک و شرف
ومجد و کرم۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے رسالہ سمع و طاعة لاحادیث الشفاعۃ میں بہت کثرت سے ان احادیث کی جمع و تلخیص
کی۔ یہاں نہایت اجمال صرف چالیس حدیثوں کی طرف اشارت اور ان سے پہلے چند آیات قرآنیہ کی تلاوت کرتا ہوں۔
اعلیٰ حضرات نے اس تمہید کے بعد یہ پانچ آیتیں مع ترجمہ و فوائد تحریر فرمائی ہیں:-

آیت اولیٰ: عسی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً (سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۹)

آیت ثانیہ: ولسوف یعطیک ربک فترضی (سورہ النحل، آیت ۵)

طبرانی معجم اوسط میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا، یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا اے محمد! تو راضی ہوا؟ میں عرض کروں گا: اے رب میں راضی ہوا۔

آیت ثالثہ: **وَاسْتَغْفِرْ لَذَنبِكَ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۝ (سورہ منافقون، آیت ۵)**
اس آیت میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہ مجھ سے بخشو اور شفاعت کا ہے کا نام ہے؟۔

آیت رابعہ: **وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝ (سورہ نساء، آیت ۶۴)**
اس آیت میں مسلمانوں کو ارشاد ہوتا ہے کہ گناہ کر کے اس نبی کی سرکار میں حاضر ہو، اور اس سے درخواست شفاعت کرو۔ محبوب تمہاری شفاعت فرمائے گا، تو ہم یقیناً تمہارے گناہ بخش دیں گے۔

آیت خامسہ: **وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّارُؤُوسَهُمْ ۝ (سورہ منافقون، آیت ۵)**
اس آیت میں منافقوں کا حال ارشاد ہوا کہ وہ حضور کی شفاعت نہیں چاہتے۔ پھر جو آج نہیں چاہتے، وہ کل نہ پائیں گے اور جو کل نہ پائیں گے، وہ کل نہ پائیں گے۔

اس کے بعد چالیس حدیثیں مع اسمائے صحابہ و راویان حدیث و اسمائے محدثین جنہوں نے ان حدیثوں کو روایت کیا تحریر فرمایا ہے صرف ایک حدیث نمونہ لکھنا کافی سمجھتا ہوں۔

حدیث ۱۶: بخاری، و مسلم و نسائی حضرت جابر بن عبد اللہ..... اور احمد بسند حسن..... اور بخاری تاریخ میں..... اور بزار اور طبرانی و بیہقی و ابونعیم حضرت عبد اللہ بن عباس..... اور احمد بسند حسن..... اور بزار بسند جید..... و دارمی، و ابن ابی شیبہ، و ابویعلیٰ، و ابونعیم، و بیہقی، حضرت ابو ذر..... اور طبرانی معجم اوسط میں بسند حضرت ابوسعید خدری..... اور کبیر میں حضرت سائب بن یزید..... اور احمد باسناد حسن..... اور ابن ابی شیبہ، و طبرانی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے راوی، و اللفظ لجابر قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم و اعطيت مالم يعطين احد قبلى (الى قوله صلى الله تعالى عليه وسلم) و اعطيت الشفاعة .

ان چھوٹی حدیثوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں شفیع مقرر کر دیا گیا، اور شفاعت خاص مجھی کو عطا ہوگی۔ میرے سوا کسی نبی کو یہ منصب نہ ملا۔

آخر حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: شفاعتی یوم القیمة حق فمن لم یومن بہا لم یکن من اہلہا میری شفاعت روز قیامت حق ہے جو اس پر ایمان نہ لائے گا اس کے قابل نہ ہوگا۔

مگر مسکین اس حدیث متواتر کو دیکھے، اور اپنی جان پر رحم کر کے شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

اللهم انك تعلم انك هديت فامنا شفاعه حبيبك محمد صلى الله تعالى وسلم فاجعلنا من
اهلها في الدنيا والآخرة يا اهل التقوى و اهل المغفرة و اجعل اشرف صلواتك على هذا
الحبيب المرتضى و على آله و صحبه دائما ابدا آمين يا ارحم الراحمين و الحمد لله رب
العالمين .

(۲۸) النهی الاکید عن الصلاة وراء عدی التقلید (۱۲)

سنی، حنفی، عام لوگوں کے خیال میں ایک ہیں۔ گویا جو سنی ہے، وہ حنفی بھی ہے اور جو حنفی ہے، وہ سنی بھی ہے۔ حالانکہ ایسا
نہیں۔ بلکہ ان دونوں میں نسبت عام خاص من وجہ کی ہے۔

سنی: وہ ہے جس کے عقائد مطابق اہل سنت و جماعت امام ابو منصور ماتریدی، یا امام ابوالحسن اشعری ہوں۔ اگرچہ فروع
میں حنفی ہو، یا شافعی، یا مالکی، یا حنبلی۔

حنفی: وہ ہے جو فروع میں مقلد امام الائمہ امام اعظم کا ہو۔ عام ازیں کہ عقیدۂ سنی ہو، یا معتزلی، وہابی۔

تو نہ سب سنی حنفی ہیں، اور نہ سب حنفی سنی۔ بلکہ ان میں ایک مادہ اجتماع کا ہے۔ یعنی سنی حنفی دونوں ہے، جس کے
اعتقادات مطابق اہل سنت ہوں، اور فروع میں امام الائمہ امام اعظم کے مقلد ہوں اور دو مادہ افتراق کا ہے۔ سنی ہو، حنفی نہیں۔
جیسے شوافع مالکیہ، وحنابلہ، جن کے عقائد درست مطابق اہل سنت ہوں، اور فروع میں امام الائمہ کا مقلد نہیں۔ بلکہ ائمہ ثلاثہ سے
کسی ایک کے پیرو ہوں۔ حنفی ہوں۔ سنی نہیں یعنی فروع میں امام الائمہ کا مقلد ہو مگر اعتقاداً سنی نہیں۔ بلکہ معتزلی ہو۔ جیسے جار اللہ
زنجیری، یا وہابی ہو۔ جیسے دیوبندی حضرات کہ عملاً حنفی ہیں، اور اعتقاداً محمد بن عبدالوہاب کے پیرو، اور اس کے عقائد کی تحسین و
تعریف کرنے والے۔

اسی طرح عام لوگ وہابی اور غیر مقلد کو بھی ایک ہی خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں بھی ایک نہیں، بلکہ ان دونوں میں

عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔

وہابی: وہ ہے جس کے اعتقادات کفریہ و شرکیہ مطابق محمد بن عبدالوہاب نجدی ہوں، اور فروع میں بھی آوارہ گرد، کسی امام
کا مقلد نہ ہو اور جو صرف اعتقادات میں ہم خیال نجدی کا ہو، مگر مصلحتاً یا واقعۃً کسی امام کا مقلد ہو تو وہ وہابی ہوگا، غیر مقلد نہیں۔ تو
جو غیر مقلد ہے، وہابی ضرور ہے۔ جیسے مولوی نذیر حسین دہلوی، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، مولوی ثناء اللہ امرتسری اور جو
وہابی ہے، کچھ ضرور نہیں کہ غیر مقلد ہو۔ جیسے مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی و سائر علمائے دیوبند۔ کہ ان کے
عقائد شرکیہ و کفریہ بالکل وہابیہ ہی کے ہیں۔ سرمو تفاوت نہیں۔ البتہ فروع میں واقعۃً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد
ہیں، یا مصلحتاً آمین بالجبر و رفع یدین نہیں کرتے۔ ورنہ الہیات، نبوات، معاد سب میں دونوں بالکل مطابق النعل بالنعل
ہیں۔

بہر حال غیر مقلدین کے عقائد تو عالم آشکارا ہیں۔ لیکن فروع میں آوارہ گردی اور بے راہ روی کی وجہ سے ان کے مسائل جزئیہ فرعیہ ایک تماشا ہیں۔ اسی لیے عام مسلمان ان کے پیچھے اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے سے احتراز کرتے رہے، اور اس کے متعلق علمائے اہل سنت و جماعت اور علمائے دیوبند سے لوگ فتویٰ پوچھتے رہے۔ علمائے دیوبند تو عینی بھائی نہ سہی، علاقائی یا اخیائی بھائی یقینی تھے۔ کس منہ سے نماز ناجائز یا مکروہ بتاتے کہ سوائے تقلید سب علتیں ان میں خود ہی موجود تھیں۔ لہذا آپس کی لڑائی دودھ کی ملائی، والی مثال کے مطابق فتویٰ دیا۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص ۷ سولہواں سوال اور جواب ملاحظہ ہو:-

وہابی کون لوگ ہیں اور عبدالوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا اور کون مذہب تھا اور وہ کیسا شخص تھا اور اہل نجد کے عقائد میں اور سنیوں حنفیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے؟

الجواب: محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی، مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔

اور اس سے پہلے صفحہ پر گیارہواں سوال و جواب ملاحظہ ہو:-

اگر کوئی غیر مقلد ہمارے پاس جماعت میں کھڑا ہو اور رفع یدین اور آمین بالجہر کرتا ہو تو اس کے پاس کھڑے ہونے سے ہماری نماز میں تو کچھ خرابی نہیں آئے گی یا ہماری نماز میں بھی کچھ فساد واقع ہوگا؟

الجواب: کچھ خرابی نہیں آئے گی، ایسا تعصب اچھا نہیں وہ بھی عامل بحديث ہے اگرچہ نفسانیت سے کرتا ہے مگر فعل تو فی حد ذاتہ درست ہے۔

نیز اسی کے صفحہ ۵ پر ساتواں سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

سوال: غیر مقلدوں میں کیا برائی ہے؟

الجواب: مجتہدین کو برا کہنا اور تقلید کو شرک بتانا مسلمان مقلدوں کو شرک جاننا نفسانیت سے عمل کرنا برا ہے اور حدیث پر عمل کرنا لوجہ اللہ تعالیٰ اچھا ہے سب حدیث ہی کے عامل ہیں مقلد ہوں یا غیر مقلد فقط واللہ تعالیٰ اعلم ان تینوں فتوؤں سے اس قدر باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔

(۲) ان کے عقائد عمدہ تھے۔

(۳) مذہب ان کا حنبلی تھا۔

(۴) ان کے مزاج میں شدت تھی۔

(۵) محمد بن عبدالوہاب اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔

(۶) ان میں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا۔

(۷) عقائد سب کے متحد ہیں۔

(۸) اہل میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔

(۹) غیر مقلدین کے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی خرابی نہیں۔

(۱۰) ایسا خیال تعصب ہے اور وہ اچھا نہیں۔

(۱۱) غیر مقلدین حدیث پر نفسانیت سے عمل کرتے ہیں۔

(۱۲) غیر مقلدین مجتہدین کو برا کہتے ہیں۔

(۱۳) تقلید کو شرک بتاتے ہیں۔

(۱۴) مسلمان مقلدوں کو شرک جانتے ہیں۔

(۱۵) نفسانیت سے عمل (حدیث پر) کرتے ہیں۔

(۱۶) مقلد اور غیر مقلد دونوں، حدیث پر عمل کرتے ہیں اچھا کرتے ہیں۔

طرفہ تماشا قابل ملاحظہ یہ ہے کہ یہاں محمد بن عبدالوہاب کے عقیدہ کو سراہا کہ ان کے عقائد عمدہ تھے اور صفحہ ۶۲ پر اٹھائیسویں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:-

ومفروض من اللہ تعالیٰ ہے شرک یا بدعت کہتا ہے وہ جاہل گمراہ ہے۔

اس جگہ یہ بات قابل غور ہے کہ تقلید شخصی کو مامور و مفروض من اللہ تعالیٰ مانتے ہیں اور پہلے لکھ چکے ہیں کہ غیر مقلدین تقلید کو

شرک بتاتے ہیں، اور مسلمانوں کو شرک جانتے ہیں۔ یہ نہ صرف فرضیت کا انکار، بلکہ الٹا اس کو شرک بتانا ہے۔ یہ جواب ہے۔

جیسے کوئی شخص معاذ اللہ نماز نہ پڑھے، بلکہ لوگوں کو اس سے روکے، اور نہ صرف معمولی درجہ کا گناہ صغیرہ یا کبیرہ ہی بتائے، بلکہ

ایک دم شرک تک پہنچائے۔ تو مسلمان خود ہی غور کریں کہ اس کا حکم کیا ہوگا۔

مگر برادران اخیانی کی محبت دیکھیے کہ فرض و مامور من اللہ کے نہ صرف منکر بلکہ ان سے شرک بتانے والوں کو ہلکا سا لفظ لکھتے

ہیں۔ ”جاہل گمراہ ہیں۔“

بہر کیف معلوم ہوا کہ غیر مقلدین جاہل، گمراہ ہیں اور پہلے فتاویٰ سے معلوم ہوا کہ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے مقتدی

(یعنی وہابیہ غیر مقلدین) اچھے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے..... متعارض و متناقض جواب فتاویٰ رشیدیہ کے اخص خصوصیات

سے ہے ملاحظہ ہو۔ حصہ اول ص ۱۸ کسی نے مولوی اسماعیل کو کافر و مردود کہنے والے کا حکم پوچھا تھا، اور ان کے ساتھ کفار سا

معاملہ کرنے کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ جواب میں لکھا:-

مولانا محمد اسماعیل صاحب کو جو لوگ کافر کہتے ہیں بتاویل کہتے ہیں اگرچہ وہ تاویل ان کی غلط ہے لہذا ان لوگوں کو کافر کہنا اور معاملہ کفار سا کرنا نہ چاہئے جیسا کہ روافض و خوارج کو بھی اکثر علما کافر نہیں کہتے حالانکہ وہ شیخین و صحابہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کافر کہتے ہیں۔ پس جب بسبب تاویل باطل کے ان کے کفر سے بھی ائمہ نے تماشائی کی تو مولوی اسماعیل کی تکفیر سے بالطریق اولیٰ کافر نہ کہنا چاہیے۔ فقط۔

اس کے بعد اسی حصہ کا ص ۴۳ ملاحظہ فرمائیے۔ وہاں احمد مراد آبادی نے ”تقویۃ الایمان“ کا حال دریافت کیا تھا اور اس کے مؤلف کو برا اور کافر کہنے والے کا حکم پوچھا تھا، تو جواب میں فرماتے ہیں:

کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت و اصلاح ایمان کی ہے اور قرآن و حدیث کا مطلب پورا اس میں ہے اس کا مؤلف ایک مقبول بندہ تھا اور مولانا محمد اسحاق دہلوی ولی کامل، محدث، فقیہ، عمدہ مقبولین حق تعالیٰ سے تھے، جو کوئی ان دونوں کو کافر یا بد جانتا ہے وہ خود شیطان و ملعون حق تعالیٰ کا ہے۔

یہاں ان دونوں کو حضرات شیخین و صحابہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھا دیا کہ روافض و خوارج کو کافر نہ کہا جائے اور کافر کہنے والے شیطان ملعون حق تعالیٰ کا ہے۔

پھر تقویۃ الایمان کی تعریف میں مبالغہ کی بھی حد ہوگئی۔ یہ نثر میں شاعری گنگو ہی صاحب ہی کا حصہ ہے۔

نیز اسی حصہ کے ص ۱۱۵ پر مرزا حفیظ اللہ بیگ مراد آبادی کے سوال کے جواب میں لکھا:

کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے ردّ شرک و بدعت میں لا جواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اور اسے رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔

حد ہوگئی۔ قرآن شریف رکھنے کو عین اسلام قرار دے دیا۔ حالانکہ آج کل کتنے ہندو تاجر کتب ہیں، جن کے یہاں قرآن شریف کی نہ ایک دو جلد بلکہ سینکڑوں ہزاروں جلدیں ہوں گی۔ مگر کسی نے ان کو مسلمان نہ رکھا اور لطف یہ کہ اس کا رکھنا اسلام کی دلیل، یا اسلام کی بات نہیں، بلکہ عین اسلام ہے۔ ہر پڑھا لکھا آدمی عین شیئی کا حکم جانتا ہے کہ وجوداً اور عدماً ہر طرح اس کا اثر دائر ہوتا ہے۔ یعنی جس کے گھر میں تقویۃ الایمان ہو وہ مسلمان ہے، اس لیے کہ عین اسلام اس کے یہاں ہے اور جس کے یہاں تقویۃ الایمان نہیں، چونکہ عین اسلام اس کے گھر نہیں، اس لیے وہ مسلمان نہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۹ پر عبدالعلیم خان مین پوری کا چار سوال درج ہے۔ چوتھا سوال یہ ہے۔

وہابی مذہب یہ کون فرقہ ہے؟ مردود ہے، یا مقبول اور عقائد ان مذہب والوں کے مطابق سنت و جماعت ہیں یا مخالف؟ کسی امام کی تقلید کرتے ہیں یا نہیں؟

گویا اس چوتھے سوال میں بھی سائل نے چار باتیں دریافت کی تھیں۔ اس کا جواب لکھا:

اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دین دار کو کہتے ہیں۔

چلیے چاروں کا جواب ہو گیا۔ اب یہ تو کوئی شخص کہہ ہی نہیں سکتا کہ بزمِ خود گنگو ہی صاحب اور ان کے تبعین، تبع سنت اور دین دار نہیں ہیں۔ لہذا اس کے معنی یہی ہوئے کہ یہ سب لوگ وہابی ہیں..... اور حصہ اول میں بتا چکے ہیں کہ محمد بن عبد الوہاب کے تبعین کو وہابی کہتے ہیں۔ تو یہ سب لوگ تبعین محمد بن عبد الوہاب ہیں۔

اب ذرا فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم کی سیر کیجیے، تو عشق کا پارہ کچھ اور چڑھا ہوا نظر آئے گا۔ صفحہ ۴۹ پر لکھتے ہیں:-

مولوی اسماعیل صاحب عالم متقی بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن و حدیث پر پورا پورا عمل کرنے والے اور خلق کو ہدایت کرنے والے اور تمام عمر اسی حال میں رہے آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے..... سو جو ایسا شخص ہو کہ ظاہر میں ہر روز تقویٰ کے ساتھ رہا اور پھر حق تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوا وہ قطعاً جنتی ہے..... بہر حال یہ لوگ مولوی اسماعیل کے طعن کرنے والے ملعون ہیں۔

تعارض و تناقض کی حد ہو گئی، مگر بات وہی ہے کہ بارہ بجے کے قبل جو جواب لکھا عقل کے مطابق نقل کے موافق لکھا کہ مولوی اسماعیل کو جو لوگ کافر کہتے ہیں بتاویل کہتے ہیں لہذا ان لوگوں کو کافر کہنا نہ چاہئے جیسا کہ روافض و خوارج کو بھی اکثر علما کافر نہیں کہتے۔ پس جب سبب تاویل باطل کے ان کے کفر سے ائمہ نے تخاصی کی تو مولوی اسماعیل کے تکفیر سے بالطریق اولیٰ کافر نہ کہنا چاہیے۔ (حصہ اول صفحہ ۱۹) اور بارہ بجے کے بعد جو جواب دیا وہ بالکل خلاف عقل و نقل ہے۔ جو کوئی ان کو کافر یا بد جانتا ہے وہ خود شیطان ملعون حق تعالیٰ کا ہے (ص ۴۳) اور تیسرے حصہ میں اس خدا اور رسول کی توہین کرنے والے، مسلمانوں کا خون مباح جاننے والے، پٹھانوں کے ہاتھ اپنے مستقر کو پہنچنے والے کو، شہید اور قطعاً جنتی بنایا اور طعن کرنے والے کو ملعون لکھا۔ ملاحظہ ہو حصہ سوم صفحہ ۴۹۔

گویا زبان و قلم پر شریعت کی مہر نہیں کہ کہیں تو شریعت کے مطابق، جو لکھیں شریعت کے موافق، بلکہ پورا اپنا قبضہ تسلط۔ جس کو جو چاہا، لکھا اور جب جیسا چاہا، ویسا لکھا۔ کرم پر آگئے، تو حضرات شیخین و صحابہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کافر کہنے والے کو بھی کافر نہ جانا اور اس سے احتیاط کیا، اور گرم ہو گئے، تو مولفین صحاح ستہ کو برا کہنے والے کو نہ فاسق گنہگار بلکہ کافر و مرتد ملعون حق تعالیٰ کا لکھ دیا۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۸ پر مولوی محمد روشن خان مراد آبادی کے سوال کے جواب میں لکھا:-

رافضی کے کفر میں خلاف ہے بعض علما کافر کہتے ہیں بعض نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے بعض نے مرتد کا۔ پس در صورت اہل کتاب ہونے کے عورت رافضیہ سے مرد سنی کا نکاح درست ہے اور عکس اس کے ناجائز اور بصورت ارتداد ہر طرح ناجائز ہوگا۔ مگر جوان کو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ہر طرح درست ہے۔ مگر ترک ہر حال اولیٰ ہے۔ فقط۔

نیز اسی حصہ کا ص ۱۲ ملاحظہ ہو سوال تھا کہ:

زید کہتا ہے کہ کتب فقہ یا دوسری کتب حدیث جن کو صحاح ستہ کہتے ہیں فرقہ معتزلہ اور خارجیہ اور گمراہان فرقوں کی ہیں۔ ان کے بتانے والے اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں اور عمر و کہتا ہے کہ یہ کتب چاروں مذہب اہل سنت و جماعت کی ہیں آیا زید حق پر ہے یا عمر؟
اس کا جواب لکھا:-

صحاح کتب میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کے جمع کرنے والے صحابہ اور بعد کو علماء و عالمین و مقبولین رہے اور بالاتفاق جمیع اہل اسلام مقبول اللہ تعالیٰ کے ہیں جو شخص ان کتابوں کو برا کہتا ہے اور توہین کرتا ہے گویا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے وہ شخص فاسق و مرتد بلکہ کافر و ملعون حق تعالیٰ کا ہے۔
یہ تو غیر مقلدین کے متعلق گنگوہی صاحب کی تحقیقات دقیقہ و مدقیقات اہیقہ تھیں۔

اب آئیے! اعلیٰ حضرت نے مولوی فضل الرحمن صاحب امام مسجد فیروز پور پنجاب کے ایک سوال دربارہ غیر مقلدین جو اولیائے کرام کی توہین کرتے، فقہی مسائل کے خلاف کرتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا جواب دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔
یہ رسالہ کتابی سائز کے ۵۲ صفحے پر چھپا ہے۔ اس کا تاریخی نام النہی الاکید عن الصلاة وراء عدی التقليد ہے۔ اس رسالہ کو بھی اعلیٰ حضرت نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق نہایت بلیغ و فصیح خطبہ سے شروع فرمایا ہے۔ جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں:-

الحمد لله الذي هدانا لهذا السنن ÷ ووقانا المحن ÷ وجعل فينا كل امام حسن ÷ به يتاسى و عليه
يوتمن ÷ واغنانا ان نقتدى باهل الفتن ÷ والصلاة الحنانه والسلام الاحسن ÷ على الامام الامين
الامان الامن ÷ محمد مربى الروح والبدن ÷ وآله وصحبه فى السر والعلن ÷ الائمة
المجتهدين مصابيح الزمن ÷ كاشفى ماخفى مظهرى ما بطن ÷ الثقات السراة هداة السنن ÷
السقاة الفراة من فرات السنن ÷ وعلينا بهم يا عظيم المنن، واشهد ان لا اله الا الله وحد لا
شريك له واشهد ان محمدا عبده رسوله صلى الله تعالى عليه ربه وسلم .

اس کے بعد تمہید و نقل عبارت سوال کر کے گیارہ آیتیں، اور چودہ حدیثیں تحریر فرمائی ہیں۔ جس سے علم باطن کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

(جن میں سے چند یہ ہیں)

آیہ کریمہ: و آتيناہ رحمة من عندنا و علمناہ من لدن علماء

و آیہ کریمہ: انک لن تسطیع معی صبراً و کیف تصبر علی ما لم تحط بہ خبراً

و آیہ کریمہ: وما فعلتہ من امری ذالک تاویل ما لم تسطع علیہ صبراً

وحدیث بخاری: فاذا احببته كنت سمعه الذى يسمع به و بصره الذى يبصر به و يده الذى يبسط بها و رجله الذى يمشى بها الى قوله تعالى ماترددت عن شئى انا فاعله ترددى عن قبض نفس المؤمن يكره الموت وانا اكره مسانته O

وحدیث طبرانی: انزل القرآن على سبعة احرف لكل حرف منها ظهر و بطن و بكل حرف حد و لكل حد مطلع و عاتین فاما احدهما فبششته فيکم و اما الآخر فلو بششته قطع هذا البلعوم .
اس کے بعد فرماتے ہیں:-

و غیر ذالک آیات و احادیث۔ سمجھ وال کے لیے علم باطن اور اس کے رجال و مضائق مجال، و حقائق اقوال، و رقائق افعال کا پتہ دینے کو بہت ہیں۔

ومن لم يجعل الله له نوراً فما له من نور O

اس کے بعد مقدمہ میں غیر مقلدین کی بدعت پر کلام اجمالی فرمایا ہے:-

يا معشر المسلمين! یہ فرقہ غیر مقلدین کہ تقلید ائمہ دین کے دشمن اور بے چارے عوام اہل اسلام کے رہزن ہیں۔ مذاہب اربعہ کو چوراہا بتائیں۔ ائمہ ہدیٰ کو احبار و رہبان ٹھہرائیں۔ سچے مسلمان کو کافر و مشرک بنا لیں۔ قرآن و حدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشادات ائمہ کو جانچنا پرکھنا، ہر عامی جاہل کا کام کہیں۔ بے راہ چل کر، بے گاہ چل کر، حرام خدا کو حلال کر دیں، حلال خدا کو حرام کہیں۔ ان کا بدعتی، بد مذہب، گمراہ، بے ادب، ضال، مضل، غوی، مبطل ہونا نہایت جلی و انظہر۔ بلکہ عند الانصاف یہ طائفہ تالفہ بہت فرق اہل بدعت سے اشر و اضر و اشنع و افجر کمالاً تکلمی علی ذی بصر۔

صحیح بخاری شریف میں تعلیقات اور شرح السنہ امام بغوی و تہذیب الآثار امام طبری میں موصولاً وارد کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین خلق اللہ جانتے کہ انہوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اتریں، اٹھا کر مسلمانوں پر رکھ دیں۔ بعینہ یہی حالت ان حضرات کی ہے۔ آیت کریمہ: اتخذوا احبارہم و رہبانہم ارباباً من دون اللہ O کہ کفار اہل کتاب اور ان کے عمائد و ارباب میں اتریں۔ ہمیشہ یہ بے باک لوگ اہل سنت و ائمہ سنت کو اس کا مصداق بتاتے ہیں۔ علامہ طاہر پر رحمت غافر کہ مجمع بحار الانوار میں قول ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نقل کر کے فرماتے ہیں۔ ان خارجیوں سے بدتر وہ لوگ ہیں، کہ اشرار یہود کے حق میں جو آیتیں اتریں، انہیں امت محفوظہ مرحومہ کے علم پر ڈھالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ زمین کو ان کی خباثت سے پاک کرے، آمین۔

اصل اس گروہ ناحق پڑوہ کی نجد سے نکلی۔ صحیح بخاری شریف میں ہے: حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: الہی! ہمارے لیے برکت دے ہمارے شام میں۔ الہی! ہمارے لیے برکت دے ہمارے یمن میں۔ صحابہ نے عرض کی: اور ہمارے نجد میں۔ حضور نے دوبارہ وہی دعا کی۔ صحابہ نے پھر عرض کی: یا رسول اللہ! اور ہمارے نجد میں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میرے گمان میں تیسری دفعہ پر حضور نے نجد کی نسبت فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہیں، اور وہیں سے نکلے گی سینگ شیطان کی..... اس خبر صادق مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عبدالوہاب نجدی کے پسرواتباع نے بحکم آنکہ ع: اگر پدر نہ تو اند پر تمام کند

تیرہویں صدی میں حرمین طیبین پر خروج کیا اور نا کردنی کاموں، ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ و فتنہ کا اٹھانہ رکھا۔ حاصل ان کے عقائد زائفہ کا یہ تھا کہ:

عالم میں وہی مشیت ذلیل موحد مسلمان ہیں باقی تمام مومنین معاذ اللہ مشرک۔

اسی بنا پر انہوں نے حرم خدا و حرم مصطفیٰ علیہ افضل الصلاة و الثنا کو عیاذ اللہ دار الحرب، اور وہاں کے سکان کرام ہم سائیکان خدا و رسول کو (خاک بدہان گستاخان) کافر و مشرک ٹھہرایا..... اور بنام جہاد خروج کر کے لوائے فتنہ عظمیٰ پر شیطنت کبریٰ کا پرچم اڑایا۔

علامہ شامی حاشیہ در مختار کی جلد ثالث کتاب الجہاد باب البغاة میں زیر بیان خوارج فرماتے ہیں: یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں، جیسا ہمارے زمانہ میں پیروان عبدالوہاب سے واقع ہوا۔ جنہوں نے نجد سے خروج کر کے حرمین محترمین پر تغلب کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو جنبلی تھے، مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں، اور جو ان کے مذہب پر نہیں، وہ سب مشرک ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے اہل سنت و علمائے اہل سنت کا قتل مباح ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی، اور ان کے شہر ویران کیے، اور لشکر مسلمین کو ان پر فتح بخشی ۱۲۳۳ھ میں۔

یہ فتنہ شیعہ وہاں سے مطرود، اور خدا و رسول کے پاک شہروں سے مدفوع و مردود ہو کر اپنے لیے جگہ ڈھونڈتا ہی تھا کہ نجد کے ٹیلوں سے اس دارالافتن ہندوستان کی نرم زمین اسے نظر پڑی۔ آتے ہی یہاں اپنے قدم جمائے۔ بانی فتنہ نے کہ اس مذہب نامہذب کا معلم ثانی ہوا، وہی رنگ و آہنگ کفر و مشرک پکڑا کہ ان معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک یہاں یہ طائفہ بحکم ان الذین فرقوا دینہم و کانو شیعاً خود متفرق ہو گیا۔ ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں تقلید ائمہ کا نام لیتا رہا دوسرے نے ع: قدم عشق پیشتتر بہتر

کہہ کر اسے بھی بالائے طاق رکھا۔

چلیے آپس میں چل گئی، وہ انہیں گمراہ، اور یہ انہیں مشرک کہنے لگے۔ مگر مخالفت اہل سنت و عداوت اہل حق میں پھر مصلہ واحسدہ رہے۔ ہر چند ان اتباع نے بھی تکفیر مسلمین میں اپنی چلتی گئی نہ کی۔ لیکن پھر کلام الامام امام الکلام۔ ان کے امام و بانی و ثانی کو مشرک و کفر کی وہ تیز و تند چڑھی کہ مسلمانوں کے مشرک بنانے کو حدیث صحیح مسلم لا یذهب اللیل والنہار حتی یعبد اللات والعزیٰ [السی قولہ] یبعث اللہ ریحاً طیبہ فتوفی من کان فی قلبہ مثقال حبة من خردل من ایمان یبقی من لاخیر فیہ فیرجعون الی دین ابائہم نقل کر کے بے دھڑک زمانہ موجود پر جمادی اور اس حدیث کو نقل کر کے

صاف لکھ دیا۔

سو پینچبر اسلام کے فرمانے کے مطابق ہوا۔

انا لله و انا اليه راجعون O ہوش مند نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ اگر یہ وہی زمانہ ہے، جس کی خبر حدیث میں دی ہے۔ تو واجب ہوا کہ روئے زمین پر مسلمان کا نام و نشان باقی نہ ہو۔ بھلے مانس! اب تو اور تیرے ساتھی کدھر بچ کر جاتے ہیں؟ کیا تمہارا طائفہ دنیا کے پردہ سے الگ کہیں بستا ہے؟ تم سب بھی انہیں شرار الناس و بدترین خلق میں ہوئے، جن کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان کا نام نہیں، اور دین کفار کی طرف پھر کر بتوں کی پوجا میں مصروف ہیں۔

سچ فرمایا خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: آخر زمانہ میں کچھ لوگ حدیث السن، سفیہ العقلا آئیں گے کہ اپنے زعم میں قرآن یا حدیث سے سند پکڑیں گے۔ اسلام سے نکل جائیں گے، جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ ایمان ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا، اخروجه الشيخان عن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

واقعی یہ لوگ ان پرانے خوارج کے ٹھیک بقیہ و یادگار ہیں۔ وہی مسئلے، وہی دعوے، وہی انداز، وہی وتیرے..... خارجیوں کا داب تھا، اپنا ظاہر اس قدر متشرع بناتے کہ عوام مسلمین انہیں نہایت پابند شرع جانتے۔ پھر بات بات پر عمل بالقرآن کا دعویٰ۔ عجیب دم در سبزہ تھا اور مسلک وہی کہ ہمیں مسلمان ہیں، باقی سب مشرک..... یہی رنگ ان حضرات کے ہیں۔ آپ موحداور سب مشرکین، آپ محمدی اور سب بددین، آپ عامل بالقرآن والحدیث، اور سب چناں و چنیں بزعم خبیث۔ پھر ان کے اکثر مکلمین ظاہری پابندی شرع میں بھی خوارج سے کیا کم ہیں؟ اہل سنت کان کھول کر سن لیں کہ دھوکے کی ٹٹی میں شکار نہ ہو جائیں۔

صحیح حدیث میں ہے: تم اپنی نمازوں کو ان کی نماز کے آگے حقیر جانو گے، اور اپنے روزے ان کے روزوں کے سامنے، اور اپنے اعمال ان کے اعمال کے مقابل۔ مگر ان کا یہ حال ہوگا کہ قرآن پڑھیں گے، گلوں سے تجاوز نہ کرے گا۔ دین سے نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے۔ رواہ الشيخان عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پھر شان خدا کہ ان کی مذہبی باتوں میں خارجیوں کے قدم بقدم ہونا درکنار، بالائی باتوں میں بھی بالکل یک رنگی ہے۔ حدیث میں ہے: عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کی علامت کیا ہوگی؟ فرمایا: سر منڈانا۔ یعنی ان کے اکثر سر منڈے ہوں گے۔ رواہ البخاری بعض حدیث میں ان کا پتہ بتایا: گھنٹی ازاروالے۔

بالجملہ یہ خوارج حضرات نہروان کے پس ماندے، بلکہ علو و بے باکی میں ان سے بھی آگے ہیں۔ یہ انہیں بھی نہ سوجھی کہ شرک و کفر تمام مسلمین کا دعویٰ اس حدیث سے ثابت کر دکھاتے جس سے ذی ہوش مذکور نے استدلال کیا: طرفہ شاگردے کہی گوید سبق استادرا

مگر حق سبحانہ و تعالیٰ کا حسن انتقام لائق عبرت ہے۔ چاہ کن را چاہ در پیش۔ حدیث سے سند لائے تھے مسلمانوں کو کافر

بنانے کے لیے اور ہوا یہ کہ خود اپنے کافر مشرک ہونے کا اقرار کر لیا۔ کہ جب وقت وہی ہے کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں، تو یہ مستدل بھی انہیں کافروں میں کا ایک ہے۔ فقہی الرجل علی نفسہ اقرار مرد آزاد مرد۔ المرء مواخذ باقرارہ مدہوش بے چارہ، خود کردہ راعلا بے نیست میں گرفتار ہوا۔

مسلمانوں کو خدا کی امان ہے۔ ان کے لے ان کے سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی بشارت آئی کہ یہ امت مرحومہ ہرگز شرک اور غیر خدا کی پرستش نہ کرے گی۔ پھر اہل عرب کے لیے خاص مژدہ ارشاد ہوا ہے کہ وہ ہرگز شیطانی پرستش میں مبتلا نہ ہوں گے..... امام احمد کی حدیث میں ہے: بے شک شیطان اس سے مایوس ہے کہ جزیرہ عرب میں اس کی پرستش ہو..... امام احمد اور ابن ماجہ کی حدیث میں عام مسلمانوں کے حق میں ارشاد ہوا: خبردار ہو! بے شک وہ نہ سورج کو پوجیں گے، اور نہ چاند کو، نہ پتھر کو، نہ بت کو۔ ہاں! یہ ہوگا کہ دکھاوے کے لیے اعمال کریں گے۔

پھر خطبہ مبارکہ میں حجاز یعنی حرمین طیبین اور ان کے مضافات کے لیے اس سے اجل و اعظم بشارت آئی۔

جامع ترمذی شریف میں ہے: بے شک دین حجاز کی طرف ایسا سمٹے گا جیسے سانپ اپنی بائیں (بل) کی طرف اور بے شک دین، حرمین طیبین کو اپنا مسکن و مأمن بنائے گا۔ جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی کو۔ پھر مدینہ طیبہ کا کہنا ہی کیا ہے؟ کہ وہ تو خاصوں کا خاص اور دین متین کا اڈل و آخر ملجا و مناص ہے۔ اس کی نسبت بالتحصیص ارشاد ہوا: بے شک ایمان مدینے کی طرف یوں سمٹے گا، جیسے سانپ اپنی بائیں کی طرف۔ رواہ الامام احمد والشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ..... انصاف کیجیے! تو صرف یہی حدیثیں، اور ان کی امثال ان سفہا کے ابطال مذہب میں کافی و وافی و برہان شافی۔ کہ اگر ان کا مذہب حق ہے تو اہل مدینہ، و اہل مکہ، و اہل حجاز، و اہل عرب، و اہل تمام بلاد و امصار دارالاسلام، سب کے سب معاذ اللہ مشرکین بے دین ہیں اور مسلمان صرف یہی ہند کے چند بے لجام کثیر الحیف یا نجد کے بعض بے مہار، بقیۃ السیف۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جس سال نجد میں ان کے اکابر کا قلع قمع ہوا، اس پر سن چلے کہ ۱۲۳۳ھ تھا۔ اسی لیے سے انہوں نے یہاں کے شہروں پر یہ فتویٰ دیا۔ امام الطائفہ نے ترغیب جہاد کے ضمن میں لکھا:

بندوستان دریں جزو زمان کہ ۱۲۳۳ھ یک ہزار دو صدوسی و سوم ست۔ اکثرش دارالحرب گردیدہ۔

نکر زمانہ نے زیادہ مہلت نہ دی، دل کی حسرت دل ہی میں رہی۔ ناچار زبان قلم، و قلم زبان سے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔ تکفیر مسلمین اصل مذہب ہے۔ کفر و شرک تو پہلا لقب ہے۔ ان کے بعض دلاوروں نے تصریحیں کی ہیں: کہ اہل سنت کفار حربی ہیں، ان کے خون و مال مباح و حلال۔ بلکہ اس سے زیادہ شیطانی اقوال۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اس مقدمہ کے بعد اعلیٰ حضرت نے جواب سوال ان لفظوں میں دیا ہے:-

بلاشبہ غیر مقلد کے پیچھے نماز مکروہ و ممنوع، و لازم الاحتراز۔ انہیں باختیار خود امام کرنا، تو ہرگز کسی سنی محبت سنت و کارہ بدعت کا کام نہیں اور جہاں وہ امام ہوں، اور منع پر قدرت نہ ہو، سنی کو چاہیے، دوسری جگہ امام صحیح العقیدہ کی اقتدا کرے۔ حتیٰ کہ جمعہ میں بھی جبکہ اور جگہ مل سکے۔

امام محقق ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں: یکرہ فی الجمعة اذا تعددت اقامتها فی المصر علی قول محمد المفتی بہ لانه بسبیل الی التحول اور اگر بجزوری ان کے پیچھے پڑھ لی، یا پڑھنے کے بعد حال کھلا، تو نماز پھیر لے، اگرچہ وقت جاتا رہا ہو۔ اگرچہ مدت گزر چکی ہو۔ کما فی رد المحتار۔ اعلیٰ حضرت نے اس حکم کو پانچ دلیلوں سے روشن فرمایا ہے:-

[دلیل اول] یہ تو خود واضح اور ہماری تقریر سابق سے لائح کہ طائفہ مذکورہ بدعتی بلکہ بدترین اہل بدعت سے ہے اور علامہ طحاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں: اے گروہ مسلمین! تم پر فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اس کا حافظ و کارساز رہنا موافقت اہل سنت میں ہے اور اس کا چھوڑ دینا، اور غضب فرمانا، اور دشمن بنانا، سنیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے۔ اس زمانہ میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔

ان صاحبوں سے پہلے بھی ایک فرقہ قیاس و اجتہاد کا منکر تھا جنہیں ”ظاہریہ“ کہتے ہیں، جن کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا:-

داود ظاہری و متابعانہ را از اہل سنت شمرن در چہ مرتبہ از جہل و سفاہت ست اہ۔

مگروہ بے چارے بایں ہمہ تقلید کو شرک اور مقلدان ائمہ کو مشرک نہ جانتے تھے۔ (مگر پھر بھی) بہ تصریح شاہ صاحب انہیں سنی جاننا سخت جہالت و حماقت ہے، تو استغفر اللہ یہ کہ ضلالت میں ان سے ہزار قدم آگے (ہیں) کیوں کر ممکن کہ بدعتی و گمراہ ٹھہریں؟۔

اور اہل بدعت کی نسبت تمام کتب فقہ متون و شروح و فتاویٰ میں صریح تصریحیں موجود کہ ان کے پیچھے نماز مکروہ..... اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے۔ یعنی حرام کے مقاب، گناہ کی جالب، اعادہ نماز کی موجب۔

علما فرماتے ہیں: نماز اعظم فرائض دین ہے، اور مبتدع کی توہین شرعاً واجب اور امامت میں اس کی توقیر و تعظیم کہ مقصود شرع سے بالکل مجانب۔ حدیث میں ہے: من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ہدم الاسلام ○ جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اس نے دین اسلام کے ڈھانے میں مدد کی..... دوسری حدیث میں ہے: اهل البدع شر الخلق و الخلیقة ○ بدعتی لوگ تمام جہاں سے بدتر ہیں..... نیز بدعتی مبغوض خدا ہے، اور مبغوض خدا سے نفرت و دوری واجب۔ ولہذا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین ○ اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد

آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو..... ابن ماجہ شریف میں ہے: ہرگز کوئی فاسق کسی مسلمان کی امامت نہ کرے، مگر یہ کہ وہ اس کو بزور سلطنت مجبور کر دے کہ اس کی تلوار یا کوڑے کا ڈر ہو..... علامہ ابراہیم حلبي نے شرح صغیری منیہ میں تصریح فرمائی کہ فاسق و مبتدع دونوں کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک کے مذہب اور امام احمد کی ایک روایت میں تو ان کے پیچھے نماز اصلاً ہوتی ہی نہیں۔

[دلیل دوم] غیر مقلدین بد مذہب کے علاوہ فاسق معلن بے باک مجاہز بھی ہیں اور فاسق مہتک کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ امداد الفتاح میں ہے: کبرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اهتمامہ بالدين فتجب اهانته شرعاً فلا يعظم بتقدیمہ للامامة سیدی احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: تبع فیہ الزیلعی ومفاد کون الکراهة فی الفاسق تحريمية یعنی امامت فاسق عالم کی مکروہ ہے اس لیے کہ اسے دین کا اہتمام نہیں تو اس کی شرعاً اہانت واجب ہے تو امامت کے لیے آگے بڑھا کر اس کی تعظیم نہ کی جائے گی۔ اس مسئلہ میں زیلعی کا مصنف نے اتباع کیا اور کراہت کا مفاد فاسق میں تحریمی ہے۔

رہا یہ کہ غیر مقلدین فاسق مجاہز کیوں کر ہیں؟ یہ خود واضح و بین۔ کون نہیں جانتا کہ ان کے اکابر اصغر عموماً دواماً ائمہ شریعت و علمائے ملت و اولیائے امت کے طعن و توہین میں گزارتے ہیں اور عام مسلمانوں کی سب و شتم تو ان کا وظیفہ ہر ساعت ہے۔ جس نے جانا، اس نے جانا اور جس نے نہ جانا، وہ اب جانے۔ ان کے رسائل دیکھے۔ باتیں سنے۔ خصوصاً اس وقت کے لچھے خدا نہ سنوائے، جب یہ باہم تہنہ ہوتے ہیں اور اذا خلوا کا وقت پا کر یہ آپس میں کھلتے ہیں۔ (تو ان میں کئی طرح کے فسق ہیں)

(فسق اول): سب و دشنام اہل اسلام

حدیث مشہور ہے: سباب المسلم فسوق مسلمان کو سب و شتم کرنا فسق ہے۔ اخرجہ الامام احمد و البخاری و مسلم و غیرہم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(فسق دوم): طعن علما۔

طبرانی کبیر میں بسند حسن ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے راوی: تین شخص ہیں جن کی تحقیر نہ کرے گا، مگر منافق۔ ایک وہ کہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا۔ دوسرا ذی علم۔ تیسرا امام عادل..... مسند الفردوس میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے ہے۔ عالم اللہ کی سلطنت ہے اس کی زمین میں، تو جو اس کی شان میں گستاخی کرے، ہلاک ہو جائے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(فسق سوم): عداوت عامہ اہل عرب و حجاز۔

انہیں جو تعصب ان کے ساتھ ہے یہی خوب جانتے ہیں۔ قد بدت البغضاء من افواہہم و ما تخفی صدورہم اکبر اور اس کی وجہ مخالفت مذہبی کے علاوہ بار بار بتکرار علمائے عرب کے فتاویٰ ان کی تھلیل و تذلیل میں آنا، اور بکرات و مرات، ان کے ہم مذہبوں کا وہاں ذلتیں اور سزائیں پانا ہے۔ غرض کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ان کو تمام عمائد و علمائے عرب و حجاز

سے سخت بغض و عداوت ہے اور طبرانی معجم کبیر میں بسند حسن صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اہل عرب سے عداوت رکھے منافق ہے۔

(فسق چہارم): پھر یہ عداوت منجر بہ سب و شتم ہوتی ہے۔ کچھ مدت ہوئی کہ ان کے پانچ مکلب مجاہر بنام مہاجر وہاں رہے، اور اپنے دام بچھانے چاہے۔ حال کھلتے ہی تعزیر پا کر نکالے گئے۔ جس پر ان کے ہمدردوں نے کہا کہ اہل حریم نے مہاجروں کو نکال کر معاذ اللہ سواد الوجہ فی الدارین حاصل کیا..... بیہتی شعب الایمان میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً راوی: من سب العرب فاولئك هم المشركون جو اہل عرب کو سب و شتم کریں وہ خاص مشرک ہیں۔

(فسق پنجم): مدینہ طیبہ کو جزیرہ عرب پر جس قدر فضیلت ہے، اسی قدر ان کی عداوت و بدخواہی کو اہل مدینہ کے ساتھ زیادت ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کوئی شخص اہل مدینہ کے ساتھ بداندیشی نہ کرے گا مگر یہ کہ ایسا گل جائے گا، جیسے نمک پانی میں۔ اخرجہ الشیخان عن سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اگر یہ حضرات ان امور سے انکار کریں تو کیا مضائقہ؟ ان سے کہیے تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم O ہم اور تم سب مل کر مہزیں کر دیں کہ مسائل مذہبی میں جو مسلک علمائے حریم طیبین کا ہے، فریقین کو مقبول ہوگا۔ اگر بے تکلف اس پر راضی ہو جائیں فبہا۔ ورنہ جان لیں کہ یہ قطعاً اہل حریم کے مخالف مذہب، اور سنیاں ہند وغیرہ کے مثل، ان پاک مبارک شہروں کے علما کو بھی معاذ اللہ مشرک و گمراہ بددین جانتے ہیں۔ پھر عداوت و بدخواہی نہ ہونا کیا معنی؟۔

(فسق ششم): عداوت اولیائے کرام قدست اسرار ہم۔ جس کی تفصیل کو دفتر درکار۔ جس نے ان کے اصول و فروع پر نظر کی ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ ان کی بنائے مذہب، محبوبان خدا کے نہ ماننے اور ان کی محبت و تعظیم کو جہاں تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے۔ یہاں تک کہ ان کے بانی مذہب نے تصریح کر دی کہ:

اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ اھ

چوڑھے چہار..... اور..... ناکارے لوگ تو نوک زبان پر ہے۔ خود سید الجوبین صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت صاف لکھ دیا کہ: وہ بھی مرکڑی میں مل گئے۔

سبحان اللہ! سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو ارشاد فرمائیں: ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ اخرجہ ابو داؤد، والنسائی، و ابن ماجہ عن اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک سفیہ مغرور، محبان خدا سے نفور، خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ناپاک الفاظ کہے اور وہ بھی یوں کہ معاذ اللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے کہ یعنی میں بھی ایک دن مرکڑی میں ملنے والا ہوں۔

قیامت کے دن انشاء اللہ تعالیٰ مرکڑی میں ملنے کا مزا الگ کھلے گا اور یہ جدا پوچھا جائے گا کہ حدیث کے کون سے لفظ میں

اس ناپاک معنی کی بو تھی جو تو نے یعنی کہہ کر محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کیا۔ حضور پر افترا خدا پر افترا ہے اور خدا پر افترا جہنم کی راہ کا پرلا سرا۔

جب خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ برتاؤ ہیں، تو اولیائے کرام کا کیا ذکر ہے۔ حضرت عزت حق جل جلالہ فرماتا ہے: من عاد لی ولیا فقد اذنتہ للحرب جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان دے دیا اس سے لڑائی کا۔ اخروجه الامام البخاری عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ربہ عزوجل ۔

(فسق ہفتم): ہم اوپر بیان کر آئے کہ ان کا خلاصہ مذہب یہ ہے کہ گنتی کے ڈھائی آدمی ناجی، باقی تمام مسلمین شرک میں پڑ کر ہلاک ہو گئے..... اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب تو کسی کو یوں کہتے سنے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ ان سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ اخروجه الامام احمد و البخاری فی الادب و مسلم و ابو داؤد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیث سے ثابت ہوا کہ حقیقت یہی لوگ جو ناحق مسلمانوں کو چین و چٹاں کہتے ہیں، خود ہلاک عظیم کے مستحق ہیں۔ منصف کے نزدیک اتنی ہی بات سے اہل حق و مبطلین کا فرق ظاہر۔ والحمد للہ رب العلمین ۔

[دلیل سوم]: اس کی تقریر میں اولاً یہ سنئے کہ ان حضرات کے فقہی مسائل متعلقہ نماز و طہارت جو انہوں نے خود اپنی تصانیف میں لکھے ہیں، کیا کیا ہیں؟ اور وہ علی الاطلاق مذاہب اربعہ یا خاص مذہب حنفیہ سے کتنے جدا ہیں؟ محسبنا مولوی وصی احمد صاحب سورتی سلمہ اللہ تعالیٰ نے فتوائے جامع الشواہد فی اخراج الوہابین عن المساجد میں عقائد غیر مقلدین نقل کر کے ان کے بعض بعض عملیات بھی تلخیص کئے ہیں میں یہاں اسی کے چند کلمات بطور اتقاظ لکھنا کافی سمجھتا ہوں۔

مسئلہ ۱:- طریقہ محمدیہ ترجمہ در ربیہ از نواب صدیق حسن بھوپالی میں ہے۔

پانی کتنا ہی کم ہو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے۔

اس مسئلہ کا مطلب یہ ہوا کہ کنواں تو بڑی چیز ہے اگر پاؤ بھر پانی میں دو تین ماشے اپنایا کتے کا پیشاب ڈال دیجیے پاک رہے گا مزے سے وضو کیجیے، نماز پڑھیے، کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ ۲:- فتح المفیت صفحہ ۵ اور طریقہ محمدیہ کے صفحہ ۷ میں ہے۔

نجات گوہ اور موت ہے آدمی کا مطلق۔ مگر موت لڑکے شیر خوار کا، اور لعاب کتے کا، اور لینڈ بھی، اور خون بھی حیض و نفاس کا، اور گوشت ہے سوڑ کا، اور جو اس کے سوا ہے اس میں اختلاف ہے اور اصل اشیا میں پاکی ہے، اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے کہ جس کے معارض کوئی دوسری نقل نہ ہو۔

یہاں صاف صاف نجاست کو ان سات چیزوں میں حصر کر دیا۔ باقی تمام اشیا کو اصل طہارت پر جاری کیا، جب تک نقل صحیح غیر معارض نہ ہو۔ تو مرغی کی بیٹ یا سور کا موت یا کتے کی منی وغیرہ یہ سب چیزیں ان کے نزدیک پاک ہوئیں اور ان

چیزوں کے کپڑے یا بدن پر لگنے سے ان کے نزدیک نماز میں خرابی نہ ہوگی۔

مسئلہ ۳:- نواب صاحب موصوف روضہ ندیہ کے صفحہ ۱۳ میں ارشاد فرماتے ہیں:-
شراب و مردار و خون کی حرمت ان کی نجاست پر دلیل نہیں جو انہیں ناپاک بتائے دلیل پیش کرے۔ اھ مترجم۔
میں کہتا ہوں شاعر بھولا کہ ناحق خلاف شرع پینے کا لفظ بولا اگر یہ مسئلہ سنتایوں کہتا۔
چھوٹا نہیں شراب کبھی بے وضو کیے
قالب میں میرے روح کسی پارسا کی ہے

مسئلہ ۴:- نواب صاحب اپنے صاحب زادے کے نام سے نہج المقبول من شرائع الرسول صفحہ ۳۰ پر فرماتے ہیں:-

شستن منی از برائے استقذار بودہ است نہ بنا برنجاست خمر و دیگر مسکرات دلیلی کہ صالح تمسک باشد موجود نیست و اصل در ہمہ چیز ہا طہارت ست و در نجاست لحم خود خلاف ست و دم مسفوح حرام ست و نجس اھ ملخصاً۔

مسئلہ ۵:- اسی فتح المفیت کے ص ۶ پر ہے۔

کافی ہے مسح کرنا پگڑیوں پر۔

یعنی وضو میں سر کا مسح نہ کیجیے پگڑی پر ہاتھ پھیر لیجیے وضو ہو گیا اگرچہ قرآن عظیم فرمایا کرے و امسحوا برؤسکم O اپنے سروں کا مسح کرو۔

مسئلہ ۶:- مولوی محمد سعید شاگرد مولوی نذیر حسین ”ہدایت قلوب قاسیہ“ کے ص ۳۶ میں لکھتے ہیں:-

جو اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اس کی نماز بغیر غسل کے درست ہے۔

مسئلہ ۷:- فتاویٰ ابراہیمیہ مصنفہ مولوی محمد ابراہیم غیر مقلد صفحہ ۲ میں ہے۔

وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح فرض ہے۔

یہ رافضیوں سے بھی دو قدم آگے بڑھ گئے۔ وہ تو جواز ہی مانتے ہیں، اور یہ افتراض کے قائل ہیں۔

ان مسائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے تعصب کو دیکھتے ہوئے ہر عقل والا انصاف سے کہہ سکتا ہے کہ ان کے پیچھے نماز کیوں کر پڑھی جاسکتی ہے؟ جبکہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ حنفیہ شافعیہ میں ایک دوسرے کے پیچھے نماز اس وقت درست ہے، جب کہ امام تحامی مواضع خلاف کی کرے۔ مثلاً فصد و حجامت سے شافعیہ کے نزدیک وضو نہیں جاتا، ہمارے نزدیک جاتا رہتا ہے۔

مس ذکر و مساس زن سے ہمارے نزدیک نہیں جاتا، ان کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے۔ دو قلم پانی میں اگر نجاست پڑ جائے، ان کے مذہب میں ناپاک نہ ہوگا، بشرطیکہ پانی کا کوئی وصف بورنگ یا مزا متغیر نہ ہو جائے، ہمارے نزدیک ناپاک ہو

جائے گا اور اگر اوصافِ ثلاثہ سے کوئی وصف متغیر ہو جائے، تو بالاتفاق ناپاک ہو جائے گا۔ ان کے نزدیک ایک بال کا مسح وضو میں کافی ہے، ہمارے یہاں ربع سر کا ضرور۔ ہمارے مذہب میں نیت و ترتیب، وضو میں فرض نہیں، ان کے نزدیک فرض۔ علیٰ ہذا القیاس اس قسم کے مسائل میں باجماعِ ائمہ آدمی کو وہ بات چاہیے، جس کے باعث اختلافِ علما میں واقع نہ ہو۔ جب تک باحتیاط اپنے کسی مکروہ مذہب کی طرف نہ لے جائے۔ تو محتاط شافعی فصد و حجامت سے وضو کر لیتے ہیں اور مسح میں بعض پر قناعت نہیں کرتے اور محتاط حنفی مس ذکر و مساس زن سے وضو کر لیتے ہیں، اور ترتیب و نیت نہیں چھوڑتے کہ اگرچہ ہمارے امام نے اس صورت میں وضو واجب نہیں کیا، منع بھی تو نہ فرمایا۔ پھر نہ کرنے میں ہماری طہارت ایک مذہب پر ہوگی، دوسرے پر نہیں اور کر لینے میں بالاتفاق طاہر ہو جائیں گے۔ جو ایسی احتیاط کا خیال نہیں کرتے، اور دوسرے مذہب کے خلاف و وفاق سے کام نہیں رکھتے، جمہور مشائخ کے نزدیک ان کی اقتدا جائز نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: الاقتداء بشافعی المذہب انما یصح اذا کان الامام یتحامی مواضع الخلاف..... خانہ و خلاصہ وغیرہا میں ہے کہ متعصب شافعی کے پیچھے نماز جائز نہیں، اور متعصب کی تفسیر یہ ہے کہ جو حنفیہ سے بغض رکھتا ہو۔

اب غور کر لیجئے کہ غیر مقلدین کو نہ صرف حنفیہ بلکہ تمام مقلدین ائمہ دین سے کس قدر بغض شدید و کین مدید ہے۔ تو ان روایات پر غیر مقلدوں کی اقتدا ناجائز ہونے کی یہ جداگانہ دلیل ہوئی۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو متکلم ضروریات عقائد کی بحث میں یہ چاہے کہ کسی طرح اس کا مخالف خطا کر جائے، وہ کافر ہے۔ کہ اس نے اس کا کافر ہونا چاہا اور مسلمان کو بتلائے کفر چاہنا رضا بالکفر ہے اور رضا بالکفر آپ ہی کفر۔ علمائے کرام فرماتے ہیں ایسے متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں..... جب اس متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں، جس کے انداز سے کفر غیر پر رضا نکلتی ہے، تو یہ صریح متعصبین، جن کا اصل مقصود تکفیر مسلمین ہو، دن رات اسی میں ساعی رہیں، اور جب تقریراً تحریراً اس کی تصریحیں کر چکے، اور مکابر ہر طرح اپنی بات ہی بالا چاہتا ہے، تو قطعاً اس کی خواہش یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمان کافر ٹھہریں، اور شک نہیں کہ اپنے زعم باطل میں اس کی طرف کچھ راہ پائیں تو خوش ہو جائیں اور جب بحمد اللہ مسلمان کا کفر سے محفوظ ہونا ثابت ہو، غم و غصہ کھائیں۔ تو ان کا حکم کس درجہ اشد ہوگا، اور ان کی اقتدا کیوں کر روا ہوگی؟۔

یہاں تک تو ان کے فسق و بدعت وغیرہما کی بنا پر کلام تھا۔ ایک امر اشد و اعظم ان کے طائفہ سے صادر ہوتا ہے۔ جس کی بنا پر ان کے نفس اسلام میں ہزاروں دقتیں ہیں۔ یہاں تک کہ احادیث صحیحہ و اقوال جماہیر فقہا سے ان کا صریح کافر ہونا، اور نماز کا ان کے پیچھے محض باطل ہونا، نکلتا ہے۔ وہ کیا؟ یعنی ان کا تقلید کو شرک، اور حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ، سب مقلدان ائمہ کو مشرکین بتانا۔ کہ یہ صراحتاً مسلمانوں کو کافر کہنا ہے اور پھر ایک دو کو نہیں، لاکھوں کروڑوں کو، پھر آج ہی کل کے نہیں، گیارہ سو برس کے عامہ مومنین کو، جن میں بڑے بڑے محبوبان حضرت عزت و اراکین امت و اساطین ملت و جملہ شریعت و کملہ طریقت تھے۔

مولانا شاہ ولی الدین صاحب دہلوی رسالہ ”انصاف“ میں لکھتے ہیں:-

دو صدی کے بعد مسلمانوں میں تقلید شخصی نے ظہور کیا کم کوئی رہا جو امام معین کے مذہب پر اعتماد نہ کرتا ہو۔ جب تقلید شخصی معاذ اللہ کفر و شرک ٹھہری، تو تمہارے نزدیک یہ ہر عصر کے علما اور گیارہ سو برس کے عامہ مسلمین سب کفار مشرکین ہوئے۔ نہ سہی، آخر اتنا تو اجلی بدیہیات سے ہے کہ صد ہا برس سے لاکھوں اولیا، علما، محدثین، فقہاء، عامہ اہل سنت چار مذہبوں پر منقسم ہو گئے، اور فروع میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

بالجملہ اس میں اصلاً شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ ان صاحبوں نے تقلید کو شرک و کفر اور مقلدین کو مشرک کہہ کر لاکھوں کروڑوں علما، اولیا، صلحاء، اصفیاء، بلکہ امت کے دس حصوں سے نو کو علی الاعلان کافر و مشرک ٹھہرا دیا۔ علامہ شامی کا ارشاد گزرا کہ ان کے اکابر اپنی جماعت کے سوا تمام عالم کو مشرک کہتے ہیں..... اور جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے، ظواہر احادیث صحیحہ کی بنا پر خود کافر ہے۔ امام مالک و احمد بخاری و مسلم ابوداؤد و ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً راوی: ایما امرء قال الاخیه کافر فقد باء بها احدہما ان کان کما قال و الارجعت علیہ.....

غرض مذہب مفتی بہ پر اس گروہ کو سخت دقت کہ قطعاً اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے، اور اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں: تو ان کا کافر ہونا لازم، اور ان کے پیچھے نماز ایسی جیسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا ہندو کے پیچھے۔

مگر حاشا اللہ ہم پھر بھی دامن احتیاط ہاتھ سے نہ جانے دیں گے، اور یہ ہزار ہمیں جو چاہیں کہیں، ہم زہار ان کو کفار نہ کہیں گے۔ ہاں! ہاں! یوں کہتے ہیں اور خدا و رسول کے حضور کہیں کہ یہ لوگ آثم ہیں، خاطی ہیں، ظالم ہیں، بدعتی ہیں، ضال ہیں، مضل ہیں، غوی ہیں، مبطل ہیں۔ مگر ہیبت کافر نہیں، مشرک نہیں، اتنے بدزاد نہیں، اپنی جانوں کے دشمن ہیں، عدو اللہ نہیں۔ اہل سنت کو چاہئے کہ ان سے بہت پرہیز رکھیں۔ ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں، اپنے معاملات میں انہیں شریک نہ کریں۔ احادیث میں ہے کہ اہل بدعت بلکہ فساق کی صحبت و مخالفت سے بچنا چاہیے۔ اس لیے ہر طرح ان سے دوری مناسب۔ خصوصاً ان کے پیچھے نماز سے تو احتراز واجب اور ان کی امامت پسند نہ کرے گا، مگر دین میں مدد اہن یا عقل سے مجانب۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس رسالہ کو ان الفاظ مبارکہ پر ختم فرمایا ہے:-

الحمد للہ کہ یہ موجز تحریر ذی القعدہ میں شروع ہوا اور چہارم ذی الحجہ روز جان افروز دو شنبہ ۱۳۰۵ ہجریہ قدسیہ علی صاحبہا الف الف صلاة و تحیہ کو بدرسمائے اختتام ہوئی۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین بدرسماء المرسلین محمد بن و آلہ و الائتہ المجتہدین و المقلدین لہم باحسان الی یوم الدین و الحمد للہ رب العالمین و اللہ تعالیٰ اعلم و جل مجدہ اتم و احکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد بن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم۔

(۵۰) ازکی الاھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلال (۱۳)

تار من جملہ ان چیزوں کے ہے کہ زمانہ خیر القرون تو کجا؟ تیغ تابعین و ائمہ مجتہدین، بلکہ بارہویں صدی تک اس کا وجود ہندوستان میں نہ تھا۔ اس لیے فقہ کی اخیر کتاب فتاویٰ عالم گیری اور بعد کی تصانیف میں بھی اس کا جزئیہ مصرح نہیں۔ جس زمانہ میں اس کا رواج عام ہو گیا، دنیوی کاروبار میں عام طور پر اس کا استعمال ہوا۔ بلکہ تجارتی اہم کاروبار کا دارومدار گویا اسی پر ہو گیا۔ بڑے تاجروں کو کہاں اس کا موقع کہ روزمرہ کے کاروبار میں لمبے لمبے خطوط لکھا کریں، یا پڑھ سکیں، یا دو تین دن تک کا انتظار خط پہنچنے میں کریں۔ اس لیے اس کا رواج زیادہ تر کاروباری تجارتی دنیا میں ہوا۔ لیکن جن لوگوں نے تارا ایجاد کیا، جن کے یہاں عام طور پر مروج ہوا، وہ معمولی خبری حیثیت میں استعمال کرتے رہے۔ لیکن اہم اور ذمہ داری کی باتوں، شہادت کے موقع پر اس کو اس لائق نہ سمجھا کہ کام لیا جاسکے۔ خون کا مقدمہ تو بہت اہم ہے، معمولی فوج داری دیوانی کے مقدمہ میں بھی تار کو ناقابل قبول سمجھا، اور تار پر کسی مقدمہ میں کبھی کوئی گواہی نہ لی گئی۔ گواہی تو درکنار ووٹ کا معاملہ جس کے متعلق ہر شخص جانتا ہے کہ بگس ووٹ دینا ایک معمولی بات ہے۔ اس میں بھی ناقابل استعمال متصور ہوا۔ مرکزی اور صوبائی کونسل اور اسمبلی تو بڑی چیز ہے، معمولی ڈسٹرکٹ بورڈ کے ووٹ میں بھی اس کو جگہ نہ دی گئی اور ووٹر کا تار دینا کہ ہم فلاں شخص کو ووٹ دیتے ہیں کافی نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ ووٹر جہاں کہیں بھی ہو، اس کو پولنگ اسٹیشن پر آ کر ووٹ دینا ضروری قرار دیا گیا..... لیکن بعض بعض مسلمانوں میں اجعل لنا الھما کما لھم الھة کی ذہنیت ہوتی ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ جب دنیوی کاموں میں روزمرہ تار عام طور پر مستعمل و مروج ہے، تو کیا وجہ ہے کہ دینی امور، رویت ہلال رمضان، وعید الفطر میں نہیں جائز ہوگا؟ چنانچہ بعض علما بھی اسی قسم کی ذہنیت کے مل گئے، اور انہوں نے تار کو خط قرار دے کر خود ساختہ فتویٰ خط کا اس پر چپکا دیا۔

تذکرۃ الرشید حصہ اول جس میں مولوی عاشق الہی صاحب میرٹھی نے بطور نمونہ گنگوہی صاحب کے ۲۵ تحقیقات علمیہ صفحہ ۱۶۴ سے ۱۷۹ تک لکھے ہیں، جس کی سرخی ہے: ”شہادت فقہیہ و مسائل مختلف فیہا“ اور اس کی تمہید ان لفظوں سے شروع کی ہے۔

اس جگہ مناسب سمجھتا ہوں کہ پینتیس مسائل اس بحث کے بیان کردوں تاکہ امام ربانی کے اس مرتبہ علمی و درجہ فقہی پر فی الجملہ دلالت ہو جائے، جو مرجع العلماء ہونے کی حیثیت سے حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ فقہی مسائل میں اذکیا کے شکوک رفع کرنے اور اختلافی امور کا سیدھا سچا فیصلہ فرمانے کی جو اعلیٰ قابلیت من جانب اللہ آپ کو ملی تھی مسائل مفصلہ ذیل سے ظاہر ہو جائے گی جس کی بنا پر ہم غلاموں کی زبان سے قطب العالم، مرجع العلماء، سلطان العارفین، مجدد زمان، وحید عصر القاب آپ کی شان میں نکل رہے۔

اور اس سے قبل صفحہ ۱۶۳ پر لکھا:-

حضرت امام ربانی قدس سرہ چونکہ علمائے ہند کے امام و سر تاج اور مقتدایان اسلام کے مرجع و پیشوا تھے، اس لیے حق تعالیٰ

نے آپ کو دین میں وہ مجتہدانہ فہم عطا فرمائی تھی، جس سے ان مالا نخل مسائل مفصلہ کا حل ہوتا تھا، جن میں اذکیا کی عقول متخیر، اور فقہائے عصر کی افہام عاجز ہو جاتی تھیں۔ اھ

غلاموں کی زبان سے ولی نعمت کی جو کچھ تعریف نکلے کم ہے۔ آخر ”پیر من خس ست اعتقاد من بس ست“ کہنے والے نے ایسے ہی موقع کے لیے تو کہا تھا۔ ورنہ یہ سب تعریفیں بلاشبہ شاعر کے ان دو شعروں کے مصداق ہیں۔

قصت ابا المحاسن کی اراہ

بمجد کان یبلغنی الیہ

فلما ان رأیت رأیت فردا

ولم ینک من بنیہ ابن لیدیہ

اختلافی امور کا سیدھا سچا فیصلہ اور مجتہدانہ فہم سے مالا نخل مسائل مفصلہ کے حل کے دو چار واقعات فتاویٰ رشیدیہ سے ہدیہ ناظرین کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، تاکہ علمائے ہند کے امام و سر تاج مقتدایان اسلام کے مرجع و پیشوا کے مجتہدانہ فہم و برکات سے ناظرین کتاب ہذا بھی مستفید ہو سکیں اور مسائل مفصلہ جن میں اذکیا کی عقول متخیر، اور فقہائے عصر کے افہام عاجز ہوتے ہیں، ان کا حل معلوم کر سکیں۔

کسی نے بزرگان دین کی زیارت کو سفر کر کے جانے کا مسئلہ پوچھا۔ تو جواب میں لکھا:-

زیارت بزرگان دین کے واسطے سفر کر کے جانا علمائے اہل سنت میں مختلف ہوا ہے بعض درست کہتے ہیں بعض ناجائز دونوں اہل سنت کے علما ہیں مسئلہ مختلف ہے اس میں تکرار درست نہیں اور فیصلہ بھی ہم مقلدوں سے محال ہے فقط۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص ۲۸)

یہاں پر قطع نظر اس سے کہ جائز اور ناجائز کہنے والے دونوں کو علمائے اہل سنت قرار دینا، غلط۔ علمائے اہل سنت بالاتفاق زیارت بزرگان دین اور ان کے مزارات کے لیے سفر کو جائز جانتے ہیں..... البتہ وہابیہ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں، اور حدیث لاتشدوا الی الی ثلثہ مساجد کو دلیل مانتے ہیں۔ جب کہ یہ استدلال بالکل لغو و باطل ہے۔ اس لیے کہ اس جگہ مستثنیٰ منہ یا تو..... مسجد کو قرار دیجیے کہ شدرعال کسی مسجد من حیث ہو مسجد کی طرف نہ کیا جائے، سو ان تین مساجد کے کہ ان کی طرف سفر کرنا قطع نظر اور اسباب کے نفس مسجد ہونے کی حیثیت سے بھی جائز ہے۔ کیوں کہ اس میں ثواب مزید ہے۔ تو اس کو مسئلہ مجوٹ عنہا سے کچھ علاقہ نہیں یا..... مستثنیٰ منہ شئی یا موضع نکالے۔ تو سلسلہ آمد و رفت ہی ختم ہو جاتا ہے، اور قل سیروا فی الارض ۵ کے بالکل معارض یہ حدیث ہوتی ہے۔

دکھانا یہ ہے کہ علمائے ہند کے امام و سر تاج و مقتدیان اسلام کے مرجع و پیشوانے اس معمولی اختلافی مسئلہ کا حل تو کجا؟ دوسروں کی بھی ہمت توڑ دی کہ اس کو محال ہی قرار دے دیا۔

اسی طرح کسی نے ہندوستان کے دارالہرب یا دارالاسلام ہونے کا مسئلہ پوچھا تھا۔ جواب میں لکھا:

دارالہرب ہونا ہندوستان کا مختلف علمائے حال میں ہے اکثر دارالاسلام کہتے ہیں اور بعض دارحرب کہتے ہیں بندہ

اس میں فیصلہ نہیں کرتا۔ ص ۷۳

نیز فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۳۶ پر گہرا نشانی فرمائی ہے:-

الجواب: ہند کے دارالحدیث ہونے میں اختلاف علما کا ہے۔ بظاہر تحقیق حال ہند کی خوب نہیں ہوئی۔ حسب اپنی تحقیق کے سب نے فرمایا اور اصل میں کسی کو خلاف نہیں اور بندہ کو بھی خوب تحقیق نہیں کہ کیا کیفیت ہند کی ہے۔ فقط۔

کہاں ہیں مولوی عاشق الہی صاحب، گنگوہی صاحب کو مجتہدانہ فہم رکھنے کے بانگی؟ لائیکل مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت و قابلیت ثابت کرنے والے؟ اس بندہ اس میں فیصلہ نہیں کرتا کو نظر انصاف سے دیکھیں، اور جھوٹے پروپیگنڈا سے شرمائیں اور اگر مسئلہ کی تحقیق اور حق فیصلہ دیکھنا چاہتے ہیں، تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ مبارکہ اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام ملاحظہ فرمائیں۔

نیز فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول اسی صفحہ ۷۳ پر کسی نے سماع موتی کے متعلق مسئلہ پوچھا تھا۔ اس کے جواب میں لکھا:-
یہ مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔

کسی شخص کا قصہ مشہور ہے کہ دریا میں نہانے گیا تھا، کچھ قدم آگے بڑھ گیا، ڈوبنے لگا۔ خیال کیا کہ اگر میں کہتا ہوں کہ لوگو! مجھے نکالو میں ڈوبا۔ تو ممکن ہے کہ لوگ توجہ نہ کریں، اور نہ کوئی نکالنے آئے۔ فوراً چلایا: جگ ڈوبا، جگ ڈوبا۔ لوگ چاروں طرف سے دوڑ پڑے، اور اس کو نکال لیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ بھائی ڈوب تم رہے تھے، یہ کیوں کہا کہ جگ ڈوبا؟ بولا کہ بھائی! جب ہم ہی نہ رہے، تو لوگوں کے لیے تو ہم مرے، لیکن میرے لیے تو سبھی مر گئے۔ اس لیے میں چلایا کہ جگ ڈوبا۔ گویا اس شخص کے نزدیک اس کی ذات، جگ ہے۔ اس طرح گنگوہی صاحب سے جب اس کا فیصلہ نہ ہوسکا تو اسی اصول پر لکھ دیا۔ اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا حالانکہ اس کو سمجھنا چاہیے تھا کہ۔

ہریشہ گمان مبرکہ خالیست = شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

اور اگر کسی شخص کو اس مسئلہ کی تحقیق اور اس کا سچا فیصلہ دیکھنا ہو تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ مبارکہ حیاۃ الاموات فی بیان سماع الاموات مطالعہ کرے۔

پھر اسی حصہ میں صفحہ ۸۷ پر استعانت اہل قبور کے متعلق سوال ہوا۔ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:-

تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے اس میں اختلاف علما کا ہے مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقرر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں سو اس کا فیصلہ کرنا محال ہے۔

کہیے میرٹھی صاحب! یہ آپ کے قطب عالم، مرجع العلماء، سلطان العارفین، مجدد زمان، وحید عصر، مالا نیل مسائل کو حل

کرنے والے کی پاکی کیسی رکھا گئی کہ اس کو محال ہی بتا کر چھٹکارا چاہا۔

اسی طرح بہت سے مسائل کا مہمل مجمل غیر تشفی بخش جواب دیا اور یہ کہہ کر قصہ ختم کر دیا کہ یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے اور کچھ فیصلہ نہ کیا۔ نہ کسی کو ترجیح دی کہ مسائل کو کچھ رہنمائی ہوتی۔ مثلاً فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص ۱۲ پر عورتوں کو زیارت قبور کرنے کا مسئلہ دریافت ہوا۔ اس کا جواب لکھا:-

الجواب: عورتوں کو قبور پر جانا مختلف فیہ ہے اکثر علما منع کرتے ہیں بسبب فساد کے اور جو فساد نہ ہو تو اکثر کے نزدیک جائز ہے حرمین میں اسی پر ہی عمل ہے۔

نیز اسی صفحہ پر ہے:-

اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا مردہ اور اگر زندہ ہیں تو ہماری آواز سنتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: روح کو حیات ہوتی ہے قبر میں سب کی روح زندہ ہے ولی ہو یا عامی اور سماع میں اختلاف ہے بعض مقرر ہیں بعض منکر فقط۔

کہیے جناب! مسائل اس سے کیا سمجھے گا؟ کیا مجدد زمان و حید عصر کی یہی شان ہوتی ہے؟

احمد سعید خان صاحب مراد آبادی نے ۴۵ سوالات کیے تھے، جس کا سلسلہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول کے ص ۴۶ سے ص ۶۷ تک پھیلا ہوا ہے اسی میں ص ۶۴ پر چونتیسواں سوال انتہائے وقت مغرب کے متعلق ہے کہ شفق سفید تک رہتا ہے، یا شفق سرخ کے بعد عشاء کا وقت ہو جاتا ہے؟ اس کا جواب لکھا:-

الجواب: یہ مسئلہ مختلف ہے امام صاحب اور ان کے صاحبین میں۔ احوط یہ ہے کہ دونوں کی رعایت رکھے اور بعض نے فتاویٰ صاحبین کے قول پر لکھا۔ جیسا شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا فقط۔ شرح وقایہ میں بھی سرخ پر فتویٰ دیا ہے۔

چلیے قصہ ختم ہو گیا اور اگر آپ کو و حید عصر صاحب کی مجتہدانہ قابلیت سے اور بھی فائدہ اٹھانا ہے تو تین مسئلہ فتاویٰ رشیدیہ سے اور سن لیجیے، اس کے بعد اس مسئلہ تار کے متعلق افادہ مجتہدانہ سے استفادہ فرمائیے گا۔

حکیم غلام احمد صاحب ساکن پچھروں ضلع مراد آباد نے آٹھ سوالات کئے تھے۔ اس میں پہلا سوال ہے، منی آرڈر کرنا اور محصول منی آرڈر کا دینا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ اس کا جواب فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۵۷ پر ہے:-

بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نادرست ہے اور داخل ربوہ ہے اور یہ جو محصول دیا جاتا ہے نادرست ہے۔

یہ مسئلہ جیسا مہمل اور غلط اور غمیم متمدن زمانہ کا ہے، ظاہر و باہر ہے اور کسی کو اس مسئلہ کی پوری تحقیق درکار ہو۔ تو اعلیٰ حضرت

امام اہل سنت کا رسالہ المنی والدر فی حکم منی آرڈر ملاحظہ کرے۔

جب گنگوہی صاحب کا یہ مسئلہ مشہور ہوا تو لوگوں میں بے چینی اور پریشانی اور الجھن پیدا ہوئی۔ اس لیے جگہ جگہ سے اس

کے متعلق سوالات آئے۔ بعض معتقدوں نے مخلص کی یہ صورت نکالی کہ کچھ پیسے روپے کے ساتھ بھیجے جائیں، تو درست اور جائز ہوگا۔ چنانچہ کسی نے سوال کیا:-

ہمارے دیار میں علما کے دو فرقے ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ روپیہ منی آرڈر بلا ملائے پیسہ کے حرام اور سود ہے۔ البتہ اگر پیسہ مل جائے تو مباح اور جائز ہے۔ دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ حلال مطلق ہے اور جواز میں کچھ شبہ نہیں کیوں کہ ہم سرکار کو مزدوری دیتے ہیں، پس آپ محاکمہ شرع شریف کے رو سے جو کچھ ہو بیان فرمادیں۔
اس کا جواب حصہ دوم ص ۱۵۳ دیا:-

الجواب: روپیہ منی آرڈر میں بھیجنا درست نہیں خواہ اس میں کچھ پیسہ دیے جاویں یا نہ دیے جاویں فقط۔
یہ وحید عصر صاحب کا محاکمہ ہوا، یا امریت کا فرمان واجب الاذعان؟
پھر کسی نے اپنے فہم کی رسائی حیلہ جواز تک نہ دیکھی تو خود انہیں مجدد زمان صاحب سے دریافت کیا۔ ملاحظہ ہو حصہ دوم ص

-:۳۲

سوال: اس زمانہ میں جو منی آرڈر کے بھیجنے کا رواج ہو رہا ہے۔ اس کے جواز کے لیے بھی کوئی حیلہ شرعی ہے، یا نہیں کہ اس میں عام و خاص مبتلا ہو رہے ہیں؟

جواب: دیا الجواب منی آرڈر درست نہیں جیسا ہنڈوی درست نہیں دونوں میں معاملہ سود کا ہے۔ اھ
خیر بہر کیف! جب کوئی صورت جواز کی نہ نکلی اور مدرسہ دیوبند میں چندہ بھیجنے والوں کو نیز گنگوہی صاحب کے مریدوں کو ان کو نذرانہ بھیجنے کی ضرورت تھی تو سوال ہوا کہ اگر منی آرڈر منع ہے تو روپیہ کس طرح بھیجنا چاہیے؟ اس کا جواب دیا:-
روپیہ بھیجنے کی آسان ترکیب نوٹ کورجسٹری یا بیمہ کرا دینا ہے۔ اھ۔

اب ایک دقت اور پیش آئی کہ علما کو عموماً اور خصوصاً مدرسہ دیوبند کو طلبہ کے لیے کتابیں مفت منگوانی ہوتی ہیں۔ کتاب تو بذریعہ پارسل یا بک پوسٹ آئے گی۔ لیکن قیمت کتاب تو خواہ مخواہ بذریعہ منی آرڈر ہی بھیجنا ہوگا۔ دہلی سے کتاب آتی ہے، تو دہلی کوئی شخص روپیہ پہچانے تو جائے گا نہیں۔ اب یہ منی آرڈر کیسے جائز ہو۔ غرض اس فتویٰ سے پوری زد مدرسہ پر پڑتی ہے۔ تو حصہ دوم ص ۱۵۶ پر استفتاء و جواب ملاحظہ ہو:-

استفتاء: منی آرڈر اور ہنڈوی میں کیا فرق ہے، یا دونوں کا ایک حکم ہے اور منی آرڈر اور ہنڈوی کرنا اگر ناجائز ہے تو روپیہ کس طرح بھیجیں اور کتابوں کا محصول ویلوپی ایبل جو دیا جاتا ہے یہ بھی ایسا ہے یا فرق ہے۔ اس کی تفصیل منظور ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: منی آرڈر اور ہنڈوی میں کچھ فرق نہیں دونوں کا ایک حکم ہے۔ منی آرڈر کرنا سود میں داخل اور جو شخص کسی کے پاس روپیہ بھیجنا چاہے بطور بیمہ کے یا نوٹ خرید کر بھیج سکتا ہے اور جو کتابیں منگائی جاتی ہیں اس میں حیلہ

ہوسکتا ہے کہ اس شئی کی وہ محصول ویلو ایبل کا خیال کیا جائے اور منی آرڈر میں خیال حیلہ کا نہیں ہوسکتا کیوں کہ وہ عین شئی نہیں پہنچتی فقط۔

اگر یہ حیلہ اور ترکیب جائز ہے۔ تو پھر اس سوال کے جواب میں لکھنا تھا کہ حیلہ اس کا یہ ہے کہ نوٹ رجسٹری یا بیمہ کر دیئے جائیں۔ یہ کیوں لکھا کہ حیلہ بندہ کو معلوم نہیں..... پھر مجدد زمان، وحید العصر صاحب نے حیلہ بتانے میں بھی غلطی کی۔ آسان ترکیب نوٹ کو رجسٹری یا بیمہ کر دینا بتایا۔ لیکن یہ نہ فرمایا کہ یہ نوٹ آئیں گے کہاں سے، سوائے اس کے کہ جعلی بنا کر مجرم بنیں۔ ورنہ گنگوہی صاحب کے فتویٰ سے تو نوٹ کی خریداری کی بیشی قیمت میں تو درکنار، برابر قیمت یعنی جو رقم لکھی ہوئی ہے، اس پر بھی جائز نہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۷۲ پر سوال ہے:-

نوٹ کی خرید و فروخت کی زیادتی پر جائز ہے یا نہیں بالتفصیل ارقام فرمادیں۔
اس کا جواب دیا:-

الجواب: نوٹ کی خرید و فروخت برابر قیمت پر بھی درست نہیں۔ مگر اس میں حیلہ حوالہ ہوسکتا ہے اور حیلہ عقد حوالہ کے جائز ہے۔ مگر کم زیادہ پر بیع کرنا بوا اور نا جائز ہے۔ فقط

اور کتابوں کے منگانے کا جو حیلہ گڑھا، وہ سراسر ناواقفیت کی دلیل ہے۔ کتاب یا کوئی چیز جو بذریعہ وی پی منگوائی جاتی ہے، تو اس جگہ دو معاملہ الگ الگ ہوتا ہے۔

(۱) مثلاً کتاب یا اس چیز کا محصول پارسل۔ یہ وہ ٹکٹ ہے جو بحساب وزن و رقم مقررہ، اس پارسل یا بک پوسٹ پر لگایا گیا۔ اس کا کام یہ ہے کہ مثلاً دہلی سے گنگوہی یا دیوبند پہنچا دیا۔

(۲) یہ ہے کہ جو قیمت اس کتاب یا اس چیز کی ہوئی، مع اس رقم ٹکٹ کے جو اس پارسل پر لگایا گیا، اور خرچ پارسل کرنے کا، ان سب رقم کا مجموعہ وی پی فارم پر بھر کر اس کے ساتھ روانہ کیا جاتا ہے کہ اس پارسل کے وصول کرنے پر علاوہ اس رقم کے جو قیمت اور ٹکٹ کی ہے، محصول منی آرڈر اس پر اضافہ کر کے مال منگوانے والے سے وصول کیا جاتا ہے اور وہ رقم بذریعہ منی آرڈر کتاب یا چیز بھیجنے والے کو وصول ہوتی ہے۔

تو یہ دو معاملہ الگ الگ ہوئے۔ اس کو یہ لکھنا کہ اس شئی کی اجرت وہ محصول ویلو ایبل کی خیال کیا جاتا ہے، عامیانہ، اور بھولے بھالے لوگوں کی باتیں ہیں۔ اس شئی کی اجرت تو اس ٹکٹ کے ذریعہ سے وصول ہوئے جو پارسل پر لگائے گئے ہیں اور جو روپیہ جائے گا، اس کی اجرت یہاں لکھ کر وصول کی جاتی ہے، جو پارسل پر لگائے گئے ہیں۔ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ غرض حافظہ نباشد کے اصول پر جو ترکیب جواز کی نکالی۔ وہ انہیں کے دوسرے فتویٰ کی وجہ سے بالکل بے کار ثابت ہوئی۔

الغرض! نوٹ آئیں گے کہاں سے؟ اس کے لیے حیلہ یہ گڑھا کہ اس میں حیلہ حوالہ ہوسکتا ہے اور حیلہ عقد حوالہ کے جائز

ہے۔ ہر علم والا جانتا ہے کہ حوالہ اپنا قرض دوسرے پر اتارنے کو کہتے ہیں، تو اگر زید پر عمرو کا قرض نہ آیا ہو، بلکہ زید کا قرض بکر کے اوپر ہو، اور اس صورت میں زید عمرو کو بکر پر حوالہ کرے، تو یہ حقیقتاً حوالہ نہ ہوگا۔ بلکہ عمرو کو اپنا قرض بکر سے وصول کرنے کا وکیل کرنا ہوگا اور اگر عمرو کا قرض زید کے ذمہ آتا ہو، نہ زید کا قرض بکر پر اور اس حالت میں زید عمرو کو بکر پر حوالہ کرے، تو یہ محض باطل و بے اثر ہے۔

فتاویٰ عالمگیریہ میں خلاصہ سے ہے: اذا حال رجلا علی غریمہ و لیس للمحتال لہ علی المحیل دین فہذہ و کالۃ و لیست بحوالۃ کذا فی الخلاصہ.....

علاوہ بریں دنیا بھر کے عقلا جو نوٹ کالین دین کرتے ہیں، وہ روپیہ دے کر نوٹ خریدنا سمجھتے ہیں۔ لیکن تمام جہاں کے عقیدہ و عمل کے خلاف آپ زبردستی عقد بیع سے تڑوا کر وہ عقد ان کے سر منڈھتے ہیں کہ جو ان کے خواب و خیال میں بھی نہیں۔ جس شخص کو اس مسئلہ کی پوری تحقیق درکار ہو اعلیٰ حضرت کے رسائل کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم اور اس کا ترجمہ مسکئی بنام تاریخی ”نوٹ کے متعلق سب مسائل“ اور رسالہ کاسر السفیہ الواہم فی ابدال قرطاس الدراہم اور اس کا ترجمہ مسکئی بنام تاریخی الذیل المنوط لرسالة النوط ملاحظہ کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان چاروں رسالوں کے دیکھنے سے اس مسئلہ کی پوری تحقیق ہو جائے گی۔

یہ تو حضرت مجدد زمان، وحید العصر کے مسائل معطلہ جس میں از کیا کی عقول متحیر اور فقہائے عصر کے افہام عاجز ہو جاتی ہیں، ان کے حل اور جواب کا نمونہ تھا۔ اب اگر فقہی لیاقت دیکھنی ہو، تو ایک مسئلہ اور بھی ملاحظہ ہو۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۶۲ پر ایک سوال و جواب ہے:-

مسئلہ: جس جگہ زانغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والوں کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کو کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا، یا نہ ثواب، نہ عذاب۔

الجواب: ثواب ہوگا فقط۔

جس جس جانور کا گوشت بالاتفاق حلال اس کے کھانے پر بھی کسی عالم نے ثواب کا فتویٰ نہ دیا۔ یہ گنگوہی صاحب کی جدت دیکھئے کہ حرام کو احوال کیا، اور نہ صرف مباح کی حد تک رکھا، بلکہ اس کے کھانے کو ثواب قرار دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اسی حصہ دوم ص ۱۶۳ پر ایک سوال و جواب ملاحظہ ہو:-

مسئلہ: گوبری دینا جائز ہے یا نہیں جس جگہ مرغی کی سرگین گر کر خشک ہو گئی ہو اور وہاں لوٹا خشک یا تر رکھ دے تو وہ لوٹا ناپاک ہے یا پاک اگر مرغی کی سرگین کی احتیاط کرے تو ان کا پالنا چھوٹتا ہے۔

الجواب: گوبری دینا جائز ہے۔ مگر جب وہ گوبر نہ رہے تب تو پاک ہے اور اس سے پہلے نجس ہے اگر ناپاک جگہ خشک ہوگئی اور نجاست کا اثر رنگ و بومزہ نہ رہا تو پھر وہ جگہ پاک ہوگئی اب وہاں تر چیز رکھنے سے ناپاک نہ ہوگی۔ فقط۔

یہ نجاست کے مزہ کے ایک ہی کبی۔ تو چاہے کہ گوبری دینے کے قبل گوبر کو چکھ لیں، اور مزہ معلوم کر لیں۔ پھر خشک ہو جانے کے بعد اس کو چکھیں، اور دیکھیں کہ مزہ باقی ہے، یا بدل گیا۔ اسی طرح مرغی کی سرگین کو پہلے چکھ کر مزہ معلوم کریں، پھر خشک ہو جانے کے بعد چکھیں، تاکہ معلوم ہو کہ وہ مزہ باقی ہے، یا بدل گیا..... یہ ہے وحید العصر، مجدد زمان کی فقہیت۔

خیر بات دراصل مقصد سے کچھ دور ہوگئی میری غرض اس جگہ تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ ۱۷۲ سے شبہ اور اس کا جواب ناظرین کے سامنے پیش کرنا تھا۔

س: یہاں دو مولویوں میں اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ تار کے ذریعہ سے رویت ہلال عید و رمضان کی اطلاع معتبر ہے، یا نہیں؟ امید ہے کہ آنحضرت مسئلہ کی تحقیق اور رائے سامی سے مطلع فرمادیں۔ تاکہ برقی از روئے فقہ کسی شئی کے حکم میں داخل ہے؟

ج: تار برقی کا حال مثل تحریر خط کے ہے کہ یہ نسق و نستعلیق بھی نقوش اصطلاحی ہیں۔ جیسے انگریزی و ناگری وغیرہا اور حروف تار بھی اصطلاحات ہیں۔ پس جیسا خط سے خبر ملتی ہے ویسا ہی تار سے تحریر کے ذریعہ ملتی ہے۔ اگرچہ قلم تحریرات کا کوتاہ اور تار کا قلم طویل ممتد ہے پس جیسا تحریر خط میں وسیلہ معتبر عادل ہونا ضرور ہے، تار میں بھی ویسا ہی ہونا چاہیے۔ چونکہ تار کے دینے لینے والے کفار فساق غیر معتمد ہیں، امور میں لہذا تار کا اعتبار چاہیے کہ نہ ہو۔ مگر جو ہر دو طرف عدول ہوں پس یہ تو اصل قاعدہ ہے کہ دیانات میں قول کافر کا معتبر نہیں۔ بناء علیہ تار کی خبر معتبر نہیں اس پر کار بند نہ ہوں، نہ صوم میں نہ افطار میں مگر زمانہ حال کو دیکھ کر تار کی خبر سب صحیح ہوتی ہیں چونکہ غالب ظن قلوب میں اس کے دل صدق کا راسخ ہو گیا ہے تو اگر اپنے غلبہ ظن کی وجہ سے عمل کر لیوے، تو وجہ ہو سکتی ہے۔ صوم میں ایک عدل کی خبر اور انتظار میں عدلیں کے اخبار پر تو بھی بعید نہیں باعتبار زمانہ کے۔ پس بندہ دونوں فریق کو حق پر جانتا ہے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ تار برقی اخبار ہے بذریعہ کتاب کے۔ فقط۔

یہ مجدد زمان، وحید العصر کی فقہیت اور آپ کی عام معلومات ہیں۔ اولاً آپ نے تار برقی پر خبر آنے کو تحریر خط کی طرح سمجھا۔ حالانکہ تحریر خط میں کتابت کی شان انشا کا طرز، وہ تحریر کو قوت دیتا ہے اور تار برقی میں یہ مفقود ہے۔ بلکہ وہ محض اشارات جس سے انگریزی الفاظ بنائے جاتے، انگریزی حروف میں لکھے جاتے، پھر ان کا اردو میں ترجمہ کیا جاتا ہے، تو اس کو خط کی طرح کہنا بالکل بے معنی بات ہے۔

باوجود قرآن و قیاسات معینہ کے فقہائے کرام نے شہادت کے معاملہ میں خط کا اعتبار نہ کیا اور الخط یشبہ الخط فرمایا۔

تو تار کو خط قرار دے کر اس کا اعتبار کرنا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟..... اور اس سے زیادہ پر لطف بات یہ ہے کہ قلم تحریرات کو تار اور تار کا قلم طویل ممتد ہوتا ہے۔ یعنی خط تو قلم واسطی یا سری یا ہولڈر سے لکھا جاتا ہے، اور تار تو لمبے بانس کے قلم سے جس کا طول ان دونوں شہروں کے برابر ہوتا ہے، لکھا جاتا ہے..... پٹنہ سے بمبئی تار بھیجنا ہو تو اس قلم طویل ممتد سے جس کا طول پٹنہ اور بمبئی کے اتنا ہے، انگریزی نقوش اصطلاحی میں لکھا جاتا ہے۔ انا لله وانا اليه راجعون

اصل تحقیق اس مسئلہ کی رسائل اعلیٰ حضرت میں دیکھیے۔ خصوصاً یہ مختصر زیر نظر رسالہ مسماں بہ از کسی الاہلال با بطلان ما احدث الناس فی امر الہلال میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۳۰۵ھ میں حضرت مرزا غلام قادر بیگ صاحب استاد ابتدائی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے کلکتہ فوجداری بالا خانہ سے سوال بھیجا کہ دربارہ رویت ہلال تار کی خبر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اگر کچھ لوگ اس کا انتظام کر لیں کہ رویت ہلال رمضان، و شوال، و ذی الحجہ، و محرم کے بیشتر متعدد مقامات کو اس مضمون کے خطوط بھیجے جائیں کہ ۲۹ کا چاند ہو تو بذریعہ تار کے مطلع کر دیجیے۔ پھر اس کو مستہر کر دیا جائے، تو یہ طریقہ شرعاً مقبول ہے، یا محض باطل؟ اور اس کی بنا پر اعلان ہو تو مسلمان کو اس پر عمل جائز ہے، یا حرام؟ اور اعلان کرنے والے کے حق میں کیا حکم ہے؟۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس سوال کے جواب میں ایک مختصر رسالہ مسماں بنام تاریخی از کسی الاہلال تصنیف فرمایا۔ جس کی ابتدا حسب عادت مستمرہ خطبہ برفیضہ بلیغہ سے فرمائی۔

الحمد لله الذی یشرکھ یصیر ہلال النعمۃ بدر اذی والصلاۃ والسلام علی اجل شمس
الرسالۃ قدزا و علی الہ و صحبہ نجوم الہدی و اقمار التقی ÷ ما اتی البرق بخبر الورق
فصدق مرۃ و کذب اخری ÷ اللهم ہدایۃ الحق والصواب ۔

امور شرعیہ میں تار کی خبر محض نامعتبر اور یہ طریقہ کہ تحقیق ہلال کے لیے تراشا گیا باطل و بے اثر۔ مسلمانوں کو ایسے اعلان پر عمل حرام اور جو اس کی بنا پر مرتکب اعلان ہو، سب سے زیادہ بتلائے آثام۔ اس طریقہ میں جو غلطیاں اور احکام شرع سے سخت بیگانگیاں ہیں، ان کی تفصیل کو دفتر درکار۔ لہذا یہاں بقدر ضرورت، وہم مخاطب چند آسان تنبیہوں پر اقتصار۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب ۔

تنبیہ اول: شریعت مطہرہ نے دربارہ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ، یا تو شرعی پر بنا فرمایا اور ان میں بھی کافی و شرعی ہونے کے لیے بہت قیود و شرائط لگائیں۔ جن کے بغیر ہرگز گواہی و شہرت تک بکار آمد نہیں اور ظاہر کہ تار نہ کوئی شہادت شرعیہ ہے، نہ خبر متواتر۔ پھر اس پر اعتماد کیوں کر حلال ہو سکتا ہے؟ جو یہاں تار کی خبر پر عمل چاہے، اس پر لازم کہ شرعاً اس کا موجب و ملزم ہونا ثابت کرے۔ مگر حاشانہ ثابت ہوگا جب تک ہلال مشرق اور بدر مغرب سے نہ چمکے۔ پھر شرع مطہر پر بے اصل زیادت، اور منصب رفیع فتویٰ پر جرأت کس لیے اور یہ خیال کہ تار میں خبر تو شہادت کافیہ کی آئی، محض نادانی۔ کہ ہم تک تو

نامعتبر طریقہ سے پہنچی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سے زیادہ معتبر کس کی خبر؟ پھر جو حدیث نامعتبر راویوں کے ذریعہ سے آئی ہے، کیوں پایہ اعتبار سے ساقط ہو جاتی ہے؟

تنبیہ دوم: تاریکی حالت خط سے زیادہ روی و سقیم۔ کہ اس میں کاتب کا خط تو پہچانا جاتا ہے۔ طرز عبارت سے شناخت میں آتا ہے۔ واقف کار دیگر قرآن سے اعانت پاتا ہے۔ بایں ہمہ ہمارے علمائے تفریح فرمائی کہ امور شرعیہ میں ان خطوط و مراسلات کا کچھ اعتبار نہیں۔ کہ خط خط کے مشابہہ ہوتا ہے، اور بن بھی سکتا ہے۔ تو یقین شرعی نہیں ہو سکتا کہ اسی کا لکھا ہوا ہے..... اشباہ میں ہے: لا یعمد علی الخط ولا یعمل بہ..... فتاویٰ عالمگیریہ میں ملقط سے ہے: الکتاب قد یفتعل و یزور الخط یشبہ الخط و الخاتم یشبہ الخاتم

دیکھیے! کس قدر واضح طور پر فرمایا کہ خط پر اعتماد نہیں، نہ اس پر عمل ہو، نہ اس کے ذریعہ سے یقین حاصل ہو، نہ اس کی بنا پر گواہی اور حکم حلال کہ خط، خط کے مشابہہ ہوتا ہے، اور مہر مہر کے مانند بن سکتی ہے..... بلکہ فتاویٰ امام اجل ظہیر الدین مرغینانی میں صاف ارشاد فرمایا کہ خط کا صرف اپنی ذات میں قابل تزویر ہونا ہی بے اعتباری کو کافی ہے۔ اگرچہ یہ خاص خط واقع میں ٹھیک ہو..... پھر تاریخ جس میں خبر بھیجنے والے کے دست و زبان کی کوئی علامت تک نام کو بھی نہیں، کیوں کہ امور دینیہ کی بنا اس پر حرام نہ ہوگی؟

سبحان اللہ! ائمہ دین کی تو وہ احتیاط کہ مہری خط کو صرف گنجائش تزویر کے سبب لغو ٹھہرایا۔ حالانکہ مہر بنا لینا، اور خط میں خط ملا دینا، سہل نہیں۔ شاید ہزار میں دو ایک ایسا کر سکتے ہیں اور تاریخ میں تو اصلاً دشواری نہیں، جو چاہے تاریخ گھر میں جائے، اور جس کے نام سے چاہے تار دے آئے۔ وہاں نام و نسب کی کوئی تحقیقات نہیں ہوتی۔ نہ رجسٹری کی طرح شناخت کے گواہ لیے جائیں۔ علاوہ بریں تار والوں کے وجود صدق پر کون سی وحی نازل ہوئی کہ ان کی بات خواہی نحوہی قابل قبول ہوگی، اور اس پر احکام شرعیہ کی بنا ہوگی۔

تنبیہ سوم: قطع نظر اس سے کہ شہادت منگانے کے لیے جنہیں مراسلات بھیجے جائیں۔ غالباً ان کا بیان، حکایت و اخبار محض سے کتنا جدا ہوگا جس کی بے اعتباری تمام کتب مذہب میں مصرح۔ بالفرض اگر اصل خبر میں کوئی خلل شرعی نہ ہو۔ تاہم اس کا جامہ اعتبار تاریخ میں آ کر یکسر تار تار کہ وہ بیان ہم تک اصالت نہ پہنچا۔ بلکہ نقل در نقل ہو کر آیا۔ صاحب خبر تو وہاں کے تار والے سے کہہ کر الگ ہو گیا۔ اس نے تار کو جنبش دی، اور کھٹکوں سے جن کے اطوار مختلفہ کو اپنی اصطلاح میں علامت حروف قرار دے رکھا ہے، اشاروں اشاروں میں عبارت بنائی۔ اب وہ بھی جدا ہو گیا۔ یہاں کے تار والوں نے ان کھٹکوں پر نظر کی، اور ضربات معلومہ سے جو فہم میں آیا، اسے نقوش معروفہ میں لایا۔ اب یہ بھی الگ رہا۔ وہ کاغذ کا پرچہ کسی ہر کارہ کے سپرد ہوا کہ یہاں پہنچا کر چلتا بنا۔ سبحان اللہ! اس نفیس روایت کا سلسلہ سند تو دیکھئے، مجھول عن مجھول نامقبول از نامقبول از نامقبول۔ اس قدر وسائط تو لابدی۔ پھر شاید کبھی نہ ہوتا ہو کہ معزز لوگ بذات خود جا کر تاریخیں۔ اب جس کے ہاتھ کہلا بھیجا،

مانیے وہ جدا واسطہ پھر فارم کی حاجت ہوئی، تو تحریر کا قدم درمیان، آپ انگریزی نہ آئے تو کسی انگریزی داں کی وساطت، ادھر تار کا بابو اردو نہ لکھے تو یہاں مترجم کی جد ضرورت۔ باایں ہمہ فصل زائد ہوا، اور تار وصل نہیں جب تو نقل در نقل کی گنتی ہی کیا ہے؟ وائے بے انصافی اس طریقہ تراشیدہ پر عمل کرنے والوں سے پوچھا جائے کہ ان سب وسائط کی عدالت و وثاقت سے کہاں تک آگاہ ہیں؟ حاشا للہ! نام بھی نہیں معلوم ہوتا۔ نام درکنار، اصل شمار و وسائط بتانا دشوار۔ سب جانے دیجیے، اسلام پر بھی عمل نہیں۔ اکثر ہنود وغیرہ کفار ان خدمات پر معین۔ غرض کوئی موضوع سے موضوع حدیث اس نفیس سلسلہ سے نہ آتی ہوگی، پھر ایسی خبر پر امور شرعیہ کی بنا کر نا علما تو علما ہیں، نہیں جانتا کہ کسی عاقل کا بھی کام ہو۔

تنبیہ چہارم: علما تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے بذریعہ خط خبر شہادت دینا، صرف قاضی شرع سے خاص۔ جسے سلطان نے فصل مقدمات پر والی فرمایا ہو۔ یہاں تک کہ حکم کا خط مقبول نہیں۔ غیر قضاة تو یہیں سے الگ ہوئے۔ رہے قاضی، ان کی نسبت صریح ارشاد کہ اس بارے میں نامہ قاضی کا قبول بھی اس وجہ سے ہے کہ صحابہ و تابعین نے برخلاف قیاس اس کی اجازت پر اجماع فرمایا۔ ورنہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا خط بھی انہیں وجوہ سے جو اوپر مذکور ہوئیں، مقبول نہ ہو اور پر ظاہر کہ جو حکم خلاف قیاس مانا جاتا ہے، مورد سے آگے تجاوز نہیں کرتا، اور دوسری جگہ اجراء محض باطل و فاحش خطا۔ پھر حکم قبول خط سے گزر کر تار تک پہنچنا کیوں کر روا؟ بلکہ حسب تصریحات علما اگر قاضی اپنا آدمی بھیجے بلکہ بذات خود ہی آکر بیان کرے، ہرگز نہ نین گے کہ اجماع تو دربارہ خط منعقد ہوا ہے۔ پیام اپیلچی و خود بیان قاضی اس سے جدا ہے۔ سبحان اللہ! پھر تار بے چارے کی کیا حقیقت کہ اسے کتاب القاضی پر قیاس کریں اور جہاں خود بیان قاضی شرعاً بے اثر وہاں بنائے احکام اس کے سر دھریں:

ع بین تفاوت رہ از کجاست ناکجا

اور جب شرعاً قاضی کا تار یوں بے اعتبار، تو اوروں کے تار کی جو ہستی ہے، وہ ہماری تقریر صدر سے آشکار۔ کہ مقبول الکتاب کا تار تو ناچیز، تو مردود الکتاب کا تار کیا چیز؟

تنبیہ پنجم: قاضی شرع کا نامہ بھی اس وقت مقبول، جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد و عورتیں عادل دار القضا سے یہاں آکر شہادت شرعیہ دیں کہ یہ خط بالیقین اسی قاضی کا ہے اور اس نے ہمارے سامنے لکھا ہے۔ ورنہ ہرگز قبول نہیں۔ اگرچہ ہم اس قاضی کا خط پہچانتے ہوں اور اس کی مہر بھی لگی ہو اور اس نے خاص اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجا بھی ہو۔

هدایہ میں ہے: یا یقبل الکتاب الا بشهادة رجلین او رجل و امرأتین .

سبحان اللہ! یہ خطوط یا تار جو یہاں آتے ہیں، ان کے ساتھ کون سے دو گواہ عادل آکر گواہی دیتے ہیں کہ فلاں نے ہمارے سامنے لکھا، یا تار دیا۔ مگر ہے یہ کہ ناواقفی کے ساتھ امور شرع میں بے جا مداخلت سب کچھ کراتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اخیر رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

اے عزیز! اس زمانہ فتن میں لوگوں کو احکام شرع پر سخت جرأت ہے۔ خصوصاً ان مسائل میں جنہیں حوادثِ جدیدہ سے تعلق و نسبت ہے جیسے تار برقی وغیرہ۔ سمجھتے ہیں کہ کتب ائمہ دین میں ان کا حکم نہ نکلے گا، جو مخالفت شرع کا الزام ہم پر چلے گا۔ مگر نہ جانا کہ علمائے دین شکر اللہ مساعیہم الجمیلہ نے کوئی حرف ان عزیزوں کے اجتہاد کو اٹھا نہیں رکھا ہے۔ تصریحاً تلویحاً تقریباً تا صیلاً سب کچھ فرما دیا ہے۔ زیادہ علم اسے ہے، جسے زیادہ فہم ہے اور انشاء اللہ العزیز زمانہ ان بندگانِ خدا سے خالی نہ ہوگا، جو مشکل کی تسہیل، معطل کی تسہیل، صعب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل سے ماہر ہوں۔ بحر سے صدف، صدف سے گہر، بذرت سے درخت، درخت سے ثمر نکلنے پر باذن اللہ قادر ہوں۔ لا خلا لکون عن افضالہم و کثر اللہ فی بلازنا من امثالہم آمین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین محمد و آلہ و صحبہ اجمعین و اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و حکمہ عز شانہ احکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ علیہ

وسلم

(۵۱) صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین (۱۴)

غیر مقلد حضرات کے مختصر کردہ مسائل میں سے ایک مصافحہ بھی ہے۔ جہاں ان لوگوں نے اذان، اقامت، نماز، روزہ کے مسائل کو شورٹ اور مختصر کر دیا۔ کلمات اقامت دو دو مرتبہ کہنے کے جگہ ایک ایک ہی مرتبہ پراکتفا کیا۔ وتر کی تین رکعتوں کو ایک کر دیا۔ تراویح کی بیس رکعتوں کو آٹھ بنا دیا۔ تین طلاقوں کو ایک کر ڈالا۔ مولود شریف، عرس، فاتحہ، ایصال ثواب کو ایک دم سے اوڑا دیا۔ وغیر ذالک من الاختصارات وہیں مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنے کی جگہ ایک ہاتھ سے مصافحہ انگریزوں کی طرح شیک ہینڈ (Shake Hand) کر دیا۔ ان کی یہ حرکات بعینہ اس برادری کے عالم کی ہے، جنہوں نے ازراہ عقل مندی بادشاہ کے پاس رسوخ حاصل کرنے کے لیے ایک مختصر سا قرآن نذر شاہی میں گزارا اور نہایت ہی فخر کے ساتھ اپنے کمال عقل کا ثبوت دینے کو کہا: حضور بادشاہ سلامت! میں نے جناب کی خدمت میں ایک ایسا بیش بہا تحفہ پیش کیا ہے کہ آج تک کسی نے نہ پیش کیا ہوگا۔ یہ قرآن کا مختصر ہے، جو خاص حضور کے لیے میں نہایت ہی محنت و عرق ریزی سے مرتب کیا ہے۔ تاکہ آپ کو آسانی ہو، اور وقت عزیز کا قرآن شریف پڑھنے میں زیادہ نہ صرف ہو۔ بادشاہ سلامت نے ازراہ تعجب اختصار کی صورت دریافت کی کہ کس اصول پر آپ نے اس کو شورٹ کیا ہے؟ مولوی صاحب موصوف نے نہایت ہی مسرت کے انداز میں فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ قرآن کی آیتیں بہت سی مکرر ہیں، اور ان کے بار بار پڑھنے میں حضور کا وقت بہت ضائع ہوتا ہے۔ اس لیے مکرر آیتوں کو میں نے حذف کر دیا۔ بادشاہ کو ان کی حماقت پر بہت غصہ آیا، مگر سمجھا کہ اس بے چارے کا قصور نہیں، بلکہ اس کی قلت عقل کا فتور ہے۔ بادشاہ نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے بہت ہی مسرت آمیز لہجہ میں کہا: واقعی آپ نے ایسا بے مثل تحفہ پیش کیا ہے کہ آج تک کسی نے نہ صرف مجھی کو بلکہ کسی بھی بادشاہ کو کسی نے پیش نہ کیا ہو، اور نہ آئندہ امید کہ کوئی ایسا تحفہ کسی کو پیش کر

سکے۔ ہم بھی ہل جزاء الاحسان الا الاحسان کے اصول پر آپ کو انعام بھی علاج بالمثل کے طرز پر دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ شاید ایسی جزا بھی کسی کو کسی بادشاہ نے نہ دی ہوگی، اور نہ امید ہے کہ آئندہ دے۔ یہ کہا اور جلا دیکو بلا کر حکم دیا کہ ان مولوی صاحب نے میرے لیے نہایت ہی محنت سے ایک نسخہ قرآن شریف کا لکھا ہے، جس میں آیات مکررات کو حذف کر کے مختصر کر دیا ہے۔ تم بھی مولوی صاحب کے اعضاء مکررہ کو حذف کر کے ان کو مختصر کر دو۔ چنانچہ حکم کی تعمیل فوراً ہی ہوئی اور دو کانوں میں سے ایک کان، دو آنکھوں میں سے ایک آنکھ، دو ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ، دو پاؤں میں سے ایک پاؤں حذف کر کے مولوی صاحب کو مختصر کر دیا گیا، تاکہ ہلکے پھلکے چلا کریں۔ اعضاء مکررہ کی زیرباری و باربرداری سے بچیں۔ عجیب نہیں کہ قیامت کے دن ان غیر مقلد حضرات کو دین کے مختصر کر دینے کی بھی یہی جزاے موافق عطا فرمائی جائے۔ ان اللہ و انالیہ راجعون۔

اور لطف یہ کہ دعویٰ عمل بالحدیث کا ہے۔ یعنی ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا ان کے نزدیک حدیث سے ثابت ہے اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ خلاف حدیث ہے۔ ان حضرات نے یہ دعویٰ بہت بلند آہنگی سے کیے، تو کسی نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی خدمت میں ۱۳۰۶ھ کو ایک استفتا اس مضمون کا پیش کیا۔

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ جائز ہے یا نہیں؟ اور آج کل جو غیر مقلد لوگ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں، اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کو ناجائز و خلاف احادیث جانتے ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے یا غلط؟۔

اعلیٰ حضرت نے اس دو سطر کے سوال کے جواب میں چالیس صفحے کا مستقل رسالہ تحریر فرمایا اور اس کا تاریخی نام صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین رکھا اور حسب عادت مستمرہ اس رسالہ کو بھی خطبہ فصیحہ بلیغہ سے شروع فرمایا۔

الحمد لله اللهم لك الحمد يا باسط الیدین بالرحمة تنفق كيف تشاء ÷ تصافح حمدك بمزيد

رفدك كما تعانق شكرك و العطا ÷ صل وسلم و بارك علی من یداه بحر النوال ÷ و منبعا

الزلال ÷ و جنتا البلاء ÷ و علی آله و صحبه و اهله و حزبه ما تصافحت الایدی عند اللقاء ÷

واشهد ان لا اله الا الله و حده لا شريك له ÷ و اشهد ان محمدا عبده و رسوله ÷ الباسط كفيه

بالجود و الصلة و علی اله و صحبه اولی الود و الاخاء ÷ و الفيض و السخاء ÷ فی العسر

و الرخا ÷ الی تصافح الاحباب و تعانق الاخلاء ÷ آمین الہ الحق آمین O

بے شک دونوں ہاتھوں سے مصافحہ جائز ہے۔ اکابر علمائے اس کے مسنون و مندوب ہونے کی تصریح فرمائی اور ہرگز ہرگز نام کو بھی کوئی حدیث اس سے ممانعت میں نہ آئی۔ جائز شرعی کی ممانعت و مذمت پر اترنا، شریعت مطہرہ پر افترا کرنا ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے امام فقیہ النفس قاضی خان کو خواب میں دیکھنے اور ان کے یہ ارشاد فرمانے کا تذکرہ کیا ہے کہ

”مستند ایساں حدیث انس ست اورا بمفہوم نیست“ یہ خواب بعینہ مبشرات و رؤیائے صادقہ میں مذکور ہے۔ اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں۔

خواب دیکھتے ہی آنکھ کھلی۔ نماز کا وقت تھا وضو میں مشغول ہوا۔ اثنائے وضو ہی میں خیال کیا تو یاد آیا کہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جامع ترمذی میں مروی کہ سائل نے عرض کی: فیأخذہ بیدہ و یصافحہ قال نعم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسلمان سے ملے تو کیا اس کا ہاتھ پکڑتے، اور مصافحہ کرتے؟ فرمایا: ہاں! اس میں لفظ یصد بصیغہ مفرد واقع ہے۔ لہذا ان صاحبوں کا محل استناد ٹھہرا۔ فاقول وباللہ التوفیق وہ احادیث مصافحہ جن میں لفظ یصد بصیغہ مفرد واقع ہوا، تین قسم ہیں۔

قسم اول: احادیث فضائل، جن میں مصافحہ کی فضیلت اور اس کی خوبیوں کا بیان ہے۔ مثلاً حدیث حذیفہ بن الیمان مروی طبرانی معجم اوسط، و بیہقی بسند صالح..... و حدیث سلمان فارسی مروی معجم کبیر طبرانی بسند حسن..... و حدیث انس مروی مسند امام احمد..... و حدیث براء بن عازب مروی مسند امام احمد، و مختارہ ضیا..... و حدیث براء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مروی سنن بیہقی بطریق یزید بن براء۔ جن کا مضمون یہ ہے جب مسلمان مسلمان سے مل کر سلام کرتا، اور ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے، ان کے گناہ جھڑتے ہیں، جیسے پیڑوں کے پتے۔ تو اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ الفاظ، وحدت یصد میں نص ہیں۔ تاہم ان حدیثوں میں منکرین کے لیے حجت نہیں۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ مقام ترغیب و ترہیب میں غالباً ادنیٰ کو ذکر کرتے ہیں کہ جب اس قدر پر یہ ثواب یا عقاب ہے، تو زائد میں کتنا ہوگا۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ زائد مندوب یا محذور نہیں۔

قسم دوم: وہ احادیث جن میں واقع جزئیہ کی حرکات ہے۔ یعنی حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم یا فلاں صحابی نے فلاں شخص سے یوں مصافحہ کیا۔ مثلاً حدیث حضرت بتول زہرا کہ سنن ابوداؤد میں بروایت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی..... و حدیث معجم کبیر طبرانی عن ابی داؤد الاعمی۔ انہوں نے کہا کہ براء بن عازب مجھے ملے، میرا ہاتھ پکڑا، اور مصافحہ کیا، اور میرے سامنے بنے۔

اقول: یہ بھی اصلاً قابل استناد نہیں۔ قطع نظر اس کے کہ حدیث طبرانی پایہ اعتبار سے ساقط ہے اور حدیث بتول زہرا میں منکرین کہ ہاتھ پکڑنا، بوسہ دینے کے لیے ہو۔ بہر حال ان میں نہیں، مگر واقع جزئیہ کی حکایت اور عقلاً و نقلاً مبرہن و ثابت کہ وہ حکم عام کو مفید نہیں۔ ہزار جگہ ائمہ دین کو فرماتے سنیے گا واقعہ حال لا عموم لها قضیة عین فلاتعم۔

قسم سوم: وہ روایات جو خاص کیفیت مصافحہ میں وارد ہیں، یہ البتہ قابل لحاظ ہیں۔ کہ اگر کچھ بوائے استناد نکل سکتی ہے تو انہیں میں ہے۔ یہ دو حدیثیں ہیں۔

حدیث اول: جامع ترمذی میں ہے، تجت کی تمامی سے ہے ہاتھ میں ہاتھ لینا۔

اقول: یہ حدیث بھی لائق احتجاج نہیں۔

اولاً:۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ جس میں عن خیشمہ عن رجل ایک مجہول واقع۔

ثانیاً:- امام بخاری نے یہ حدیث تسلیم نہ فرمائی۔ یحییٰ بن مسلم طائفی پر اس حدیث کا مدار۔ محدثین ان کا حافظہ برا بتاتے ہیں۔

ثالثاً:- اس سب سے درگزریے، تو یہ حدیث دونوں ہاتھ سے مصافحہ کا پتہ دیتی ہے۔ کہ اس میں اخذ بالید بصیغہ مفرد کو تمامی تحت کا ایک ٹکڑا رکھا ہے، نہ کہ اسی پر تمامی وانہتا ہے۔ تحت کی ابتداء اسلام، اور مصافحہ تمام اور ایک ہاتھ ملانا اسی تمامی کا ایک ٹکڑا۔

حدیث دوم: وہی حدیث انس رضی اللہ عنہ جس کی طرف امام قاضی خان نے اشارہ فرمایا۔ جامع ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں کوئی آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لیے جھکے؟ فرمایا: نا! عرض کی: اسے گلے لگائے، اور پیارے کرے؟ فرمایا: نا! عرض کی: اس کا ہاتھ پکڑے، اور مصافحہ کرے؟ فرمایا: ہاں! ترمذی نے اسے حسن بتایا۔ اس لیے امام ممدوح نے اسی کی تخصیص کی۔

اب جواب امام قاضی خان کی توضیح سنیے۔ ظاہر ہے کہ افرادِ بد سے اس حدیث خواہ کسی حدیث میں اگر نفی بیدین پر استدلال ہوگا، تو لاجرم بطریق مفہوم مخالف ہوگا اور وہ محققین کے نزدیک حجت نہیں۔

اولاً: قرآن عظیم میں ہے: بیدك الخیر O تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے۔ کیا اس کے یہ معنی ہیں؟ کہ تیرے ایک ہی ہاتھ میں بھلائی ہے۔ معاذ اللہ دوسرے میں نہیں۔

ثانیاً: احمد، بخاری، و مسلم، و ترمذی حضرت سعد بن مالک سے مرفوعاً راوی کہ بے شک اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا: اے جنت والو! عرض کریں گے: لیک یا ربنا و سعدیک و الخیر بیدیک اسی طرح تفسیر مقام محمود میں ہے: فاوّل مدعو محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیقول لیک و سعدیک و الخیر فی بیدیک یعنی سب سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا ہوگی۔ حضور عرض کریں گے: الہی! میں حاضر ہوں۔ خدمتی ہوں۔ تیرے دونوں ہاتھوں میں بھلائی ہے۔

ثالثاً: اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ قل ان الفضل بید اللہ کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ ایک ہی ہاتھ میں فضل ہے؟

رابعاً: فرماتا ہے۔ بیدہ ملکوت کل شئی اس کے ہاتھ میں ہے قدرت ہر چیز کی۔ کیا دوسرے ہاتھ میں مالکیت و

مقدرت نہیں؟ وغیر ذالک من الآیات والاحادیث .

(جواب دوم) بلکہ بارہا لفظ بید مفرد لاتے، اور دونوں ہاتھ مراد ہوتے ہیں۔*

(۱) ید اللہ مبسوطة

(۲) ید اللہ ملآن

(۳) ید اللہ ہی العلیا

(۴) المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ

ان سب میں یہی معنی مراد ہیں۔

(۵) حدیث عمل یدہ بھی ایسے ہی موقع پر وارد کہ غالباً کسب انسان دونوں ہاتھ سے ہوتا ہے۔

(۶) حاکم وغیرہ کی حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی: اللهم انی اسئلك من کل خیر بیدک و

اعوذ بک من کل شر خزائنہ بیدک .

(۷) صحیح بخاری میں حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے بارے میں ہے: ان داؤد النبی علیہ السلام کان لا

یاکل الا من عمل یدہ داؤد نبی علیہ السلام نہ کھاتے تھے مگر اپنے ہاتھ کے عمل سے۔

حالانکہ ان کا عمل زر ہیں بنانا تھا اور وہ دوہی ہاتھ سے ہوتا ہے۔

(جواب سوم) میں موارد استعمال و مواقع خاصہ سے استدلال کرتا ہوں۔ وہ قاعدہ ہی نہ ذکر کروں، جو خاص اس باب

میں ائمہ عربیت نے وضع کیا، اور ایسے الفاظ میں تشبیہ و افراد کے یکساں ہونے کا ہمیں عام ضابطہ دیا۔

علامہ زین بن جحیم نے خطبہ اشباہ میں فرمایا: اعملت بدنی بدنی اعمال الجدمابین بصری و یدی

ظنونی.....

اس پر علامہ ادیب احمد حموی نے فرمایا: مصنف نے لفظ ید کہا، اور مراد دونوں ہاتھ ہیں۔ کہ جب دو چیزیں آپس میں جدا نہ ہوتی ہوں، خواہ اصل پیدائش میں جیسے ہاتھ پاؤں آنکھ کان، یا اور طرح جیسے موزے جوتے دستانے (کہ جوڑا ہی مستعمل ہوتا ہے)۔ تو ان میں ایک کا ذکر دونوں کے ذکر کا کام دیتا ہے۔ کہتے ہیں آنکھ میں سرمہ لگایا اور مراد دونوں آنکھوں میں لگانا ہوتا ہے۔ یونہی نتھنے، قدم، موزے، کفش۔ کہتے ہیں میں نے موزہ پہنا اور مراد یہ کہ دونوں موزے پہنے۔ جیسا کہ شرح حماسہ میں

ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ محاورہ نہ فقط عرب بلکہ فارس و ہند میں بھی بعینہا رائج جیسا کہ مطالعہ اشعار سابقین و لاحقین سے واضح

دلائل..... اب تو اوہام جاہلانہ کا کوئی محل نہ رہا اور حدیث سے استناد کا بھرکھل گیا۔ والحمد لله رب العالمین

(جواب چہارم) سب سے قطع نظر کیجیے اور مان لیجیے کہ لفظ الید کا مفہوم مخالف نفی یدین ہے۔ تاہم حدیث مذکور میں

اس مفہوم کی گنجائش نہیں کہ وہاں تو لفظ ید بصیغہ مفرد کلام امجد سید اوح صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے ہی نہیں، سائل کے کلام میں ہے۔

اس نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کا حکم پوچھا: کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کا جواب

ارشاد فرما دیا کہ ہاں جاتز ہے۔ یہاں نہ دو ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر، نہ اس سے سوال۔ پھر اس کلام سے اس کی نسبت حکم نفی نکالنا

محض خیال محال۔ دنیا بھر کے مفہوم مخالف ماننے والے بھی یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ کلام کسی سوال کے جواب میں نہ آیا ہو۔ ورنہ

بالاجماع نفی تاکید ماعدا مفہوم نہ ہوگی..... یہ دوسرے معنی ہیں کلام امام قاضی خان قدس سرہ کے کہ ”اور مفہوم نیست“ یعنی اس

حدیث میں مفہوم مخالف کا سرے سے محل ہی نہیں۔

(جواب پنجم) یہ اس وقت ہے کہ حدیث مذکور کو قابل احتجاج مان بھی لیں۔ ورنہ وہ ہرگز نہ صحیح، نہ حسن بلکہ ضعیف منکر ہے۔ مدار اس کا حنظلہ بن عبداللہ سدوسی پر اور یہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔
امام یحییٰ بن قطان نے کہا: میں نے اسے عمداً متروک کیا۔ صحیح المواس نہ رہا تھا..... امام احمد نے فرمایا: ضعیف منکر الحدیث ہے تعجب خیز روایات لاتا ہے۔

بالجملہ بحمد اللہ تعالیٰ آفتاب روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ منکرین کے ہاتھ میں اصلاً کوئی حدیث نہیں، جس میں ان کے قول کی بو بھی آتی ہو، ثبوت ممانعت تو بڑی چیز ہے اور اگر یہ حدیثیں اور ان جیسی ہزار اور ہوں، اور وہ بالفرض سب صحاح و حسان ہوں۔ تاہم تحقیقات بالانے روشن کر دیا کہ اصلاً مفید انکار نہ ہوں گی۔ یہ کسی حدیث میں دکھائیں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو منع کیا ہو۔ یا ارشاد فرمایا ہو کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو۔ اس کے بغیر ثبوت ممانعت کا دعویٰ محض ہوس پکانا ہے۔ یا جنون خام۔ والمحمد اللہ ولی الانعام۔

اب رہا یہ کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا ثبوت کیا ہے؟

اولاً: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی کہ انہوں نے فرمایا: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے کر مجھے التحیات تعلیم فرمائی۔

امام بخاری نے مصافحہ کے لیے جو باب وضع کیا، اس میں سب سے پہلے اسی حدیث کا نشان دیا پھر اسی باب مصافحہ کے برابر دوسرا باب وضع کیا۔ باب الاخذ بالیدین اس میں بھی وہی حدیث ابن مسعود مسند روایت کی..... اگر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ لینا مصافحہ نہ تھا، تو اس حدیث کو باب المصافحہ سے کیا تعلق ہوتا۔ ہاں! اگر منکرین امام بخاری کی نسبت بھی کہہ دیں کہ وہ حدیث غلط سمجھتے تھے، ہم ٹھیک سمجھتے ہیں۔ تو وہ جانیں اور ان کا کام۔ رہا بعض جہلا کا یہ کہنا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تو ایک ہی ہاتھ تھا۔ یہ محض جہالت و ادعائے بے ثبوت ہے۔ دونوں طرف سے دونوں ہاتھ ملائے جائیں، تو ہر ایک کا ایک ہی ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں میں ہوگا، نہ کہ دونوں اور جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دونوں ہاتھ کا ثبوت ہوا۔ تو ابن مسعود کی طرف سے ثبوت نہ ہونا، کیا زیر نظر رہا؟

ثانیاً: اکابر علماء عامہ کتب میں تصریح فرماتے ہیں: يجوز المصافحه والسنة فيها ان يضع يديه من غير حائل من ثوب او غيره یعنی مصافحہ کرنا جائز ہے اور سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ بغیر حائل کپڑا وغیرہ کے رکھے۔
شیخ محقق شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: مصافحہ سنت است نزد ملاقات و باند کہ بہر دو دست بود۔

ثالثاً: صحیح بخاری کے اسی باب میں ہے: صافح حماد بن زيد ابن المبارک بیدیه امام حماد نے عبداللہ بن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

تاریخ امام بخاری میں ہے: میں نے حماد بن زید کو دیکھا، اور ابن مبارک ان کے پاس مکہ معظمہ میں آئے تھے، تو انہوں

نے ان سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا..... یہ حماد بن زید اجلہ ائمہ تبع تابعین سے ہیں اور اجلہ ائمہ محدثین و علمائے مجتہدین اساتذہ امام بخاری و مسلم اس جناب کے شاگرد ہوئے اور دوسرے صاحب حضرت امام الانام علم الہدی شیخ الاسلام عبداللہ بن مبارک کا تو ذکر ہی کیا ہے؟ عالم میں کون سا قدرے لکھا پڑھا ہے، جو اس جناب کی جلالت شان و رفعت مکان سے آگاہ نہیں۔ علمائے دین فرماتے ہیں کہ تمام جہان کی خوبیاں اللہ تعالیٰ نے ان میں جمع فرمادی تھیں۔ علامہ زرقانی نے لکھا کہ علماء فرماتے ہیں: جہاں عبداللہ بن مبارک کا ذکر ہوتا ہے، وہاں رحمت الہی اترتی ہے..... بحوالہ صحیح بخاری ایسے دو امام جلیل تبع تابعین سے دونوں ہاتھ کا مصافحہ ثابت کر دیا۔ مخالف بھی تو کہیں سے ممانعت ثابت کرے۔

دابعاً: ان حضرات کی عادت ہے کہ جس امر پر اپنی قاصر نظر، ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے، اس پر بے اصل و بے ثبوت ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں۔ حضرت سے کوئی پوچھے ”کے آمدی و کے پیر شدی؟“ بڑے بڑے اکابر محدثین ایسی جگہ لم ار ولم اجد پر اکتفا کرتے ہیں۔ یعنی ہم نے نہ دیکھی، ہمیں نہ ملی۔ نہ کہ تمہاری طرح عدم وجدان کو عدم وجود کی دلیل ٹھہرا دیں۔ لاکھوں حدیثیں علماء اپنے سینوں میں لے گئے۔ امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ یاد تھیں..... امام مسلم کو تین لاکھ حدیثیں۔ پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں..... امام احمد کو دس لاکھ حدیثیں محفوظ تھیں۔ مسند میں فقط تیس ہزار ہیں۔

خیر! ایک درجہ تو یہ ہوا کہ لاکھوں حدیثیں اصلاً تدوین میں بھی نہ آئیں..... درجہ دوم اب جو حدیثیں تدوین میں آئیں، ان میں سے فرمائے کتنی باقی ہیں۔ صد ہا کتابیں کہ ائمہ دین نے تالیف فرمائیں۔ محض بے نشان ہو گئیں اور آج سے نہیں ابتدا ہی سے ہے..... امام مالک کے زمانے میں اسی علمائے موطا لکھیں۔ پھر سوائے موطا امام مالک، و موطا ابن وہب کے اور بھی کسی کا پتہ باقی ہے؟..... امام مسلم کے زمانہ کو حاکم کے زمانہ سے ایسا کتنا فاصلہ تھا؟ پھر بعض تصانیف مسلم کے متعلق حاکم نے کہا کہ معدوم ہیں۔ غرض صد ہا بلکہ ہزار ہا تصانیف ائمہ کا کوئی نشان نہیں دے سکتا۔ مگر اتنا کہ تذکروں، تاریخوں میں نام لکھا رہ گیا..... درجہ سوم اس سے بھی گزرے۔ جو کتابیں باقی رہیں، ان میں سے اس خراب آباد ہند میں کے پائی جاتی ہیں؟ ذرا کوئی حضرت غیر مقلد صاحب اپنے یہاں کی کتب حدیث کی فہرست تو دکھائیں کہ معلوم ہو کہ کس پونجی پر یہ اونچا دعویٰ ہے؟..... درجہ چہارم اب سب کے بعد یہ فرمانا ہے کہ جو کتابیں ہندوستان میں ہیں، ان پر حضرات مدعیین کو کہاں تک نظر ہے؟ اور ان کی حدیث کس قدر محفوظ ہیں؟ سبحان اللہ! کیا صرف اتنا کافی ہے؟ کہ جو مسئلہ پیش آیا، اسے خاص اسی کے باب میں دو چار کتابوں میں جو ان کے پاس ہیں، دیکھ بھال لیا، اور اپنے زعم باطل میں جو حدیث نہ ملی، تو بے ثبوت ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ حالانکہ بارہا ایسا ہوتا ہے۔ حدیثیں کتابوں میں موجود ہیں، اور اجلہ ائمہ کونہ ملیں۔ مثلاً حدیث ”اختلاف امتی رحمة“ امام سیوطی نے جامع صغیر میں ذکر فرمائی، اور کوئی مخرج نہ بتا سکے۔ وہ اپنے نہ پانے پر یوں فرماتے ہیں کہ شاید یہ حدیث ان کتب ائمہ میں تخریج ہوئی جو ہمیں نہ ملیں۔ اس کے بعد علامہ مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھا: الامر کذا لک۔ پھر اس کی تخریج بتائی کہ بیہتی نے مدخل اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت ابن عباس روایت کی۔ اسی طرح حدیث الوضو علی

الوضو نور کی نسبت امام منذری نے تصریح کی: لم تقف علیہ حالانکہ مسند امام رزین میں موجود ہے۔ وفس علی
ہذا۔

یہاں مقصود اسی قدر کہ مدعی آنکھیں کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمال علم و احاطہ نظر کا دعویٰ ہے؟ کیا ان ائمہ سے غفلت
ہوئی، اور تم معصوم ہو؟ کیا ممکن نہیں کہ حدیث انہیں کتابوں میں ہو، اور تمہاری نظر سے غائب رہے؟ مانا کہ ان کتابوں میں نہیں،
پھر کیا سب کتابیں تمہارے پاس ہیں؟ ممکن ہے کہ ان کتابوں میں ہو جو اور بندگان خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں۔ مانا
کہ ان میں بھی نہیں، پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہو گئی تھیں؟ ممکن کہ ان احادیث میں ہو، جو علما اپنے سینوں میں
لے گئے۔ پھر ہلدی کی گرہ پر پنساری بننا کس نے مانا؟ اپنے نہ پانے کو نہ ہونے کی دلیل سمجھنا، اور عدم علم کو علم بالعدم ٹھہرا لینا کیسی
سخت سفاہت ہے؟..... وجہ پنجم ان سب سے گزریے۔ بفرض ہزار ہزار باطل تمام جہاں کی اگلی پچھلی سب کتب حدیث آپ
کی الماری میں بھری ہیں، اور ان سب کے آپ پورے حافظ ہیں، آنکھیں بند کر کے ہر حدیث کا پتہ دیتے ہیں، پھر حافظ جی
صاحب! یہ تو طوطے کی طرح ”حق اللہ، پاک ذات اللہ کی“ یاد ہوئی۔ فہم حدیث کا منصب ارفع و اعلیٰ کدھر گیا؟ لاکھ بار ہوگا کہ
ایک مطلب کی حدیث انہیں احادیث میں ہوگی، جو آپ کو بزبان یاد ہیں اور آپ کے خواب میں بھی خطرہ نہ گزرے گا کہ اس
سے وہ مطلب نکلتا ہے۔ آپ کیا اور آپ کے علم و فہم کی حقیقت کتنی؟ اکابر اجلہ محدثین یہاں آ کر زانو ٹیک دیتے ہیں، اور
فقہائے کرام کا دامن پکڑتے ہیں۔

حفظ حدیث فہم حدیث کو مستلزم نہیں۔ امام ابن حجر کی شافعی ”خیرات الحسان“ میں فرماتے ہیں: کسی نے امام اعمش سے
کچھ مسائل پوچھے، ہمارے امام اعظم اس زمانہ میں انہیں امام اعمش سے حدیث پڑھتے تھے، حاضر مجلس تھے۔ امام اعمش نے وہ
مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے۔ امام نے فوراً جواب دیئے۔ امام اعمش نے کہا: یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے؟
فرمایا: ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنے ہیں اور وہ حدیث مع سند روایت فرمادیں۔ امام اعمش نے کہا: بس
کیجیے! جو حدیثیں میں نے سودن میں آپ کو سنا ہیں، آپ گھڑی بھر میں مجھے سنا دیتے ہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں
میں یوں عمل کرتے ہیں؟ اے فقہ والو! تم طیب ہو، اور ہم محدث لوگ عطار ہیں اور اے ابوحنیفہ! تم نے تو حدیث و فقہ دونوں
کنارے لے لیے۔ والحمد للہ۔

خامساً: بالفرض مان ہی لیجئے کہ حدیث واقع میں مروی نہ ہوئی۔ پھر کہاں عدم نقل اور کہاں نقل عدم؟ فتح القدیر میں

ہے: عدم النقل لا ینفی الوجود۔

سادساً: یہ بھی سہی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس فعل کا نہ کرنا ثابت۔ پھر نہ کرنا اور بات ہے، اور منع فرمانا اور

بات۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں: نہ کردن چیزے دیگر است و منع فرمودن چیزے دیگر۔ پھر
کیسی جہالت ہے کہ نہ کرنے کو منع کرنا ٹھہرا رکھا ہے؟۔

سابعاً: مصافحہ امور معاشرت سے ایک امر ہے جس سے مقصود شرع باہم مسلمانوں میں از یاد رفت اور ملتے وقت اظہار انس و محبت ہے اور بے شک یہ امور عرف و عادت قدیم پر مبنی ہوتے ہیں۔ جو امر جس طرح جس قوم میں رائج، اور ان کے نزدیک الفت و موانست، اور اس کی زیارت پر دلیل ہو، وہ عین مقصود شرع ہوگا، جب تک بالخصوص اس میں کوئی نہی وارد نہ ہو۔ حدیث میں ہے: جو مسلمان مسلمان سے مل کر مر جا کہے، اور ہاتھ ملائے، ان کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ پھر بلادِ عجمیہ میں اس کا رواج نہیں۔ فارس میں اس کی جگہ خوش آمدی کہتے ہیں اور ہندوستان میں آئیے! آئیے! تشریف لائیے! اور اس کے مثل کلمات..... اب کوئی عاقل اسے مخالفت حدیث و مزاحمت سنت نہ جانے گا۔ رات دن دیکھا جاتا ہے کہ خود حضرات منکرین میں دوستوں کے ملتے وقت اسی قسم کے الفاظ کا استعمال ہے۔ یہ کیوں نہیں بدعت و ممنوع و خلاف سنت قرار پاتے؟ تو وجہ کیا کہ اصل مقصود شرع وہی اظہار خوش دلی بغرض از یاد محبت ہے۔ یہ مطلب عرب میں لفظ مرحبا سے مفہوم ہوتا تھا، یہاں ان لفظوں سے ادا کیا جاتا ہے۔ خود مصافحہ بھی شرع مطہر کا اپنا وضع فرمایا ہوا نہیں، بلکہ اہل یمن آئے، انہوں نے اپنے رسم کے مطابق مصافحہ کیا۔ شرع نے اس رسم کو اپنے مقصود یعنی اختلاف مسلمین کے موافق پا کر مقرر رکھا۔ اگر رسم کسی اور طرح سے ہوتی، اور اس کی خصوصیت میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا، تو شرع اسے مقرر رکھتی اور ایسے ہی وعدہ ہائے ثواب اس پر فرماتی۔

ثامناً: جو امر نو پیدا کسی سنت ثابتہ کی ضد واقع ہو، اور اس کا فعل سنت کا مزیل و رافع ہو، وہ بے شک ممنوع و مذموم ہے۔ جیسے السلام علیکم کی جگہ آج کل عوام ہند میں آداب، مجرا، کورنش، بندگی کا رواج ہے۔ اگر غریب بندے بعض معززوں سے بطریق سنت السلام علیکم کہیں، تو معززین اپنے حق میں گویا گالی سمجھیں۔ اس احداث نے ان سے سنت سلام اٹھادی۔ یہ بے شک ذم و انکار کے لائق ہے اور مصافحہ سے اظہار محبت و از یاد رفت مقصود، تو دوسرے ہاتھ کی زیادت کہ ہرگز اس کے منافی نہیں، بلکہ بحسب عرف بلد مؤید و موکد ہے، زہار ممنوع نہیں ہو سکتی۔

تاسعاً: دونوں ہاتھوں سے مصافحہ مسلمانوں میں صد ہا سال سے متوارث، اور اس کا زمانہ تبع تابعین میں ہونا بھی معلوم ہولیا۔ خود ائمہ تبع تابعین نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ تمام بلاد اسلام مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ سے ہند و سندھ تک علماء، عوام اہل اسلام دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں اور جو بات مسلمانوں میں متوارث ہوئی، بے اصل نہیں ہو سکتی۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں: وہ متوارث ہے اور ایسی چیز کے لیے کوئی خاص سند درکار نہیں ہوتی۔

عاشراً: حدیث شریف میں ہے: لوگوں سے وہ برتاؤ کرو، جس کے وہ عادی رہے ہوں۔ لہذا ائمہ دین ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں میں جو امر رائج ہو، جب تک اس سے صریح نہی ثابت نہ ہو، ہرگز اس میں خلاف نہ کیا جائے، بلکہ انہیں کی عادت و اخلاق کے ساتھ ان سے برتاؤ چاہیے۔ بلکہ اور ان کی خواہی نہ خواہی مخالفت کرنی شرعاً مکروہ ہے۔

مولانا عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: خروج از عادت اہل بلد موجب شہرت و مکروہ است۔ اعلیٰ حضرت اخیر رسالہ میں فرماتے ہیں:-

یہ چند جملے ہیں کہ بطریق اختصار بر سبیل ارتجال زبان قلم سے سرزد ہوئے۔ امید کرتا ہوں کہ مسئلہ مصافحہ بالیدین میں یہ مباحث رائقہ و اجاث فائقہ خاص قلم فقیر کا حصہ ہوں۔ والحمد لله رب العالمین و الصلاة والسلام علی سید المرسلین و الہ و صحبہ اجمعین واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم.....

(۵۳) التحبیر بباب التقدير (۱۵)

شریعت محمدیہ علی صاحبہا الوف الاف السلام والنجیۃ اپنے جملہ اصول و فروع میں اعلیٰ درجہ کامل، جامع فوائد نقلیہ اور مصالح حکمیہ ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ بحکم ادخلوا فی السلم کافہ ○ تمام مسائل کو مانے، اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرے، اور قرآن و حدیث پر پورے طریقہ پر ایمان لائے، اور جملہ آیتوں کو ماننا اپنا نصب العین قرار دے۔ جتنے فرقے گمراہ، اور بے دین ہوئے، ان کی گمراہی کا اصل سبب بعض آیات پر ایمان لانا، بعض دوسری سے چشم پوشی کر لینا ہے۔ مثلاً

قدریہ: آیت کریمہ: وما ظلمنہم ولكن كانوا انفسهم يظلمون ○ پر ایمان لائے۔ یعنی ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اس آیت کو مان کر انہوں نے یہ اعتقاد رکھا کہ تقدیر کوئی چیز نہیں۔ انسان جو چاہتا ہے خود کرتا ہے اور اس آیت کریمہ: واللہ خلقکم وما تعملون ○ سے چشم پوشی کر لی۔ یعنی اللہ نے پیدا کیا تم کو اور تمہارے عمل کو..... معلوم ہوا کہ اللہ جیسے انسانوں کا خالق ان کے افعال و اعمال کا بھی خالق ہے۔ انسان اپنے افعال میں مستقل نہیں کہ جو چاہیں کریں، مشیت ایزدی کو اس میں کچھ دخل نہ ہو۔ اسی طرح

جبریہ: آیت کریمہ: وما تشاؤون الا ان يشاء الله رب العالمين ○ پر ایمان لائے۔ یعنی تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ وہ سارے جہاں کا پالنے والا ہے اور اس آیت کریمہ ذالک جزینہم بغيہم وانا لصدقون ○ سے چشم پوشی کر لی۔ یعنی یہ جزا دیا، ہم نے ان کو ان کی سرکشی کے سبب اور یقیناً ہم سچے ہیں..... تو پہلی آیت کی بنا پر انہوں نے اعتقاد کیا کہ انسان کچھ نہیں کرتا، وہ مجبور محض ہے۔ جو کچھ کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ اسی طرح

خوارج: اس آیت کریمہ وان الفجار لفي جحيم ○ يصلونها يوم الدين ○ پر ایمان لائے۔ یعنی بے شک جہنم میں ہیں قیامت کے دن اس میں داخل ہوں گے..... اس سے عقیدہ قائم کیا کہ گناہ کبیرہ کی سزا ضرور ملے گی، کبیرہ کا مرتکب جہنم میں جائے گا اور اس آیت کریمہ ان الله يا يغفر ان يشرك به و يغفر ما دون ذلك لمن يشاء ○ یعنی بے شک اللہ نہیں بخشتا ہے شرک کو اور شرک سے نیچے کا گناہ جس شخص کا چاہے بخش دیتا ہے..... اس آیت سے چشم پوشی کر لی۔ اسی طرح بے دین

مرجیہ: آیت کریمہ لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعاً ○ پر ایمان لائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ شک اللہ سب گناہوں کو بخش دے گا اور اسی بنا پر یہ عقیدہ رکھا کہ ایمان کے بعد کوئی برا عمل نقصان نہیں

دیتا۔ جس طرح کفر کے ساتھ کوئی اچھا کام مفید آخرت نہیں اور اس آیت کریمہ میں من يعمل سوء ایجزبه O سے چشم پوشی کر لی۔ یعنی جو شخص برا کام کرے گا اس کی سزا دی جائے گی..... اسی طرح

وہابیہ: اس آیت کریمہ لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا هو O پر ایمان لائے۔ یعنی آسمان و زمین میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس بنا پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی کر ڈالی اور صاف لکھ دیا کہ علم غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے، اس لفظ کا اطلاق غیر خدا پر کسی تاویل سے بھی ہو، ایہام شرک سے خالی نہیں اور ان آیات لا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول O نہیں غالب کرتا ہے اپنے غیب پر کسی کو مگر جسے پسند کرے اپنے رسول سے۔ ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولكن اللہ یجتبیٰ من رسلہ من یشاء O وہ نہیں کہ ایسے عام لوگوں کو غیب پر مطلع کر دے اور لیکن جن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جس کو چاہے اور وہاں علی الغیب بضنین O یعنی نہیں ہے یہ رسول غیب کی بات بتانے میں بخیل۔ و علمک ما لم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیماً O اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ پر بڑا ہے۔ تلک من انباء الغیب نوحیٰ الیک O یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو آپ کی طرف وحی کرتے ہیں سے آنکھیں میچ لیں۔

غرض تقدیر و تدبیر کے مسئلہ میں بھی لوگ دو گروہ ہو گئے ہیں۔

ایک کا عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ کام بھلایا برا ہوتا ہے، سب خدا کی تقدیر سے ہوتا ہے اور جب کسی کام کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا، تو بندہ اس کے خلاف کیوں کر سکتا ہے؟ بس انسان مجبور محض ہے۔ اس سے باز پرس کیوں کر ہو سکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیا، فلاں کیوں نہیں کیا؟ تدبیر کوئی چیز نہیں، بالکل واہیات ہے۔ جو شخص اپنے اطفال کو پڑھاتے لکھاتے ہیں، وہ جھک مارتے ہیں۔

اور دوسرا گروہ بالکل اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت و جماعت نے دو رسالے لکھ کر ان دونوں کا بہترین فیصلہ اور ان دونوں معصل و مشکل مسئلوں پر بے مثل روشنی ڈالی اور تحقیق فرمائی ہے۔ ایک کا نام التحبیر بباب التدبیر اور دوسرے کا تلج الصدر لایمان القدر ہے۔ دونوں رسالوں کے دیکھنے سے حق واضح ہو جاتا ہے۔

رسالہ التحبیر کی ابتدا حسب عادت مستمرہ اس خطبہ سے فرمائی ہے۔

الحمد لله الذی قدر الکائنات ÷ وربط بالاسباب المسیات ÷ والصلاة والسلام علی سید المتوکلین سرا وجہرا ÷ و امام العالمین والمدبرات امرا ÷ و علی آلہ و صحبہ الذین باطنہم توکل ÷ و ظاہرہم فی الکد و العمل.....

فی الواقع عالم میں جو کچھ ہوتا ہے، سب اللہ جل جلالہ کی تقدیر سے ہے۔ قال تعالیٰ: کل صغیر و کبیر مستطور O و

قال تعالیٰ: و کل شئی احصینہ فی امام مبین O وقال تعالیٰ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین O الی غیر ذلک من الآیات والاحادیث مگر تدبیر زہار معطل نہیں۔ دنیا عالم اسباب ہے۔ رب جل مجدہ نے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اس میں مسببات کو اسباب سے ربط دیا، اور سنت الہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے بعد مسبب پیدا ہو۔ جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا، کفار کی خصلت ہے۔ یوں ہی تدبیر کو محض عبث و مطرود و فضول و مردود بتانا، کسی کھلے گمراہ، یا سچے مجنون کا کام ہے۔ جس کی رو سے صدہا آیات و احادیث سے اعراض، اور انبیاء و صحابہ و ائمہ و اولیاء سب پر طعن و اعتراض لازم آتا ہے۔ حضرات مرسلین صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہم اجمعین سے زیادہ کس کا توکل؟ اور ان سے بڑھ کر تقدیر الہی پر کس کا ایمان؟ پھر وہ بھی ہمیشہ تدبیر فرماتے، اور اس کی راہیں بتاتے، اور خود کسب حلال میں سعی کر کے رزق طیب کھاتے۔

حضرت داؤد علیہ السلام زرہیں بناتے۔

موسیٰ علیہ السلام نے دس برس شعیب علیہ السلام کی بکریاں اجرت پر چرائیں۔

خود حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال بطور مضاربت لے کر شام کو تشریف فرما ہوئے۔

حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ..... عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بڑے نامی تاجر تھے..... امام اعظم بزازی کرتے۔

بلکہ کوئی منکر تدبیر، تدبیر سے خالی نہیں ہوتا۔ ہم نے فرض کیا کہ وہ زراعت، تجارت، نوکری، حرفت کچھ نہ کرتا ہو، آخر اپنے لیے کھانا پکاتا، یا پکواتا ہوگا۔ آٹا پیسنا، گوندھنا، پکانا، یہ کیا تدبیر نہیں؟ یہ بھی جانے دیجیے۔ اگر بغیر اس کے سوال یا اشارہ و ایما کے خود بخود پکی پکائی اسے مل جاتی ہو، تاہم نوالہ بنانا، منہ تک لانا، چبانا، نگلنا، یہ بھی تدبیر..... تدبیر کو معطل کرے، تو اس سے بھی باز آئے کہ تقدیر الہی میں زندگی لکھی ہے، تو بے کھائے جیے گا۔ یا قدرت الہی سے پیٹ بھر جائے گا۔ یا خود بخود معدے میں چلا جائے گا۔ ورنہ ان باتوں سے بھی کچھ حاصل نہ ہوگا کہ مذہب اہل سنت میں پانی پیاس بجھاتا ہے، نہ کھانا بھوک کھوتا ہے۔ بلکہ یہ سب اسباب عادیہ ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے مسببات کو مربوط فرمایا اور اپنی عادت جاریہ کے مطابق ان کے بعد سیری و سیرابی پیدا فرماتا ہے۔ وہ نہ چاہے، تو گھڑے چڑھائے، دھڑیوں (کثرت سے) کھا جائے، کچھ مفید نہ ہوگا۔ آخر مرض استسقا و جوع البقر میں کیا ہوتا ہے؟ وہی کھانا پانی جو پہلے سیر و سیراب کرتا تھا، اب کیوں محض بے کار جاتا ہے؟ اور اگر وہ چاہے تو بے کھائے پیے بھوک پیاس، پاس نہ آئے۔ جیسے زمانہ دجال میں اہل ایمان کی پرورش فرمائے گا اور ملائکہ کا بے آب و غذا زندگی گزارنا کسے نہیں معلوم؟ مگر یہ انسان میں خرق عادت ہے، جس پر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا جہل و حماقت۔ یہاں تک کہ اگر تقدیر پر بھروسے کا جھوٹا نام کر کے خور و نوش نہ کرنے کا عہد کر لے، اور بھوک پیاس سے مر جائے، تو بے شک حرام موت مرے، اور اللہ تعالیٰ کا گنہ گار ٹھہرے۔

مرگ بھی تو تقدیر سے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا: **ولا تلقوا بأيديكم الى التهلكة** O اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو۔

گرچہ مردن مقدرست ولے بتو مردردہان اژدرہا

ہم نے مانا! کہ منکر تقدیر اپنے دعویٰ پر ایسا مضبوط ہو کہ یک لخت ترک اسباب کر کے، پیمان واثق کر لے کہ اصلاً دست و پا نہ ہلائے گا، نہ اشارۃ نہ کنایۃ کسی تدبیر کے پاس جائے گا، خدا کے حکم سے پیٹ بھرے تو بہتر، ورنہ مرنا قبول۔ تاہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا۔ یہ کیا تدبیر نہیں؟ کہ دعا خود موثر حقیقی کب ہے؟ صرف حصول مراد کا ایک سبب ہے اور تدبیر کا ہے کا نام ہے؟ رب جل جلالہ فرماتا ہے: **ادعونی استجب لکم** O مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ وہ قادر تھا کہ بے دعا مراد بخشے۔ پھر اس تدبیر کی طرف کیوں ہدایت فرمائی؟ بلکہ خلافت و سلطنت و قضا و جہاد و حدود و قضا و غیر ہا یہ تمام امور شرعیہ، عین تدبیر ہیں۔ کہ انتظام عالم و ترویج دین و دفع مفسدین کے لیے اس عالم اسباب میں مقرر ہوئے۔

اس مضمون کو اعلیٰ حضرت نے گیارہ آیت کریمہ سے مدلل کر کے فرمایا ہے:-

بلکہ اور ترقی کیجیے تو نماز و روزہ، حج و زکوٰۃ وغیر ہا تمام اعمال دیدیہ خود ایک تدبیر اور رضائے الہی و ثواب نامتناہی ملنے، اور

عذاب و غضب سے نجات پانے کے اسباب ہیں۔ قال تعالیٰ: **ومن اراد الآخرة و سعى لها سعيها و هو مؤمن فاولئك كان سعيهم مشكورا** O اگرچہ ازل میں ٹھہر چکا کہ فریق فی الجنة و فریق فی السعير O پھر بھی اعمال فرض کیے کہ جس کے مقدر میں جو لکھا ہے، اسے وہی راہ آسان اور اس کے اسباب مہیا ہو جائیں گے۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ اگر تدبیر مطلقاً مہمل ہو تو دین و شرائع و انزال کتب و ارسال رسل و ایقان فرائض و اجتناب محرمات منعاذ اللہ سب لغو و فضول و عبث ٹھہریں۔ آدمی کی رسی کاٹ کر بجا کر دیں۔ دین و دنیا سب یک بارگی برہم ہو جائیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

نہیں! نہیں! بلکہ تدبیر بے شک مستحسن ہے اور اس کی بہت صورتیں مندوب و مسنون ہیں۔ جیسے دوا و دعا۔ حدیث میں ہے: **لا یرد القضاء الا الدعاء** تقدیر کسی چیز سے نہیں ٹلتی مگر دعا سے۔ یعنی قضائے معلق۔ دوسری حدیث میں ہے: **تداو و عباد اللہ فان اللہ لم یضع داء الا وضع له دواء غیر داء واحد الہرم خدا کے بندو! دوا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہ رکھی جس کی دوا نہ بنائی ہو مگر ایک مرض یعنی بڑھا پا..... اور تدبیر کی بعض صورتیں فرض قطعی ہیں۔ جیسے فرائض کا بجا لانا، محرمات سے بچنا، بقدر سدر متق کھانا پینا، یہاں تک کہ اس کے لیے بحالت مخمضہ شراب و مردار کی اجازت دی گئی۔ اسی طرح جان بچانے کی کل تدبیریں، اور حلال معاش کی سعی و تلاش، جس میں اپنے اور اپنے متعلقین کے تن، پیٹ کی پرورش ہو۔ حدیث شریف میں ہے: **طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة آدمی پر فرض کے بعد دوسرا فرض یہ ہے کہ کسب حلال کی تلاش کرے۔****

اس مضمون کو اعلیٰ حضرت نے بکثرت احادیث سے ثابت فرمایا ہے اور اس کے بعد تحریر فرمایا کہ:
ان احادیث سے ثابت ہوا کہ تلاش حلال و فکر معاش و تعاطی اسباب ہرگز منافی توکل نہیں، بلکہ عین مرضی الہی ہے۔ کہ
آدمی تدبیر کرے، اور بھروسہ تقدیر پر رکھے۔ اسی لیے جب ایک صحابی نے عرض کی کہ اپنی اونٹنی چھوڑ دوں اور خدا پر بھروسہ
رکھوں، یا اسے باندھوں اور خدا پر توکل کروں؟ ارشاد فرمایا: قید و توکل باندھ دے اور خدا پر تکیہ کر۔

ع بر توکل زانوائے اشتر ہند

خود حضرت عزت جل مجدہ نے قرآن عظیم میں تلاش و تدبیر اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے کی ہدایت فرمائی۔ قال تعالیٰ:
وتزودوا فان خیر الزاد التقویٰ واتقون یا ولی الالباب لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم O اور
توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے، اور مجھ سے ڈرتے رہو! عقل والو! تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل
تلاش کرو۔

یعنی کے کچھ لوگ بے زاد راہ لیے حج کو آتے، اور کہتے ہم متوکل ہیں ناچار بھیک مانگنی پڑتی۔ حکم آیا، توشہ ساتھ لیا کرو۔
کچھ اصحاب کرام نے موسم حج میں تجارت سے اندیشہ کیا کہ کہیں اخلاص نیت میں فرق نہ آئے۔ فرمان آیا: کچھ گناہ نہیں کہ تم
اپنے رب کا فضل ڈھونڈو۔

بلکہ انصاف کیجیے تو تدبیر کب تقدیر سے باہر ہے؟ وہ خود ایک تقدیر ہے اور اس کا بجالانے والا ہرگز تقدیر سے روگرداں
نہیں۔ حدیث میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی: دو! تقدیر سے کیا نافع ہوگی؟ فرمایا: الدواء من القدر
ینفع من یشاء بما شاء اللہ تعالیٰ جسے چاہے جس دوا سے چاہے نفع پہنچا دیتا ہے۔

ہاں! یہ بے شک ممنوع و مذموم ہے کہ آدمی ہمہ تن تدبیر میں منہمک ہو جائے، اور اس کی درستی میں جاوے جا، نیک و بد،
حلال و حرام کا خیال نہ رکھے۔ یہ بات بے شک اسی سے صادر ہوگی، جو تقدیر کو بھول کر تدبیر پر غماز کر بیٹھا۔ شیطان اسے ابھارتا
ہے کہ انریہ بن پڑے تو کار براری ہے، ورنہ مایوسی و ناکامی۔ ناچار سب اس و آن سے غافل ہو کر اس کی تحصیل میں لہو پانی ایک
کر دیتا ہے، اور ذلت و خواری، خوشامد و چالپوسی، مکر و دغا بازی جس طرح بن پڑے، اس کی راہ لیتا ہے۔ حالانکہ اس حرص سے
کچھ نہ ہوگا، ہونا وہی ہے جو قسمت میں لکھا ہے۔ اگر یہ علو ہمت، و صدق نیت، و پاس عزت، و لحاظ شریعت ہاتھ سے نہ دیتا، رزق
کہ اللہ عزوجل نے اپنے ذمہ لیا ہے، جب بھی پہنچتا۔ اس کی طمع نے آپ اس کی پاؤں میں تیشہ مارا، اور حرص و گناہ کی شامت
نے خسر الدنیا و الآخرة کا مصداق بنایا۔

اس مضمون کو بکثرت احادیث سے مدلل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:-

ان سب حدیثوں میں بھی تلاش و تدبیر کی طرف ہدایت فرمائی۔ مگر حکم دیا کہ شریعت و عزت کا پاس رکھو۔ تدبیر میں بے
ہوش و مدہوش نہ ہو جاؤ۔ دست درکار، و دل بایار۔ تدبیر میں ہاتھ، دل تقدیر کے ساتھ۔ ظاہر میں ادھر باطن میں ادھر۔ اسباب کا

نام، مسبب سے کام۔ یوں بسر کرنا چاہیے۔ یہی روش ہدی ہے۔ یہی مرضی خدا۔ یہی سنت انبیا۔ یہی سیرت اولیا علیہم جمیعاً الصلاة بس اس بارے میں یہی قول فیصل و صراط مستقیم ہے۔ اس کے سوا تقدیر کو بھولنا، یا حق نہ ماننا، یا تدبیر کو اصلاً مہمل جاننا، دونوں معاذ اللہ گمراہی، ضلالت، یا جنون و سفاہت۔

اخیر رسالہ میں اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:-

اس تحریر میں کہ فقیر نے پندرہ آیتیں اور پینتیس حدیثیں جملہ پچاس نصوص ذکر کیے، اور صد ہا بلکہ ہزار ہا کے پتے دیئے۔ یہ کیا تھوڑے ہیں؟ انہیں سے ثابت کہ انکار تدبیر کس قدر اعلیٰ درجہ کی حماقت، اجنب الامراض، اور قرآن و حدیث سے عریضاً اعراض، اور خدا و رسول پر کھلا اعتراض۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلیٰ العظیم۔

(۲۴۵) تلج الصدر لايمان القدر (۱۶)

موضع کٹوار ہاکھیری ملک اودھ سے جناب سید محمد مظفر حسین صاحب خلف جناب سید رضا حسین صاحب تعلقہ دارنے ۲۸ محرم ۱۳۲۵ھ کو یہ سوا بھیجا۔

چہ می فرمائید علماء دین دریں مسئلہ..... قرآن میں جس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ان اشخاص کو زیادہ ہدایت مت کرو، ان کے لیے اسلام کے واسطے مشیت ازلی نہیں ہے، یہ مسلمان نہ ہونگے..... اور ہر امر کے ثبوت میں اکثر آیات قرآنی موجود ہیں..... تو پس کیوں خلاف مشیت پروردگار کوئی امر ظہور ہو سکتا ہے؟ کیوں کہ مشیت کے معنی ارادہ پروردگار عالم کے ہیں۔ تو جب کسی کام کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا، تو بندہ اس کے خلاف کیوں کر کر سکتا تھا؟ اور اللہ تعالیٰ نے جب قبل پیدائش کسی بشر کے ارادہ اس کے کافر رکھنے کا کر لیا تھا، تو اب وہ مسلمان کیوں کر ہو سکتا ہے؟ یہ صدف من یشاء کے صاف معنی یہ ہیں کہ جس امر کی طرف اس کی خواہش ہوگی، وہ ہوگا..... پس انسان مجبور ہے، اس سے باز پرس کیوں کر ہو سکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا؟ کیوں کہ جس وقت اس کو ہدایت از جانب باری عزاسمہ ہوگی، فوراً وہ اختیار کرے گا..... علم اور ارادہ میں بین فرق ہے۔ یہاں من یشاء سے اس کی خواہش ظاہر ہوتی ہے..... پھر انسان باز پرس میں کیوں لایا جائے؟ پس معلوم ہوا کہ جب اللہ پاک کسی بشر کو اہل جنان سے کرنا چاہتا ہے تو اس کو ایسے ہی ہدایت ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس سوال کے جواب میں ۱۶ صفحے کا مختصر جامع و نافع رسالہ سنی بہ تلج الصدر لايمان القدر تصنیف فرمایا۔ جس کی ابتدا حسب دستور و عادت شریفہ خطبہ و دعا سے فرمائی۔

اللهم هداية الحق والصواب O ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة

انك انت الوهاب O رب انى اعوذ بك من همزات الشيطان و اعوذ بك رب ان يحضرون.....

اللہ عزوجل نے بندے بنائے۔ انہیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ آلات و جوارح عطا فرمائے اور انہیں کام میں لانے کا طریقہ الہام کیا، اور ان کے ارادے کا تابع و فرمان بردار کر دیا کہ اپنے منافع حاصل کریں، اور مضرتوں سے

بچیں..... پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جو ہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا، جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ عقل کو ان امور کے ادراک کی طاقت بخشی۔ خیر و شر، نفع و ضرر، یہ حواس ظاہری نہ پہچان سکتے تھے..... پھر اسے بھی فقط اپنی سمجھ پر بے کس و یا ورنہ چھوڑا، ہنوز لاکھوں باتیں ہیں، جن کو عقل خود ادراک نہ کر سکتی تھی، اور جن کا ادراک ممکن تھا، ان میں لغزش کرنے ٹھوکر کھانے سے پناہ کے لیے کوئی زبردست دامن ہاتھ میں نہ رکھتی تھی۔ لہذا انبیاء بھیج کر کتابیں اتار کر ذرا ذرا بات کا حسن و قبح خوب چتا کر اپنی نعمت تمام و کمال فرمادی۔ کسی عذر کی جگہ باقی نہ چھوڑی۔ لئلا یكون للناس علیٰ اللہ حجة بعد الرسل O

حق کا راستہ آفتاب سے زیادہ واضح ہو گیا۔ ہدایت و گمراہی پر پردہ نہ رہا۔ لا اکراه فی الدین قد تبین الرشد من

الغی O

بائیں ہمہ کسی کا خالق ہونا یعنی ذات ہو یا صفت، فعل ہو یا حالت، کسی معدوم چیز کو عدم سے نکال کر لباس وجود پہنا دینا، یہ اسی کا کام ہے۔ یہ نہ اس نے کسی کے اختیار میں دیا، نہ کوئی اس کا اختیار پاسکتا تھا۔ کہ تمام مخلوقات خود اپنی حد ذات میں نیست ہیں۔ ایک نیست دوسرے نیست کو کیا ہست بنا سکے۔ ہست بنانا اسی کی شان ہے جو آپ اپنی ذات سے ہست حقیقی و ہست مطلق ہے..... ہاں! یہ اس نے اپنی رحمت اور اپنے غنائے مطلق سے عادات اجرا فرمائی ہے کہ بندہ جس امر کی طرف قصد کرے، اپنے جوارح ادھر پھیرے، مولیٰ تعالیٰ اپنے ارادے سے اسے پیدا فرما دیتا ہے۔ مثلاً اس نے ہاتھ دیئے، ان میں پھیلنے، سمٹنے، اٹھنے، جھکنے کی قدرت رکھی۔ تلوار بنانی بتائی، اس میں دھار اور دھار میں کاٹ کی قوت رکھی۔ اس کا لگانا، اٹھانا، وار کرنا بتایا۔ دوست دشمن کی پہچان کو عقل بخشی۔ اسے نیک و بد میں تمیز کی طاقت عطا کی۔ شریعت بھیج کر قتل حق و ناحق کی بھلائی برائی صاف جتادی..... زید نے وہی تلوار، خدا کے بنائے ہوئے ہاتھ خدا کی دی ہوئی قوت سے اٹھانے کا ارادہ کیا، وہ خدا کے حکم سے اٹھ گئی اور جھکا کر ولید کے جسم پر ضرب پہچانے کا ارادہ کیا، وہ خدا کے حکم سے جھکی، اور ولید کے جسم پر لگی..... تو یہ ضرب جن امور پر موقوف تھی سب عطائے حق تھے، اور خود جو ضرب واقع ہوئی، بارادہ خدا واقع ہوئی اور اب جو اس ضرب سے ولید کی گردن کٹ جانا پیدا ہوگا، یہ بھی اللہ کے پیدا کرنے سے ہوگا۔ وہ نہ چاہتا تو ایک زید کیا تمام انس و جن و ملک جمع ہو کر تلوار پر زور کرتے، تو اٹھنا درکنار، ہرگز جنبش نہ کرتی..... اور اس کے حکم سے اٹھنے کے بعد، اگر وہ نہ چاہتا تو زمین آسمان پہاڑ سب ایک لنگر بنا کر تلوار کے پیلے پر ڈال دیے جاتے، نام کو بال برابر نہ جھکتی..... اور اس کے حکم سے جھکنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا، تو محال تھا کہ ولید کے جسم تک پہنچتی..... اور اس کے حکم سے پہنچنے کے بعد، اگر وہ نہ چاہتا، گردن کٹنا تو بڑی بات ہے ممکن نہ تھا کہ خط بھی آتا۔ لڑائیوں میں ہزاروں بار تجربہ ہو چکا کہ تلواریں پڑیں، اور خراش تک نہ آئی۔ گولیاں لگیں، اور جسم تک آتے آتے ٹھنڈی ہو گئیں۔ شام کو معرکہ سے پلٹنے کے بعد سپاہیوں کے سر کے بالوں میں سے گولیاں نکلی ہیں..... تو زید سے جو کچھ واقع ہو اسب خلق خدا و بارادہ خدا تھا۔ زید کا بیچ میں صرف اتنا کام رہا کہ اس نے قتل ولید کا ارادہ کیا، اور اس طرف سے اپنے جوارح آلات کو پھیرا۔

اب اگر ولید شرعاً مستحق قتل ہے، تو زید پر کچھ الزام نہیں رہا، بلکہ بارہا ثوابِ عظیم کا مستحق ہوگا کہ اس نے اس چیز کا قصد کیا، اور اس طرف جوارح کو پھیرا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے اپنی مرضی، اپنا پسندیدہ کام ارشاد فرمایا تھا..... اور اگر قتل ناحق ہے، تو یقیناً زید پر الزام ہے، اور عذابِ الیم کا مستحق ہوگا کہ بخالفت حکمِ شرعی اس شئی کا عزم کیا، اور اس طرف جوارح کو متوجہ کیا، جسے مولیٰ تعالیٰ نے اپنی کتابوں کے واسطے سے اپنی غضب اپنے ناراضی کا کام بتایا تھا۔

غرض فعل، انسان کے ارادہ سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ کا ارادہ ہوتا ہے۔ یہ نیکی کا ارادہ کرے، اور اپنے جوارح کو پھیرے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کر دے گا اور یہ برے کا ارادہ کرے، اور اپنے جوارح کو پھیرے اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے بدی کو موجود فرما دے گا..... دو پیالیوں میں شہد اور زہر ہیں اور دونوں خود بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ شہد میں شفا اور زہر میں ہلاک کرنے کا اثر بھی اسی نے رکھا ہے۔ روشن دماغ حکیموں کو بھیج کر بتا بھی دیا ہے کہ دیکھو! یہ شہد ہے، اس کے یہ منافع ہیں اور خبردار! یہ زہر ہے، اس کے پینے سے ہلاک ہو جاتا ہے..... ان ناصح اور خیر خواہ حکمائے کرام کی یہ مبارک آوازیں تمام جہاں میں گونجیں، اور ایک ایک شخص کے کان میں پہنچیں۔ اس پر کچھ نے شہد کی پیالی اٹھا کر پی، اور کچھ نے زہر کی..... ان اٹھانے والوں کے ہاتھ بھی خدا کے ہی بنائے ہوئے تھے، اور ان میں پیالی اٹھانے منہ تک لے جانے کی قوت بھی اسی کی رکھی ہوئی تھی۔ منہ اور حلق میں کسی چیز کو جذب کر کے اندر لینے کی طاقت، اور خود منہ اور حلق اور معدہ وغیرہ سب اس کے مخلوق تھے..... اب شہد پینے والوں کے جوف میں شہد پہنچا، کیا وہ آپ اس کا نفع پیدا کر لیں گے؟ یا شہد بذات خود خالق نفع ہو جائے گا؟ حاشا! ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے دستِ قدرت میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وہ نہ چاہے، تو منوں شہد پی جائے، کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ چاہے تو شہد زہر کا اثر دے..... یو ہیں زہر والوں کے پیٹ میں زہر جا کر کیا وہ آپ ضرر کی تخلیق کر لیں گے؟ یا زہر خود بخود خالقِ ضرر ہوگا؟ حاشا! ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ بھی اسی کے قبضہ اقتدار میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وہ نہ چاہے، تو سیروں زہر کھا جائے، اصلاً بال بائکانہ ہوگا۔ بلکہ وہ چاہے تو زہر شہد ہو کر لگے۔ بایں ہمہ شہد پینے والے ضرور قابلِ تحسین و آفرین ہیں۔ ہر عاقل یہی کہے گا کہ انہوں نے اچھا کیا، ایسا ایسا ہی کرنا چاہئے تھا اور زہر پینے والے ضرور لائقِ سزا و نفریں ہیں۔ ہر ذی ہوش یہی کہے گا کہ یہ بد بخت خود کشی کے مجرم ہیں۔

دیکھو! اول سے آخر تک جو کچھ ہوا، سب اللہ ہی کے ارادہ سے ہوا اور جتنے آلات اس کام میں لیے گئے، سب اللہ ہی کے مخلوق تھے اور اسی کے حکم سے انہوں نے کام دیے، جو تمام عقلا کے نزدیک ایک فریق کی تعریف ہے، اور دوسرے کی مذمت۔ تمام کچھریاں جو عقل سے حصہ رکھتی ہوں، ان زہر نوشوں کو مجرم بتاتی ہیں۔ پھر کیوں بتاتی ہیں؟ نہ زہر ان کا پیدا کیا ہوا، نہ زہر میں قوتِ اہلاک ان کی رکھی ہوئی، نہ ہاتھ ان کا پیدا کیا ہوا، نہ اس کے بڑھانے، اٹھانے کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ ذہن و حلق ان کے پیدا کیے ہوئے، نہ ان میں جذب و کشش کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ حلق سے اتر جانا ان کے ارادہ سے ممکن تھا..... آدمی پانی پیتا ہے، اور چاہتا ہے کہ حلق سے اترے۔ مگر اچھو ہو کر نکل جاتا ہے۔ اس کا چاہا نہیں چلتا، جب تک وہی نہ چاہے، جو

صاحب سارے جہان کا ہے..... اب حلق سے اترنے کے بعد تو ظاہری نگاہوں میں بھی پینے والے کا اپنا کوئی کام نہیں۔ خون میں اس کا بلنا، اور خون کا اسے لے کر دورہ کرنا اور دورہ میں قلب تک پہنچنا، اور وہاں جا کر اسے فاسد کر دینا یہ کوئی فعل نہ اس کے ارادے سے ہے، نہ اس کی طاقت ہے۔ بہتیرے زہر پی کر نامد ہوتے ہیں، پھر ہزار کوشش کرتے ہیں، جو ہونی ہے، ہو کر رہتی ہے۔ اگر اس کے ارادہ سے ضرر ہوتا، تو اس ارادہ سے باز آتے ہی، زہر باطل ہو جانا لازم تھا۔ مگر نہیں ہوتا۔ تو معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ بے اثر ہے۔

پھر اس سے کیوں باز پرس ہوتی ہے؟۔ ہاں! باز پرس کی وہی وجہ ہے کہ شہد اور زہر اسے بتا دیئے تھے۔ عالی قدر حکمائے عظام کی معرفت سب نفع نقصان بتا دیئے تھے۔ دست و دہان و حلق اس کے قابو میں کر دیئے تھے۔ دیکھنے کو آنکھ، سمجھنے کو عقل اسے دے دی تھی۔ یہی ہاتھ جس سے اس نے زہر کی پیالی اٹھا کر پی، جام شہد کی طرف بڑھاتا، اللہ تعالیٰ اسی کا اٹھنا پیدا کر دیتا۔ یہاں تک کہ سب کام اول تا آخر اسی کی خلق و مشیت سے واقع ہو کر اس کے نفع کے موجب ہوتے۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا، بلکہ کاسہ زہر کی طرف ہاتھ بڑھایا، اور اس کے پینے کا عزم لایا۔

وہ غنی بے نیاز دونوں جہان سے بے پرواہ ہے۔ وہاں تو عادت جاری ہو رہی ہے کہ قصد کرے، اور وہ خلق فرما دے۔ اس نے اسی کاسہ کا اٹھنا، اور حلق سے اترنا، دل تک پہنچنا وغیرہ وغیرہ پیدا فرما دیا۔ پھر یہ کیوں کر بے جرم قرار پاسکتا ہے؟..... انسان میں یہ قصد و ارادہ و اختیار ہونا، ایسا واضح و روشن و بدیہی امر ہے جس سے انکار نہیں کر سکتا مگر مجنون۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ مجھ میں اور پتھر میں ضرور فرق ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کے چلنے پھرنے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے وغیرہ و غیرہ افعال کے حرکات ارادی ہیں۔ ہر شخص آگاہ ہے کہ انسان کا کام کرنے کے لیے ہاتھ کو حرکت دینا، اور وہ جنبش جو ہاتھ کو ریشہ سے ہو، ان میں صریح فرق ہے۔ ہر شخص واقف ہے کہ جب وہ اوپر کی جانب جست کرتا، اور اس کی طاقت ختم ہونے پر زمین پر گرتا ہے، ان دونوں حرکتوں میں تفرقہ ہے۔ اوپر کودنا اپنے ارادہ و اختیار سے تھا، اگر نہ چاہتا، نہ کودتا اور یہ حرکت تمام ہو کر اب زمین پر آنا، اپنے ارادہ و اختیار سے نہیں۔ لہذا اگر رکنا چاہے، تو نہیں رک سکتا۔

پس یہی ارادہ، یہی اختیار، جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے، عقل کے ساتھ اس کا پایا جانا، یہی مدار امر و نہی، جزا و سزا، ثواب و عقاب و پرسش و حساب ہے۔ اگرچہ بلاشبہ بلا ریب قطعاً یقیناً یہ ارادہ و اختیار بھی اللہ عز و جل ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ جیسے انسان خود بھی اسی کا بنایا ہوا ہے۔ آدمی جس طرح نہ آپ سے آپ بن سکتا تھا، نہ اپنے لیے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ بنا سکتا تھا۔ یونہی اپنے لیے طاقت، قوت، ارادہ اختیار بھی نہیں بنا سکتا تھا۔ سب کچھ اسی نے دیا، اور اسی نے بنایا۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ جب ہمارا ارادہ و اختیار بھی خدا ہی کا مخلوق ہے، تو ہم پتھر ہو گئے۔ قابل سزا و جزا و باز پرس نہ رہے، کیسی سخت جہالت ہے؟

صاحبو! تم میں خدا نے کیا پیدا کیا؟ ارادہ و اختیار۔ تو ان کے پیدا ہونے سے تم صاحب ارادہ و اختیار ہوئے، یا مضطر و مجبور

دنا چار؟

صاحبو! تمہاری اور پتھر کی حرکت میں کیا فرق تھا؟ یہ کہ وہ ارادہ و اختیار نہیں رکھتا، اور تم میں اللہ نے یہ صفت پیدا کی.....
عجب عجب کہ وہی صفت جس کے پیدا ہونے سے تمہاری حرکات کو پتھر کی حرکت سے ممتاز کر دیا، اسی کی پیدائش کو اپنے پتھر ہو جانے کا سبب سمجھو۔ یہ کیسی الٹی مت ہے؟

اللہ نے ہماری آنکھیں پیدا کیں، ان میں نور خلق کیا، اس سے ہم انکھیاں رکھتے ہوئے، نہ کہ معاذ اللہ اندھے..... یونہی اس نے ہم میں ارادہ و اختیار پیدا کیا، اس سے ہم اس کی عطا کے لائق مختار ہوئے، نہ کہ لے مجبور؟ ہاں! یہ ضرور ہے کہ جب وقتاً فوقتاً ہر فرد اختیار بھی اسی کی خلق، اسی کی عطا ہے، ہماری اپنی ذات سے نہیں۔ تو مختار کردہ ہوئے، خود مختار نہ ہوئے۔ پھر اس میں کیا حرج ہے؟ بندہ کی شان ہی نہیں کہ خود مختار ہو سکے۔ نہ جزا و سزا کے لیے خود مختار ہونا ہی ضرور۔ ایک نوع اختیار چاہیے، کسی طرح ہو، وہ بدلہٴ حاصل ہے۔

آدمی انصاف سے کام لے تو اسی قدر تقریر و مثال کافی ہے۔ شہد کی پیالی اطاعت الہی ہے اور زہر کا کاسہ اس کی نافرمانی اور وہ عالی شان حکماء، انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور ہدایت اس شہد سے نفع پاتا ہے، کہ اللہ ہی کے ارادہ سے ہوگا اور ضلالت اس زہر کا ضرر پہنچتا ہے، کہ یہ بھی اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ مگر طاعت والے تعریف کیے جائیں گے، اور تہمید والے مذموم و طہم ہو کر سزا پائیں گے۔ پھر بھی جب تک ایمان باقی ہے۔ یغفر لمن یشاء باقی ہے۔ والحمد للہ رب العالمین لہ الحکم والیہ ترجعون۔

قرآن عظیم میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان اشخاص کو زیادہ ہدایت کرو۔ ہاں! یہ ضرور فرمایا کہ ہدایت، ضلالت سب اس کے ارادہ سے ہے۔ اس کا بیان ابھی ہو چکا اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اور زیادہ واضح ہوگا۔

ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ ایک دن امیر المومنین خطبہ فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے کہ واقعہ جمل میں امیر المومنین کے ساتھ تھے، کھڑے ہو کر عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے؟ فرمایا: گہرا دریا ہے، اس میں قدم نہ رکھ۔ عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں خبر دیجئے۔ فرمایا: اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دوامروں کے درمیان، نہ آدمی مجبور محض ہے، نہ اختیار اسے سپرد ہے۔ عرض کی: یا امیر المومنین! فلاں شخص حضور میں حاضر ہے، وہ کہتا ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے۔ مولیٰ علی نے فرمایا: میرے سامنے لاؤ۔ لوگوں نے اسے کھڑا کیا۔ جب امیر المومنین نے اسے دیکھا تو تیغ مبارک چار انگل کے قدر نیام سے نکال لی، اور فرمایا: تو کام کی قدرت کا خدا کے ساتھ مالک ہے، یا خدا سے جدا مالک ہے؟ اور سنتا ہے، خبردار! ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا، ورنہ کافر ہو جائے گا، اور میں تیری گردن مار دوں گا۔ اس نے کہا: یا امیر المومنین! پھر میں کیا کہوں؟ فرمایا: یوں کہہ اس خدا کے دیئے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے مجھے اختیار دے، بے اس کی مشیت کے کچھ اختیار نہیں۔

پس یہی عقیدہ اہل سنت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے، نہ خود مختار۔ بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ایک حالت ہے، جس کی کنہ، راز خدا، اور ایک نہایت عمیق دریا ہے۔

اللہ عزوجل کی بے شمار رضائیں امیر المومنین مولیٰ علی پر نازل ہوں کہ ان دونوں الجھنوں کو دو فقروں میں صاف فرما دیا..... ایک صاحب نے اس بارہ میں سوال کیا کہ کیا معاصی بھی بے ارادۃ الہیہ واقع نہیں ہوتے؟ ارشاد فرمایا: کیا زبردستی اس کی معصیت کر لے گا؟ افعصی قہراہ یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو، مگر اس نے کر ہی لیا۔ تو اس کا ارادہ زبردست پڑا..... گویا معاذ اللہ خدا بھی دنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہوا کہ وہ ڈاکوؤں چوروں کا بہتیرا بندوبست کریں، پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کر ہی گزرتے ہیں۔ حاشا! وہ ملک الملوک، بادشاہ حقیقی قادر مطلق ہرگز ایسا نہیں کہ اس کے ملک میں بے اس کے علم کے ایک ذرہ جنبش کر سکے۔ وہ صاحب کہتے ہیں: فکانما القمنی حجرا مولیٰ علی نے یہ جواب دے کر گویا میرے منہ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا۔

دوسری بات کہ سزا و جزا کیوں ہے؟

اس کا جواب ابن ابی حاتم و اصفہانی و لال کائی و خلعی حضرت امام جعفر صادق وہ اپنے والد ماجد حضرت امام باقر سے روایت کرتے ہیں: مولیٰ علی سے عرض کی گئی کہ یہاں ایک شخص مشیت میں گفتگو کرتا ہے۔ مولیٰ علی نے اس سے فرمایا: اے خدا کے بندے! تجھے اس لیے پیدا کیا، جس لیے اس نے چاہا۔ یا اس لیے جس لیے تو نے چاہا؟ کہا: جس لیے اس نے چاہا۔ فرمایا: تجھے جب وہ چاہے بیمار کرتا ہے، یا جب تو چاہے؟ کہا: جب وہ چاہے۔ فرمایا: تجھے اس وقت وفات دے گا جب وہ چاہے، یا جب تو چاہے؟ کہا: جب وہ چاہے۔ فرمایا: تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ چاہے یا جہاں تو چاہے؟ کہا: جہاں وہ چاہے۔ فرمایا: خدا کی قسم! تو اس کے سوا کچھ اور کہتا، تو تیرا یہ سر، جس میں تیری آنکھیں ہیں، تلوار سے مار دیتا۔ پھر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: وما تشاؤون الا ان یشاء اللہ هو اهل التقویٰ و اهل المغفرہ O اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے وہ تقویٰ کا مستحق اور گناہ عفو فرمانے والا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے گا۔ بناتے وقت تجھ سے مشورہ نہ لیا تھا، بھیجتے وقت بھی نہ لے گا۔ تمام عالم اس کی ملک ہے، اور مالک سے دربارہ ملک سوال نہیں ہو سکتا۔ یہ اس مسئلہ میں اجمالی کلام ہے مگر انشاء اللہ تعالیٰ کافی و وافی و صافی و شافی۔ جس سے ہدایت والے ہدایت پائیں گے اور ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے۔ واللہ الحمد و اللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم.....



کلمات دعائیہ

از: جانشین مفتی اعظم حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری از ہری مدظلہ، بریلی شریف

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

یہ جان کر بہت مسرت ہوئی کہ ”حیاتِ اعلیٰ حضرت“ مکمل عنقریب پہلی مرتبہ منظر عام پر آرہی ہے۔ مولانا المحترم مفتی محمد مطیع الرحمن صاحب مضطر رضوی نے جس جدوجہد سے اسے حاصل کیا پھر اس کی ترتیب و تہذیب، تصحیح و تخریج اور فہرست سازی میں جو عرق ریزیاں فرمائیں ان کے لئے وہ مبارک باد اور لائق صد ستائش ہیں۔

حضرت مولانا موصوف نے چند مقامات مجھے دکھائے جہاں توقیت کے حساب میں ہند سے غلط چھپ گئے تھے اور ترتیب میں بہت الٹ پھیر کا تب کی غلطی سے ہو گیا تھا۔ الحمد للہ انہوں نے ”حیاتِ اعلیٰ حضرت“ کے ساتھ ساتھ ”فتاویٰ رضویہ“ میں بھی مطبوعہ ان غلطیوں کی تصحیح کر دی۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب موصوف کو بہتر جزاء اس عمل خیر کی عطاء فرمائے اور اس میں جو بھی ان کے مدد و معاون ہوئے ان سب کو برکات دارین سے نوازے آمین بجاہ النبی الامین علیہ و علی آلہ و صحبہ افضل الصلاۃ و التسلیم۔

فقیر محمد اختر رضا قادری از ہری غفرلہ

۲۳ جمادی الثانی ۲۳ ہجری

ارشادات عالیہ

از: امین ملت حضرت ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں قادری مدظلہ العالی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، پروفیسر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فقیر برکاتی نے حضرت مفتی محمد مطیع الرحمن مضطر کی مرتبہ ”حیاتِ اعلیٰ حضرت“ کے ضخیم مسودے کو گہرائی سے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ مفتی صاحب نے جس قدر کاوش کی ہے وہ بے مثال ہے۔

اردو میں سوانح نگاری کا فن نیا نہیں ہے۔ مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی پہلی نثری سوانح ان کے چہیتے شاگرد اور خلیفہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے تصنیف فرمائی، ان سے پہلے مفتی محمود جان قادری جو وہ پوری علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت کی مختصر منظوم سوانح لکھ چکے تھے ملک العلماء نے ایک تحقیقی منصوبہ بندی کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی وقیع سوانح لکھی جو چار جلدوں پر مشتمل تھی۔ چوتھی جلد فی الحال مفتی صاحب کی دسترس سے باہر ہے انشاء اللہ اس کی دستیابی جلد متوقع ہے۔ اس سوانح کو مرتب کرنے میں طویل مدت صرف ہوئی۔ مفتی صاحب نے بے شمار کتابوں کی مدد سے جگہ جگہ حاشیے لگا کر سونے پر سہاگا کر دیا۔

جو قومیں اپنے اکابر کے حالات سے صرف نظر کرتی ہیں ان کی مثال بے منزل کے مسافر جیسی ہوتی ہے اس لئے لازم ہے کہ ہم اپنے اسلاف اور اکابر کے کارناموں کو یاد کرتے رہیں اور روشنی حاصل کرتے رہیں۔

رضا اکادمی ممبئی کے روح رواں اور محبت سنیت عزیز محمد سعید نوری اور مفتی صاحب کاسنیوں پر احسان ہے کہ ”سوانحِ اعلیٰ حضرت“ ہمارے ہاتھوں میں ہے۔

میں ہر دو حضرات کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ادبی، علمی، سماجی اور دینی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین علی آلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

گدائے برکات:

ڈاکٹر سید شاہ محمد امین قادری

خادم سجادہ آستانہ عالیہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ (ایضاً)

پروفیسر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۲۸ اگست ۲۰۰۳ء



جلد سوم



رویائے صادقہ، اکابر کا دیدار پر انوار

ملفوظات حصہ سوم ہے:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے فرمایا: حضرت جد امجد رضی اللہ عنہ کو میرے ساتھ اس وقت تک وہی محبت ہے جو پہلے تھی۔ میرے جد امجد رضی اللہ عنہ کے ایک حقیقی بھتیجے تھے۔ انہوں نے کوئی دقیقہ میری برائی میں اپنے نزدیک اٹھانہ رکھا۔ ایک روز میں نے خواب دیکھا کہ حضرت جد امجد رضی اللہ عنہ پلنگ پر تشریف فرما ہیں اور وہ صاحب پانکتی میں بیٹھے ہیں؛ اور چند بات کرنا چاہتے ہیں، حضرت جواب نہیں دیتے اور متوجہ نہیں ہوتے۔ اتنے میں، میں حاضر ہوا۔ حضرت مجھے دیکھ کر فوراً سر و قد کھڑے ہوئے اور فرمایا: آئیے مولانا! تشریف لائیے۔ باوجودیکہ میں ان کی جوتی کی خاک۔ مگر حضرت نے مجھے نہایت تعظیم سے اپنے پاس بٹھایا، اور جب تک میں بیٹھا رہا حضرت برابر میری طرف متوجہ رہے۔ دو روز ہوئے تھے کہ لکھنؤ سے خمیرہ آیا تھا حضرت حقہ ملاحظہ فرما رہے تھے مجھے خواب میں خمیرہ یاد آیا میں اٹھا اور عرض کیا: میں لکھنؤ کا خمیرہ بھرتا ہوں۔ سنتے ہی گھبرا گئے، اور فوراً کھڑے ہو گئے فرمانے لگے: مولانا! آپ تکلیف نہ فرمائیے، مولانا! آپ تکلیف نہ فرمائیے، اور مجھے بٹھا لیا میری محبت کے سبب اپنے حقیقی بھتیجے سے کلام نہ فرمایا۔

ایک دن میں روتا ہوا دوپہر کو سو گیا۔ دیکھا کہ حضرت جد امجد رضی اللہ عنہ تشریف لائے، اور ایک صندوق عطا فرمائی، اور فرمایا: عنقریب آنے والا ہے وہ شخص جو تمہارے در و دل کی دوا کرے گا دوسرے یا تیسرے روز حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ بدایوں سے تشریف لائے، اور اپنے ساتھ مارہرہ شریف لے گئے، وہاں جا کر شرف بیعت حاصل کیا۔ ایک مرتبہ جائیداد کا جھگڑا تھا، اور وہ بھی ایسا کہ ظاہری رزق بند ہونے کے اسباب تھے۔ اسی دوران میں خواب دیکھا کہ حضرت جد امجد رضی اللہ عنہ عربی گھوڑے پر سوار، تمام اعضا نہایت روشن، عربی لباس میں تشریف لائے۔ میں اسی پھاٹک میں کھڑا تھا۔ حضرت قریب آ کر گھوڑے سے اترے، اور فرمایا: بشیر الدین وکیل کے یہاں جانا ہے۔ آنکھ کھلی میں نے کہا: اب مقدمہ فتح ہو گیا، چنانچہ صبح ہی کو مقدمہ میں فتح یابی ہو گئی۔

آٹھ دس برس ہوئے رجب کے مہینہ میں حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے ہیں: احمد رضا! اب کی رمضان میں تمہیں بیماری ہوگی، اور زیادہ ہوگی، روزہ نہ چھوڑنا۔ یہاں بجز اللہ تعالیٰ جب سے فرض ہوئے کبھی نہ سفر میں نہ مرض کسی حالت میں روزہ نہیں چھوڑا۔ خیر! رمضان شریف میں میں بیمار ہوا مگر بجز اللہ تعالیٰ روزے نہ چھوڑے۔

گاؤں میں ایک زمین میری زمین کے متصل ایک صاحب کی تھی وہ ایک سو دو خور کے ہاتھ بیچنا چاہتے تھے۔ ان سے کہا گیا، مخالفت کی وجہ سے انہوں نے نہ مانا۔ والد ماجد صاحب خواب میں تشریف لائے، اور فرمایا: مجھے نہیں دیتے؟ سو دو خور کو دیتے ہیں، اور ملے گی مجھی کو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک بار بیمار ہوا، اور شدت کا درد ہوا، آنکھ لگ گئی۔ خواب میں حضرت والد ماجد اور مولوی برکات احمد صاحب مرحوم، جو والد ماجد سے پڑھا کرتے تھے، تشریف لائے۔ مولوی برکات احمد صاحب نے پوچھا: مزاج کیسا ہے؟ میں نے کہا: درد کی شدت ہے۔ دعا کیجئے کہ ایمان پر خاتمہ ہو جائے۔ یہ کہا ہی تھا کہ والد ماجد کا چہرہ سرخ ہو گیا، اور فرمایا: ابھی تو باون برس مدینہ طیبہ میں۔ اب اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ کہ باون برس کی عمر میں مدینہ طیبہ کی حاضری ہوگی، چنانچہ دوسری حاضری میں میری عمر باون برس کی تھی۔ یا یہ کہ اس وقت سے باون برس بعد مدینہ طیبہ کی حاضری ہوگی، اور خدا سے امید ہے کہ ویسا ہی کرے۔ آمین

ایک مرتبہ کھانا نہ کھایا تھا کئی روز سے۔ والدین کریمین کو خواب میں دیکھا، والدہ ماجدہ نے کچھ نہ فرمایا۔ والد صاحب نے فرمایا: تمہارے نہ کھانے سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے۔ مجبوراً پھر صبح سے کھانا شروع کر دیا۔

ایک بار میں نے (خواب میں) دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک سواری ہے بہت نفیس اور اونچی بھی تھی۔ والد ماجد نے کمر پکڑ کر سوار کیا، اور فرمایا: گیارہ درجے تک تو ہم نے پہنچا دیا آگے اللہ مالک ہے۔ میرے خیال میں اس سے مراد غلامی ہے سرکارِ غوثیت رضی اللہ عنہ کی۔

ایک صاحب میرے چچا ہوتے تھے۔ گاؤں کا کام وہی کرتے تھے۔ ایک بار حضرت والد ماجد ان سے ناراض ہو گئے، فرما دیا تھا کہ اب سے یہ گاؤں کا کام نہ کریں۔ بعد میں مجھے فرصت نہیں اور گاؤں کے کام پر معتمد آدمی درکار تھا، اور ان سے بڑھ کر اور کون معتمد ہو سکتا تھا۔ مگر حضرت والد ماجد کی ممانعت تھی، سخت فکر تھی۔ ایک روز شب کو تشریف لائے، اور ان کا ہاتھ لے کر میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں سمجھ گیا کہ حضرت کی اجازت ہے کہ انہیں کو گاؤں کا کام دے دو۔ چنانچہ صبح ہی کو میں نے انہیں گاؤں کو بھیج دیا۔

ملفوظات حصہ چہارم:

میرے حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز کے خالہ زاد بھائی الف کے نام ب نہ جانتے تھے۔ یہاں ایک شخص صوفی بنے ہوئے تھے ان کے پاس آمدورفت زیادہ تھی انہوں نے تفضیلہ کر لیا۔ میرا پندرہ سولہ برس کا سن تھا، میں انہیں حدیثیں سنا تا اور سمجھاتا کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ تفضیل باطل ہے۔ مرتے وقت اپنی بیوی کو بلا کر کہا میرا بھتیجا مجھے سمجھایا کرتا تھا، اور میری سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اب میں سمجھا کہ وہی حق تھا، تم شاہد رہو کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو احمد رضا کا ہے۔ میں نے ان کو ایک روز خواب میں دیکھا۔ کہنے لگے: تم نے وہ حدیث مجھ سے نہیں بیان کی تھی کہ جو دنیا میں ہنستے ہیں وہ وہاں روتے ہیں، اور جو دنیا میں

روتے ہیں وہ وہاں ہنستے ہیں۔

جب اعلیٰ حضرت کے والد ماجد حضرت مولانا تقی علی خان صاحب قدس سرہ کا وصال ہوا تو اپنے پیر مرشد برحق اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہ العزیز کو روایا میں دیکھا کہ حضرت والد ماجد قدس سرہ الامجد کے مرقد پر تشریف لائے۔ غلام نے عرض کیا: حضور! یہاں کہاں؟ او لفظاً ہذا معناه فرمایا: آج سے یاب سے یہیں رہا کریں گے۔ رحمہما اللہ رحمة واسعة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لم یبق من النبوة الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤیا الصالحة رواہ البخاری عن ابی ہریرة وزاد مالک یراها الرجل المسلم اوتری له ولاحمد وابن خزیمة وابن حبان وصحاحہ عن ام کرز ذہبت النبوة وبقيت المبشرات وللطبرانی فی الکبیر عن حذیفة بسند صحیح ذہبت النبوة بعد الا المبشرات ای الرویا الصالحة یراها الرجل اوتری له یعنی نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہیں ہاں بشارتیں باقی ہیں یعنی اچھا خواب کہ مسلمان دیکھے۔ یا اس کے لیے دیکھا جائے۔

الحمد للہ! اس رسالہ (تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین) کے زمانہ تصنیف میں مصنف نے خواب دیکھا کہ میں اپنی مسجد میں ہوں، چند وہابی آئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت مطلقہ میں بحث کرنے لگے۔ مصنف نے دلائل صریحہ سے انہیں ساکت کر دیا کہ خائب و خاسر چلے گئے۔ پھر مصنف نے اپنے مکان کا قصد کیا۔ (یہ مسجد شارع غام پر واقع ہے۔ دروازہ سے نکل کر چند سیڑھیاں ہیں کہ اس سے اتر کی سڑک ملتی ہے اس کے جنوب کی طرف ہندوؤں کا مندر اور کنواں ہے)، مصنف ابھی زینہ سے نہ اتر تھا کہ بائیں طرف سے ایک مادہ خوک اور اس کے ساتھ اس کا بچہ سڑک پر آتا دیکھا، جب زینہ مذکور کے پاس آئے تو اس بچہ نے مصنف پر حملہ کرنا چاہا۔ اس کی ماں نے دوڑ کر اسے روکا، اور غالباً اس کے منہ پر مطانچہ مارا بہر حال اسے سختی کے ساتھ جھڑکا، اور ان وہابیہ کی طرف اشارہ کر کے بولی دیکھتا نہیں یہ تیرے بڑے اس سے جیتے نہیں، تو اس پر کیا حملہ کرے گا؟ یہ کہہ کر وہ سؤریا اور اس کا بچہ دونوں اس ہندو کنویں کی طرف بھاگ کر چلے گئے۔ الحمد للہ رب العالمین اس خواب سے مصنف نے قبول رسالہ پر استدلال کیا۔ ولله الحمد

اس سے کچھ پہلے مصنف نے خواب دیکھا کہ اپنے مکان کے پھانک کے آگے شارع غام پر کھڑا ہوں، اور بہتر طور کا ایک فانوس ہاتھ میں ہے، جسے روشن کرنا چاہتا ہوں۔ دو شخص داہنے بائیں کھڑے ہیں، وہ پھونک مار کر بچھا دیتے ہیں۔ اتنے میں مسجد کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی وہ دونوں مخالف ایسے غائب ہو گئے کہ معلوم نہیں آسمان کھا گیا، یا زمین میں سما گئے۔ حضور پر نور انیس بے کساں، مولائے دل و جاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس سگ بارگاہ کے پاس تشریف لائے، اور اتنے قریب رونق افروز ہوئے کہ شاید ایک بالشت یا کم کا فاصلہ ہوا، اور بکمال رحمت ارشاد فرمایا: پھونک مار، اللہ روشن

کر دے گا۔ مصنف نے پھونکا، وہ عظیم نور پیدا ہوا کہ سارا فانوس اس سے بھر گیا۔ والحمد لله رب العالمین۔ (آخر رسالہ تجلی الیقین)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے ۱۳۰۶ھ میں کسی نے دربارہ مصافحہ سوال کیا: دونوں ہاتھوں سے مصافحہ جائز ہے، یا نہیں؟ اور غیر مقلد لوگ ایک ہی ہاتھ سے کرتے، اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کونا جائز و خلاف احادیث جانتے ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے، یا غلط؟

اعلیٰ حضرت نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے جواز اور مقلدوں کے دعویٰ کے ابطال میں ایک مستقل رسالہ چالیس صفحات کا مسکنی بنام صفائح اللجین فی کون التصاحیح بکف الیدین تحریر فرمایا۔ اسی میں فرماتے ہیں: یہ مسئلہ فقیر غفرلہ المولیٰ القدر سے روز جمعہ ۱۹/ذی القعدہ ۱۳۰۶ھ کو بعد نماز جمعہ پوچھا گیا۔ جواب زبانی بیان میں آیا، اور ازاں جا کہ آج کل قدرے علالت اور بوجہ مشاغل درس، قلت مہلت تھی، خیال کیا کہ جمعہ آئندہ کی تعطیل انشاء اللہ تعالیٰ تحریر جواب کی کفیل ہوگی۔ اس اثناء میں سوال مذکور کا خیال بھی دل سے اتر گیا۔ ناگاہ شب سہ شنبہ ۱۳/ماہ مسطور کے سر بشمال و رو بقبلہ میں سویا، اور نصیب بیدار تھا۔ خاص صبح کے وقت بحمد اللہ تعالیٰ خواب دیکھا کہ سمت مدینہ طیبہ سے امام غلام، مرشد الانام، قاضی البلاد، مفتی العباد، فقیہ النفس، مقارب الاجتہاد، امام اجل، ابوالحسن، فخر المملۃ والدین، ابوالفاجر حسن ابن امام بدر الدین منصور بن امام شمس الدین محمود ابوالقاسم ابن عبدالعزیز اور جندی فرغانی معروف بہ امام قاضی خاں قدس اللہ تعالیٰ مرہم و افاض علینا فوزہم (جن کے فتاویٰ کے لیے شرقاً غرباً اعلیٰ درجہ پر اعتبار و اشتہار، اور ان کا امام مجتہد، فقیہ النفس، اعظم عمائد سے ہونا عالم آشکار) فقیر کے سر ہانے تشریف لائے، بلند بالا، متوسط بدن، سفید پوشاک زیب تن، وسیع گھیر نیچے دامن، اور بزبان فارسی یہ دو جملے ارشاد فرمائے: "مستند ایشاں حدیث انس است و اورا مفہوم نیست لفظ یہی تھے، یا اس کے قریب۔ معاً جمال مبارک دیکھتے ہی قلب فقیر میں القا ہوا کہ یہ امام قاضی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اور کلام مقدس سنتے ہی دل میں آیا کہ اسی مسئلہ مصافحہ کی نسبت ارشاد ہے۔ والحمد لله رب العالمین۔"

احادیث صحیحہ سے ثابت کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسے (خواب کو) امر عظیم جانتے اور اس کے سننے پوچھنے بتانے اور بیان فرمانے میں نہایت درجہ کا اہتمام فرماتے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح پڑھ کر حاضرین سے دریافت فرماتے: هل رأوا اللیلۃ الرؤیا آج کی شب کسی نے کوئی خواب دیکھا؟ جس نے دیکھا ہوتا عرض کرتا حضور تعبیر فرماتے۔ احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ و الطبرانی و حکیم ترمذی و ابن جریر و ابن عبدالبر و ابن النجا و غیر ہم محدثین کبار کے یہاں احادیث انس و ابو ہریرہ و عبادہ بن صامت و ابوسعید خدری و عبداللہ و عوف بن مالک و بارزین عقیلی و عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان کی خواب نبوت کے ٹکڑوں سے ایک ٹکڑا ہے۔ (حدیثیں اس بارے میں مختلف آئیں، چوبیسواں، پچیسواں،

چھیسواں، چالیسواں، چوالیسواں، پچاسواں، سترواں، چھترواں ٹکڑا سب وارد ہیں۔ لہذا فقیر نے مطلق ایک ٹکڑا کہا، اور اکثر احادیث صحیحہ میں چھیا لیسواں ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ) صحیح بخاری ابو ہریرہ اور صحیح مسلم و سنن ترمذی میں عبداللہ بن عباس و احمد و ابن ماجہ و خزیمہ و حبان کے یہاں صحیح ام کرز کعبیہ اور مسند احمد میں ام المومنین صدیقہ اور مجتم کبیر طبرانی میں صحیح حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے مروی و ہذا لفظ الطبرانی حضور لامع النور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ذہبت النبوة فلا نبوة بعدی الا البشرا ات الرویا الصالحة یراھا الرجل اور تری لہ نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہ ہوگی مگر بشارتیں وہ کیا ہیں نیک خواب کہ آدمی خود دیکھے یا اس کے لیے دیکھی جائے۔ اس طرح احادیث مبارکہ میں متواتر اور اس کا عظیم محکم بالشان ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ان کی تفصیل موجب تقویم اور احمد و بخاری و ترمذی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اذا را احدکم الرؤیة یجنھا فانما ہی من اللہ علیھا ولحدیث بھا غیرہ جب تم میں کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے پیارا معلوم ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ہے چاہیے کہ اس پر اللہ عزوجل کی حمد بجالائے اور لوگوں کے سامنے بیان کرے۔

فقیر بے نوا کو اس سے زیادہ کیا پیارا ہوگا کہ ایک امام اجل رکن شریعت، ہادی ملت، اس پر اپنا پر تو اجلال ڈالے اور محض اس کی امداد و اشارہ کے لیے غریب خانہ پر بنفس نفیس کرم فرمائے، اور بے سابقہ عرض و درخواست خود بکمال مہربانی مسئلہ دین ورد مخالفین تعلیم کرے کہا وہ غریب خستہ فقیر دل شکستہ اس سے امید نہ کرے گا کہ باوجود میرے ان عظیم و شدید گناہوں کے میرا رؤف و رحیم مولیٰ عزوجل میرے ساتھ ایک خاص نظر رکھتا ہے، اور مجھے ذلیل و بے وقعت خوار بے حیثیت کا افتاب بھی اس بارگاہ رحمت میں گنتی شمار کے قابل ٹھہرائے۔

فالحمد لله الذی بنعمته وجلاله فتم الصالحات والصلوة والسلام علی کنز الفقراء حوز

الضعفاء عظیم الرجاء عمیم العطیات وعلی آلہ وصحبہ اجمعین والحمد لله رب العالمین

یہ بھی سنت صحابہ سے ثابت کہ جو خواب ایسا دیکھا گیا جس میں ان کے قول کی تائید نکلی، اس پر شاد ہوئے، اور دیکھنے والے کی توقیر بڑھادی۔ صحیحین میں سے ابو حمزہ ضعی نے تمتع حج میں خواب دیکھا، جس سے مذہب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا، اور اس روز انہیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھانا شروع کیا۔

فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کے متعلق سوال ہوا، اور وہابیہ جو ایک ہاتھ سے مصافحہ پر زور دیتے ہیں، اس کے متعلق دریافت حال ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس وقت امام قاضی خان کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: "مستند ایساں حدیث انس است واور مفہوم نیست اس خواب کو رسالہ مبارکہ صفحہ الحجین میں ذکر کر کے تحریر فرمایا: فقیر غفر اللہ تعالیٰ کو اس خواب مبارک کے ذکر سے مخالفین پر حجت لانا مقصود نہیں کہ وہ تو خواب کے لیے اصلاً قدر و قیمت نہیں رکھتے، اگرچہ صحیحہ سے ثابت الی آخر مافات و اجاد میں نے عام سنی بھائیوں کی وسعت معلومات کے لیے اس کو نقل کر دینا مناسب جانا۔

بیعت و ارشاد

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز ایک زمانہ تک براہ تو واضح و انکساری کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے۔ جب حضرت سیدنا شاہ ابوالحسنین احمد نوری میاں صاحب مارہروی بریلی شریف تشریف لاتے، تو سب لوگوں کو انہیں سے بیعت ہونے کی تلقین کرتے اور اس میں فقط اہل شہر یا دوسرے حضرات کی خصوصیت نہ تھی بلکہ اپنے اعزہ و اقارب حتیٰ کہ اپنے صاحبزادوں کو بھی حضرت میاں صاحب قبلہ سے ہی بیعت کرایا۔ لیکن جب لوگوں کا شوق غالب ہوا، اور بعض حضرات نے اصرار کیا کہ مجھے تو حضور ہی سے اعتقاد ہے، میں تو حضور ہی سے مرید ہوں گا اور حضرت میاں صاحب نے بھی بہت مجبور کیا کہ جب حضرت پیر و مرشد نے اجازت و خلافت عطا فرمائی ہے تو اس کا مقصد یہی ہے کہ آپ سلسلہ کو پھیلائیں، اور لوگوں کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں منسلک کریں۔

اجزائے سلسلہ کے لیے خواب میں پیر و مرشد کا حکم:

مقربان خاص سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ پہلے جو مرید ہونے کے لیے عرض کرتا تھا، تو اسے سیدنا شاہ ابوالحسنین احمد نوری میاں صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز یا حضرت تاج النجول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایوانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا کرتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد عالم رویا میں اپنے شیخ کامل خاتم الاکابر حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

آپ سلسلہ کا دائرہ کیوں تنگ کرتے ہیں، کیوں نہیں مرید کیا کرتے؟

اس حکم و بشارت کے بعد مجبوراً بیعت لینی شروع فرمائی۔

جن کی قسمت میں قسام ازل نے داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ہونا تحریر فرما دیا تھا، اطراف و اکناف عالم سے آ آ کر داخل سلسلہ عالیہ ہوتے: اور یہ صرف صوبہ ممالک مغربی و شمالی آگرہ اودھ ہی تک نہ محدود رہا، بلکہ ہندوستان کے اکیس صوبوں، اسلامی ریاستوں اور رعایائے راجاں راجپوتانہ وغیرہ سے تجاوز کر کے بیرون ہند کابل، ایران، ترک سے بھی بڑھ کر عرب، روم، شام حتیٰ کہ حرمین تک آپ کے مریدوں کا سلسلہ و حلقہ پہنچا ہوا ہے۔

سلسلہ بیعت:

اعلیٰ حضرت قبلہ کو اپنے پیر و مرشد برحق قدس سرہ سے اجازت و خلافت جملہ طرق کی حاصل تھی، اور سب طریقوں میں

بیعت کے مجاز تھے۔ مگر حضور کو سب سے زیادہ پسندیدہ طریقہ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ تھا۔ عام طور پر اسی میں بیعت کرتے۔ البتہ اگر کوئی شخص خاص طور پر خصوصیت کے ساتھ کسی خاص طریقہ میں بیعت کی تمنا کرتا، تو اس کو اس طریقہ میں بیعت فرماتے۔ یا بعض موقع پر کسی خاص طریقہ سے ملاحظہ فرماتے، تو اسے اسی طریقہ میں بیعت فرماتے۔ ورنہ عام طور پر سلسلہ قادریہ میں سب کو داخل فرماتے۔

بیعت کرنے کا طریقہ:

بیعت کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ اکثر بعد نماز مسجد ہی اور کبھی کبھی دولت کدہ پر بھی غیر وقت صلاۃ میں بیعت ہونے والے کو فرماتے کہ وضو کر لیجئے، آواز اگر وقت مکروہ نہ ہوتا تو دو رکعت نماز توبہ پڑھنے کو فرماتے۔ اس کے بعد داہنا ہاتھ دائیں دست مبارک اور بائیں ہاتھ بائیں دست مبارک میں لے کر دوزانو خود بیٹھتے، اور مرید ہونے والے کو اسی طرح بیٹھنے کو فرماتے۔ پھر آیہ کریمہ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ مِنْ عَجْرٍ عَظِيمًا تک تلاوت فرماتے۔ اس کے بعد مرید ہونے والے کو کلمہ طیبہ پڑھواتے۔ پھر فرماتے کہو:

يا اللہ مجھے توبہ دے گناہوں سے، اور آئندہ شریعت مطہرہ پر قائم رکھ، میں شریعت کے حلال کو حلال جانوں گا، شریعت کے حرام کو حرام جانوں گا، اور تیری توفیق سے مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہوں گا۔ میں نے اپنا ہاتھ حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست میں دیا۔ خداوند! تو مجھے ان کے غلاموں میں قبول فرما، اور میرا حشر ان کے غلاموں کے زمرے میں فرما۔

اس کے بعد اگر شیرنی لایا ہوتا تو اس پر مشائخ کرام کی فاتحہ پڑھ کر پہلے دست مبارک سے تھوڑی سی مٹھائی اس کو دیتے، اور فرماتے کہ تم خود ہی کھانا، اس میں سے کسی کو نہ دینا۔ باقی شیرینی تمام حاضرین پر تقسیم کر دی جاتی اور اگر کوئی شخص غربت و ناداری یا کم وقت ہونے کی وجہ سے مٹھائی نہیں لاتا تو اس کو ضروری بھی نہیں جانتے۔ مرید کرنے کے بعد فاتحہ پڑھ کر بزرگان سلسلہ کو ایصالِ ثواب فرمادیتے۔

طریقہ بیعت میں نے یہ دیکھا کہ جو شخص مرید ہونا چاہتا کچھ مٹھائی اگر چہ بتاشہ ہی سہی، لاتا۔ اگر با وضو ہوتا ورنہ وضو کرایا جاتا، اور اپنے رو برو دوزانو بٹھا کر خود بھی دوزانو ہو کر اسے اتنا قریب فرمالتے کہ آپ کے زانو مبارک اس کے زانو سے مل جاتے۔ اس کے بعد چشمان مبارک بند کر کے کچھ پڑھتے پھر بصورت مصافحہ اس کے ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر یہ الفاظ تلقین فرماتے:

لا الا اللہ محمد رسول اللہ، یا رحمن، یا رحیم مجھے توبہ دے گناہوں سے، اور آئندہ شریعت مطہرہ پر قائم رکھ، میں شریعت کے حلال کو حلال جانوں گا، اور سنیوں کے مذہب پر ہمیشہ قائم رہوں گا۔ میں نے اپنا ہاتھ حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست میں دیا، خداوند! تو مجھے ان کے غلاموں

(یا باندیوں) میں قبول فرما، اور میرا حشر ان کے غلاموں کے زمرے میں فرما۔

اس کے بعد اگر شیرینی لایا ہوتا، تو اس پر مشائخ کرام کی فاتحہ پڑھ کر پہلے دست مبارک سے تھوڑی سی مٹھائی اس کو دیتے اور فرماتے کہ تم خود ہی کھانا اس میں سے کسی کونہ دینا اور بقیہ شیرینی کی طرف اشارہ کر کے فرماتے کہ یہ حاضرین کو تقسیم کر دیجئے۔
عورتوں کو بیعت کرتے وقت پردے کا حکم:

کاشانہ اقدس کے شمالی رویہ دالان کے درمیانی محراب میں ایک ڈوری بندھی ہوئی رہتی تھی، جس پر پردہ پڑا رہتا تھا۔ جب کوئی عورت بیعت کے لیے آتی، پردہ کے اس پار نہیں بٹھاتے اور اپنا رومال مبارک بجائے ہاتھ میں ہاتھ لینے کے بڑھا دیتے۔ اس کا ایک سرا عورت پکڑتی، اور دوسرا حضور کے دست مبارک میں ہوتا، اور کلمات توبہ تلقین فرماتے۔
بیعت سے مقصود:

جامع حالات سے فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ بیعت سے مقصود صرف مریدین کی تعداد بڑھانی نہ تھا۔ بلکہ اصلاح عقائد و اعمال و تزکیہ نفس۔ اس لیے مرید ہونے کے بعد اصلاح عقائد و اعمال کی چند نصیحتیں ضرور فرماتے، اور چند اعمال کی ترغیب دیتے، اور شجرہ مبارکہ ایک مرتبہ روزانہ پڑھنے، اور بزرگان سلسلہ کو فاتحہ بخشنے کی ضرورتا کید فرماتے اور اس کا اس قدر خیال کرتے کہ شجرہ شریفہ کے آخر میں اس کو چھاپ کر شائع فرما دیا تھا۔ تاکہ ہر مرید کے پیش نظر بروقت وہ سب باتیں رہیں۔ پھر مختصر سی روزمرہ کی ضروری و مفید دعائیں، مائل و کفی من ادعیۃ المصطفیٰ بنام تاریخی الوظیفۃ الکریمۃ مریدین کے روزمرہ پڑھنے کے لیے بھی چھاپ دیا تھا۔ جن کا اس جگہ نقل کر دینا فائدے سے خالی نہیں۔

جناب حافظ یقین الدین صاحب قادری رضوی کا بیان ہے۔ غالباً ۱۳۰۸ھ میں بریلی میں میں نے خواب دیکھا کہ یہ عاجز کو توالی کے پاس قلعہ کی طرف جا رہا ہے۔ بازار میں معمول کے موافق لوگوں کا بہت ہجوم ہے۔ کہ یکا یک دو آدمی مجھ کو قتل کرنے کی غرض سے لپکے، میں بھاگنے لگا، وہ بھی دوڑنے لگے، پھر میں اڑنے لگا، وہ بھی اڑ کر پیچھا کئے ہوئے تھے، میں پناہ لینے کی غرض سے مولانا رحمت اللہ صاحب کے حضور میں گیا، مولانا رحمت اللہ صاحب مکہ معظمہ تھے، مگر خواب میں میں نے بریلی میں دیکھا۔ وہاں پناہ نہ ملی۔ مجبور ہو کر وہاں سے اڑتا ہوا تائید غیبی سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ بفضلہ تعالیٰ وہ دونوں دشمن غائب ہو گئے۔ اس خواب کا قلب پر بہت بڑا اثر پڑا اور صبح کو جا کر حضور سے خواب بیان کیا۔ اس کا تعلق حضور سے تھا، اس لیے معمولی الفاظ میں تعبیر فرمادی۔ (میں کچھ دنوں سے) ہر جمعہ کو اعلیٰ حضرت کے حضور جاتا تھا، اور پھر ہوتے ہوتے روزانہ حاضر ہونے لگا تھا۔ جب اس خواب سے دل میں کھٹک پیدا ہو گئی تو جرأت کر کے عرض کی: کہ حضور میں مرید ہونا چاہتا ہوں۔ اپنے مرید ہونے کا حال پہلے عرض کر چکا تھا۔ حضور نے شجرہ طلب فرمایا۔ میں لے گیا۔ اسے دیکھ کر فرمایا کہ شجرہ سب طرح سے بہت صحیح ہے، مرید ہونے کی ضرورت نہیں ہے، مگر کھٹک اس قدر غالب ہو چکی تھی کہ دل کا تقاضا ہر وقت یہی تھا کہ غلامی جلد سے جلد داخل ہو جاؤں۔ آخر کار بہت دقت سے ۱۳۱۰ھ یوم جمعہ کو بفضلہ تعالیٰ غلامی میں داخل ہو گیا۔ (ق ۳۹/۴۰)

نقل شجرہ شریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شجرۃ طیبۃ اصلها ثابت و فرعها فی السماء

اللهم صل وسلم وبارک علی سیدنا و مولانا محمد معدن الجود و الکرّم و الہ الکرّام اجمعین .
 اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولّی السید الکریم علی المرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجهہ الکریم
 اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولّی السید الامام حسین الشہید رضی اللہ عنہما
 اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولّی السید الامام علی بن الحسین زین العابدین رضی اللہ عنہما
 اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولّی السید محمد بن علی الباقر رضی اللہ عنہما
 اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولّی السید الامام جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہما
 اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولّی السید الامام موسیٰ بن جعفر الکاظم رضی اللہ عنہما
 اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولّی السید علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہما
 اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولّی الشیخ معروف الکرخی رضی اللہ عنہ
 اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولّی سری السقطی رضی اللہ عنہ
 اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولّی الشیخ جنید بن البغدادی رضی اللہ عنہ
 اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولّی الشیخ ابی بکر بن الشبلی رضی اللہ عنہ
 اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولّی الشیخ ابی الفضل عبدالواحد التیمی رضی اللہ عنہ
 اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولّی الشیخ ابی الفرح الطرطوسی رضی اللہ عنہ
 اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولّی الشیخ ابی الحسن علی بن القرشی الہکاری رضی اللہ عنہ
 اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولّی الشیخ ابی سعید بن المنزومی رضی اللہ عنہ
 اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولّی السید الکریم غوث الثقلین و غیث الکوین الامام ابی
 محمّد عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی صلی اللہ تعالیٰ علی جدہ الکریم وعلی مشائخہ العظام
 و اصولہ الکرّام و فروعه الفخام و مریدیہ و محبیہ و المنتمین الیہ الی یوم القیامۃ وبارک وسلم ابدا سرمد
 اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولّی السید ابی بکر تاج الملة و الدین عبدالرزاق رضی اللہ عنہ

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد ابي صالح نصر رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد محي الدين ابي نصر رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد علي رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد موسى رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد حسن رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد احمد الجيلاني رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى الشيخ بهاء الدين رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد ابراهيم الايرجي رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى الشيخ محمد بهكاري رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى القاضي ضياء الدين المعروف بالشيخ جيا رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى الشيخ جمال الاوليا رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد محمد رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد احمد رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد فضل الله رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد الشاه بركة الله رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد الشاه ال محمد رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد الشاه حمزه رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد الشاه الفضل شمس الملة والدين ال احمد اچھے ميان رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد الكريم الشاه ال الرسول الاحمدى رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى الهام امام اهل السنة المائة الحاضرة مؤيد الملة
الطاهرة حضرت الشيخ احمد رضا خان رضي الله عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم جميعا وعلى سائر اوليائك وعلينا بهم وفيهم ومعهم يا ارحم
الراحمين امين .

(الہی بحرمت این مشائخ عاقبت محمد ظفر الدین بن عبدالرزاق ساکن میجر اضلع پٹنہ بخیر گرداں)

دستخط..... تاریخ کیم ماہ محرم الحرم ۱۳۲۲ھ

فاتحہ سلسلہ:

یہ شجرہ مبارکہ ہر روز بعد نماز صبح ایک بار پڑھ لیا کریں۔ بعدہ درود غوثیہ سات بار الحمد شریف ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار، قل ھو اللہ شریف سات بار، پھر درود غوثیہ تین بار پڑھ کر اس کا ثواب ان تمام مشائخ کرام کی ارواح طیبہ کی نذر کریں، جس کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اگر وہ زندہ ہے، تو اس کے لیے دعائے عافیت و سلامت کریں۔ ورنہ اس کا نام بھی شامل فاتحہ کر لیا کریں۔

درود غوثیہ یہ ہے:

اللھم صل علی سیدنا و مولینا محمد معذن الجود و الکریم و الہ و بارک و سلم

پنج گنج قادری:

بعد نماز صبح یا عزیز یا اللہ.....

بعد نماز ظہر یا کریم یا اللہ..... بعد نماز عصر یا جبار یا اللہ.....

بعد نماز مغرب یا ستار یا اللہ..... بعد نماز عشاء یا غفار یا اللہ.....

سب سو سو بار، اول آخر تین تین بار درود شریف۔ اس کی مداومت سے بے شمار برکات دین و دنیا ظاہر ہوں گے۔

قضائے حاجات و حصول ظفر و مغلوبی دشمنان:

1۔ اللہ ربی لا شریک لہ ۸۷/۸ بار، اول آخر گیارہ مرتبہ درود شریف۔ اس قدر عدد معین با وضو قبلہ رو دوڑا نو بیٹھ کر روزانہ

تا حصول مراد پڑھیں اور اسی کلمہ کو اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے وضو، بے وضو، ہر حال میں گنتی، بے شمار، زبان سے جاری رکھیں۔

2۔ حسبنا اللہ و نعم الوکیل ۴۵۰/۴۵۰ بار روزانہ حصول مراد۔ اول آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار، جس وقت گھبراہٹ

ہو، اسی کلمہ کی بے شمار تکثیر کریں۔

3۔ بعد نماز عشاء ایک سو گیارہ بار: طفیل حضرت دستگیر دشمن ہوئے زیر اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف تا حصول مراد۔ یہ

تینوں عمل امور مذکورہ کے لیے نہایت مجرب و سہل الحصول ہیں۔ ان سے غفلت نہ کی جائے۔ جب کوئی حاجت پیش آئے، ہر

ایک اتنے اتنے اعداد معینہ پر پڑھا جائے۔ پہلے اور دوسرے کے لیے کوئی وقت معین نہیں، جس وقت چاہیں پڑھیں، اور

تیسرے کا وقت بعد نماز عشاء ہے۔ جب تک مراد نہ آئے، تینوں اسی ترکیب سے پڑھے جائیں اور جس زمانے میں کوئی حاجت

درپیش نہ ہو، تو پہلے اور دوسرے کو سو سو بار، روز پڑھ لیا کریں اور اول آخر درود شریف تین تین بار۔



ضروری ہدایات

1۔ مذہبِ اہل سنت و جماعت پر قائم رہیں۔ جس پر علمائے حرمین شریفین ہیں۔ سنیوں کے جتنے مخالف مثلاً وہابی، رافضی، ندوی، نیچری، غیر مقلد، قادیانی وغیرہم ہیں۔ سب سے جدا رہیں۔ اور سب کو اپنا دشمن و مخالف جانیں۔ ان کی بات نہ سنیں۔ ان کے پاس نہ بیٹھیں۔ ان کی کوئی تحریر نہ دیکھیں، کہ شیطان کو معاذ اللہ دل میں وسوسہ ڈالتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ آدمی کو جہاں مال یا آبرو کا اندیشہ ہو، ہرگز نہ جائے گا دین و ایمان سب سے زیادہ عزیز چیز ہیں۔ ان کی محافظت میں حد سے زیادہ کوشش فرض ہے۔ مال اور دنیا کی عزت، دنیا کی زندگی، دنیا ہی تک ہیں۔ دین و ایمان سے ہمیشگی کے گھر میں کام پڑتا ہے۔ ان کی فکر سب سے زیادہ لازم ہے۔

2۔ نماز پنج گانہ کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ مردوں کو مسجد و جماعت کا التزام ہی واجب ہے۔ بے نماز مسلمان گویا تصویر کا آدمی ہے کہ ظاہر صورت انسان کی، مگر انسان کا کام کچھ نہیں۔ بے نماز وہی نہیں جو کبھی نہ پڑھے بلکہ جو ایک وقت کی ہی قصداً کھوئے بے نماز ہے۔ کسی کی نوکری ملازمت خواہ تجارت وغیرہ کسی حاجت کے سبب نماز قضا کر دینی سخت ناشکری، پر لے سرے کی نادانی ہے۔ کوئی آقا یہاں تک کہ کافر کا بھی کوئی نوکر ہو، اپنے ملازم کو نماز سے باز نہیں رکھ سکتا اور اگر منع کرے، تو ایسی نوکری ہی حرام قطعی ہے اور کوئی وسیلہ رزق نماز کھو کر برکت نہیں لاسکتا۔ رزق تو اس کے ہاتھ میں ہے، جس نے نماز فرض کی۔ اور اس کے ترک پر سخت غضب فرماتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

3۔ جتنی نمازیں قضا ہو گئی ہوں، سب کا ایسا حساب لگائیں کہ تخمینے میں باقی نہ رہ جائیں۔ زیادہ ہو جائیں، تو حرج نہیں۔ اور وہ سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ نہایت جلد ادا کر دیں۔ کاہلی نہ کریں، کہ موت کا وقت معلوم نہیں۔ اور جب تک فرض ذمہ میں باقی ہوتا ہے، کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا۔ قضا نمازیں جب متعدد ہوں، مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے، تو ہر بار یوں نیت کریں کہ سب میں پہلی وہ فجر جو مجھ سے قضا ہوئی، ہر دفعہ یوں کہیں کہ سب میں پہلی ہے، اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کریں۔ قضا میں فقط فرض اور وتر یعنی ہر رات دن کی بیس رکعت ادا کی جاتی ہے۔

4۔ جتنے روزے کبھی قضا ہوئے ہوں، دوسرا رمضان آنے سے پہلے قضا کر لیے جائیں کہ حدیث شریف میں ہے: جب تک پہلے رمضان کے روزوں کی قضا نہ کر لی جائے، اگلے قبول نہیں ہوتے۔

5۔ جو صاحب مال ہیں، زکوٰۃ بھی دیں۔ جتنے برسوں کی نہ دی ہو، فوراً حساب کر کے ادا کریں۔ ہر سال کی زکوٰۃ سال تمام ہونے سے پہلے دیا کریں۔ سال تمام ہونے کے بعد دیر لگانا گناہ ہے۔ لہذا شروع سال سے رفتہ رفتہ دیتے رہیں، سال تمام پر حساب کریں۔ اگر پوری ادا ہوگئی، بہتر۔ ورنہ جتنی باقی ہو فوراً دے دیں۔ اور اگر کچھ زیادہ نکل گیا ہے، تو وہ آئندہ سال میں بچا کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کا نیک کام ضائع نہیں کرتا۔

6۔ صاحب استطاعت پر حج فرض اعظم ہے۔ اللہ عزوجل نے اس کی فرضیت بیان کر کے فرمایا: ومن کفر فان الله غنی العالمین اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ سارے جہاں سے بے پروا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تارک حج کو فرمایا ہے: ”چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ قرنطینہ وغیرہ کے مہمل اندیشوں کے باعث باز نہ رہے کہ دس بارہ دن کا روز کا جانا عذاب عظیم جہنم کے برابر نہیں ہو سکتا، جو حج نہ کرنے والے کے لیے ہے۔ 7۔ کذب، فحش، چغلی، غیبت، زنا، لواطت، ظلم، خیانت، ریا، تکبر، دائرہ کتر وانا، فاسقوں کی وضع پہننا، ہر بری خصلت سے بچیں۔ جو ان ساتوں باتوں کا عامل رہے گا، اللہ ورسول کے وعدے سے اس کے لیے جنت ہے۔

جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امین.....



الوظيفة الكريمة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صبح و شام دونوں وقت:

(آدھی رات ڈھلے سے سورج کی کرن چمکنے تک، صبح ہے اس بیچ میں جس وقت ان دعاؤں کو پڑھ لے گا، صبح میں پڑھنا ہو گیا۔ یوہیں دوپہر ڈھلنے سے غروب آفتاب تک شام ہے)

(۱) سبحان الله وبحمده ولا حول ولا قوة الا بالله ماشاء الله كان وما لم يشا لم يكن اعلم ان الله على كل شى قدير وان الله قد احاط بكل شى علما ایک ایک بار۔

(۲) آية الكرسي ایک ایک بار، اور اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ حم تنزیل الکتب من الله العزيز الحكيم۔ غافر الذنب وقابل الثوب شديد العقاب ذی الطول لا اله الا هو اليه المصير ہ ایک ایک بار۔

(۳) تینوں قل تین تین بار، ان تینوں شجروں کا فائدہ ہر بلا سے محفوظی ہے۔ صبح پڑھے تو شام تک، اور شام پڑھے تو صبح تک۔

(۴) بسم الله ماشاء الله لا يسوق الخير الا بالله ماشاء الله لا يصرف السوء الا الله ماشاء الله ما كان من نعمة فمن الله ماشاء الله لا حول ولا قوة الا بالله ہ تین تین بار۔

اس کا فائدہ سات چیزوں سے پناہ ہے۔ جلنا، ڈوبنا، چوری، سانپ، بچھو، شیطان، سلطان۔ صبح سے شام تک۔ اور شام سے صبح تک۔

(۵) اعوذ بكلمت الله التامات من شر ما خلق ہ تین تین بار۔ سانپ، بچھو وغیرہ موزیات سے پناہ۔

(۶) بسم الله الذى لا يضر مع اسمه شى فى الارض ولا فى السماء وهو السميع العليم ہ تین تین بار۔ زہر و ضرر سے امان ہے۔

(۷) رضيت بالله ربا وبالإسلام ديناً وبسيدنا ومولينا محمد صلى الله تعالى عليه وسلم نبينا ورسولا ہ تین تین بار۔

اللہ عزوجل کے کرم پر حق ہے کہ روز قیامت اسے راضی کرے۔

(۸) حسبى الله لا اله الا هو عليه توكلت وهو رب العرش العظيم ہ دس دس بار۔

ہر بلا و مکر سے محفوظی۔ حدیث میں سات بار فرمایا: حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دس بار آیا۔ فقیر کا اسی پر عمل

ہے، اسے بجز تعالیٰ تمام مقاصد کے لیے کافی پایا۔

(۹) فسبحان الله حين تمسون وحين تصبحون وله الحمد في السموات والارض وعشيا وحين تظهرون يخرج الحي من الميت ويخرج الميت من الحي ويحي الارض بعد موتها وكذلك تخرجون ۵ ایک ایک بار۔

جس سے کسی دن سب وظائف رہ جائیں، تو یہ تنہا ان سب کی جگہ کافی ہے۔ نیز رات دن کی ہر نقصان کی تلافی ہے۔

(۱۰) افحسبتم انما خلقنكم عبثا وانكم الينا لا ترجعون ۵ افتعالی الله الملك الحق لا اله الا هو رب العرش الكريم ومن يدع مع الله الها اخر لا برهان له به فانما حسابه عند ربه انه لا يفلح الكافرون وقل رب اغفر وارحم وانت خير الراحمين ۵ ایک ایک بار۔

شیطان و جن و آفات سے محفوظی۔

(۱۱) اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ تین بار ہو اللہ الذی لا اله الا هو عالم الغیب والشہادۃ ہو الرحمن الرحیم ۵ ہو اللہ الذی لا اله الا هو الملك القدوس السلام المؤمن المہیمن العزیز الجبار المتکبر سبحان اللہ عما یشرکون ہو اللہ الخالق الباری المصور له الاسماء الحسنی یسبح له ما فی السموات والارض وهو العزیز الحکیم ایک بار صبح پڑھے، تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کریں۔ اور اس دن مرے تو شہید ہو، اور شام کو پڑھے تو صبح تک یہی حکم ہے۔

(۱۲) اللهم انا نعوذ بك من ان اشرك بك شيئا نعلمه ونستغفرك لما لا نعلمه تین تین بار۔

خاتمہ ایمان پر ہو۔

(۱۳) بسم الله على ديني بسم الله على نفسي وولدي واهلي ومالي تین تین بار۔

دین و ایمان ان و مال بال بچے محفوظ رہیں۔

(۱۴) اللهم ما اصبحت بي من نعمه او باحد من خلقك فمنك وحدك لا شريك لك فلك الحمد وتلك الشكر ایک ایک بار صبح کو کہے تو دن بھر کی سب نعمتوں کا شکر ادا کیا اور شام کو کہے تو شب بھر کی۔ شام کو صبح کی جگہ اسی کہے۔ فقیر اس کے بعد لا اله الا انت سبحانك انی كنت من الظالمين ۵ مزا اند کرتا ہے۔

فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے کوئی عدد معین نہ فرمایا۔ فقیر غفرلہ سو بار پڑھتا ہے، اور اگر کسی وقت موقع نہ ملا تو اکتالیس بار۔

(۱۵) بسم الله ذی الشان عظیم البرهان شدید السلطان ماشاء الله كان اعوذ بالله من الشيطان

الرجیم ایک ایک بار۔

شیطان اور اس کے لشکروں سے محفوظ رہے۔

(۱۶) اللہم انی اصبحنا اشہدک واشہد حملاً عرشک وملائکتک وجميع خلقک انک انت اللہ لا

الہ الا انت وحدک لا شریک لک وان محمدا عبدک ورسولک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار چار بار۔
ہر بار چہارم بدن دوزخ سے آزاد ہو، شام کو اصحمت کی جگہ امیت کہے۔

(۱۷) اللہم لک الحمد دائماً مع دوامک ولک الحمد حمداً خالداً مع خلودک ولک الحمد

حمداً لا منتهی لہ دون مشیتک ولک الحمد حمداً دائماً لا یرید قائلہ الا رضاک ولک الحمد حمداً عند
کل طرفۃ عین و تنفس کل نفس ایک ایک بار۔

گویا اس نے اس دن، رات پوری عبادت کا حق ادا کیا۔

(۱۸) اللہم انی اعوذ بک من الہم والحزن واعوذ بک من العجز والکسل واعوذ بک من الجبن

والبخل واعوذ بک من غلبۃ الدین وقہر الرجال ایک ایک بار۔

غم والہم سے بچنے اور قرض کے لیے گیارہ گیارہ بار پڑھے۔

(۱۹) یا حی یا قیوم برحمتک استغیث فلا تکلنی الی نفسی طرفہ عین واصلح لی مثنی کلمہ ایک

ایک بار۔

سب کام بنیں۔

(۲۰) اللہم خیر لی واختر لی ولا تکلنی الی اختیاری سات سات بار۔

دن رات کے ہر کام کے لیے استخارہ ہے۔

(۲۱) سید الاستغفار اللہم انت بل لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عہدک ووعدک

ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی و ابوء بذنبی فاغفر لی فانہ لا یغفر الذبوب
الا انت ایک ایک بار، یا تین تین بار۔

گناہ معاف ہوں۔ اور اس دن رات میں مرے، تو شہید۔ فقیر اتنا اور زائد کرتا ہے۔ واغفر لکل مومن ومومنہ اور اپنے

جس فعل سے کبھی ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے، اسے پڑھتا ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے۔

(۲۲) لا الہ الا الملک الحق المبین سو سو بار۔

دنیا میں فاقہ نہ ہو قبر میں وحشت نہ ہو حشر میں گھبراہٹ نہ ہو۔

صرف صبح:

۱۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لاحول ولا قوہ الا باللہ العلی العظیم ہر کام بنے۔ شیطان سے محفوظ رہے۔

2- سورہ اخلاص گیارہ گیارہ بار۔ اگر شیطان مع اپنے لشکروں کے کوشش کرے کہ اس سے کوئی گناہ کرائے، نہ کرا سکے۔ جب تک یہ خود نہ چاہے۔

3- یا حی یا قیوم لا الہ الا انت اکتالیس بار۔ اس کا دن زندہ رہے گا، اور خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

4- سبحان اللہ العظیم وبحمدہ تین تین بار۔

جنوں جذام برص نابینائی سے بچے۔

5- تلاوت قرآن عظیم کم از کم ایک پارہ حتی الامکان طلوع شمس سے پہلے ہو اور اگر آفتاب نکل آئے، تو ٹھہر جائے۔ اور

ذکر اذکار کرے یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو جائے، کہ جن تینوں وقتوں میں نماز مکروہ ہے۔ تلاوت بھی مکروہ ہے۔

6- دلائل الخیرات ایک حزب۔

7- شجرہ شریف، دلائل و شجرہ قبل طلوع شمس ہوں خواہ بعد طلوع۔

پانچوں نمازوں کے بعد:

1- آیۃ الکرسی ایک ایک بار مرتے ہی جنت میں داخل ہو۔

2- استغفر اللہ الذی لا الہ الا هو الحی القیوم واتوب الیہ تین تین بار۔ گناہ معاف ہوں اگرچہ سمندر کے

جھاگوں کے برابر ہوں۔

3- تسبیح حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سبحان اللہ اثنینتیس بار الحمد للہ تینتیس بار اللہ اکبر چونتیس بار

اخیر میں لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قذیر ایک بار۔ اس دن تمام جہاں میں کسی کا عمل اس کے برابر بلند نہ کیا جائے، مگر جو اس کے مثل پڑھے۔

4- ماتھے پر داہنا ہاتھ رکھ کر بسم اللہ الذی لا الہ الا هو الرحمن الرحیم اللہم اذهب عنی الهم والحزن

ہر غم و پریشانی سے بچے۔ فقیر اس کے بعد اتنا اور زیادہ کرتا ہے۔ وعن اہل السنۃ۔

5- پنج گنج قادریہ کے برکات بے شمار ہیں۔

نماز صبح و عصر کے بعد:

1- بغیر پاؤں بدلے اور بے کلام کئے دس دس بار لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد بیدہ

الخیر وهو علی کل شیء قذیر ہر بلا و آفت و شیطان و مکرو فریب سے بچے گناہ معاف ہو اس کے برابر کسی کی نیکیاں نہ نکلیں۔

2- اللہم اجرنی من النار سات سات بار روزخ سے دعا کرے الہی اسے مجھ سے بچا۔

نماز صبح:

1- اللهم اكفني كل مهم من حيث شئت ومن اين شئت حسبي الله لديني حسبي الله لما اهمتي حسبي الله لمن بغى علي حسبي الله لمن حسدني حسبي الله لمن كاذني بسوء حسبي الله عند الموت حسبي الله عند المسئلة في القبر حسبي الله عند الميزان حسبي الله عند الصراط حسبي الله الذي لا اله الا هو عليه توكلت وهو رب العرش العظيم ايك ايك باريا تين تين بار هر مشكل آسان هوسب پریشانیاں دور ہوں ایمان سلامت رہے اللہ تعالیٰ ہر جگہ مدد فرمائے دشمن برباد ہوں حاسد اپنی آگ میں جلیں نزع میں آسانی ہو قبر میں شاداں ہو نیکیوں کا پلہ بھاری ہو صراط پر سہل جاری ہو۔

2- بعد نماز صبح بغیر پاؤں بدلے بیٹھا ہوا ذکر الہی میں مشغول رہے یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو یعنی طلوع کنارہ شمس کو بیس پچیس منٹ گزر جائیں اس وقت دو رکعت نفل پڑھے پورے حج و عمرہ کا ثواب لے کر پلٹے۔
نماز مغرب کے بعد:

فرض پڑھ کر ایک ہی نیت سے دو رکعت پڑھتیاں و درود دعا اور پہلی تیسری پانچویں میں اللهم سے شروع ان میں پہلی دو سنت موکدہ ہوں گی باقی چار نفل یہ صلاۃ اوابین ہے اور اللہ تعالیٰ اوابین کے لیے غفور ہے۔
شب میں یعنی غروب شمس سے طلوع صبح تک جس وقت ہو۔

- 1- سورہ ملک عذاب قبر سے نجات ہو۔
- 2- سورہ یسین مغفرت ہے۔
- 3- سورہ واقعہ فاقہ سے امان ہو۔
- 4- سورہ دخان صبح اس حال میں اٹھے کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہوں۔

بعد نماز عشا:

- 1- اللهم صل علی سیدنا محمد کما امرتنا ان نصلی علیہ
- اللهم صل علی سیدنا محمد کما هو اہلہ
- اللهم صل علی سیدنا محمد کما تحب وترضی لہ
- اللهم صل علی روح سیدنا محمد فی الارواح
- اللهم صل علی سیدنا جسد محمد فی الاجساد
- اللهم صل علی قبر محمد فی القبور صلی اللہ علی نبینا و مولانا محمد

طاق بار۔ جتنا نبھ سکے۔ حصول زیارت اقدس کے لیے اس سے بہتر صیغہ نہیں۔ مگر خالص تعظیم شان اقدس کے لیے پڑھے اس نیت کو بھی جگہ نہ دے کہ مجھے زیارت عطا ہو آگے ان کا کرم بے حد بے انتہا ہے۔

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از وغیرا و تمنائے

منہ مدینہ طیبہ کی طرف ہو، اور دل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ دست بستہ پڑھے۔ یہ تصور باندھے کہ روضہ انور کے حضور حاضر ہوں، اور یقین جانے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ رہے ہیں، اس کی آواز سن رہے ہیں، اس کے دل کے خطروں پر مطلع ہیں۔

2۔ اللہ لا الہ الاہو الحئی القیوم اللہ لا الہ الاہو الرحمن الرحیم لا الہ انت سبحانک انی کنت من الظالمین صلی وسلم وبارک ابدا علی النبی الامی وآلہ واصحابہ اجمعین اللہ اللہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا غوث یا غوث یا غوث سومرتبہ۔
گناہوں کی مغفرت آفات دنیوی و اخروی سے نجات و صفائے قلب۔

سوتے وقت:

1۔ آیۃ الکرسی شریف ایک بار۔ جب تک سوئے حفاظت الہی میں رہے۔ اس کے گھر اور گرد کے گھروں میں چوری سے پناہ ہو۔ آسیب و جن کا دخل نہ ہو۔

2۔ تسبیح حضرت زہرا۔ صبح نشاط پڑھے اور فوائد بے شمار۔

3۔ الحمد اور چاروں قل ایک ایک بار۔

4۔ ابتدائے سورہ بقرہ سے مفلحون تک اور آخر سورہ آمن الرسول سے ختم سورہ تک۔ ان دونوں کے فوائد بے شمار

ہیں۔

5۔ ان الذی آمنوا سے آخر کھف تک، چار آیتیں۔ شب میں یا صبح جس وقت جاگنے کی نیت سے پڑھے، آنکھ کھلے

گی۔

6۔ دونوں کف دست پھیلا کر تینوں قل، ایک ایک بار پڑھ کر ان پر دم کر کے سر اور چہرہ اور سینے اور آگے پیچھے جہاں تک

ہاتھ پہنچیں سارے بدن پر پھیر لے، پھر دوبارہ، پھر سہ بارہ اسی طرح ہر بلا سے محفوظ رہے۔

7۔ سورہ قل یا ایہا الکفرون پر خاتمہ کرے۔ اس کے بعد کلام کی حاجت ہو تو بات کر کے پھر پڑھ لے کہ اسی پر خاتمہ

ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

سوتے سے اٹھ کر:

(۱) الحمد لله الذي احيانا بعد ما ماتنا واليه النشور قیامت میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ اللہ عزوجل کی حمد کرتا

اٹھے۔

تنبیہ:

اوپر سے یہاں تک جتنی دعائیں لکھی گئیں ہر ایک کے اوّل و آخر درود شریف ضروری ہے۔

تہجد:

فرض عشاء پڑھنے کے بعد کچھ دیر سو رہے پھر شب میں طلوع صبح سے پہلے جس وقت آنکھ کھلے اگرچہ رات کے نو بجے یا جاڑوں میں جب پونے سات بجے عشاء پڑھ کر سو رہے اور سات سو سات بجے آنکھ کھلے وہی وقت تہجد کا ہے۔ وضو کر کے کم از دو رکعت پڑھ لے۔ تہجد ہو گیا اور سنت آٹھ رکعت ہیں اور معمول مشائخ بارہ رکعت۔ قرأت کا اختیار ہے، جو چاہے پڑھے۔ اور بہتر یہ کہ جتنا قرآن شریف یاد ہو، اس کی تلاوت ان رکعتوں میں کرے۔ اگر کل یاد ہو تو کم سے کم تین رات، زیادہ سے زیادہ چالیس رات میں ختم کرے۔ نہ یاد ہو تو ہر رکعت میں تین تین بار سورہ اخلاص کہ جتنی رکعتیں پڑھے گا۔ اتنی ختم قرآن کا ثواب ملے گا۔

ذکر جہر چار ضربی:

چار زانو بیٹھے۔ بائیں زانو کی رگ سیماں داہنے پاؤں کے انگوٹھے اور اس کے برابر کی انگلی میں دبالے۔ پھر سر جھکا کر بائیں گھٹنے کے محاذی لاکر لاکلام یہاں سے شروع کر کے داہنے گھٹنے کے محاذات تک کھینچتا ہوا لے جائے۔ اب یہاں سے الہ کا ہمرہ شروع کر کے لام کے بعد کا الف داہنے شانے تک کھینچتا لے جائے اور داہنی طرف خوب منہ پھیر کر کہے۔ پھر وہاں سے الا اللہ بقوت دل پر ضرب کرے۔ سو بار یا حسب قوت کم سے شروع کرے۔ پھر حسب طاقت و فرصت بڑھاتا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ پانچ ہزار ضرب روزانہ تک پہنچائے۔ جب حرارت بڑھنے لگے ہر سو بار کے بعد ایک یا تین بار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ لے، تسکین پائے گا۔ مگر مبتدی جب تک زنگ دور نہ ہو، خالص حرارت کا محتاج ہے۔ یہ ذکر ایسے وقت اور ایسی جگہ ہو، کہ ریا نہ آئے۔ کسی نمازی یا ذاکر یا مریض یا سوتے کو تشویش نہ ہو۔ اگر دیکھے کہ ریا آتا ہے، تو نہ چھوڑے۔ اور خیال ریا کو دفع کرے اور اللہ عزوجل کی طرف اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے رجوع لائے، تا سب ہو۔ انشاء اللہ ریادفع ہوگا۔

ذکر خفی:

دوزانو آنکھیں بند کئے زبان تالو سے جمائے کہ متحرک نہ ہو محض تصور سے کہ سانس کی آواز بھی نہ سنائی دے۔ ان پانچ

طریقوں سے جو طریقہ چاہے، اختیار کرے۔ خواہ وقتاً فوقتاً پانچوں برتے۔

1- سر جھکا کر ناف سے لاکالام نکال کر سر بتدریج اوپر اٹھاتا ہوا اللہ کی ذمہ دماغ تک لے جائے اور معاً اللہ کا پہلا ہمزہ وہاں شروع کر کے اس کی ضرب ناف خواہ دل پر کرے۔

2- اسی طور پر لا الہ الاہو اس میں دوسرا جز الاہو ہوگا۔

3- صرف اللہ کا پہلا ہمزہ ناف سے اٹھ کر الال دماغ تک لے جائے، اور معاً لاہ کا وہاں سے اتار کر ناف یا دل پر

ضرب کرے۔

4- فقط اللہ پہلا ہمزہ ناف سے شروع کرے لاکو دماغ تک پہنچائے اور بدستورہ کی ضرب۔

5- محض اللہ بسکون ہا۔ پہلا ہمزہ ناف سے اٹھا کر لام دماغ تک اور لاہ کی ضرب۔ اسے سو بار سے شروع کرے۔ حسب

وسعت ہزاروں تک پہنچائے۔ ان پانچوں میں افضل پہلا طریقہ ہے۔ یہ طریقے اس درجہ مفید ہیں کہ انہیں اخفا کرتے ہیں۔ رموز میں لکھتے ہیں۔ فقیر نے خاص اپنے برادران طریقت کے لیے اسے عام کیا۔

انہیں پانچوں طریقوں سے جسے چاہے ہر سانس کی آمد و رفت میں کھڑے بیٹھے لیٹے چلتے پھرتے وضو بے وضو بلکہ قضائے حاجت کے وقت بھی ملحوظ رکھے یہاں تک کہ اس کی عادت پڑ جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے اب سوتے میں بھی سانس کے ساتھ ذکر جاری رہے گا۔

تصور شیخ:

خلوت میں آوازوں سے دور، و بمکان شیخ، اور وصال ہو گیا ہو تو جس طرف مزار شیخ ہو ادھر متوجہ ہو کر بیٹھے۔ محض خاموشی با ادب بکمال خشوع، اور صورت شیخ کا تصور کرے، اور اپنے آپ کو اس کے حضور حاضر جانے۔ اور یہ خیال دل میں جمائے کہ سرکار رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے انوار و فیوض شیخ کے قلب پر فائز ہو رہے ہیں اور میرا قلب قلب شیخ کے نیچے بحالت در یوزہ گری لگا ہوا ہے۔ اس میں سے انوار و فیوض اہل اہل کر میرے دل میں آ رہے ہیں۔ اس تصور کو بڑھائے، یہاں تک کہ جم جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے۔ اس کی انتہا پر صورت شیخ خود متمثل ہو کر اس کے ساتھ رہے گی اور ہر کام میں مدد دے گی۔ اور اس راہ میں جو مشکل اسے پیش آئے گی، اس کا حل بتائے گی۔

تنبیہ:

اذکار و اشغال میں مشغولی سے پہلے اگر قضا نمازیں یا روزے ہوں، ان کا ادا کر لینا جس قدر جلد ممکن ہو نہایت ضرور ہے۔ جس پر فرض باقی ہے، اس کے نفل و اعمال مستحبہ کام نہیں دیتے۔ بلکہ قبول نہیں ہوتے، جب تک فرائض نہ ادا کر لے۔

تنبیہ:

اذکار و اشغال کے لیے تین بدرقوں کی ضرورت ہے۔ تقلیل طعام، تقلیل کلام، تقلیل منام وباللہ التوفیق۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ پنجم محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

سنی مسلمانوں کے دین و دنیا کا بھلا لا زوال دولت اور بہت آسان۔

صلی اللہ علی النبی الامی والہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاة وسلاما علیک یا رسول اللہ بعد نماز جمعہ جمع کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے دست بستہ کھڑے ہو سو بار پڑھیں۔ جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو، جمعہ کے دن نماز صبح خواہ ظہر یا عصر کے بعد پڑھیں۔ جو کہیں اکیلا ہو، تنہا پڑھے۔ یوہیں عورتیں اپنے گھروں میں پڑھیں۔ اس کے چالیس فائدے ہیں، جو صحیح اور معتبر حدیثوں سے ثابت ہیں۔ یہاں مشتبہ از نمونہ چند ذکر کیے جاتے ہیں۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے گا، جو ان کی عظمت تمام جہان سے زیادہ دل میں رکھے گا۔ جو ان کی شان گھٹانے والوں، ان کے ذکر پاک مٹانے والوں سے دور ہے گا، دل سے بیزار ہوگا۔ ایسا جو کوئی مسلمان اسے پڑھے گا، اس کے لیے بے شمار فائدے ہیں۔ جن میں سے بعض درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) پڑھنے والے پر اللہ عزوجل اپنی تین ہزار رحمتیں اتارے گا۔

(۲) اس پر دو ہزار بار اپنا سلام بھیجے گا۔

(۳) پانچ ہزار نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھے گا۔

(۴) اس کے پانچ ہزار گناہ معاف فرمائے گا۔

(۵) اس کے پانچ ہزار درجے بلند فرمائے گا۔

(۶) اس کے ماتھے پر لکھ دے گا کہ یہ منافق نہیں۔

(۷) اس کے ماتھے پر تحریر فرمائے گا کہ یہ دوزخ سے آزاد ہے۔

(۸) اللہ اسے قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ رکھے گا۔

(۹) اس کے مال کی ترقی دے گا۔

(۱۰) اس کی اولاد اور اس کی اولاد کی اولاد میں برکت رکھے گا۔

(۱۱) دشمنوں پر غلبہ دے گا۔

(۱۲) دلوں میں اس کی محبت رکھے گا۔

(۱۳) کسی دن خواب برکت زیارت اقدس سے مشرف ہوگا۔

(۱۴) ایمان پر خاتمہ ہوگا۔

(۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اس کے لیے واجب ہوگی۔

(۱۶) اللہ عزوجل اس سے ایسا راضی ہوگا کہ کبھی ناراض نہ ہوگا۔

اور بڑی خوبی کی بات یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس درود شریف کی تمام سنیوں کو اجازت عطا فرمائی ہے۔ بشرطیکہ بد مذہبوں سے بچیں۔

شجریہ درود یہ:

اس مسلسل مفصل مطول شجرہ صلاتیہ کے علاوہ اعلیٰ حضرت نے ایک درود شریف بھی حسب فرمائش حضرت سید اسماعیل حسن صاحب مارہروی تصنیف فرمایا۔ جو شجرہ طیبہ قادریہ برکاتیہ ہے۔ اس درود شریف کا پڑھنا شجرہ شریف کا بھی پڑھنا ہے۔

اللہم صلی وسلم وبارک علی سیدنا و مولانا محمد المصطفیٰ رفیع المکان ÷ المرتضیٰ علی الشان ÷ الذی رجیل من المتاخرین رجال السالفین ÷ وحسین من زمرة احسن من کذا و کذا من السابقین ÷ السید السجاد بن العابدین ÷ باقر علوم الانبیاء والمرسلین ÷ ساقی کوثر ÷ مالک تسنیم وجعفر ÷ الذی یطلب موسیٰ کلیم رضاء ربہ بالصلوة علیہ ÷ السری الساری سرہ فی ذرات الاکوان ÷ الغالب جنید من جنودہ علی جیوش الجور والعدوان ÷ اصل المراد ÷ من عالم الایجاد ÷ الذی له ان یقول لا دوم ومن دونہ نجلی ÷ ولکل اسد من اسد اللہ شبلی ÷ الاحد الماجد ÷ عبد الواحد ÷ اخوالا حزان فی عشقہ ÷ ابو الفرح من لطفہ ورفقہ ÷ الایمان حسن ÷ وهو ابو الحسن ÷ اذمنہ نشا وبہ ظهر ÷ والمومن سعید ÷ وهو ابو سعید ÷ اذہو الذی ربی وهداه فبر ÷ وافر الابدی قادر الیدین ÷ عبدالقادر غوث الثقلین ÷ عبد الرزاق قاسم الارزاق ÷ ابو صالح المومنین ÷ نصر الاسلام محی الدین ÷ علی المرتقی والمدارج ÷ موسیٰ طور المعارج ÷ حسن الخلق ÷ احمد الخلق ÷ بهاء الدین الکریم ÷ سناشریعة ابراهیم ÷ الامی القاری ÷ نظام الدین الباری ÷ العرب و الفرس والهند کلہم لہ سائل وگداو بھکاری ضیاء الانبیاء ÷ جمال للانبیاء ÷ محمد الذات ÷ احمد الصفات ÷ فضل اللہ ÷ وبرکة اللہ ÷ وعلی ال محمد الاعظم ÷ العارفين نص الشرعی المطهر ورمزہ ÷ الضیاعم المتحملین شدة الجهاد الاکبر وحمزہ ÷ بهم آل احمد العظیم الکریم ÷ ال الرسول الروف الرحیم حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد دوسرے مشائخ کے اسما طیبہ اس طرح لیے جائیں۔

کل منهم ال برکات الرسالة ÷ وامیر عالم الفضل والنبالہ

اللہم وعلی اصحابہ العظام ÷ ومشائخنا الکرام ÷ وعلینا معہم یاذا الجلال والاکرام ÷ مارہرہ اقمار الیقین ÷ فی مہمہ صدور العارفين ÷ آمین آمین ÷ یا ارحم الراحمین ÷ اللہم ومن انشاء ہذہ الصیفة المبارکة فاغفر لہ یا عظیم ÷ وارض عنہ حبیبک احمد رضا الومولی العفو الکریم آمین۔

کتبہ الفقیر احمد رضا القادری غفر لہ فی مارہرہ مطہرہ۔ ۲۱/ محرم یوم اجتماع ۱۳۰۵ھ

شجرہ مندرجہ:

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے شجرہ مبارکہ کو مسدس بھی فرمایا ہے۔ ان کا چھٹا مصرعہ درود شریف ہے۔ اس کا پڑھنا بھی موجب حسنات و باعث برکات ہے۔

آل رسول و آل احد • سید حمزہ آل محمد
 شہ برکات اکرم و امجد • شہ فضل اللہ احمد ارشد
 ہم شفعا ئی عند الاحمد • صلی اللہ علیہ وسلم
 شاہ محمد عین عنایت • ماہ جمال اہل ولایت
 قاضی شرع ضیامت • شاہ بھکاری کان سخاوت
 آئینہ ہائے ماہ رسالت • صلی اللہ علیہ وسلم
 سید ابراہیم مکرم • شاہ بہاء الدین معظم
 احمد جیلاں شاہ حسن ہم • موسیٰ پاک و علی مفخم
 ہم برکات نبی اکرم • صلی اللہ علیہ وسلم
 شاہ محی الدین معلی • سید ابوصالح شہ والا
 عبدالرزاق حسن الآلہ • غوث الاعظم ازہمہ بالا
 ابن رسول اللہ تعالیٰ • صلی اللہ علیہ وسلم
 شاہ مبارک اصل سعادت • بوالحسن ہکار اقامت
 بوالفرح طرطوسی نسبت • عبدالواحد فانی وحدت
 نوابان شاہ نبوت • صلی اللہ علیہ وسلم
 شبلی شافع بندہ مخطی • شاہ جنید و سری سقطی
 شہ معروف رضاء منطی • کاظم و جعفر باقر معطی
 رحمۃ ذخری کنزی فرطی • صلی اللہ علیہ وسلم
 عابد ساجد ابن اماجد • شاہ شبیراں شاہد واحد
 حیدر صفدر شیر مشاہد • سید عالم عبد مشاہد
 بدر مکارم ختم محامد • صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے اپنا نام نامی اس شجرہ میں منظوم نہیں فرمایا تھا۔ اس لیے رضوی بھائیوں کے لیے

(مفتی اعظم) حضرت مولانا شاہ المصطفیٰ رضا خاں صاحب قادری برکاتی رضوی خلف اصغر دامت فیوضہ نے ایک بند بڑھا دیا۔ وہو ہذا۔

زین و ضیائے دین اولت • ناصر سنت کا سر بدعت
شیخ طریقت اعلیٰ حضرت • محور رضائے حضرت عزت
پر تو عکس مہر نبوت • صلی اللہ علیہ وسلم

شجرۃ سلسلۃ الذهب نافیۃ الارب:

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے ۱۳۰۳ھ میں فارسی زبان میں نہایت زبردست قصیدہ مسکٰ بنام تاریخی سلسلۃ الذهب نافیۃ الارب مشائخ سلسلہ کے مختصر اوصاف و فضائل پر مشتمل تحریر فرمایا۔ اور اسے ۱۳۰۳ھ میں مطبع مطوع درخشاں، بریلی میں طبع فرمایا۔ اور باعتبار سن طباعت اس کا تاریخی نام سلسلہ قدیمہ قادریہ برکاتیہ رکھا۔ اس مطول قصیدہ سے صرف مشائخ کرام کے اسما طیبہ والے اشعار بطور اختصار اس جگہ درج کرتا ہوں۔ تاکہ فارسی سے مذاق رکھنے والے حضرات روزانہ اس کو بھی پڑھ کر برکت حاصل کریں اور دوسرے حضرات بھی اس کو پڑھا کریں۔ اس لیے کہ اس شجرہ میں بوسیلہ تمام بزرگان سلسلہ خداوند عالم سے امداد کن کی درخواست و دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

یا خدا بہر جناب مصطفیٰ امداد کن • یا رسول اللہ! از بہر خدا امداد کن
مرقضی شیر خدا مرحب کشا خیر کشا • سرور لشکر کشا مشکل کشا امداد کن
یا شہید کربلایا دافع کرب و بلا • گل رخا شہزادہ گلگون قبا امداد کن
باقی ایاد یا سجایا شاہجواد • خضر ارشاد آدم آل عبا امداد کن
یا قرایا عالم سادات یا بحر العلوم • از علوم خود دفع جیل مال امداد کن
جعفر صادق بحق ناطق بحق واثق توثی • بہر حق مار طریق حق نما امداد کن
شان حلما کان علما جان سما السلام • موسیٰ کاظم جہاں ناظم مرا امداد کن
ضامن ثامن رضا برمن نگاہ اژ رضا • خشم راشا یا نم و گوء رضا امداد کن
یا شہ معروف مارارہ سوائے معروف دہ • یا سری امن از سقط درد دوسرا امداد کن
یا جنید اے بادشاہ جند عرفاں المدد • شبلیا اے شہل شیر کبریا امداد کن
شیخ عبدالواحد راہم ہونے واحد نما • بے فرح ربا لفرح طرطوسیا امداد کن
بو الحسن ہکار یا حاکم حسن کن بے ریا • اسی علی اے شاہ عالی مرتقی امداد کن
سرور مخزوم سیف اللہ اے خالد بقرب • بوسعید اسعد اسعد الوری امداد کن

یا ولی الاولیا ابن نبی الانبیاء • اے کہ پائیت بررقاب اولیا امدادکن •
یا ابن ہذا المرتجی یا عبدالرزاق الوری • تاکہ باشد رزق ما عشق شما امدادکن
یا اباصالح صلاح دین واصلاح قلوب • فاسدم گلزارو درجوش ہوا امدادکن
جان نصری یا محی الدین فانصر و انصر • اے علی اے شہر یار مرضی امدادکن
سید موسیٰ کلیم طور عرفان المدد • اے حسن اے اے تاجدار مجتبیٰ امدادکن
متقی جوہر زجیلاں سید احمد الاماں • بے بہا گوہر بہاء الدین بہا امدادکن
بندہ رانمرو نفس انداخت درنار ہوا • بابراہیم ابرا آتش گل کناں امدادکن
اے محمد یا علم و آخر ز دست عقلتہم • اے کہ ہر موعے تو درذکر خدا امدادکن
اے بنامت شیر و جاں شد نبات کا پی • احمد انوشیں لباشیریں ادا امدادکن
شاہ فضل اللہ یا ذوالفضل یا فضل الہ • چشم در فضل تو بست این بنو امدادکن
شاہبرکات اے ابو برکات اے سلطان جوہر • بارک اللہ اے مبارک بادشاہ امدادکن
بے خودا وہ با خدا آل محمد مصطفیٰ • سید احق واجدایا مقتدا امدادکن
اے حریم طیہ تو حیدرا کوہ احد • یا جبل یا حمزہ یا شیر خدا امدادکن
یا ابوالفضل ال احمد حضرت اچھے میاں • شاہ شمس الدین ضیاء الاصفیا امدادکن
تاجدار حضرت مارہرہ یا آل رسول • اے خدا خواہ وجدا از ما عدا امدادکن
بے وسائل آمد سوائے تو منظور تو نیست • یعنی اے رب نبی و اولیا امدادکن
نیست عون از غیر تو بل غیر تو خود ہیچ نیست • بالہ الحق الیک منتہی امدادکن

منظوم اُردو شجرہ

اسی فارسی قصیدہ کے علاوہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے شجرہ مبارکہ کو اُردو میں بھی نظم فرمایا ہے۔ جس میں شجرہ مبارکہ کے ناموں کی مناسبت سے ایسے ایسے پر مغز الفاظ لائے ہیں، جس کی وجہ سے علاوہ شجرہ منظوم ہونے کے خاص طور پر شان شاعری اور فن بدیع کا کافی نمونہ ہے۔

یا الہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے • یا رسول اللہ! کرم کیجئے خدا کے واسطے
مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے • کر بلائیں رو شہید کر بلا کے واسطے

سید سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے • علم حق دے باقر علم ہدی کے واسطے
 صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام کر • بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے
 بہر معروف و سری معروف دے بے خود سیر • جنہ حق میں گن جنید باصفا کے واسطے
 بہر شبلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا • ایک کا رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے
 بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن وسعد • بوالحسن اور بوسعد سعد زاکر کے واسطے
 قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا • قدر عبدالقادر قدرت نما کے واسطے
 احسن اللہ لہ رزقا سے دے رزق حسن • بندہ رزاق تاج الاصفیا کے واسطے
 نصرابی صالح کا صدقہ صالح و منصور رکھ • دے حیات دین محی جاں فزا کے واسطے
 طور عرفان و علو حمد و حسنی و بہا • دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے بہر ابراہیم مجھ پر نارغم
 گلزار کر • بھیک دے داتا بھکاری بادشاہ کے واسطے
 خانہ دل کو زیادے روئے ایمان کو جمال • شہ ضیا مولیٰ جمال الاولیا کے واسطے
 دے محمد کے لیے روزی کر احمد کے لیے • خوان فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے
 دین و دنیا کی مجھے برکات دے برکات سے • عشق حق دے عشقی عشق انما کے واسطے
 حب اہل بیت دے آل محمد کے لیے • کر شہید عشق حمزہ پیشوا کے واسطے
 دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پر نور کر • اچھے پیارے شمس دین بدر العلی کے واسطے
 دو جہاں میں خادم آل رسول اللہ کر • حضرت آل رسول مقتدی کے واسطے
 صدقہ ان اعیان کا دے چھ عین عز علم و عمل • عفو و عرفان عافیت احمد رضا کے واسطے

حضرت تاج الفحول محبت الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز بلکہ ان کے والد ماجد حضرت معین
 الحق مولانا شاہ فضل رسول صاحب قدس سرہ اور ان کے والد ماجد حضرت مولانا عین الحق شاہ عبدالمجید صاحب قدس سرہ کو بیعت
 مارہرہ شریف میں ہے۔ اس لیے مریدان حضرت تاج الفحول کی فرمائش پر اعلیٰ حضرت نے ایک شعر بڑھا دیا جو حضرت اچھے
 میاں شاہ شمس الملک والہ دین قدس سرہ کے نام نامی کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ اس لیے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالمجید صاحب قدس
 سرہ العزیز کو حضرت اچھے میاں قدس سرہ العزیز سے بیعت و خلافت حاصل تھی وہ شعر یہ ہے۔

یا معین یا عین یا عین و معین کے نور عین

عبد قادر میرے مرشد رہنما کے واسطے

ہم لوگ متوسلین بارگاہ رضویہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی حیات میں تو اسی طرح پڑھا کرتے تھے۔ جیسے اعلیٰ حضرت
 نے نظم فرمایا اور اس کتاب میں درج ہے اور مقطع کا یہ مطلب لیتے تھے کہ خداوند ابرکت پیر و مرشد برحق حضرت مولانا احمد رضا

خاں صاحب ہم لوگوں کو چھ عین، عز، علم، عمل، غفو، عرفاں، عافیت عطا فرما۔ جب ۲۵/صفر روز جمعہ مبارک ۱۳۳۰ھ میں اعلیٰ حضرت کا وصال ہوا۔ اور حضرت حجتہ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب خلف اکبر اعلیٰ حضرت کے جانشین ہوئے۔ تو ایک شعر انہوں نے اعلیٰ حضرت کے نام نامی کا اضافہ فرمایا:

کر عطا احمد رضائے احمد مرسل مجھے
میرے مولیٰ حضرت احمد رضا کے واسطے
اور مقطع میں بجائے 'احمد رضا' اس بے نوا بنادی؛ اور اس کو اس طرح پڑھنے لگے
صدقہ ان اعیان کا دے چھ عین عز علم و عمل
غفو عرفاں عافیت اس بے نوا کے واسطے

ذکر محبت رسول و نوری میاں:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کو اپنے مشائخ کرام قدس اسرار ہم کے ساتھ جو شغف تھا، بیان سے باہر ہے۔ اسی لیے جب ذرا بھی موقع ملتا مشائخ کرام کا تذکرہ فرمادیتے تھے۔ ۱۳۱۵ھ میں اردو میں دو قصیدہ تحریر فرمایا۔ ایک تاج الفحول محبت الرسول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز کی مدح و صفت میں جس کا نام تاریخی چراغ انس (۱۳۱۵ھ) رکھا۔ اس کا مطلع یہ ہے۔

اے امام الہدی محبت رسول دین کے مقتدی محبت رسول

دوسرا قصیدہ حضرت سیدنا سید شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ کی مدح و ثنا میں اس کا تاریخی نام مشرقستان قدس (۱۳۱۵ھ) رکھا۔ اس کا مطلع یہ ہے۔

ماہ سیم ہے احمد نوری مہر جلوہ ہے احمد نوری

اور مقطع یہ ہے

کیوں رضاتم طول ہوتے ہو ہاں تمہارا ہے احمد نوری

اس قصیدہ کو استماع فرما کر حضرت ممدوح نے اعلیٰ حضرت قدس اسرار ہما کو ایک نہایت ہی نفیس معطر و معنیر عمامہ عطا فرمایا۔ اور اپنے دست اقدس سے اعلیٰ حضرت کے سر پر باندھا۔ حاضرین جلسہ سے حضرت مولانا عبدالقادر مطہج الرسول صاحب قادری برکاتی عثمانی بدایونی نے فی البدیہہ اس عطیہ بیہ کی تاریخ تاج الفحول (۱۳۱۵ھ) نکالی۔ اس قصیدہ مبارک میں بھی نہایت ہی خوبی کے حضرت ممدوح کی تعریف میں پورا شجرہ لکھ فرمایا ہے۔

سید الانبیا رسول اللہ • تیرا بابا ہے احمد نوری

مرجع اولیا علی ولی • تیرا دادا احمد نوری

وہ حسینی رچی ہوئی رنگت • گل سے زیبا ہے احمد نوری
 زینت زین عابدیں سے ترا • حسن نکھرا ہے احمد نوری
 علم اعظم ہیں حضرت باقر • تو بھتیجا ہے احمد نوری
 صادق رض سوز کا پر تو • تجھ پہ سچا ہے احمد نوری
 شان کاظم دکھا کہ معدن حلم • تیرا منشا ہے احمد نوری
 اے رضا کے رضی رضی کارضا • تجھ سے جو یا ہے احمد نوری
 فضل معروف سے ترا معروف • شہر شہرا ہے احمد نوری
 سر میں ساری ہے سر پاک سری • سر پہ سارا ہے احمد نوری
 سید الطائف کا طائف سے • ہم کو کعبہ ہے احمد نوری
 شبلی شبلی ہے قوم شرر اپر • شیر شرزہ ہے احمد نوری
 عبدواحد کے بحر وحدت سے • دریکتا ہے احمد نوری
 بو الفرح کے لیے فرح دیدے • غم نے گھیرا ہے احمد نوری
 بو سعیدی سعید کتنا سعد • تیرا تارا ہے احمد نوری
 حسن بو الحسن یہ تیرا حسن • کیا نرالا ہے احمد نوری
 غوث کونین کی غلامی سے • جگت آقا ہے احمد نوری
 عبدالرزاق ہیں وسیلہ رزق • تو سہارا ہے احمد نوری
 نصر و بونصر اس کے نصر و نصیر • ناصر اپنا ہے احمد نوری
 تازی کونیل علی کی ڈالی میں • تیرا بالا ہے احمد نوری
 شاہ موسیٰ کے گورے ہاتھوں کا • ید بیضا ہے احمد نوری
 حسنی احمدی حسین و حمید • خوش ستودہ ہے احمد نوری
 دیکھ لو جلوہ بہاء الدین • آئینہ سا ہے احمد نوری
 گل خندان باغ ابراہیم • تیرا چہرہ ہے احمد نوری
 خود بھکاری کے درکا سائل ہے • ہم کو داتا ہے احمد نوری
 نور قاضی ضیا کے پر تو سے • نور اضوا ہے احمد نوری
 اے جمالی جمیل شان جمال • تجھ میں جملہ ہے احمد نوری

حمد کے دونوں پاک ناموں کا • فیضِ ولعہ ہے احمد نوری
 شانِ انوارِ فضلِ فضلِ اللہ • تجھ سے پیدا ہے احمد نوری
 برکاتی چمن کا بوٹا ہے • برکتِ زا ہے احمد نوری
 باغِ آلِ محمد ہے نہال • ستھرا پودا ہے احمد نوری
 باغِ آلِ محمدی ہے نہال • برکتِ زا ہے احمد نوری
 رہے حمزہ کا میکدہ جس کی • مدھ کا ماتا ہے احمد نوری
 آلِ احمد ہیں مصطفیٰ کے چاند • ماہِ پارہ ہے احمد نوری
 خسرو اولیا ہیں آلِ رسول • شاہزادہ ہے احمد نوری

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے ایک مناجات مقبول تصنیف فرمائی، جس کے ہر شعر کی ابتدا یا الہی سے ہے، اور
 دلیف ساتھ ہوئے۔

یا الہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو • جب پڑے شکلِ شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو
 یا الہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو • شادی دیدارِ حسنِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو
 یا الہی گورتیرہ کی جب آئے سخت رات • ان کے پیارے منہ کی صبح جانفزا ساتھ ہو
 یا الہی جب پڑے محشر میں شوردارِ دگیر • امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو
 یا الہی جب زبائیں باہر آئیں پیاس سے • صاحبِ کوثر شہِ جو دو عطا کا ساتھ ہو
 یا الہی سرد مہری پر ہو جب خورشیدِ حشر • سید بے سایہ کے ظلِ لوا کا ساتھ ہو
 یا الہی گرمی محشر سے جب بھڑکیں بدن • دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو
 یا الہی نامہ اعمال جب کھلنے لگیں • عیبِ پوشِ خلقِ ستارِ خطا کا ساتھ ہو
 یا الہی جب بہیں آنکھیں حسابِ جرم میں • ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو
 یا الہی جب حسابِ خندہ بے جا رلائے • چشمِ گرپانِ شفیعِ مرتجی کا ساتھ ہو
 یا الہی رنگِ لائیں جب میری بیباکیاں • ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو
 یا الہی جب چلوں تاریک راہِ پلِ صراط • آفتابِ ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو
 یا الہی جب سر شمشیر پر چلنا پڑے • ربِ سلم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو
 یا الہی جو دعائیں نیک میں تجھ سے کروں • قدسیوں کے لبِ آ میں ربنا کا ساتھ ہو
 یا الہی جب رضا خوابِ گراں سراٹھائے • دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

تیرہ طریقوں کی اجازت

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز اگرچہ عام طور پر سب لوگوں کو طریقہ عالیہ قادریہ جدیدہ میں بیعت کرتے تھے۔ لیکن حضور کو اجازت و خلافت تیرہ طریقوں کی تھی۔ اس جگہ اسمائے طیبہ جملہ سلاسل عالیہ کا لکھنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ معلوم ہو کہ اعلیٰ حضرت کو کون کون سا سلسلہ کس کس طریقہ سے پہنچا ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہو سکے گا کہ دوسرے مشائخ کرام کا سلسلہ کس جگہ اعلیٰ حضرت کے سلسلہ میں آ کر ملتا ہے۔

اول: سلسلہ عالیہ قادریہ جدیدہ سلسلۃ الذهب

- (۱) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائتہ حاضرہ مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری بریلوی قدسی سرہ العزیز
- (۲) اعلیٰ حضرت ملحق الا صاغر بالا کا بزوارث العلم والفضل کا برا عن کا بر مولانا شاہ ال رسول احمدی قدسی سرہ العزیز
- (۳) حضرت سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں صاحب قدسی سرہ العزیز
- (۴) حضرت سیدنا شاہ حمزہ صاحب قدسی سرہ
- (۵) حضرت سیدنا شاہ آل محمد مارہروی قدس سرہ
- (۶) حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ مارہروی قدسی سرہ
- (۷) حضرت سیدنا شاہ فضل اللہ کاپوی قدس سرہ
- (۸) حضرت سیدنا شاہ احمد کلپوی قدس سرہ
- (۹) حضرت سیدنا شاہ محمد کاپوی قدس سرہ
- (۱۰) حضرت شاہ جمال الاولیا کوڑا جھاں آبادی قدس سرہ
- (۱۱) حضرت شیخ ضیاء الدین معروف بقاضی جیا قدس سرہ
- (۱۲) حضرت شیخ محمد معروف بہ شیخ بھکاری قدس سرہ
- (۱۳) حضرت سیدنا ابراہیم ارجی قدس سرہ
- (۱۴) حضرت شیخ بھاء الدین قدس سرہ
- (۱۵) حضرت سیدنا احمد البیلانی قدس سرہ
- (۱۶) حضرت سیدنا حسن قدس سرہ
- (۱۷) حضرت سیدنا موسیٰ قدس سرہ
- (۱۸) حضرت سیدنا علی قدس سرہ

- (۱۹) حضرت سید محی الدین ابونصر قدس سرہ
 (۲۰) حضرت سید ابوصالح قدس سرہ
 (۲۱) حضرت سید عبدالرزاق قدس سرہ
 (۲۲) حضرت سید سادات قطب الاقطاب حضور غوث الاعظم سید ابو محمد محی الدین شیخ عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی قدس سرہ
 (۲۳) حضرت شیخ ابوسعید مخزومی قدس سرہ
 (۲۴) حضرت شیخ ابوالحسن علی ہکاری قدس سرہ
 (۲۵) حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی قدس سرہ
 (۲۶) حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی قدس سرہ
 (۲۷) حضرت شیخ ابوبکر شبلی قدس سرہ
 (۲۸) حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہ
 (۲۹) حضرت شیخ سری سقطی قدس سرہ
 (۳۰) حضرت شیخ معروف کرخی قدس سرہ
 (۳۱) حضرت امام علی رضا قدس سرہ
 (۳۲) حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہ
 (۳۳) حضرت امام جعفر صادق قدس سرہ
 (۳۴) حضرت امام باقر قدس سرہ
 (۳۵) حضرت امام زین العابدین قدس سرہ
 (۳۶) حضرت سید الشہد امام حسین قدس سرہ
 (۳۷) حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم
 (۳۸) حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الو اصحابہ و خلفاء و علماء و امتہ جمعین آمین۔

دوم: سلسلہ قادریہ آبا نیہ قدیمہ مثل اول تا سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ

- (۷) حضرت شاہ اولیس قدس سرہ
 (۸) حضرت سید شاہ عبدالجلیل قدس سرہ
 (۹) حضرت سید شاہ میر عبدالواحد بکرامی قدس سرہ

- (۱۰) حضرت سید شاہ مخدوم حسنین قدس سرہ
 (۱۱) حضرت سید شاہ مخدوم صفی قدس سرہ
 (۱۲) حضرت شیخ سعد بدھن قدس سرہ
 (۱۳) حضرت شیخ مینا لکھنوی قدس سرہ
 (۱۴) حضرت شیخ سارنگ قدس سرہ
 (۱۵) حضرت سید راجو قتال قدس سرہ
 (۱۶) حضرت شیخ سید مخدوم جہانیاں قدس سرہ
 (۱۷) حضرت شیخ نور الدین علی طواشی قدس سرہ
 (۱۸) حضرت شیخ صالح مجذوب بردی قدس سرہ
 (۱۹) حضرت شیخ کمال الدین کونی قدس سرہ
 (۲۰) حضرت شیخ سعد الدین بن الفتوح قدس سرہ
 (۲۱) حضرت غوث الثقلین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ
 (۲۲) حضرت شیخ اسود دینوری قدس سرہ
 (۲۳) حضرت شیخ احمد اسود دینوری قدس سرہ
 (۲۴) حضرت شیخ مشاد علود دینوری قدس سرہ
 (۲۵) حضرت شیخ ابوالعباس نھاوندی قدس سرہ
 (۲۶) حضرت شیخ عبداللہ خفیف قدس سرہ
 (۲۷) حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ
 (۲۸) حضرت خواجہ سری سقطی قدس سرہ
 (۲۹) حضرت خواجہ معروف کرخی قدس سرہ
 (۳۰) حضرت خواجہ داؤد طائی قدس سرہ
 (۳۱) حضرت خواجہ حبیب عجمی قدس سرہ
 (۳۲) حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ
 (۳۳) حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سوم: سلسلہ قادریہ رزاقیہ اسمعیلیہ مثل اول

تا حضرت حمزہ

- (۵) حضرت سید اسماعیل مولوی قدس سرہ
- (۶) حضرت سید عبدالرزاق پانسوی قدس سرہ
- (۷) حضرت سید عبدالصمد خدائما احمد آبادی قدس سرہ
- (۸) حضرت سید ہدایت اللہ خدائما قدس سرہ
- (۹) حضرت شیخ حسنین خدائما قدس سرہ
- (۱۰) حضرت شیخ امان اللہ امانی قدس سرہ
- (۱۱) حضرت ابراہیم شیخ بکری قدس سرہ
- (۱۲) حضرت ابراہیم ملتانی قدس سرہ
- (۱۳) حضرت یران بخش سید فرید بھکری قدس سرہ
- (۱۴) حضرت شیخ جلال الدین قادری قدس سرہ
- (۱۵) حضرت سید محمد قدس سرہ
- (۱۶) حضرت شیخ بھاء الدین قدس سرہ
- (۱۷) حضرت شیخ ابوالعباس قدس سرہ
- (۱۸) حضرت سید حسن قدس سرہ
- (۱۹) حضرت شیخ موسیٰ قدس سرہ
- (۲۰) حضرت سید علی قدس سرہ
- (۲۱) حضرت سید حمد براد سید بغدادی قدس سرہ
- (۲۲) حضرت سید محمد بن ابی الصالح قدس سرہ
- (۲۳) حضرت سید عبدالرزاق قدس سرہ
- (۲۴) حضرت غوث الثقلین الی آخر السلسلہ۔

چهارم: سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ انواریہ

- (۱) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائتہ حاضرہ قدس سرہ
- (۲) اعلیٰ حضرت سید شمال آل الرسول احمدی قدس سرہ

- (۳) حضرت شیخ نورالحق معروف بہ مولانا نور قدس سرہ
 (۴) حضرت شیخ انوارالحق معروف بہ مولانا انور اقدس سرہ
 (۵) حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ
 (۶) حضرت شیخ عبدالرزاق بانسوی قدس سرہ الی آخر السلسلۃ الثانیۃ۔

پنجم: سلسلہ عالیہ قادریہ منوریہ معمریہ

- (۱) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائتہ حاضرہ قدس سرہ
 (۲) حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ
 (۳) حضرت حافظ عارف علی حسین مراد آبادی قدس سرہ
 (۴) حضرت شیخ ملاوریار خان قدس سرہ
 (۵) حضرت شیخ عبدالکریم قدس سرہ
 (۶) حضرت شیخ شاہ منور قدس سرہ
 (۷) حضرت شیخ شاہ دولہ قدس سرہ
 (۸) حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ
 (۹) حضرت شیخ ابوسعید مخزومی قدس سرہ
 (۱۰) حضرت شیخ ابوالحسن ہکاری قدس سرہ
 (۱۱) حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی قدس سرہ
 (۱۲) حضرت عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمی قدس سرہ
 (۱۳) حضرت شیخ شبلی قدس سرہ
 (۱۴) حضرت شیخ جنید البغدادی قدس سرہ
 (۱۵) حضرت امام حسن عسکری قدس سرہ
 (۱۶) حضرت امام علی نقی قدس سرہ
 (۱۷) حضرت امام محمد تقی قدس سرہ

(۱۸) حضرت امام علی رضا قدس سرہ الی آخر السلسلۃ الاولیٰ وھذہ اقرب السلاسل۔

حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ یہ سلسلہ قریب ترین سلاسل عالیہ ہے اس لیے کہ حضرت شاہ دولہ قدس سرہ العزیز نے پانچ سو سال یا اس سے زیادہ عمر پائی اور حضرت غوث پاک رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت سے لے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کل پچیس واسطے ہیں اور اس سلسلہ میں ایک دوسری خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں دس ائمہ اطہار ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین و نفعنا ببرکاتہم الی یوم الدین۔

ششم: سلسلہ عالیہ چشتیہ قدیمہ مثل سلسلہ دوم تا مخدوم جہانیاں

- (۱۷) حضرت سید نصیر الدین چراغ دھولی قدس سرہ
- (۱۸) حضرت سید نظام الحق والدین بدیوانی قدس سرہ
- (۱۹) حضرت سید فرید الدین گنج شکر قدس سرہ
- (۲۰) حضرت سید قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ
- (۲۱) حضرت سید سلطان الہند غریب نواز حبیب اللہ وارث النبی معین الحق والدین حسن چشتی سنجرى اجمیری قدس سرہ
- (۲۲) حضرت خواجہ محمد عثمان ہارونی قدس سرہ
- (۲۳) حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی قدس سرہ
- (۲۴) حضرت سید مودود چشتی قدس سرہ
- (۲۵) حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی قدس سرہ
- (۲۶) حضرت خواجہ محمد بن ابوالاحمد چشتی قدس سرہ
- (۲۷) حضرت خواجہ ابوالاحمد ابدال چشتی قدس سرہ
- (۲۸) حضرت خواجہ ابوالاسحاق شامی قدس سرہ
- (۲۹) حضرت خواجہ ہمشاد علودینوری قدس سرہ
- (۳۰) حضرت خواجہ پیر و بصری قدس سرہ
- (۳۱) حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی قدس سرہ
- (۳۲) حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم قدس سرہ
- (۳۳) حضرت خواجہ فضیل بن عیاض قدس سرہ
- (۳۴) حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید قدس سرہ
- (۳۵) حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہ
- (۳۶) حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ
- (۳۷) حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجمعین

ہفتم: سلسلہ عالی چشتیہ جدیدہ مثل سلسلہ اولیٰ تاشاہ جمال الاولیاء

- (۱۱) حضرت سید جلال بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں قدس سرہ
- (۱۲) حضرت شیخ بھاء الدین قدس سرہ
- (۱۳) حضرت شیخ سالار بدہ قدس سرہ
- (۱۴) حضرت شیخ بھاء الدین جوپوری قدس سرہ
- (۱۵) حضرت شیخ محمد عیسیٰ قدس سرہ
- (۱۶) حضرت شیخ فتح اللہ بدایونی قدس سرہ
- (۱۷) حضرت شیخ صدر الدین قدس سرہ
- (۱۸) حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دھولی قدس سرہ
- (۱۹) حضرت محبوب الہی نظام الملئہ والدین قدس سرہ
- (۲۰) حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ
- (۲۱) حضرت قطب الاولیاء قطب الدین قدس سرہ
- (۲۲) حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی قدس سرہ الی آخرہ

ہشتم: سلسلہ عالیہ سہروردیہ قدیمہ مثل سلسلہ چشتیہ قدیمہ نامخدوم جہانیاں

- (۱۷) حضرت شیخ رکن الدین قدس سرہ
- (۱۸) حضرت شیخ صدر الدین قدس سرہ
- (۱۹) حضرت شیخ بھاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ
- (۲۰) حضرت شیخ اثیون شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہ
- (۲۱) حضرت شیخ ضیاء الدین عبدالقادر قدس سرہ
- (۲۲) حضرت وجیہ الدین ابو حفص عمر قدس سرہ
- (۲۳) حضرت خواجہ محمد معروف بہ خواجہ عمویہ قدس سرہ
- (۲۴) حضرت خواجہ ابوالاحمد اسود دینوری قدس سرہ
- (۲۵) حضرت خواجہ ممشاد علودینوری قدس سرہ
- (۲۶) حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ
- (۲۷) حضرت شیخ سہری سقلی قدس سرہ

(۲۸) حضرت خواجہ معروف کرخی قدس سرہ

(۲۹) حضرت خواجہ داؤد طائی قدس سرہ

(۳۰) حضرت خواجہ شیخ حبیب عجمی قدس سرہ

(۳۱) حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہ

(۳۲) حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

(۳۳) حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین

نہم: سلسلہ عالیہ سہروردیہ جدیدہ مثل سلسلہ چشتیہ جدیدہ حضرت جمال الاولیا

(۱۱) حضرت شیخ قیام الدین قدس سرہ

(۱۲) حضرت شیخ قطب الدین قدس سرہ

(۱۳) حضرت شیخ ادھن جونپوری قدس سرہ

(۱۴) حضرت شیخ بھاء الدین قدس سرہ

(۱۵) حضرت شیخ علاء الدین قدس سرہ

(۱۶) حضرت سید راجو قبائل قدس سرہ

(۱۷) حضرت سید جلال بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں قدس سرہ الی آخر السلسلۃ العالیہ السھروردیہ القدیمہ۔

دہم: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ صدیقیہ مثل قادریہ جدیدہ تاسید محمد کالپوی

(۱۰) حضرت شیخ ابوالعلا اکبر آبادی قدس سرہ

(۱۱) حضرت شیخ عبداللہ قدس سرہ

(۱۲) حضرت سید محمد یحییٰ قدس سرہ

(۱۳) حضرت خواجہ محمد عبدالحق قدس سرہ

(۱۴) حضرت خواجہ عبداللہ احرار قدس سرہ

(۱۵) حضرت خواجہ یعقوب چرخنی قدس سرہ

(۱۶) حضرت خواجہ برہان الاصفیا بھاء الدین نقشبندی قدس سرہ

(۱۷) حضرت خواجہ امیر کلاں قدس سرہ

(۱۸) حضرت بابا محمد ساسی قدس سرہ

(۱۹) حضرت خواجہ علی رامیتی قدس سرہ

- (۲۰) حضرت خواجہ محمود ابوالخیر فغوی قدس سرہ
 (۲۱) حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہ
 (۲۲) حضرت خواجہ عبدالخالق عجد وانی قدس سرہ
 (۲۳) حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ
 (۲۴) حضرت شیخ ابوعلی طوسی فارمدی قدس سرہ
 (۲۵) حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ
 (۲۶) حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ
 (۲۷) حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ
 (۲۸) حضرت سیدنا امام جعفر صادق قدس سرہ
 (۲۹) حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق قدس سرہ
 (۳۰) حضرت سیدنا سلمان فارسی قدس سرہ
 (۳۱) حضرت افضل اولیاء العلمین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۳۲) حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین
 یازدہم: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ علوی صدیقیہ تا امام جعفر صادق

- (۲۹) حضرت امام سیدنا محمد باقر قدس سرہ
 (۳۰) حضرت امام زین العابدین قدس سرہ
 (۳۱) حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۳۲) حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ
 (۳۳) حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین
 دوازدہم: سلسلہ عالیہ بدیعہ مداری مثل قادریہ جدیدہ تا جمال الاولیا

- (۱۱) حضرت شیخ قیام الدین قدس سرہ
 (۱۲) حضرت شیخ قطب الدین قدس سرہ
 (۱۳) حضرت سید جلال عبدالقادر قدس سرہ
 (۱۴) حضرت سید مبارک قدس سرہ
 (۱۵) حضرت سید اجمل قدس سرہ

- (۱۶) حضرت عارف اجل بدیع الدین مدارکن پوری قدس سرہ
 (۱۷) حضرت شیخ عبداللہ شیبانی قدس سرہ
 (۱۸) حضرت شیخ عبدالاول قدس سرہ
 (۱۹) حضرت شیخ امین الدین قدس سرہ
 (۲۰) حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ
 (۲۱) حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین
سیرت و ہم: سلسلہ عالیہ علویہ منامیہ اقرب الطرق

- (۱) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ
 (۲) اعلیٰ حضرت ملحق الا صاغر بالا کابر سید شاہ ال رسول قدس سرہ
 (۳) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ
 (۴) حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ
 (۵) حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین
 حضرت سیدنا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری معروف بہ میاں صاحب مارہروی قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہ راہ العزیز خواب میں زیارت مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مشرف ہوئے اور درخواست کی کہ مجھے شرف بیعت سے مشرف فرمایا جائے مولائے کائنات نے دست مبارک پھیلا یا اور ان کو بیعت سے مشرف فرمایا اس واقعہ کو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے ایک مستقل رسالہ میں بہت ہی مفصل تحریر فرمایا ہے فقیر جامع حالات غفرلہ کہتا ہے کہ یہ طریقہ مناسبہ سب طریقوں سے قریب سے قریب تر ہے اس لیے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہوتے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔



افاضات و ارشادات

نذرانہ:

اعلیٰ حضرت قبلہ کے یہاں پہلے نذرانہ کا بالکل دستور نہ تھا۔ کبھی کسی شخص کی نذر قبول نہ فرماتے تھے۔ کوئی شخص کتنا ہی اصرار کرتا، مگر حضور برابر انکار فرماتے، اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل و کرم سے بہت کچھ دیا۔ جس زمانہ میں جناب قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم مدیر رسالہ 'خزن تحقیق' معروف بہ 'تحفہ حنفیہ' وریس محلہ لودی کٹرہ پٹنہ کی اہلیہ محترمہ مرید ہوئیں، تو ان کے والد جناب شاہ بھگو صاحب کا کوئی مبلغ ۶۰ روپے نذر کے حاضر کیے۔ اعلیٰ حضرت نے حسب دستور ہاتھ رکھ کر فرمایا: اللہ برکت دے اور واپس فرمادیا۔ تو شاہ بھگو صاحب نے خیال کیا کہ مولانا کو شاید معلوم نہیں کہ کتنے روپے ہیں؟ تھوڑی رقم سمجھ کر واپس فرمایا۔ (اس لیے کہ کچھ روپے تھے اور کچھ روپوں کے نوٹ تھے) اس لیے کہا: حضور ساٹھ (۶۰) روپے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: یہ تو ساٹھ روپے ہیں، اگر ساٹھ ہزار بھی ہوں تو مجھے خدا کے فضل سے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بہت کچھ دیا ہے، اور احباب و مخلصین کی نذر قبول کرنے سے غنی و مستغنی کر دیا ہے۔

البتہ کبھی کوئی شخص کوئی معمولی چیز تحفہ دیتا تو اسے قبول فرمالتے، انکار نہ فرماتے تاکہ یہ نہ معلوم ہو کہ محض معمولی چیز سمجھ کر واپس کیا ہے۔

ایک مرتبہ الہ آباد کے ایک صاحب تشریف لائے وہاں کے امرود مشہور ہیں۔ چند امرود جن پر پتے لگے ہوئے تھے، ایک چھوٹے سے طشت میں رکھ کر حاضر کیا۔ اس وقت اعلیٰ حضرت ظہر کی نماز پڑھ کر زنانہ مکان میں تشریف لے جا رہے تھے، جب اعلیٰ حضرت سیڑھی کے قریب پہنچے اور سیڑھی پر چڑھنے کو ہوئے تو یہ صاحب حاضر ہوئے اور وہ طشت پیش کرتے ہوئے عرض کیا: برگ سبزست تحفہ درویش

اعلیٰ حضرت نے امرود میں سے پتہ ذرا زور دے کر اٹھایا اور فرمایا کہ برگ سبز میں نے قبول کر لیے اور مسکراتے ہوئے حویلی تشریف لے گئے وہ بے چارے سخت پشیمان ہوئے اور خاموش وہاں سے واپس ہوئے، اور بولے اب کیا کریں؟ یہ امرود اعلیٰ حضرت کے لیے الہ آباد سے لائے تھے اور میں نے یہ مصرع انکسار اُڑھا تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے امرود کے پتے لے لیے، اور امرود قبول نہ کیا۔ ہم نے کہا کہ آپ پریشاں خاطر نہ ہوں، یہ اعلیٰ حضرت نے بطور طبیعت کیا۔ آپ کسی دائی کے

ہاتھ ان کو بھجواتے تھے، اعلیٰ حضرت قبول کر لیں گے۔ انہوں نے بھیج دیا، اعلیٰ حضرت نے قبول فرمایا۔ یہ بہت خوش ہوئے، اور مجھے دعائے خیر دینے لگے۔ جزاک اللہ تعالیٰ

۱۳ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ بوقت عصر مسجد میں شرف بیعت حاصل کیا اور نذرانہ پیش کی۔ فرمایا: اس کی کیوں تکلیف کی؟ میں نے عرض کیا: حضور! میری خوشی اسی میں ہے کہ حضور اسے قبول فرمائیں۔ الحمد للہ کہ حضور نے ہدیہ مختصر قبول فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ میں پہلے نذر نہیں لیا کرتا تھا، مگر جب سے یہ حدیث شریف میری نظر سے گزری کہ کوئی شخص دے تو لے لے، ورنہ ایک روز ایسا آئے گا کہ مانگے گا، اور نہ ملے گا بعد میں۔

پاؤں چومنے پر ناراضگی:

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور کسی دوسرے شخص کی طرف متوجہ تھے کہ پیچھے سے حاجی نصرت یار خاں صاحب قادری رضوی نے آ کر قدم چوم لیے۔ اعلیٰ حضرت کو اس سے بہت رنج ہوا، چہرہ مبارک سرخ ہو گیا، فرمایا: نصرت یار خاں اس سے بہتر تھا کہ میرے سینے میں تلواری کی نوک پیوست کر کے پیٹھ کی طرف نکال لیتے۔ مجھے سخت اذیت اس سے ہوئی کہ میری بے خیالی میں یہ حرکت کی۔ ان قدموں میں کیا رکھا ہے؟ خوب یاد رکھو، اب کبھی ایسا نہ کرنا، ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

ناظرین کرام! فقیر ایوب علی کی حاضری جب مزار پر انوار پر ہوتی ہے۔ فوراً یہ واقعہ یاد آ جاتا ہے، او اسی وجہ سے پابندی کی جانب قبر شریف کو کبھی ہاتھ نہیں لگاتا کہ حضور کی روح پاک کو ایذا پہنچے گی۔ میں زائرین کرام سے یہی استدعا کرتا ہوں کہ وہ بھی بوقت حاضری مزار پر انوار، اس کا لحاظ رکھیں۔

عشرہ محرم میں سبز، سرخ، سیارنگ کا استعمال:

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ محرم کی پہلی تاریخ سے عشرہ تک سبز سرخ سیاہ لباس سے اجتناب کرتے کہ سبز، سبز و داروں کا لباس ہے، اور سرخ خوارج کا، اور سیاہ روافض کا..... ایک سال حضور کی مرزئی میں تینوں رنگ تھے۔ زمین سیاہ تھی، اس میں گلاب کے پھول سرخ، اور پتیاں سبز۔ جب ماہ محرم آیا، تو فوراً اتار دیا۔ حالانکہ اس میں سبب کسی کا نہ تھا کہ ہر ایک کا لباس ایک رنگ کا ہوتا ہے۔

یوم حج و عشرہ روزہ:

حضور کا معمول تھا کہ یوم حج یعنی نویں ذی الحجہ، اور عشرہ محرم میں صائم رہا کرتے اور ارشاد فرماتے: اگر کم نصیبی سے حج نہ کر سکے تو روزہ تو رکھ لے، کہ عرفہ کا روزہ رکھنے سے ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

احترامِ قبلہ:

فرمایا: بوقت بول و براز جانب قبلہ رخ نہ ہو، نہ پشت۔ بوقت تعمیر، مالک مکان اور معماران کو اس کا لحاظ رکھنا چاہیے..... نہ قبلہ کی جانب منہ کر کے کھڑے، نہ تھوکے، نہ پاؤں پھیلائے۔
عوام میں مشہور ہے کہ قطب کی طرف پاؤں نہ پھیلائے، یہ غلط ہے کہ جیسے آسمان پر اور تارے ہیں، ویسے ہی قطب ایک تار ہے۔ تو کیا کسی طرف پیر ہی نہ کرے کہ ہر طرف تارے ہیں!

آدابِ مسجد:

فرمایا: شیر خوار بچہ کو مسجد میں نہ لے جاؤ۔ کرتہ یا صدری اتار کر ننگے بدن مسجد میں جانا ممنوع ہے۔ مباح بات کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ نہ آواز بلند کرے، نہ خرید و فروخت۔ نہ بعد وضو پانی کے قطرات فرش مسجد پر گریں۔ فرش مسجد پر کھڑے کھڑے اچکن یا ٹوپی یا رومال یا عمامہ یا کوئی شے پھینکنا منع ہے، آہستہ سے رکھنا چاہیے۔

احترامِ مسجد:

حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرش مسجد پر ایڑی اور انگوٹھے کے بل چلا کرتے تھے کہ دھمک پیدا نہ ہو۔

مسجد آ کر فوراً نیت باندھنا سنت ہے:

فرمایا: اکثر لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ مسجد میں آ کر سنتوں کی نیت اس وقت کرتے ہیں، جب تھوڑی دیر بیٹھ لیتے ہیں۔ اگرچہ وقت کی قلت ایک منٹ بھی موقعہ نہ دیتی ہو۔ حالانکہ آتے ہی بلا تاخیر نیت باندھنا چاہیے۔

صفِ اوّل میں کھڑے ہونے کا ثواب:

سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ نماز مغرب کی جماعت قائم ہوتی ہے، حاجی محمد شاہ خان صاحب قادری رضوی عرف تھن خاں صاحب نے صفِ اوّل میں شامل ہونے کی غرض سے شمالی فصیل پر کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ دیکھ کر فرمایا: خاں صاحب! اس طرح صفِ اوّل کا ثواب نہ ملے گا کہ یہ جگہ خارج مسجد ہے..... پھر فرمایا: اگر لوگوں کو صفِ اوّل کے ثواب کا علم ہو جائے، تو قرعہ اندازی کرنا پڑے۔

صفِ اوّل کے فضائل:

فرمایا: نماز باجماعت میں سب سے پہلے امام پر تجلی ہوتی ہے، پھر جو محاذ میں مقتدی ہے، اس پر تجلی ہوتی ہے۔ پھر وہی جانب جو مقتدی ہوتا ہے۔ پھر بائیں جانب جو مقتدی ہوتا ہے۔ پھر وہی جانب، پھر بائیں جانب۔ یہاں تک کہ صفِ اوّل کی ختم پر۔ صفِ دوم پر یونہی تجلی دورہ کرے گی؛ اور اسی طرح اور صفوف پر۔

نماز میں چادر اوڑھنے کا طریقہ اور دیگر ضروری مسائل:

فرمایا: نماز پڑھنے کے وقت اگر دولائی یا چادر جسم پر ہے، تو سر سے اوڑھے شانوں سے نہیں..... نیت باندھنے کے وقت ہاتھوں کی گھائیاں کشادہ کر کے تکبیر تحریمہ کہے؛ اور دونوں ہاتھ ناف پر اس طرح باندھے کہ سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی اٹنے ہاتھ کے گٹوں پر قائم ہو؛ اور درمیانی تین انگلیاں کلائی پر رہیں، چھنگلیاں اور انگوٹھا کلائی سے گرتا ہوا رہے..... نظر بحالت قیام سجدہ کی جگہ قائم رہے..... رکوع میں دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنوں پر اور نظر دونوں پاؤں کی انگلیوں پر..... بروقت سمیع (سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے وقت) بالکل سیدھا کھڑا ہو اور نظر سینے پر رکھے..... پھر سجود کے وقت پہلے سیدھا ہاتھ جانماز کو مس کرے پھر بایاں مگر اس طرح کہ سرسری نظر میں مقدم موخر کا امتیاز نہ ہو..... نیز اوّل ناک کا نرم بانسہ دبائے، پھر پیشانی مصلیٰ سے مس ہو، اس وقت نظر ناک پر رہے، یہ پہلا سجدہ ہو۔ اس کے بعد جب سر اٹھائے تو پہلے پیشانی، پھر ناک، پھر الٹا ہاتھ، پھر سیدھا، مگر سیدھی ران پر پہلے سیدھا ہاتھ، پھر بائیں ران پر بایاں ہاتھ پہنچنا چاہیے اور مقدم و موخر کا یہاں بھی امتیاز نہ ہو..... اور ما بین سجود بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کے سیدھا بیٹھ کر اتنا سکون لے کہ ہر عضو کا جوڑا اپنی جگہ پر قائم ہو جائے۔ یونہی دوسرا سجدہ کرے۔ نہ اس طرح کہ پہلے سجدہ سے ذرا سر اٹھا دیا، اور دوسرا سجدہ کر لیا۔ علاوہ ازیں سجدہ کرتے وقت پاؤں کی انگلیوں کے پیٹ زمین سے لگنا چاہیے..... بروقت قعدہ نظر اپنی گود پر رہے؛ اور سلام پھیرتے وقت شانوں پر۔

دفع و سوسا کی تدبیریں:

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نے دفع و سوسات کے لیے یہ چیزیں بتائی ہیں:

آدمی جس وقت سوکراٹھتا ہے خیال کہ مجتمع تھا، بجلی کی چال سے منتشر ہو جانا چاہتا ہے۔ اگر پھیل گیا تو سمٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے آنکھ کھلتے ہی پہلا کام یہ کرے کہ خیال کو روک کر، تصور میں تین مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھے۔ یہ ابتداء اس کے خیال کی ہوگی، تو دن بھر اس کی برکت اس کے خیالات پر حاوی رہے گی..... نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ خوب کس کر باندھے جائیں۔ نفس کا معدن زیر ناف ہے، یہیں سے سوسے اٹھتے ہیں اور قلب کو جاتے ہیں، اس لیے ائمہ شافعیہ قلب کے نیچے پیٹ پر ہاتھ باندھتے ہیں کہ دشمن کا راستہ روک دیں۔ ہمارے ائمہ حنفیہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں کہ ابتدا سرچشمہ کی بندش کریں۔ ہاتھ وقتاً فوقتاً ڈھیلے ہو جائیں گے، انہیں کس لیا کریں..... نگاہ کے جو مواضع شریعت نے بتائے ہیں، ان سے یہی مقصود ہے کہ خیال پریشان نہ ہونے پائے۔ اس کی پابندی ضروری ہے۔ قیام میں نگاہ جائے سجدہ پر رہے۔ رکوع میں پاؤں پر سجود میں بنی پر قعود میں گودی پر، سلام میں شانوں پر..... کان اپنی آواز سے بھرے رہیں۔ پڑھنے میں جلدی چاہیے۔ آہستہ ڈھیل کے ساتھ پڑھا جائے (تو) خیال کو انتشار کا میدان وسیع ملتا ہے۔ جب جلد جلد الفاظ ادا کیے جائیں اور صحت کا بھی لحاظ رہے تو خیال کو اس طرف سے فرصت نہ ملے گی..... ایک بڑی اصل یہ ہے کہ سر سے پاؤں تک ہر جوڑ ہر رگ نرم اور ڈھیلا اور تصور میں زمین کی طرف متوجہ رہے۔ ہاتھ لچھے ہوئے نہ ہوں، مونڈھے اوپر کونہ چڑھے ہوں، اور پسلیاں سخت نہ ہوں۔ بدن

کی یہ وضع بھی بدل جائے گی۔ لحاظ رکھیں، تبدیل پاتے ہی فوراً ٹھیک کر لیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ قیام میں جھکا ہوا کھڑا ہو یا رکوع میں سر نیچا ہو یا سجود میں کلائی یا بازو یا زانو خلاف وضع مسنون ہوں کہ یہ تو ممنوع ہے، بلکہ توجہ میں ہر عضو میں کی طرف جھکا ہوا ہو۔ پٹھے لہجے ہوئے نہ ہوں، نرم ہوں۔ اور یہ تجربے سے ظاہر ہو جائیں گے۔ جس طرح بتایا گیا سیدھا کھڑا ہو تو ہڈی دیر میں دیکھے گا کہ پٹھے سخت ہو گئے، شانے اور پسلیاں اوپر کو چڑھتے ہوئے معلوم ہوں گے۔ اور تصور ٹھیک کرتے ہی بغیر اس کے کہ بدن کو جنبش دے محسوس ہوگا کہ سب اعضا اتر آئے، اور زمین کی طرف متوجہ ہو گئے..... اگر اذکار نماز کے معنی معلوم ہوں فیہا۔ ورنہ اتنا تصور جمائے رہے کہ میں اپنے رب کے روبرو کھڑا ہوں، اور عاجزی سے اپنی حاجات عرض کر رہا ہوں۔ اور اس پر معین ہوگا، گڑ گڑانے کی صورت منہ بنانا۔ جب یہ وضع بدلے، فوراً متوجہ ہو کر پھر بنالے۔ معاً خیال صحیح ہو جائیگا..... وسوسے جو آئیں، ان کے دفع کی کوشش نہ کرے۔ اس سے لڑائی باندھنے میں بھی اس کا مطلب حاصل ہے کہ بہر حال نماز سے غافل ہو کر دوسرے کام میں مشغول ہوا۔ بلکہ معاً ادھر سے خیال اپنے رب کے حضور عاجزی کے ساتھ متوجہ کر دے، اور وسوسہ کو یہ سمجھ لے کہ کوئی دوسرا بک رہا ہے، مجھ سے کام نہیں۔ اگر زیادہ ستائے تو اسی عاجزی میں اپنے رب سے فریاد کرے۔ اس کا قاعدہ ہے کہ یاد الہی کرتے ہی بھاگ جاتا ہے..... بڑا اگر یہ ہے کہ پیٹ نہ خالی ہو، نہ بھرا۔ اتنا خالی کہ بھوک پریشان کرتی ہو، مضر ہوگا۔ اور بھرے کے ضرر کا تو ٹھکانا ہی نہیں، افضل اور اولیٰ تہائی پیٹ ہے۔

عمامہ کے بعض مسائل:

فرمایا: سر کے نیچے عمامہ یا مصلیٰ یا پاجامہ رکھنا ممنوع کہ عمامہ و مصلیٰ رکھنے سے عمامہ اور مصلیٰ کی؛ اور پاجامہ رکھنے سے سر کی بے حرمتی ہے۔ نیز عمامہ کے شملہ سے ناک یا منہ پوچھنا نہ چاہیے۔ نہ ناک صاف کر کے دیوار مسجد سے ہاتھ پوچھے۔

کلمہ طیبہ کا ایصالِ ثواب:

کسی نے عرض کیا کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کے انتقال کے بعد دیکھا کہ وہ علیل اور برہنہ ہے یہ خواب چند بار دیکھ

چکا ہے۔

ارشاد فرمایا: کلمہ طیبہ ستر ہزار بار مع درود شریف کے پڑھ کر بخش دیا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ پڑھنے والے اور جس کو بخشا ہے دونوں کے لیے ذریعہ نجات ہوگا۔ اور پڑھنے والے کو دونوں ثواب ملے گا اور اگر دو کو بخشے گا تو تکنا۔ اس طرح کروڑوں بلکہ جمع مومنین و مومنات کو ایصالِ ثواب کر سکتا ہے۔ اسی نسبت سے اُس پڑھنے والے کو ثواب ملے گا۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ دعوت میں تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکا کھانا کھا رہا ہے۔ کھانا کھاتے ہوئے دفعہ رونے لگا۔ وجہ دریافت کرنے پر کہا کہ میری ماں کو جہنم کا حکم ہوا اور فرشتے اُسے لیے جاتے ہیں..... اس شہر میں یہ لڑکا کشف و کرامت میں مشہور تھا۔ شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا ہوا محفوظ تھا، آپ نے اس کی ماں کو دل میں ایصالِ ثواب کر دیا۔ فوراً وہ لڑکا ہنسا۔ آپ نے سب ہنسنے کا دریافت فرمایا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ حضور! میں

نے ابھی دیکھا کہ میری ماں کو فرشتے جنت کی طرف لے جا رہے ہیں..... شیخ ارشاد فرماتے ہیں: اس حدیث کی تصحیح مجھے اس لڑکے کے کشف سے ہوئی، اور اس کے کشف کی تصدیق اس حدیث سے۔

مزار پر حاضری کے آداب:

ارشاد فرمایا:

(الف) صاحب قبر کی پابندی سے مواجہہ میں باادب حاضر ہو کر سلام عرض کرے، لیکن سلام کے وقت بقدر رکوع نہ جھکے کہ غیر خدا کے لیے اتنا خمیدہ ہونا ممنوع ہے۔

(ب) بعض حضرات قبلہ رو ہو کر مزارات پر فاتحہ خوانی کرتے ہیں، اس سے صاحب مزار کو گھوم کر ملاحظہ کرنا پڑتا ہے، اور یہ تکلیف کی بات ہے۔

(ج) مزار سے چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑا ہو۔

(د) مزار کو پشت نہ ہونے پائے۔ اس کا بھی زیادہ خیال ان خدام کو چاہیے کہ ہمہ وقت درگاہ میں حاضر رہا کرتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ جملہ آداب کا ہر آن ہر لحظہ خیال رکھیں کہ انہیں دیکھ کر عوام سبق حاصل کریں گے۔

(ه) حجرہ خاص کے اندر بے باکانہ کسی سے کلام نہ ہو۔ کم سے کم اتنا پاس و لحاظ رکھے جتنا حیات ظاہری میں رکھتا تھا کہ بعد وفات کہیں زیادہ ادراک ہو جاتا ہے۔

قبر مسلمین کا احترام:

فرمایا: قبور کو پشت کا سہارا لگانے کی ممانعت ہے چہ جائیکہ جوتہ پہنے قبور مسلمین کو پامال کرنا، ان پر بیٹھ کر گھنٹوں تاش، گنجفہ کھیلنا۔ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو قبرستان میں جوتہ پہنے دیکھا ارشاد فرمایا: اے جوتہ پہننے والے جلد اپنے پاؤں سے جوتا اتار۔

کھانے کا وضو اور بسم اللہ:

فرمایا: کھانا کھانے کا وضو ہاتھ دھونا ہے۔ بروقت خورد و نوش پہلے بسم اللہ شریف پڑھ لی جائے۔ ورنہ اسی شے کے کھانے پینے میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ اگر سہواً بسم اللہ شریف نہ پڑھا ہو تو یاد آنے پر فوراً پڑھ لے کہ اس کے پڑھتے ہی شیطان وہ شے اکل دیتا ہے۔

(حضور اعلیٰ حضرت قبلہ جس وقت پان کھاتے، بسم اللہ پڑھ لیتے۔ پھر جب چھالیہ کھاتے، بسم اللہ شریف پڑھ لیتے۔)

پانی پینے کا طریقہ:

فرمایا: پانی بیٹھ کر تین سانس میں چوس کر پینا چاہیے۔ مگر زمزم شریف اور وضو کے بچے ہوئے پانی احترام یہ ہے کہ کھڑے

ہو کر پئے۔

ماءِ مستعمل کا استعمال:

سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک روز حاجی کفایت اللہ صاحب سے پینے کے واسطے پانی مانگا۔ ممدوح نے برف چپ کٹورہ رکھ کر دست راست سے پانی گھرے سے نکالا اور کٹورہ اپنے دہنے ہاتھ میں لیتے وقت انگوٹھا کٹورے کے کنارے پر، باقی انگلیاں کٹورے کے نیچے رہیں۔ اگرچہ انگوٹھا بھی معاً ہٹا لیا تھا، مگر حضور نے اس گرفت کو دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ جب حاجی صاحب نے پانی پیش کیا تو حضور نے دست راست میں کٹورہ لیا اور دست چپ سے فوراً حاجی صاحب کا انگوٹھا پکڑ کر ملاحظہ فرمایا جو پانی سے کچھ مس ہو گیا تھا۔ لہذا کٹورہ واپس فرما دیا اور دوسرا پانی منگا کر نوش فرمایا۔

جلال بخاری کے کونڈے کی فاتحہ اور عورتوں کی جھالت

حضرت جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کونڈوں کی نیاز میں ایک کونڈے کی شیرینی پر کپڑا ڈھک دیا جاتا ہے کہ اس پر حضرت بی بی یعنی حضرت سیدۃ النساء بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فاتحہ عام طور سے دلاتے ہیں۔ اس کونڈے سے مرد کو شیرینی کھانے نہیں دیتے۔ مگر حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اپنے یہاں فاتحہ دینے کے بعد قصداً بطور تبرک اس میں سے تناول فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ اگر مردوں کو بی بی صاحبہ کی تبرک سے نہیں دیا جاتا، پھر عورتوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز کا تبرک نہ کھانا چاہیے۔ نہ میلاد شریف کی تبرک میں عورتوں کا حصہ ہونا چاہیے۔

مریض کو دیکھ کر کیا کرے:

فرمایا: اگر کسی مریض کی عیادت کو جاؤ، یا کہیں نظر پڑے تو مذکورہ دعا کو پڑھ کر اس کی طرف پھونک دو۔ انشاء اللہ تعالیٰ جس مرض میں وہ مبتلا ہے اس سے محفوظ رہو گے۔

مرض کی شکایت نہ کرنا چاہیے:

فرمایا: عوام و خواص کے یہ بھی زبان زد ہے کہ بخار کی شکایت ہے در دوسری شکایت ہے، زکام کی شکایت ہے۔ وغیرہ وغیرہ، یہ نہ چاہیے۔ اس لیے کہ جملہ امراض کا ظہور منجانب اللہ ہوتا ہے، تو شکایت کیسی؟ نیز اگر کسی مرض کا غلبہ ہے، تو یوں اظہار کیا جاتا ہے: بے حد بخار ہے، بے حد نقاہت ہے۔ اس کے کیا معنی؟ یہی نا کہ بخار و نقاہت ایسی ہیں کہ ان کی حد نہیں۔ یہ تو ایک قسم کا کوسنا ہوا۔

سلام خط کے جواب میں عجلت:

چونکہ سلام کا جواب فوراً دینے کا حکم ہے لہذا دیکھا گیا اور گوش گزار ہوا کہ ہر اس خط پر جو پیش نظر ہوتا اگر اس میں سلام تحریر

ہوتا تو حضور اسی وقت زبان فیض ترجمان سے بشرطیکہ کاتب سنی ہوتا فرمایا کرتے۔ وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته۔

کارڈیا کھلے خط پر اسم جلالت یا اسم رسالت لکھنا:

کارڈیا کھلے خط میں بسم الله الرحمن الرحيم یا آیه کریم یا اسم جلالت الله یا نام اقدس محمد یا درود شریف بہ لحاظ بے حرمتی، لکھنے سے منع فرماتے۔ بلکہ بجائے بسم الله شریف اعداد ۷۸۶ یا کسی نام کے ساتھ رضی الله تعالیٰ عنہ یا رحمة الله علیہ یا درود شریف لکھنا ہوتا رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ یا علیہ ارحمة یا نبی کریم سر اپا رحیم افضل الصلوٰۃ والسلام ارقام فرماتے اور سرنامہ پر السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته اور وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته کے بجائے، السلام علیکم ورحمتہ وبرکتہ یا وعلیکم ورحمتہ وبرکتہ تحریر فرمایا کرتے۔

۷۸۶ کے ساتھ ۹۲ لکھنے کی ابتدا:

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ جناب سید ایوب علی صاحب نے فرمایا کہ چونکہ حضور کی ہر تصنیف لطیف و ملفوف مفاوضہ عالیہ کی ابتدا حمد و نعت سے اس طرح ہوتی تھی۔ بسم الله الرحمن الرحيم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اس لیے میرے قلب میں بعد وصال حضور، کھلے خط میں لکھنے کے لیے ۷۸۶/۹۲ القافر فرمایا گیا۔ جو بکرمہ تعالیٰ مقبول ہو کر میرے خطوط ہی میں نہیں بلکہ مطبوعہ اشتہارات وغیرہ میں برادران اہل سنت شائع فرما رہے ہیں۔

مسلمان کا جنازہ دیکھ کر کیا کرے؟:

فرمایا: اسلامی میت کو آتا ہوا دیکھ کر بعض مسلمان چالیس قدم جنازہ کے ساتھ چل کر واپس ہو جاتے ہیں، یہ نہ چاہیے۔ بلکہ اگر نماز جنازہ نہیں ہوئی ہے، تو کم از کم نماز میں شرکت کرے۔ بعد نماز ولی میت کے اعلان پر واپس ہو تو حرج نہیں۔ اگر بعد نماز ایک قدم بھی جنازہ کی معیت اختیار کی، تو حکم ہے کہ دفن کے بعد واپس ہو، اقل درجہ اخوت اسلامی و احترام میت کا مقتضی یہ ہے کہ بیٹھا ہوا ہے تو جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہو جائے۔

کافر کی میت کو دیکھ کر کیا کرے؟:

فرمایا: ہندو کی نکلی اگر آتی ہو تو راستہ سے ہٹ کر کھڑا ہو جائے کہ اس کے آگے آگے شیطان رقص کرتا ہوا جاتا ہے۔ اس وقت یہ دعا پڑھنا چاہیے۔ الحمد لله الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا۔

تبارک کی فاتحہ:

کسی نے پوچھا کہ تبارک بعد مرنے ہی کے ہو سکتا ہے یا زندگی میں بھی کر سکتا ہے اور مقدار سوا من صحیح ہے یا نہیں؟

ارشاد فرمایا: ہر سال کریں یا ایک ہی سال۔ تبارک شریف سے مقصود ایصالِ ثواب ہے اور شریعت میں اس کی کوئی مقدار معین نہیں، جتنا ہو اور جب ہو پاک مال اور خالص نیت سے اللہ کے لیے ہو۔ مرنے کے بعد ہو یا زندگی میں، ہر سال کریں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ مقرر کر کے موقوف کرنا نہ چاہیے۔ اس کے فوائد بے شمار ہیں۔ اس میں تبارک شریف پڑھی جاتی ہے، اس سورت کریمہ کی برابر عذابِ قبر سے بچانے والی اور راحت پہنچانے والی کوئی چیز نہیں۔ اگر اس کے پڑھنے والے کے پاس ملائکہ عذاب آنا چاہتے ہیں تو ان کو روکتی ہے۔ وہ دوسری طرف سے آنا چاہتے ہیں تو ادھر حائل ہوتی ہے، اور فرماتی ہے کہ اس کے پاس نہ آؤ۔ یہ مجھے پڑھتا تھا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: ہم اس کے حکم سے آئے ہیں، جس کا تو کلام ہے۔ تو فرماتی ہے کہ ٹھہر جاؤ، جب تک میں واپس نہ آؤں اس کے پاس نہ آنا۔ اور بارگاہِ الہی میں حاضر ہو کر اپنے پڑھنے والے کی مغفرت کے لیے ایسا جھگڑتی ہے کہ مخلوق کو ایسا جھگڑنے کی طاقت نہیں۔ انتہا یہ کہ اگر مغفرت میں تاخیر ہوتی ہے، عرض کرتی ہے: وہ مجھے پڑھتا تھا اور تو نے اسے نہ بخشا۔ اگر میں تیرا کلام نہیں تو مجھے اپنی کتاب سے چھیل دے۔ اس پر ارشاد باری ہوتا ہے: جاہم نے اسے بخشا، وہ فوراً جنت میں جاتی ہے، اور وہاں سے ریشمی کپڑے، آرام تکیے اور پھول اور خوشبوئیں لے کر قبر میں آتی ہے، اور فرماتی ہے: مجھے آنے میں دیر ہوئی تو گھبرایا تو نہ تھا؟ پھر بچھونے بچھانی اور تکیہ لگاتی ہے، فرشتے بحکم رب العالمین واپس جاتے ہیں

سہ شنبہ کو کپڑا قطع نہ کرائے:

فرمایا: یوم سہ شنبہ کپڑا نہ ترشواؤ، ورنہ چوری جائے گا، یا ڈوبے گا، یا جلے گا۔

سیاہ جوتے کا حکم:

فرمایا: سیاہ جوتارنج، اور زرد، خوشی لاتا ہے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے۔ مجھے بھی یاد ہے کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ زرد رنگ کا جوتا پہننا خوشی کا باعث ہے؛ اور فرمایا کہ یہ مسئلہ آئیہ کریمہ فاقع لونہا تسر الناظرین سے مستنبط ہوتا ہے۔

اس کے بعد میں نے تفسیر مدارک التنزیل پڑھاتے وقت اس آئیہ کریمہ کے تحت میں دیکھا۔ عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: من لبس نعلا صفراء قل ہمہ لقولہ تعالیٰ: تسر الناظرین یعنی حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے: جو شخص زرد رنگ کا جوتا پہنے اس کا غم دور ہو (یعنی خوشی ہو) بدلیل ارشاد باری تعالیٰ شانہ، اس گائے کا رنگ زرد خوب شوخ ہو جو خوش کر دے ناظرین کو،

شیخ الدلائل حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر کی مخلص صمیم اعلیٰ حضرت قدس سرہما اللہ کلیل علی مدبراک التنزیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے حاشیہ کشاف میں فرمایا: بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لقولہ تعالیٰ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی نہیں، بلکہ ان سے جو حدیث مروی ہے، اس کی تعلیل ہے۔ اور حاشیہ جلالین مسمی بہ جمالین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جو شخص زرد رنگ کا جوتا پہنچے وہ ہمیشہ سرور

خوشی میں رہے گا، جب تک اس کو پہننے کا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: صفراء فاقع لونہا تسر الناظرین۔ کذافی اللہ روح البیان میں بھی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ والی حدیث منقول ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور محمد بن کثیر نے سیاہ رنگ کا جوتہ پہننے سے منع فرمایا ہے کہ وہ غم لاتا ہے۔

فقیر غفرلہ المولیٰ القدیور نے اسی ارشاد مبارک کے شواہد و دلائل تفسیر کی کتابوں سے اس لیے نقل کر دیے کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ہو کہ اعلیٰ حضرت معاذ اللہ رسم و شکون کے پابند اور قائل تھے۔

سفر کس دن کرے:

فرمایا: پنجشنبہ، شنبہ، دو شنبہ میں سفر کرنا چاہیے۔ شنبہ کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی قبل طلوع آفتاب سفر اختیار کرے تو اس کا ضامن میں ہوں۔

مجلس سماع کا حکم:

کسی نے عرض کیا۔ کیا یہ روایت ہے کہ حضرت محبوب الہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر شریف میں ننگے سر کھڑے گانے والوں پر لعنت فرما رہے تھے؟

ارشاد فرمایا: یہ واقعہ حضرت قطب الدین بختار کا کی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے کہ آپ کے مزار شریف پر مجلس سماع میں قوالی ہو رہی تھی۔ آج کل تو لوگوں نے بہت اختراع کر لیے ہیں، ناچ وغیرہ بھی کراتے ہیں۔ حالانکہ اس وقت بارگاہوں میں مزامیر بھی نہ تھے۔ حضرت سید ابراہیم ابرہیمی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے پیران سلسلہ میں سے ہیں، باہر مجلس سماع کے تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب صالحین سے آپ کے پاس آئے۔ اور گزارش کی کہ مجلس میں تشریف لے چلیے۔ حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم جاننے والے ہو، مواجہہ اقدس میں حاضر ہو، اگر حضرت راضی ہوں، میں ابھی چلتا ہوں۔ انہوں نے مزار اقدس پر مراقبہ کیا۔ دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں اور ان قوالوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں: ایسے بد بختاں وقت مارا پریشان کردہ اند۔ وہ واپس آئے اور قبل اس کے کہ عرض کریں۔ فرمایا: آپ نے دیکھا؟

دفع بلا، کی سہل تدبیریں:

فرمایا: ہر مسلمان روزانہ صبح و شام اور سوتے وقت ایک ایک بار آیۃ الکرسی اور تین تین بار تینوں قل پڑھ لیا کرے۔ اس کے لیے آدھی رات سے طلوع آفتاب تک صبح ہے۔ اور دوپہر ڈھلے سے غروب آفتاب تک شام۔ اس بیچ میں پڑھ لینا صبح یا شام کا پڑھ لینا ہوگا..... ان کے علاوہ پانچوں وقت ہر نماز فرض کے بعد ایک ایک بار آیۃ الکرسی پڑھیں۔ ظہر و مغرب و عشا میں سنتوں کے بعد..... عورتوں کو جن ایام میں نماز حکم نہیں ان میں قل نہ پڑھیں۔ مگر ان ہی وقت یا کم از کم صبح و عشا اور سوتے وقت آیۃ الکرسی ایک ایک بار ضرور پڑھیں، اس نیت سے کہ اللہ عزوجل کی تعریف ہے نہ بہ نیت قرآن مجید کہ ان دنوں میں انہیں قرآن پڑھنا منع ہے..... سوتے وقت تینوں قل اس ترکیب سے پڑھے جائیں کہ لیٹ کر دونوں ہتھیلیاں دعا کی طرح پھیلا کر

ایک ایک بار تینوں قل پڑھ کر ہر دو کف دست پر دم کر کے سر، منہ، سینہ، آگے، پیچھے، جہاں تک ہاتھ پہنچے پھیر لیں۔ پھر دوبارہ یوہیں، پھر سہ بارہ اسی طرح..... جو بچے خود پڑھنے کے قابل نہ ہوں، ان کے والدین اسی طرح تین بار پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے ان کے تمام بدن پر ہاتھ پھیر دیں..... صبح و شام ایک ایک بار یہ دعا ہر شخص پڑھے۔ سبحن اللہ وبحمدہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ماشاء اللہ کان ومالم یشالم یکن اعلم ان اللہ علی کل شیء قدید وان اللہ قد احاط بكل شیء علما..... صبح و شام میں تین بار اعوذ بکلمات التامات من شر ما خلق..... صبح شام میں تین تین بار بسم اللہ الذی لا یضر مع السمہ شیء فی الارض والافی السماء وهو السميع العلیم یہ تینوں دعائیں عورتیں ایام ناپاکی میں بھی پڑھ سکتی ہیں۔ یہ سب باتیں صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں۔ نہایت آسان و مختصر و بے مشقت ہیں۔ اور طاعون و بلا بلکہ ہر بلا سے محافظت کے لیے باذنہ تعالیٰ مضبوط و مستحکم قلعے۔ یہ دعائیں ہمیشہ پڑھی جائیں تو بعونہ تعالیٰ ہمیشہ ہر بلا سے امان ہو..... ہر مکان میں بعد نماز مغرب سات بار با آواز بلند اذان ہو۔ صحیح حدیثوں میں اسے دفع شیطاں کا علاج بتایا اور یہ کہ طاعون شر شیطاں ہی سے ہے..... عشاہ کے وقت مسجد میں حدود مسجد سے جدا سب نمازی جمع ہو کر سات سات اذانیں کہیں؛ اور آوازیں مل کر نکلیں کہ دور تک وہ الفاظ کریمہ پہنچیں۔ ہر شخص اپنی اپنی کہتا ہے، تو دور سے ایک غل کے سوا کچھ مفہوم نہیں ہوتا..... اور بہتر یہ ہے کہ کوئی صحیح خواں صالح شخص سورہ یسین شریف کی تلاوت کرے اور ہر مہین پر پہنچ کر وہ، اور سب حاضرین ایک ایک بار اذان کہیں کہ حدیث میں: یس لما قری له یس شریف ہر اس کام کے لیے جس نیت سے پڑھی جائے..... ہر مکان میں سورہ تغابن شریف ایک ایک بار با آواز پڑھیں، سب گھر والے سنیں۔ پھر پانی پر دم کر کے سب گھر والوں کو پلائیں..... ہر محلہ میں ایک ایک بکری، بھیڑ کہ شرائط قربانی پر ہو، مولیٰ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر کے اس کا گوشت پوست مسلمان محتاجوں کو دیں..... ہر استطاعت والادس سیر گیہوں اور پانچ آنے پیسے، متوسط الحال پانچ سیر گیہوں اور دس پیسے، کم استطاعت سیر گیہوں اور دو پیسے، غریب سنی مسلمانوں پر تقسیم کرنے..... یہ تعویذ حضرت امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہر بلا کی دفع کے لیے ثابت ہے، اس کی صحیح نقلین کر کے مردوں، عورتوں، بچوں سب کے بازوؤں پر باندھ دیں۔ تعویذ ہے:

۸۶۷۷۷۷۷۷۷۷۷ X = ۷۷۷۷۷۷۷۷۷۷۷

واو، صاد، میم کے سرے اور ہا کا چشمہ کھلا ہونا چاہیے، اور صاد، میم کٹے۔ اسے کاغذ پر لکھ کر سفید دھلے ہوئے پرانے کپڑے میں کر کے سیدھے بازو پر باندھیں..... جو شخص جس طاعون زدہ خواہ کسی آفت میں مبتلا کو دیکھ کر ایک بار پڑھے گا۔ الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا وہ بلا عمر بھرا سے نہ ہوگی۔ یہ بھی صحیح حدیث کا ارشاد ہے۔ طاعون وغیرہ دنیاوی بلا کو دیکھ کر اتنا آہستہ پڑھے کہ اپنے کان تک آواز آئے، وہ نہ سنے۔ مبتلا اگر عورت ہے تو ابتلاک کاف کے زیر کے ساتھ پڑھے..... یہ درود شریف ایام و با میں بعد نماز فجر و عصر پڑھنا و با سے بچنے کے لیے تریاق اکبر بتایا ہے۔ اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد بعدد کل داؤد واء وبعلة کل علة وشفاء..... حسب ذیل

رباعی لکھ کر دروازوں پر لگائی جائے

یا لطیف لم یزل الطف بنا فیما نزل
انت قوی نجنا ع

نیز یہ شعر

لی خمسة الطفی بها حر الباء الحاطمة
المصطفی والمرتضی وابناهما والفاطمة

(حکم شرعی بابت طاعون) طاعون وبا سے بھاگنا سخت حرام و گناہ کبیرہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الفار من الطاعون کالفار من الزحف طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسے کافروں کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا۔ اور اسے رب العزت قرآن عظیم میں فرماتا ہے کہ وہ اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور جو صبر کئے ہوئے مولیٰ تعالیٰ کی رضا پر راضی بیٹھا ہے، اس کے لیے جیتے جی شہید کا ثواب ہے۔ اللہ جل جلالہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نہ کوئی جاننے والا، نہ ہماری بھلائی زیادہ چاہنے والا۔ وہ جو فرماتے ہیں، اسی میں ہمارے لیے خیر ہے۔ مولیٰ تعالیٰ مسلمان بھائیوں کو توفیق خیر عطا فرمائے۔

فقیر نے ان سب اعمال کی اجازت اپنے سنی بھائیوں کو دی۔

دوائے طاعون:

فرمایا: دوائے طاعون جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تلقین فرمائی: شاہترہ، چراستہ، برگ نیب، ہم وزن۔ پہلے دونوں ایک ساتھ نیب کے پتے الگ اتنے پانی میں رات بھر بھگو دو کہ پانی ایک انگل اونچا رہے۔ صبح کو شاہترہ، چراستہ مل کر، چھان کر، نیب کے پتوں میں ڈال کر اتنا جوش دو کہ سب پانی نیب کے پتوں میں جذب ہو جائے۔ پھر ہر ۳ ماشہ کی گولیاں بنا کر حفاظت کے لیے دوسرے تیسرے دن ایک گولی پانی کے ساتھ نگل لیا کرو، جو مرض میں مبتلا ہو جائے، اس کو تین گولیاں ایک ایک گھنٹہ بعد پانی سے کھلا دو، انشاء اللہ تعالیٰ صحت ہوگی۔

اس دوا سے بکثرت مریض صحت یاب ہو چکے ہیں۔

دفع بواسیر کا عمل:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک صاحب نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے مرض بواسیر کا، بہت تکلیف دہ

ہے۔ ارشاد فرمایا:

ہمارے یہاں مجموعہ اعمال میں ایک عمل لکھا ہے اس پر عمل کیجئے، انشاء اللہ تعالیٰ صحت ہوگی۔ بواسیر خونی ہو یا بادی، دونوں

کے لیے مفید ہے۔

ہر روز دو رکعت نماز پڑھے۔ پہلی رکعت میں بعد الحمد شریف، سورہ الم نشرح، اور دوسری رکعت میں بعد الحمد، سورہ فیل پڑھے۔ بعد سلام ستر بار کہے۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ سبحان اللہ وبحمد ربی۔ یا یوں کہے: استغفر اللہ من کل ذنبی سبحان اللہ وبحمدہ ربی چند روز کی مداومت میں مرض دفع ہو جائے گا۔ ملفوظات حصہ دوم میں ہے:

طلب و بیعت کا فرق:

عرض: حضور طلب اور بیعت میں کیا فرق ہے؟

ارشاد: طالب ہونے میں صرف طلب فیض ہے اور بیعت کے معنی پورے طور سے بکنا۔ بیعت اس شخص سے کرنا چاہیے جس میں یہ چار باتیں ہوں ورنہ بیعت جائز نہ ہوگی۔

اول: سنی صحیح العقیدہ ہو۔

دوم: کم از کم اتنا علم ضروری ہو کہ بلا کسی امداد کے اپنی ضروریات کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔

سوم: اس کا سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو، کہیں منقطع نہ ہو۔

چہارم: فاسق معطن نہ ہو۔

پھر اسی سلسلہ بیان میں ارشاد ہوا کہ:

لوگ بیعت بطور رسم ہوتے ہیں، بیعت کے معنی نہیں جانتے۔ بیعت اسے کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ منیری علیہ الرحمۃ کے ایک مرید دریا میں ڈوب رہتے تھے حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے، اور فرمایا: اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال دوں۔ ان کے مرید نے عرض کی: یہ ہاتھ حضرت یحییٰ منیری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں، اب دوسروں کو نہ دوں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے، اور حضرت یحییٰ منیری ظاہر ہوئے، اور ان کو نکال لیا۔

تبدیل بیعت:

ملفوظات حصہ اول میں ہے:

تبدیل بیعت بلا وجہ شرعی ممنوع ہے۔ اور تجدید جائز، بلکہ مستحب ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں نہ ہوا ہو اور اپنے شیخ سے بغیر انحراف کیے ہوئے اس سلسلہ عالیہ میں بیعت کرے (تو) یہ تبدیل بیعت نہیں، بلکہ تجدید ہے کہ جمیع سلاسل اس سلسلہ اعلیٰ کی طرف راجع ہیں۔

مجاہدہ کا معنی:

ملفوظات حصہ اول میں ہے:

عرض: مجاہد کے کیا معنی ہیں؟

ارشاد: سارا مجاہدہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جمع فرمایا دیا ہے۔ واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الهوی فان الجنة ہی الماوی جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہشوں سے روکے تو بے شک جنت ہی ٹھکانہ ہے، یہی جہاد اکبر ہے۔

حدیث میں ہے: جہاد کفار سے واپس آتے ہوئے فرمایا: ورجعنا من الجہاد الا صغر الی الجہاد الا کبر ہم اپنے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پھرے۔

اسی میں ہے: حضور! مجاہدہ میں عمر کی قید ہوتی ہے؟

ارشاد: مجاہدہ کے لیے کم از کم اسی برس درکار ہوتے ہیں، باقی طلب ضرور کی جائے۔

عرض: ایک شخص اسی برس کی عمر سے مجاہدات کرے یا اسی برس مجاہدہ کرے؟

ارشاد: مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس عالم میں مسببات کو اسباب سے مربوط فرمایا گیا ہے اسی طریقہ پر چھوڑ دیں اور جذب و عنایت ربانی بعید کو قریب نہ کر دے تو اس راہ کی قطع کو اسی برس درکار ہیں؛ اور رحمت فرمائے تو ایک آن میں نصرانی سے ابدال کر دیا جاتا ہے؛ اور صدق نیت کے ساتھ مشغول مجاہدہ ہو تو امداد الہی ضرور کار فرما ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا۔ جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

فتاویٰ الشیخ:

ملفوظات حصہ دوم میں ہے:

عرض: حضور فتاویٰ الشیخ کا مرتبہ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟

ارشاد: یہ خیال رکھے کہ میرا شیخ میرے سامنے ہے؛ اور اپنے قلب کو اس کے قلب کے نیچے تصور کر کے اس طرح سمجھے کہ سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و انوار قلب شیخ پر فائز ہوتے اور ایک اس سے چھلک کر میرے دل میں آرہے ہیں۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ حالت ہو جائے گی کہ شجر و حجر درود یوار پر شیخ کی صورت صاف نظر آئے گی۔ یہاں تک کہ نماز میں بھی جدائت ہوگی اور پھر ہر حال اپنے ساتھ پائے گا۔

وحدة الوجود کا مطلب:

کسی نے وحدة الوجود کے معنی دریافت کیے۔ اس پر ارشاد ہوا: وجود ہستی بالذات واجب تعالیٰ کے لیے ہے۔ اس کے سوا جتنے موجودات ہیں سب اسی کے ظل پر تو ہیں، تو حقیقۃً وجود ایک ہی کے لیے ٹھہرا۔

اس پر عرض کیا کہ اس کا سمجھنا تو دشوار نہیں، پھر یہ مسئلہ اس قدر مشکل کیوں مشہور ہے؟

ارشاد ہوا: اس میں غور و تامل یا موجب حیرت ہے یا باعث ضلالت۔ اگر اس کی تھوڑی بھی تفصیل کروں تو کچھ سمجھ میں نہ

آئے گا، بلکہ اوہام کثیرہ پیدا ہو جائیں گے۔

اس کے بعد کچھ مثالیں بیان فرمائیں، ان میں سے ایک یاد رہی مثلاً روشنی بالذات آفتاب و چراغ میں ہے۔ زمین و مکان اپنی ذات میں بے نور ہیں، مگر بالعرض۔ آفتاب کی وجہ سے تمام دنیا منور اور چراغ سے سارا گھر روشن ہوتا ہے۔ ان کی روشنی انہیں کی روشنی ہے، ان کی روشنی ان سے اٹھالی جائے، وہ ابھی تاریک محض رہ جائیں۔

اس پر عرض کیا: یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہر جگہ صاحب مرتبہ کو اللہ ہی نظر آتا ہے؟

ارشاد فرمایا: اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جو شخص آئینہ خانہ میں جائے، وہ ہر طرف اپنے آپ ہی کو دیکھے گا۔ اس لیے کہ یہی اصل ہے، اور جتنی صورتیں ہیں سب اسی کی ظل ہیں۔ مگر یہ صورتیں اس کی صفات ذات کے ساتھ متصف نہ ہوں گی۔ یعنی سننے والی، دیکھنے والی وغیرہ وغیرہ نہ ہوں گی۔ اس لیے کہ یہ صورتیں صرف اس کی سطح ظاہری کی ظل ہیں، ذات کی نہیں۔ اور سمع و بصر ذات کی صفتیں ہیں، سطح ظاہر کی نہیں۔ لہذا جو اثر ذات کا ہے، وہ ان ظلال میں پیدا نہ ہوگا۔ بخلاف حضرت انسان کے کہ یہ ظل ذات باری تعالیٰ ہے، لہذا ظلال صفات سے بھی استعداد بہرہ ور ہے۔

اس پر چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب نے عرض کیا کہ:

حضور! یہ اب بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ہر جگہ خدا کیونکر دیکھتے ہیں؟ اگر ان ظلال و عکوس کو کہا جائے تو یہ اتحاد ہے، وحدت نہیں۔ اگر یہ ظلال و عکوس کو نہیں دیکھتے، ایک اللہ کا جلوہ نظر آتا ہے تو خود بھی ایک ظل ہیں۔ تو یہ بھی معدوم ہوئے۔ تو نہ ناظر رہا، نہ نظر۔ پھر اللہ کو دیکھنے کے کیا معنی؟ وہ اس سے پاک ہے کہ کسی کی نظر اسے احاطہ کرے۔ قیامت میں ہم مسلمان انشاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے فیضیاب ہوں گے۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ رویت کیونکر ہوگی؟

ارشاد ہوا: ظلال و عکوس مرآت ملاحظہ ہیں۔ مرآت کا مرئی سے متحد ہونا کیا ضرور؟ علم بالوجہ میں وجہ، مرآت ملاحظہ ہوتی

ہے۔ حالانکہ ذوالوجہ سے متحد نہیں۔

بلاشبہ آئینہ میں جو اپنی صورت دیکھتے ہو، کیا اس میں کوئی صورت ہے؟ نہیں، بلکہ شعاع بصری آئینہ پر پڑ کر واپس آتی ہے؛ اور اس رجوع میں اپنے آپ کو دیکھتی ہے۔ لہذا وہی جانب بائیں، اور بائیں جانب دہنی معلوم ہوتی ہے۔ تو آئینہ تمہارا عین نہیں، مگر دکھایا اس نے تمہیں کو۔

ظلال اپنی ذات میں معدوم ہیں کہ کسی کی ذات مقتضی وجود نہیں۔ کل شئیء ہالک الا وجہہ۔ مگر وجود عطائی سے ضرور موجود ہیں۔ اسلام کا عقیدہ ہے کہ حقائق الانبیاء ثابتہ..... نظر سے ساقط ہونا واقع سے عدم نہیں کہ نہ ناظر رہے نہ نظر۔ فی الواقع اس مشاہدہ میں خود اپنی ذات بھی اپنی نگاہ میں نہیں ہوتی۔

اہل سنت کا ایمان ہے کہ قیامت و جنت میں مسلمانوں کو دیدار الہی بے کیف و بے جہت و بے محاذات ہوگا۔ قال اللہ

تعالیٰ: وجوه یومئذ ناضرة الی ربها ناظرہ۔ کچھ منہ تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوئے۔ کفار کے حق میں فرماتا ہے: کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون۔ بے شک وہ اس دن اپنے رب سے حجاب میں رہیں گے۔ کافروں پر عذاب بیان فرمایا گیا ہے تو ضرور مسلمان اس سے محفوظ ہیں۔

بصر احاطہ مرئی نہیں چاہتی۔ آیہ کریمہ: لا تدرکہ الابصار و هو یدرک الابصار۔ کا یہی مفاد ہے کہ وہ ابصار و جملہ اشیا کا محیط ہے، اسے بصر اور کوئی شئی محیط نہیں۔ فلک وغیرہ کی مثالیں اس کے بیان کو ہیں کہ بصر کو احاطہ لازم نہیں، نہ یہ کہ وہاں بھی عدم احاطہ معاذ اللہ اسی طرح کا ہے، وہاں بمعنی عدم اور اک حقیقت و کنہ ہے۔ رہا یہ کہ رویت کیونکر؟ یہ کیف سے سوال ہے، وہ اور اس کی رویت کیف سے بالاتر ہے۔ پھر کیونکر کو کیا دخل؟۔ (ق، ن، ۲۳۱ تا ۲۳۳)

درجات فقر:

ملفوظات حصہ چہارم میں ہے:

عرض: درجات فقر ترتیب وار ارشاد ہوں کہ جب طالب سلوک کی راہ چلتا ہے تو اوّل کون سا درجہ حاصل ہوتا ہے پھر کون

سا؟

ارشاد: صلحا..... سا لکین..... فانیین..... واصلین۔ اب ان واصلوں کے مراتب ہیں۔ نجبا..... نقبا..... ابدال..... بدلا

..... اوتاد..... امامین..... غوث..... صدیق..... نبی..... رسول..... تین پہلے الی اللہ کے ہیں باقی۔ فی اللہ کے اور ولی ان سب کو

شامل۔

افراد کسے کہتے ہیں:

ملفوظات حصہ اوّل میں ہے:

عرض: افراد کسے کہتے ہیں؟

کسی نے عرض کیا: حضور افراد کون اصحاب ہیں؟

ارشاد فرمایا: اجلہ اولیائے کرام سے ہوتے ہیں۔ ولایت کے درجات میں غوثیت کے بعد فردیت (ہے)۔

ایک صاحب اجلہ اولیائے کرام سے کسی نے پوچھا: حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟ فرمایا: ابھی ابھی مجھ سے ملاقات

ہوئی تھی، فرماتے تھے: جنگل میں ٹیلے پر ایک نور دیکھا۔ جب میں قریب آیا تو معلوم ہوا کہ وہ کبیل کا نور ہے، ایک صاحب اسے

اوڑھے سو رہے ہیں۔ میں نے پاؤں پکڑ کر ہلایا اور جگا کر کہا، اٹھو مشغول بخدا ہو۔ کہا: آپ اپنے کام میں مشغول رہیں مجھے

میری حالت پر رہنے دیجیے۔ میں نے کہا کہ میں مشہور کیے دیتا ہوں کہ یہ ولی اللہ ہیں۔ کہا: میں مشہور کر دوں گا کہ یہ

خضر ہیں۔ میں نے کہا کہ میرے لیے دعا کرو۔ کہا: دعا تو آپ ہی کا حق ہے۔ میں نے کہا: تمہیں دعا کرنی ہوگی۔ کہا: وفر اللہ

حظک منہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ زائد کرے۔ اور کہا: میں اگر غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ فرمائیے گا۔ اور فوراً نظر

سے غائب ہو گئے۔ حالانکہ کسی ولی کی طاقت نہ تھی کہ میری نگاہ سے غائب ہو سکے۔ (میں) وہاں سے آگے بڑھا (تو) ایک اور اسی طرح کا نور دیکھا کہ نگاہ کو خیرہ کرتا ہے۔ قریب گیا تو دیکھا کہ ایک عورت کبیل اوڑھے سو رہی ہے، وہ اس کے کبیل کا نور ہے۔ میں نے پاؤں ہلا کر ہوشیار کرنا چاہا۔ غیب سے ندا آئی۔ اے خضر! احتیاط کیجئے۔ اس بی بی نے آنکھ کھولی اور کہا: حضرت نہ رکے یہاں تک کے روکے گئے۔ میں نے کہا اٹھ مشغول بخدا ہو۔ کہا: حضرت اپنے کام میں مشغول رہیں، مجھے اپنی حالت پر رہنے دیں۔ میں نے کہا: تو میں مشہور کیے دیتا ہوں، یہ ولی اللہ ہے۔ کہا: میں مشہور کر دوں گی، یہ حضرت خضر ہیں۔ میں نے کہا: میرے لیے دعا کرو۔ کہا: دعا تو آپ کا حق ہے۔ میں نے کہا: تمہیں دعا کرنی ہوگی۔ کہا: وفر اللہ حظک منہ اللہ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ زائد کرے۔ پھر کہا: اگر میں غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ فرمائیے گا۔ میں نے (دل میں) کہا: یہ بھی جاتی ہے، (اس لیے ان سے) کہا: یہ تو بتائے جا، کیا تو اسی مرد کی بی بی ہے؟ کہا: ہاں۔ یہاں ایک ولیہ کا انتقال ہو گیا تھا اس کی تجہیز تکفین کا ہمیں حکم تھا۔ یہ کہا، اور میری نگاہ سے غائب ہو گئی۔

(وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ) حضرت خضر علیہ السلام سے (میں نے) پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: یہ لوگ افراد ہیں۔ میں نے کہا: وہ بھی کوئی ہے جس کی طرف یہ رجوع لاتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! شیخ عبدالقادر جیلانی۔
کیا غوث ہر زمانے میں ہوتا ہے؟

ملفوظات حصہ اول میں ہے کہ کسی نے عرض کیا: غوث ہر زمانہ میں ہوا ہے؟

ارشاد ہوا: بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔

اس پر انہوں نے دریافت کیا کہ غوث کو مراقبے سے حالات منکشف ہوتے ہیں؟

حضور نے ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ انہیں ہر حال یو ہیں مثل آئینہ پیش نظر

اس کے بعد ارشاد فرمایا: ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں غوث کا لقب عبداللہ ہوتا ہے۔ وزیر دست راست عبدالرب اور

وزیر دست چپ عبدالملک۔ اس سلطنت میں وزیر راست سے اعلیٰ ہوتا ہے، بخلاف سلطنت دنیا۔ اس لیے کہ یہ سلطنت قلب

ہے اور دل جانب چپ۔ غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ صدیق اکبر حضور کے وزیر دست چپ

تھے، اور فاروق اعظم وزیر دست راست۔ پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ممتاز ہوئے، اور وزارت امیر المومنین فاروق اعظم و حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا ہوئی۔ اس کے بعد امیر المومنین عمر

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

وزیر ہوئے۔ پھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی۔ اور مولیٰ علی و امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر

ہوئے۔ پھر مولیٰ علی کو مرتبہ غوثیت عنایت ہوا اور امامین میں محترمین سیدنا امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے۔ پھر

امام حسن سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک سب حضرات مستقل غوث ہوئے۔ امام حسن عسکری کے بعد حضور غوث اعظم رضی

اللہ تعالیٰ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے۔ ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث۔ حضور تنہا درجہ غوثیت کبریٰ پر فائز ہوئے۔ حضور غوث اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی۔ حضور کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے، حضرت امام مہدی تک، سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔

کسی نے عرض کیا: غوث کے انتقال کے بعد درجہ غوثیت پر کون مامور ہوتا ہے؟

ارشاد ہوا: غوث کی جگہ امامین سے غوث کر دیا جاتا ہے، امامین کی جگہ اوتاد اربعہ سے۔ اوتاد کی جگہ بدلا سے۔ بدلا کی جگہ ابدال سبعین سے۔ اور ان کی جگہ تین سو نقبا سے۔ پھر اولیا سے۔ اور اولیا کی جگہ عامہ مومنین سے کر دیا جاتا ہے۔ کبھی بلا لحاظ ترتیب کافر کو مسلمان کر کے بدل کر دیتے ہیں۔ ان کا مرتبہ ابدال سے زیادہ ہے۔

مجذوب کی پہچان:

ملفوظات حصہ دوم میں ہے:

عرض: حضور مجذوب کی کیا پہچان ہے؟

ارشاد: سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا۔ حضرت سیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ مشہور مجاذیب سے تھے شہر احمد آباد میں مزار شریف ہے۔ میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ زنانہ وضع رکھتے تھے۔ ایک بار قحط شدید پڑا۔ بادشاہ، قاضی و اکابر جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لیے گئے (وہ) انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں۔ جب لوگوں کی آہ و زاری حد سے گزری، ایک پتھر اٹھایا دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا: مینہ بھیجئے یا اپنا سہاگ لیجئے۔ یہ کہتا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح اٹھیں اور جل تھل بھر دیے۔

ایک بار جمعہ کے دن بازار میں جا رہے تھے ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے آئے انہیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے۔ مردانہ لباس پہنیے اور نماز کو چلیے۔ اس پر انکار و مقابلہ نہ کیا۔ چوڑیا، زیور اور زنانہ لباس اتارا اور مسجد کو ساتھ ہو لیے۔ خطبہ سنا، جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریمہ کہی: اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی۔ فرمایا: اللہ اکبر میرا خاندان حسی لایموت ہے کہ کبھی نہ مرے گا، اور یہ مجھے بیوہ کیے دیتے ہیں اتنا کہتا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں۔

اندھی تقلید کے طور پر ان کے مزار کہ بعض مجادروں کو دیکھا کہ اب تک بالیاں، کڑے، جوشن پہنتے ہیں یہ گمراہی ہے۔ صوفی صاحب تحقیق اور ان کا مقلد زندیق۔

مجذوب سے سلسلہ جاری نہیں ہوتا ہے:

ملفوظات حصہ چہارم میں ہے:

عرض: مجازیب بھی کسی سلسلے میں ہوتے ہیں؟
ارشاد: ہاں! وہ خود سلسلے میں ہوتے ہیں، ان کا کوئی سلسلہ نہیں۔ ان سے آگے پھر نہیں چلتا۔

رجال الغیب:

ملفوظات حصہ چہارم ہی میں ہے:

عرض: حضور رجال الغیب ملائکہ سے ہیں؟

ارشاد: نہیں، جنوں یا انسانوں میں سے ہوتے ہیں۔ آپ نے رجال پر خیال نہیں کیا ملائکہ پاک ہیں رجال و نساء (مرد و عورت) ہونے سے۔

عرض: رجال الغیب کیوں کہلاتے ہیں؟

ارشاد: (اس لیے کہ) غائب رہتے ہیں۔

عرض: رجال الغیب بھی سلسلے میں ہوتے ہیں؟

ارشاد: ہاں! یہ بھی سلسلے میں ہوتے ہیں۔ البتہ افراد سوائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کے ماتحت نہیں۔ اسی واسطے فرد کہلاتے ہیں، سلسلے میں کسی کے نہیں۔ لیکن حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع سے چارہ نہیں۔

جناہاری فقیر بننا:

ملفوظات حصہ دوم میں ہے:

عرض: مرد کو چوٹی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض فقیر رکھتے ہیں؟

ارشاد: حرام۔ حدیث میں فرمایا: لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء و المتشبهات من النساء بالرجال۔ اللہ کی لعنت ہے ایسے مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت رکھتے ہیں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت پیدا کریں۔

اسی حصہ دوم میں ہے:

عرض: اکثر بال بڑھانے والے لوگ حضرت گیسو دراز کو دلیل لاتے ہیں۔

ارشاد: جہالت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت احادیث صحیحہ میں ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے..... اور تکتہ کے لیے ہر بات میں پوری وضع بنانا ضرور نہیں، ایک ہی بات میں مشابہت کافی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو ملاحظہ فرمایا کہ مردوں کی طرح کندھے پر کمان لٹکائے جارہی ہے اس پر بھی یہی فرمایا کہ ان عورتوں پر لعنت جو مردوں سے تکتہ کریں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا، اس پر بھی یہی حدیث روایت فرمائی کہ مردوں سے تکتہ کرنے والی عورتیں ملعون

ہیں۔

جب صرف جوتے یا کمان لٹکانے میں مشابہت موجب لعنت ہے تو عورتوں کے سے بال بڑھانا اس سے سخت تر موجب لعنت ہوگا کہ وہ ایک خارجی چیز ہے اور یہ خاص جزو بدن۔ تو شانوں سے نیچے گیسو رکھنا بحکم احادیث صحیحہ ضرور موجب لعنت ہے اور چوٹی گندھوانا اور زیادہ؛ اور اس میں مہاف ڈالنا اس سے اور سخت تر۔

حضرت سیدی محمد گیسو دار از قدس سرہ نے تکتہ نہ کیا تھا کہ گیسو محفوظ رکھا اور ایک۔ اس کے لیے ایک وجہ خاص تھی کہا اکابر علماء واجلہ سادات سے تھے۔ جوانی کی عمر تھی۔ سادات کی طرح شانوں تک دو گیسو رکھتے تھے کہ اس قدر شرعاً جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ ایک بار سر راہ بیٹھے تھے حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سواری نکلی۔ انہوں نے اٹھ کر زانوے مبارک کو بوسہ دیا۔ حضرت خواجہ چراغ دہلی نے فرمایا: سید فروتر اے سید اور نیچے بوسہ دو۔ انہوں نے پائے مبارک پر بوسہ لیا۔ فرمایا: سید فروتر انہوں نے گھوڑے کی سُم پر بوسہ دیا۔ ایک گیسو کہ رکاب مبارک میں الجھ گیا تھا، وہیں الجھا رہا اور رکاب سے سُم تک بڑھ گیا۔ حضرت چراغ دہلوی نے فرمایا: سید فروتر۔ انہوں نے ہٹ کر زمین پر بوسہ دیا۔ گیسو کہ رکاب مبارک سے جدا کر کے حضرت چراغ دہلوی تشریف لے گئے۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ ایسے جلیل سید، اتنے بڑے عالم نے زانووں پر بوسہ دیا اور حضرت راضی نہ ہوئے اور نیچے بوسہ دینے کا حکم فرمایا۔ انہوں نے پائے مبارک کو بوسہ دیا، اور نیچے کو حکم فرمایا۔ گھوڑے کی سُم (کھر) پر بوسہ دیا، اور نیچے کو حکم فرمایا۔ یہاں تک کہ زمین پر بوسہ دیا۔ یہ اعتراض حضرت سید گیسو دار از نے سنا (تو) فرمایا کہ لوگ نہیں جانتے کہ میرے شیخ چراغ دہلی نے ان چار بوسوں میں کیا عطا فرمادیا؟ جب میں نے زانوے مبارک پر بوسہ دیا عالم ناسور منکشف ہو گیا۔ جب پائے اقدس پر بوسہ دیا عالم ملکوت منکشف ہوا۔ جب گھوڑے کے سُم پر بوسہ دیا عالم جبروت منکشف تھا۔ جب زمین پر بوسہ دیا عالم لاہوت کا انکشاف ہو گیا..... اس ایک گیسو کو کہ ایسی جلیل نعمت کی یادگار تھا اور اسے ایسی تجلی و رحمت نے بڑھایا تھا نہ ترشوا یا اسے تکتہ سے کیا علاقہ عورتوں کا ایک گیسو بڑھا نہیں ہوتا، نہ اتنا دراز۔

مصری میناروں کی تعمیر:

ملفوظات حصہ اول میں ہے:

کسی نے مصر کے میناروں کا تذکرہ کیا، اس پر ارشاد فرمایا:

ان کی تعمیر حضرت آدم نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چودہ ہزار برس پہلے ہوئی۔ نوح علیہ السلام کی امت پر جس روز عذاب طوفان نازل ہوا پہلی رجب تھی، بارش بھی ہو رہی تھی، اور زمین سے ہی پانی ابل رہا تھا۔ بحکم رب العظیمین نوح علیہ السلام نے ایک کشتی تیار کی، جو ۱۰۰ رجب کو تیرنے لگی، اس کشتی پر ۸۰ آدمی سوار تھے، جن میں دو نبی تھے، حضرت آدم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کشتی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت رکھ لیا تھا، اور اس کی ایک جانب مرد اور دوسری جانب عورتوں کو بٹھالیا تھا۔ پانی اس پہاڑ سے جو سب سے بلند تھا، ۳۰ ہاتھ اونچا ہو گیا تھا۔ دسویں

محرم کو ۶ ماہ کے بعد سفینہ مبارک جو دی پہاڑ پر ٹھہرا۔ سب لوگ پہاڑ سے اترے اور پہلا شہر جو بسایا گیا، اس کا نام سوق الثمانین رکھا گیا۔ یہ بستی جبل نہاوند کے قریب متصل موصل واقع ہے۔

اس طوفان میں دو عمارتیں مثل گنبد و منارہ باقی رہ گئی تھی، جنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا۔ اس وقت روئے زمین پر سوائے ان کے اور کوئی عمارت نہ تھی۔ امیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہیں عمارتوں کی نسبت منقول ہے: بنی السہرمان والنسرفی سرطمان یعنی دونوں عمارتیں اس وقت بنائی گئیں۔ جب ستارہ نسر نے برج سرطان میں تحویل کی تھی۔ نسر دو ستارے ہیں نسر واقع و نسر طائر۔ اور جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے نسر واقع مراد ہوتا ہے۔ ان کے دروازہ پر ایک گدھ کی تصویر ہے اور اس کے پنجہ میں گنگچہ ہے، جس سے تاریخ تعمیر کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ کہ جب نسر واقع برج سرطان میں آیا، اس وقت یہ عمارت بنی۔ جس کے حساب سے بارہ ہزار چھ سو چالیس سال ساڑھے آٹھ مہینے ہوتے ہیں کہ ستارہ چونٹھ برس قمری سات مہینہ ستائس دن میں ایک درجہ طے کرتا ہے۔ اور اب برج ساڑھے پندرہ درجہ سے زائد طے کر گیا۔ تو آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی تقریباً پونے چھ ہزار برس پہلے کے بنے ہوئے ہیں کہ ان کی آفرینش کو سات ہزار سے کچھ زائد ہوئے۔ لاجرم یہ قوم جن کی تعمیر ہے کہ پیدائش آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ساٹھ ہزار برس زمین پر رہ چکی تھی۔

کاکا کی وجہ تسمیہ:

کسی نے دریافت کیا حضور کاکا کے کیا معنی ہیں اور اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

ارشاد فرمایا: حضرت قطب الدین بختیار کاکا کی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چند مسافر حاضر ہوئے۔ حضور کے یہاں اُس وقت کچھ سامان خور و نوش موجود نہ تھا۔ غیب سے کاکا یعنی روٹیاں آئیں، جو سب کو کافی و وافی ہو گئیں۔ جب سے آپ کاکا مشہور ہو گئے۔

اسی تذکرہ میں فرمایا: ایک مرتبہ مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جو میرے پیر و مرشد کے ساتھ حضرت مولانا نور صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے، جو مولانا بحر العلوم ملک العلماء کے شاگرد تھے، پڑھتے تھے، دہلی میں تھے۔ جلسہ و حبابیہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں حاضرین پر کاکا اور چھوہارے برسا کرتے تھے۔ چنانچہ حسب دستور آپ کے سامنے بھی بو چھار ہوئی۔ ایک کاکا اور چھوہارا آپ کو بھی ملا۔ آپ نے چھوہارا توڑا تو اس میں کیڑا نکلا؛ اور کاکا کا کناراجلا ہوا۔ یہ دیکھ کر تبسم کیا اور باآواز بلند کہا: صاحبو! آج تک تو سنا کرتے تھے کہ فرشتے بھولتے نہیں۔ یہ کیسا بھول گئے کہ روٹی جلادی۔ اور سنتے تھے کہ جنت کامیوہ سرتا گلتا نہیں۔ تعجب ہے کہ چھوہاروں میں کیڑے پڑ گئے۔ اس پر بہت شور و غل ہوا۔ آپ کو غصہ آیا۔ پردہ ہٹا دیا، جس کے پیچھے سے یہ بارش ہو رہی تھی۔ دیکھا تو اسمعیل دہلوی کا ایک غلام، جس کا نام عبداللطیف تھا، ایک جھولی میں کاکا اور ایک میں چھوہارے لیے بیٹھا ہے۔ پردہ ہٹتے ہی پردہ فاش ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت مولانا فضل رسول صاحب دہلی سے لکھنؤ حضرت مولانا نور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر

ہوئے۔ اندر سے خبر آئی کہ آنے کی ممانعت ہے۔ آپ چوکھٹ پر بیٹھ گئے اور رونے لگے اور عرض کی کہ میری کیا خطا ہے؟ معلوم ہو کہ وہ قابلِ معافی بھی ہے یا نہیں؟ جب بہت دیر گزری تو مولانا نور صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باہر تشریف لائے اور فرمایا تمہیں میں نے اسی لیے پڑھایا تھا کہ وہابیوں کے جلسہ میں جاؤ؟ آپ نے عرض کی: اتنا تو معلوم ہو گیا کہ میری خطا قابلِ معافی ہے۔ اور پھر آپ نے سارا واقعہ اسمعیل دہلوی کے مکر و فریب کا عرض کیا اور کہا کہ میں صرف اس کا پردہ فاش کرنے کو گیا تھا کہ نہ معلوم کتنے بندگانِ خدا اس کی عیاری سے گمراہ ہو رہے تھے۔ آپ سن کر خوش ہوئے اور راضی ہو گئے۔

یہی مولانا نور صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک روز راستے میں تشریف لیے جا رہے تھے۔ سامنے سے علی بخش وزیر بادشاہ اودھ، جو اس کی ناک کا بال ہو رہا تھا، ہاتھی پر چلا آ رہا تھا۔ اس نے حضرت کو دیکھ کر اتنا ادب کیا کہ ہاتھی کو بٹھا دیا اور اتر کر قریب حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھر لیا اور (جواب) سلام نہ دیا۔ وہ راضی تھا اور داڑھی مونڈی تھی۔ سمجھا کہ شاید مجھے دیکھا نہیں۔ دوسری طرف جا کر سلام کیا۔ آپ نے ادھر سے منہ پھیر لیا اور سلام قبول نہ فرمایا۔ تیسری دفعہ پھر سلام کیا۔ آپ نے جواب نہ دیا۔ اس کو غصہ آیا اور ہاتھی پر چڑھ کر یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ فرنگی محل کے مردوں کی داڑھیاں اور عورتوں کا سر نہ منڈوا دیا تو علی بخش نام نہیں۔ آپ جب مکان تشریف لے گئے تو ایک طالب علم نے علی بخش کا وہ فقرہ عرض کیا۔ آپ فوراً باہر تشریف لائے۔ آستانہ پر اس وقت میرے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاضر تھے عرض کیا: حضور! کہاں تشریف لے جاتے ہیں؟ فرمایا: بچو! نورا کی حماقتے تو ہے۔ راضی آیا تھا، سلام کیا تھا، جواب دے دیا ہوتا۔ اب کسی کی داڑھی مونڈے ہے کسی کا مونڈ مونڈے ہے۔ نورا کی حماقتے تو ہے..... اور آپ سیدھے بادشاہ کے محل کو تشریف لے چلے کہ اس سے پیشتر کبھی نہ گئے تھے۔ پیچھے پیچھے یہ دونوں حضرات بھی ہو لیے۔ اس دن نور روز کا دن تھا۔ اس کے محل میں جشن ہو رہا تھا۔ شراب کباب گانے بجانے کے سامان موجود تھے۔ جب دربان نے آپ کو تشریف لاتے دیکھا گھبرا کر دوڑتا ہوا گیا اور بادشاہ کو خبر دی۔ بادشاہ سن کر گھبرا گیا اور حکم دیا: فوراً تمام منہات شرع اٹھا دیے جائیں۔ اور خود دروازہ تک استقبال کر کے حضرت کو اندر لے گیا اور باعزاز تمام بٹھایا۔

علی بخش کھڑا ہوا یہ واقعہ دیکھ رہا ہے۔ کاٹو تو بدن میں خون نہیں۔ سمجھ رہا ہے کہ اب یہ شکایت فرمائیں گے اور خدا جانے بادشاہ کیا کچھ کرے گا؟..... مگر یہ وسیع ظرف اس ہلکے کے قیاس سے ورا ہیں۔ یہ شکایت فرمانے تشریف نہ لے گئے، بلکہ اسے اپنی عظمت دکھانے کو کہ وہ ایذا رسانی خیال سے باز رہے۔ بادشاہ نے عرض کی: حضرت نے کیسی تکلیف فرمائی؟ ارشاد فرمایا: تیری زمین میں رہت ہیں۔ ہم نے کہا ہوا آئیں۔ بادشاہ نے دوشیرینی جو نوروز کے لیے آئی تھی پیش کی۔ فرمایا: ہمارے دو بچے بھی باہر ہیں۔ چنانچہ ان حضرات کو بھی بلا لیا گیا۔ تھوڑی دیر تشریف رکھ کر واپس تشریف لائے۔

یہ دونوں حکایتیں مجھ سے حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھنؤ میں بیان فرمائیں، جب میں اور وہ ۱۲۰۹ھ میں کچھ کتابیں دیکھنے لکھنؤ گئے تھے۔

چودھویں صدی کا مجدد

صحیح حدیث میں بروایت حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

ان اللہ تعالیٰ بیعت الہذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنة من یجد دلہا دینہا۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی پر ایسے شخص کو قائم کرے گا جو اس دین کو از سر نو نیا کر دے گا۔

رواہ ابوداؤد والحاکم فی المستدرک، والبیہقی فی المعرفة ذکرہ الامام الجلیل جلال الدین السیوطی فی الجامع الصغیر فی حدیث البشیر والنذیر، ورواہ البیہقی، وحسن بن سفیان والبخاری فی مسائیدہ، والطبرانی فی المعجم الاوسط وابن عدی فی الکامل وابو نعیم فی الحلیۃ۔ علامہ حقی حاشیہ سراج المنیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں کہ:

ہمارے شیخ نے فرمایا کہ حفاظ کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ جن محدثین نے اس کی صحت کی تصریح فرمائی ان میں علامہ ابوالفضل عراقی اور علامہ ابن حجر متاخرین علما میں سے..... اور حاکم مصنف صحیح مستدرک اور بیہقی صاحب مدخل متقدمین محدثین سے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی مرقاۃ الصمور حاشیہ سنن ابوداؤد میں فرماتے ہیں:

اتفق الحفاظ علی تصحیحہ۔ حفاظ محدثین کا اس حدیث کی تصحیح پر اتفاق ہے۔

علامہ شیخ بن احمد غزالی نے سراج منی شرح جامع صغیر میں فرمایا ہے کہ:

لفظ اول کی قید احترازی نہیں بلکہ غالبی ہے۔ اس لیے کہ اول صدی کے مجدد بالاتفاق خلیفہ راشد خامس الخلفاء الراشدین

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جن کی ولادت ۵۹ھ اور وفات ۱۰۰ھ میں ہے۔

تجدید دین کا مفہوم:

اور تجدید کے معنی یہ ہیں کہ ان میں ایک صفت یا صفتیں ایسی پائی جائیں جن سے امت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو دینی فائدہ ہو جیسے تعلیم و تدریس، وعظ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، لوگوں سے مکروہات کا دفع، اہل حق کی امداد۔

مبتدع کے اوصاف:

مبتدع کے لیے خاص اہل بیت سے ہونے کی ضرورت نہیں، نہ مجتہد ہونا لازم۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ سنی، صحیح العقیدہ، عالم فاضل، علوم و فنون کا جامع، اشہر مشاہیر زمانہ، بے لوث حامی دین، بے خوف قانع مبتدعین ہو۔ حق کہنے میں نہ خوف لومۃ لائم ہو نہ دین کی ترویج میں دنیوی منافع کی طمع۔ متقی، پرہیزگار، شریعت و طریقت کے زیور سے آراستہ، رذائل و خلاف شرع سے دل برداشتہ، اور حسب تصریح علامہ حنفی مجدد کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس صدی میں پیدا ہو، اس کے خاتمہ اور اس صدی میں انتقال کرے، اس کے اوّل میں مشہور معروف، مشارالیه، مایضاف ہو۔

مبتدع کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ علمائے عصر قرآن و احوال اور اس کے علوم سے انتفاع دیکھ کر، اس کے مجدد ہونے کا اقرار کریں۔ اسی لیے مجدد کو علوم عینیہ ظاہر و باطنہ کا عالم، حامی السنۃ، قانع البدعہ ہونا چاہیے۔

مجددین کے اقسام:

لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر صدی پر ایک ہی مجدد ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ ایک کے علاوہ کئی شخص الگ الگ شعبوں کے مجدد ہوں۔ کما قالہ المناوی، رجلاکان اور اکثر۔
علامہ محمد طاہر حنفی مجمع بہار الانوار میں فرماتے ہیں:

من یجد دلہا دینہا کے مصداق میں علمائے اختلاف کیا تو ہر فرقہ نے اپنے امام پر محمول کیا اور بہتر ہے کہ اسے عموم پر محمول کیا جائے اور صرف فقہاء کے ساتھ خاص نہ کیا جائے۔ اس لیے کہ امت کو اولو الامر یعنی خلفاء محدثین اور واعظین و زہاد سے بھی بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اور اس نکل مائتہ ستہ سے مراد یہ ہے کہ صدی گزری اور مجدد زندہ مشہور عالم ہو۔ اور حدیث شریف میں اکابر کی ایک جماعت کی طرف اشارہ ہے، جو ہر سو برس کے سرے پر ہوتے ہیں، تو

بعض مجددین کے اسمائے گرامی:

مجدد مائتہ اولیٰ: حضرت عمر بن عبدالعزیز اور فقہا و محدثین سے بے شمار ہیں۔
مجدد مائتہ ثانیہ: خلیفہ مامون رشید، حضرت امام شافعی، حسن بن زیاد، اشہب مالکی، علی بن موسیٰ، یحییٰ بن معین، حضرت معروف کرخی۔

مجدد مائتہ ثالثہ: خلیفہ مقتدر باللہ، حضرت امام ابو جعفر طحاوی حنفی، امام ابوالحسن اشعری، امام نسائی، وغیرہ۔
مجدد مائتہ رابعہ: خلیفہ قادر باللہ امام ابوالاحمد سمرقانی، ابوبکر محمد خوارزمی حنفی۔
مجدد مائتہ خامسہ: خلیفہ مستنصر باللہ، حضرت امام محمد غزالی، قاضی فخر الدین حنفی، وغیرہم ہیں۔ انتہی کلامہ۔

مجدد کی شناخت:

شیخ الاسلام بدالدین ابدال رسالہ مرضیہ فی نصرۃ مذهب الاشعریہ میں فرماتے ہیں کہ: مجدّد معاصرین کے غلبہ ظن سے پہچانا جاتا ہے۔ اس کے قرآن، احوال، اور اس کے علم سے انتفاع کے سبب سے۔ اور نہیں ہوتا مجدّد مگر عالم علوم دینیہ ظاہرہ و باطنہ کا، جو ناصر سنت و قانع بدعت ہو۔ پھر کبھی مجدّد کبھی ایک ہی ہوتا ہے، جیسے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی صدی کے مجدّد بالاتفاق ہیں۔ اور دوسری صدی کے مجدّد امام شافعی ہیں۔ اس لیے کہ محققین کا اجماع ہے کہ یہ اپنے زمانے میں تمام علما سے اعلم و افضل تھے۔ اور کبھی مجدّد، دو یا جماعت ہوتی ہے۔ اگر کسی ایک عالم پر اجماع نہ ہو سکا پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ صدی کے درمیان کوئی ایسا شخص بھی ہو جو مجدّد سے افضل ہو، لیکن مجدّد جب ہوگا تو اس المائۃ (صدی کے سرے) پر ہوگا۔ کیوں کہ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ صدی کے ختم ہوتے ہوتے علمائے امت بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ دینی باتیں مٹنے لگتی ہیں، بد مذہبی اور بدعت ظاہر ہوتی ہے اس واسطے دین کی تجدید کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ایسے عالم کو ظاہر کرتا ہے جو ان خرابیوں کو دور کر دیتا ہے۔ اور ان برائیوں کو سب کے سامنے علی الاعلان بیان کر کے دین کو از سر نو نیا کر دیتا ہے۔ وہ سلف صالحین کا بہتر عوض، خیر الخلف، نعم البدل ہوتا ہے۔ انتھی کلامہ

امام جلال الدین سیوطی مرقاة الصمور شرح سنن ابوداؤد میں فرماتے ہیں کہ:

علامہ ابن اثیر نے فرمایا کہ علمائے حدیث ان اللہ یغث لهذا الامۃ علی راس کل امة سنة من یجد دلہا دینہا کی تاویل میں ہر ایک نے اپنے زمانہ میں اختلاف کیا اور اشارہ کیا اس شخص کی طرف جو صدی کے سرے پر دین کی تجدید میں لگا ہو۔ تو ہر ایک اپنے مذہب کے حامی و ناصر کی طرف مائل ہوا۔ اور بعض علما کا یہ خیال ہے کہ اس حدیث کو عموم پر محمول کیا جائے اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک: من یجد دلہا دینہا کا اقتضایہ ہرگز نہیں کہ صدی کے سرے پر فقط ایک ہی شخص مجدّد ہو بلکہ کبھی ایک ہوتا ہے اور کبھی ایک سے زائد اس لیے کہ امت کا اصل انتفاع امور دین میں ہے۔ لیکن اس کے سوا دوسرے امور میں بھی بہت انتفاع ہوتا ہے۔ مثلاً اولو الامر محدثین، قراء، واعظین، عابد، زاہد لوگ اپنے اپنے فنون سے ایسا نفع امت کو پہنچاتے ہیں جو دوسرے سے ممکن نہیں۔ اس لیے کہ اصل حفظ دین میں قانونی سیاست ہے اور اشاعت عدل و انصاف۔ جس کی وجہ سے ضبط روایات ہوتی ہے اور زہد اور اپنے وعظوں سے امت کو نفع پہنچاتے اور لوگوں کو تقویٰ پر ابھارتے ہیں۔ اور دنیا میں زہد سکھاتے ہیں، تو بہتر اور ٹھیک بات یہ ہے کہ من یجد د سے اکابر مشہورین کی ایک جماعت کی ہر صدی پر ظہور و حدوث کی طرف اشارہ ہو جو لوگوں کے دین کی حفاظت کریں اور برائیوں اور خرابیوں، بے دینیوں، بد مذہبیوں کو مٹا کر دین کی تجدید کریں لیکن بایں ہمہ یہ ضرور ہے کہ مجدّد وہی شخص ہوگا کہ صدی کے شروع میں مشہور عالم معروف

مشارالیه ہو یعنی ان فنون میں سے کسی فن میں لوگ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوں ورنہ صدی کے شروع ہونے کے قبل بھی ضرور ایسے علما ہوں گے جو دین کی خدمت میں منہمک ہوں لیکن مجدد سے مراد یہ ہے کہ جس وقت صدی ختم ہو اور دوسری صدی شروع ہو اس وقت وہ عالم معروف و مشہور زندہ اور مشارالیه ہو۔ انتہی کلمہ

مجدد کے بارے میں چند سوال اور ان کے جواب:

ماہ رجب ۱۲۹۹ھ میں سلہٹ سے مولوی ابوعلی محمد عبدالوہاب صاحب نے جناب مولانا مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی مرحوم و مغفور کے پاس اس حدیث شریف کے متعلق ایک استفتا بھیجا تھا جس میں چند باتیں دریافت کی تھیں، جو مجموعہ فتاویٰ جلد دو صفحہ ۱۵۱، ۱۵۲ میں مع جواب مکتوب ہے۔ اس جگہ مختصراً اس کو نقل کر دینا فائدہ سے خالی نہیں۔

1- حدیث ان اللہ یبعث لہذا الامۃ (الحدیث) میں اس آخری صدی مراد ہے یا اس آغاز صدی؟ اور

2- مجدد کی شرائط علامات کیا ہیں؟ اور

3- پہلی صدی سے اس وقت تک کون کون سے مجدد ہوئے؟ اور

4- مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے پیر سید احمد بریلوی مجدد ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

علامہ لکھنوی نے حسب ذیل جواب دیے ہیں:

1- اس مائتہ سے مراد باتفاق محدثین آخری صدی ہے۔ اور

2- مجدد کی شرائط و علامات یہ ہیں کہ:

علوم ظاہرہ و باطنہ کا عالم ہو۔

اس کے درس و تدریس، تالیف و تصنیف، وعظ و تذکیر سے نفع شائع و ذائع ہو اور

احیائے سنت و امامت بدعت میں سرگرم ہو اور

ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے آغاز میں اس کے علم کی شہرت اور اس سے انتفاع معروف و مشہور ہو۔

پس اگر آخر صدی نہیں پائی یا اس زمانہ میں انتفاع شریعت حاصل نہ ہوا ہو تو وہ مجددین کی صف سے خارج سمجھا

جائے گا، اور اس حدیث کا مورد و مصداق نہ ہوگا۔ اور اس کا شمار مجددین میں نہ ہوگا۔ (اس کے بعد عبارت شیخ

الاسلام بدرالدین اور مرقاۃ الصمور امام جلال الدین سیوطی نقل کر کے فرماتے ہیں۔)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ سید احمد بریلوی کہ ان کی ولادت ۱۲۰۱ھ میں ہوئی اور ان کے مرید اسماعیل دہلوی

وغیرہ مصداق حدیث میں داخل نہیں ہیں۔ (مولوی اسماعیل دہلوی کی ولادت ۱۱۹۳ھ میں ہوئی اور دونوں کا انتقال

۱۲۳۶ھ میں ہوا۔ تو سید احمد صاحب نے کوئی آخر صدی نہ پائی اور مولوی اسماعیل دہلوی آخر صدی میں فقط سات

سال کے بچے تھے۔) اس لیے کہ مجدد کے لیے ضروری ہے کہ آخر ایک صدی اور دوسری صدی کے اوّل میں اس

صفت کے ساتھ موصوف ہو کہ اس کا نفع عام ہو اور اس کا اشتہار نام ہو۔ اور ان کی تیرہویں صدی کے وسط میں شہرت ہوئی۔ اتنا زمانہ گزرا علمائے تعین مجددین میں اسی صفت کا لحاظ کیا ہے، جس کی تفصیل علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے رسالہ مسمی بہ الفوائد الحجة فی من یبعثہ اللہ لہذہ الامۃ اور امام جلال الدین سیوطی کے رسالہ مسمی بہ متنبہ فیمن یبعثہ اللہ علی راس مائتہ غیرہ میں ہے۔

ان رسائل کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ:

مجدد مائتہ اولیٰ بالاتفاق خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اور

مجدد مائتہ ثانیہ امام شافعی تھے۔ اور

مجدد مائتہ ثالثہ قاضی ابوالعباس ابن شریح شافع، امام ابوالحسن اشعری، محمد بن جریر طبری تھے۔ اور

مجدد مائتہ رابعہ ابوبکر باقلانی، اور ابوطیب صعلوتی وغیرہ تھے۔ اور مجدد مائتہ خامسہ امام محمد بن محمد غزالی تھی۔ اور مجدد مائتہ

سادسہ امام فخر الدین رازی تھے اور مجدد مائتہ سابعہ امام تقی الدین ابن دینق العید تھے۔ اور

مجدد مائتہ ثامنہ زین الدین عراقی، علامہ شمس الدین جوزی، سراج الدین بلقینی تھے۔ اور

مجدد مائتہ ناسعہ امام جلال الدین سیوطی، علامہ شمس الدین سخاوی تھے۔ اور مجدد مائتہ عاشرہ شہاب الدین ربلی،

ملا علی قاری تھے۔ اتنی کلامہ

فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے اور مجدد حادی عشر یعنی الف ثانی ربانی حضرت احمد شیخ

سرہندی فاروقی متولد ۱۰۷۰/محرم الحرام ۹۰۷ھ، متوفی ۲۸/صفر ۱۰۳۴ھ، اور صاحب تصانیف کثیرہ شہیرہ ظاہرہ

وباہرہ حضرت شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی متولد ۹۰۵۸ھ۔ اور میر عبدالواحد بلگرامی صاحب سبع سنابل

متولد ۹۱۲ یا ۹۱۵، متوفی ۱۰۱۷ھ تھے۔ اور مجدد مائتہ ثانی عشر سلطان دین، پرور مالک بحرور، ابوالمنظر محی

الدین محمد اورنگ بہادر عالمگیر بادشاہ غازی متولد ۱۰۲۸ھ متوفی ۱۱۱۷ھ تھے۔

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے مجدد ہونے میں علما کا اختلاف:

اگرچہ بعض خوش اعتقادوں نے مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کو بارہویں صدی کا مجدد کہا ہے مگر

تصریحات علمائے کرام سے ثابت ہے کہ وہ مجددوں کے شمار میں داخل نہیں ہیں۔ اس لیے کہ شاہ صاحب موصوف کی ولادت

۱۱۱۴ھ اور وفات ۱۱۷۴ھ میں ہوئی۔ تو اگرچہ علم و فضل اور بزرگی و کمال میں کلام نہیں مگر مجدد کی جو اصل صفت ہے کہ ایک صدی

کے آخر اور دوسری صدی کے اوّل میں اس کے افاضہ و افادہ کا شہرہ ہو حمایت دین و نکایت مفسدین میں موصوف و مشہور ہو۔ یہ

بات نہیں پائی گئی۔ اس لیے کہ ان کی شہرت علمی وسط صدی میں ہوئی کسی صدی کا آخر پایا نہ کسی صدی کا آغاز۔ شہرت تو چیزے

دیگر۔

نیز مجدد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی زبان اور اس کا قلم حق گو، حق نویس ہو۔ زبان سے وہی بولے جو شریعت کے مطابق ہو اور قلم سے وہی لکھے جو شریعت کا حکم ہو۔ حق کہنے میں اس کی زبان سیف قاطع اور قلم تیغ براں ہو۔ جو بولے شریعت کے دائرہ میں ہو جو لکھے، شریعت کی حد میں ہو، ایک عامی اس کی تحریر یا تقریر لے لے تو اس کے عمل کے لیے کافی ہو۔ ہر لفظ اس پر چاٹتا ہو۔ جو کہے بے لوث کہے۔ جو لکھے بے خوف لکھے۔ حق کرنے یا کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کرے۔

گدائے میکدہ ہوں ہر طرح کی سے ہے پیالی میں

کا مصداق نہ ہو۔

شاہ ولی اللہ کی مصنفات میں تحریفات:

جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب میں قطع نظر اس کے کہ نہ کسی صدی کے آخر میں ہوئے نہ دوسری صدی کے اوّل میں رہے۔ پھر ان کی شہرت دو صدیوں میں اور ان کے علوم و معارف سے انتفاع ہر قسم کی باتیں ان کے یہاں موجود ہیں، سنیوں کے بھی سردار ہیں، ساتھ ساتھ وہا بیت کی بھی داغ بیل ڈال رہے ہیں۔ حجة الله البالغه عجیب و غریب کتاب لکھی، اگر کچھ حصے سنیوں کے کارآمد ہیں تو ایک حصہ وہابیہ لیے ہوئے اکڑ رہے ہیں۔

مولوی ابویحییٰ امام خاں نو شہروی نے تراجم علمائے حدیث انہیں کے نام نامی سے شروع کی، اور اس میں ان کو پورا اہل حدیث بلکہ بانی مذہب اہل حدیث یقین کیا کہ اہل حدیث کا باوا آدم انہیں کو قرار دے کر آگے شاخیں پھیلائی ہیں۔ صفحہ ۵ پر تفہیم کی یہ عبارت درج کی ہے:

فمعنی ربی انا جعلناک امام هذه الطریقه وسددنا طریق الوصول الی حقیقة القرب کلها الیوم غیر طریقه واحده وهو محبتک والانقیاد لک والسماء لیس من عاداتک سماء ولیست الارض علیہ بارض فاهل الشرق والغرب کلهم رعیتک وانت سلطانهم علموا ولم یعلموا فان علموا فازوا وان جهلوا اخابوا۔

یعنی مجھے خداوند عالم نے سمجھایا کہ ہم نے تم کو اس طریقہ کا امام بنایا اور حقیقت قرب تک رسائی کے سب رستوں کو بند کر دیا سو ایک طریقہ کے، وہ طریقہ تیری محبت اور تیری فرمانبرداری ہے جو تیرا مخالف ہے اس کے لیے نہ آسمان آسمان ہے نہ زمین زمین ہے۔ تمام روئے زمین ہے لوگ پورے ہوں یا کچھ، سب تیری رعایا ہیں اور تو ان سب کا بادشاہ ہے۔ چاہے وہ جانیں یا نہ جانیں، اگر وہ جانیں گے کامیاب ہوں گے اور نہ جانیں گے، گھائے اور نقصان میں رہیں گے۔

پھر صفحہ ۱۶ پر مسئلہ تقلید او عمل بالحدیث کی سرخی قائم کر کے لکھا:

جناب حجة الله (شاہ ولی اللہ صاحب) اپنی مصنفات، شروع احادیث مسویٰ و مصلیٰ اور دوسری تصنیفات مثلاً عقد

الجید، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، وغیرہ میں تقلید اور عمل بالحدیث کا موازنہ فرماتے ہوئے اتباع الحدیث کو کھلے طور پر ترجیح دیتے ہیں۔

لیکن اس بحث کو جس خوبی کے ساتھ حجة الله البالغہ میں پھیلا یا، نہایت پر لطف ہے کہ گویا تمام کتاب اسی بحث پر مکتوی ہے۔

پھر صفحہ ۲۰ پر لکھا اور آگے بڑھ کر صفحہ ۱۲۲ پر بضمن باب حکایت الناس قبل المائة الرابعة وبعدها اس ذکر کو اور بھی وضاحت سے بیان فرمایا مگر صفحہ ۱۳۵ پر زیادہ توضیح سے کام لیا، اور بضمن من ابواب الاعتصام بالكتاب والسنة میں تو یہ راز بالکل فاش کر دیا۔ فرماتے ہیں۔

واقول الفرقة الناجية هم الاخذون في العقيدة والعمل جمعاً بما ظهر من الكتاب والسنة.....
یعنی میں کہتا ہوں کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو عقیدہ اور عمل دونوں میں کتاب و سنت اور صحابہ و تابعین سے بظاہر النص فتویٰ جاری کرے، اگرچہ صحابہ و تابعین نے ایسے مسائل میں جن کے لیے انہیں نص نہ ملی ہو باہم اختلاف ہی کیوں نہ کیا ہو۔

پھر صفحہ ۲۲ پر لکھا، اسی کے ساتھ حدیث اذا امن الامام فامنوا فانه من وافق تامينه تامين الملائكة غفر له ماتقدم من ذنبه نقل کرتے ہوئے باشارة النص آئین بالجھر کی تاکید فرماتے ہیں۔

یہاں شاہ محمد فاخر زائر الہ آبادی مرحوم کا ماجرا قابل ذکر ہے۔ حضرت زائر دہلی تشریف لائے۔ جامع مسجد میں ایک نماز جہری میں باواز بلند آئین کہہ ڈالی، دہلی میں یہ پہلا حادثہ تھا، عوام برداشت نہ کر سکے، جب آپ کو گھیر لیا تو فرمایا:
اس سے فائدہ نہ ہوگا، تمہارے شہر میں جو سب سے بڑا عالم ہو اس سے مسئلہ دریافت کرو لوگ ان کو حضرت حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں لے گئے۔ دریافت مسئلہ پر آپ نے فرمایا: حدیث سے تو باواز آئین کہنا ثابت ہے، مجمع یہ سن کر چھٹ گیا، اب صرف مولانا محمد فاخر صاحب اور حضرت شاہ صاحب بصورت قرآن السعدین باقی تھے۔ شاہ محمد فاخر نے عرض کیا آپ کھلیں گے کب؟ فرمایا: اگر کھل گیا ہوتا تو آج آپ کو کیسے بچا لیتا؟۔

اور رفع یدین کے باب میں فرماتے ہیں کہ:

والذي يرفع الي احب الي ممن لا يرفع فان احاديث الرفع اكثر واثبت .
یعنی مجھے تو رفع یدین کرنے والا نہ کرنے والے سے زیادہ عزیز ہے۔ کہ رفع یدین کی حدیث میں ترک رفع یدین کی احادیث سے تعداد میں زیادہ اور رتبہ میں قوی ہیں۔

ترک تقلید پر مزید ارشاد، عقد الجید ہی تقلیدی کی دو قسمیں ہیں:

واجب و حرام، قرار دے کر فرماتے ہیں:

(۱) تقلید واجب:

وامارة هذه التقليد ان يكون عمله بقول المجتهد كالمشروط لكونه موافقا للسنة فلا يزال متفحصا عن السنة بقدر الامكان فمتى ظهر الحديث يخالف قول هذا اخذ بالحديث واليه اشار الائمة .

یعنی تقلید واجب تو یہ ہے کہ اس کا عمل اگرچہ قول مجتہد کے موافق سہی مگر مشروط بہ سنت بھی ہو مگر صرف اسی پر اکتفا نہ رہے بلکہ ہر آن سنت کی تلاش رکھے پس جب بھی ایسے مقلد کو اپنے عمل سابق کے خلاف حدیث مل جائے تو وہ قول مجتہد کو چھوڑ کر اس حدیث کو اختیار کرے، اسی طرف ائمہ کا اشارہ ہے۔

(۲) تقلید حرام:

فان بلغه واستيقن بصحته لا يقبله لكون ذمته مشغولة بالتقليد وهذا اعتقاد فاسد وقول كاسد ليس له شاهد من النقل والعقل ومان كان اخذ من القرون السابقة يفعل ذلك (حجة الله البالغة ج ۲ ص ۷۵)

یعنی پس اگر مقلد کو ایسی حدیث مل جائے کہ اس کی صحت بھی اس مقلد کے نزدیک یقینی ہو مگر اس پر بھی وہ مقلد اس حدیث کو قبول نہ کرے۔ اس وجہ سے کہ جس تقلید کو اس نے خود ہی اختیار کر رکھا ہے وہی اس حدیث کے خلاف ہے تو ایسا عقیدہ فاسد اور ایسا قول مردود ہے۔ کیوں کہ نہ نقل سے اس کا ثبوت ملتا ہے نہ عقل سے، نہ قرون سابقہ نے ایسا کیا۔

پھر صفحہ ۷۲ پر لکھا۔ نیز عقد الجید میں فرماتے ہیں۔

فان بلغنا حديث من رسول المعصوم الذي فرض الله علينا طاعته بسند صالح بدل على خلاف مذهبه وتركنا حديثه واتبعنا ذلك التخمين فمن اظلم منا وما غدانا يقوم الناس لرب العالمين .

یعنی پھر جب ہمیں رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جس کی اطاعت ہم پر واجب ہے، سند صحیح کے ساتھ مل جائے مگر اسے امام کے اشعار کے خلاف ہونے کی وجہ سے چھوڑ بیٹھیں تو پھر بتائیے کہ (رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی) حدیث ترک کرنے کی صورت میں ہم سے بڑا ظالم کون ہوگا اور اس ظلم کا جواب ہم قیامت کے دن رب العالمین کو کیا دیں گے؟

اس عنوان تقلید کو تفہیمات الہیہ میں یوں رقم فرمایا:

اصول الشرع اثنان آية محكمة او سنة قائمة لا يزيد عليهما وبالجملة فالرئاي في الدين

تحريف في القضاء حسنة

شريعة (اسلام) کے دو اصول ہیں۔

1- آیاتِ محکمہ

2- سنت

ان دونوں کے سوا کوئی اور شئی دین میں مسلم نہیں، ان غیر مسلمہ امور میں رائے (قیاس) دین میں تحریف ہے اور قضا میں مستحسن۔

پھر اخیر صفحہ ۲۸ پر لکھا۔ اور یہی ترک تقلید اور اتباع سنت کی تاکید آپ کے وصایا سے مستفاد ہے۔

..... و در فروع پیروی علمائے محدثین کہ جامع باشند میاں فقہ و حدیث کردہ و دعا و تفریعات فقہیہ را بر کتاب و سنت عرض نمودن آنچه موافق باشند در چیز قبول آوردن والا کالائے بد بر ریش خاوند زوند

(المقالة الوضیة فی النیحة الوضیة)

پھر لکھا ہے کہ جناب شاہ صاحب علیہ الرحمہ کہ ان جوابوں کو کہاں تک نقل کیا جائے، آپ کی تمام تصانیف مہمہ کا ایک ایک ورق ان سے مزین ہے، پس اہل علم و اصحاب دانش کے لیے یہی کافی ہے۔

مزید طمانیت کے دو حوالے اور نقل کیے جاتے ہیں:

(۱) و خورامقلد محض بودن ہرگز راست نمی آید کاری کشاید اکثر مفاسد و دو عالم از ہمیں جہت ناشی شدہ۔

(ازلہ الخفاء ص ۲۵۷)

اس سے زیادہ اور تہری عن التقليد کیا ہو سکتی ہے۔

(۲) جمعیکہ سرمایہ علم ایساں شرح و قایہ و ہدایہ باشد کجا اور اک سرایں تو ائند کرد۔ (ازلہ الخفاء ص ۲۸۴)

قاعدہ کی بات ہے کہ جو شخص کسی عقیدہ اور خیال میں ایسا پختہ ہو کہ ایک ہاتھ میں اس کے آفتاب اور دوسرے میں ماہتاب آسمان سے اتار کر دیں گے جب بھی وہ اپنے عقیدے سے باز نہ رہے، ایسا پختہ شخص اس عقیدہ کی تبلیغ کر سکتا ہے اور لوگوں پر اس کا اثر بھی ہوگا کہ:

آنچه از دل خیز و بر دل ریزد

لیکن جو شخص باوجود دعوائے حقیقت اتنا ضعیف العقیدہ ہو جس کے نمونے اس کے مصنوعات سے بحوالہ صفحہ گزرے، وہ دوسرے کو کیا تبلیغ کرے گا؟ اور بالفرض کہے سنے بھی تو اس کا اثر سامعین پر کیا پڑے گا۔ اس لیے میری بے لوث رائے میں ایسے

شخص کو مجددوں کی صف میں شمار کرنا سوائے خوش اعتقادی کے اور کچھ نہیں ہے۔ پیر من خس است، واعتقاد من بس است کا کوئی جواب نہیں۔

تیرہویں صدی کے مجدد:

البتہ مجدد مائتہ ثالثہ عشران (مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ) کے فرزندِ دلہند و شاگردِ رشید و مرید و مستفید و خلیفہ و جانشین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب (متولد ۱۱۵۹ھ متوفی ۱۲۳۹ھ) ہیں۔ اس لیے کہ مجدد کی صفات ان میں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ بارہویں صدی کے آخر میں صاحب علم و فضل و زہد و تقویٰ، مشہور دیار و اطراف تھے۔ اور تیرہویں صدی کے آغاز میں ان کا طوطی ہندوستان میں بولتا تھا۔ اور ساری عمر دینی خدمت درس و تدریس افتا و تصنیف، وعظ و پند، حمایت دین و نکایت مفسدین میں صرف اوقات فرماتے رہے۔ جزاہ اللہ عن الاسلام و المسلمین خیر الجزاء۔

شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کی علمی خدمات:

حمایت دینی کہ جملہ کاموں سے قطع نظر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی ایک کتاب تحفہ اثنا عشریہ وہ کتاب ہے کہ روز تصنیف سے اس وقت تک کوئی کتاب اس شان کی نہ لکھی گئی۔ اور یہ مجھے اسی طرح یقین ہے کہ یہ کتاب اپنے رنگ کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ کہ اس سے قبل شاید کوئی کتاب اس جامعیت کی نہ لکھی گئی۔ میں نے زبانی اجلہ ثقافت سے سنا۔ ازاں جملہ حضرت مولانا محمد فاخر صاحب بیجو والہ آبادی فرماتے تھے کہ جب اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی اور سارے جہان کو مشرک بنانا شروع کیا اس وقت حضرت شاہ صاحب آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اور بہت ضعیف بھی تھے افسوس کے ساتھ فرمایا کہ:

میں تو بالکل ضعیف ہو گیا ہوں، آنکھوں سے بھی معذور ہو گیا ہوں۔ ورنہ اس کتاب اور اس عقیدہ فاسدہ کا رد بھی تحفہ اثنا عشریہ کی طرح لکھتا۔

یہ دلیل ان کے مجدد مائتہ ثالثہ عشر ہونے کی کھلی ہوئی ہے کہ حمایت دین میں عزیز قریب کسی کا بھی پاس نہ کیا جائے۔

بلا و اسلامیہ میں شاہ عبدالعزیز کے علوم و معارف کی شہرت عامہ:

پھر جو شخص شاہ صاحب کی سوانح عمری دیکھے گا جانے گا کہ بے شک وہ تیرہویں صدی کے مجدد تھے۔ پندرہ سال کی عمر میں کتب درسیہ عقیلہ و نقلیہ سے فارغ ہو کر کمال ۶۵ سال حمایت دین و نکایت مفسدین میں صرف فرمائے۔ اور ۸۰ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

درس و تدریس میں معقولات کے علاوہ فقہ و متعلقات فقہ کا تو التزام تھا مگر خاص چیز درس حدیث اور فتویٰ نویسی تھی۔ جس کی شہرت ہندوستان سے باہر روم شام مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، بیت المقدس وغیرہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ قسطنطنیہ سے ملا رشیدی مدنی نے آپ کو ایک خط لکھا تھا جس کی چند سطر میں ملاحظہ ہوں:

شاہ صاحب! آپ کا کچھ ایسا اثر بلا واسطہ میں ہو رہا ہے کہ جب کوئی فتویٰ دیا جاتا ہے اور علماء اس پر اپنی مہریں کرتے ہیں تو ہر شخص فتویٰ میں آپ کی مہر تلاش کرتا ہے، اور وہ فتویٰ جس پر آپ کی مہر ثبت نہ ہو زیادہ وقعت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ آپ یہاں تشریف لے آئیں تو ہم لوگوں کے لیے بڑے فخر کی بات ہے۔ اور سلطان ترکی بھی آپ کی بڑی عزت کریں گے۔

شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے چند مقتدر تلامذہ:

اسی طرح آپ کے درس و تدریس کا شہرہ ہندوستان سے باہر تک پھیلا ہوا تھا آپ کی درسی خوبیاں آپ کے نامور شاگردوں کے نام ہی سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ بطور نمونہ یکے از ہزارے یہ ہیں:

☆ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب (آپ کے برادر خورد)

☆ شاہ محمد اسحاق

☆ شاہ محمد یعقوب (حضرت کے نواسے)

☆ مفتی صدر الدین خاں صاحب دہلوی

☆ حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی

☆ مولانا شاہ مخصوص اللہ صاحب (آپ کے برادر زادے)

☆ حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی

☆ حضرت مولانا حسن علی صاحب لکھنوی

☆ حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب قادری برکاتی بدایونی کانپوری (مصنف رسالہ اتباع الکلام فی المولد والقیام) استاذ حضرت مولانا شاہ محمد عادل صاحب کانپوری و شمس العلماء مولانا محمد سعید صاحب حسرت عظیم آبادی۔

☆ حضرت مولانا شاہ محمد فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی

☆ بیہقی وقت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی

☆ حضرت بلحق الا صاغر بالا کا بروارث العلم والمجد والفضل کا براغن کا بر مولانا سیدنا سید شاہ آل رسول صاحب

مارہروی پیر و مرشد اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی

☆ حضرت مولانا شاہ ابوسعید صاحب (نبیرہ خواجہ معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی)

☆ حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب مجددی

☆ حضرت مولانا شاہ ظہور الحق صاحب قادری پھلواری بانی خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ شی۔

☆ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب ابوالعلانی منعمی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کا رشد و ہدایت میں شغف:

درس و تدریس کے علاوہ وعظ و پند کا سلسلہ بھی زوروں پر تھا ہر جمعہ و سہ شنبہ کو پرانے مدرسہ کوچہ چیلوں میں وعظ بیان فرماتے۔ وعظ میں عام اجازت تھی کہ اثنائے تقریر میں اگر کسی کو شک و شبہ رہے تو بعد ختم وعظ دریافت کر کے تشریح کر لے۔ معترضین تل کر آتے اور منہ کی کھا کر واپس جاتے۔ وعظ و تذکیر کا شغف اس درجہ تھا کہ اخیر وقت میں بھی نہ چھوٹا مرض الموت میں خود سے اٹھ کر بیٹھنے کی طاقت نہ تھی اس وقت فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بٹھا دو اور دو آدمی میرے مونڈھے کو پکڑے رہو لیکن جب بیان کرنا شروع کر دوں تو دونوں شخص مجھے چھوڑ کر علاحدہ ہو جائیں۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور آپ نہایت اطمینان سے وعظ فرماتے رہے گلوب و لہجس ناتوانی اور کمزوری کے آثار نمایاں تھے لیکن استقلال و سیاہی رنگ جمائے ہوئے تھا۔

وعظ ختم کرنے کے بعد آپ نے خدائے ذوالجلال کے دربار میں ہاتھ اٹھائے اور اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کی۔ اس کے بعد آپ نے معرفت الہی میں عربی و فارسی کے چند اشعار ایسے دردناک لہجے میں پڑھے کہ سننے والوں کے اجسام میں سنسنی پیدا ہو گئی اور بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

پھر بروز یکشنبہ ۱۲۳۹ھ وفات پائی اور قبرستان مہندیاں عقب جیل خانہ (جواب مولویوں کا قبرستان کہلاتا ہے) اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ آمین



چودھویں صدی کے مجدد

اور چودھویں صدی کے مجدد، مجددِ مائتہ حاضرہ، موید ملت طاہرہ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت صاحب تصانیف قاہرہ و تالیفات باہرہ، جناب مستطاب معلی القاب مولانا مولوی حاجی حافظ قاری محمد احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی۔
 متعنا اللہ برکاتیہ و حشرنا یوم القیامۃ تحت رایتہ ہیں۔ اس لیے کہ حضرت پر نور کی ولادت باسعادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ اور انتقال پر لیل ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ ہے۔ تو تیرہویں صدی کے آپ نے ۲۸ سال دو مہینے ۲۰ دن پائے اور علوم و فنون، درس، تالیف و تصنیف، وعظ و تقریر میں مشہور دیار و امصار و اوانی اقصی ہوئے اور چودھویں صدی کے ۳۹ سال ایک مہینہ ۲۵ دن پائے جس میں حمایت دین نکایت مفسدین، احقاق حق و ازہاق باطل، اعانت سنت و امامت بدعت میں جان و مال، علم و فضل صرف فرمایا اور جس طرح بنا، ہمیشہ شرع و مذہب کی نصرت اور مخالف دین متین کا رد و طرد کیا اور اس میں کبھی نہ کسی لومۃ لائم کی پرواہ کی اور نہ کسی بڑی سے بڑی شخصیت کا خیال آئے آیا۔ نہ کبھی شہرت و مدح کی پروا کی نہ کسی کے طعن و قدح کے خیال سے حق کہنے میں کوتاہی فرمائی۔ یہ رباعی بالکل حسب حال فرمائی۔

نہ مرا نوش زنجیں نہ مرا نیش ز طعن
 نہ مرا ہوش بدھے نہ مرا گوش ذمے
 منم و کج خمولی کہ نہ گنجد دروے
 جزمین و چند کتابے دوات و قلمے

خدا داد ذہن و حافظہ بھی ایسا ملا تھا کہ ۱۳ سال، ۱۰ ماہ کی عمر میں مروجہ درسی کتابوں سے فراغت حاصل فرمائی۔ میرے سامنے اس وقت مشاہیر و اکابر علماء کی سوانح عمریاں ہیں مگر اس وصف میں کوئی بھی آپ کا شریک و سہیم نہیں۔
 اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ ذکی ہوتے ہیں ان کا حافظہ اچھا نہیں ہوتا اور اگر یہ بھی ہوا تو وہ شوقین اور محنتی نہیں ہوتے۔ پڑھنے میں جی نہیں لگاتے۔ بلکہ جان چراتے ہیں۔ لیکن یہاں یہ سب خوبیاں بطور خرق عادت جمع تھیں۔ یہ محض عطیہ الہی اور موہبت رسالت پناہی ہے۔ جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
 تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا علمی مقام:

عموماً علمائے کرام فارغ التحصیل ہونے کے بعد تصنیف و تالیف کے میدان میں قدم رکھتے ہیں اور اعلیٰ حضرت نے طالب علمی ہی کے زمانے میں تصنیف فرمانا شروع کر دیا تھا۔ جس کا مفصل بیان تصنیفات کے ذکر میں ہے۔ جس دن فارغ التحصیل ہوئے اسی دن سے فتویٰ لکھنا شروع کر دیا تھا۔ پہلا فتویٰ جو لکھا، ایسا صحیح و درست، مکمل و مدلل کہ والد ماجد صاحب عیش و عشرت کر گئے اور یہ سلسلہ تیرہ سال دس مہینے کی عمر سے یوم وصال ۱۳۴۰ھ پورے ۵۴ سال تک جاری رہا۔ افسوس کہ ابتدا میں برسوں فتاویٰ کی نقل کا سلسلہ نہ رہا اور بعد کو بھی اکثر فتاویٰ کی نقل نہ لی جاسکی۔ پھر بھی جو نقل ہو سکا، بڑی تقطیع ۸/۲۰۶۳ پر ۱۲ جلدوں میں ہے۔ جس کی ہر جلد نو سو ہزار کے درمیان ہے۔ رسائل و مستقل تصنیفات ۶۰۰ سے بالا ہیں جو پچاس علوم و فنون پر مشتمل ہیں۔

آج ہمارے سامنے علمائے متقدمین و متاخرین کے فتاویٰ موجود ہیں مگر اس وصف میں بھی اعلیٰ حضرت اپنی نظیر آپ ہیں۔ اتنا مفصل و مدلل و ضخیم فتاویٰ کسی کا دیکھنے میں کیا سننے میں بھی نہیں آیا۔ تصنیفات بھی اس قدر کثیر و عزیز، امام جلال الدین سیوطی مجدد مائتہ عاشرہ کے بعد کسی عالم کی دیکھی نہ سنی گئیں۔ اگلے علماء مہر المذہب امام محمد، شمس الائمہ سرخسی صاحب مبسوط، علامہ بیہقی، علامہ ذہبی، علامہ ابن حجر عسقلانی، امام بدر الدین محمود عینی صاحب عمدة القاری شرح بخاری قدست اسرارہم کو نہیں کہہ سکتا ورنہ دیگر علماء کی تصنیفات کو اعلیٰ حضرت کی تصانیف کثیرہ سے کوئی نسبت نہیں۔

اعلیٰ حضرت مرجع العلماء:

آپ نے درس تدریس بھی کسی مدرسہ میں مدرس ہو کر یا اپنا ہی مدرسہ قائم کر کے نہیں کی، لیکن ایک زمانہ میں مرجع طلبہ رہے۔ دور دور سے طلبہ آ کر مستفید ہوتے رہے، سہارنپور اور دیوبند کا مدرسہ اپنی طولانی عمر و قدامت کی وجہ سے بہت مشہور تھا لیکن وہاں کے چند طلبہ دیوبند اور گنگوہ چھوڑ کر درس حدیث و فقہ کے لیے بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو یہاں کے طلبہ کو سخت تعجب ہوا اور ان لوگوں نے آنے والے طلبہ سے پوچھا کہ:

طلبہ کو خیر اکومرض ہوتا ہے۔ ایک جگہ پڑھ رہے ہیں وہاں سے پڑھنا چھوڑ کر دوسری جگہ چل دیئے وہاں سے تیسری جگہ لیکن یہ عموماً ایسی جگہ ہوتی ہے کہ دوسری جگہ وہاں کی تعریف ہوتی ہو۔ آپ لوگ دیوبند اور گنگوہ سے بریلی کس طرح پہنچے۔ اس لیے کہ وہابی مدرسوں میں اس کی تو توقع ہی نہیں کہ کسی اہل سنت عالم کی تعریف کریں۔ اور وہ بھی اعلیٰ حضرت جیسے رادوہابیہ کی۔

ان لوگوں نے کہا کہ:

ٹھیک ہے کہ وہاں مولانا کی مدح و ثنا نہیں ہوتی مگر ایک بات کہنے پر وہ بھی مجبور ہوتے تھے۔ جب کوئی تذکرہ نکلتا تو اخیر میں ٹیب کا بند یہ ضرور ہوتا تھا کہ قلم کا بادشاہ ہے۔ جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا پھر نہ کسی موافق کو اضافہ کی ضرورت رہتی ہے اور مخالف کو انکار کی۔ یہی صفت ہماری کشش کا باعث ہوئی، جو دیوبند و گنگوہ کو چھوڑ کر بریلی پہنچے۔

۱۲۸۶ھ سے ۱۳۳۰ھ تک ۵۴ سال کے عرصہ میں کتنے سو نہیں، کتنے ہزار طلبہ آپ کے علوم کی روشنی سے فیضیاب ہوئے، کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ ان کا کوئی رجسٹر تو تھا نہیں جس میں سب کا نام داخلہ کے وقت لکھ لیا جاتا ہو۔ اور تصنیفات کے ذریعہ آپ کے علوم و فیوض سے مستفیضین کی تعداد معلوم کرنے کی کوشش کی جائے، تو یہ قریب قریب ناممکن ہے کہ ان کا شمار ہزار ہا ہزار سے بالا ہو کر لکھو کھا تک پہنچا ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

وعظ کی ہمہ گیری:

وعظ و پند کا طریقہ ابتدائے زمانہ میں تو بہت زوروں پر رہا شہر میں کوئی محلہ بلکہ سنیوں کا کوئی مکان ایسا نہ ہوگا جو حضور کے پند و نصائح سے محروم رہا ہو۔ اگرچہ اخیر زمانہ میں جب کہ تصنیف و تالیف کی طرف توجہ کثیر کرنی پڑی اس سلسلے میں کمی ہو گئی، پھر بھی ہر سال چار جلسے وعظ کے مستقل طریقے پر سال وصال تک قائم رہے۔

دو جلسے میلاد شریف کے اپنے مکان پر ۱۲ ربیع الاول کو روز و شب میں، بہ جلسہ اتنا بڑا اور اس قدر مرجع الخلاق تھا کہ اس جلسہ کی شرکت، اور اعلیٰ حضرت کے وعظ سے بہرہ یاب، فیض یاب ہونے کے لیے پورا شہر ٹوٹ پڑتا اور اس تاریخ میں کوئی بڑی مجلس میلاد شریف شہر میں نہیں ہوتی تھی۔ تیسرا جلسہ وعظ ماہ شعبان میں طلبائے مدرسہ منظر اسلام کی دستار بندی کے موقع پر اور چوتھا جلسہ وعظ اپنے پیر و مرشد سیدنا شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ العزیز کے عرس کے موقع پر، ۱۸ ماہ ذوالحجہ الحرام کو۔ ان دونوں وعظوں سے نہ صرف اہل شہر ہی بہرہ یاب ہوتے بلکہ اطراف و اکناف ہند سے رؤساء، علماء، مشاہیر، شائقین جلسہ دستار بندی و عرس کی شرکت کے لیے آتے اور وعظ سے فیض یاب ہوتے۔

حق و صداقت کا کوہ بلند:

حمایت دین و نکایت مفسدین، معاندین دین متین میں اعلیٰ حضرت نے پوری عمر تن من دھن دولت سب کچھ صرف کر دیا، جس کو عرب و عجم کے مسلمان سب جانتے ہیں۔ آپ نے حق واضح کرنے میں جو دین و ملت کا فریضہ ادا کیا وہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے مجدد مائتہ حاضرہ ہونے کا بین ثبوت ہے۔ اگرچہ بعض مخالفین اصل حقیقت تک نہ پہنچنے کی وجہ سے یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب عمر بھر سب کا رد کرتے رہے، جس سے ان کی مقبولیت کو بڑا صدمہ پہنچا۔ ورنہ وہ جس قابلیت کے عالم تھے سارا زمانہ ان کی قدم بوسی کرتا اور پیشوا مانتا یہ اسی خیال کے لگ بھگ ہے جو مشرکین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ ہمارے بتوں کو برانہ کہیں تو ہم سب لوگ آپ کو اپنا سردار ماننے کو تیار ہیں اور ہر شخص اپنی دولت آمدنی سے ایک حصہ آپ کی نذر کر دے گا، جس کی وجہ سے سب سے زیادہ آپ مالدار ہو جائیں گے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اصلاً التفات نہ فرمایا بلکہ ان کو ٹھکرادی اللہ تعالیٰ نے ان کو مجدد مائتہ حاضرہ حمایت دین و نکایت مفسدین کے لیے بنایا تھا نہ اس لیے کہ اس سے ذاتی فائدہ اٹھائیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس قدر تحریر و تقریر رسائل و شہادت کا فائدہ کیا ہوا؟ یہ جان بوجھ کر ٹھیک نصف النہار کے وقت آفتاب عالم کتاب کا انکار کرنا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت کرے تو روئے زمین کی حکومت سے بہتر ہے۔ اور یہاں تو ہزاروں کیا لاکھوں اشخاص نے ان کی تقریرات، تحریرات سے فائدہ اٹھایا، گمراہ، دیندار ہوئے۔ مذہب، مستقیم ہوئے۔ سنی صحیح العقیدہ راسخ الاعتقاد ہوئے کہ بد مذہبیت کا جھونکا کجا آندھی بھی انہیں اپنی جگہ سے ہلانہیں سکتی۔ وہ ہشت دھات کی طرح اپنے عقیدوں پر پختہ اور ثابت قدم ہیں۔ نماز کی بیخ وقتہ دعا: اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ ان کے حق میں بالکل مقبول ہوئی، ہر شخص جاہد مستقیم پر قائم اور ہر قسم کی بد مذہبی اور بد مذہبوں سے علاحدہ ہے۔ دعائے قنوت میں روزانہ خداوند عزوجل کے سامنے جو کہتے ہیں: ونخلع ونترك من يفجرک، اس میں پورے اترے۔ والحمد لله على ذلك۔

حقیقت تبلیغ:

انبیائے کرام جو خاص تبلیغ وارشادِ خلاق ہی کے لیے مبعوث ہوتے ہیں۔ جن کو ارشاد ہوتا ہے: بلغ ما انزل الیک۔ ان کے متعلق بھی یہ کام نہیں کیا گیا ہے کہ جو احکام الہی آپ ان تک پہنچائیں ان کو ان کا مصداق بنا دیں، عامل کر دیں، بلکہ صاف فرما دیا گیا، انما علی رسولنا البلاغ المبین۔ (سورہ مائدہ) وما علی الرسول الا البلاغ المبین۔ (سورہ نور) عنکبوت و نمل) خود انہوں نے بھی کھول کر فرما دیا: وما علینا الا البلاغ المبین۔ (سورہ یسین) آخر نہیں دیکھتے کہ سیدنا نوح علیہ السلام کی اتنی طویل مدت تبلیغ: فلبث فیہم الف سنة الا خمسین عامًا۔ ساڑھے نو سو برس کی تبلیغ و ہدایت کا نتیجہ خود فرماتے ہیں: رب انی دعوت قومی لیسلا ونهار الفلم یزدہم دعالی الافرار۔ میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن حق کی طرف بلایا لیکن میری اس دعوت سے ان کا فرار اور زیادہ ہوا۔ یہاں تک کہ تنگ آ کر بارگاہ الہی میں التجا کرنے پڑی: رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیار۔ چنانچہ یہ دعا قبل ہوئی آسمان سے پانی برسنا، زمین سے پانی ابلا کشتی پر جو گنتی کے چند نفوس مسلمان تھے ان کے سوا کوئی نہ بچا۔ اعود باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ جب انہیں اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام کو حکم ہوا کہ: اذہبا الی فرعون انه طغی۔ تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ کہ اس کو ہدایت کرو کہ اس نے سرکشی کی۔ یہ دونوں حکم الہی کی تعمیل میں چلے تو وحی ہوئی مگر اے موسیٰ! وہ ایمان نہ لائے گا انہوں نے عرض کیا کہ خدا وندا! پھر ہمارے جانے اور حیران ہونے کا کیا فائدہ؟ ارشاد ہوا تمہیں تبلیغ کا اجر ملے اور اس پر حجت الہی قائم ہو قیامت کے دن یہ تو نہ کہہ سکے ماجائنا من بشیر ولا نذیر ہمارے پاس کوئی مبلغ احکام الہی سنا کر خوشخبری دینے والا اور منہیات سنا کر ڈر سنانے والا نہ آیا۔

خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا۔ ان الذین کفروا سواء علیہم و انذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون۔ بے شک جس کی قسمت میں کفر ہے، برابر ہے کہ انہیں آپ ڈر سناوے یا نہ ڈر سناوے وہ ایمان لانے کے نہیں۔ اس

جگہ بھی سواء علیہم فرمایا یعنی ڈرنا اور نہ سنانا ان کے لیے برابر ہے یہ نہیں فرمایا۔ سواء علیک انذرتہم ام لم تنذرہم۔ یعنی ڈرنا اور نہ سنانا آپ کے لیے برابر ہے۔ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کا ثواب بہر حال ملے وہ بد بخت مانے یا نہ مانے اسی لیے اللہ عزوجل نے انبیائے کرام ذمہ ہلکا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

انک لاتہدی من احببت ولكن اللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ بیشک آپ ایصال الی المطلوب

نہیں کر سکتے جس کو دوست رکھیں لیکن اللہ جس کو چاہے سیدھے راستہ تک پہنچا دے۔ (صدق اللہ ورسولہ)

پھر کسی عالم کے ذمہ کیوں کر یہ کام ہو سکتا ہے کہ مخالف کو گمراہی سے نکال کر سیدھی راہ پر لاکھڑا کر دے کہ وہ تو بہر حال انبیا کے نائب ہی ہیں۔ پھر اعلیٰ حضرت کے کارنامہ کو دیکھتے ہیں تو بلاشبہ کہنا پڑتا ہے کہ سو میں سو نہیں تو اسی میں نوے فیصدی کامیابی ہوئی۔ بڑے سے بڑے مخالف ان کے مقابلہ میں ہمیشہ صامت و ساکت رہے بلکہ اکثر کو اقرار کرنا پڑا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب واقعی ٹھیک فرماتے ہیں مگر مصلحت وقت کا تقاضا یہ ہے، حالانکہ دین و ایمان کا تقاضا بلا خوف لومۃ لائم حق گوئی، حق طلبی اور حق جوئی ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

چودھویں صدی کے مجدد کی تصدیق کرنے والے کچھ مقتدر علما کے اسمائے گرامی:

اب رہی یہ بات کہ آپ کے زمانے کے علما و مشاہیر نے آپ کے علوم سے انتفاع دیکھ کر آپ کو مجدد مانا تو یہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے اگر ان تمام حضرات کے صرف نام ہی لکھے جائیں، جنہوں نے آپ کو مجدد مانا تو اس کے لیے ایک دفتر درکار ہوتا

مگر دفتر سے دیگر انشا کنم

جنہوں نے مجلس علمائے اہل سنت پٹنہ منعقدہ ۱۳۱۸ھ میں تقریریں کیں۔ اپنی تقریر میں آپ کو مجدد ملت حاضرہ سے یاد

کیا۔ پر زور قصیدہ پڑھا، اور اس میں علمائے کرام حاضرین جلسہ کی تعریف و توصیف کی، اس میں اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھا۔

وہ عالم اہل سنت مصطفانا

مجدد عصرہ الفرد الفرید

جس کو ان سیکڑوں علمائے کرام نے سنا، اور بخوشی قبول کیا، جن کے نام جلد دوم رندوہ کے زیر عنوان مذکور ہو چکے ہیں۔ اور

کسی نے انکار نہ کیا تو گویا اس لقب پر اجماع اہل سنت و جماعت کا ہوا۔ اس وجہ سے اعلیٰ حضرت کے نام باہر جتنے خطوط آیا کرتے جن کی تعداد مجموع سیکڑوں نہیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ ان سب میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد ملت حاضرہ موید ملت طاہرہ یہ چار صفتیں ضرور ہوا کرتیں۔

حرین طیبین اور دیگر علمائے بلاد اسلامیہ کی طرف سے آپ کے مجدد ہونے پر اتفاق:

اور یہ کچھ علمائے ہندوستان ہی پر موقوف نہیں علمائے حرین شریفین و دیگر ممالک اسلامیہ حضور پر نور کو اسی لقب سے یاد

فرمایا ہے۔ تقریظات حسام الحرمین والدولة المکیه واخبار البیان دمشق وغیره ملاحظہ ہوں
حضرت غیظ المنافقین وفوز الموافقین حامی السنہ واهلہا ماحی البدعہ وجہلہا زینۃ
الزمان وحسنۃ الآوان، منشد خطب الکریم، محافظ کتب الحرم العلامۃ الجلیل والفحامة
النبیل حضرت مولانا السید اسماعیل خلیل ادامہم اللہ بالعز و التبحیل اپنی تقریظ
حسام الحرمین تحریر فرماتے ہیں:

واحمد الله تعالى على ان فيض هذا العالم العامل والفاضل الكامل صاحب الكامل صاحب
المناقب والمفاخر مظهر كم ترك الاول للاخر فريد الدهر وحيد العصر مولانا الشيخ احمد
رضا خان سلمه الله الرب المنان لابطال حججهم الداخضه بالآيات والاحاديث القاطعه
كيف لا وقد شهدوا له عالموا مكة بذلك ولم يكن بالمحل الارفع لما وقع منهم ذلك بل
اقول لوقيل في حقه انه مجدد هذا القرن لكان حقا وصدقا

وليس على الله بمستنكر

ان يجمع العالم في واحد

فجزاه الله خير الجزاء عن الدين واهله ومنحة الفضل والرضوان بمنه وكرمه
ترجمہ: اور میں اللہ عزوجل کی حمد بجالاتا ہوں کہ اس نے اس عالم باعمل کو مقرر فرمایا جو فاضل کامل ہے منقبتوں اور فضلوں
والا، اس مثل کا مظہر کہ اگلے پچھلوں کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے، یکتائے زمانہ اپنے وقت کا ریگانہ مولانا حضرت احمد
رضا خان اللہ بڑے احسان والا پروردگار سے سلام رکھے۔ ان (فتاویٰ میں مذکورین دین میں فساد برپا کرنے
والوں) کی بے ثبات حجتوں کو آیتوں اور قطعی حدیثوں سے باطل کرنے کے لیے اور وہ کیوں نہ ایسا ہو کہ علمائے مکہ اس
کے لیے فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں، اور اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علمائے مکہ اس کی نسبت یہ گواہی نہ
دیتے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو البتہ حق و صحیح ہے۔

خدا سے کچھ اس کا اچھبانہ جان

کہ اک شخص میں جمع ہو سب جہان

تو اللہ تعالیٰ اسے دین اور اہل دین کی طرف سب میں بہتر جزا عطا کرے اور اسے اپنے احسان اپنے کرم سے اپنا
فضل اور اپنی رضائے بخشے.....

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ اجمعین



مجدد مائتہ حاضرہ

از: محدثِ اعظم

مناسب خیال کرتا ہوں کہ یہاں مخدومی عالی جناب صاحبزادہ مولانا سید محمد صاحب اشرفی محدث کچھوچھوی مدظلہ الاقدس کا مضمون جو اسی عنوان پر ہے، پورا درج کر دوں۔ (ملک العما)

حدیث شریف میں فرمایا:

ان الله يبعث لهذا الامة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها امر دينها۔ اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے سرے پر مجددین بھیجتا ہے۔ واہ ابو داؤد فی سننہ وحسن بن سفیان فی مسندہ والبخاری فی المسند والطبرانی فی المعجم الاوسط وابن عدی فی الکامل والحاکم فی المستدرک وابو نعیم فی الحلیۃ والبیہقی فی المدخل وغیر ہم من المحدثین۔ اس حدیث جلیل کی شرح میں شیخ الاسلام بدرالدین ابدال رسالہ مرضیہ فی نصرۃ مذهب الاشعریہ میں لکھتے ہیں: اعلم ان المجدد انما هو بغلیۃ الظن ممن عامرہ بقرائن احوالہ والانتفاع بعلمہ ولا یكون المجدد الا عالما بالعلوم الدینیہ الظاہرۃ والباطنۃ نصر للسنة قامعا للبدعة یعنی مجدد وہی ہوگا جو علوم دینی ظاہرہ و باطنہ کا عالم و عارف ہو سنت کا مددگار ہو بدعت کا اکھاڑنے والا ہو۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی مرقاة الصمود شرح سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں: والذي ینبغی ان ینكون المبعوث علی راس المائة رجلا مشهورا معروفا مشار الیہ وقد كان قل كل مائة ایضا من یقوم بامر الدین والمراد بالذکر من انقضت المائة وهو حی عالم مشار الیہ مشهور اہ ملخصا یعنی اچھا یہ ہے کہ صدی کا مجدد وہ شخص ہے جو مشہور و معروف ہو اور امور دین میں جس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہو اور پہلے بھی ہر صدی میں مجدد ہوئے ہیں اور مراد یہ ہے کہ مجدد صدی گزشتہ کے خاتمہ پر اپنی زندگی میں مشہور عالم اور علما کا مشار الیہ رہ چکا ہو حدیث شریف ہم کو ہر صدی میں ایک مجدد کی تشریف آوری کی بشارت سناتی ہے ائمہ کرام پتہ دیتے ہیں کہ گزشتہ صدی کے آخری حصہ میں جس کی شہرت ہو چکی ہو اور موجودہ صدی میں بھی وہ مرکز علوم سمجھا جاتا ہو اس کے قدم مجدد کے قدم ہیں۔ اب آؤ دیکھیں کہ تیرہویں صدی گزر گئی اور چودہویں صدی قریب نصف حصہ طے کر چکی ہمارا مجدد تیرہویں میں پیدا ہو چکا اور شہرت حاصل کر چکا اور چودہویں صدی میں علمائے دین کا مشار الیہ قرار پا چکا۔ جس پر علامہ بدرالدین ابدال و امام سیوطی کی شہادت گزر چکی اس کی تلاش کرو۔ ہمیں اس

جستجو میں آسمان پر پرواز کی حاجت نہیں کرہ زمین کے طواف کی ضرورت نہیں ربع ارض سکون اور وہ ضرب آہادی اسلام وہ بھی صرف آستانِ نجات علمائے کرام کی خاکِ روئی ہمارے مدعا کو کافی ہے۔ اب ہم ہیں اور پر شوق نگاہیں تمناؤں بھرا دل۔ نظر اچھی ہے تو ہندوستان سے گزر کر سمندر کو طے کر کے اسلام کے مرکز اور دین کے محور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً و تعظیماً کی گلی گلی کا طواف اور کوچہ کوچہ کا چکر لگا رہی ہے کبھی غلاف کعبہ پکڑتی ہے اور عرض کر رہی ہے کہ اے مالک و مولیٰ جل و علا ہمارے مذہب ہی رہنا اور دینی پیشوا کا پتہ دے کبھی روضہ مقدسہ کے سامنے باادب عرض گزار ہے کہ اے دو جہاں کے آقا صلوات اللہ وسلامہ علیک ہمیں حضور اپنی بشارت کا بتا میں ان مریضوں کے ساتھ چار آنسو نذر کر رہی ہے۔ الحمد للہ کہ عرضی قبول ہوئی اور عقل سلیم مجلسِ علما کی طرف لے چلی اور حرمینِ محترمین کے مفتیانِ کرام و ائمہ حرمینِ عظام و جمیع علمائے اسلام کے قدموں پر ہمیں ڈال دیا ہم چپ ہیں ساکت و صامت ہیں کہ تاب گویائی باقی نہیں ہے اتنا دیکھتے ہیں کہ ان علما کے دستِ اقدس میں کوئی معتمد و مستند رسالہ کوئی معتمد و متفقہ عقائد ہے اور ان کے قلم و زبان کسی کی مداحی میں یوں زمزمہ سنج ہیں مناقبِ علیہ کا اظہار ان لفظوں سے ہو رہا ہے۔ عالم، علامہ کامل، استاذِ ماہر، مجاہد، معزز، باریکیوں کا خزانہ، برگزیدہ، گنجینہ، علوم کے مشکلات ظاہر و باطن کا کھولنے والا، دریائے فضائل، علمائے عمائد کی آنکھوں کی ٹھنڈک، امام و پیشوا، اعدائے اسلام کے لیے تیغِ براں، استادِ معظم، نامور مشہور ہمارا سردار، جلیل القدر، بحرِ خار، بسیار فضل، دلیر، بلند ہمت، ذہین، دانشمند، بحرِ ناپید کنار، شرف و عزت والا، صاحبِ ذکاء، ہمارا مولیٰ، کثیر الفہم، منقبتوں اور فخروں والا، یکتائے زمانہ، اپنے وقت کا یگانہ، علمائے مکہ ان کے فضائل پر گواہ، اس صدی کا مجدد، زبردست عالم، عظیم الفہم، جن کی فضیلتیں وافر، لڑائیاں ظاہر، دین کے اصول و فروع میں تصانیف منکاشہ، مشہور، ان کے کمال کا بیان طاقت سے باہر، علم کا کوہِ بلند، طاقتور، زبان والا، حاوی جمیع علوم، ماہر علوم عربیہ، دین کا زندہ کرنے والا، وارثِ نبی سید العلماء، مایہ افتخارِ علما، مرکزِ دائرہ علوم، ستارہ آسمانِ علوم، مسلمانوں کا یاور و نگہبان حکم، حامی شریعت، خلاصہ علمائے راسخین، فخر اکابرِ کامل سمندر، معتمد، پشت پناہ محقق اور ولایتِ صحیحہ کی تصدیق یوں کی جا رہی ہے کہ آفتابِ معرفت، کثیر الاحسان، کریم النفس، دریائے معارف، مستحبات و سنن و واجبات و فرائض پر محافظ محمود سیرت، ہر کلام میں پسندیدہ، صاحبِ عدل عالم باعمل عالی ہم، نادر روزگار، خلاصہ لیل و نہار، اللہ کا خاص بندہ، عابد، دنیا سے بے رغبتی والا عرفان و معرفت والا وغیرہ وغیرہ۔ مالک حقیقی پر صدقے، اس آقا پر قربان جس سے ایک حامی سنت ماحی بدعت مشہور عالم کی تمنا عرض کی گئی تھی اور ہم کو اس کا پتا ملا جو سنت و اہل سنت کا یاور و نگہبان اور بدعت و اہل بدعت کے تیغِ براں اور علم میں کوہِ بلند، کامل سمندر، مرکزِ دائرہ علوم امام و پیشوائے اہل اسلام ہے۔ اس کا نشان ملا جو نہ صرف باطن کا عالم ہے، بلکہ وہ دریائے معرفت اور اللہ کا خاص بندہ عالی ہم۔ خلاصہ لیل و نہار ہے۔ بلکہ ہم اس کو پا گئے جو علما کی زبان پر اس صدی کا محدود پکارا جاتا ہے وہ کون ہے۔ بے دینوں کی آنکھیں کور ہوں حاسدوں کی نگاہوں میں خاک ہو وہ وہی ہے جو بریلی کے مقدس گھرانوں میں ۱۲۷۲ھ کو پیدا ہوا اور ۱۲۸۵ھ کو تیرہ برس کی عمر شریف میں پروان چڑھا اور علوم کا سرتاج ہو کر منصبِ افتاء کا عزت بخش ہوا اور بیس برس تک تیرہویں صدی میں

اپنے فتاویٰ تصانیف کے علوم کے دریا بہائے اور عرب و عجم نے سر عقیدت ٹیک دیئے اور ۱۳۲۴ھ میں اس کی سرکار اعلیٰ بلند و بالا کو وہ عروج کامل ہوا کہ ہندو سندھ افغانستان و ترکستان، عراق و حجاز مقدس، حرمین محترمین کے علمائے زانوائے ادب تہ کر دیئے اور عقیدت کے وہ کلمات نذر گزارے جن کو ابھی آپ سن چکے (دیکھو حسام الحرمین) بتاؤ وہ مجدد کون ہے سنو اور گوش و ہوش سے سنو وہ وہی مقدس مفتی ہے جس کی زبان پر قدرت نے تاریخ ولادت کے لیے اس آئیہ کریمہ کی تلاوت کرائی۔ اولئک کتب فی قلوبہم الایمان و ایدہم بروح منہ۔ یعنی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی کچھ سمجھے کہ اولئک یعنی وہ لوگ کن کے طرف اشارہ ہے دیکھو آئیہ کریمہ مذکورہ کے پہلے کی آیت فرماتا ہے: لا تجد قومًا یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانو آباؤہم أو ابنائہم أو اخوانہم أو عشیرتہم۔ یعنی تو نہ پائے گا انہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ و قیامت پر ان کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنہوں نے خدا اور رسول سے مخالفت کی چاہے وہ ان کے باپ بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی تاکید کی تم ہمارے ممدوح کی پاکیزگی زندگی پر ایک نظر کر جاؤ اور کفرہ مرتدین و فرق ضالین کا جو رد و استیصال فرمایا ہے اس پر نظر ڈالو تو بے ساختہ کہہ اٹھو گے کہ آئیہ کریمہ کا خلعت فاخرہ تن اقدس پر کیسا زیب دیتا ہے اب آئیہ کریمہ کے بعد کی آیت تلاوت کرو: ویدخلہم جنت تجری من تحتہا الأنہار خلدین فیہا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اولئک حزب اللہ الآ ان حزب اللہ ہم المفلحون۔ یعنی انہیں باغوں میں اللہ تعالیٰ لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں ہمیشہ رہیں گے اس میں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہی لوگ اللہ والے ہیں خبردار اللہ والے ہی مراد کو پہنچے۔ بتاؤ کہ وہ اللہ والا مجدد کون ہے جس کو آئیہ کریمہ کے بشارت کا وہ حق و استحقاق ہے کہ اگر اولئک میں بعد لام کے الف کو کتاب میں ظاہر کر دو تو اس کی عمر شریف کی تعداد ۶۸ برس کا پتا چلتا ہے اب اولئک کی جگہ ممدوح کا تصور کرو اور پاکیزہ حیات کو سوچ کر بعونہ تعالیٰ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ارٹھ برس والا کامل الایمان و موید من اللہ تھا بتاؤ کہ وہ موید من اللہ مجدد کون ہے۔ بے دینوں کا ستیاناس ہو حاسدوں کا برا ہو وہی مبارک ہستی ہے جس کی علم و کمال و فضل بے مثال نے دشمنوں کی آنکھیں خیرہ کر دیں اور اسلام و اہل اسلام کی موجودہ پر شور و شر زمانہ میں پچپن برس تک مدد و محافظت فرما کر دین کو تازہ زندگی عطا کر کے ۱۳۴۰ھ کو ارٹھ برس کی عمر شریف میں ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہو گیا اور ۲۵ صفر یوم جمعہ مبارکہ اپنے رب سے جا ملا۔ انا اللہ ونا الیہ راجعون۔



کراماتِ اعلیٰ حضرت

کرامت اگرچہ اولیاء اللہ کے لیے نہ باعث افتخار نہ اعلیٰ حضرت کے لیے سبب عز و قار، سب سے بڑی کرامت اعلیٰ حضرت کی استقامت علی الشریعہ ہے۔ اور یہی علما و صوفیائے عظام کے نزدیک اصل چیز ہے کہ الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔ اس لیے کہ کرامت میں خط نفس ہے، اور استقامت میں کسر نفس، اور یہ بہت ہی اہم اور اقدم ہے۔ اسی لیے ۱۳۲۲ھ سے ۱۳۲۹ھ تک طویل مدت اور سفر و حضر میں معیت و خدمت میں کبھی بھی کرامت کی طرف میں نے توجہ نہ کی، بلکہ اس بات کی طرف نظر رکھا کہ ان کا ظاہر باطن ایک تھا اور قول و فعل بالکل مطابق، زبان سے وہی بات فرماتے جو دل میں ہے، اور عمل وہی ہے جو ارشاد فرماتے۔ کبھی اس امر میں: یا ایہا الذین امنوا لم تقولون مالا تفعلون۔ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون۔ (پارہ ۲۸، ع ۹، سورہ صف) اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔ نہ دیکھا گیا۔ آپ کا ارشاد خلوت و جلوت میں ایک تھا، اپنے پرانے سب کے لیے فتویٰ ایک تھا، نہ کبھی کسی کی رورعایت کر کے حق پوشی فرمائی، اور نہ کبھی کسی کی مخالفت کی وجہ سے کسی حال میں خد سے تجاوز فرمایا۔ ولا یجرمنکم شنان قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا۔ (سورہ مائدہ پارہ ۶، ع ۵) اور تمہیں کسی قوم کی عداوت کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روکا تھا زیادتی کرنے پر نہ ابھارے کی تعمیل پوری پوری فرماتے، اور یہ اس زمانے میں کبریت احمر ہے۔ لیکن چونکہ میرے اور پیر بھائیوں نے کرامات کی طرف خیال کرنے کے ان کو بھی محفوظ رکھا ہے۔ اس لیے میں اعلیٰ حضرت کی کرامات بھی انہیں حضرات کے حوالہ سے لکھتا ہوں۔

محمد ظہور خاں صاحب موضع اٹوا فتح پور ضلع غازی پور کا بیان ہے کہ میری شادی کو ۱۱ سال ہو گئے تھے، کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی، دل میں اس کی تمنا تھی۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعا و توجہ سے ایک فرزند عطا فرمایا۔

اس وقت تک میں شرف بیعت سے مشرف نہ ہوا تھا، دل میں تمنا تھی۔ آخر اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کلکتہ تشریف لائے اس وقت غلامی کی عزت حاصل ہوئی.....
عبدالرحیم خاں صاحب موضع فیروز پور ضلع سلطان پور کا بیان ہے کہ میں آٹھ سال تک پیر کی تلاش میں حیران پریشان

سرگرداں رہا۔ جن بزرگ کا تذکرہ خیر سنتا، ان کی خدمت میں جاتا، مگر سیر نہ ہوتی۔ اطمینان قلب ان کی بیعت کی طرف نہیں ہوتا۔ جب بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اطمینان قلبی نصیب ہوا، اور یقین ہو گیا کہ جن کی تلاش تھی وہ یہی ہیں۔ داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ہوا۔ اس کے بعد ملازمت کا اتفاق بھی بریلی شریف میں ہو گیا، اور اکثر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضری کا موقع ملتا۔ بعض کرامتیں اعلیٰ حضرت کی جو مجھ پر گزریں یا ذاتی علم اس کا ہے، یہ ہیں۔

☆ میں نواب ضمیر احمد خاں صاحب کے پاس بریلی میں ملازم تھا۔ جب ان کے بڑے بھائی کا انتقال ہوا تو اعلیٰ حضرت نے ان کے روزہ نماز کا حساب کر کے فدیہ کی رقم بتایا، اور ان کی والدہ کی آرزو و تمنا کے مطابق اعلیٰ حضرت ہی نے جنازہ کی نماز پڑھائی، اور اس میں حسب دستور تیسری تکبیر کے بعد وہ سب دعائیں جو احایث میں وارد ہیں، جنہیں ایک رسالہ کی شکل میں بنام المنة الممتازة فی دعوات الجنائزہ شائع بھی فرمادیا ہے، پڑھیں۔ شب کو ان کی بی بی صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت اچھی حالت میں ہیں، جس کی توقع بظاہر ان کے اعمال کے اعتبار سے نہ تھی۔ بی بی صاحبہ نے سب دریافت کیا۔ فرمایا: اعلیٰ حضرت نے میری جنازہ کی نماز پڑھی، اور اتنی دعائیں کیں کہ میرے سب گناہ بخشوا دیے، یہ ان کے نماز پڑھانے کی برکت ہے۔

☆ ایک غیر مقلد مولوی صاحب مراد آبادی کی منشی لطافت حسین صاحب مراد آبادی سے پہلی بھیت میں کسی مسئلہ پر بحث ہوئی۔ ان غیر مقلد صاحب سے جواب نہ بن پڑا تو اعلیٰ حضرت کی شان میں کلمات ناشائستہ بول اٹھے۔ منشی لطافت حسین صاحب نے کہا کہ آپ کو اس مسئلہ میں شبہ ہے تو اعلیٰ حضرت سے بریلی چل کر تشفی کر لیجئے، کراہیہ آمدورفت کا میں ادا کروں گا۔ وہ مولوی صاحب بولے: میں وہاں نہیں جاؤں گا۔ شب کو انہوں نے خواب دیکھا کہ انہیں کسی جگہ جانا ہے، بیچ میں عظیم الشان دریا حائل ہے، کشتی کا پتہ نہیں، اسی فکر میں ہیں کہ دو سوار دیکھے کہ خشکی کی طرف آتے ہیں اور دریا میں جا رہے ہیں، مولوی صاحب نے کہا کہ حضور مجھے بھی لیتے چلیے۔ ان میں سے ایک صاحب نے کہا کہ اسے چھوڑ دیجئے، یہ ناپاک ہے۔ ان مولوی صاحب کو سخت تعجب ہوا کہ میں تو بڑا پاکا موحد بلکہ مولوی ہوں، مجھے ناپاک کس وجہ سے فرمایا؟ اس پر ان کو کچھ تنبیہ ہوا کہ شاید مولانا احمد رضا خاں صاحب کی شان میں گستاخی اور عقیدہ غیر مقلدیت کی وجہ سے ایسا فرمایا۔ اسی تردد میں تھے کہ کچھ دنوں کے بعد دوسرا خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا عظیم الشان شہر ہے، اس کا پھانگ بھی اس کی شان کے لائق ہے، اور دونوں طرف دربان کھڑے ہیں، اور لوگ اندر جا رہے ہیں۔ جو اندر جانا چاہتا ہے دربان اس سے کچھ پوچھتا ہے، اور چٹھی مانگتا ہے، جو چٹھی دکھا دیتا ہے، اس کو اندر جانے دیتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا جگہ ہے؟ دربان نے کہا: حضور اقدس سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار ہے۔ میں نے کہا: مجھے بھی جانے دیجئے۔ اس نے پوچھا کہ چٹھی تمہارے پاس ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ درباری نے کہا: میں حضور سے اجازت لے لوں، وہ اجازت لینے گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے کہو کہ پاک صاف ہو کر چٹھی لے کر آئے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب کیسے پاک صاف ہو کر آؤں، اور چٹھی کہاں سے لاؤں؟ اس نے جا

کرد دریافت کیا، ارشاد ہوا کہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی سے پاک صاف ہو کر آؤ انہیں سے چٹھی لے کر آؤ، اس وقت آنکھ کھل گئی، اور پھر سونا حرام ہو گیا۔ اسٹیشن پہلی بھیت پہنچا، اور ٹکٹ لے کر بریلی شریف حاضر ہوا، اعلیٰ حضرت کے قدموں میں گر پڑا، روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں، اور سب حال عرض کیا۔ تو بہ کیا، داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ہوا، حضور نے شجرہ عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ یہی چٹھی ہے، اور جس کشتی کی تلاش تھی وہ پیر ہے۔

☆ عبدالرحیم خاں صاحب سلطان پوری کا بیان ہے کہ میرے پیر بھائی بوعلی بخش صاحب نے کہا: ایک صاحب کی بی بی کو شب میں دروزہ شروع ہوا، رات کا وقت تھا عشا کی اذان مسجد میں نہیں ہوئی تھی، وہ صاحب اسی انتظار میں پھانک میں آ کر بیٹھ گئے کہ جب اذان ہوگی حضرت باہر تشریف لائیں گے، اس وقت میں عرض کروں گا۔ اعلیٰ حضرت کی عادت تھی کہ اذان ہونے کے بعد صلاۃ ہونے پر مسجد تشریف لایا کرتے تھے، لیکن اس شب میں خلاف معمول قبل اذان تشریف لائے، اور ان صاحب کو تعویذ دے کر فرمایا کہ فوراً جا کر باندھ دیجئے۔ اس کے بعد پھر زانہ میں تشریف لے گئے، اور بعد اذان و صلاۃ حسب دستور نماز کے لیے تشریف لائے۔

☆ ان ہی کا بیان ہے کہ میں برما میں تھا۔ قرآن شریف پڑھنے کے متعلق ایک شخص سے ایک جھگڑا ہوا، میں نے اسے بلایا کہ آؤ تمہیں دکھا دوں۔ وہ بہت غصہ میں آیا، اور ڈنڈا اس کے ہاتھ میں تھا، مجھ کو مارنے کے لیے اٹھا۔ مجھے سخت صدمہ ہوا۔ جب میں سویا تو خواب میں اعلیٰ حضرت تشریف لائے اور فرمایا: عبدالرحیم میں حاضر ہوا، تو مجھے تسلی ہوئی۔ میرے پڑوس میں ایک صاحب لکھنؤ کے رہنے والے تھے وہ اور ان کی بیوی اس وقت جاگ رہی تھی۔ صبح کے وقت انہوں نے پوچھا کہ رات کون صاحب تشریف لائے تھے؟ میں نے کہا: آپ کو کیا خبر؟ انہوں نے کہا: ہم دونوں میاں بی بی اس وقت جاگ رہے تھے، انہوں نے جو تم کو نام لے کر بلایا اس آواز کو ہم نے سنا۔ میں آبدیدہ ہوا اور کہا کہ یہ میرے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت کا کرم ہے کہ غلاموں کی تسکین کے لیے تشریف لائے۔

☆ عبدالرحیم خاں صاحب سلطان پوری ہی کا بیان ہے کہ نواب ضمیر احمد صاحب کے یہاں ایک پیر مرد میرے ساتھ ملازم تھے، وہ بیان کرتے تھے کہ بریلی کے ایک زمانے تھے، وہ پہلی بھیت اکثر جایا کرتے تھے۔ پہلی بھیت کے جنگل میں ایک فقیر رہتے تھے، میں ان کی تلاش میں رہا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن ان سے ملاقات ہو گئی، بہت بوڑھے آدمی، پوٹیس آنکھوں پر لگی ہوئی، میں نے سلام کیا۔ جواب دیا، اور کہا: بچہ! یہاں کہاں آیا؟ بھاگ بھاگ یہ شیروں کا جنگل ہے۔ میں بیٹھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ پیچھے سے ایک شیر آ رہا ہے، میں نے کہا: حضرت بچائیے شیر آ رہا ہے۔ ان بزرگ نے شیر کی طرف دیکھا، شیر وہیں کھڑا رہ گیا، اور مجھ سے فرمایا: تو یہاں سے چلا جا، تیرا حصہ یہاں نہیں ہے۔ پھر میں نے کہا کہ میرا حصہ کہاں ہے؟ میری دلی تمنا یہی ہے کہ حضور ہی سے بیعت ہوؤں۔ اس پر فرمایا کہ بریلی محلہ سوداگران میں ایک قطب مولوی ہے، تیرا حصہ وہاں ہے۔ میں نے نام پوچھا تو اعلیٰ حضرت امام المل سنت کا نام نامی لیا، اور مجھے اپنے ساتھ جنگل کے باہر لا کر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد میں

بریلی آیا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز سے مرید ہوا۔

☆ جناب محمد حسین صاحب رضوی کا بیان ہے کہ ۱۲۳۱ھ میں میرے گھر میں ایک گلٹ نکلی، اور غفلت طاری ہو گئی۔ میں ڈر گیا، اور فوراً اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا: تم کیوں گھبرا گئے؟ جو تمہارا خیال ہے، وہ بات نہیں ہے۔ ننھے میاں اس وقت موجود تھے، انہوں نے فرمایا: حضرت نے فرمادیا صحت ہوگی، اور کوئی مرض نہیں ہے۔ چنانچہ جس وقت میں مکان واپس آیا تو طبیعت اچھی تھی، دودن کے بعد وہ بالکل اچھی ہو گئیں۔

☆ ان ہی کا بیان ہے کہ بتاریخ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۳ھ بوقت شب مجھ پر ایک تہمت اٹھائی گئی، جس سے خطرہ تھا کہ میں مارڈالا جاؤں، لیکن یہ حضرت کی کرامت تھی کہ مجھ پر کچھ نہیں ہوا۔ وہ شخص خود ہی شرمندہ ہوا، اور کہنے لگا کہ میں خود غلطی پر تھا، اور معافی کا خواست گار ہوا۔

☆ جناب محمد حسین رضوی ہی کا بیان ہے کہ ۱۳۳۳ھ میں میں نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ جن کی شکل نہایت ہی نورانی ہے، مجھ سے فرما رہے ہیں تو ایسے شخص کا مرید ہے جو سیدھی راہ پر ہے۔

☆ ان ہی کا بیان ہے کہ ماہ شعبان ۱۳۲۷ھ میں میرے گھر میں، ران میں تین گلٹیاں نکلیں۔ میں فوراً اعلیٰ حضرت کے روضہ پر حاضر ہوا، اور رو کر دعا مانگی کہ حضور! ایک لڑکی سوا مہینے کی ہے، اور دوسرے سب بچے بھی چھوٹے چھوٹے ہیں۔ حضور! میرا گھر تباہ ہو رہا ہے، دعا فرمائیے۔ حضور اپنی حیات میں مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ پیر حشر میں، قبر میں، ہر جگہ مدد کرتا ہے۔ حضور اس وقت سے زیادہ کون وقت ہوگا؟ میرے لیے دعا فرمائیے۔ اور اسی حالت میں بہت رویا۔ بعدہ دونوں شہزادوں کی خدمت میں حاضر ہوا دعا فرمائی، تعویذ دی، غسل کا پانی دیا کہ اس کو پلائیے، گلٹیوں پر لگائیے، اذانیں کہیے۔ مکان آ کر دیکھتا ہوں کہ مرض آدھا رہ گیا، اس سے قبل سرسام ہو گیا تھا، قریب ایک ماہ تک پورا اثر رہا، زبان بالکل لکڑی ہو گئی تھی، چھ ماہ تک حالت خراب رہی، اب بحمد اللہ بالکل ٹھیک ہیں۔ ایام علالت میں منجھلی لڑکی نے اعلیٰ حضرت کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں: تیرے والد اس قدر ناامید ہو گئے ہیں، ان سے کہہ دو آرام ہو جائے گا۔ چنانچہ دن بدن صحت ہوتی گئی۔ اب تک بحمد اللہ جسے عرصہ پانچ سال کا ہوا زندہ ہیں۔ اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت کی اور بھی بہت سی کرامتیں ہیں۔

☆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کا بیان ہے کہ مصور معرفت جناب مولانا شاہ عارف اللہ صاحب خطیب خیر المساجد خیر نگر میرٹھ اپنے والد ماجد مولانا حبیب اللہ صاحب قادری رضوی کا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ایک دن عقائد اہل دیوبند پر گفتگو ہو رہی تھی، انہوں نے فرمایا: کم از کم اس قدر بات تو ضرور ہے کہ دیوبندی ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز تو ضرور پڑھتے ہیں، اور اہل قبلہ کو برا کہنے کی ممانعت آئی ہے۔ ابھی یہ مجلس ختم نہ ہوئی تھی، یا فوراً ہی ختم ہوئی تھی کہ بریلی سے تار پہنچا کہ فوراً بریلی آؤ وہ گھبرا گئے۔ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس سے مشورہ لیا، انہوں نے کہا: فوراً جائیے۔ چنانچہ بریلی شریف پہنچے آستانہ پر حاضر ہو کر سب سے دریافت کیا۔ کسی نے تار بھیجنا بیان نہ کیا۔ سخت تشویش ہوئی خیال کیا کہ مخالفین کی یہ

چال ہے کہ حسین حبیب اللہ میرٹھ سے ہٹ جائیں، اس لیے کہ ان دنوں بعض معاملات چل رہے ہیں۔ آخری بار تارا آفس میں گئے، معلوم ہوا کہ یہاں سے تار گیا ہے، لیکن دینے کون آیا تھا یہ یاد نہیں۔ بہت متفکر ہوئے، الہی کیا ماجرا ہے؟ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود کچھ نہ فرمایا، نہ کچھ کہنے کی جرأت ہوئی کہ دریافت کروں۔ تیسوے دن میرٹھ واپسی کا قصد کیا، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے، جب اجازت چاہی، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: مولانا! اس آیت کریمہ کو تو پڑھیے: لیس البران تو لو او جو حکم قبل المشرق والمغرب۔ مولانا فرماتے ہیں کہ مجھ سے رعب کی وجہ سے آیت نہ پڑھی گئی، میرے ساتھ مولوی محمد حسین صاحب پیرٹھی بھی تھے، انہوں نے آیت کریمہ پوری تلاوت کی۔ میرے دل میں معاً خیال گزرا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ نے اصلاح کی غرض سے بلایا تھا، اور صرف ایک آیت پاک تلاوت کر کے اصلاح فرمادی۔

☆ ان ہی کا بیان ہے کہ مولوی سید سردار احمد بن سید مصاحب جو اعلیٰ حضرت کے سلسلہ کے مرید ہیں اور اعلیٰ حضرت کے مزار شریف کے سامنے ان کا مکان ہے، انہوں نے کہا کہ ملازمت کے سلسلہ میں میں نینی تال پر تھا کہ خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے کپڑے جل رہے ہیں، اور آقائے نعمت اعلیٰ حضرت فرما رہے ہیں: سردار احمد! کپڑے بجھاؤ۔ فوراً آنکھ کھل گئی، دیکھا کہ واقعی لحاف میں آگ لگی ہوئی ہے، اور حضرت قریب ہی تشریف فرما ہیں، اور فرما رہے ہیں: سردار احمد! آگ بجھا۔ میں نے چاہا کہ پہلے اعلیٰ حضرت کے قدم لوں، پھر آگ بجھاؤں۔ جیسے ہی اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھا، حضرت نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں نے کپڑے بجھائے، چار انگل لحاف جل گیا تھا۔

☆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب ہی کا بیان ہے کہ میری بڑی بھانجی اعلیٰ حضرت کی پوتی علیل ہوئیں، تمام لوگ ناامید ہو گئے تھے، مرحومہ ریحانہ کی ولادت ہوئی تھی، اسی وجہ سے وہ علیل ہو گئی تھیں۔ والدہ محترمہ نے فرمایا کہ مزار شریف پر جا کر عرض کر۔ میں حاضر ہوا، اور بچی کو پانکتی میں ڈال دیا، تو مجھے محسوس ہوا کہ جیسے اعلیٰ حضرت فرماتے ہوں: جا اچھی ہو جائے گی۔ میں آیا والدہ صاحبہ سے عرض کیا۔ اسی وقت سے صحت شروع ہو گئی۔ ۲۲/۲۳ دن میں بالکل اچھی ہو گئیں، اور خدا کے فضل سے اب تک صحیح و سالم ہیں۔

☆ ان ہی کا بیان ہے کہ میرا چھوٹا بھائی حافظ مقدس علی خاں جو مجھے بہت زیادہ پیارا ہے، چچک میں مبتلا ہوا۔ ایک شب میں استاذی مولانا امجد علی صاحب کے مکان پر تھا اور مولوی عبدالمصطفیٰ صاحب سے لپٹ کر رو رہا تھا کہ دل میں خیال ہوا، حاضر دربار ہو کر عرض کروں۔ آستانہ پر حاضر ہوا، اور رو کر عرض کیا تو چند دنوں میں صحت ہو گئی۔

☆ ان ہی کا بیان ہے کہ ۸/صفر المظفر ۱۳۵۵ھ کو استاذی مولانا امجد علی صاحب دادوں جا رہے تھے، ان کو پہچاننے کا سنج گیا، وہاں سے مارہرہ شریف حاضر ہوا، ۹/صفر کو واپس ہوا، جب گھٹ پری اسٹیشن پر پہنچا، معلوم ہوا کہ والد صاحب قبلہ کسی وجہ سے ناراض ہو کر کہیں چلے گئے ہیں۔ بہت زیادہ پریشانی ہوئی، حاضر آستانہ ہوا اور پریشانی کو عرض کیا، تو ایسا لگا کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ جمعہ کو مل جائیں گے۔ یہ غالباً پیر کا دن تھا، ۱۰/صفر میں یہاں سے گاؤں گیا، اور پھر بدایوں بہت تلاش کیا، نہ

ملے۔ کوشش و جستجو برابر جاری رہی کہ عرس شریف کا رقعہ آ گیا۔ میں حاضر ہوا تو مولوی عبدالرحمن صاحب رضوی نے کچھ ایسے الفاظ کہے، جس سے معلوم ہوا کہ والد صاحب بے پور میں ہیں۔ پھر انہوں نے بتایا کہ ٹونک جانے والے ہیں۔ چچا نور الحسن صاحب کو ٹونک بھیجنے کی تجویز ہوئی، میں گاؤں چلا گیا۔ پھر تقریباً ۱۵/۲۰ دن بعد بریلی آیا، جب بریلی سے واپس ہو رہا تھا اسٹیشن مکرن پور پر اترا، باہر گیا اور سواری میں بیٹھ رہا تھا کہ والد صاحب کی آواز کان میں پڑی۔ فوراً گیا، اور والد صاحب مل گئے۔ میں نے گاؤں جانا مناسب سمجھا، اور خیال کیا کہ ابھی یہ کیا ہوا کہ آج منگل کو والد صاحب مل گئے، اعلیٰ حضرت نے توجہ کو فرمایا تھا۔ خیر گاؤں گیا تو سب کو اطلاع کر دی۔ جمعرات کو والد صاحب کا خط پہنچا کہ ہفتہ کو آ رہا ہوں مگر ایک دن پہلے جمعہ ہی کو والد صاحب آ گئے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ قصد ہفتہ ہی کا تھا مگر بریلی گیا جمعرات سے بارش شروع ہو گئی اور خیال ہوا کہ اب اسٹیشن کا راستہ بند ہو گیا ہوگا، سواری نہ آسکے گی، جب پیدل ہی چلنا ہے تو ہفتہ کے بدلے جمعہ ہی کو جائیں۔ یوں قول اعلیٰ حضرت صادق ہو گیا کہ جمعہ کو مل جائیں گے، اور کیوں نہ ہو۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

☆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب ہی کا بیان ہے کہ ۲۴ مئی ۱۹۳۵ء کو بدایوں اور گاؤں کے درمیان دس آدمیوں نے والد صاحب قبلہ پر حملہ کیا، اور بہت زیادہ چوٹیں آئیں۔ صبح ۵ مئی کو مظفر حسین نے کچھ ایسے الفاظ میں والد صاحب کی حالت بیان کی کہ نہ صرف میں بلکہ تمام لوگ گھبرا گئے۔ آستانہ پر حاضر ہوا، بدایوں جا کر دیکھا تو جیسی حالت بتائی تھی اس سے بہت کم تھی۔ ۲۲/۲۰ دنوں میں صحت ہو گئی، اگرچہ ضربات ۱۸، ۱۹ تھیں، مگر صدقے اس کریم کے کہ جس نے صحیح و سالم کر دیا۔

☆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب ہی کا بیان ہے کہ شعبان ۵۷ھ میں بڑے مولانا صاحب (حضرت حجۃ الاسلام) بیمار ہوئے۔ حافظ عبدالکریم صاحب خواب میں اعلیٰ حضرت کو دیکھا۔ فرماتے ہیں: یہ دعا کرو انشاء اللہ تعالیٰ اچھے ہو جائیں گے: اللھم سلم سلا ما عبدک حامد رضا سب قرابت والوں نے دعا کی، اور کثرت سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے صحت دی۔

☆ ان ہی کا بیان ہے کہ جب بڑے مولانا صاحب بیمار ہوئے اسی زمانہ میں والدہ صاحبہ نے اعلیٰ حضرت کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں: مجھے تو کہا ہوتا ادھر والدہ صاحبہ نے مجھے حاضری کے واسطے بھیجا۔ میں نے عرض کی۔ اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی۔

☆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب ہی کا بیان ہے کہ زمانہ مقدمہ بدایوں میں سب لوگ نومحلہ میں مقیم تھے، زنان خانہ میں والدہ صاحبہ بھی تھیں۔ ایک دن پانی بالکل ختم ہو گیا، اور متعدد آدمیوں نے دیکھا کہ پانی نہیں ہے۔ والدہ صاحبہ نے اعلیٰ حضرت سے عرض کیا، فرمایا: دیکھو پانی ہے۔ والدہ صاحبہ نے عرض کیا کہ حضور پانی نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: دیکھو پانی ہے۔ تیسری مرتبہ پھر والدہ صاحبہ نے کہا، حضور دیکھ لیا ہے پانی نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے تیسری مرتبہ پھر فرمایا: دیکھ جا کر پانی ہے۔ والدہ صاحبہ آئیں، اور دیکھا تو اس قدر پانی پایا کہ سب کی ضروریات وضو کو کافی ہوا، سب نے وضو کر کے نماز فجر ادا کی۔

☆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کا بیان ہے کہ میرے والد صاحب قبلہ کے ۱۹۲۰ء میں سینہ پر گلٹیاں نکلنا شروع ہوئیں، اور بہت زیادہ روپیہ علاج میں صرف ہوا۔ والدہ صاحبہ نے اعلیٰ حضرت کے قدموں پر گر کر عرض کیا، فرمایا: اب نہ نکلے گی۔ پھر کوئی گلٹ نہ نکلی، اور اب تک کہ تقریباً پچیس سال ہوئے بالکل صحیح و سالم ہیں۔

☆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب ہی کا بیان ہے کہ میری بڑی ہمشیرہ کے گلے میں گلٹ نکلی، سب اطباء اور ڈاکٹروں نے کہا کہ کٹھہ مالا ہے۔ والدہ صاحبہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور عرض کیا، فرمایا: جو خیال ہے وہ نہیں ہے، اور وہ واقعی نہ تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں سب گلٹ جاتی رہی، اور وہ بالکل ہی صحیح و تندرست ہو گئیں۔

☆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب ہی کا بیان ہے کہ ۳۰ھ میں والدین کریمین حج کے عازم ہوئے۔ والدہ صاحبہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اجازت چاہی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: آتے جاتے تمہارے ساتھ ہوں، پھر فرمایا: میں سچ کہتا ہوں، میں آتے جاتے تمہارے ساتھ ہوں۔ والدہ صاحبہ روانہ ہو گئیں، حطیم شریف میں ایک شب والدہ صاحبہ نفل پڑھ رہی تھیں کہ لوگوں کا ہجوم آ گیا، اور ساتھ والے سب جدا ہو گئے والدہ صاحبہ بہت گھبرائیں، اور خیال کیا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا کہ میں آتے جاتے تمہارے ساتھ ہوں، اب کون سا وقت آئے گا جس میں مدد فرمائیں گے؟ لوگوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ راستہ ملنا دشوار تھا کہ حضرت کو دیکھا۔ ارادہ کیا کہ قدم بوسی کریں کہ حضرت نے کچھ عربی میں فرمایا، جس کا مطلب معلوم نہ ہو سکا لیکن اس قدر ہجوم کے باوجود راستہ ایسا مل گیا کہ والدہ صاحبہ آسانی وہاں سے چلی آئیں، اور دوسرے دروازہ سے جب حرم شریف کے باہر آئیں تو والد صاحب مل گئے، اور حضرت غائب ہو گئے۔ بریلی آ کر عرض کیا تو اعلیٰ حضرت نے سکوت فرمایا۔

☆ مولوی اعجاز خاں صاحب کا بیان ہے کہ مولوی وقار الدین صاحب کہتے تھے مجھ سے مولوی سردار احمد صاحب نے کہا کہ حیدر فٹن والے کا بیان ہے کہ قریب عصر حضرت نے یاد فرمایا۔ میرے گھوڑے بالکل تھک گئے تھے مگر حضرت کے یاد فرمانے کے بعد مجھے کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی، حاضر ہوا۔ فرمایا: چلو۔ غرض نئی تال روڈ پر گاڑی روانہ ہوئی، جب گاڑی لاری اسٹینڈ پر پہنچی، فرمایا: پہلی بھیت والی سڑک پر چلنا ہے۔ غرض ادھر گاڑی روانہ ہوئی، قریب ایک میل کی مسافت طے کی گئی کہ پہلی بھیت کی عمارتیں نظر آنے لگیں۔ آستانہ حضرت حاجی محمد بشیر صاحب پر تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: کیوں یاد کیا؟ فرمایا: ابھی ابھی خیال ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی زبان سے نعت شریف سننا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان فرمائے، اس کے بعد حضرت بریلی واپس تشریف لائے۔

سبحان اللہ و بجمہ! اولیا اللہ کی بھی کیا شان ہوتی ہے!! ادھر حاجی محمد بشیر صاحب کے دل میں خیال گزرا کہ مولانا سے نعت سننا چاہیے، ادھر اعلیٰ حضرت کو خبر ہو گئی کہ جناب حاجی صاحب یاد فرماتے ہیں۔ تشریف لے گئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان فرمائے اور واپس تشریف لائے، اور ابھی مغرب کا وقت نہیں ہوا تھا آ کر نماز عصر ادا فرمائی۔

☆ جناب مولوی عرفان علی صاحب پسرپوری پہلی بھتیجی تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۹۱۲ھ میں احقر درد قونج میں مبتلا ہوا۔ تین روز تڑپتے گزرے، کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ اس زمانہ میں احقر ہائی اسکول بریلی میں پڑھتا تھا اور بورڈنگ ہاؤس میں مقیم تھا۔ تیسرے روز اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قدم میمنت لزوم سے میرے کمرہ کو شرف بخشا، اور درد کے مقام پر اپنا دست مبارک رکھ کر کچھ پڑھ کر دم کیا، اور اپنے دست اقدس کی انگلی سے انگوٹھی نکال کر میری انگلی میں پہنادی، دو تین منٹ کے بعد درد کا فور ہو گیا۔

☆ مولوی عرفان علی ہی کا بیان ہے کہ حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پسرپور تشریف لائے، پہلی مرتبہ ساڑھے دس بجے دن کے بذریعہ ریل رونق افروز ہوئے، اور شام کو واپسی کا ارادہ مصمم کیا، گویا صرف چند گھنٹے کا قیام تھا۔ پسرپور کے مسلمانوں کو حضور کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہونے کا بہت کم موقع تھا، مگر حضور نے سب کے دامن مراد کو بھرا، بعض حضرات کے مکان پر تشریف لے گئے، واپسی میں یہ جانتے ہوئے بھی کہ گاڑی کا وقت گزر گیا ہے، اسٹیشن ایک گھنٹہ دیر سے پہنچے۔ مولیٰ تباک و تعالیٰ کا کرم اس وقت تک اسٹیشن پر نہ آئی تھی، گاڑی حضور پر نور کے سامنے آئی۔ اطمینان سے اعلیٰ حضرت گاڑی میں رونق افروز ہوئے، جب گاڑی چلنے لگی، لوگوں نے بطور اظہار عقیدت کہا کہ یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت تھی کہ گاڑی پورے ایک گھنٹہ لیٹ آئی۔

☆ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائتہ حاضرہ قدس سرہ العزیز نے الفیوضات المملکیہ میں فرمایا ہے کہ فقیر حقیر غفر لہ المولیٰ القدیور کہتا ہے کہ بعض فقراء حضرت قادریہ کے لیے دو مرتبہ ایسا ہوا کہ فجر کی نماز کے لیے آخر وقت میں آنکھ کھلی تو نہانے کی ضرورت تھی، تو نجاست کو پاک کیا، استنجا کیا، دانتوں میں خلال کیا، غسل خانہ میں پانی رکھوایا، کپڑا اتارنے کا ارادہ کیا، توجیب سے گھڑی نکالی، تو طلوع میں فقط دس منٹ باقی تھے، کیوں کہ ان کو علم توحیت میں پوری واقفیت اور مہارت تھی۔ گھڑی کو زمین پر رکھا اور غسل خانہ میں گئے، اور تمام کپڑوں کو اتارا، اس لیے کہ زمانہ جاڑے کا تھا اور بہت کپڑے پہنے ہوئے تھے، اس وقت ان کو ایسا خیال ہوا کہ وقت بہت وسیع ہے تو اطمینان کے ساتھ غسل کرنے لگے، تین مرتبہ ہر عضو کو دھویا، وضو غسل کے فرائض و سنن سب کو پورے طور پر اطمینان سے ادا کیا، پھر سر سے پانی خشک کرنے میں بہت مبالغہ کیا کہ مبادا کہ کوئی بیماری لاحق ہو جائے، پھر سب کپڑے پہنے، اور باہر نکلے اور گھڑی اٹھائی تو بعینہ وہی وقت تھا، ایک سیکنڈ بھی زیادہ نہیں ہوا تھا۔ تو ان کو وہم ہوا کہ گھڑی جب زمین پر رکھی تو بند ہو گئی، پھر جس وقت اٹھائی تو چلنے لگی۔ اور خیال ہوا کہ وقت ختم ہو گیا، اس لیے کہ اس اطمینان سے نہانے میں یقیناً دس منٹ سے زیادہ وقت صرف ہوا، پھر افق کی طرف دیکھا تو اس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ابھی وقت باقی ہے، اور فرض نماز کے علاوہ سنت فجر کی بھی ادا کرنے کی گنجائش ہے، تو سنت ادا کر کے جماعت سے فرض فجر پڑھی۔ جب زمانہ مکان میں گئے تو گھڑی کو بڑی گھڑی کلاک سے جو بہت اعلیٰ درجہ کی اور صحیح وقت دینے والی صحیح چال کی تھی، ملا کر دیکھا تو بالکل ٹھیک تھی۔ تو اگر یہ جیسی گھڑی بند ہو جاتی، تو دونوں میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی حمد

بجلائے اور جانا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سیکنڈ زمانہ کو اتنا وسیع کر دیا کہ اس میں نہایت اطمینان کے ساتھ اتنے کام انجام پائے، جو کسی طرح دس منٹ سے کم میں نہیں انجام پاسکتے۔ اور اس قسم کا واقعہ دو مرتبہ واقع ہوا۔

☆ فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے اعلیٰ حضرت نے اگرچہ اس کو پردہ خفا میں رکھا اور بعض فقرہ حضرت قادریہ کے ساتھ ذکر فرمایا، لیکن اس سے مراد خود حضور کی ذات گرامی صفات ہے، اسی لیے واقعہ کو تحریر فرمانے کے بعد فرماتے ہیں: ومثل هذا يسمى في عرف العلماء معونة یعنی ایسے واقعہ کو علما کے عرف میں معونت کہتے ہیں۔ یہ محض انکسار ہے اس لیے کہ معونت اس کا نام ہے جو عوام مسلمانوں سے خرق عادت ظاہر ہو، اور یہ بلاشبہ کرامت ہے، اس لیے اس کا ظہور ایک ولی سے ہوا۔

☆ مولوی عرفان علی کا بیان ہے کہ حج سے واپسی کے بعد کراچی میں خرچ نہ رہا، سامان بہت زیادہ تھا، پلیٹ فارم پر اتارا گیا، ریلوے افسر نے آ کر دیکھا کہ سامان زیادہ معلوم ہوتا ہے، اس پر چارج ہوگا، مگر اس نے ٹکٹوں کا حساب لگایا تو محصول ادا کردہ سے زیادہ سامان نہ نکلا، اس نے تین مرتبہ آ کر سامان دیکھا، مگر جب حساب لگایا تو چارج کے قابل نہ پایا۔ درحقیقت سامان بہت زیادہ اور قابل چارج تھا، مگر یا قابض کی تجلی اس کو زیادہ معلوم کرنے سے روک دیتی۔ (۱)

☆ مولوی عرفان علی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ خاکسار نہایت شدید مرض میں مبتلا ہوا، حضور پر نور سے میرے احباب نے ذکر کیا۔ حضور نے دعا فرمائی۔ جس وقت حضور نے دعا فرمائی، اسی وقت مجھے یہاں شفا ہوئی، مرض سے نجات ملی۔ گویا ہاتھ اٹھانے کی دیر تھی۔ اعلیٰ حضرت کا یہ شعر بالکل حسب حال ثابت ہوا

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

میں نے عرض کیا۔ جواب میں گرامی نامہ صادر ہوا، جس میں تحریر فرمایا تھا: الحمد للہ الحمد للہ الحمد للہ آج فقیر

بھی غم سے آزاد ہوا۔

☆ مولوی عرفان علی ہی کا بیان ہے کہ پسرپور کو پہلی بار تشریف لے جاتے وقت اہل لہم یا نے اسٹیشن پونٹا پر حاضر ہو کر التجا کی کہ حضور پر نور واپسی میں لہم یا تشریف لے چلیں۔ حضور نے فرمایا: اس دفعہ تو نہیں البتہ اگر دوسری دفعہ پسرپور جانا ہوگا تو انشاء اللہ تعالیٰ واپسی میں لہم یا بھی آؤں گا۔ دوسری مرتبہ تشریف لاتے وقت اہل لہم یا اسٹیشن پر حاضر ہوئے، اور واپسی میں لہم یا میں قیام فرمانے کے واسطے عرض کیا اور یہ کہا کہ ہم لوگ واپسی میں حضور کے لینے کے لیے اسٹیشن لہم یا پر حاضر ہوں گے۔ پسرپور سے واپسی کے وقت وہ علمائے کرام و خادمان جو ہمراہ رکاب تھے، آپس میں مختلف ہوئے، بعضوں کی رائے تھی کہ اہل لہم یا کی آرزو پوری کرنی چاہیے۔ جب حضور واپسی میں پسرپور اسٹیشن پہنچے تو شیخ عبداللطیف صاحب مرحوم نے عرض کی کہ حضور پہلی بھیت ہی تشریف لے چلیں لہم یا میں قیام نہ فرمائیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں گاڑی چلنے پر ایک

وظیفہ پڑھتا ہوں، اگر وہ وظیفہ پوٹا اسٹیشن آنے سے پہلے ختم ہو گیا تو ان شاء اللہ تعالیٰ اہل کھمر یا مجھے کھمر یا لے جانے کے لیے اسٹیشن پر موجود نہیں ملیں گے، اور میں پہلی بھیت چلا چلوں گا۔ اور اگر ختم نہ ہو تو کھمر یا قیام کروں گا۔ وظیفہ اسٹیشن پوٹا آنے سے پہلے ختم ہو گیا، اسٹیشن پر اہل کھمر یا سے کوئی شخص نہ ملا اور حضور پر نور پہلی بھیت تشریف لے گئے۔

☆ مولوی عرفان علی ہی کا بیان ہے کہ وصال شریف کے بعد فاتحہ سوم میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ حضور نے وصیت فرمائی کہ میری قبر پر تین دن تک شبانہ روز ہر وقت قرآن عظیم پڑھا جائے۔ میں ظہر کے وقت مزار شریف پر حاضر ہوا، ایک سید صاحب قرآن شریف پڑھنے کی نعمت ملتی۔ اس خیال کا آنا تھا کہ سید صاحب نے فرمایا: آپ قرآن شریف پڑھیں، میں جا رہا ہوں۔ میں نے تلاوت شروع کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ظہر کی اذان ہوئی، میں نے ظہر اس وقت تک نہیں پڑھی تھی، صلاۃ ہونے پر مجھے گھبراہٹ ہوئی کیوں کہ سوا میرے کوئی بھی مزار شریف کے قریب نہ تھا۔ یہ خیال گزر رہا تھا کہ اگر نماز پڑھنے جاتا ہوں تو قرآن شریف کی تلاوت ترک ہوتی ہے، اور حضور پر نور کی وصیت کے خلاف ہوتا ہے کہ ارشاد فرمایا ہے کہ تین دن تک شبانہ روز ہر وقت قرآن شریف کی تلاوت ہوتی رہے، اور اگر بیٹھا قرآن شریف پڑھتا رہتا ہوں تو تارک جماعت ٹھہرتا ہوں، اور گنہگار ہوتا ہوں۔ میں اسی پریشانی میں تھا کہ جناب حکیم سلامت اللہ صاحب رضوی شاہ جہاں پوری تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: آپ ظہر پڑھنے جائیں، میں ظہر پڑھ کر آیا ہوں، اور اب میں یہاں قرآن شریف تلاوت کروں گا۔ یہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت بعد وصال ظہور میں آئی کہ میں نے جماعت سے نماز پڑھی، اور مزار شریف پر قرآن شریف کی تلاوت بھی برابر جاری رہی، ایسے شخص کو بھیجا جو ظہر پڑھ چکا تھا۔

☆ جناب ذکاء اللہ خاں صاحب رضوی کا بیان ہے: ایک دن پھاٹک میں بہت سے مہمان آئے ہوئے تھے گرمی کا موسم تھا دوپہر کے کھانے میں مولانا ہدایت الرسول صاحب نے فرمایا: کیا اچھا ہوتا اگر اس وقت برف کا پانی ہوتا۔ یہ جملہ ختم ہی کیا تھا کہ زنانہ مکان کے کوڑا کھلنے کی آواز آئی، دیکھا کہ اعلیٰ حضرت خود بنفس نفیس جگ میں برف کا پانی لیے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا: ذکاء اللہ خاں یہ برف کا پانی لے جائیے۔ مولانا ہدایت الرسول صاحب نے فرمایا: کھلی کرامت اس کو کہتے ہیں۔

☆ جناب ذکاء اللہ خاں صاحب رضوی ہی کا بیان ہے کہ مولوی اصغر علی خاں صاحب وکیل رئیس شہر کہنہ کے ایک عزیز قریب، قتل کے مقدمہ میں گرفتار ہو گئے۔ مقدمہ چلا بریلی سے پھانسی کا حکم ہو گیا، الہ آباد میں اپیل کیا۔ ان کے رشتہ دار بہت پریشان تھے ایک جمعہ کو ان کے خاص عزیز حاضر خدمت اقدس ہوئے، سارا واقعہ بیان کیا۔ اعلیٰ حضرت سن کر خاموش ہو گئے۔ عصر کی نماز کا وقت آ گیا، سب لوگ مسجد گئے۔ اعلیٰ حضرت نے عصر کے بعد صحن میں کھڑے ہو کر سب لوگوں سے فرمایا: پھانسی نہیں ہوگی، یہ حکم منسوخ ہو جائے گا۔ چنانچہ بعد کو خبر آئی کہ واقعی پھانسی کا حکم منسوخ ہو گیا۔

☆ جناب ذکاء اللہ خاں صاحب رضوی ہی کا بیان ہے کہ مولوی اصغر علی خاں صاحب وکیل کی لڑکی بہت سخت بیمار ہوئی۔ اعلیٰ حضرت کو لینے کے لیے وہاں سے لوگ آئے، اعلیٰ حضرت گاڑی سے اتر رہے ہیں۔ فوراً حاضر خدمت ہوئے،

اور دست بوسی کر کے کہا کہ حضرت نے جس وقت میرے مکان پر تشریف لانے کا قصد فرمایا: بحمد اللہ تعالیٰ مریضہ کو اسی وقت سے شفا و صحت شروع ہو گئی۔ حضرت اندر مکان کے تشریف لے گئے، اور مریضہ پر پڑھ کر دم کیا، اللہ تعالیٰ نے مریضہ کو بالکل صحت بخشی۔

☆ جناب ذکاء اللہ خاں صاحب رضوی ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت بہت کم شہر سے باہر تشریف لے جایا کرتے تھے، برابر افتاء و تصنیف ذکر و مشغل، طاعت و عبادت میں مشغول رہتے۔ لیکن مخلصین کے اصرار اور دینی ضرورت دیکھ کر کبھی کبھی باہر بھی تشریف لے جاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ تیر پور ضلع پبلی بھیت میں منگل خاں بالا خاں صاحب جو وہاں کے بہت بڑے رئیس تھے، اور اعلیٰ حضرت کے بڑے معتقد، وہاں ان کے رشتہ داروں میں کوئی عورت بیمار ہوئیں۔ شیر پور سے کچھ لوگ اعلیٰ حضرت کو لینے کے لیے حاضر ہوئے اور بہت طرح سے ضرورت ظاہر کی، تو اعلیٰ حضرت کے بھانجے جناب علی احمد خاں صاحب مرحوم حضرت کے ہمراہ تھے۔ پورن پورا سٹیشن پر بہت سے حضرات استقبال کے لیے موجود تھے، حضرت کو بڑے آرام و عافیت کے ساتھ شیر پور لے گئے۔ جیسے ہی اعلیٰ حضرت وہاں پہنچے منگل خاں صاحب یا بالا خاں صاحب، خادم کو یاد نہیں کہ کون تھے؟ غرض دونوں بھائیوں میں سے ایک تشریف لائے، اور عرض کیا کہ حضور شاید ریل پر سوار ہو رہے ہوں کہ مریضہ کو بعنہ تعالیٰ شفا ہونی شروع ہو گئی۔ اب حضور کے قدم مبارک آگئے ہیں بالکل صحت ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اعلیٰ حضرت نے دو یوم قیام فرمایا مریضہ بفضلہ تعالیٰ اچھی ہو گئیں۔

☆ جناب محمد علی محمد خاں صاحب اعلیٰ حضرت کے بھانجے کا بیان ہے کہ میری عمر اس وقت ستر یا اکتھتر سال کی ہے۔ طفلی کے زمانہ میں تقریباً بارہ برس تک بریلی میں رہنا ہوا، بعد میں اتنا زمانہ قریب قریب پردیس میں گزرا، کبھی کبھی بریلی آتا ورنہ برابر پردیس ہی میں رہتا۔ ایک دفعہ میں بریلی آیا ہوا تھا تو مولانا حامد رضا خاں صاحب اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے نے جو میرے ماموں زاد اور ہم جولی ہیں، مجھ سے بیان کیا کہ اعلیٰ حضرت نے مجھے تلاش کیا آدمی تمام محلہ میں دیکھ کر واپس آ گیا، اور عرض کیا کہ وہ مجھے نہیں ملے، وہ محلہ میں نہیں ہیں۔ فرمایا: جاؤ فلاں مکان میں ہیں۔ (وہ مکان میری خالہ صاحبہ کا تھا، وہ لوگ جب گاؤں چلے جاتے تھے تو خالی رہتا تھا) وہ آدمی آیا، اور مکان بند پایا تو اس نے آوازیں دینی شروع کیں۔ میں آیا، اور اس سے دریافت کیا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں؟ اس نے کہا: پہلے میں تمام محلہ میں تلاش کیا اور جا کر عرض کیا کہ میں نے ہر جگہ تلاش کیا وہ نہیں ملے۔ حضرت نے فرمایا کہ فلاں مکان میں ہیں۔

☆ محمد علی خان صاحب کا بیان ہے کہ جب بدایوں والوں نے مسئلہ اذان جمعہ کے متعلق مقدمہ فوجداری میں دائر کیا، اور انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح اعلیٰ حضرت تھوڑی دیر کے لیے کچھری میں آجائیں اعلیٰ حضرت نے فرمادیا تھا کہ میری جوتی بھی کچھری نہ جائے گی حدیہ کہ لوگوں نے وارنٹ نکلوادیا وہ بھی خارج ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت کا فرمانا بالکل ٹھیک ہوا، حضرت کچھری نہیں تشریف لے گئے اور مقدمہ خارج ہو گیا، اور جن جن لوگوں کو مدعا علیہ بنایا تھا سب اعلیٰ حضرت کی برکت سے بے داغ بری

ہو گئے۔

☆ حاجی کفایت اللہ صاحب اعلیٰ حضرت کے خادم خاص کا بیان ہے کہ جناب نیاز احمد خان باغ احمد علی خان بیان کرتے تھے کہ جس دن ان کے والد کا انتقال ہوا، اس سے ایک دن قبل اپنی لڑکی سے یہ کہا: اے بیٹی! دیکھو بڑے مولانا صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کو بیٹھاتی نہیں ہو، لڑکی نے کہا کہ کہاں ہیں؟ دیکھو یہ ہیں، تم دیکھتی نہیں ہو۔

☆ حاجی کفایت اللہ صاحب ہی کا بیان ہے کہ سید رضا علی باغ احمد علی خان میں رہتے تھے۔ ان کو پیر کی تلاش تھی اور کہتے تھے کہ کوئی پیر ملے تو مرید ہو جاؤں۔ نیاز احمد خان نے کہا: آپ اعلیٰ حضرت سے مرید ہو جائیں۔ انہوں نے کہا کہ میں جب تک کچھ دیکھ نہ لوں، بیعت نہیں ہو سکتا۔ ایک مدت اسی میں گذر گئی۔ ایک روز خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک میدان ہے جس میں میں ہوں اور اعلیٰ حضرت تشریف فرما ہیں۔ میں گر رہا ہوں تو اعلیٰ حضرت نے مجھے سنبھالا دیا۔ صبح کو یہ خواب نیاز احمد خان سے ذکر کیا، انہوں نے کہا: اب آپ بیعت ہو جائیے، وہ گرتوں کو سنبھال لیتے ہیں۔ چنانچہ وہ بطیب خاطر اعلیٰ حضرت کے مرید ہو گئے۔

☆ حاجی کفایت اللہ صاحب ہی کا بیان ہے کہ جناب حاجی خدا بخش صاحب فرماتے تھے کہ جمادی الاخرہ کے مہینہ میں، میں نے ارادہ کیا کہ حج بیت اللہ کو جاؤں، مگر فکر یہ ہوئی کہ ابھی چلا جاتا ہوں، بمبئی میں پڑا رہوں گا کہ جہاز شعبان کے مہینہ سے چھوٹنا شروع ہوتا ہے۔ اور اب سے نہیں جاتا ہوں تو خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز کے عرس کی شرکت نہیں ہو سکتی ہے۔ میں یہی تردد میں تھا کہ ایک روز خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اٹھا کر بیٹھایا، اور فرمایا: پڑھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اب چل۔ صبح کو جمعہ کا دن تھا میں نے خیال کیا کہ آج جمعہ کی نماز اعلیٰ حضرت کے پیچھے چل کر پڑھوں۔ چنانچہ میں حاضر ہوا، اور جمعہ کی نماز حضرت کے پیچھے پڑھی۔ نماز پڑھ کر میں اہلی کے درخت کے نزدیک کنواں کی طرف منہ کر کے اپنی پشت درخت سے لگا کر آڑ سے کھڑا ہو گیا، اور دل میں خیال کر رہا تھا کہ اعلیٰ حضرت سے کچھ باتیں تنہائی میں کرتا۔ لیکن اعلیٰ حضرت ابھی نماز پڑھ رہے ہیں، پھر درود شریف کا حلقہ ہوگا، اس کے بعد اور لوگ بھی اعلیٰ حضرت کے ساتھ ہوں گے، تنہائی کس طرح ممکن ہے؟ اتنا خیال کرنا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگ نماز پڑھ کر فصیل مسجد پر بیٹھے ہوئے تھے، کھڑے ہو گئے۔ میں نے خیال کیا کہ اعلیٰ حضرت کھڑے ہوئے ہیں، جب ہی یہ لوگ کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی میں نے جھانک کر دیکھا تو اعلیٰ حضرت کھڑے ہو کر میری طرف تشریف لا رہے ہیں۔ کچھ لوگ ساتھ ہونے لگے، اعلیٰ نے ان کو منع فرمایا، اور ہاتھ سے روک دیا، اور تنہا حضرت اہلی کی طرف تشریف لے آئے، اور میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر فرمایا: کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے بڑے سرکار میں حاضری کا، اور میرے پاس راہ خرچ تھوڑا ہے، دعا کر دیجیے کہ خرچ مجھے کافی ہو جائے۔ میں اپنی منزل مقصود کو پہنچ جاؤں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: خرچ سے مت گھبراؤ، خرچ تمہارے پاس بہت ہے۔ تین مرتبہ حضرت نے بھی فرمایا، اور فرمایا کہ تم منزل مقصود کو پہنچ جاؤ

گے۔ اور میرے سر اور پشت پر ہاتھ پھیرا۔ اور میرے پاس صرف پونے دو سو روپے تھے۔ پھر میں وہاں سے رخصت ہو کر مکان آیا، اور شام کی گاڑی سے روانہ ہو کر پرانی دہلی جا کر حضرت مولانا فخر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس میں شریک ہوا، اور وہاں سے گڑگاؤں، گڑگاؤں سے اجمیر شریف حاضر ہوا۔ خواجہ غریب نواز کا عرس یکم رجب سے شروع ہو جاتا ہے، اس میں شریک ہوا۔ نو دن تک وہاں رہا۔ نو دن کے بعد بمبئی چلا، وہاں پہنچ کر راحت یار خان صاحب بریلی والے جو پولیس میں ملازم تھے، ان کے یہاں ٹھہرا۔ ان کو مبلغ بیس روپے دیئے کہ جب جہاز کا ٹکٹ بیس روپے میں ہو مجھے لا دینا۔ وہ کہنے لگے، بھائی! ٹکٹ تو آج کل ترپن روپے میں ملتا ہے۔ قیمت اگر چہ گھٹتی بڑھتی رہتی ہے لیکن اس قدر کم ہونے کی امید بالکل نہیں کہ ترپن کی جگہ بیس روپے ہو جائیں۔ میں نے کہا: آپ رکھ تو لیجیے، کوئی روز اللہ تعالیٰ ایسا بھی کرے گا کہ ٹکٹ بیس روپے کا ہو جائے گا، اس دن آپ لا دیں گے۔ انہوں نے ہنس کر میرے روپے رکھ لیے۔ ایک روز میں بھنڈی بازار چونا بھٹی گلی میں ایک پنجابی کی دکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی گھنٹی بجاتا آ رہا ہے کہ آج ٹکٹ بیس روپے کا ہے۔ میں نے فوراً جا کر راحت یار خان صاحب سے کہا کہ میری مراد پوری ہو گئی، آج ٹکٹ بیس روپے کا ہو گیا، اب جا کر لا دیجیے۔ یہ وہی جہاز تھا جس کا ٹکٹ ترپن روپے کو فروخت حج و زیارت روانہ ہو گیا۔ جدہ جا کر اترا۔ وہاں سے پہلے ایک قافلہ روانہ ہوا تھا، اور لٹ چکا تھا اس میں سے آدمی کچھ اس طرف بھاگ آئے تھے، ان سے قافلہ کے حالات معلوم ہوئے، اس لیے اب قافلہ نہیں جانے دیتے تھے۔ میں سولہ روز جدہ میں رہا۔ سترہویں رات خواب میں دیکھا کہ ایک مکان بڑا عالیشان ہے، اس میں ایک کھڑکی ہے، اس میں سے میں نے دیکھا تو اس مکان میں بہت ہی پر تکلف فرش بچھا ہوا ہے، اور بالکل آراستہ ہے۔ اس میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کو دیکھا کہ بایاں ہاتھ ٹیکے ہوئے ہیں، اور آپ کے آگے دو صفیں کھڑکی سے باہر منہ نکالا تو دیکھا کہ حاجی علیم اللہ صاحب رضوی کھڑے ہیں، اور مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تم نے اس مکان میں کیا دیکھا؟ میں نے کہا: اس میں اعلیٰ حضرت بیٹھے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ واقعی وہ بیٹھے ہیں، ان سے تم نے کوئی بات کی؟ پھر کھڑکی میں، میں نے اپنا سینہ تک جسم اندر کر کے کہا، مولانا! السلام علیکم۔ حضرت الٹا ہاتھ ٹیکے ہوئے تھے، سیدھا ہاتھ میری طرف اٹھا، اور فرمایا: وعلیکم السلام۔ جواب سلام دے کر آپ کے آگے جو دو صفیں قائم تھیں، ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: ان کو جانے دیجیے۔ اتنے میں فجر کی اذان ہوئی، میں بیدار ہوا اور نماز کو چلا گیا۔ جب مسجد سے نماز پڑھ کر واپس آیا، کیا دیکھتا ہوں اونٹ والے آرہے ہیں، بگل پھونکا گیا کہ جدہ قافلہ لے جاؤ۔ وہاں سے روانہ ہو کر مکہ معظمہ اخیر رمضان شریف میں پہنچا۔ صبح کی عید کی نماز مکہ معظمہ میں پڑھی۔ میرے آنے کے چھٹے دن پھر ایک قافلہ روانہ ہوا، اس پر گولی چلی اور قافلہ لٹا۔ مکہ معظمہ میں ایک بزرگ سے ملا جن کا نام محمد جان تھا، انہوں نے ۲۵ حج کئے تھے اور ۱۱ مرتبہ مدینہ پاک کی حاضری نصیب ہوئی تھی، بہت ہی خوبیوں کے آدمی، اور بہت ہی ملنسار تھے، اکثر غار حرا میں جا کر شب بیداری کرتے تھے، اعلیٰ حضرت کے بڑے مداح اور بہت ہی معتقد تھے۔ ۱۳۲۳ھ میں جب اعلیٰ حضرت دوبارہ حج و زیارت کے لیے حاضر ہوئے تھے اور وہاں بیوں کے رد میں ”الدولۃ المکیہ، وحسام الحرمین“ تحریر فرمائی تھی، اس واقع کو بہت

تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے۔ پھر میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوا اور وہاں سے جدہ واپس ہوا۔ جدہ میں رہتے پھر مجھے سولہ دن ہو گئے۔ میرے ساتھ اور کئی آدمی تھے۔ سترہویں دن خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے پیر و مرشد حاجی محمد بشیر میاں صاحب نے میرا ہاتھ پکڑا، اور فرمایا کہ گھر چلے ہیں؟ مجھے خبر نہیں تھی کہ ٹکٹ کتنے کا بکتا ہے؟ دھام پورنگینہ کے ایک پیر بھائی تھے، جہاں پر ٹکٹ بکتا تھا اس جگہ وہ کھڑے ہوئے تھے کہ ٹکٹ والے نے آواز دی: ٹکٹ اربع گنی۔ وہ کہنے لگے کہ اربع گنی میرے پاس ہیں، میں دیتا ہوں، لیکن اربع گنی کے تین ٹکٹ دو۔ انہوں نے چار اشرفی اس کے آگے رکھ دی۔ اس نے تین ٹکٹ ان کو دے دیئے، وہ خوش ہوتے ہوئے آئے اور مجھ سے کہنے لگے چل بھائی میں تیرا ٹکٹ لے آیا ہوں، اور تین ٹکٹ لایا ہوں، ایک اپنا، ایک اپنے بھائی کا اور، ایک تمہارا۔ میں نے کہا: کتنے میں لائے ہو؟ انہوں نے کہا: بیس روپے۔ میں نے بیس روپے ان کو دے دیئے، اور ٹکٹ لے لیا، اور جہاز پر سوار ہو کر بمبئی پہنچا۔ وہاں سے ریل پر سوار ہو کر گھر آیا۔ جاتے وقت میں نے کان پوری گاڑھے کی ایک ہمیانی بنوائی تھی۔ میرے پاس کل پونے دو سو روپے تھے، اس کی میں نے کچھ گنی کچھ روپے کچھ نامہ بھنا کر رکھ لیا تھا۔ اور جب حج سے واپس آیا تو اس ہمیانی کو کھول کر دیکھا تو اس میں ۷ اشرفی اور کئی روپے کا نامہ نکلا۔ اس سفر میں پورے نو مہینے صرف ہوئے، اور تمام خرچ کر کے اس قدر روپے واپس لایا۔ اعلیٰ حضرت نے جو فرمایا تھا کہ خرچ سے مت گھبراؤ، خرچ بہت ہے لفظ بلفظ پورا ہوا۔ یہ واقعہ بالکل سچا ہے، ایک بات غلط نہیں، جھوٹے پر خدا کی لعنت ہے۔ میں حضرت حاجی محمد بشیر صاحب پبلی بھیتی کا مرید ہوں۔

☆ حاجی کفایت اللہ صاحب کا بیان ہے کہ حاجی خدا بخش صاحب فرماتے تھے: میرا ایک لڑکا تھا جس کا نام مقبول احمد تھا، ۱۹ سال اس کی عمر تھی۔ اس کو بخار آیا۔ تیسرے روز اس کی حالت بہت غیر ہوئی یہاں تک کہ انتقال ہو گیا۔ گھر کی عورتیں رونے لگیں۔ یکا یک ان کا خیال ہوا کہ ایک کپڑا پھاڑ کر اس کے پاؤں کے دونوں انگوٹھے باندھ دیں۔ جب وہ باندھنے لگیں تو اس نے اپنا پاؤں کھینچ لیا، اور اس میں جان آگئی اور باتیں کرنے لگا اور اپنے بڑے بھائی سے کہا کہ بھائی! بڑے مولانا کئے جا۔ ہم لوگوں نے اس کا کچھ خیال نہ کیا، اور پھر اس کی وہی حالت ہو گئی اور اس کا دم نکل گیا۔ عورتیں پھر رونے لگیں، اس کے بعد ان کو پھر خیال آیا تب انگوٹھے باندھنے لگیں۔ اس نے پھر پاؤں کھینچ لیا اور آنکھیں کھول دیں اور کہا: بھیا! بڑے مولانا کئے (پاس) جا۔ پھر نہیں خیال کیا۔ تیسری مرتبہ پھر وہی واقعہ ہوا۔ غرض صبح سے تیسرے پہر تک یہی حالت رہی۔ جب تین مرتبہ یہ حالت گزری تو میں نے اپنے بڑے لڑکے سے کہا کہ تو جا، اور حاجی طالب صاحب سے پرچہ لکھا کر اعلیٰ حضرت کے پاس جا۔ وہ گیا، اور حاجی صاحب موصوف سے پرچہ کیفیت کا لکھوا کر لے گیا۔ اعلیٰ حضرت پھاٹک ہی میں تشریف رکھتے تھے، اس نے وہ پرچہ دے دیا۔ حضرت نے وہ پرچہ پڑھا اور فرمایا: میں ابھی چلا چلوں گا۔ حاجی علیم اللہ صاحب بیٹھے ہوئے تھے، کہا حضرت یہ گاڑی لے آئیں گے۔ لڑکا پھوٹے دروازہ جا کر گاڑی لے آیا، اور حضرت میرے یہاں تشریف لے آئے۔ حضرت کے ہمراہ اور کئی صاحب آئے تھے۔ حضرت نے تشریف لا کر اس کو بٹھا دیا، اور دم کر کے اپنے ہاتھ سے پانی پلایا۔ پھر حضرت

نے لٹا دیا۔ مغرب کا وقت قریب تھا، اعلیٰ حضرت تشریف لے آئے۔ لال مسجد میں نماز پڑھی۔ نماز کے بعد حضرت مکان تشریف لے آئے اور مجھ سے فرمایا کہ اب میں اسے تعویذ لکھ دوں گا۔ جس وقت حضرت مکان سے چلے، اس لڑے نے اپنی گردن گھوما کر اعلیٰ حضرت کو دیکھا، اور جب تک حضرت دروازہ تک پہنچے اس وقت تک دیکھتا ہی رہا۔ اتفاق وقت دیکھنے کہ میں حضرت کے یہاں تعویذ لانے کے لیے جانا بھول گیا۔ شب میں اس کا انتقال ہو گیا، پھر زندہ نہ ہوا۔ وہ اعلیٰ حضرت کا بہت معتقد تھا، اس کی روح اعلیٰ حضرت کو دیکھنے کو بے چین تھی۔ حضرت کو دیکھ کر سکون و اطمینان ہو گیا۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد صاحب اپنے والد ماجد مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس سراپا قدس میں ضرور اعلیٰ حضرت کو دعوت شرکت دیتے، اور حضور والا بھی التزاماً شرکت فرماتے۔ حسب معمول ایک سال بجائے مولانا مدوح کے، حضرت ننھے میاں قبلہ سجادہ نشین حضرت حاجی محمد شریف صاحب موٹر میں صبح ۱۰ بجے پہلی بھیت سے اعلیٰ حضرت قبلہ کو ہمراہ لے جانے کے لیے تشریف لائے۔ حضور کی طبیعت اس روز بہت ناساز تھی، اور نقاہت غالب۔ ادھر علالت کے باعث یہ حال تو دھر حضرت محدث سورتی کے عرس میں شرکت کی اہمیت اور جناب سجادہ نشین صاحب کا ورود مسعود مد نظر۔ بلاآ خرار شاد فرمایا: جس وقت مجھ کو کچھ بھی سکون ہوا انشاء اللہ تعالیٰ ضرور چلوں گا، آپ تشریف رکھیے۔ چنانچہ اسی روز بعد نماز مغرب موٹر میں پہلی بھیت تشریف لے گئے اور عرس شریف میں شرکت فرمائی۔ وہاں سے مراجعت ریل گاڑی سے ہوئی۔ نواب گنج اسٹیشن پر جہاں گاڑی صرف ۲ منٹ ٹھہرتی ہے، نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔ حضور والا نے گاڑی ٹھہرتے ہی تکبیر اقامت فرما کر گاڑی کے اندر ہی نیت باندھ لی۔ غالباً پانچ شخصوں نے اقتدا کی، ان میں بھی تھا، لیکن ابھی شریک جماعت نہیں ہو پایا تھا کہ میری نظر غیر مسلم گارڈ پر پڑی جو پلیٹ فارم پر کھڑا سبز جھنڈی ہلا رہا تھا۔ میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا کہ لائن کلیر لے جانے والے نے ہاتھ بڑھا کر انجن ڈرائیور کو کاغذ دے دیا، جس کے یہ معنی تھے کہ گاڑی چھوٹ رہی ہے۔ مگر یہ خیال غلط ہوا یعنی حضور نے باطمینان تمام بلا کسی اضطراب کے تینوں رکعتیں ادا کیں، اور جس وقت داہنی جانب سلام پھیرا تھا، گاڑی چل دی۔ مقتدیوں کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ نکل گیا۔ اس کرامت میں قابل غور یہ بات ہے کہ اگر جماعت پلیٹ فارم پر قائم ہوتی تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ گارڈ نے ایک بزرگ ہستی کو دیکھ کر گاڑی روک لی ہوگی۔ ایسا نہ تھا بلکہ نماز گاڑی کے اندر پڑھی تھی۔ اس تھوڑے وقت میں گارڈ کو کیا خبر ہو سکتی تھی کہ ایک اللہ کا محبوب بندہ فریضہ نماز گاڑی میں ادا کر رہا ہے۔ اور اگر بالفرض دیکھ بھی لیتا کہ نماز ہو رہی ہے تو اس پر غیر مسلم کو مسئلہ شرعیہ اسلامیہ سے کیا واقفیت کہ چلتی گاڑی میں فجر کی سنتیں اور فرض نمازیں اور وتر ادا نہیں ہوتیں۔ اور اگر بالفرض یہ بات کسی سے سن بھی لی ہو تو اس غیر مسلم کو اس کی کیا پرواہ کہ ایک بزرگ مسلمان کی عبادت قواعد شرعیہ کے مطابق ادا ہو، اس لیے مجھے گاڑی کو روک دینی چاہیے۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت شباب میں ایک مرتبہ دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں وہاں

سے مناظرہ چھڑ گیا۔ یہ تنہا اور اُس طرف سارا وہاب گڑھ۔ جب علمی دلائل سے وہ مقہور و مغلوب ہوئے، اور کچھ بن نہ پڑا، ایک جھوٹا مقدمہ فوجداری میں دائر کر دیا۔ اس وقت حضور اقدس کے قلب اطہر پر اس قسم کا خیال آیا کہ میں تنہا ہوں اور ان کی ساری جماعت ہے، اپنا وطن ہوتا تو مقدمہ کی پیروی میں سہولتیں ہوتیں۔ اسی فکر و تردد میں وہ شب آگئی، جس کی صبح کو مقدمہ کی پیشی تھی۔ حضور نے سرکارِ ابد قرار تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا، اور دل ہی دل میں عرض کیا کہ سرکارِ میری لاج رکھ لیجئے، میں نے تو حضور کی عزت و وقعت کی خاطر دخل دیا تھا، حضور پر سب کچھ روشن ہے۔ میں یہاں وطن سے دور تنہا پڑا ہوں، بجز حضور کے کوئی میرا معین و مددگار نہیں ہے۔ حضور کرم فرمائیں، اور دشمنوں کو نیچا دکھائیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے تھے کہ میں دل سے یہ کہہ رہا تھا اور میری آنکھوں سے اشک جاری تھے کہ دفعۃً مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے میرے رخسارہ پر اپنا رخسار رکھا، جس کی ٹھنڈ مجھے محسوس ہوئی، اور یہ غیبی آواز میں نے سنی:

تیرے اعدا میں رضا کوئی بھی منصور نہیں

اسی وقت میرا قلب بعونہ تعالیٰ مطمئن ہو گیا، چنانچہ صبح کچھری کھلتے ہی مقدمہ خارج ہو گیا، وہاں سے بھی خائب

و خاسر پھرے۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ماہ شعبان المعظم نصف گزر چکا ہے۔ اوقافِ خمسہ برائے ماہ مبارک برادرِ سید قناعت علی نے اور بیرونجات کیلئے اوقاتِ سحری و افطار فقیر نے استخراج کیے، اور عین اس روز جب کہ نقشہ کتابت کے لیے کاپی نوٹس کو دینے کا ارادہ تھا کہ اعلیٰ حضرت دن کے ۱۲ بجے قیلولہ فرمانے کے قبل خلاف معمول باہر تشریف لائے، اور مجھ سے بیرونجات کے اعمال کی کاپی لے کر شملہ کے وقت کی جانچ فرمائی، جس میں ایک جگہ بجائے مثبت کے منفی اعداد لیے تھے۔ فرمایا: یہ کیا؟ میں نے عرض کیا کہ حضور نے جو مثال تفہیم فرمائی تھی، اس قاعدہ کو اپنی زبان میں سہولت کے لیے قلم بند کر لیا تھا۔ فرمایا: سنائیے۔ میں نے پڑھا۔ اس میں وہی تھا جس کے مطابق عمل کیا تھا۔ چونکہ شملہ ۳۱-۳۲ درجات کے درمیان ہے لہذا ہر اس مقام کے وقت میں غلطی ہونا لازمی تھی جو اس عرض پر واقع تھے۔ فرمایا: اب کب تصحیح ہوگی، کب نقشہ چھپے گا، کب باہر روانہ ہوگا؟ اس لیے صرف بریلی کے اوقات چھاپ دیئے جائیں، بیرونجات کو چھوڑیے یہ حساب نہیں، بلکہ فتویٰ ہے۔ مسلمانوں کے روزے برباد کئے جائیں؟ اور فوراً کا شانہ اقدس میں تشریف لے گئے، اس وقت جو حالت میری ہوئی، میں ہی جانتا ہوں۔ ایک طرف تو حضور کی ناراضگی عرق عرق کیے دیتی تھی، اور دوسری طرف تین مہینے کی محنت شاقہ کا نتیجہ برباد ہو رہا تھا۔ اور اس پر طرہ یہ کہ وقت کی تنگی۔ الغرض جیسے کوئی سمندر کے کنارے بیٹھ جائے کہ سمندر خالی کر دوں گا، اسی طرح فقیر نے اولاً شملہ کا وقت صحیح کیا بعدہ ان مقامات پر جن میں غلطی کا گمان غالب تھا نظر ڈالنی شروع کی۔ مگر قربان اپنے آقا مولیٰ کے کہ جس جگہ غلطی ہونی چاہیے تھی، ترمیم پاتا ہوں۔ حالانکہ بروقت ملاحظہ حضور کے دوات و قلم پاس بھی نہ تھا، جو یہ کہا جائے کہ حضور نے ترمیم کر دی ہوگی، ایسا ہرگز نہ ہوا۔ غرض ان مواقع کو میں نے جلد دیکھ لیا، اور ہر جگہ یہی کیفیت ترمیم کی پائی، چونکہ کا شانہ

اقدس کے کواڑ بند نہیں ہوئے تھے، جن سے ظاہر تھا کہ حضور نے ابھی قیلولہ نہیں فرمایا ہے۔ لہذا ایک پرچہ پر یہ مفصل کیفیت لکھ کر حضور کی خدمت میں بھیج دیا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اس پرچہ کی ابتدا میں نے اس جملہ سے کی تھی: ”واللہ یہ حضور کی کرامت ہے“ اس کا جواب آیا۔ سید صاحب یہ آپ کی کرامت ہے۔ ۳۰ منٹ کے بعد حاضر ہوتا ہوں اس وقت دل فرط مسرت سے پھولانہ سماتا تھا اور بے اختیار اسی کا متقاضی تھا کہ:

آج تو قدموں پہ سرکار چل جانے دو

اللہ اللہ انتظار کا ایک ایک منٹ گراں، آنکھوں کو پلک مارنا دشوار، وقت کا یہ عالمکہ سیلاب اشک آنکھوں سے رواں، اور گوش بر آواز تھے کہ اتنے میں کواڑوں کے کھلنے کی آہٹ محسوس ہوئی، اور جیسے ہی باہر تشریف فرما ہوئے میں نے قدم بوسی کرنی چاہی، مگر حضور نے دونوں ہاتھ بڑھا کر سینہ سے لگا لیا، اور مسہری پر رونق افروز ہو کر اس کا پی کو ملاحظہ کے لیے لے لیا۔ میں نظر جھکا کر زار زار رورہا تھا اور منتظر تھا کہ حضور کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ جب کچھ دیر گزری اور حضور نے کچھ نہ فرمایا تو ڈرتے ڈرتے قدرے نظر اٹھا کر میں نے دیکھا تو حضور مجھے بغور دیکھ رہے تھے، نظر دو چار ہونا تھی کہ چہرے پر تبسم کے آثار ظاہر ہوئے، اور فرمایا: ”خوب“ پھر فوراً تشریف لے گئے عصر کے وقت میں اس خوشی میں شیرینی لایا اور حضور سے فاتحہ دلانی۔ بعد فاتحہ حضور نے اس شیرینی کو حاضرین پر تقسیم فرمایا۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ عید الفطر کے چار پانچ روز باقی تھے، برادر م قناعت علی کو خیال آیا کہ اس مرتبہ میرے پاس نئے کپڑے نہیں۔ اسی روز ظہر کے بعد اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز جب مسجد سے باہر تشریف لے جانے لگے، قناعت علی سے فرمایا کہ یہیں ٹھہرے رہیے۔ تھوڑی دیر بعد حضور نے اندرونی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر اشارے سے قریب بلایا۔ جھکے اس لیے کہ وہ جگہ زنان خانہ سے قریب تھی۔ حضور نے فرمایا: تشریف لے آئیے، اور کواڑ بند کرتے آئیے۔ انہوں نے دونوں کواڑ بھینڈ دیے، فرمایا: زنجیر ڈال دیجیے۔ انہوں نے تعمیل حکم کی، اور ڈرتے ڈرتے قدم آگے بڑھایا۔ حضور نے ایک جوڑا قسم پارچہ بے سلا اور اس کے ساتھ دس روپے کا نوٹ عطا فرمایا، اور فرمایا کہ اس جوڑے کو مردے کے نام کا نہ سمجھئے، اور ابھی اسے مکان لے جائیے، یہاں اپنے پاس نہ رکھیے۔ یہ اہتمام اور تاکید محض اس لیے تھی کہ کوئی دوسرا خبردار نہ ہو۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ خاں بہادر اصغر علی خان صاحب وکیل و رئیس شہر کہنہ کے برادر خرد جناب محمد علی خاں صاحب ایک قتل کے مقدمہ میں ماخوذ ہو گئے۔ اس پریشانی کے عالم میں ایک روز عصر کے وقت مسجد محلہ سوداگران میں آ کر اعلیٰ حضرت سے قدم بوس ہوئے، اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا، اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ بیعت طالب دعا ہوئے۔ حضور نے دعا فرماتے ہوئے تسکین بخش آواز میں یوں ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ آپ کو پھانسی نہیں ہوگی۔ پھر ان کو اپنے ساتھ لے کر پھانک میں تشریف لائے، یہاں جو خدام و متوسلین موجود تھے ان سے بھی موصوف کے لیے دعا کرائی، اور فرمایا کہ جہاں چالیس مسلمان ہوتے ہیں انشاء اللہ ان کی دعا ضرور مقبول ہوگی۔ اس کے بعد کچھ پڑھنے کے

لیے بتا دیا۔ چنانچہ مقدمہ کھلا صرف کچھ دنوں جیل میں رہے پھانسی سے خداوند عالم نے بچا لیا۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ جیل کا واقعہ خاں صاحب موصوف نے خود بیان کیا کہ ہر شب بعد نماز عشا بیداری میں اعلیٰ حضرت تشریف لاتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ بیرونی حصہ میں ٹہل رہے ہیں، جس سے مجھے تسکین ہوتی اور گھبراہٹ دور ہو جاتی تھی۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ صبح ۱۰ یا ۹ بجے کا وقت ہوگا، میں اور برادر م قناعت علی پھانک میں کام کر رہے تھے کہ ایک نوجوان صاحبزادے بحیثیت مسافر تشریف لائے، اور سلام کر کے ایک طرف خاموش بیٹھ گئے۔ ہم لوگوں نے دولت خانہ دریافت کیا، فرمایا: میرٹھ کارہنے والا ہوں۔ پھر پوچھا: کیسی تکلیف فرمائی؟ اس پر بے اختیار رونے لگے۔ بار بار دریافت کیا جاتا تھا مگر انکشاف نہ ہوتا تھا۔ بالآخر بہت اصرار کے بعد فرمایا کہ میں حضور اعلیٰ حضرت قبلہ کا مرید ہوں، امسال حضرت خواجہ غریب نواز کے عرس میں حاضری کا اتفاق ہوا، ایک بزرگ سے قدم بوس ہوا، بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم ان بزرگ کے مرید ہو جاؤ۔ میں نے کہا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ بریلوی سے بیعت ہوں۔ انہوں نے کہا: وہاں تم شریعت میں بیعت ہوئے ہو، یہاں تم طریقت میں بیعت ہو جاؤ۔ میں ان لوگوں کے کہنے سے ان بزرگ کا مرید ہو گیا، جب وہاں سے آ کر فرودگاہ پر آ رام کیا غافل سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ سامنے تشریف لائے، چہرہ انور پر جلال نمایاں تھا، مجھ سے فرمایا: ”لا ہمارا شجرہ واپس کر دے“ اتنے میں آنکھ کھل گئی، اس روز سے میری طبیعت کسی کام میں نہیں لگتی ہے۔ اسکول میں پڑھا کرتا تھا، وہ بھی چھوڑ دیا۔ ہر وقت دل یہی چاہتا ہے کہ دھاڑیں مار مار کر خوب روؤں۔ ہم لوگوں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا آپ گھبرائیں نہیں، ظہر کے وقت حضور تشریف لائیں گے، بعد نماز عرض کر دیجیے کہ میں تجدید بیعت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ یہ سن کر ان کو کچھ سکون ہوا۔ اتنے میں دیکھا کہ اسی وقت خلاف معمول حضور باہر تشریف لے آئے، اور ان صاحبزادے سے فرمایا: آپ کیسے آئے؟ ہم لوگوں کو یہ الفاظ سن کر ایک گونہ تعجب ہوا، اس لیے کہ عادت کریمہ یہ تھی کہ ہر نووارد سے دریافت فرماتے: آپ نے کیسے تکلیف فرمائی؟ خیر! یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ ان صاحبزادے نے حضرت کے دریافت کرنے پر بجز رونے کے کچھ جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور نے پھر فرمایا: رونے سے کوئی نتیجہ نہیں، مطلب کہیے۔ اس پر انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر پھر ارشاد فرمایا: میرے پاس کس لیے آئے ہیں؟ وہ صاحبزادے پھر رونے لگے، اور جو ترکیب ہم لوگوں نے بتائی تھی اس کے کہنے کی انہیں جرأت نہ ہوئی۔ اس کے بعد حضور یہ فرماتے ہوئے کہ آپ قیام کریں مجھے کام کرنا ہے، تشریف لے گئے۔ ہم لوگوں نے پھر ان سے کہا: آپ ڈریں نہیں، اور نماز ظہر کے وقت تجدید بیعت کے لیے عرض کر دیں۔ مختصر یہ کہ بعد نماز ظہر انہوں نے تجدید بیعت کے لیے عرض کر دیا۔ حضور اس وقت مسہری پر تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا کہ جب آپ وہاں بیعت ہو چکے ہیں پھر مجھ سے کیوں کہا جاتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضور مجھ سے قصور ہوا، اپنے قصور کی معافی چاہتا ہوں، لوگوں کے بہکانے میں آ گیا تھا۔ اس پر حضور نے پھر فرمایا کہ خوب غور کر لو، سوچ لو، سمجھ لو، مجھے مرید کرنے کا شوق نہیں مگر یہ کہ

لوگ صراطِ مستقیم پر قائم رہیں۔ یہ ٹھیک نہیں کہ آج اس دروازہ پر کھڑے ہیں، کل اس دروازہ پر۔ یک درگیر محکم گیر۔ انہوں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ حضور ایسا ہی ہوگا۔ اب اللہ میرا قصور معاف فرما دیجئے۔ اس کے بعد حضور نے داخل سلسلہ فرمایا، اور وہ صاحبزادے اسی روز خوش خوش اپنے مکان واپس تشریف لے گئے۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز رحیمن ملازمہ باہر گھبرائی ہوئی آئی اور ہم لوگوں سے حضور کو پوچھنے لگی کہ میاں کہاں ہیں؟ ہم خدام نے لاعلمی ظاہر کی۔ وہ کہنے لگی کہ مکان میں کہیں پتا نہیں ہے، نہ اوپر چھت پر ہیں، نہ کسی گھر میں ہیں، سب کچھ دیکھ آئی۔ ہم لوگوں نے کہا کہ باہر تشریف لائے نہیں شاید استنجا کے لیے تشریف لے گئے ہوں کہنے لگی اگر وہاں جاتے تو بائیں بازو کو ہاتھ کی لکڑی رکھی ہوتی بلکہ بیوی نے آہٹ کر کے وہاں بھی دیکھ لیا یہ کہہ کر وہ اندر چلی گئی لواحقین اپنے اپنے خیال دوڑا رہے تھے کہ اتنے میں وہی ملازمہ دوڑتے ہوئے آئی اور کہنے لگی کہ میاں تو دالان میں اسی جگہ بیٹھے ہیں، جہاں بیٹھ کر لکھا کرتے تھے۔ اندر سب نے دریافت کیا، فرمایا: میں تو یہیں کام کر رہا ہوں۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک روز فجر کے وقت پیرانی صاحبہ دیکھتی ہیں کہ کسی گھڑے میں پانی نہیں۔ مجبوراً حضور سے عرض کیا کہ نماز کا وقت جا رہا ہے کسی گھڑے میں پانی نہیں ہے۔ حضور یہ سن کر فوراً ایک گھڑے کے اوپر دست مبارک رکھ کر ارشاد فرماتے ہیں کہ پانی تو اس گھڑے میں اوپر تک بھرا ہے، لو وضو کر لو۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ سید محمود جان صاحب ساکن محلہ گڑھی نے فرمایا کہ ایک روز مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج حضور کی خدمت میں حاضر تھے، اور کچھ پھل خر بوزہ کے رکھے ہوئے ہیں۔ بائیمائے حضور ایک پھل مولانا ممدوح نے اٹھایا، اور گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھ کر تراشا، جو پھیکا نکلا۔ اس کے بعد حضور نے صرف ایک بار سورہ اخلاص پڑھ کر تراشا تو بیٹھا نکلا۔ مولانا نے فرمایا: میں گیارہ بار پڑھوں تو پھیکا اور آپ ایک بار پڑھیں تو بیٹھا نکلا۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز بعد مغرب میں مکان پر کھانا کھا رہا تھا کہ برادرم قناعت علی حواس باختہ آئے، اور کہنے لگے، مجھے جلد تر اعلیٰ حضرت کے پاس لے چلو میرے پیر میں سانپ نے کاٹا ہے۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔ میں نے دیکھا تو ان کے پاؤں قابو میں نہ تھے۔ غرض خیزاں کا شانہ اقدس کے قریب پہنچے ہی تھے کہ حضور عشاء کی نماز کے لیے آ رہے تھے۔ حالانکہ ان دنوں نماز عشاء کچھ دیر کر کے ہوئی تھی، مگر اس روز اول ہی وقت میں تشریف لے آئے۔ میں بڑھ کر دست بوس ہوا اور اس واقعہ کی اطلاع کی۔ جس کا حضور پر اس قدر اثر ہوا کہ باوجود قناعت علی کے قریب ہونے کے فرمانے لگے: سید صاحب کہاں ہیں؟ میں نے اشارہ سے بتایا حضور وہیں سڑک پر پڑھنے کے لیے بیٹھے لگے، مگر قناعت علی کے کہنے سے مسجد میں پہنچ کر مجھ سے چراغ قریب منگا کر دیکھا تو فی الواقع دانتوں کا نشان تھا۔ حضور دیر تک کچھ پڑھتے رہے، اور اس جگہ اپنا دست مبارک پھیرتے رہے، اور آخر میں دم کرنے کے بعد تسکین دہ الفاظ میں فرمایا: باورچی خانہ میں چوہے نے کاٹا ہوگا، نظر

آپ کی سانپ پر پڑی۔ قناعت علی نے عرض کیا: ایک تمنا اور ہے۔ فرمایا: وہ کیا؟ عرض کیا: حضور تھوڑا سا لعاب دہن اگر اس جگہ لگا دیں گے تو میں بچ جاؤں گا۔ حضور نے فرمایا: اس میں کیا رکھا ہے، میں نے تو وہ دعائیں جو سرکار نے ارشاد فرمائی ہیں، پڑھ کر دم کر دیں، انشاء اللہ آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ انہوں نے پھر عرض کیا: میں حضور کو سچا نائب رسول جانتا ہوں۔ سرکار نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پائے مبارک پر اپنا لعاب دہن لگایا تھا، اگر حضور لعاب دہن لگا دیں گے تو مجھے اطمینان قلبی ہوگا۔ یہ سن کر ذرا کبیدہ خاطر ہوئے جس پر قناعت علی بانداز مایوسانہ خاموش ہو گئے۔ فرمایا: تم نہیں مانتے ہو اچھالاؤ پاؤں۔ میں نے بڑھ کر لعاب دہن لینے کے لیے اپنا سیدھا ہاتھ پھیلا دیا، مگر حضور نے میرے ہاتھ کو ہٹا کر خود اپنے دست اقدس سے لعاب دہن لگاتے ہوئے فرمایا: بس اب تو آپ کا کہنا ہو گیا۔ انہوں نے کہا: حضور فصیل پر چل کر ہاتھ دھولیں۔ فرمایا: اچھا چلیے۔ یہ پورا لوٹا بھر کر خود لائے اور تیزی کے ساتھ موٹی دھار سے پانی ڈالنا شروع کیا۔ حضور بار بار منع فرما رہے تھے، بس کیجئے یہ اسراف ہے، مگر انہوں نے تا وقتیکہ لوٹے کا پانی ختم نہ کر لیا باز نہ آئے۔ اس کے بعد نماز ہوئی، اور حضور و طائف سے فارغ ہو کر جب تشریف لے جانے لگے تو میں نے اپنی حماقت سے عرض کیا: حضور! میں نے سنا ہے کہ مارگزیدہ کو سونے نہ دیا جائے۔ یہ سنتے ہی ٹھہر گئے، اور فرمایا: جب کاٹا بھی ہو، چوہے نے کاٹا ہوگا سانپ پر نظر پڑ گئی۔ اور قناعت علی سے فرمایا: سید صاحب آپ بالکل اطمینان سے آرام فرمائیے، اور صبح کو خیریت بھیجئے۔ مختصر یہ کہ انہوں نے رات بھر خواب دیکھے کہ میں سانپ مار رہا ہوں کیوں کہ اس سانپ کو قناعت نے مارا تھا۔ صبح ان کی آنکھ اول وقت میں کھل گئی، اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ حضور کو فکر ہوگی تین چار بجے ہی مسجد میں پہنچ گئے اور حضور کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضور تشریف لے آئے، اور دور سے نظر پڑتے ہی چہرہ مبارک پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان کہ مرزا اذکر بیگ صاحب قادری رضوی ساکن محلہ کانگر ٹولہ کے یہاں مجلس میلاد مبارک میں حضور بیان فرما رہے تھے۔ حاضرین میں سے بعض لوگوں نے دیکھا کہ منبر کے نیچے ایک بہت بڑا سانپ کنڈلی مارے نہایت اطمینان سے بیٹھا ہے۔ لوگ ادھر ادھر ہٹنے لگے۔ کسی نے کہا لاٹھی لاؤ، کسی نے کچھ کہا۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا: آپ حضرات تشریف رکھیے، اس سے کچھ نہ بولیں۔ سب لوگ حضور کے فرمانے سے بیٹھ تو گئے، مگر نکتکیوں سے دوران تقریر بار بار دیکھتے رہے یہاں تک کہ تقریر ختم ہوتے ہی دفعۃً غائب ہو گیا۔ لوگوں نے حضور سے استفسار کیا: یہ کیا معرہ تھا جو اس جگہ حضور نے سانپ مارنے سے منع فرمایا، اور چہار جانب مجمع ہوتے ہوئے کس طرح سے نکل گیا؟ ارشاد فرمایا: ماریاہ کی شکل میں بسا اوقات جن بھی ہوا کرتے ہیں، اسی واسطے حکم ہے کہ ماریاہ جب نظر پڑے تو تین بار یہ کہدے، اگر تو سانپ نہیں تو چلا جا۔ اس کے بعد وار کرے۔ لوگوں نے عرض کیا: حضور یہ جن تھا؟ فرمایا: بہت ممکن ہے، اور اسی خیال سے میں نے منع کیا تھا۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے رات کے دو بجے کا وقت تھا حضور تحریر کا کام چھوڑ کر آرام فرمانے کے لیے لیٹ گئے کہ کسی نے اندر دروازہ پر دستک دی، آپ فوراً اٹھ کر باہر تشریف لائے اور بہت دیر میں واپس تشریف لے گئے۔ پیرانی

بی بی نے عرض کیا: حضور! کون تھے، اور کیا کام تھا؟ ارشاد فرمایا: ایک مسئلہ کا جواب دینا تھا۔ انہوں نے کہا: اس وقت کون مسئلہ پوچھنے آیا تھا؟ فرمایا: ایک جن تھا، جو بہت دور سے آیا تھا۔

☆ سید صاحب ہی کا بیان ہے کہ مکان کلاں جس میں بعد کو حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے بھٹلے بھائی رہنے لگے، اس کی شمال دیوار برسات میں گر گئی تھی۔ عارضی طور پر پردہ کا اہتمام و انتظام کر لیا گیا تھا۔ اس طرف ہندو سناروں کا مکان تھا، یہی مکان اعلیٰ حضرت کا قدیم آبائی تھا، اور پہلے اعلیٰ حضرت قبلہ بھی اسی مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ مسئلہ قربانی بقر کی وجہ سے مخالفت کی بنا پر رات کے وقت اعلیٰ حضرت پر ایک غیر مسلم نے اس طرف سے حملہ کرنا چاہا، مگر جب اس طرف آنے کا قصد کرتا، تو ایک شیر کو زبردیوار گشت کرتے ہوئے پاتا۔ آخر کار اپنے ارادہ سے باز رہا۔ صبح کو حاضر خدمت ہو کر معافی چاہی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ حافظ حقیقی اپنے محبوب بندوں کی اس طرح حفاظت فرماتا ہے۔

☆ جناب سید ایوب علی ہی کا بیان ہے کہ حاجی کفایت اللہ صاحب کہتے ہیں کہ ایک ضعیفہ اعلیٰ حضرت کی مرید تھیں۔ ان کے شوہر پر قتل کا مقدمہ دائر ہو کر حکم ہو گیا تھا کہ پانچ ہزار جرمانہ اور بارہ سال قید۔ اس کی اپیل کی گئی۔ جب سے اپیل ہوئی تھی، ان کا بیان ہے کہ میں روزانہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی، اور حال بیان کیا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ اپیل کی تاریخ آگئی۔ میں حاضر ہوئی، اور عرض کیا کہ حضور! آج کا دن ہے مجھے کیا ارشاد ہوتا ہے؟ فرمایا: وہی وظائف جن کے پڑھنے کو تم سے کہہ دیا ہے، پڑھے جائیے۔ جب میں نے کئی بار عرض کیا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو کچھ ناراض سے ہو گئے۔ یہ کیفیت دیکھ کر میرے دل پر بے چینی اور زیادہ ہو گئی۔ مجھے خیال آیا میرا شوہر تواب گیا، میں ابھی بیوہ ہو گئی۔ مکان و جائیداد سب نیلام ہو کر جرمانہ میں چلی جائے گی۔ دل میں ارادہ کیا کہ میں آج سے اس در پر نہ آؤں گی۔ غرض میں اٹھی اور سلام کر کے چل دی۔ جس پر حضور نے بلایا اور فرمایا کہ پان کھاتی جائیے۔ میں نے کہا: میرے منہ میں پان ہے۔ حضور نے پھر فرمایا: میں نے پھر عذر کیا۔ تیسری مرتبہ پھر فرمایا تو میں بیٹھ گئی۔ بعد پان بنوا کر کچھ دیر اپنے دست مبارک میں لے کر مجھے دیا اور ارشاد فرمایا: آپ گھبراتی کیوں ہیں؟ جو آپ چاہتی ہیں وہ کام تو بحمد اللہ تعالیٰ ہو گیا۔ وہ مقدمہ سے بری ہو گئے، اور جرمانہ بھی معاف ہو گیا۔ مکان جا کر دیکھیے، تاریخ بھی آگیا۔ میں فوراً مکان آئی تو فی الحقیقہ اسی مضمون کا تار آیا ہوا تھا۔ بعد ازاں میں نے حسب حیثیت فاتحہ دلائی۔ میں پہلے سے حضور کی مریدہ تھی، مگر حضور نے مجھے تجدید بیعت کے لیے ارشاد فرمایا۔ چنانچہ میں دوبارہ بیعت ہوئی اور جانا کہ اس دن جو دل میں کڑھی تھی اور خیال کیا تھا کہ اب میں کبھی اس در پر نہ آؤں گی، یہ مجھے نہیں چاہیے تھا۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ برادر م سید قناعت علی کے تمام جسم پر خارش کا اس قدر اثر تھا کہ چاقو وغیرہ سے کھجلا تے رہتے تھے۔ پاؤں سوج کر مثل فیل پا ہو گئے تھے اور ان سے خون پیپ جاری تھا۔ لوگوں کو پاس بیٹھنے میں تکلف ہوتا تھا۔ بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ پاؤں گل جائیں گے۔ بے چارے اپنی زندگی سے عاجز تھے۔ ایک شب والدہ خواب دیکھتی ہیں کہ دروازہ پر کسی نے دستک دی، انہوں نے دریافت کیا: کون؟ آواز آئی: احمد رضا، سید صاحب کی خیریت پوچھنے آیا

ہوں۔ کیسی طبیعت ہے؟ انہوں نے آبدیدہ ہو کر کہا: حضور! اندر تشریف لائیں، ابھی ابھی اس کی ذرا آنکھ لگ گئی ہے۔ ارشاد فرمایا: اچھا سونے دیجیے، اندر آنے کی ضرورت نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آرام ہو جائے گا، گھبرائیے نہیں۔ چنانچہ صبح کو جو دیکھا تو قناعت علی کے دونوں پاؤں مرجھائے ہوئے تھے، اور ورم زائل ہو چکا تھا۔ قناعت علی دونوں ہاتھوں سے سوتا شروع کیا، جس سے ایک موٹا خول کھال کا مثل چمڑے کے دونوں پاؤں سے اتر گیا۔ اب نہ خون نہ پیپ نہ وہ تکلیف خالی سرخ گوشت نظر آنے لگا۔ دو ایک روز میں اس پر خشکی آگئی اور بکرمہ تعالیٰ صحت ہو گئی۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ گاندھویت کا زور شور تھا۔ جماعتِ رضائے مصطفیٰ مخالف جماعتوں کا شہود سے مقابلہ کر رہی تھی۔ عید الفطر کو چند روز باقی تھے کہ ایک چھوٹا سا اشتہار بزرگ کا حاجی محمد قاسم صاحب زمیندار و متولی عید گاہ کی جانب سے بایں مضمون شائع ہوا۔

امسال کی انجمن یا جماعت کو عید میں انتظام کرنے کی ضرورت نہیں ہم خود اہتمام کریں گے۔ جس وقت یہ اشتہار دفتر جماعتِ رضائے مصطفیٰ میں پہنچا، مبلغ جماعت مداح الحبیب مولانا جمیل الرحمن خاں صاحب و دیگر اراکین جماعت نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ غالباً ہماری مخالف جماعتوں نے ریشہ دو انیاں کی ہیں جماعت جو بموقع عید گاہ میں وضو کا انتظام اور سبیل وغیرہ لگایا کرتی ہے اور عالمین جماعت جو وہاں اہتمام کرتے ہیں، نہ کرنے پائیں۔ لہذا مبلغ جماعت موصوف نے فوراً ایک پرچہ اپنے ایک شاگرد محمد جمیل احمد رضوی کے ذریعہ حاجی صاحب موصوف کی خدمت میں ارسال کیا جس میں لکھا تھا کہ:

ابھی ایک اشتہار آپ کا ہماری نگاہ سے گزرا لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا جماعت حسب دستور امسال وضو وغیرہ کا انتظام نہ کرے ہم نے خارجاً یہ افواہ بھی سنی ہے کہ بعض معاندین نے آپ کے گوش گزار کیا ہے کہ جماعتِ رضائے مصطفیٰ آپ کی تولیت سلب کرنا چاہتی ہے، یہ بالکل غلط ہے۔ یہاں نہ کبھی اس کا خیال آیا نہ آئندہ کبھی آسکتا ہے۔ ہمارا مقصد صرف رفاہ عام ہے نہ تولیت کی تمنا۔ امید کہ بملاحظہ عریضہ ہذا ابوالپسی جواب عنایت فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے والسلام۔

یہ پرچہ ادھر روانہ ہوا ادھر قناعت علی پر دفتر جماعت میں غنودگی طاری ہوئی اور تھوڑی دیر میں غافل ہو گئے۔ خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر سے پھانک میں تشریف لائے ارشاد فرمایا: حاجی محمد قاسم صاحب کے یہاں سے آ رہا ہوں، انہوں نے فرمایا ہے کہ جماعت جیسے ہر سال انتظام کرتی آئی ہے ویسے ہی کرے وہ اشتہار جماعت کے لیے نہیں ہے۔ معاً آنکھ کھل گئی اس وقت تک شیخ جمیل احمد، حاجی احمد صاحب کی طرف سے اس پرچہ کا جواب نہیں لاتے تھے۔ قناعت علی نے منتظرین سے اپنا خواب بیان کیا اور باتفاق رائے ان الفاظ کو جو حضور سے سنے تھے، ایک کاغذ پر لکھ لیا۔ تھوڑی دیر میں حاجی صاحب کا جواب آ گیا جس میں بعینہ وہی الفاظ تحریر تھے جو جواب میں سید قناعت علی نے حضور سے سن

کر کاغذ پر پہلے ہی لکھ دیے تھے۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضور بسا اوقات بعد نماز عشاء پھولوں کا بار گلے سے اتار کر حاضرین مسجد پر تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ اس عطیہ بہیہ سے اکثر فقیر بھی مستفید ہوا کرتا تھا۔ میں ان پھولوں کو خشک ہونے پر محفوظ کر لیا کرتا تھا۔ چنانچہ جب تک وہ تبرک میرے پاس رہا مجھے کسی دوا کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ اگر دردِ سر ہوا تو انہیں خشک پھولوں کو پیس کر پیشانی پر لگا لیا۔ بخار زکام کھانسی وغیرہ امراض میں پیس کر پی لیا کرتا تھا اور بکرہ تعالیٰ وہ مرض کا فور ہو جاتا تھا۔ افسوس کہ تبرک رفتہ رفتہ اب ختم ہو گیا۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ فقیر کے والد ماجد کے پائے مبارک میں زخم ہو گیا تھا، اور خون پیپ جاری تھا، جراح روزانہ آیا کرتا اور طرح طرح کے مرہم لگاتا، اور زخم کی صفائی کرتا، مگر اندمال نہ ہوتا تھا۔ موسم سرما کا زمانہ تھا۔ حضور ان دنوں نومحکمہ کی پبلی کوٹھی کے عقب میں ایک مکان میں مقیم تھے۔ حضور کے خادم خاص جناب حاجی کفایت اللہ صاحب نے نماز عشاء کے وضو کو پانی رکھا، اور چوکی کے قریب ایک طشت رکھ دیا۔ حضور نے اس میں وضو فرمایا۔ اس وقت دل میں خیال آیا کہ والد ماجد صاحب کا زخم اس پانی سے دھونا چاہیے، لہذا حاجی صاحب موصوف سے عرض کیا: اس وقت میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں یہ پانی لے جاؤں، آپ براہ کرم کل سے پانی ضائع نہ کریں۔ دوسرے روز میں نے لوٹوں کو حاجی صاحب سے بھر والیا، اور استعمال شروع کر دیا، بحمد اللہ تعالیٰ مہینوں کا زخم ہفتوں کے اندر مندمل ہو گیا۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ میرے چھوٹے بھائی مشتاق علی قادری رضوی کو کئی مہینے سے ہر تیسرے روز جاڑا آجایا کرتا تھا، جس کے باعث نقاہت بہت بڑھ گئی تھی، اور بالکل زرد پڑ گیا تھا۔ اس کی تیمارداری کی وجہ سے حاضری آستانہ بدیر ہونے لگی۔ ایک روز حضور نے بعد نماز فجر میری عدم موجودگی میں حاجی صاحب سے سبب دریافت کیا: انہوں نے جو واقعہ تھا عرض کر دیا۔ فرمایا: میں ابھی دیکھنے جاؤں گا، اور کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے کہ اسی وقت میں پہنچا، حاجی صاحب نے فرمایا: اعلیٰ حضرت آپ کے یہاں تشریف لے جا رہے ہیں، میں سنتے ہی بھاگا ہوا مکان پہنچا، ابھی ۱۰، ۱۲ منٹ ہوئے ہوں گے کہ حاجی صاحب نے دستک دی میں باہر آیا، اور عرض کیا: تشریف لائیے۔ میرے بیمار بھائی نے تعظیماً کھڑے ہونا چاہا، مگر حضور نے نقاہت دیکھتے ہوئے منع فرمایا۔ بعدہ ارشاد فرمایا: وضو کر لیجئے۔ اس وقت فقیر کی حالت اس شعر کی مصداق ہو رہی تھی

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

مختصر یہ کہ وضو کرنے کے بعد حضور نے اپنے رومال میں سے ایک ٹکڑا روٹی کا جس پر شاید آیہ کریمہ فسبکفیکہم اللہ مرقوم تھی، مریض کو عطا فرمایا، اور ارشاد فرمایا: بسم اللہ شریف پڑھ کر کھا لیجئے۔ اس نے تعمیل حکم کی اور حضور تشریف لے گئے۔ اس

کے بعد جاڑ نہیں آیا، حالانکہ وہ دن باری کا تھا۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ موسم گرما کا زمانہ تھا، حضور نماز ظہر کے لیے باہر تشریف لائے، خدام ساتھ ساتھ مسجد میں پہنچے۔ بعد نماز حسب معمول پھاٹک میں آ کر بایں خیال دست بوس ہوئے کہ حضرت اب کا شانہ اقدس میں تشریف لے جائیں گے، مگر خلاف معمول سہ دری میں مسہری پر جلوہ افروز ہوئے۔ میں اور برادر م قناعت علی مسہری کے برابر تخت پر بیٹھ کر اپنا کام کرنے لگے، مگر گوش بر آواز تھے کہ چند منٹ کے بعد حضور نے فقیر سے ارشاد فرمایا: سید صاحب! دیکھیے تو کواڑ پر سایہ کیسا پڑ رہا ہے؟ اس وقت حاضرین میں مولوی نور محمد صاحب برادر خرد شیخ امام علی صاحب مسہری کے سرہانے کی طرف اندرونی دالان کے درمیانی دروازہ پر اور ہم دونوں تخت پر بیٹھے حضور کے فرماتے ہی ہم تینوں کی نظریں کا شانہ اقدس کے بیرونی کواڑ پر پڑیں، جو حضور نے بروقت تشریف آوری کھولنا نہ تھا، اور جس پر اس پھول ذربیل کے پتوں کا سایہ پڑ رہا تھا جو پھاٹک پر پھیلے ہوئے تھے۔ ہم لوگوں نے بلا تجسس دیکھا کہ کواڑ پر صاف طور پر نام اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم دھوپ سے تحریر تھا۔ ہم تینوں خدام کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ نکل گیا، اور درود شریف پڑھنے لگے۔ تقریباً دو ڈھائی منٹ تک ہم نے زیارت کی۔ بعدہ حرف دال پر سایہ آیا، پھر میم پر، پھر ح پر، ہماری آنکھوں سے آنسو رواں تھے، ادھر حضور کو بھی دیکھا کہ مسہری پر دوزانو خمیدہ اور لب ہائے مبارک جنبش میں پیشانی مبارک سے سیلاب اشک رواں تھا۔ میرے قلب پر اس منظر کو دیکھ کر اسی وقت القا ہوا کہ اس وقت آستانہ عالیہ پر سرکار ابد قرار نے اپنی مہر ثبت فرما کر یہ جتا دیا کہ اے میرے پھولو! اگر تمہیں آج میرے سچے نائب کی جستجو و تلاش ہے تو اس چوکھٹ پر حاضر ہو کر ناصیہ فرمائی کرو۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ میرٹھ سے کسی صاحب نے ایک غیر مطبوعہ رسالہ کی درخواست کی، جو بانس کے کاغذ پر تحریر تھا، جس کے اوراق میں جا بجا کیڑے نے سوراخ کر دیے تھے، مجھے حکم ہوا کہ اسے نقل کر دوں۔ میں نے سفید کاغذ پر حتی الامکان بہت خوش خط لکھ کر حاضر کر دیا، اور جہاں الفاظ سوراخوں کی وجہ سے پڑھنے میں نہیں آئے، ان کی جگہ خالی چھوڑ دی، اور حضور سے عرض کر دیا۔ ارشاد ہوا کہ میرے پاس رکھ دیجیے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد فرمایا: لیجیے، یہ ٹھیک ہو گیا۔ اب جو میں ان مقامات کو تلاش کرتا ہوں، جہاں جگہ خالی چھوڑی تھی تو پتہ نہیں چلتا یعنی میرے خط سے ایسا خط ملایا کہ امتیاز نہ ہو سکا۔ بالآخر میں نے اصل رسالہ میں اول مواقع کو نکال کر مرقومہ الفاظ کی زیارت کی۔ دوسرے روز فقیر نے حضرت شہزادہ اصغر مولانا مولوی مصطفیٰ رضا خاں صاحب مدظلہ العالی سے اس کا تذکرہ کیا۔ اس پر مدوح فتاویٰ رضویہ کی ایک غیر مطبوعہ جلد اٹھا کر لے آئے، اور ایک رسالہ مبارک کی زیارت سے مشرف فرمایا، جسے حضور نے اپنے دست حق پرست سے نہایت پاکیزہ خط نستعلیق میں ارقام فرمایا تھا۔ واللہ العظیم اسے مبالغہ پر نہ محمول کیا جائے، میری آنکھیں شاید ہیں کہ دواڑ اور بین السطور کو اگر پرکار سے پیمائش کیا جائے تو انشاء اللہ سر موفرق نہ ہوگا۔ نیز متن و حاشیہ کی سطور ایسی مستقیم گویا صفحات پر سطر سے کام لیا ہے، حالانکہ ایسا نہ تھا۔ میرے اس بیان کی تصدیق میں وہ تحریر میرا اب بھی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی کہتا ہے کہ جناب سید صاحب کا فرمانا بالکل حق ہے، اور واقع کے مطابق سر مومبالغہ نہیں۔ وہ رسالہ مبارکہ مقامع الحديد علی خد المنطق الجديد ہے، جسے میں نے ترتیب کتب خانہ کے وقت الماری خاص تصنیفات اعلیٰ حضرت کے خانہ اول میں رکھا ہے، میری رائے ہے کہ یہ رسالہ دیگر رسالوں کی طرح کاپی ہو کر طبع نہ کیا جائے، بلکہ اس کا فوٹو لیا جائے اور اسی کو شائع کیا جائے، جس طرح یورپ میں عام طور پر دستور ہے کہ کتابوں کی نقل کے بدلے ان کا فوٹو لیا جاتا ہے۔ تاکہ لوگ اس رسالہ کے مضمون سے فائدہ اٹھانے کے علاوہ اعلیٰ حضرت کے خط مبارک کی زیارت سے مستفیض ہوں۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضور کے ایک مرید نصرت یار خاں صاحب ساکن بانس منڈی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں، میرا ارادہ حرمین طیبین کی حاضری کا ہے۔ حضور نے دعا فرمائی، اور ایک تعویذ عطا فرمایا، اور فرط شوق سے سینہ سے لگایا، یہ دن جمعہ کا تھا۔ چنانچہ اسی شب سب شہر میں نماز عشا ہو چکی تھی حضور مسجد میں وظیفہ پڑھ رہے تھے کہ برادر مرید نصرت یار خاں صاحب سفری لباس زیب تین کیے ہوئے گلے میں جمائل شریف ڈالے حاضر ہوئے، حضور اس وقت رو قبلہ تشریف رکھتے تھے، انہوں نے بڑھ کر کان میں چپکے سے کچھ کہا۔ حضور نے کسی قدر کبیدہ خاطر ہو کر فرمایا: یہ دوسو سے کیوں دیر کر رہے ہو؟ پھر یہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئے، اور کچھ کہنا چاہتے تھے کہ حضور نے فرمایا: نصرت خاں! جانتا ہے، میں کون ہوں؟ میں تجھے حکم دیتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: میں خوب جانتا ہوں، آپ میرے شیخ ہیں، مگر میں تو نہیں جاؤں گا میرے لیے آپ ہی سب کچھ ہیں۔ یہ سن کر حضور کھڑے ہو گئے، اور فرمایا: گیارہ بج چاہتے ہیں، گاڑی کا وقت قریب آ گیا، جلد اسٹیشن جاؤ، گاڑی اب بھی مل جائے گی، مگر وہ تو یہی کہہ رہے ہیں، میں نہیں جاؤں گا۔ میرے لیے آپ ہی سب کچھ ہیں۔ ہم لوگ بھی سمجھا رہے تھے، مگر وہ کسی کی کب سنتے تھے، تو حضور نے فرمایا: اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے، اس کے سر پر پانی ڈالو، اور تشریف لے جانے لگے۔ انہوں نے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے پائے مبارک کی کھمبھی بھری، اور کہنے لگے۔ آپ جاتے کہاں ہیں، میں نہیں جانے دوں گا۔ ایک بار سینہ سے لگا کر وہی جلوہ دکھا دو، میں پاگل نہیں ہوں۔ حاضرین نے بدشواری انہیں جدا کیا۔ حاجی کفایت اللہ صاحب نے حضور کی نعلین مبارک دروازہ مسجد میں رکھیں، نصرت یار خاں صاحب نے لوگوں سے اپنے کو چھوڑا کر حضور کا جوتہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ حضور نے فرمایا: دوسرا جوڑا گھر میں سے لے آؤ۔ مختصر یہ کہ حضور تو کا شانہ اقدس میں تشریف لے گئے، خدام نے پھانک بند کر لیا۔ اب مسجد میں حضور کے خلف اکبر و دیگر خاندانی حضرات اور خدام پکڑ رہے ہیں، اور پانی ڈالا جا رہا ہے، مگر وہ کسی طرح قابو میں نہیں آتے تھے۔ اسی کشمکش میں خدام تو حضرات شاہزادہ اکبر کا بھی کرتہ سلامت نہ رہا، چونکہ پھانک بند ہو گیا تھا لہذا سڑک پر پھانک کے سامنے دیر تک پڑے رہے، شب کے ایک بجے وہ مستورات جو ہمراہ جانے والی تھیں، مع چند ذقنا اسٹیشن سے بعد انتظار مع سامان حاضر آستانہ ہوئے، سب کے ٹکٹ خرید لیے تھے، وہ واپس کرائے گئے۔ اور نصرت خان صاحب کو بدشواری مکان لے گئے۔ اور دست و پا میں ہتھکڑی اور بیڑی ڈال کر بے

قابو کر دیا۔ اب کیفیت یہ تھی کہ نہ کھاتے تھے، نہ پیتے تھے، دن رات اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا وظیفہ تھا۔ ادھر جس شب کا یہ واقعہ ہے، اس کی صبح کو حضور کا چہرہ بہت اداس پایا، اور معلوم ہوتا تھا کہ رات بھر الحاح وزاری میں گزاری ہے۔ نصرت یار خاں ایک عرصہ تک پابزنجیر رہے۔ یہ معمول ہو گیا کہ ہر جمعہ کو ان کے عزیز ہتھکڑی ڈالے ہوئے لایا کرتے تھے، اور تھوڑی دیر اعلیٰ حضرت کی زیارت کرا کر واپس لے جاتے۔ میں نے دیکھا کہ وقت حاضری خاں صاحب موصوف ملتجیانہ نگاہوں سے حضور کی طرف دیکھتے، اور پھر خاموش ہو جاتے، اور نیچی نظر کیے بیٹھے رہتے تھے۔ بعض اعزہ کے مشورہ پر بدایون مزارات پر حاضری ہوئی، وہاں دورانِ قیام میں ایک شب موقع پا کر شہر کا رخ کیا، اور ایک لوہار سے خوشامد کی میری ہتھکڑی اور بیڑی کاٹ دے، میں پاگل نہیں ہوں، نہ مجھ پر کوئی آسب ہے، یہ میرے گھر والوں کی غلط فہمی ہے۔ اس نے کچھ تامل کیا تو کچھ رقم بھی دی۔ بالآخر انہیں اس نے آزاد کر دیا۔ یہ سیدھے مکان آ گئے، لوگوں کو اطمینان ہو گیا۔ اب صرف یہ صورت تھی کہ یہ خاموش رہتے تھے۔ غرض دو تین سال یوں ہی گزر گئے، اس کے بعد ایک روز سید محمود علی صاحب قادری رضوی حاضر خدمت ہوئے، اور اپنا ارادہ حاضری حرمین کا ظاہر کیا۔ خاں صاحب بھی نیچی نظر کئے ہوئے سامنے آئے، دست بوسی کے لیے ہاتھ بڑھائے، حضور نے ان سے بھی مصافحہ کیا، اور دعائے صحت سلامتی بخیر ذہاب و ایاب کی فرمائی۔ اس کے بعد وہ دونوں حضرات رخصت ہوئے۔ اس وقت ہم خدام آستانہ نے مولانا امجد علی صاحب اعظمی مصنف 'بہار شریعت' سے دریافت کیا کہ حاجی نصرت یار خاں صاحب کی حالت پہلے کیوں خراب ہو گئی تھی، اس میں کوئی راز ضرور ہوگا۔ مولانا نے ارشاد فرمایا: اس وقت حضور نے ایک جذبہ کی حالت میں معانقہ فرمایا، جس کے باعث ان کا ظرف چھلک گیا، اور برداشت نہ کر سکے۔ اس وقت فقیر کو حضور کے غزل کا مطلع یاد آ گیا

گلے سے باہر سرکتا نہیں شور و فغاں دل کا
الہی چاک ہو جائے گریباں ان کے بسمل کا

ناظرین کرام! خود فرمائیں کہ جو قلب اطہر ایسی سنائی رکھتا ہو اس میں جذبہ پیدا ہو تو بے چارے نصرت یار خاں صاحب پر کیا منحصر؟ کون ہے جو برداشت کر سکے۔ خیر بہر کیف! جب ان حضرات کی واپسی ہوئی، اس وقت حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز فجر کے بعد مسجد میں منتظر تھے، اتنے میں جلوس حاجیوں کا آ گیا۔ پہلے حاجی سید محمود علی صاحب بارادہ دست بوسی حضور کی طرف بڑھے، حضور نے حسب عادت کریمہ دریافت فرمایا: سرکار میں حاضری ہوئی؟ سید صاحب نے اثبات میں جواب دیا۔ حضور قدم بوس ہوئے۔ اس کے بعد حضور حاجی نصرت یار خاں صاحب کی طرف جن پر نظر پہلے سے بار بار پڑ رہی تھی خود سبقت فرمائی۔ حاجی نصرت یار خان صاحب قدموں پر آنکھیں ملنے لگے۔ حضور نے دونوں بازو پکڑ کر اٹھایا، اور سینہ مبارک سے دیر تک لگائے رہے۔ اس وقت ہم خدام نے دیکھا کہ حضور کا چہرہ انور فرط مسرت سے دمک رہا تھا، اور چشمان مبارک پر آشوب تھیں، اور یہ احساس ہوا کہ جب سے حاجی نصرت یار خاں صاحب کی حالت خراب ہوئی تھی، اس دن سے ہم

خدام نے برابر حضور کو اداس و ملول پایا۔ الغرض! جلوس تھوڑی دیر قیام کے بعد حاجیوں کو لے کر رخصت ہوا، اور حضور کا شانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ کرم الہی ایڈیٹر یونین گزٹ کی ایک شیرخوار لڑکی کو ایک نو عمر لڑکا گود میں لیے ہوئے تھا کہ بہاری پور کی ڈھال والی مسجد کی گلی سے دفعۃً ایک کچھری کے مختار کے یکہ کے سامنے جو بزرگیہ کی طرف سے آ رہا تھا، آ گیا۔ لڑکا تو کسی طرح بچ گیا، مگر لڑکی کے سر میں شدید چوٹ آ گئی۔ یکہ والا یہ دیکھ کر کہ لڑکی ٹکرا کر سڑک پر گر پڑی، خوف زدہ ہو کر تیزی سے گھوڑے کو بھگاتا ہوا، کتب خانہ کی طرف مڑا، جس سے ایک خاکروب کے پیر میں چوٹ آئی۔ ایڈیٹر اخبار مذکور نے تعاقب کیا، اور کچھ دور جا کر یکہ والے کو روک لیا۔ اسی وقت برادر م قناعت علی خط بنوانے حجام کے مکان پر جو عین موڑ پر تھا پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ لڑکا اس لڑکی کو اٹھا رہا تھا، اسی وقت پولیس آ گئی۔ لڑکی کو فوراً شفا خانہ لے گئے، جو تھوڑی دیر میں مر گئی۔ بعض اہل محلہ نے گواہی میں برادر م قناعت علی کا نام بھی ان کی عدم موجودگی میں لکھا دیا، جنہیں کچھری میں شہادت دینے کا اپنی عمر میں کبھی بھی موقع نہ آیا تھا، یہ پہلا موقع تھا۔ اب یہ سخت پریشان یوں اور بھی ہوئے کہ فوجداری کا مقدمہ ہے، اگر حلف دروغی میں لے لیا تو مجھے سزا ہو جائے گی۔ چونکہ سمن تعمیل ہو چکا تھا۔ اس لیے تاریخ معینہ پر کچھری جانا پڑا۔ پولیس نے حسب منشا خدا جانے کیا کیا گواہوں کو تعلیم دیا، مگر انہوں نے مجوزہ کے روبرو جو کچھ دیکھا تھا وہی بیان کیا، اور اسی وقت جرح بھی ہو گئی، بیان میں انہوں نے کہا تھا: میں خط بنوانے گیا تھا، مختار جس کا یکہ تھا، لکھوانے لگا حجامت بنوانے گیا تھا انہوں نے فوراً روکا، میرے الفاظ قلم بند کیے جائیں۔ مجوز نے فوراً قلم روک لیا، اور مختار سے پوچھنے لگا کہ خط بنوانے اور حجامت بنوانے میں کیا فرق ہے؟ وہ کسی قدر خاموش ہوا، انہوں نے کہا: اگر اجازت ہو تو میں بیان کروں، اس نے اجازت دی۔ انہوں نے کہا: چہرہ کے بال درست کرانا خط بنوانا کہلاتا ہے، اور سر کے بال اور بغل وغیرہ بنوانا حجامت کہلاتا ہے۔ مجوز نے ان کے الفاظ لکھ لیے، اور اپنے دل میں خیال کیا کہ گواہ راست گو معلوم ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ دونوں طرف کے گواہ سن لیے گئے، یکہ والے کو تین ماہ کی سزا ہو گئی۔ بعد کو معلوم ہوا کہ دوبارہ جرح ہوگی۔ اب برادر م قناعت علی کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی، اور یوں اور بھی وحشت ہوئی کہ نواب وزیر احمد خان صاحب ساتھ لے کر اکثر وکلا سے جا کر ملے، ہر ایک سے پتہ چلا کہ ہم قانون پیشہ لوگوں کی کمیٹی ہو چکی ہے، اور اس میں اس مختار کو بہت شرمندہ کیا گیا کہ ایک معمولی لڑکے نے برسر اجلاس تیری زبان بند کر دی، اور اس میں ہم سب کی ذلت ہے۔ لہذا بالاتفاق طے پایا کہ دوبارہ جرح کی جائے، اور قناعت علی گواہ کو جس طرح ہوسزا دلوائی جائے۔ بالآخر نواب وزیر احمد خان صاحب نے آبدیدہ ہو کر قناعت علی سے فرمایا کہ دنیوی کوشش تو ختم ہو چکی، اب میری رائے ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں جا کر عرض کیجیے۔ چنانچہ قناعت علی حاضر ہوئے، اور تمام واقعہ بیان کیا۔ حضور نے ان کا نام اور ان کے والد کا نام نامی، اور جد امجد کا اسم گرامی، سید صادق علی صاحب سن کر ارشاد فرمایا: ہاں! ان سے میں واقف ہوں، آپ ان کے پوتے ہیں؟ اور اپنے پاس بٹھالیا۔ اور تسلی و تشفی فرمائی اور ایک تعویذ عطا فرما کر ارشاد فرمایا: انشاء اللہ دوبارہ

جرح نہ ہوگی۔ اب تاریخ مقررہ پر کچھری پہنچتے ہیں۔ اتفاق سے اس یکہ والے کی نظر قناعت علی پر پڑتی ہے، وہ قریب آ کر ان سے التجا کرتا ہے کہ میاں ایسے ہی کہہ دینا کہ میں بیچ جاؤں۔ انہوں نے تیور بدل کر کہا آج تو ایسی کہوں گا کہ چھ مہینہ سے کم کی سزا نہ ہوگی۔ ان الفاظ کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے نہ کسی سے کہا، نہ سنا خاموشی کے ساتھ جیسے ہی چہرہ اسی نے مقدمہ پکارا، اس نے سوال دے دیا کہ میں دوبارہ جرح کرانا نہیں چاہتا۔ غرض تین ماہ کی سزا بھگتنے کے لیے اسی وقت جیل خانہ چلا گیا، اور قناعت علی خوش خوش مکان آ گئے، اور حضور کی خدمت میں عصر کے وقت حاضر ہوئے، اور عرض کیا: حضور دوبارہ جرح نہیں ہوئی۔ حضور نے فرمایا: الحمد للہ۔ پھر فرمایا: سید صاحب اب تو کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ اگر ہو تو فرمائیے۔ انہوں نے عرض کیا: حضور کی دعا سے کوئی پریشانی نہیں۔ یہ کہہ کر مکان چلے آئے۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ غالباً ۱۴۲۳ھ کی شب میں قناعت علی سوئے ہوئے تھے، خواب میں حضور اعلیٰ حضرت قبلہ کی زیارت سے مشرف ہوئے کہ دست راست کا انگوٹھا اور درمیان انگلی میرے پیشانی پر رکھ کر حرکت دیتے ہیں، اور ارشاد فرماتے ہیں: اٹھ نماز پڑھ پانچ بجے ہیں۔ معاً آنکھ کھلتی ہے، گھڑی کو دیکھتے ہیں تو ٹھیک پانچ بجے کا وقت ہے۔ اٹھے اور وضو کیا، فجر کی نماز ادا کی۔ دوسری شب میں بعینہ یہی واقعہ پیش آیا۔ یہ پھر اٹھے اور نماز فجر ادا کی، مگر آج قلب کی حالت دگرگوں ہے، نہ کھانے کو طبیعت چاہتی ہے، نہ کسی سے بات کرنے کو۔ تنہائی مرغوب ہے، اور دل چاہتا ہے کہ خوب روؤں۔ اب تیسری شب آئی، اور پھر حضور خواب میں تشریف لاتے ہیں، اور وہی کلمات زبان فیض ترجمان پر ہیں: اٹھ نماز پڑھ پانچ بجے ہیں۔ یہ بیدار ہوتے ہیں، اور گھڑی دیکھتے ہیں تو واقعی پانچ بجے ہیں۔ یہ دن اضطراب اور بے چینی میں اور چھپ چھپ کر روتے گزرا۔ بعد ظہر برادرم قناعت علی سید ضمیر الحسن صاحب جیلانی رضوی کے یہاں جاتے ہیں، جو اس زمانہ میں قریب ہی ایک مکان میں رہتے تھے، ان کی نظر جب ان پر پڑی تو اُداس اور ملول دیکھ کر پوچھنے لگے۔ انہوں نے پہلے تو اس کو صیغہ راز میں رکھنا چاہا، مگر جب سید صاحب موصوف مصر ہوئے، تو سارا واقعہ ظاہر کر دیا۔ سید صاحب نے ان کا دل بہلانے کے لیے فرمایا: چلو بازار چلیں۔ غرض دونوں بازار میں اس گلی کے محاذ پر جس وقت پہنچے، جو محلہ سوداگران کو سیدھی آتی ہے تو سید صاحب نے یہ فرما کر کہ عصر کی نماز اعلیٰ حضرت کی مسجد میں پڑھیں گے، انہیں لے کر پہنچ گئے جماعت ہو چکی تھی، حضور و طیفہ پڑھ رہے تھے، اور کچھ لوگ آس پاس مودب حاضر تھے۔ ان دونوں نے اندر مسجد کے نماز عصر ادا کی۔ اس عرصہ میں حضور بھی و طیفہ سے فارغ ہو گئے۔ حاضرین نے مصافحہ شروع کیا۔ جس وقت حضور دروازہ مسجد کے قریب پہنچے تو برادرم قناعت علی نے بھی مصافحہ کیا۔ حضور نے اس وقت ان کے ہاتھوں کو اس زور سے دبایا کہ ادب مانع نہ ہوتا تو ان کی چیخ نکل جاتی۔ یہاں تک کہ اس گرفت سے ان کا دل بگڑنے لگا، دماغ میں چکر سا آ گیا، اور آنکھوں میں اندھیرا سا پھا گیا۔ اسی تاریکی میں یہ دیکھتے ہیں کہ نہایت روشن حروف میں یہ الفاظ پیش نظر ہیں: 'تیرا شیخ یہ ہے جس آن انہوں نے یہ جملہ پڑھا حضور نے بلا تاخیر ان کا انگوٹھا چھوڑ دیا۔ اب یہ وہاں سے رخصت ہو کر سیدھے نواب وزیر احمد خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور زرار

رونے لگے، یہاں تک کہ سسکی بندھ گئی۔ نواب صاحب ممدوح سے ان کے والد صاحب کے دیرینہ تعلقات تھے، اسی لیے ان سے بہت محبت و اخلاص سے پیش آتے تھے، اسی لیے ان کی یہ حالت دیکھ کر وہ بھی رونے لگے، اور بہت کچھ تسلی و تشفی فرمائی، اور سبب پوچھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آج عصر کے وقت بروقت مصافحہ یہ صورت ظہور میں آئی، اسی لیے آپ مجھے مرید کر دیجیے۔ یہ سنتے ہی نواب صاحب کے اشکوں کا تار بندھ گیا، اور فرمایا کہ سید صاحب! آپ کا قلب سخت واقع ہوا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا، تو بڑے اصرار کے بعد صرف اس قدر فرمایا کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ کی توجہ آپ کی طرف اس وقت تھی، جب آپ تعویذ کے لیے گئے تھے۔ اس کے بعد نماز مغرب نواب صاحب فرمانے لگے: تو پھر کار خیر میں تعویذ کیوں کی جائے؟ ابھی چلیے۔ قناعت علی نے کہا: کچھ شیرینی ساتھ لے لی جائے۔ نواب صاحب نے فرمایا: اس کی چنداں ضرورت نہیں مگر جب مجھ سے مشورہ لیتے ہیں تو ایک روپیہ کی شیرینی منگوا لیجیے، اور دو روپیہ نذر کر دیے جائیں۔ اتنے میں ملازم کھانا لے آیا، نواب صاحب نے اپنے ساتھ انہیں بھی شریک طعام کیا اور ملازم سے فرمایا: ایک روپیہ کی جلیبی لے آؤ۔ وہ بازار گیا ادھر یہ کھانے سے فارغ ہوئے ادھر ملازم شیرینی لے کر آ گیا غرض دونوں حاضر آستانہ ہوئے اس وقت حضور پھانک میں تشریف فرما تھے اور مولانا امجد علی صاحب سے مسائل کے جوابات لکھوار ہے تھے یہ دونوں مصافحہ کر کے خاموش بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد نواب صاحب کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور قناعت علی کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا آپ نے کیسے تکلیف فرمائی نواب صاحب نے عرض کیا حضور یہ داخل سلسلہ ہونا چاہتے ہیں۔ حضور نے ان سے دریافت کیا: آپ کا وضو ہے؟ انہوں نے عرض کیا: حضور با وضو ہوں۔ ارشاد فرمایا: اچھا مسجد میں دو رکعت نفل پڑھ آئیے۔ اٹھے جب پھانک کے قریب پہنچے تو حضور نے ان سے فرمایا نفل پڑھنے کے بعد آپ جب واپس آئیں تو راستہ میں کسی سے کلام نہ کریں۔ یہ مسجد سے نفل پڑھ کر جب لوٹے تو ایک بوڑھا آدمی ٹوٹی جوتیاں پہنے دروازہ مسجد سے نکلتے ہی ساتھ ہولیا، اور بار بار پوچھنے لگا: اے میاں! بڑے مولوی صاحب کا مکان کون سا ہے؟ یہ حسب ہدایت مطلقاً خاموش رہے، اور کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ پھانک پر آ کر یہ اندر آ گئے۔ اور وہ سیدھا نکلا چلا گیا۔ حضور نے دوزانو مسہری پر ہو کر ان سے فرمایا: تشریف لائیے۔ نواب صاحب نے کہا: مسہری پر بسم اللہ کہہ کر سیدھا قدم رکھیے، اور دوزانو بیٹھ جائیے۔ انہوں نے تعمیل حکم کی۔ اب حضور نے فرمایا: قریب آجائیے۔ یہ ڈرتے ڈرتے کچھ آگے بڑھے۔ حضور نے دوسری بار پھر فرمایا: اور قریب آئیے۔ یہ اور بڑھے۔ حضور نے تیسری بار پھر یہی فرمایا۔ یہاں تک کہ ان کے زانو حضور کے زانوئے مبارک سے سخت کے ساتھ مل گئے۔ اس وقت ان کا تمام جسم اس قدر تھر تھرا رہا تھا کہ چار پائی حرکت کر رہی تھی، نیز قلب نہایت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حضور نے فرمایا: آپ اس قدر کانپ کیوں رہے ہیں؟ گھبرائیے نہیں۔ اور خود ان کا دست راست بدت راست اور دس چپ بدست چپ لے کر کلمات بیعت تلقین فرمائے اور کچھ شیرینی اٹھا کر انہیں دی کہ یہ سرکاری حصہ ہے، اسے آپ خود ہی کھائیے، اور باقی تقسیم کر دیں۔ انہوں نے حسب ارشاد تعمیل کی، اور تھوڑی دیر کے بعد نواب صاحب کے ہمراہ واپس مکان ہوئے۔

سید صاحب فرماتے ہیں اور فقیر بھی تائید کرتا ہے کہ ۱۳۳۳ھ سے ۱۳۴۰ھ تک ہمارے سامنے صد ہا حضرات داخل سلسلہ ہوئے مگر یہ اہتمام بیعت نفل وغیرہ کا کسی کے لیے نہ فرمایا۔ غالباً انہیں خصوصیات کی یہ برکات ہیں کہ سید صاحب نے نہ صرف حضور کی حیات ظاہری تک بلکہ تائیں دم حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی تصانیف عالیہ کی اشاعت میں اپنی زندگی وقف فرمادی اور آئندہ بھی ایسی ہی امید ہے۔

☆ حاجی کفایت اللہ صاحب کی روایت ہے کہ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضرت مولانا رحیم بخش صاحب آروی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار حضور قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محبوب خلفاء تلامذہ میں ہے۔ شہر آ رہ صوبہ بہار میں مدرسہ فیض الغریبا آپ ہی کی یادگار ہے۔ اس مدرسہ کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت میں حضور تشریف لے جاتے ہیں، قیام ایک وسیع پر فضا عمارت میں ہے، جس کے صحن میں ایک باغیچہ بھی ہے۔ وہاں عرصہ سے نلوں کے پانی کا رواج تھا، جو شب کے بارہ بجے بند ہو جاتا ہے، اور صبح ۴ بجے نل کھلتے تھے۔ ایک شب ایسا اتفاق ہوا کہ پانی کے تمام ظروف خالی اور نل جو قیام گاہ کے تقریباً اک فرلانگ پر تھا، بند ہو چکا تھا۔ حضور کے ہمراہیان و خدام جناب حاجی دلاور حسین خاں صاحب قادری رضوی اور حاجی کفایت اللہ صاحب نے جب حضور آرام فرمانے لگے تو ۲ بجے کے قریب کھانا تناول کیا، اور آپس میں یہ طے کیا کہ شب کو جاگتے رہیں گے اور چار بجتے ہی نل سے پانی لائیں گے۔ غرض تین بجے تک بیدار رہے، اس کے بعد دونوں حضرات غافل ہو گئے۔ اب ایسے وقت آنکھ کھلتی ہے کہ وقت فجر تو ہوتا ہے مگر جس وقت یہ اٹھنا چاہتے تھے اس سے کہیں تجاوز ہو چکا تھا۔ الحاصل یہ قرار پایا کہ پہلے حقہ بھر لیا جائے اگرچہ تازہ نہ ہو۔ جب تک حضور حقہ نوش فرمائیں گے پانی جا کر لے آئیں گے۔ چنانچہ حاجی دلاور حسین خاں صاحب نے سچے کونکے ہاتھوں سے توڑ کر جلدی سے چلم تیار کی ہی تھی کہ حضور تشریف لے آئے، اور حاجی صاحب کے دونوں ہاتھ کالے دیکھ کر فرمایا: حاجی صاحب! ہاتھ تو دھو لیجیے۔ چونکہ ان کے علم میں تھا کہ پانی کا ایک قطرہ موجود نہیں، لہذا عرض کرنے لگے: حضور! مسجد میں جا کر دھولوں گا۔ اس پر خود حضور نے لوٹا اٹھا کر جو قریب ہی تھا، حاجی صاحب کے ہاتھوں پر پانی ڈالنا شروع کر دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ بالکل خالی تھا جو دست اقدس میں آتے ہی پانی سے لبریز ہو گیا۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ شب کے وقت مولانا رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میر زاہد مطالعہ فرما رہے تھے کہ طلبہ کو من جملہ اور اسباق کے اس کا بھی درس دینا تھا۔ دوران مطالعہ میں ایک جگہ رکاوٹ پیدا ہوئی، بہت غور فرمایا مگر وہ مقام حل نہ ہوا۔ شب کا زیادہ حصہ اسی میں گزر گیا، بالآخر کتاب بند کر دی، اور صبح کو جب طلبہ نے پڑھنا چاہا، فرمایا: آج اسے رہنے دوکل دیکھا جائے گا۔ دوسری شب پھر دیر تک اس موقع کو غور کیا، مگر سمجھ میں نہ آیا، اور صبح کو پھر طلبہ کو نال دیا۔ تیسری شب انتہائی سعی فرمائی مگر کامیابی نہ ہوئی، اور کتاب بند کر کے بارادہ استراحت لیٹ گئے مگر نیند نہ آئی۔ دیر تک کروٹیں بدلتے رہے بالآخر آنکھ لگ گئی اور خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ ایک اجتماع کثیر میں اسی مسئلہ لا تخل کو حل فرما رہے ہیں۔ معاً آنکھ کھل گئی تو فجر کا وقت تھا وضو فرمایا، اور نماز پڑھی، اور خوش خوش مدرسہ پہنچ کر طلبہ کو درس دیا۔ اور جس

وقت سے بیدار ہوئے تھے قلب بار بار متقاضی تھا کہ بریلی شریف حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کروں۔ چنانچہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سبب حاضری عرض کیا۔ حضور نے تبسم فرماتے ہوئے اس حل کی تائید فرمائی۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ مولوی سردار علی خان عرف عزومیوں فرزند اکبر جناب حاجی واجد علی خان صاحب مرحوم، ہمیشہ زادہ اعلیٰ حضرت کی طالب علمی کا زمانہ تھا۔ ابتدا نہایت بدشقی، بے توجہی، لاپرواہی میں گزرا۔ ممدوح خود مقرر ہیں کہ مدرسہ کے اوقات میں مولوی صاحب طلبہ کو درس دے رہے ہیں مگر میرے کان ان کی تقریر سے محض نا آشنا رہے تھے۔ نہ کبھی کتاب کا مطالعہ کرتا نہ بعد کو کوئی سبق یاد کرتا، فقط مدرسہ کے وقت کتاب ہاتھ میں لے لیتا اور پھر کوئی غرض مطلب نہیں۔ اور اسی وجہ سے ڈر کے مارے اعلیٰ حضرت کے سامنے نہ آتا۔ نمازوں کے اوقات میں جب جماعت قائم ہو جاتی تو اخیر میں آ کر شریک ہو جاتا، اور سب سے پہلے مسجد سے نکل آتا۔ ایک روز جماعت عشاء کے لیے یہ خیال کر کے جاتا ہوں کہ پہلے ہی پڑھ کر چلا آؤں گا۔ ابھی بیرونی درجہ کے شمالی فصیل کے در میں بیٹھا ہی تھا کہ دفعۃً حضور اندرونی درجہ سے نکل کر میرے قریب آ کر کھڑے ہو گئے۔ اب قدم نہ آگے بڑھتا ہے، نہ پیچھے ہٹتا ہے۔ غرض حضور دریافت فرماتے ہیں: کیا پڑھتے ہو؟ عرض کرنا پڑا: ہدایہ آخرین، شرح عقائد نسفی۔ حضور کو یہ سن کر بہت مسرت ہوئی، اور ماشاء اللہ فرماتے ہوئے دست شفقت میرے سر پر پھیرتے ہیں، جس سے بالکل کا یہ پلٹ جاتی ہے، اور مجھے کتب بنی کا شوق پیدا ہو جاتا ہے کہ کتاب ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ہے۔ ذہن بھی ایسا رسا ہو گیا کہ اپنے ہم سبقوں میں ممتاز ہو گیا۔ بلکہ جس شب کا یہ واقعہ ہے اس کے صبح ہی کو جس وقت درجہ میں جا کر بیٹھا ہوں اور سبق شروع ہوتا ہے تو میرے استاذ مولانا رحمہ اللہ صاحب دامت فیوضہ مجھ میں بین فرق محسوس فرماتے ہیں۔ ان کی حیرت و استعجاب پر میں سارا واقعہ بیان کرتا ہوں کہ جس وقت سے اعلیٰ حضرت نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا ہے میں خود اپنے میں یہ تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔

فی الحقیقت یہ اسی دست حق پرست کے برکات ہیں کہ آج مولوی صاحب موصوف مدرسہ منظر اسلام میں درجہ دوم اور اول کے طلبہ کو درس دے رہے ہیں۔ مولانا کا معمول ہے کہ روزانہ کتاب کا مطالعہ مواجہہ اقدس میں کیا کرتے ہیں، اور اگر کوئی الجھن واقع ہوتی ہے تو حضور کی نظر کرم سے فوراً حل ہو جاتی ہے۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ مولوی سردار علی خان عرف عزومیوں کی اوائل عمر میں ایک شب عشا کی نماز کے وقت دروازہ سے کسی نے ان کی نسبت پوچھا: وہ بچہ اچھا ہے؟ مکان میں سے کسی نے جا کر دیکھا تو کوئی نہ تھا۔ دوسری شب پھر آواز آئی، وہ بچہ اچھا ہے؟ یوں ہی تیسری شب آواز آئی۔ وہ بچہ اچھا ہے؟ اب فکر لاحق ہوئی، اور لوگ وقت مقررہ پر چھپ کر جا بجا کھڑے ہو گئے مگر سب نے آواز بدستور سنی، اور آواز دینے والا نظر نہ آیا۔ بالآخر چار پانچ روز گزر جانے کے بعد عزومیوں کی دادی صاحبہ نے، جو حضور اعلیٰ حضرت کی بڑی ہمیشہ تھیں، اعلیٰ حضرت کا عرفی نام لے کر ارشاد فرمایا: امن میاں کو بلا لاؤ۔ چنانچہ وقت مقررہ سے پہلے اعلیٰ حضرت قبلہ حسب طلب وہاں پہنچے، اور بہن کی کرسی کی برابر والی کرسی پر صحن میں بیٹھ

گئے۔ کچھ دیر ہوئی تو حضور نے فرمایا: بنو آ پا! ایک شبہ ہوا ہوگا، کہاں آواز آئی؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، نہیں امن میاں! ایسا نہیں، سب لوگ برابر سن رہے ہیں۔ فرمایا: خیر میں بیٹھا ہوں، اور باتیں کرنے لگے۔ غرض نصف گھنٹہ سے زائد قیام فرمایا، مگر آواز نہ آئی، نہ آئی۔ آخر کار کا شانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ ابھی قریب پھانک کے تھے کہ آپ کے آتے ہی آواز آئی۔ وہ بچہ اچھا ہے؟ حضور واپس تشریف لے گئے، اور بہن سے مسکرا کر فرمایا: اب تو آواز آ ہی گئی۔ یہ کہہ کر مکان تشریف لے آئے، اور صبح بعد نماز فجر ایک تعویذ لکھ کر عز و میاں کے گلے میں ڈلوادیا، اور فرمایا: انشاء اللہ تعالیٰ اب آواز نہیں آئے گی۔ چنانچہ اس روز سے آج تک وہ آواز نہیں سنی گئی۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ شیخ مشتاق علی صاحب قادری رضوی ابن شیخ یاد علی صاحب ساکن بانس منڈی محلہ شہر بریلی شب جمعہ میں حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ حضور، شیخ صاحب کو ایک تعویذ عنایت فرماتے ہیں کہ دفعۃً ان کی آنکھ کھل جاتی ہے، دیکھتے ہیں کہ صبح صادق کا وقت ہے، دل میں طے کرتے ہیں کہ بعد نماز جمعہ حضرت حجۃ الاسلام زیب سجادہ عالیہ رضویہ سے عرض کروں گا۔ چنانچہ وہ مقررہ وقت پر نماز جمعہ سے فارغ ہو کر دفتر ”جماعت رضائے مصطفیٰ“ میں کہ پھانک میں بالا خانہ پر تھا، حاضر ہوئے، اور حضرت مدوح سے خواب بیان کیا، جسے سن کر ابھی کچھ ارشاد نہ فرمایا تھا، اتنے میں مولوی حشمت علی خاں صاحب لکھنوی ایک نقش قل هو اللہ احد شریف کا جو حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے قلم فیض رقم سے مرقوم تھا، لے کر آئے، اور عرض کیا: حسب حکم حضور والا فقیر حقیر کا شانہ اقدس میں کتب خانہ کی الماری میں کتابوں کو صاف کر کے لگا رہا تھا کہ ایک کتاب میں یہ نقش نکلا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام نے فوراً وہ نقش لے کر شیخ صاحب کو یہ فرماتے ہوئے عطا فرمایا کہ: لیجیے بھائی مشتاق علی صاحب اپنے خواب کی تعبیر۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ماہ شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ نصف گزر چکا ہے، خدام آستانہ سید ایوب علی وقناعت علی نقشہ سحری و افطار برائے رمضان المبارک بالکل مکمل کر چکے ہیں، دن کے نو یا دس بجے کا وقت ہے، بادِ سموم دم بدم ترقی کر رہا ہے، یہاں تک کہ بالا خانہ میں غرب رویہ دروازہ سے مزارِ انوار اعلیٰ حضرت قبلہ سامنے نظر آ رہا ہے، جسے دیکھ دیکھ کر اس وقت قلوب بے چین و بے قرار ہیں۔ آنکھیں اداس قامت زیبا کے تصور میں محو، اور آنکھوں سے سیلاب اشک بے طرح اٹ رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سنین ماضیہ میں جب حضور حیات سے تھے، دستور تھا کہ بعد تکمیل نقشہ مذکور پیش کیا جاتا اور بآواز پورے ماہ مبارک کا سال گزشتہ کے اوقات سے روبرو بیٹھ کر موازنہ ہوا کرتا تھا، اگر کہیں کچھ خامی ہو، اگرچہ سکنڈ کے ہزاروں حصہ کی، فوراً ٹوک دیتے، اور جانچ کرنے پر واقعی غلطی نکلتی، اور اسے دور کر دیا جاتا، حالانکہ وقت پر اس کا اثر کیا پڑ سکتا تھا، تاہم اعلیٰ حضرت احتیاط فرماتے تھے۔ وصال شریف کو تقریباً چھ ماہ ہوئے تھے، مزار مبارک خام تھا۔ دل ڈھونڈ رہا تھا کہ حضور کے پردہ فرمانے کے بعد یہ پہلا نقشہ ماہ مبارک کا تیار ہوا ہے، لہذا اس دستور کو برقرار رکھنے کے لیے ہم دونوں نے مواجہہ اقدس میں حاضر ہو کر دھوپ میں چٹائی بچھا کر کہ زمین نمازت آفتاب سے گرم ہو رہی تھی، اسی طرح بآواز بلند تمام

اوقات کا موازنہ شروع کر دیا، اور یہ پہلے سمجھ لیا تھا کہ اگر کسی جگہ غلطی ہوگی، تو انشاء اللہ ہمیں ضرور القافر مایا جائے گا۔ چنانچہ درمیان میں دو جگہ مشتبہ پایا فوراً نشان بنا لیا کہ دفتر جماعت میں پہنچ کر نظر ثانی کر لی جائے گی۔ اس کے بعد فقیر نے نقشہ مذکور مزار شریف کی چادر مبارک کے نیچے رکھ کر فاتحہ خوانی کی، اور دفتر میں آ کر ان مشکوک مواقع کے اعمال پر نظر ڈالی، تو فی الحقیقت ایک جگہ سکند میں ایک جگہ اشاریہ کا دوسرا حصہ اور دوسری جگہ اعشاریہ کا تیسرا درجہ غیر منظم پایا۔ یعنی ایک جگہ سکند ۱۰۰ حصہ اور دوسری ۱۰۰۰ بے ترتیب تھا تو درست کیا ہی تھا کہ اتنے میں مولوی حشمت علی صاحب قادری رضوی لکھنوی جو اس زمانہ میں مسجد بی بی جی کے شمال حجرہ میں رہتے تھے، تیز قدم آنکھیں ملتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا: السلام علیکم۔ میں نے کہا: وعلیکم السلام، کیسے گھبرائے ہوئے اس وقت دھوپ میں آنا ہوا؟ فرمایا: میں نے ابھی ابھی ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شانہ اقدس کے شمال روپہ دالان میں ایک چار پائی پر اس طرح لیٹے ہیں، جس طرح اس وقت مزار میں آرام فرما رہے ہیں، ان کے علاوہ اور بھی کچھ لوگ ہیں جو برابر چار پائی پر تشریف فرما ہیں، ان کے علاوہ اور بھی کچھ لوگ ہیں جو برابر چار پائی کچھی ہے اس پر بیٹھے ہیں، جنہیں میں پہچانتا نہیں ہوں، اور آپ دونوں بھی ہو۔ حضور کے بائیں ہاتھ میں کوئی کاغذ ہے، اور دہنے ہاتھ میں قلم، اور پہلوئے راست میں دو ات رکھی ہوئی ہے۔ اور نہایت تیزی کے ساتھ اس کاغذ پر اس طرح لیٹے لیٹے ارقام فرما رہے ہیں، جیسے ابھی ان حاضرین میں سے کسی کو لکھ کر وہ کاغذ دینا ہے، بس اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ سید سردار احمد صاحب موصوف کہتے تھے کہ اک مرتبہ میرے گھر میں سات ماہ کا حمل تھا، دو لڑکے پیٹ میں تھے۔ اس حال میں وہ دونوں لڑکے پیٹ میں مر گئے، ان کا پیدا ہونا سخت دشوار ہوا۔ ہسپتال کی بڑی میم نے کہا: ان بچوں کا پیدا ہونا ممکن نہیں لہذا ان کو ہسپتال لے چلو۔ اس کے کہنے کے مطابق میں پالی لینے کو بہت پریشان جا رہا تھا کہ حضرت قبلہ مسجد کی فصیل پر وضو فرما رہے تھے، مجھ سے دریافت فرمایا: کیوں پریشان ہو؟ میں نے سب واقعہ اپنے گھر کا ذکر کیا۔ اس پر حضرت قبلہ نے روک دیا اور فرمایا: پردہ کراؤ میں آ رہا ہوں۔ لہذا میں فوراً لپکتا ہوا گھر آیا، اور پردہ کر دیا۔ اتنے میں حضرت قبلہ تشریف لے آئے، مکان میں لے گیا۔ حضرت نے فرمایا: ایک ڈورا بڑا سالاؤ۔ میں نے ڈورا حاضر کیا۔ حضرت نے اس کا ایک سرا میرے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا: یہ ان کی ناف پر رکھو۔ میں نے اس ڈوری کو لے کر اپنے گھر میں ناف پر رکھا۔ حضور نے پڑھنا شروع کیا، پندرہ منٹ کے بعد حضور نے فرمایا: باہر چلے آؤ، اور دایا کو پاس کر دو۔ جیسے ہی میں اور حضرت قبلہ باہر تشریف لائے، گھر میں سے خبر آئی کہ دو بچے مردے پیدا ہو چکے ہیں۔ ورنہ بڑی میم نے کہہ دیا تھا کہ یہ بچے بغیر آپریشن کے نہیں پیدا ہو سکتے ہیں، ورنہ بچوں کی ماں کا زندہ رہنا دشوار ہے۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ سید سردار احمد صاحب نے کہا کہ ایک مرتبہ مرا انچارج افسر بہت ناخوش ہو گیا اور میرے نقصان رسانی کا جو یاں رہنے لگا، جس کے باعث میں بہت پریشان تھا، اور میں نے وہ وظائف جو حضور نے

بتائے تھے پڑھنے شروع کر دیئے۔ ایک روز اس نے مجھ پر بہت تشدد کیا۔ میں نے اس پریشانی کے باعث کھانا بھی نہ کھایا اور نماز عشاء پڑھ کر سو رہا۔ خواب میں حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے، اور فرمایا: کیوں پریشان ہوتے ہو؟ وہ کافر تمہارا کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد وہ خود بخود ٹھیک ہو گیا، اور پھر کبھی کچھ نہ کہا۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ موسم گرم میں فقیر کے سینہ پر نزلہ کا شدید غلبہ تھا، جمعہ کے روز کا شانہ اقدس میں برف کا شربت جس میں دودھ، کیوڑا، پستہ وغیرہ لوازمات شامل تھے تیار ہوا۔ ظاہر ہے کہ یہ شربت نزلہ میں کس قدر مضر ہے، مگر میں نے اپنے دل میں تہیہ کر لیا کہ پیوں گا اور ضرور پیوں گا اور خوب سیر ہو کر پیوں گا۔ یہ حضور کے یہاں تبرک ہے، انشاء اللہ مجھے مفید ہوگا۔ چنانچہ ضرورت سے کہیں زیادہ پیا، اور بحمد اللہ تعالیٰ شام تک سارا نزلہ کھانسی وغیرہ سب کافر ہو گیا۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ مولوی عرفان علی صاحب قادری رضوی پسرپوری نے کہا کہ ایک مرتبہ حضور کے سامنے نواب کلب علی خان صاحب والی ریاست رام پور کا ذکر ہو رہا تھا ارشاد فرمایا کہ مرحوم اہل دل سے تھے۔ پھر فرمایا: میں ان کو ایام حج میں ہر سال مدینہ منورہ کی گلیوں میں دیکھتا ہوں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حضور سیدی مرشدی و طجائی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ حیات میں ہر سال باطنی طور پر ایام حج میں مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے، نیز نواب صاحب مرحوم بھی بعد وفات ہر سال ایام حج میں مدینہ شریف کی زیارت کیا کرتے، جہی تو دونوں کی ملاقات مدینہ منورہ میں ہر سال ہوتی تھی۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ سفر جبل پور میں جس کمرہ میں حضور کا قیام تھا، اس میں ایک دروازہ تھا جس کے کواڑوں کے تختوں نے خشک ہو کر جھرو کے پیدا کر دیئے تھے۔ اس دروازہ کے دونوں پہلوؤں پر دو کھڑکیاں تھیں۔ اسی کمرہ کی ایک بغلی کوٹھہری تھی، جس میں دو دروازے تھے، ایک جوری کواڑ کمرے کی طرف، اور اس میں بھی ایسے جھرو کے تھے کہ جھانکنے سے پورا کمرہ صاف نظر آتا تھا، اور دوسرا دروازہ بیرونی برآمدہ کی طرف لگا تھا۔ اس کوٹھہری میں فقیر غفرلہ اور برادر م قناعت علی مقیم تھے۔ برآمدہ میں حاجی کفایت اللہ صاحب رہتے تھے۔ ہم لوگ کمرہ کے رخ کا دروازہ ہر وقت بند رکھتے تھے۔ حضور کے قیلوہ فرمانے کے وقت حاجی صاحب کمرہ کی کھڑکیاں اور دروازہ اندر سے بند کر لیا کرتے تھے اور فرشی پنکھا چلاتے رہتے تھے ایک روز کسی جگہ دعوت تھی وہاں سے دوپہر کو واپسی ہوئی۔ حاجی صاحب نے حقہ بھر کر کمرہ میں پلنگ کے پاس رکھا، اور حسب معمول کواڑ بند کر کے پنکھا جھلانا چاہا۔ حضور نے فرمایا: حاجی صاحب آج پنکھے کی ضرورت نہیں ہے، تشریف لے جائیے۔ حاجی صاحب باہر آگئے حضور نے کمرہ اندر سے بند کر لیا۔ حاجی صاحب نے ہم لوگوں سے آ کر کہا کہ آج خلاف معمول حضور نے پنکھے کو منع فرمایا۔ میں سن کر خاموش ہو گیا، مگر برادر م قناعت علی نے کچھ دیر کے بعد کوٹھہری میں کمرہ والے دروازہ کے پاس لیٹ کر جھروکوں سے جو نظر ڈالی تو پلنگ اور تمام کمرہ بالکل خالی پایا۔ کہیں حضور کا پتہ نہ تھا۔ یہ لیٹے لیٹے وہاں

سے ہٹ آئے، اس کا تذکرہ جس وقت مولانا حامد رضا خاں صاحب قبلہ کے سامنے آیا وہ لرز گئے، اور فرمایا: سید صاحب اب آئندہ کبھی ایسا نہ کیجئے گا کہ ایسے مواقع پر آنکھیں جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک مسلمان ڈاکٹر کی ضعیفہ والدہ صدر سے خدمت اقدس میں حاضر ہوتی ہیں، اور رو کر عرض کرتی ہیں: میرا ایک ہی بیٹا ہے بخار کی شدت ہے اور دو روز سے بالکل غافل ہے حضور اگر تکلیف فرمائیں تو بڑا کرم ہوگا۔ حضور نے ان ضعیفہ کی درخواست منظور فرماتے ہوئے بعد عصر کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر ڈاکٹر صاحب کا موٹر آ گیا۔ حضور نے حاجی کفایت اللہ صاحب اور برادر م قناعت علی اور فقیر کو ہمراہ لیا اور مولوی حسنین رضا خاں صاحب کی خواہش پر انہیں ساتھ لے کر وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ واقعی غفلت طاری تھی۔ حضور نے وہیں ایک تعویذ لکھ کر سیدھے بازو پر باندھا اور گھڑی سامنے رکھ لی، اور چار پائی کے قریب کرسی پر بیٹھے رہے۔ تقریباً نصف گھنٹہ گزرا تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے آنکھیں کھولیں، اور بخار اتر گیا۔ حضور نے ان ضعیفہ سے فرمایا کہ اگر پیاس معلوم ہو تو پودینہ، الاچھی سرخ، پانی میں ڈال کر جوش دے کر ٹھنڈا کر لیا جائے، اور پلایا جائے۔ اس کے بعد حضور بعد مغرب واپس تشریف لے آئے۔ صبح کو اطلاع ملی کہ بھوک کی شدت ہے۔ فرمایا: موگ کی دال کا پانی دیا جائے، اور دن میں جو کیفیت ہو سہ پہر کو مجھ سے آ کر بیان کی جائے۔ مگر بفضلہ تعالیٰ عصر کے وقت بجائے اطلاع کے خود ڈاکٹر صاحب موٹر میں آ گئے۔ ہم لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی کہ کل شام میں تو ان کی یہ حالت تھی کہ کمزوری کی وجہ سے کروٹ لینے میں تکلیف تھی، اور آج یہاں تک آ گئے۔ حضور نے مزاج پرسی فرمائی۔ ڈاکٹر صاحب نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور کی دعا سے بالکل ٹھیک ہوں مگر بھوک بیتاب کئے دیتی ہے۔ موگ کی دال کا پانی نامرغوب ہے اگر فرمائیں تو شور باپی لوں۔ فرمایا: اچھا شور با تیار کر لیجئے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب دست بوس ہوئے، اور موٹر میں بیٹھ کر چلے گئے۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ جناب مولوی حافظ یقین الدین خلیفہ اعلیٰ حضرت قدس سرہما کا بیان ہے۔ بہت عرصہ ہوا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مکان میں تشریف رکھتے تھے، جس میں آج کل حضرت حسن میاں تشریف رکھتے ہیں۔ میں ملوکپور میں اپنے یہاں کی مسجد میں ظہر کی نماز سے فارغ ہو چکا تھا کہ دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت کا لفظ عام طور پر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ قصد کر لیا کہ ابھی جا کر دریافت کر لوں گا۔ عصر سے کچھ پہلے ورد دولت پر حاضر ہو کر دروازہ کھٹکھٹایا، خادمہ مجھے دیکھ کر واپس گئی۔ چند منٹ کے بعد حضور تشریف لائے۔ مبارک ہاتھوں میں کتابیں اور قلم دان اور پان کی تھالی تھی۔ غلام نے کتابیں قلم دان لے کر حضور کے بیٹھنے کی جگہ رکھ دیں۔ حضور نے پان کی تھالی غلام کے سامنے کر کے فرمایا: حضرت ملاحظہ فرمائیں۔ اس سے پیشتر کبھی یہ الفاظ نہیں فرمائے تھے۔ ورنہ غلام کے دل میں یہ خیال کیوں پیدا ہوتا۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ جناب مولوی حافظ یقین الدین صاحب نے فرمایا: میرے برادر معظم حاجی حافظ محمد حسین الدین صاحب سفر سے تشریف لائے۔ ایک روز والد ماجد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ عرض کر کے کہ مجھے

بہت سی باتیں دریافت کرنی ہیں، اعلیٰ حضرت کے حضور میں گئے۔ (مگر ابھی وہ کچھ پوچھنے بھی نہ پائے تھے) اللہ عزوجل کے حبیب، ماسکان و مایکون کے عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے غلام (اعلیٰ حضرت) نے باتوں ہی باتوں میں سوال سے پیشتر سب کا جواب عطا فرمادیا۔ مکان آ کر والد ماجد صاحب مرحوم و مغفور سے بہت تعجب سے کہنے لگے کہ میں نے حضور سے ایک بھی سوال نہ کیا مگر حضور نے میرے سب سوالوں کا جواب عطا فرمادیا۔ اس کے بعد بھائی جان سلسلہ غلامی میں داخل ہوئے۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مرزا عبدالرحمن بیگ صاحب قادری رضوی ساکن محلہ نجار پورہ شہر کنبہ بریلی کا طلائق و نقرائی تمام زیور چوری ہو گیا۔ یہ سخت پریشان کہ شب کو خواب میں اعلیٰ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ مرزا جی! آپ کا سب زیور محفوظ ہے، گھبرائیے نہیں، انہوں نے عرض کیا: حضور! پھر مجھے کس طرح ملے؟ فرمایا: فلاں شخص نے تمہارے مکان کے سامنے ہی دفن کیا ہے، تلاش کرو، انشاء اللہ تعالیٰ مل جائے گا۔ صبح کو یہ اٹھ کر اس شخص کو کہ وہ اپنے والا ہے، پکڑتے ہیں، اور اسے ڈراتے دھمکاتے ہیں، بالآخر وہ شخص مرزا جی کے مکان سے متصل جو کھنڈر پڑا تھا وہاں لے جاتا ہے دیکھا کہ وہ افتادہ زمین جا بجا کھدی پڑی ہے۔ اس شخص سے پوچھا جاتا ہے بتاؤ کہاں دفن کیا ہے؟ اس پر وہ شخص کہتا ہے، زیور ضرور میں نے دفن کیا ہے، اور اس کھنڈر میں دفن کیا تھا، مگر اب نہیں کہہ سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہے؟ مجھے رات بھر تلاش کرتے ہو گیا ہے، مگر پتہ نہیں چلا۔ یہ زمین ہر جگہ میں نے ہی کھودی ہے۔ غرض چند آدمیوں نے مزید جستجو کی اور بالآخر اس کھنڈر میں ایک طرف ٹوٹا پھوٹا پانچخانہ بنا ہوا تھا اسے جو کھودا تو تمام زیور ایک جگہ نکل آیا۔ مرزا جی نے اس خوشی میں بڑی دھوم سے حضور کے مزار پر انوار پر چادر چڑھائی۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ کی حیات ظاہری میں حضرت مولانا مولوی حاجی عبدالرحمن صاحب قادری رضوی شاگرد رشید حضرات سرپا برکت مولانا وصی احمد محدث سورتی جن کا عرصہ دراز سے قیام بے پورہ ہے، عازم حرمین ہوتے ہیں، اور بعد فراغ فریضہ حج مدینہ منورہ حاضر ہوتے ہیں، اور حضرت مہاجر مدنی مولانا ضیاء الدین صاحب قبلہ سے ملتے ہیں۔ درمیان گفتگو کے مولانا عبدالرحمن صاحب حضور اعلیٰ حضرت قبلہ کے کچھ حالات ذکر فرماتے ہیں، جنہیں سن کر حضرت مہاجر صاحب مدظلہ کو اسی درجہ اشتیاق قدم بوسی ہوتا ہے کہ باوجود ہجرت کر جانے کے بھی مولوی حاجی عبدالرحمن صاحب بے پورہ ہوتے ہوئے بریلی شریف حاضر آستانہ ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوتے ہیں، اور چند بے قیام کر کے پھر مدینہ منورہ واپسی جاتے ہیں۔ مولانا موصوف اصل رہنے والے سیالکوٹ پنجاب کے ہیں۔ چونکہ خاندان کے عقائد خراب تھے، اور ہجرت کیے ہوئے بارہ سال ہو گئے تھے، اس لیے وطن کا رخ نہ فرمایا کہ کون مرا، کون زندہ ہے؟ جب سے فقیر نے ان سے خط و کتابت جاری رکھنا اپنی سعادت مندی سمجھا۔ اب حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پردہ فرمانے کے بعد فقیر ایک عزیز بغرض سہولت مکرئی جناب حاجی شیخ عظیم الدین صاحب کی معرفت حضرت مہاجر مدنی صاحب کی خدمت میں روانہ کرتا ہے۔ جب شیخ صاحب بریلی واپس آتے ہیں تو وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد صاحب نے

اپنا ایک خواب بیان فرمایا کہ دن کے دس بجے کا وقت تھا کہ میں سو رہا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ حرم شریف میں مزار پر انوار مالک و مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ اقدس میں حاضر ہیں، اور صلاۃ و سلام عرض کر رہے ہیں۔ بس اس قدر دیکھنے پایا تھا کہ معامیری آنکھ کھل گئی اب بار بار خیال کر رہا ہوں کہ خواب تھا مگر دل کی یہ حالت کہ متواتر حرم شریف چلنے پر آمادہ کر رہا تھا۔ بالآخر بستر سے اٹھا، وضو کیا اور باب السلام سے حرم شریف میں داخل ہوا۔ ابھی کچھ حصہ مسجد نبوی کا طے کیا تھا کہ اپنی آنکھوں سے میں نے دیکھا کہ واقعی اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی سفید لباس میں مزار پر انوار پر حاضر ہیں۔ خواب تو دیکھا تھا کہ صلاۃ و سلام پڑھ رہے تھے، آنکھوں نے یہ دیکھا کہ لب ہائے مبارک جنبش میں تھے، آواز سننے میں نہ آئی۔ غرض میں یہ واقعہ دیکھ کر بیتا بانہ قدم بوسی کے لیے آگے بڑھا کہ نظروں سے غائب ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے حاضری دی، اور صلاۃ و سلام عرض کر کے واپس ہوا۔ جب اس جگہ آیا جہاں سے اعلیٰ حضرت کو دیکھا تھا، ایک مرتبہ پھر کر جو دیکھا، تو پھر اسی طرح موجود پایا۔ مختصر یہ کہ تین بار ایسا ہی ہوا، پھر نظر سے اوجھل ہو گئے۔ راقم الحروف ایوب علی نے جس وقت شیخ صاحب سے یہ خواب سنا تو اسے قلم بند کر کے عریضہ بھیج کر مولانا ضیاء الدین احمد صاحب قبلہ سے تصدیق بھی کر لی۔ اس پر یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی قسم کے اور بھی کئی خواب اعلیٰ حضرت قبلہ کے متعلق مولانا نے دیکھے تھے۔ عرصہ گزر جانے کی وجہ سے پورے طور پر یاد نہیں رہے، اس لیے ظاہر کرنے سے احتراز فرمایا۔

☆ نیمبرہ محدث سورتی جناب مولوی قاری احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چند مسائل کی تحقیق کے لیے حضرت محدث سورتی صاحب پہلی بھیت سے بریلی تشریف لے گئے۔ کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ بہت ناوقت یعنی شب کو دو بجے حضرت کے دولت کدہ رحمت پر پہنچے۔ اعلیٰ حضرت اس وقت پھانک میں بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے، ملاقات کے بعد ایک صاحب سے جو اس وقت خدمت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ فرمایا کہ دروازہ پر پکار کر کہہ دو کہ پہلی بھیت سے محدث صاحب تشریف لائے ہیں، تین آدمیوں کا کھانا بھیج دو۔ جب کھانا آیا تو حضرت بھی مہمان کے ساتھ دسترخوان پر رونق افروز ہوئے، نیبو، اور بیاز کی چٹھنی کچھ زیادہ مقدار میں دسترخوان پر موجود تھی۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ اس وقت شیخ کے کباب ہوتے، تو زیادہ لطف دیتے۔ اعلیٰ حضرت اپنے مہمان کی اس خواہش کو سن کر خود گھر میں تشریف لے گئے، اور چند منٹ کے بعد باہر جب تشریف لائے تو ہاتھ میں ایک چینی کی پلیٹ تھی، جس میں ۱۶ کباب شیخ کے موجود تھے۔ کبابوں سے گرم گرم بھاپ نکل رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی تیار کیے گئے ہیں، جملہ مہمانانِ اعلیٰ حضرت کی اس کرامت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

☆ اس واقعہ کو مولوی برکات احمد صاحب نیمبرہ حضرت مولانا عبدالاحد برادر خرد حضرت محدث سورتی اور ان کے ساتھ مولانا مولوی ہدایت رسول صاحب اور بندہ کے والد مولانا عبدالحی صاحب مرحوم بریلی اعلیٰ حضرت کے دولت کدہ پر شب کو ۳ بجے پہنچے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی خاطر مدارت کی۔ مولانا ہدایت رسول صاحب نے فرمایا کہ اس وقت اگر شیخ کے کباب

ہوتے تو بڑا امرا آتا۔ اعلیٰ حضرت یہ سنتے ہی مکان کے اندر تشریف لے گئے، صرف تین چار منٹ میں تیغ کے گرم گرم کہاب ان لوگوں کے پاس لا کر رکھ دیے۔ ان حضرات نے فرمایا کہ حضرت اس وقت گرم گرم کہاب آپ نے کہاں سے منگائے ہیں؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: یہ سب اللہ کا فضل ہے۔

☆ جناب قاری صاحب ہی فرماتے ہیں کہ ۸ ربیع الثانی کو حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمہ کی خانقاہ میں عرس شریف کے موقع پر رسیوں کے جکڑے ہوئے ایک مسلمان نوجوان دیوانے کو حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ پاگل کے رشتہ داروں نے بیان کیا کہ چھ ماہ سے یہ پاگل ہے۔ ہزاروں علاج کئے، کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ پاگل خانہ میں اس لیے داخل نہیں کیا کہ وہاں مریضوں کو بہت مارتے ہیں۔ ہم بڑی امید کے ساتھ حضور کی خدمت میں لائے ہیں۔ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، تمام گھر سخت پریشان ہے۔ اعلیٰ حضرت سب واقعات سننے کے بعد چند منٹ اس دیوانے کی طرف بہت غور سے دیکھتے رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ نگاہوں سے مرض کو کھینچ رہے ہیں۔ حضرت کے نگاہ ملاتے ہی دیوانہ کی مجنونانہ حرکات میں افاقہ ہونا شروع ہو گیا، اور تھوڑے ہی دیر میں اسی جگہ بے حس و حرکت ہو کر گر پڑا۔ اعلیٰ حضرت نے اس کے رشتہ داروں سے فرمایا: اب یہ ٹھیک ہیں، رسیاں کھول دو، اور گھر لے جاؤ، اور روزانہ گیارہ عدد منقی تھوڑے سے دودھ کے ساتھ کھلا دیا کرو۔ خدا کے فضل سے وہ دیوانے صاحب اب تک زندہ ہیں، اور اپنے نوجوان لڑکے کے ساتھ کاروباری زندگی میں مصروف ہیں۔

☆ حضرت مانا میاں صاحب سجادہ نشین حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مخالفین کی جانب سے اعلیٰ حضرت کے قتل کی منظم سازش کی گئی، اور دو آدمیوں کو مقرر کیا گیا کہ وہ عشاء کے بعد مسجد سے آتے ہوئے راستہ میں آپ کو شہید کر دیں۔ یہ دونوں ایک دن مسجد سے آپ کے پیچھے ہو لیے، اور راستہ میں اپنے ناپاک خیال سے حملہ کرنا چاہا تو ایک خوفناک چیخ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ لوگ چیخ کی آواز سن کر ادھر ادھر سے آگئے، اور ان کو بے ہوش دیکھ کر ہوش میں لانے کی کوشش کی، جب ہوش و حواس ٹھیک ہوئے تو ان سے حالات دریافت کئے گئے تو ان دونوں آدمیوں نے قتل کی سازش بیان کرتے ہوئے کہا کہ جب ہم نے حملہ کرنا چاہا تو اعلیٰ حضرت کے دہنے بائیں دو شیر نمودار ہوئے، اور ہماری طرف نہایت غضب ناک طریقہ سے بڑھے، پھر ہم کو نہیں معلوم کیا ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ بظاہر شیر تھے، لیکن حقیقت میں اللہ کے پیارے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے عاشق و شید حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد تھی۔ یہ دونوں شخص اسی وقت اعلیٰ حضرت کے سامنے تائب ہو کر بیعت ہو گئے۔

☆ قاری احمد ہی کا بیان ہے کہ ۱۳۳۰ھ میں پہلی بھیت کے ایک مشہور بزرگ حافظ یعقوب علی خاں صاحب مرحوم اعلیٰ حضرت سے بیعت ہونے پر بریلی تشریف لے گئے۔ ابھی اعلیٰ حضرت کی نشست یعنی پھاٹک سے تقریباً ۲۲ فرلانگ کے فاصلے پر تھے کہ اعلیٰ حضرت نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ پہلی بھیت کے ایک بزرگ بیعت ہونے آرہے ہیں، ان کو لے

آئے۔ کچھ لوگ گئے، اور حافظ صاحب کو لا کر پھانک میں بٹھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے اسی مجلس میں حافظ کو مرید کیا، اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ آپ کس کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔

☆ قاری احمد صاحب ہی کا بیان ہے کہ ۱۳۲۹ھ اعلیٰ حضرت مدرسۃ الحدیث میں حضرت مولانا شاہ محمد وصی احمد سورتی کے پاس مقیم تھے کہ سید فرزند علی صاحب اعلیٰ حضرت سے ملنے آتے ہیں اور دست بوس ہوتے ہیں۔ سید صاحب کی داڑھی موٹی ہوئی تھی، اعلیٰ حضرت بہت دیر تک بہت گہری نظروں سے سید صاحب کے چہرے کو دیکھتے رہے۔ سید صاحب فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کی نگاہوں نے مجھے عرق عرق کر دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اعلیٰ حضرت مجھ کو داڑھی رکھنے کی خاموش ہدایت فرما رہے ہیں۔ میں نے صبح کو حاضر خدمت ہو کر اپنے اس فعلِ شیعہ سے توبہ کی۔ آج میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں کہ سید صاحب کے چہرہ پر نہایت خوش نما داڑھی موجود ہے۔

☆ قاری احمد صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت سے فرمایا کہ بڑی لڑکی حنیف النسا کی آنکھیں تین ماہ سے دکھ رہی ہیں، مختلف علاج کیے گئے، کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے، ورم کی وجہ سے آنکھیں کھلتی نہیں ہیں، رات بھر سخت بے چینی اور تکلیف میں رہتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے قلم سے کاغذ کے دو ٹکڑوں پر اشہد ان محمد رسول اللہ کچھ گولائی کے ساتھ تحریر فرمایا، اور محدث صاحب کو دے کر فرمایا کہ ایک ایک کاغذ آنکھوں پر رکھ کر ایک مہینہ کپڑا باندھ دیجیے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حسب ہدایت ظہر کے بعد جب کپڑا کھولا گیا تو آنکھوں میں نہ ورم تھا، نہ سرخی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان آنکھوں میں کبھی کوئی شکایت ہی نہیں ہوئی۔ افسوس کہ مدرسۃ الحدیث کی عمارت منہدم ہونے کے وقت یہ کاغذ کے ٹکڑے ضائع ہو گئے۔

☆ قاری احمد صاحب ہی کا بیان ہے کہ ۱۳۳۹ھ میں حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ التعلیق الجلی شرح منیۃ المصلیٰ تحریر فرما رہے تھے: ایک دن بہت بے اوراق آپ کی چوکی پر سے غائب ہو گئے، بہت تلاش کی گئی مگر وہ اوراق دستیاب نہ ہوئے۔ اعلیٰ حضرت سے اس واقعہ کو بیان کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ضائع نہیں ہوئے ہیں، بلکہ احتیاط سے رکھے ہوئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے حضرت محدث سورتی صاحب سے فرمایا کہ آپ کی مسجد میں جنوں کی ایک جماعت رہتی ہے، ان میں ایک صاحب علوم اسلامیہ سے بھی واقف ہیں، اور آپ کے درس حدیث میں بھی شامل ہوتے ہیں وہ دیکھنے کے لیے لے گئے تھے مگر واپس رکھنا بھول گئے۔ آپ مسجد میں تلاش کیجیے۔ چنانچہ مسجد میں تلاش کیا گیا تو وہ مسودہ ایک اونچے طاق پر حفاظت سے رکھا ہوا دستیاب ہوا۔

☆ قاری احمد صاحب ہی کا بیان ہے کہ پہلی بھیت کی ایک سیدانی صاحبہ نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت ایک سال ہوا، میں کچھ روپے اور اشرفیاں اپنے کمرے کے ایک کونہ میں گاڑ دیے تھے مگر اب وہاں دیکھتی ہوں تو نہیں ہیں۔ لڑکی کی شادی قریب ہے، اور اسی لیے رکھے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ وہ اب اس جگہ نہیں ہیں، بلکہ وہاں سے ہٹ کر

کوٹھری میں فلاں جگہ پہنچ گئے ہیں۔ اس جگہ تلاش کئے گئے تو سب کے سب مل گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ بغیر بسم اللہ کہے، اگر دن کیا جائے تو وہ اپنی جگہ پر قائم نہیں رہتا ہے۔

☆ مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی کا بیان ہے کہ میں میرٹھ سے بریلی حاضر ہوا کرتا تو معمول رہتا کہ چونکہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف نماز جماعت کے لیے باہر تشریف لایا کرتے تھے۔ میں بھی وقتوں میں حاضر رہا کرتا اور صبح سے ظہر تک کسی سے ملنے کو یا طلسمی پریس کے کام کو کہیں چلا جایا کرتا تھا۔ کبھی کبھی واپس آ کر یہ سنتا کہ کوئی صاحب تشریف لائے تھے، ان کے ملنے کو حضرت درمیان میں باہر تشریف لائے تھے تو مجھے بہت افسوس ہوتا کہ اگر میں بھی اس وقت یہیں موجود ہوتا تو ایک مرتبہ زیارت ہو جاتی۔ ایک مرتبہ میں ۱۹۱۸ء یا ۱۹۱۹ء میں میرٹھ سے بریلی حاضر ہوا، اور یہ سوچ کر کہ میرا ہینڈ بیگ طلسمی پریس کا ہمراہ ہونا مضر ہے، اسی وجہ سے میں صبح کے وقت باہر جاتا ہوں، لہذا اسے چھوڑ کر چلوں تاکہ ہر وقت وہیں بیٹھا رہوں۔ جس وقت باہر تشریف لائیں کوئی بات سننے کو مل جائے گی۔ لہذا ہینڈ بیگ چھوڑ کر بریلی گیا، قریب اڈس بجے پہنچا، اتفاق سے اعلیٰ حضرت اس وقت باہر ہی تشریف فرما تھے، فرمایا: کس کام کو آئے؟ عرض کی: کچھ نہیں پھر دریافت فرمایا، پھر فرمایا: اگر کوئی کام نہیں ہے تو میرا ایک کام کر دیجیے میں سوچ رہا تھا کہ یہ کام کس کے سپرد کروں۔ اتفاق سے آپ آگئے کام یہ ہے کہ ایک فتویٰ لکھنؤ سے آیا ہے۔ اس میں ایک کتاب کا حوالہ ہے، وہ میرے کتب خانہ میں نہیں ہے، لکھنؤ میں ملے گی۔ اسے لاد دیجیے۔ یہ کام سن کر اس قدر صدمہ ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ خیال ہوا کہ میں تو ہینڈ بیگ چھوڑ کر اس خیال سے آیا تھا کہ ہر وقت وہیں حاضر رہوں، اور یہاں یہ حکم ملا کہ شہر سے بھی باہر چلا جا، مگر اختیار کیا۔ چارونا چار یہی عرض کرنا پڑا، بہت اچھا۔ اسی وقت مجھے سفر خرچ عطا کر کے فرمایا کہ گاڑی کا وقت ہے، چھوٹی لائن سے لکھنؤ چلے جائیے۔ میں نہایت رنجیدہ نکلا، اسٹیشن پہنچا ٹکٹ لے کر گاڑی میں بیٹھا، اور بہت دیر تک اس صدمہ میں روتا رہا، یہاں تک کہ لکھنؤ آ گیا۔ اسٹیشن سے حضرت شاہ مینا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مزار شریف پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھ کر دعا مانگی کہ یہ کام ہو جائے، جس سے اعلیٰ حضرت خوش ہوں۔ اور ایک سرائے میں قیام کر کے پہلے بریلی شریف عریضہ حاضر کیا کہ میں لکھنؤ پہنچ گیا، یہاں مقیم ہوں، بہت عجلت میں مجھے روانہ فرمایا گیا، اگر اور کچھ فرمانا ہو تو یہ پتہ ہے۔ اب تلاش کو جاتا ہوں۔ 'انجم' کے ایڈیٹر مولوی عبدالشکور سے ملا، جنہوں نے اس کتاب کا حوالہ لکھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ کتاب مطبوعہ نہیں ہے، قلمی ہے، اور مولوی عبدالباری صاحب کے کتب خانہ میں ہے، ان کے مدرسہ کے مدرس اول میرے شاگرد ہیں، اور میرے پاس روزانہ آتے ہیں، شام کو میں ان سے کہہ دوں گا۔ میں شب کو پہنچا تو وہ بولے اتفاق سے آج وہ نہیں آئے صبح کو بھی آتے ہیں، جب کہہ دوں گا۔ اس حال کی بھی بریلی اطلاع کر دی، اور صبح پہنچا تو کہا کہ اتفاق سے وہ اس وقت بھی نہیں آئے، شام کو ضرور آئیں گے، تب کہہ دوں گا۔ میں نے کہا کہ آپ ان کے نام پر ایک پرچہ لکھ دیجیے، میں خود مل لوں گا۔ انہوں نے پرچہ لکھ دیا، اور وہ پرچہ لے کر ان سے مدرسہ میں ملا بولے کہ دوپہر کو یہاں سے اٹھوں گا۔ مولوی عبدالباری صاحب سے کہہ کر دو لوادوں گا آپ دیکھ لیں۔ میں نے کہا کہ آپ پرچہ لکھ دیجیے، میں معلوم کر لوں گا۔ انہوں نے پرچہ لکھ دیا،

میں نے مولانا عبدالباری صاحب کو وہ پرچہ دیا فرمایا کہ گیارہ بجے کتب خانہ کے محرر آتے ہیں، میں ان سے کہہ دوں گا، وہ نکال کر دکھادیں گے۔ میں نے عرض کی کہ آپ اس وقت یہاں ہوں یا نہ ہوں ان کے نام پر پرچہ لکھ دیجیے انہوں نے لکھ دیا۔ اب یہ خیال ہوا کہ کوئی کاتب تلاش کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ مجھے اس زمانہ میں یہ عارضہ تھا کہ لکھتے وقت ایک صفحہ سے زیادہ نہیں لکھ سکتا تھا، ہاتھ میں سخت درد پیدا ہو جایا کرتا تھا۔ اس عارضہ کو کچھ عرصہ گزر چکا تھا، کئی صاحبوں سے کہا کہ کاتب تلاش کر دیجیے، اور فوراً بازار گیا، اور سادہ کاغذ، روشنائی، قلم، مسطر، دوات تمام سامان لایا۔ گیارہ بجے منشی صاحب آئے، ان کو پرچہ دیا۔ انہوں نے کتب خانہ میں وہ کتاب نکال کر مجھ کو دی، اور مجھ سے یہ کہا کہ اس میں یہ شرط ہے کہ اسی مکان کے احاطہ میں کسی جگہ بیٹھ کر آپ اسے دیکھیں، لیکن مکان سے باہر لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نے کہا بہت اچھا، ایک کاتب کو تلاش کر دیجیے۔ دیکھا تو وہ کتاب بہت پرانی، کرم خوردہ ۱۸ رجز کی تھی، اور جا بجا الفاظ اڑے ہوئے۔ بریلی سے خط و کتابت جاری ہو چکی تھی اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا تھا۔ آپ نے بہت اچھا کیا جو فوراً پتہ لکھ دیا، اور کچھ ہدایت فرمائیں۔ اب میں نے یہ اطلاع کی کہ اٹھارہ جز کی یہ کتاب ہے، اب کیا کروں؟ اس کا جواب پہنچا کہ اس حالت میں جا بجا سے کچھ کچھ لکھ لائیے۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ مجھے بریلی چلتے ہوئے بے حد صدمہ تھا کہ ہر وقت حاضری کے خیال سے اس مرتبہ حاضر ہوا تھا، اور سورت یہ پیدا ہوئی۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ روزانہ بلا ناغہ گرامی نامے مل رہے ہیں۔ میری جانب توجہ کافی ہے، میرا مقصد حاصل ہے۔ لہذا میں انشاء اللہ تعالیٰ پوری لکھ کر لاؤں گا۔ اس کا جواب پہنچا جو میرے پاس اب تک محفوظ ہے، اور میں نے اپنے گھر والوں سے کہہ دیا ہے کہ یہ خط میری قبر میں رکھ دینا اس لیے کہ اس کا پہلا فقرہ یہ ہے: نور دیدہ محبت سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین۔ یہ پڑھتے ہی فوراً خیال ہوا کہ اعلیٰ حضرت سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین تحریر فرمایا ہے، ایک سچے ولی اللہ کے قلم سے یہ الفاظ نکلے ہیں تو اب انشاء اللہ تعالیٰ میں ہمیشہ آرام سے رہوں گا، اور ہر کام میں کامیاب ہوں گا۔ اور چونکہ قبر بھی دارین ہی میں ہے، اس لیے وہاں کے مصائب سے بھی نجات کا ذریعہ ہے، اس وجہ سے وہ خط محفوظ کر لیا۔ اب سنیے! گیارہ بجے وہ کتاب ملی اس خیال سے کہ منشی کی تلاش ہو رہی ہے، جب تک وہ ملیں میں ہی شروع کر دوں، اگرچہ ایک صفحہ سے زیادہ نہ لکھ سکوں گا یہ سوچ کر لکھنا شروع کیا چند سطریں لکھنے پر معلوم ہوا کہ میرا قلم معمول سے زیادہ تیز چلتا ہے اور حروف معمول سے اچھے بن رہے ہیں۔ جب ایک صفحہ کے قریب پہنچا تو خیال تھا کہ اب قلم رکھ دینا پڑے گا مگر درد نہیں پیدا ہوا، تو میں نے وہ صفحہ ختم کر کے دوسرا صفحہ شروع کر دیا، اور پھر درد کا انتظار کرتا تھا، اس لیے کہ وہ بہت تکلیف دہ ہوا کرتا تھا مگر نہ ہوا۔ میں نے تیسرا صفحہ لکھنا شروع کر دیا اور چوتھا، مگر درد نہ ہوا۔ پھر کھانا کھانے اٹھا، اور نماز ظہر پڑھ کر پھر جا بیٹھا عصر تک برابر لکھتا رہا، درد نہ ہوا۔ اس واقعہ کو آج ۲۹ سال گزر گئے مگر ہاتھ میں درد آج تک نہ ہوا شفا کی کلی حاصل ہو گئی، جہاں جہاں حروف نہ تھے، ان جگہوں کو چھوڑ کر لکھتا چلا گیا، اور روزانہ حالات سے اطلاع دیتا رہا، یہاں تک کہ ایک ہفتہ میں پچھنہ کے دن وہ اٹھارہ جز کتاب ختم ہو گئی۔ جمعہ کے دن ایک طالب علم کو ایک روپیہ دے کر ساتھ بٹھالیا، اور تمام دن میں تصحیح کر لی مگر بہت سے مقامات رہ گئے جو کرم خوردہ تھے۔ ہفتہ کو انھیں مدارس اول صاحب

کے پاس جا کر باقی ماندہ الفاظ کی تصحیح کی، مگر پھر بھی رہ گئے۔ بعد جناب مولوی عبدالباری صاحب سے عرض کی کہ دو مرتبہ اس طرح تصحیح ہوگئی، اس کے بعد میں نے جناب مولانا صاحب سے عرض کی کہ حیدرآباد کے ایک کتاب کی آپ نے تعریف لکھ دی ہے، اور اس میں اعلیٰ حضرت کے نزدیک کفریات ہیں، اس کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا کہ بھائی مصنف صاحب نے کتاب کا ایک صفحہ دکھایا مجھ سے لکھوانا چاہا میں نے لکھ دیا، تمام کتاب دیکھی نہیں۔ اور اگر میں دیکھتا تب بھی وہ باتیں نہیں نکال سکتا تھا جو انہوں نے نکالیں۔ بات یہ ہے کہ ان کی سی نظر نہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ جو انہوں نے تحریر فرمایا فی الحقیقت وہی صحیح ہے۔ تو میں نے عرض کی کہ آپ یہ تحریر فرمادیں تاکہ درمیان میں صفائی ہو جائے۔ انہوں نے اپنے مفتی صاحب سے اس کتاب کی نسبت فتویٰ لکھوایا کہ اس میں بہت کفریات ہیں، اور اسی پر خود دستخط کر کے مجھے دے دیا۔ میں نے یہ دونوں چیزیں لکھنؤ سے لا کر قریب دوپہر حاضر خدمت کیں۔ فوراً باہر تشریف لے آئے اور ملاحظہ فرما کر فرمایا: اتنی جلدی اتنی بڑی کتاب نقل ہونا یہ تو آپ کی کرامت ہے۔ میں نے عرض کیا بے شک کرامت ہے، جس کی بھی ہو۔ فرمایا: اچھا میں اسے دیکھ لوں، اور اندر تشریف لے گئے۔ عصر کی نماز ادا کر کے حسب معمول باہر تشریف رکھا، اور فرمایا کہ اس میں تو سب مضامین میرے موافق ہیں۔ فلاں جگہ یہ لکھا ہے، فلاں جگہ یہ لکھا ہے۔ غرض کہ ان کو تمام حفظ تھی۔ میں نے عرض کی کہ مولوی عبدالشکور صاحب یہ کہتے تھے کہ کیسے بے نفس بزرگ نے یہ لکھی ہے کہ اپنا نام بھی نہیں لکھا اور نہ مولوی عبدالباری صاحب ہی کو نام معلوم تھا۔ فرمایا کہ نام تو ہے، فلاں جگہ 'گویا' لکھا ہے۔ وہ ان کا تخلص ہے۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ میں نے خود لکھی، کئی مرتبہ تصحیح کی، مگر کچھ نہ سوجھا، اور یہ سب کچھ بتا رہے ہیں۔ وہ فتویٰ ملاحظہ کر کے بہت خوش ہوئے، اور پھر دونوں صاحبوں میں اتفاق ہو گیا، اور نا اتفاقی مٹ گئی۔

☆ مولوی محمد حسین میرٹھی ہی کا بیان ہے کہ غالباً ۱۹۰۵ء یا ۱۹۰۶ء میں امیر حبیب اللہ خاں صاحب والی افغانستان بغرض سیر و سیاحت ہندوستان تشریف لائے۔ آگرہ میں فوجی کام دکھانے کو دعوت دی گئی۔ اس میں میرٹھ سے آگرہ تک فوج کو ہر پڑاؤ پر رسد دینے کا ٹھیکہ میاں فرید الدین صاحب رئیس میرٹھ نے لیا، مگر کام میں دقت ہوئی۔ بعدہ آگرہ میں واپسی میں یہ حکم ہوا کہ یہی فوج دور استوں سے واپس جائے گی۔ لہذا اب بجائے آٹھ پڑاؤ کے سولہ پڑاؤ ہو گئے اور کام دوگنا ہو گیا۔ اب اور بھی دقت پڑ گئی، آدی بڑھائے مگر کام نہ ہو سکا۔ آگرہ سے علی گڑھ تک چار پڑاؤ کے لیے بہت سے آدی بھیجے گئے مگر بے امنی اور بے انتظامی ہی کی خبریں آتی رہیں، جس سے بڑی پریشانی تھی، اور میاں فرید الدین صاحب کو فکر کی وجہ سے گھٹیا ہو گیا۔ اور علی گڑھ سے میرٹھ تک چار پڑاؤ کا کام بالکل پڑا تھا، خان بہادر شیخ بشیر الدین صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اس نصف راستہ کا انتظام کے لیے روپیہ بھی لے لیا، اب میرٹھ سے چل کر پہلا پڑاؤ ہاپوڑ پر چل کر انتظام کرنا چاہا۔ تب پتہ چلا کہ یہ تو بہت دشواری کا کام ہے، اور بغیر بہت سے آدمیوں کے ہو بھی نہیں سکتا ہے۔ یعنی فوج جس وقت آئے اس وقت ان کی تمام ضروریات کی چیزیں اس کو پہنچ جائیں، اور سب اچھی ہوں اور جس قدر حکم ہوا اتنی پوری مہیا کی جائیں، اور فوج مختار ہے جتنی چاہے لے۔ اور دوسرے دن فوج چل دے گی، جس قدر سامان بچاؤ کچھ بھی کرو، اور سرما کا موسم لکڑی گیلی مگر ان کو سوکھی دو۔ گھانس پھونس جتنی

چاہے اتنی دو۔ یہ چیزیں بڑی چیزوں سے زیادہ پریشان کرتی ہیں۔ پھر گھانس لانے والے چماران کی بات قابل اعتبار نہیں، وقت پر اگر چیز کم ہوگئی تو بے حد خرابی۔ ان حالات کو دیکھ کر میں بہت گھبرایا اور کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ فوراً بریلی چل دیا، وہاں پہنچ کر اپنی گھبراہٹ اور پریشانی اعلیٰ حضرت سے عرض کر دیا۔ اگرچہ میرا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی پریشانی اور دقت پیش آتی تو میں ان شئی صاحب کو جن کو میں نقل فتاویٰ کے لیے اپنے قائم مقام کر دیا تھا ان کو خط لکھتا کہ ظہر کی نماز کے لیے جب اعلیٰ حضرت تشریف لائیں تو میرا سلام عرض کر دیجیے۔ وہ عرض کرتے، اعلیٰ حضرت جو اباؤ علیکم السلام فرماتے، یہاں کام ہو جایا کرتا تھا اور کبھی کام عرض کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ مگر اس وقت اپنی سخت پریشانی میں سب حال عرض کر دیا۔ فرمایا کہ وہ فوج کیا امری صاحب کی ہے؟ میں نے عرض کی انگریزوں کی تو فرمایا: اگر امیر صاحب کی ہوتی تو میں دعا کرتا۔ اب میں کیا عرض کروں؟ خاموش ہو رہا، اور اسی پریشانی میں دوسرے وقت ہاپڑ واپس آیا۔ ظہر کا وقت آبادی سے باہر راستہ پر ایک باغ تھا، اس میں مسجد نظر آئی وہاں جانے لگا پیچھے سے آواز آئی، مولوی صاحب! میں نے مڑ کر دیکھا تو راستہ پر ایک سوار تھے انہوں نے کہا: میں آپ ہی کو پکارتا ہوں میں جا کر ان سے ملا کہنے لگے میں نائب تحصیل دار ہوں، اور تحصیل کی جانب سے تمام قسم کا پورا سامان تیار رکھنے کا حکم ہے، اسی لیے بھیجا گیا ہوں، مگر ہم کوئی شئی فوج کو دے نہیں سکتے، قاعدہ یہ ہے کہ اگر ٹھیکے دار کے پاس کوئی چیز کم ہو جائے تو تحصیل پوری کر دے۔ غرض ہم کوئی چیز نہیں دے سکتے تا وقتیکہ ٹھکیدار ہم کو اجازت نہ دے۔ میرا خیال ہے کہ یہاں کے انتظام کے لیے آپ آئے ہیں، اسی وجہ سے میں نے آپ کو پکارا، اور میں یہ جانتا ہوں کہ آپ بہر حال کہیں سے سامان فراہم کریں گے، بجائے اس کے مجھ سے لیں تو ہماری محنت وصول ہو جائے، اور ہم نقصان سے بچ جائیں۔ میں نے کہا: نرخ؟ اس نے کہا: ہر شئی بازار نرخ سے زائد۔ میں نے کہا کہ چیز کیسی ہوگی؟ کہا: ہر شئی بالکل اچھی، ہر غلہ بالکل صاف، لکڑی خشک وغیرہ وغیرہ۔ میں نے کہا کہ وہ سامان کب ملے گا؟ کہا: سب تیار ہے، آپ چل کر دیکھ لیجیے۔ میں ان کے ہمراہ گیا، سب سامان دیکھا، انہوں نے کہا کہ سب چیز اچھی ملے گی، اور آپ کے اطمینان کے لیے یہ بات کہہ دیتا ہوں کہ فوج آنے پر ہم سب سامان آپ کی طرف سے ان کو اپنے آدمیوں سے بھیج دیں، اور پسند کر اکر ان سے رسید منگوا دیں، ان رسیدوں کے مطابق آپ ہمیں قیمت دے دیں۔ اب مزدور اور کام کرنے والے بھی بچے جو ایسے موقع پر پچاس ساٹھ سے زیادہ رکھنے پڑتے ہیں۔ میں نے ہر چیز کا نرخ لکھ کر ان سے دستخط کرائے اور چند اشرفیاں بطور بیعانہ دے دیں، اور ان کی رسید لے لی، اور رخصت ہوا۔ اب انہوں نے کہا کہ اتنی بات اور مان لیجیے کہ اگلے پڑاؤ پر دوسرے نائب تحصیل دار صاحب ہیں، مہربانی فرما کر اول آپ ان سے مل لیں اگر وہ آپ کے حسب منشا معاملہ کر لیں تو پھر آپ خود کوئی انتظام نہ فرمائیں۔ ظہر کی نماز پڑھ کر میں روانہ ہوا، دوسرے پڑاؤ پر عصر کی نماز پڑھی، اور اسی طرح معاملہ کیا۔ پھر تیسری پر مغرب پڑھی اور اسی طرح وہاں کا بھی معاملہ طے کیا۔ اور صبح کو چھوٹی جگہ کا معاملہ طے کر کے میرٹھ آ گیا۔ خان بہادر صاحب نے مجھے دیکھ کر گھبرا کر فرمایا: ابھی تک گئے نہیں؟ میں نے عرض کی کہ ہو آیا، اور سارا انتظام کر آیا۔ انہیں یقین نہ آیا، اور فرمایا کہ اگلے نصف راستہ کے چار پڑاؤں کے

لیے بہت سے آدمی گئے ہیں۔ پرسوں ۲۴ گھسیر نے معہ گھوڑوں کے سواری گاڑی سے ایک جگہ کے لیے روانہ کیے ہیں مگر ابھی تک کہیں سے انتظام ہونے کی خبر نہ آئی، بہت بڑی پریشانی ہے۔ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ میں ہو آیا ہوں، اور انتظام کرا آیا؟ میں نے عرض کی کہ ان قصوں کو رہنے دیجیے، آپ اپنا کوئی آدمی بھیجیں میں ان کو سب سامان سپرد کردوں۔ وہ ہر شئی اچھی دیکھ کر مجھ سے لے لیں۔ یہ سن کر خان بہادر صاحب بہت حیران ہوئے، اور فرمایا کہ اچھا! اگر کوئی ایسی ترکیب آتی ہے تو اگلے چار پڑاؤں میں بھی کچھ امداد فرماد دیجیے۔ چنانچہ دوسرے دن جا کر میں نے انہیں بھی جو ضرورت تھی پوری کر دی۔ اعلیٰ حضرت کی تصرفات کا اس سے اندازہ کیجیے کہ کیسا مشکل کام خود بخود کس قدر آسان ہو گیا۔ عجیب زبردست صاحب تصرف تھے۔

☆ انہیں کا بیان ہے کہ میرے ۱۹۰۷ء میں صبح کو ۵، ۷ منٹ میں بہت سخت ورم گھٹنے سے ران کی جز تک پیدا ہو گیا۔ ڈاکٹر نے کہا: فوراً مکان پر جاؤ۔ مکان جا کر بیٹھا تو پھر اٹھانہ گیا۔ اور یہ ورم تخمیناً ۵، ۶ انچ موٹا تھا، اس میں تکلیف پیدا ہوئی، ہر چند کہ ڈاکٹروں نے علاج کیے، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ میرے بھائی حکمت فرماتے تھے: جناب حکیم علی بہادر صاحب ان کو اجیر شریف سے بلایا، اور جناب والد ماجد صاحب کو بدایوں سے، سب نے ہر چند کوشش کی، کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ تکلیف بڑھتی گئی اور نیچے کا پاؤں سمٹ کر ران سے مل گیا۔ گھٹنا بے حد لاغر ہو گیا، جسم کی قوت کا یہ عالم ہو گیا کہ کارڈ تھامنے سے نہیں رکتا گر پڑتا تھا۔ بہت ہی تکلیف تھی سارا گھر شبانہ روز پریشان۔ تین مہینے ہو گئے، بریلی شریف کئی عریضے بھیجے، کسی کا جواب نہ آیا۔ میرے چند عزیز بدایوں کے مجھے دیکھنے آئے، ان کا آہستہ کہنا میں نے سن لیا کہ محمد حسین ختم ہو گیا۔ کسی کو امید زیت نہ تھی۔ جب یہ لوگ واپس چلے تو میں نے کہا بریلی راستہ میں پڑے گا، میرا ایک پرچہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پہنچا دینا۔ اس میں بمشکل یہ لکھا: یہ تو میں جانتا ہوں کہ حضور نہایت ہی عدیم الفرست ہیں، لیکن کیا ہم خدام کا اتنا حق بھی نہیں کہ ہمارے مرتے وقت آپ کام آجائیں۔ سلام وغیرہ کچھ نہ تھا، بڑی دشواری سے یہ لکھا گیا تھا۔ وہ پرچہ بعد نماز جمعہ مسجد میں پیش کیا گیا، اسی وقت تار دیا جو شام کو میرٹھ آیا۔ لکھا تھا: گھبراؤ مت اچھے ہو جاؤ گے۔ اس تار کے آنے سے گویا تین مردہ میں جان آ گئی، صبح ہفتہ کو گرامی نامہ آیا جو یقیناً اسٹیشن پر گاڑی میں ڈلوایا ہوگا، گرامی نامہ کا مضمون یہ تھا میں نے تمہارے خطوط کا جواب نہیں دیا اس میں مصلحت تھی ورنہ میں ہر وقت بطریق روحی تمہارے ساتھ ہوں۔ ایک نسخہ مجوزہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم لکھتا ہوں، اس عبارت کو چینی کے پلیٹ پر لکھ کر روغن زیتون سے دھو کر اس روغن کی مالش کرو۔ اسی وقت خان بہادر کے یہاں آدمی بھیجا، روغن زیتون مل گیا، وہ عبارت لکھ کر روغن زیتون سے دھو کر مالش کی۔ پہلے دن میں کچھ نہیں، دوسرے دن ایسے سخت پھوڑے میں جو نہایت سخت کھیرے کی طرح تھا، نرمی معلوم ہوئی، اور تیسرے دن اس کے درمیان میں ایک سوراخ ہوا، اور پیپ کے بائیس پیالے نکلے۔ اس دن مجھے اور میرے گھر والوں کو ایسی بے ہوشی کی نیند آئی کہ کسی کو ہوش نہ تھا کہ کہاں پڑا ہے۔ بعدہ روزانہ روغن کی مالش کی جاتی، اور پیپ نکلتی اور سکون بڑھتا جاتا۔ بھوک کھلی، اول اول کچھ کھا کر بے ہوش ہو جایا کرتا، جسم میں قوت آنی شروع

ہوئی، گھٹنا خود بخود فرہ ہونا شروع ہوا، اور نیچے کا پاؤں خود بخود کھلنا شروع ہوا حتیٰ کہ صحیح ہو گیا۔ پھوڑا جواند از ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ رانچ لہا تھا، وہ نصف سے کچھ زیادہ رہ گیا، اور میں ٹیڑھے پاؤں سے کھڑا ہونے لگا۔ خیال ہوا کہ پھوڑے کا سوراخ چھوٹا ہے، اسے ذرا بڑھا دو تو جلدی آرام ہو جائے۔ شفا خانہ گیا سول سرجن کو دکھایا، انہوں نے سلانی اوپر کو ڈال کر دیکھا اور تاسور سمجھا بغیر مجھ سے کہے نشتر لا کر ایک جانب ایک دم چیر دیا۔ نیچے کے حصے کی ان کو خبر نہیں زیادہ خون نکلا اس قدر کثرت سے خون دیکھ کر نیچے کے حصہ کا ذکر کرنے کی ہمت نہ پڑی، اور یہ اس کا زخم خود ۶ رانچ لہا ہو گیا، بمشکل ڈولی میں مکان آیا سارے کپڑے اور ڈولی خون سے تر، سب دیکھ کر گھبرا گئے، مگر اب کیا ہو روزانہ کمپونڈر آ کر زخم دھوتا اور دوائی رکھتا نیچے کے پھوڑے پر روغن کی مالش بند اس لیے حرکت نہ ہو، جب اوپر کے زخم کو آرام ہوا، جب تک نیچے کا خوب سخت ہو گیا اب جو کھڑا ہوا تو پاؤں بالکل ٹیڑھا، اور اس تمام قصبے میں دس مہینے ہو گئے۔ میری والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ اب اگر نیچے کے بڑا زمانہ چاہیے۔ تم بریلی جاؤ۔ اور اعلیٰ حضرت سے دریافت کرو اب کیا کرنا چاہیے؟ میں بریلی گیا۔ ۳ دن حاضر رہا، چونکہ اپنی بات عرض کرنے کی عادت نہ تھی، کہا نہیں گیا۔ شب کے ۱۲ بجے کی گاڑی سے واپسی کا خیال ہے، تا نگہ دروازہ پر کھڑا ہے، بعد عشا تشریف رکھ کر کچھ باتیں فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ والدہ صاحبہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ بریلی جا کر اعلیٰ حضرت سے دریافت کر کہ اب پھر وہی روغن استعمال کریں، یا کیا کریں؟ اس میں پھر بہت وقت لگے گا۔ فرمایا: کہاں ہے؟ اعلیٰ حضرت میرے دہنے ہاتھ کی طرف بیٹھے تھے، ان کا بایاں دست مبارک ملتے نظر آیا، بس ہاتھ اٹھالیا نہ دم فرمایا نہ کچھ اور فرمایا نہ میں نے کچھ اور عرض کیا۔ بعدہ رخصت ہو کر تا نگہ میں سوار اسٹیشن پر اتر کر اندر گیاریل میں بیٹھا تو اس کے چلنے میں کچھ نرمی معلوم ہوئی اور جب میرٹھ اسٹیشن پر اتر کر گھر چلا تو کچھ بھی نہ تھا، اور دوسری بات یہ کہ جو زخم علاج سے اچھا ہوا تھا، وہ عرصہ تک گھوڑے کی سواری پر دکھتا بھی تھا مگر یہ بالکل اچھا تھا۔ سبحان اللہ یہ عجیب و غریب تصرف تھا۔

☆ مولوی محمد حسین ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اور مولوی حبیب اللہ صاحب اور مولانا عبدالعلیم صاحب بریلی گئے۔ اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت نے عرصہ سے کچھ نوش نہ فرمایا تھا، گھر والوں نے بہتیرا عرض کیا مگر قبول نہ ہوا۔ ہم لوگوں کو دیکھ کر حسن میاں مرحوم نے فرمایا کہ آج حضرت کو ۳۱ دن ہوئے کوئی چیز نہیں کھائی ہے۔ ہر چند عرض کیا مگر نہیں مانتے۔ آپ لوگ مہمان ہیں، مہمان کا کہنا ماننا سنت ہے، آپ صاحبان عرض کریں۔ جب حضرت نماز کو تشریف لائے، مولانا عبدالعلیم صاحب نے عرض کیا، کچھ جواب نہ دیا۔ دوسری نماز کے بعد پھر عرض کیا، پھر جواب نہ ملا تیسری مرتبہ پھر عرض کیا تو فرمایا کہ مولانا آپ یہ کس غرض سے فرما رہے ہیں؟ عرض کی: حضور کے تمام اوقات دینی کاموں میں مشغول ہیں، مقصد یہ ہے کہ حضور کو ضعف نہ ہو، ورنہ ان کاموں میں حرج ہوگا۔ فرمایا کہ میرے ذمہ فتاویٰ نویسی، پنج وقتہ جماعت میں حاضر ہونا، اگر کوئی صاحب تشریف لائیں، اور کچھ دریافت کریں تو ان کا جواب عرض کرنا، ان تینوں کاموں سے آپ نے کس کام میں تساہل پایا؟ مولانا! یہ عادت تو جانوروں کی ہوتی ہے کہ دانہ چارہ ملا تو کام کیا، ورنہ نہیں، انسان کی یہ خصلت نہیں۔ یہ سن کر کوئی جواب نہ بن پڑا، مگر پھر خوشامد

کی۔ رضا مند ہوئے تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ ابتداء تھوڑا تھوڑا دودھ دیا جائے، ورنہ نقصان ہوگا، آنتیں خشک ہو گئی ہیں۔ چنانچہ تڑسٹھویں وقت ذرا سا دودھ دیا گیا۔

☆ مولوی محمد حسین میرٹھی ہی کا بیان ہے کہ ایک صاحب میرٹھ کے جوادوں میں کسی دیوبندی مولوی سے بیعت ہو گئے تھے یہ سمجھ کر کہ بریلوی حضرات میں بزرگانِ دین کی تعظیم اور احتیاط زیادہ ہے بریلی گئے، اور اعلیٰ حضرت سے مرید ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد ایک دن میرے پاس آئے، دورانِ گفتگو دیوبندیوں کی تعریف کرنے لگے۔ میں سفر کشمیر کے لیے تیاری کر رہا تھا اس لیے جلدی میں گھر چلا آیا، اور سفر کو چل دیا۔ میرٹھ سے راولپنڈی پہنچتے ہی میں نے عریضہ لکھا کہ چلتے وقت فلاں صاحب کا یہ واقعہ پیش آیا میں چاہتا ہوں کہ وہ سنبھل جائیں۔ کشمیر سے واپس آ کر معلوم ہوا کہ انہیں دنوں بریلی سے ایک تار ان کی طلبی کا آیا یہ گئے، اور دو تین دن بعد واپسی کی اجازت چاہی، مگر نہ ملی۔ پھر دو تین دن بعد اجازت چاہی، پھر نہ ملی، حتیٰ کہ ایک ہفتہ وہاں رہے، کسی قسم کا کوئی ذکر نہیں ہوا۔ بعد ایک ہفتہ اجازت ملی۔ واپس آئے، خیالات نہایت درست اور بالکل پختہ تھے جو باقی عمر پختہ ہی رہے۔

☆ مولوی مبین الدین صاحب امر وہوی مدرس مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امر وہہ سے چند اشخاص حافظ محمد شفیع صاحب، محمد ابراہیم خاں صاحب، ورفیق احمد صاحب درخشاں، بریلی اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بی بی جی کی مسجد میں جلسہ منعقد تھا، محمد ابراہیم خاں صاحب ورفیق احمد صاحب اور محمد شفیع صاحب کے والد حافظ کرامت اللہ صاحب نعت خواں تھے، اسی جلسہ میں ان حضرات نے نعت پاک سنائیں۔ حافظ کرامت اللہ صاحب امر وہہ کے منتخب نعت خواں تھے، اور شب بیدار عابد و زاہد۔ جلسہ سے فارغ ہو کر یہ حضرات اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت نعت خوانی کا تذکرہ تھا، اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ حافظ کرامت اللہ صاحب کی طہارت میں نقصان ہے، انہیں چاہیے کہ کامل طہارت کیا کریں۔ جب صاحب مذکور سے کہا گیا کہ حضرت نے یہ ارشاد فرمایا، تو غور کے بعد بولے کہ بالکل سچ فرمایا۔ میں استنجا صرف ڈھیلے سے کرتا ہوں، پانی سے نہیں کرتا ہوں۔ پھر غالباً اس مرتبہ یا اس کے بعد ورفیق احمد صاحب درخشاں اور حافظ محمد شفیع صاحب اور محمد ابراہیم خاں صاحب داخل سلسلہ ہوئے۔

☆ مولوی ابوعلی محمد تقی احمد صاحب مالا باری قادری نقشبندی امام مسجد کلیرہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں دھرواجی حاجی عبدالغنی صاحب کے یہاں مقیم تھا کہ استاذی مولانا امجد علی صاحب وہاں تشریف لائے اور اعلیٰ حضرت کے حالات کے ضمن میں بیان فرمایا کہ ہم اعلیٰ حضرت سے درس حدیث لے رہے تھے کہ خلاف عادت حضرت وہاں سے اٹھے، اور پندرہ منٹ بعد قدرے متفکر پریشان واپس تشریف لائے، اور دونوں ہاتھ آپ کے مع آستین کے تر تھے تو مجھے پکارا، میں مسجد کے باہر آیا، تو حکم فرمایا کہ دوسرا خشک کرتا لے آئیے۔ میں نے حاضر کیا، حضور نے پہنا، اور ہم لوگوں کو درس حدیث دینے لگے، لیکن میرے دل میں یہ عجیب بات کھٹکی تو میں نے وہ دن تاریخ وقت لکھ لیا، چنانچہ گیارہ دن کے بعد ایک جماعت تحفہ تحائف لے کر حاضر ہوئی، جب وہ

لوگ چند دن رہ کر واپس جانے لگے، تو میں نے ان سے حال پوچھا کہ کہاں مکان ہے، اس وقت کہاں سے تشریف لائے اور کیسے آنا ہوا؟ تو ان لوگوں نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ ہم فلاں تاریخ کشتی میں سوار ہوئے، ہوا تیز چلنے لگی، موجیں زیادہ ہونے لگیں، یہاں تک کہ کشتی کے الٹ جانے، اور ہم لوگوں کے ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہوا، تو ہم نے اعلیٰ حضرت سے توسل اور نذرمانی تو دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کشتی کے نزدیک آیا، اور کنارہ اس کا پکڑ کر گھاٹ کے کنارے پہنچا دیا، تو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کے توسل کی برکت سے ہم لوگوں کو بچا لیا، تو وہی نذر پوری کرنے اور اعلیٰ حضرت کی زیارت کو آئے ہیں۔ حضرت استاذ نے اس جگہ کا نام فرمایا تھا، لیکن ہم اس وقت بھول گئے۔

☆ مولوی بین الدین امر وہوی مدرس مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ تحریر فرماتے ہیں کہ محترم عاشق حسین صاحب زبیری میرٹھی نے مجھ سے کئی مرتبہ اس کو بیان کیا کہ میں مولوی محمد حسین صاحب بریلوی و مولوی محمد حبیب اللہ صاحب میرٹھی کے ساتھ بریلی حاضر ہوا، وہ زمانہ حضرت خاتم الاکابر شاہ آل رسول احمدی صاحب علیہ الرحمہ مارہروی کے عرس سراپا قدس کا تھا۔ وہاں پہنچ کر طبیعت میں خواہش ہوئی کہ حضرت سے بیعت ہو جاؤں۔ کسی نے خدمت اقدس میں عرض کر دیا کہ یہ صاحب داخل سلسلہ ہونا چاہتے ہیں۔ حضرت نے مجھ کو داخل سلسلہ فرمایا، اور شجرہ شریف اور کچھ اور اذتعلیم فرمائے، اور ایک ترکیب سورہ تبت یدا کی تعلیم فرمائی، کچھ مدت کے بعد والد صاحب کے ساتھ موضع سوندھ شریف ضلع گوڑگاؤں میں حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ حضرت میاں راج شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے فرزند ارجمند تھے، اور والد صاحب مرحوم نیز دیگر اکثر اہل خاندان کے پیرو مرشد تھے، وہاں پہنچ کر میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے بھی انہیں سے بیعت ہونا چاہیے تھا، کیوں کہ یہ خاندانی پیرو مرشد بھی ہیں، اور صوفی بھی ہیں، اور اعلیٰ حضرت تو عالم ہیں، صوفی تو نہیں۔ چنانچہ بیعت کا خیال حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب سے ظاہر کیا، اور اعلیٰ حضرت سے بیعت ہونا بھی عرض کر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم اور وہ دونوں ایک ہی خاندان قادر یہ سے متعلق ہیں۔ ایک ہی بات ہے اب تم کو بیعت ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ تم جب بریلی میں بیعت ہو چکے بس وہی کافی ہے۔ میں نے اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیا کہ پیر بمنزلہ امام اور مرید مثل مقتدی۔ اگر مقتدی نے نیت توڑ دی، تو وہ جماعت سے الگ ہو گیا اب وہ دوسری جگہ جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔ الغرض میں نے اپنی اوائل عمری اور حقیقت بیعت کو نہ سمجھنے کی بنا پر ان سے بیعت ہونے پر اصرار کیا۔ بالآخر حضرت شاہ صاحب نے بیعت فرمایا، یہ واقعہ صبح کو ہوا۔ چونکہ گرمی کا موسم تھا، بیعت و فراغت طعام کے بعد میں خانقاہ شریف میں جا کر سو گیا۔ فوراً اعلیٰ حضرت کو خواب میں دیکھا، تشریف لائے، نہایت ناراض اور غصہ کی حالت میں مجھ سے فرمایا کہ یہاں کس بات کی کمی ہے، جو تم دوسری جگہ گئے۔ لاؤ میرا شجرہ، اور اوراد بھی واپس کرو۔ کچھ وقفہ کے بعد فرمایا: وہ عمل بھی واپس کرو، جو تم کو بتایا تھا۔ یعنی تبت یدا کا عمل، جو مجھے یاد بھی نہ تھا کہ حضرت نے تعلیم فرمایا ہے۔ یہ دیکھ کر فوراً میری آنکھ کھل گئی، اس وقت شاہ عبداللہ شاہ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا: اجی میاں اعلیٰ حضرت ناراض ہو گئے، خواب میں تشریف لا کر شجرہ وغیرہ واپس لے گئے۔ شاہ صاحب کچھ دیر تک

خاموش رہ کر فرمانے لگے، میرے گھر کا بچہ تھا، میرے پاس آ گیا۔ مولوی صاحب کو ناراض نہ ہونا چاہیے تھا، اور بہت دیر تک کچھ کچھ وقفہ کے بعد اسی جملہ کی تکرار فرماتے رہے۔ پھر میں خانقاہ واپس چلا آیا، پھر والد صاحب کے ساتھ میرٹھ واپس آ گیا، لیکن اعلیٰ حضرت کی ناراضگی کا میرے دل پر اس قدر اثر تھا کہ میں ہر وقت پریشان رہنے لگا، اور دنیوی تفکرات کا ہجوم رہتا، اور کچھ عجب کرب و بے چینی دل میں پاتا تھا، اسی حالت میں دو سال گزر گئے۔ بالآخر دل نے کہا کہ بریلی شریف حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت سے معافی کا خواستگار ہوں۔ چنانچہ بریلی حاضر خدمت اقدس ہوا، اور تمام واقعہ اعلیٰ حضرت کی خدمت عالیہ میں عرض کیا، اور روتا رہا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: میاں تم ابھی بچے ہو۔ پیری مریدی کو ابھی سمجھتے نہیں۔ ایک جگہ بیعت ہونے کے بعد دوسری جگہ بیعت ہونا جائز نہیں خیر۔ اس کے بعد وہ پریشانی دور ہوئی۔

☆ حاجی کفایت اللہ صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت، حاجی خدابخش صاحب کے یہاں تشریف لے گئے۔ جب اعلیٰ حضرت اس مکان میں تشریف لے جا کر بیٹھے تو لڑکے نے مٹھائی لا کر رکھی کہ گیارہویں شریف کی فاتحہ کر دیجیے۔ حضرت نے اس پر فاتحہ دی اور سر جھکا کر خاموش بیٹھے رہے، اس کے بعد اس لڑکے کی بیوی بھی سامنے سر سے پاؤں تک چادر سے اپنے آپ کو چھپائے ہوئے آ کر کھڑی ہو گئی کہ اعلیٰ حضرت سر اٹھائیں تو میں سلام کروں۔ حضرت نے سر اٹھایا تو اس نے سلام کیا۔ حضرت نے اس کا نام لے کر فرمایا کہ تم یہاں پر بیاہی ہو (۱)؟ وہ عورت حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب مارہری قدس سرہ العزیز سے بیعت تھی۔ (ق ۲۶)

☆ جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے جو سلسلہ سفر جبل پور میں تحریر فرمایا کہ حضرت عیدالاسلام جناب مولانا مولوی عبدالسلام صاحب مدظلہم الاقدس نے مبلغ ایک ہزار روپیہ سکے رائج الوقت ایک سفید چینی کی بڑی قاب میں بھر کر بطور نذر حضور کی خدمت میں پیش کیا، جسے قبول فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مولانا! یہی کیا کم تھا جو آپ نے اس وقت تک صرف کیا؟ اور حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا کہ اسے رکھ لو اور میرے وظیفہ کی صندوقچی اٹھالاؤ۔ حاجی صاحب نے وہ روپے سامنے کمرہ میں رکھ دیئے، اور وظیفہ کی ہشت پہل صندوقچی پیش کیا، جس کا طول تخمیناً ایک فٹ ہوگا، اور جس میں ایک طویل سفید کپڑے پر سیاہ ڈورے کے حروف تھے۔ یہ وظیفہ حضور کو اپنے شیخ سے ملا تھا، جسے بعد نماز فجر پڑھا کرتے تھے، اور یہ صندوقچہ مقفل رہا کرتا تھا، جس کی کنجی حضور اپنے پاس رکھتے تھے۔ اس صندوقچی میں بجز وظیفہ کے اور کوئی چیز نہیں رہتی تھی، اور نہ اس میں گنجائش تھی کہ دوسری شئی رکھی جاتی۔ اب حضور اس صندوقچی کو اپنے سامنے رکھ کر کھولتے ہیں، اور ڈھکنا بالکل نہیں کھولتے، بلکہ تھوڑا سا اٹھا کر اٹنے ہاتھ سے جھکائے رکھتے، اور سپدھا ہاتھ بار بار بغیر دیکھے اندر ڈالتے، اور روپیہ نکالتے اور فرداً فرداً مولانا کے ملازمین و ملازمہ و خدام و رضا کاران وغیرہ ہم پر نہایت فراخ دلی سے تقسیم فرماتے رہے۔ تعجب ہوتا تھا کہ اس قدر روپے اس صندوقچی میں کہاں سے آگئے؟ اور اسی پر بس نہیں ہوا بلکہ مولانا عبدالسلام صاحب کی بہو یعنی برہان میاں صاحب کی اہلیہ کو، اور ان کی بچیوں کو طلائی زیورات، بلکہ سب سے چھوٹے بچے کے لیے سلا ہوا کرتا ٹوپی اسی صندوقچی سے برآمد ہوا۔ حالانکہ وظیفہ کی

صندوقچی اس دوران سفر میں بسا اوقات وظیفہ پڑھنے میں دیکھی گئی، بجز وظیفہ کی کتاب کے اور کچھ نظر نہیں پڑا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اس واقعہ کو مجھ سے مولانا حسنین رضا خان صاحب نے اسی تعجب کے ساتھ بیان کیا تھا بلکہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ نہ صرف مولانا عیدالاسلام صاحب ہی کے اعزہ کے لیے بلکہ خاص خاص سیٹھ صاحبوں کی بچیوں کے لیے بھی کافی طلائی زیورات اعلیٰ حضرت نے وظیفہ کی صندوقچی میں سے نکال نکال کر عطا فرمائے۔ یہاں تک کہ سیٹھ صاحبوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے اعلیٰ حضرت کی کیا خدمت کی؟ جو کچھ دعوت اور خاطر مدارت میں صرف کیا اس سے کہیں زائد کے زیورات اعلیٰ حضرت نے ہم لوگوں کی بچیوں بہوؤں کے لیے عطا فرمائے۔ مولوی حسنین رضا خان صاحب بہت ہی حیرت اور تعجب کے ساتھ یہ کہتے تھے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ زیورات کب اعلیٰ حضرت نے خریدے، اور کب اس صندوقچی میں رکھے؟ اس کے علاوہ اس صندوقچی میں تو وظیفہ کی کتابوں کے سوا کچھ بھی جگہ نہ تھی۔ اتنے زیورات اس میں کہاں سے آگئے، اور کیسے گنجائش ہوئی؟ واقعی یہ واقع جس طرح اعلیٰ حضرت کی سیر چشمی کی دلیل ہے، جو دو سخا کا روشن برہان اسی طرح بین کرامت کا پر زور ثبوت ہے۔ (ق ۵۶/۵۷)

مستری غلام نبی صاحب قادری رضوی بریلوی ساکن محلہ مسجد منہاریان نے فرمایا کہ مولانا (امجد علی صاحب جب حج سے واپس آ رہے تھے تو ان) کی آمد اور حضور کے ریلوے اسٹیشن تشریف لے جانے کی خبر رات ہی میں عام ہو چکی تھی۔ لہذا میں نے نماز فجر حضور ہی کی مسجد میں پڑھی۔ نیز اور مسلمان بھی کافی تعداد میں جمع ہو گئے تھے۔ بعد نماز حضور کا شانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ ریلوے جنکشن والے نین میاں کی پھٹن بسا اوقات سواری کے لیے آیا کرتی تھی، اور وہ اس وقت تک نہ آئی تھی۔ ریل کا وقت تھوڑا رہ گیا تھا۔ میں بغیر کسی سے کچھ کہے سواری کی تلاش میں قطب خانہ دوڑتا ہوا گیا۔ ایک تانگہ والے سے کہا: اس نے کہا کہ حضور تو نین کی پھٹن میں جاتے ہیں۔ غرض میرے اصرار سے وہ چلا آیا۔ چنانچہ جب تانگہ حضرت ننھے میاں صاحب کے مکان کے قریب موڑ پر پہنچا، تو تانگہ والے نے کہا کہ گاڑی کھڑی ہے میں نے اتر کر تانگہ سے دیکھا تو واقعی گاڑی کا کچھ حصہ چمک رہا تھا، اور سب لوگ پھانک پر جمع تھے۔ مسجد کے قریب یا جہاں تک تانگہ پہنچا تھا، کوئی نہ تھا۔ مختصر یہ کہ تانگے والا واپس جانے لگا تو میں نے ایک چونی اپنی جیب سے نکال کر اسے دی، اس نے کہا بھی کہ رہنے دیجیے، مگر میں نے اس کے حوالے کر دی، اور وہ گلی کی موڑ ہی سے واپس چلا گیا۔ اس کے جانے اور میرے چونی دینے کو کسی نے نہ دیکھا۔ اب میری چار پانچ روز کے بعد حاضری ہوتی ہے، اس وقت حضور مجھے ایک چونی عطا فرماتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں: حضور یہ کیسی ہے؟ ارشاد فرماتے ہیں: اسی روز تانگے والے کو جو آپ نے دی تھی۔ میں نے یہ عرض کرتے ہوئے کہ وہ بھی حضور ہی کی تھی، لینے میں قدرے تامل کیا۔ مگر باہمائے دیگر حضرات کہ اس تبرک کو کیوں چھوڑتے ہو؟ اسے ہاتھ بڑھا کر لے لیا۔ چنانچہ جب تک وہ میرے پاس رہی نمایاں برکات میں نے پائے۔ (ق ۲۱۰)



اکابرین و مشاہیر کی آراء

☆ حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ حضرت سیدنا شاہ ابوالحسن احمد نوری مازہروی قدس سرہ العزیز نے مجھ سے فرمایا کہ اب اس وقت دین داری کی علامت یہ ہے کہ جو شخص مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی اور مولانا احمد رضا خاں صاحب سے محبت رکھے، اسے دین دار جانو، اور جو ان دونوں سے بغض و عداوت رکھے، اسے سمجھ لو کہ بد مذہب ہے، یا کسی بد مذہب کے پھیر میں پھنسا ہوا ہے۔ اور جس مسئلہ پر ان دونوں کا اتفاق ہو اسے جانو کہ یہ مسئلہ بہت ہی محقق ہے۔ اور جس مسئلہ سے ان دونوں کو اختلاف ہو اسے جان لو کہ یہ غیر محقق اور غلط ہے۔ اور فرماتے کہ ہمارا تو اب یہی دستور العمل ہے کہ جو مسئلہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا، اس پر دل فوراً مطمئن ہو گیا، اور آپ کی اعلیٰ تحقیق اور غور و تدبر کے کثیر در کثیر مشاہدات و واقعات نے یہ حالت کر دی تھی کہ جو مسئلہ دریافت کرتا اس کی نسبت لکھ دیتا کہ مسئلہ کا حکم لکھ دیجیے دلیل کی ضرورت نہیں۔ اس لیے فقیر کا بھی یہی دستور العمل ہے۔

☆ مداح الحبیب مولوی جمیل الرحمن خاں صاحب نے دربار فضائل میں ذکر کیا کہ ۱۲۹۳ھ ماہ مبارک رمضان شریف میں کہ اعلیٰ حضرت کی عمر شریف ۲۱ سال کی تھی، حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب سے ملنے تشریف لے گئے۔ ایک جگہ قیام فرما کر اپنے دو ہم راہیوں کو حضرت کی خدمت میں بھیجا، اور تاکید فرمائی کہ صرف اتنا کہنا: ایک شخص بریلی سے آیا ہے، حضور سے ملنا چاہتا ہے۔ انہوں نے جا کر کہا۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: وہ یہاں کیوں آئے ہیں، ان کے دادا اتنے بڑے عالم، ان کے والد اتنے بڑے عالم، اور خود عالم، فقیر کے پاس کیا دھرا ہے؟ پھر نرم ہو کر بکمال لطف فرمایا: تشریف لائیں۔ بعد ملاقات اعلیٰ حضرت نے مجلس میلاد شریف کے متعلق حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے استفسار کیا۔ ارشاد فرمایا: اب لوگ اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں، اور میں سنت جانتا ہوں۔ صحابہ جو جہاد کو جاتے تھے تو کیا کہتے تھے یہی نہ کہ مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن اتارا، انہوں نے یہ معجزے دکھائے، اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ فضائل دیے، اور مجلس میلاد میں کیا ہوتا ہے؟ یہی بیان ہوتے ہیں، جو صحابہ اس مجمع میں بیان کرتے تھے، فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڑوا (لڈو) باتے ہو اور صحابہ اپنا موڑ (سر) باتے تھے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت کو بکمال شفقت و محبت تین دن تک مہمان رکھا۔ ۲۹ ماہ مبارک کو رخصت کیا، جب عید سر پر آ گئی۔ وقت رخصت فرش مسجد کے کنارے تک تشریف

لائے۔ اعلیٰ حضرت مدظلہ نے درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ فرمایا: تکفیر میں جلدی نہ کرنا۔ اعلیٰ حضرت مدظلہ نے دل میں خیال کیا کہ میں تو اس کو کافر کہتا ہوں جو حضور اقدس کی شان اقدس میں گستاخی کرتے ہیں، یہ خیال آتے ہی معاً مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں! جو کوئی ادنیٰ حرف گستاخی کا شان اقدس میں بکے ضرور کافر کہنا، بے شک کافر ہے۔ پھر اعلیٰ حضرت سے فرمایا: ہمراہی چاہتا ہے کہ اپنے موڑ کی ٹیپا (سر کی ٹوپی) تمہارے موڑ پر دھریں، اور تمہارے موڑ کی ٹیپا اپنے موڑ پر رکھ لیں۔ اعلیٰ حضرت نے براہ ادب سر جھکا دیا، مولانا نے اعلیٰ حضرت کی کلاہ مبارک اپنے سر پر رکھ لی، اور اپنی کلاہ مقدس اعلیٰ حضرت کے سر مبارک پر رکھ دی جو بطور تبرک اب تک محفوظ ہے۔

فقیر قادری عرض کرتا ہے کہ بعینہ یہی واقعہ مولوی حافظ محی الدین صاحب عرف لعل محمد صاحب نے منذر واقع فتح پور سے بھی لکھ کر بھیجا ہے اور مجھے بھی خیال آتا ہے کہ میں نے بھی خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی زبان مبارک سے اس واقعہ کو سنا ہے اس لیے اس کی صحت میں شک نہیں۔ (دیکھئے دبدبہ سکندری، اور سوانح حضرت فضل الرحمن)

☆ مولانا جمیل الرحمن صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضرت اقدس سیدنا شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز کو جو خصوصیت اعلیٰ حضرت قبلہ سے تھی، محتاج بیان نہیں۔ ہمیشہ جملہ مسائل و عقائد میں اعلیٰ حضرت مدظلہ اور حضرت تاج الفحول محبت الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب عثمانی بدایونی قدس سرہ العزیز سے مشورہ فرماتے، اور جو جو مدائح فرمایا کرتے ہر باب صحبت پر واضح ہیں۔ ایک صحیفہ شریفہ میں اعلیٰ حضرت مدظلہ کو تحریر فرمایا:

مولوی صاحب خدا کی قسم میں حضرت صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سے بہتر خلیفہ آپ کو جانتا ہوں۔

اکثر دعا فرمایا کرتے:

الہی! میری عمر میں سے اعلیٰ حضرت کو عمر عطا فرما۔

۱۳۲۳ھ جب اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرمین طہیین حاضر ہوئے، اکثر دعا فرمایا کرتے:

الہی! مجھے موت نہ آئے جب تک مولانا احمد رضا خاں صاحب کو بالخیر واپس آیا ہوادیکھ نہ لوں۔

محرم ۱۳۲۰ھ کو ایک خط بصیغہ رجسٹری بھیجا جس کی نقل مطابق اصل یہ ہے:

چشم و چراغ خاندان برکات تیرہ مارہرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب ام عمر ہم و علیہم۔

از ابوالحسنین بعد دعا مقبولیت فقرہ محررہ القاب سطر بالا واضح ہو کہ یہ خطاب حضرت صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

مجھ کو دیا تھا باوجودیکہ میں لائق اس کے نہ تھا تحریر فرمایا کرتے تھے چونکہ اب میں بظاہر اسباب انواع انواع امراض

میں ایسا مبتلا ہوں کہ مصداق اس مصرع کا ہو گیا ہوں:

اگر ماند شے ماند شے دیگر نمی ماند

اور مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اٹھ گئے، اور جگہ خالی کر گئے، تو اب سوائے آپ کے حامی کار اس

خاندان عالی شان کا خلفا میں کوئی نہ رہا۔ لہذا میں نے یہ خطاب آپ کو بایمانے غیبی پہنچا دیا۔ بطوع و رغبت آپ کو قبول کرنا ہوگا، اور میں نے بطیب خاطر بلا اکراہ و جبر، و رغبت قلب یہ خطاب آپ کو ہبہ کیا، اور بخش دیا۔ یہی خط اس کی سند میں باضابطہ رہے۔

فقط ابوالحسین از ماہ ہرہ ۲۲ / محرم ۱۳۲۰ھ

چنانچہ حسب حکم حضرت والا شان وہ فرمان مبارک محفوظ ہے۔

☆ جب اعلیٰ حضرت قبلہ نے مکہ معظمہ میں رسالہ مبارکہ البدولة المکیہ بالمادة الغیبیہ تالیف فرمایا، اور علمائے مکہ معظمہ میں اس کی شہرت ہوئی، وہاں کے معظم و محترم جلیل القدر عالم شیخ الخطبا والائمہ، حضرت مولانا احمد ابوالخیر میر دادا نے کہلا بھیجا کہ میں بھی اس رسالہ کا مشتاق ہوں، اور خود آپ کی زبان مبارک سے سننا چاہتا ہوں، اور پاؤں کی معذوری کے سبب آ نہیں سکتا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ تشریف لے گئے اور تمام رسالہ ایک جلسہ میں حضور کو سنا دیا حضرت شیخ الائمہ نے کمال مدح و ستائش فرمائی۔ اور صد ہا دعائیں دیں وقت رخصت اعلیٰ حضرت دام ظلہ مقدس نورانی عالم کی تعمیل کے لیے جن کی عمر پاک ستر برس سے متجاوز تھی ان کی قدم لینا چاہا اس پر شیخ الائمہ نے فرمایا: انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعالکم میں آپ کے پاؤں چوموں میں آپ کے نعلین کو بوسہ دوں۔ حق یہی ہے کہ اہل فضل کی قدر فضل والا ہی جانتا ہے: انما يعرف ذالفضل من الناس ذو ولا اس کا حال رسالہ مبارکہ الاجازات المتینہ لعلماء بکة والمدینة سے ظاہر ہے۔ ستائیس حضرات علمائے اعلیٰ حضرت قبلہ سے سندیں لیں، اجازت حدیث حاصل کیں۔

☆ حضرت والا مولانا سید عبدالقادر طرابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے جناب مولانا حسین خطیب مدنی اس زمانہ میں ترکستان تشریف لے گئے تھے، وہاں سے واپس آ کر اعلیٰ حضرت کی تشریف آوری اور علمائے کرام کی سند لینے، اعلیٰ حضرت کی تصنیفات علمی قابلیت کا حال سنا۔ مدینہ طیبہ سے خاص عزیمت فرما کر تحصیل بعض نو اور علوم مثلاً جفر زانچہ ارثما طیقی لوگارٹم وغیرہ علوم کے لیے اعلیٰ حضرت قبلہ کی خدمت میں بریلی تشریف لائے، اور فرمایا کہ میں جب سفر سے واپس آیا، علمائے مدینہ میں سے جو لوگ آپ سے مل چکے تھے، ان کو آپ کا کمال مداح پایا، اور جوش ملے تھے، ان کو افسوس کرتا پایا۔ لہذا میں وہاں سے صرف آپ کی زیارت اور آپ سے تحصیل علوم و فنون کے لیے آیا ہوں۔ یہ ۵ / صفر ۱۳۲۸ھ کا واقعہ ہے۔

☆ حضرت اقدس، شیخ علماء الحرام سیدی مولانا سید احمد زین دحلان قدس سرہ العزیز کے بھتیجے جناب مولانا سید عبداللہ دحلان مکی ۲۱ / جمادی الآخرہ ۱۳۲۸ھ میں تشریف لائے، اور اعلیٰ حضرت کے دست حق پرست پر بیعت کی حدیث، اور دیگر علوم کی اجازتیں حاصل کیں، اور نو اور علوم کسب و استفادہ فرمایا۔

☆ حضرت سید ابراہیم حسین صاحب مدنی اس سے پہلے ۱۳۲۵ھ میں تشریف لائے، اور زمانہ دراز تک علم جعفر و تکبیر حاصل کیا۔ اسی زمانہ میں حضرت حجۃ السلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے فرزند دل بند عنایت فرمایا، یہ پہلے

پہل صاحبزادے بہت آرزو و تمناؤں کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ ان کے قبل سب لڑکیاں ہی تولد ہوئی تھیں، اس لیے ان کی پیدائش کے بعد بہت ہی بڑی مسرت اور خوشی تمام خاندان میں ہوئی تھی، حضرت سید ابراہیم حسین صاحب بطور یادگار اپنے نام ابراہیم رضا تجویز کیا، اور اعلیٰ حضرت نے پسند فرمایا تھا۔

☆ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بخاری جو حضرت استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ صاحب علیگزہ کے شاگرد رشید اور فارغ التحصیل ذی علم و قابلیت شاگرد رشید اور صاحب فضل و کمال و کشف و کرامت تھے، تحصیل علم جفر میں اپنے پیرانہ سالی میں حضرت سید شاہ الحسین احمد نوری میاں صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں مارہرہ شریف پہنچے۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ اس فن کے بہت بڑے جاننے والے مولانا احمد رضا خاں صاحب ہیں، آپ بریلی تشریف لے جائیے، اور ایک سفارشی خط میاں صاحب نے اعلیٰ حضرت کے نام بھیجا کہ میں بخاری صاحب کو آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں، آپ ان کو علم جفر و تفسیر کی تعلیم کیجیے۔ چنانچہ تقریباً ایک سال بخاری صاحب نے بریلی شریف اقامت فرما کر ان دونوں علموں کو حاصل کیا۔ اس کے بعد سنگاپور ایک عمل کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ کچھ دنوں تک خطوط آتے رہے۔ بریلی شریف میں جناب ننھے میاں صاحب کے بالا خانہ قیام تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کو دست غیب کا عمل تھا، اس قدر شاہانہ خرچ تھا کہ سمجھ سے وراثتاً، کپڑے بہت نفیس اور قیمتی پہنا کرتے، چائے کا سلسلہ رات دن لگا رہتا۔ سماوار ہر وقت گرم رہتا جو آتا چائے ضرور پیتا، نہ معلوم کہ کہاں سے خرچ آتا؟

☆ جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ فقیر کے ایک پیر بھائی ساکن محلہ گڑھی جنہیں لوگ انجینئر صاحب کہا کرتے ہیں، اور اسی نام سے معروف و مشہور ہیں، ان کا کسی دور دراز مقام پر گزر رہا ہوا، دوران قیام میں وہاں کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ یہاں ایک پہاڑی کی چوٹی پر کوئی درویش ہیں، مگر وہ کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے ہیں، اور اگر کوئی پہاڑ پر چڑھنے کی جرأت کرتا ہے، تو اس پر سے پتھر آنے لگتے ہیں۔ انجینئر صاحب نے یہ سن کر تنبیہ کر لیا کہ میں جاؤں گا ضرور خواہ کچھ بھی ہو۔ الحاصل جب انہوں نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا تو واقعی پتھر لڑھکتے ہوئے آنے لگے، مگر انہوں نے مطلقاً پرواہ نہ کی، اور نظر جھکائے ہوئے چڑھتے ہی چلے گئے۔ ان کا بیان ہے کہ جیوں جیوں قدم بڑھتا جاتا تھا پتھروں کی کھڑکھڑاہٹ بڑھ رہی تھی، ایسا بھی ہوا کہ ان کے برابر سے پتھر نکل گیا، مگر لگا کوئی نہیں۔ بالآخر یہ اوپر پہنچ گئے، دیکھا کہ ایک فقیر صاحب گردن جھکائے بیٹھے ہیں۔ یہ سامنے دیر تک خاموش کھڑے رہے، بہت دیر کے بعد فقیر صاحب نے نظر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔ انہوں نے سلام کیا، جس کے جواب میں ولیم السلام فرمایا۔ اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: بابا! میرے پاس کیوں آیا ہے؟ تیرا حصہ تو مولانا احمد رضا خاں صاحب کے یہاں بریلی شریف میں ہے، وہیں جا۔ یہ فوراً سلام کر کے واپس چلے آئے۔

☆ سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ مکٹھ شریف پنجاب کے رہنے والے دہلی سے اپنے ایک آدمی کے ذریعہ جن کا اسم گرامی صوفی احمد دین صاحب تھا، اور لاہور کے باشندے تھے، اپنی آمد کی اطلاع دیتے ہیں، صوفی

صاحب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد میں ہیں، اور بہت بڑے مشہور و معروف آدمی ہیں، نام نامی و اسم گرامی حضرت پیر غلام عباس ہے۔ ہم لوگ آستانہ عالیہ پر صفائی وغیرہ کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت قبلہ اپنے ایک خادم کو صوفی صاحب کی معیت میں اسٹیشن روانہ فرماتے ہیں مگر پیر صاحب تشریف نہیں لاتے ہیں۔ دوسری بار پھر آدمی اسٹیشن جاتا ہے اور بے نیل مرام واپس آتا ہے۔ حضور نے فرمایا: ایک بار اور ہونا چاہیے۔ پھر ضرورت نہیں۔ چنانچہ تیسری بار میں پیر صاحب، تشریف لے آئے، جن کی اعزاز و احترام کے ساتھ میزبانی کی گئی۔ اب شدہ شدہ پیر صاحب کی آمد آمد کی خبر کیمپ میں پہنچی، اور وہاں سے پنجاب کے بکثرت مسلمان فوجی آدمیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، اور جب تک قیام رہتا ہے۔ یہی کیفیت رہتی ہے، پھر تو حضور کی خدمت میں وقتاً فوقتاً حاضر ہوتے رہتے تھے۔ دوران قیام میں ایک روز پیر صاحب کی دعوت بھی کی۔ ایک روز صوفی احمد دین صاحب نے بیعت کی درخواست کی حضور نے انہیں داخل سلسلہ فرمایا۔ انہیں سے ایک روز پیر صاحب کی تشریف آوری کا سبب معلوم ہوا، اور وہ یہ تھا کہ اگرچہ پیر صاحب کے ہزاروں مرید ہیں مگر حضور سے خلافت و اجازت اور تکمیل تمنا میں تشریف لائے ہیں۔ چنانچہ پیر صاحب نے ایک دن تخلیہ چاہا۔ ہم سب لوگ ہٹ گئے۔ غالباً یہی مرحلہ حضور سے طے کیا گیا۔ پیر صاحب تقریباً دو ڈھائی ہفتہ مقیم رہے۔ اخیر جمعہ کی صبح کو حضور ایک بادامی پرچہ پر کھج لکھ کر لاتے ہیں، اور پیر صاحب کو دیتے ہیں، وہ اس تحریر میز کو لے کر دیکھتے ہیں، اور کہتے ہیں: حضور میری سمجھ میں ایک حرف بھی نہیں آیا۔ حضور نے فرمایا: یہاں اندر کمرہ میں آئیے تو سمجھ میں آ جائے گا۔ پیر صاحب کمرہ میں جس وقت پہنچے، حضور نے فوراً کمرہ بند کر لیا۔ میں اور برادر م قناعت علی سہ درمی میں کام کرتے رہے، یہ تخلیہ کئی گھنٹوں رہا۔ کمرہ کی سب جوڑیاں کیواڑوں کی بند ہو جانے سے بالکل اندھیرا ہو گیا ہوگا۔ پھر یہ کہ اتنی دیر سے یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ کوئی اس کمرہ کے اندر ہے، سکوت محض پایا گیا۔ غرض بڑی دیر میں حضور نے کواڑ کھولے، اور پیر صاحب سے یہ فرماتے ہوئے کہ اب اجازت دیجیے، جمعہ کا دن ہے، اندر تشریف لے گئے۔ بعدہ پیر صاحب اپنے پلنگ پر کھڑے ہو گئے، اور جھوم جھوم کر ہم لوگوں سے فرمانے لگے کہ آپ حضرت بڑے خوش قسمت ہیں، میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ایسے بزرگ کے آپ مرید ہیں، اور میں آپ لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں، میرے ہزاروں مرید ہیں، اور میں حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہوں، اور دنیاوی وجاہت یہ دیکھتا ہوں کہ پنجاب کا گورنر میرے سامنے پینٹ اتار کر آتا ہے، لہذا میرے الفاظ کو ہلکانہ جانے، واقعی آپ بڑے خوش نصیب ہیں۔ ان کا انداز کلام اس وقت کا یہ بتاتا تھا کہ جو کچھ انہوں نے دیکھا، اس کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے، اس لیے اجمالی الفاظ پر اکتفا فرما رہے تھے۔ اس کے بعد پیر صاحب تشریف لے گئے، اور کچھ عرصہ کے بعد دو بڑے پنجروں میں کئی سو بیئر کھانے کے لیے حضور کی خدمت میں بھیجے۔

☆ فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے کہ ۱۲۹۵ھ میں کہ پہلی مرتبہ اپنے والد ماجد قدس سرہ العزیز کے ساتھ حج و زیارت کے لیے حاضر ہوئے، اور وہاں کے مشاہیر علمائے کرام کی خدمت میں ملاقات کے لیے تشریف لے گئے، اور ان سے اجازت

اجادیت حاصل فرمائی۔ ایک دن نماز مغرب مقام میں ادا فرمائی، بعد نماز امام شافعیہ حضرت مولانا حسین بن صالح جمل اللیل نے بلا تعارف سابق آپ کا ہاتھ پکڑا، اور حضرت کو لیتے ہوئے اپنے دولت کدہ تشریف لے گئے، اور دیر تک آپ کی پیشانی کو پکڑ کر فرمایا: انی لاجد نور اللہ فی هذا الجبین بے شک میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پاتا ہوں۔ اور صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے تحریر فرما کر عطا فرمائی، اور فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔

☆ مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی سستی پوری کا بیان ہے کہ سستی پور غریب خانہ پر مولانا احمد حسن صاحب کانپوری، مولانا عبید اللہ صاحب الہ آبادی کانپوری کا ذکر خیر ہو رہا تھا۔ حاضرین میں والد ماجد مولوی جعفر علی صاحب فریدی مدظلہ کے علاوہ چند اہل علم مشائخ بھی تھے کہ کسی نے اعلیٰ حضرت کا ذکر کیا، اس پر مولوی غلام یحییٰ جو جالہ ضلع در بھنگہ کے قریب کسی دیہات کے ساکن ہیں، جس میں اہل حدیث و مغل آباد ہیں بر ملا کہنے لگے کہ طالب علمی کے زمانہ میں کانپور میں مولانا تھانوی آئے تھے، میں بھی حاضری دیتا رہا۔ روانگی کے وقت اسٹیشن پر مولانا بریلوی کا ذکر آیا، اس پر مولانا تھانوی نے کہا کہ وہ ہندوستان کا فقیہ اعظم تھا، ان کی وفات سے فقہ کو نقصان پہنچا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ۱۹۲۸ھ میں احقر مولانا غلام یحییٰ صاحب ہزاروی سے مدرسہ الہیات کانپور میں ملا حسن میڈی وغیرہ پڑھ رہا تھا کہ ایک ولایتی طالب علم محمد زمان نامی ڈھانیل مدرسہ سے آ کر شرح چخمینی، حمد اللہ میں شریک ہوئے۔ ایک دن علمائے ہند کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ انہوں نے کہا کہ ہمارے شاہ صاحب مولانا انور شاہ کشمیری نے کہا: مولوی احمد رضا خاں صاحب ہندوستان کے بڑے عالم تھے، ان کا اخیر وقت مردہ سنت (اذان بین ید یہ خارج مسجد) کے احیا میں گزرا۔

☆ مولوی جمیل الرحمن صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضرت مولانا شیخ عبدالرحمن وہاں مدرس حرم شریف اپنی تقریظ کتاب مستطاب حسام الحرمین میں فرماتے ہیں: الذی شہدہ علماء لابلد الحرام بانہ السید الفرد الامام یہ وہ ہیں جن کے لیے مکہ معظمہ کے علمائے شہادت دی کہ وہ سردار یکتا امام ہیں۔

☆ مولانا مولوی قادر بخش صاحب سہرامی جو ایک بہت بڑے مشہور عالم اور زبردست واعظ تھے۔ ایک مرتبہ بسلسلہ وعظ موضع رجہت ضلع گیا تشریف لے گئے۔ یہ بستی سادات کرام کی ہے، اس بستی کے لوگ سجادہ نشینان سہرام کے رشتہ دار ہیں۔ ان کی شادیاں اس وقت تک رجہت اور پچروکھی وغیرہ میں ہوا کرتی ہیں۔ رجہت ہی کے رہنے والے میرے دوست مولوی سید شاہ غیاث الدین صاحب چشتی نظامی فخری رجہتی بہاری اور پچروکھی کے رہنے والے میرے مخلص محترم مولانا مولوی سید احمد عالم صاحب قادری برکاتی رضوی صدر مدرس مدرسہ قادریہ بسرام پور شیر گھائی ہیں۔ یہاں کے باشندے پہلے سب کے سب سنی حنفی تھے۔ تھوڑے دنوں سے کچھ وہابیت کا اثر ہو گیا۔ اور کچھ لوگ غیر مقلد ہو گئے۔ ان لوگوں کی برادری کی وجہ سے سجادہ نشین صاحب سہرام کے یہاں آمد رفت ہے، مگر اختلاف مذہب کی وجہ سے مسجد میں اعلان مذہب سے ممنوع تھے۔ تاکہ اختلاف و خلفشار پیدا نہ ہو۔ وہ لوگ جب آتے کمرہ ہی پر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رجہت کے سینوں نے مولانا قادر

بخش صاحب سہرامی کو رجہت و عظ کے لیے بلایا۔ وعظ کے بعد کھانا کھانے کے لیے بیٹھے، تو کسی نے پوچھا کہ مولانا! سنی اور وہابی کی کیا پہچان ہے؟ ایسی بات بتائیے کہ جس کو ہم لوگ بھی کر سکیں، اور اس کے ذریعہ سنی وہابی کو پہچان سکیں، کوئی بڑی علمی بات نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا: ایسا آسان عمدہ اور کھرا قاعدہ آپ لوگوں کو بتا دیتا ہوں کہ اس سے اچھا ملنا مشکل ہے۔ آپ جس کسی کے بارے میں مشتبہ ہوں کہ سنی ہے یا وہابی بد مذہب؟ تو اس کے سامنے مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا تذکرہ چھیڑ دیجیے، اور اس کے چہرے کو بغور دیکھئے، اگر چہرہ پر بشاشت اور خوشی کے آثار دیکھئے، تو یقیناً جانے کہ سنی ہے۔ اور اگر چہرہ پر پژمردگی اور کورت دیکھئے، تو سمجھئے کہ وہابی ہے۔ اور اگر وہابی نہیں، جب بھی اس میں کسی قسم کی بے دینی ضرور ہے۔ اس زمانہ میں لایحبہ الامؤمن ولا یغضہ الامنافق میں یہ ضمیریں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی طرف پھرتی ہیں۔

(ن، ق، ۶۲، ۶۳)

☆ حضرت محدث سورتی صاحب اور اعلیٰ حضرت کے تعلقات کو دیکھ کر ایک بار حضرت محدث صاحب کے آخری تلمیذ مولانا سید محمد صاحب کچھوچوی نے پوچھا کہ آپ کو شرف بیعت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی سے حاصل ہے، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا شوق جو اعلیٰ حضرت سے ہے، وہ کسی سے نہیں۔ اعلیٰ حضرت کی یاد، ان کا تذکرہ، ان کے فضل و کمال کا خطبہ آپ کی زندگی کے لیے روح کا مقام رکھتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو فرمایا کہ سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے، جو میں نے مولوی اسحاق محشی بخاری سے پائی، او وہ بیعت نہیں ہے جو گنج مراد آباد میں نصیب ہوئی، بلکہ وہ ایمان جو مدارجات ہے، میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا، اور میرے سینہ میں پوری عظمت کے ساتھ مدینہ کا بسا نے والا اعلیٰ حضرت ہیں۔ اسی لیے ان کے تذکرہ سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے، اور ان کے ایک ایک کلمہ کو اپنے لیے مشعل ہدایت جانتا ہوں۔



وصال شریف کی واقفیت

☆ جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جب حضور اعلیٰ حضرت قبلہ نور اللہ مرقدہ وصال فرما گئے، تو اب یہ خیال آتا ہے کہ نہ صرف ماہ صیام گزارنا کوہ بھوالی پر مقصود تھا بلکہ ہم پسماندگان کو اپنی مفارقت کا آہستہ آہستہ عادی بنانا تھا، ورنہ انہیں برسوں پہلے بخوبی روشن تھا کہ میرا کس سال، اور نہ صرف سال بلکہ کس مہینہ، اور نہ صرف مہینہ، بلکہ کس تاریخ کس روز کس وقت کس منٹ پر وصال ہوگا۔ ملاحظہ ہو سرکار کا نعتیہ دیوان مسکنی بہ حدائق بخشش حصہ اول کے اخیر میں قصیدہ 'حضور جان نورزیر عنوان' حاضری بارگاہ بہیں جاہ وصل دوم رنگ علمی کے دو شعر جو علی الاصل موجود ہیں جن کے ظاہر معنی نظر انداز کرتے ہوئے تاریخ وفات ۲۵ صفر ۱۶، سال پہلے صاف لفظوں میں فرمادی تھی۔ 'حضور جان نور' تاریخی نام ہے، اور یہ اشعار دوسرے مرتبہ حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ کی روانگی میں راہ میں کہے تھے۔ یہ ۱۳۳۲ھ کا واقعہ ہے وہ اشعار یہ ہیں۔

وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی
پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے
ماہ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے
یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دوپہر کی ہے

☆ بعد وصال قبل تدفین کا شانہ اقدس سے حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب خلف اکبر مکتوبات رضویہ کی جلد اول لائے، اور میرے روبرو ورق گردانی فرماتے ہوئے ایک صفحہ پر توقف فرمایا۔ اس فقیر نے اور تمام حاضرین نے دیکھا کہ اس صفحہ پر حضور نے کچھ تواریخ وفات مرحومین وغیرہ کی استخراج فرمائی تھیں جن کا اندازہ ظاہر کرتے ہوئے میں اس تاریخ کو پیش کرتا ہوں جس سے میرا مقصود حاصل، وہ یہ ہے۔

۱۳۳۰ھ و یطاف علیہم بانیۃ من فضة واکواب۔ (مولوی وصی احمد صاحب)

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے اعداد کا شمار بقاعدہ ابجد ۱۳۳۰ھ ہوتا ہے۔ اور حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمۃ کا وصال ۱۳۳۲ھ میں ہوا ہے، اسی لیے وکوالگ کر کے تحریر فرمایا۔ یعنی یطاف علیہم بانیۃ من فضة واکواب۔ ان کا مادہ تاریخ ہے..... اور آیت کریمہ و یطاف علیہم ہے، جس کے اعداد ۱۳۳۰ھ ہیں۔ لہذا حضرت محدث سورتی صاحب کا اسم

گرامی لکھ کر محدود فرمانا، اس کو پردہ میں رکھنا ہوا، اور ظاہر ہے کہ اپنا نام تحریر فرمادینے سے انکشاف راز ہو جاتا، اس لیے حضرت محدث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی پر اکتفا فرمایا۔ جس کا صاف مقصد یہ ہے کہ آیت کریمہ واوچھوڑ کر پڑھنے سے محدث صاحب کی تاریخ نکلتی ہے، اور واوشامل کر لینے سے ہماری تاریخ وفات ہے یعنی چھ سال قبل اپنے وصال کی تاریخ مکتوبات شریف میں محفوظ کر دی تھی۔

جامع حالات فقری قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ جب حضرت استاذی ملاذی محدث سورتی قدس سرہ العزیز کی وصال شریف کے بعد بنظر تعزیت پہلی بھیبت حاضر ہوا، اس کی بعد بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کے لیے بھی حاضری دی۔ ایک دن حضور اثنائے تذکرہ میں فرمایا کہ میں نے حضرت محدث صاحب کی تاریخ وفات آیت کریمہ سے پائی، جس سے ان کا مرتبہ بھی معلوم ہوتا ہے، اور آیت کریمہ حضور نے تلاوت فرمائی: یطاف علیہم بانیۃ من فضة واکواب۔ اسی وقت میں نے آیت کریمہ کے اعداد جوڑے تو ۱۳۳۴ھ نکلے۔ لیکن میرے دل میں ایک کھٹک تھی جس کو کہنے کی ہمت نہ ہوتی تھی لیکن اعلیٰ حضرت نے اس پر مطلع ہو کر فرمایا: کیا کچھ کہنا چاہتے ہیں؟ اتنا اشارہ پا کر میں نے عرض کیا: آیت کریمہ ویطاف ہے۔ اس پر تبسم فرمایا، اور ارشاد ہوا کہ پوری آیت اس بندہ خدا کی تاریخ ہوگی جس کا انتقال ۶ سال بعد ۱۳۴۰ھ میں ہو، معاً خیال آیا کہ اعلیٰ حضرت نے اس دن اپنی ہی طرف اشارہ فرمایا تھا، مگر میں سمجھ نہ سکا۔

نبیرہ حضرت محدث سورتی مولانا قاری احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ وصال شریف کے بعد جب اعلیٰ حضرت کو غسل دینے کے لیے بستر سے اٹھایا گیا تو سر ہانے سے ایک کاغذ برآمد ہوا جس پر سورہ دہر کی یہ آیت کریمہ لکھی ہوئی تھی: ویطاف علیہم بانیۃ من فضة واکواب۔ نیچے لکھا ہوا تھا اگر اس آیت کو واو سمیت پڑھا جائے تو میرے انتقال کی تاریخ نکلتی ہے، اور اگر بغیر واؤ کے پڑھیں تو حضرت مولانا شاہ وصی احمد سورتی کے انتقال کی تاریخ نکلتی ہے۔ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ کا انتقال اعلیٰ حضرت کے وصال سے ۶ سال قبل ۱۳۳۴ھ میں ہوا تھا۔

☆ جناب ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ دوران قیام کوہ بھوالی حضور کا ایک مفاوضہ عالیہ فقیر کے نام آتا ہے، آخر میں اسم گرامی سے پہلے ارتقام فرماتے ہیں: چراغ سحر بلکہ آفتاب سر کوہ..... یہ مفاوضہ عالیہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی روداد سال اول کے آخر میں شاید چھپا ہوا ہے۔

☆ کوہ بھوالی سے مراجعت ۱۲ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ کو ہوتی ہے۔ حضور کے پیرومرشد اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ آل رسول صاحب قادری برکاتی احمد مارہری قدس سرہ العزیز کے عرس شریف کا زمانہ منقسطی ہو چکا تھا کہ ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹ ذی الحجۃ الحرام کو حضور کیا کرتے تھے، لہذا واپس آنے پر یہ تقریب منائی گئی، اور چونکہ نقاہت اس درجہ تھی کہ خدام کرسی پر بٹھا کر پانچوں وقت مسجد میں لے جاتے تھے، لہذا قل شریف کے لیے کاشانہ اقدس کے اندر ہی انتظام ہوا، اس وقت جو کلمات طیبات بطور وصایا ارشاد فرمائے وہ یہ تھے۔

وصایا کے کلمات

پیارے بھائیو! ادنیٰ سابقانی فیکم مجھے نہیں معلوم کہ میں کتنے دن تمہارے درمان ٹھہروں؟ تین ہی وقت ہوتے ہیں۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا۔ بچپن گیا جوانی آئی، جوانی گئی بڑھاپا آیا، اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے، جس کا انتظار کیا جائے؟ ایک موت ہی باقی ہے۔ اللہ قادر ہے کہ ایسی ہزارہ مجلسیں عطا فرمائے اور آپ سب لوگ ہوں میں ہوں، اور میں آپ لوگوں کو سنا تا رہوں۔ مگر بظاہر اب اس کی امید نہیں۔ اس وقت دو وصیتیں آپ لوگوں کو کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو اللہ جل جلالہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دوسری خود میری۔ تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں، ان سے بچو، دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے غرض کتنے ہی فرقے ہوئے۔ (الی آخر ماقال و افاد) وصیاتی۔

☆ آیہ کریمہ و یطاف علیہم بانیۃ من فضۃ و اکواب۔ بسا اوقات نماز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔
☆ جمعہ وصال سے ما قبل جمعہ میں بروقت حاضری مسجد صاف ارشاد فرمادیا تھا کہ آج کرسی پر حاضری ہوئی ہے، آئندہ جمعہ چار پائی پر ہوں گا۔

☆ حضور کے برادرزادہ محی مولوی حکیم حاجی محمد حسین رضا خاں صاحب قادری برکاتی نوری مدظلہ حاضر ہوتے ہیں، اور نبض کی حالت دیکھ کر پریشان ہو جاتے ہیں۔ حضور ان کے چہرے کا رنگ متغیر دیکھ کر استفسار فرماتے ہیں۔ حکیم صاحب موصوف کچھ نہیں کہہ کر ٹالنا چاہتے۔ دریافت فرمایا جاتا ہے: آج کیا دن ہے؟ یہ عرض کرتے ہیں: بدھ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: بدھ، جمعرات، جمعہ، حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

☆ نصف شب گزر چکی ہے۔ حضرت پیرانی صاحبہ محترمہ خدمت میں حاضر ہیں۔ ارشاد فرمایا: کیوں بیٹھی ہو؟ جاؤ آرام کرو۔ عرض کیا: حضور! اس خیال سے کہ شاید کچھ ضرورت ہو تو حضور کو تکلیف نہ ہو۔ فرمایا: نہیں جاؤ آرام کرو۔ پھر فرمایا: آج وہ رات نہیں، جس کا انتظار ہے۔

☆ یوم وصال صبح سے تمام مراحل جائیداد وغیرہ طے فرمائے۔ ۱۲ بجکر ۲۰ منٹ پر وصایا شریف، خلف اصغر حضرت مفتی

اعظم مولانا مولوی حاجی شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب مدظلہ العالی سے لکھوائے، اور آخر میں بحالت ہوش و حواس واللہ شہید خودست حق پرست سے ارقام فرما کر دستخط مثبت فرمائے۔ مفصل حالات ارتحال مع وصایا وغیرہ آئندہ کسی جگہ ہدی ناظرین کیے جائیں گے۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اب وصایا شریف کے صرف ۲ گھنٹے ۱۸ منٹ باقی تھے۔ اس عرصہ میں خلف اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا مولوی حاجی قاری محمد حامد رضا خاں صاحب نے حسب الحکم سورہ یٰسین و سورہ رعد تلاوت فرمائی۔ اس وقت بھی ہوش و حواس کا یہ عالم تھا کہ درمیان تلاوت دو ایک جگہ اعرابی غلطی کی صحت فرمائی۔ بعدہ وہ دعائیں جو سفر کے وقت پڑھنے کا معمول تھا حضور نے شروع فرمادیں۔

☆ ارشاد فرمایا: میری وجہ سے نماز جمعہ میں دیر نہ کی جائے۔

قریب وصال بڑے مولانا صاحب سے فرمایا: گھڑی میرے پاس رکھ دو۔ مدوح نے فوراً تعمیل حکم کی۔ فرمایا: اور قریب لاؤ۔ انہوں نے اور بڑھادی۔ فرمایا: اور قریب لاؤ۔ انہوں نے اور قریب کر دی۔ پھر فرمایا: اور قریب لاؤ۔ غرض بالکل بالکل نظر کے سامنے رکھوالی گئی۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ وصال شریف ۲ بجکر ۲۸ منٹ پر ہوا۔ گویا یہ وقت پہلے سے معلوم کرایا گیا تھا، اور ایک ایک منٹ کر کے اس کا انتظار فرما رہے تھے، اسی لیے گھڑی بالکل مواجہہ اقدس میں رکھوالی تھی۔ اس جگہ نفع عام کے لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ رسالہ وصایا شریف مولفہ مولانا مولوی حسنین رضا خاں صاحب خلف اوسط برادر اوسط اعلیٰ حضرت امام اہل سنت گرامی جناب مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب قدس سرہما کی پوری نقل کر دوں۔ اگرچہ بعض مضامین مکرر ہو جائیں گے، مگر اس میں مضائقہ نہیں۔ والمسک ما کررتہ بتضوع

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على عباده الذين اصطفى وعلى آله وحزبه وابنه مدالدهر ابدا

ابدا.....

بحیثیت اس کے کہ یہ رسالہ اعلیٰ حضرت کے وصایا پر مشتمل ہے، میں ضروری سمجھتا ہوں کہ مکتوب وصایا کے ساتھ بعض ان ملفوظ وصایا کو بھی جمع کر دوں جو زمانہ علالت میں وقتاً فوقتاً ارشاد ہوئے۔ یوں تو ان کی ہر مجلس میں ہر بیٹھنے والا نصائح کو گوش دل سے سنا، اور ان پر عمل کیا۔ افسوس اور سخت افسوس ہے کہ وہ زواہر جو اس درفشانی کے ساتھ ہی سلک تحریر میں نہ آسکے جو دو چار باتیں میرے خیال میں ہیں، حوالہ قلم کرتا ہوں۔ اسی اثنا کے بعض ضروری حالات بھی اضافہ کروں گا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ کو بھوالی سے واپس تشریف لائے۔ مسلمانان بریلی نے بڑا شاندار استقبال کیا۔ حضور والا کے تشریف لانے سے بریلی میں چہل پہل ہو گئی۔ بھوالی میں اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو درد پہلو کا دورہ پڑ چکا تھا، اس سے ضعف شدید ہو گیا۔ وطن اور بیرونجات کے دور دراز مقامات سے مسلمان عیادت و بیعت کے لیے گروہ درگروہ آتے جاتے رہے۔ باوجود نقاہت ان کی ہر مجلس عیادت تذکرہ نصائح کا ذخیرہ ہوتی۔ ان کی کبھی کوئی مجلس سرکار

ملفوظ وصایا

پیارے بھائیو! اداری سابقانی فیکم مجھے نہیں معلوم کہ میں کتنے دن تمہارے اندر اور ٹھہروں۔ تین ہی وقت ہوتے ہیں۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا۔ بچپن گیا جوانی آئی، جوانی گئی بڑھاپا آیا۔ اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے، جس کا انتظار کیا جائے؟ ایک موت ہی باقی ہے۔ اللہ قادر ہے کہ ایسی ہزار مجلسیں عطا فرمائے، اور آپ سب لوگ ہوں، میں ہوں، اور میں آپ لوگوں کو سنا تا رہوں۔ مگر باظاہر اب اس کی امید نہیں۔ اس وقت میں دو وصیتیں آپ لوگوں کو کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو اللہ جل جلالہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، اور دوسری خود میری۔ تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑے تمہارے چاروں طرف ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں، تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو، دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فرقے ہوئے۔ اور ان سب سے نئے اب گاندھوی ہوئے، جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا۔ یہ سب بھیڑیے ہیں، تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں، ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں۔ حضور سے صحابہ روشن ہوئے، صحابہ سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے، ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں: یہ نور ہم سے لو۔ تمہیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ ورسول کی سچی محبت، ان کی تعظیم، اور ان کے دوستوں کی خدمت، اور ان کی تکریم، اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت۔ جس سے اللہ ورسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ میں ہمیشہ تمہیں یہی بتاتا رہا اور اس وقت بھی یہی عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لیے کسی بندہ کو کھڑا کر دے گا، مگر نہیں معلوم میرے بعد جو آئے وہ تمہیں کیا بتائے، اور تم کیا سمجھ لو؟ اس لیے ان باتوں کو خوب سن لو! اب میں قبر سے اٹھ کر تمہارے پاس بتانے نہیں آؤں گا۔ جس نے اسے بنا، اور مانا، قیامت کے دن اس کے لیے نور و نجات ہے۔ اور جس نے نہ مانا اس کے لیے ظلمت و ہلاک۔ یہ تو خدا جل جلالہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے جو یہاں موجود ہیں سنیں اور مانیں، اور جو یہاں موجود نہیں ہیں تو

حاضرین پر فرض ہے کہ غائبین کو اس سے آگاہ کر دیں۔

اور دوسری میری وصیت ہے۔ آپ حضرات نے کبھی مجھے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچنے دی، میرے کام آپ لوگوں نے خود کیے، مجھے نہ کرنے دیے، اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبوں کو جزائے خیر دے۔ مجھے آپ صاحبوں سے امید ہے کہ قبر میں بھی اپنی جانب سے کسی قسم کی تکلیف کے باعث نہ ہوں گے۔ میں نے تمام اہل سنت سے اپنے حقوق لوجہ اللہ معاف کر دیے ہیں، آپ لوگوں سے دست بستہ عرض ہے کہ مجھ سے جو کچھ آپ کے حقوق میں فروگزاشت ہوئی ہو وہ سب معاف کر دیں۔ اور حاضرین پر فرض ہے کہ جو حضرات یہاں موجود نہیں، ان سے میری طرف سے معافی کرائیں۔

ختم جلسہ کے وقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے کرم سے اس گھر سے فتویٰ نکلتے نوے برس سے زائد ہو گئے، میرے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدت العمر یہ کام کیا، جب وہ تشریف لے گئے تو اپنی جگہ میرے والد ماجد قدس سرہ العزیز کو چھوڑا۔ میں نے چودہ سال کی عمر میں ان سے یہ کام لے لیا، پھر چند روز بعد امامت بھی اپنے ذمہ کر لی۔ غرض کہ میں نے اپنی صغرتی میں کوئی باران پر نہ رہنے دیا۔ جب انہوں نے رحلت فرمائی تو مجھے چھوڑا، اور اب میں تم تین کو چھوڑتا ہوں۔ تم (حضرت حجۃ الاسلام) ہو، مصطفیٰ رضا ہیں، تمہارا بھائی حسنین ہے۔ سب مل کر کام کرو گے تو خدا کے فضل سے کرسکو گے، اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔

اس کے بعد اپنے پسماندوں کے حق میں خدمت دین و ترقی علم کی دعا فرمائی کہ اے اللہ! تو ان ناتوان ہاتھوں کی لاج رکھ لے، جو ہمیشہ تیرے ہی آگے پھیلے ہیں۔

ان مبارک وصایا نے مجمع پر ایسا گہرا اثر ڈالا کہ لوگ دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ لوگوں کا اس روز بلک بلک کر رونا عمر بھر یاد رہے گا۔ کچھ اس روز ہی اپنی رحلت کی تصریح نہ فرمائی، بلکہ اس کے بعد سے یوم وصال تک لگا تا خبریں اپنے وفات شریف کی دیں، اور ایسے وثوق سے کہ گویا منٹ منٹ کی خبر ہے۔ میں نے تو تمام واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ میں یہ کہنے کے لیے بالکل مجبور ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز جو تفرّد و امتیاز دور جدید کے علمائے ظاہر میں رکھتے تھے، وہی علو و برتری انہیں طبقہ اولیا میں بھی حاصل تھی۔ ان کثیراخبار میں سے بعض حوالہ قلم کرتا ہوں۔



اخبار ارتحال

رمضان ۱۳۲۹ھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ بھوالی تشریف رکھتے تھے، اس وجہ سے کہ فرائض الہیہ کی عظمت اعلیٰ حضرت کا قلب ایسا محسوس کرتا تھا، جو اولیائے کاملین کا مخصوص حصہ ہے۔ گونا گوں امراض اور فراواں ضعف سے یہ طاقت نہ رکھتے تھے کہ موسم گرما میں روزہ رکھ سکیں، اس لیے آپ نے اپنے حق میں یہ فتویٰ دیا تھا کہ پہاڑ پر سردی ہوتی ہے، وہاں روزہ رکھ لینا ممکن ہے، تو روزہ رکھنے کے لیے وہاں جانا استطاعت کی وجہ سے فرض ہو گیا۔ اسی فتویٰ کی بنا پر متعدد سال سے حضور اخیر شعبان کوہ بھوالی تشریف لے جاتے تھے، اور رمضان کے روزے پورے فرما کر عید کا چاند دیکھتے ہی بریلی تشریف لے آیا کرتے، اور نماز عید الفطر بریلی تشریف اپنی مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس سال بھی حضور ماہ مبارک رمضان تشریف میں کوہ بھوالی تشریف رکھتے تھے، اور آپ کی بخنکلی صاحب زادی مرحومہ بکغرض علاج نینی تال میں مقیم تھیں، یہ کم و بیش تین برس علیل تھیں، اور ایسی سخت کہ بارہا مایوسی ہو چکی تھی۔ جب نماز عید پڑھانے کے لیے اس سال نینی تال تشریف لانا ہوا تو صاحب زادی صاحبہ نے اشد امراض کی کیفیت عرض کی۔ سنا اور چلتے وقت فرمایا کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ تمہارا داغ نہ دیکھوں گا، حالانکہ وہ بہت زیادہ بیمار تھیں، اور حضور والا کے بعد صرف ۲۷ ہی روز زندہ رہیں۔ ۲۳ ربیع الاول تشریف ۱۳۳۰ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب قبلہ نے ان مرحومہ کی تاریخ وصال فی البدیہہ یہ کہی: رحمة

اللہ علیہا رحمة واسعة

وصال تشریف سے دو روز قبل چہار شنبہ کو بڑی شدت سے لرزہ ہوا۔ جناب بھائی حکیم حسین رضا خان صاحب کو نبض دکھائی، بھائی صاحب قبلہ کو نبض نہ ملی۔ دریافت فرمایا: نبض کی کیا حالت ہے؟ انہوں نے گھبراہٹ اور پریشانی میں عرض کر دیا: ضعف کے سبب نہیں ملتی۔ اس پر دریافت فرمایا: آج کیا روز ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: چہار شنبہ ہے۔ ارشاد فرمایا: جمعہ پرسوں، یہ فرما کر دیر تک حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھتے رہے۔

میں اس وقت حاضر تھا، کہنے والے نے میرے دل میں فوراً کہہ دیا کہ امام اہل سنت جمعہ کو ہم میں رہنے والے نہیں۔ شب پنجشنبہ میں اہل بیت نے چاہا کہ جاگیں، شاید کوئی ضرورت ہو، منع فرمایا۔ جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو ارشاد فرمایا: انشاء اللہ یہ رات وہ نہیں ہے جو تمہارا خیال ہے، تم سب سو رہو۔ وصال کے روز ارشاد فرمایا: پہلے جمعہ میں کرسی پر جانا ہوا، آج چارپائی

پر جمعہ ہوگا۔ پھر فرمایا: میری وجہ سے نماز جمعہ میں تاخیر نہ کرنا۔

عالی جناب چودھری عبدالحمید خاں صاحب رئیس سہاور مصنف کسز الآخرة جو اعلیٰ حضرت کے عقیدت کیش مخلص ہیں، وصال شریف سے کچھ قبل ملنے کے لیے تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ سے عرض کیا کہ حکیم عابد علی خاں صاحب کوثر سیتا پور کے ایک پرانے طبیب ہیں، صحیح العقیدہ سنی اور فقیر دوست ہیں، میرے خیال سے انہیں بلا لیا جائے۔ ارشاد فرمایا کہ انسان آخر وقت تک تدبیر نہیں چھوڑتا، اور یہ نہیں سمجھتا کہ اب تدبیر کا وقت نہیں رہا۔

جمعہ کے روز کچھ تناول نہ فرمایا۔ بھائی حکیم حسین رضا خان صاحب حاضر خدمت تھے، اعلیٰ حضرت قبلہ کو خشک ڈکار آئی، ارشاد فرمایا: خیال رہے معدہ خالی ہے، ڈکار خشک آئی ہے..... اس پر بھی احتیاطاً وصال سے کچھ قبل چوکی پر تشریف لے گئے۔ جمعہ کے روز صبح سے سفر آخرت کی تیاریاں ہوتی رہیں جائیداد کے متعلق وقف نامہ تکمیل فرمایا۔ جائیداد کی چوتھائی آمدنی مصرف خیر میں رکھی، باقی اپنے ورثہ پر نکھص شرعی وقف علی الاولاد فرمادی۔ پھر وصیت نامہ مرتب فرمایا، جو درج ذیل ہے..... اس جگہ یہ بات بھی ذہن نشین کرنا چاہیے کہ جب سے حضور والا کو ضعف لاحق ہوا، اور چلنے سے معذوری ہوئی، کرسی پر بچگانہ نماز پڑھنے کو تشریف لاتے رہے، اور تمام فرائض باجماعت ہی ادا فرماتے رہے۔ اس مرتبہ بھوالی سے واپسی پر بے انتہا ضعف لاحق ہوا، تو صرف جمعہ ہی باجماعت ادا فرمایا کئے۔ حتیٰ کہ جمعۃ الوصال کے قبل والا جمعہ بھی باجماعت مسجد میں کرسی پر تشریف لے جا کر ادا فرمایا۔



مکتوب وصایا

جو وصال سے دو گھنٹہ ۱۵ منٹ قبل قلمبند کرائے، اور آخر میں درود شریف و دستخط وغیرہ خود دست اقدس سے تحریر فرمائے:

حسبنا اللہ ونعم الوکیل بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ۔

☆ شروع نزع کے قریب کارڈ لفافے روپیہ پیسے کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے، جب یا جائز نہ آنے پائے، کتا

مکان میں نہ آئے۔

☆ سورہ یسین سورہ رعد بآواز بلند پڑھا جائے۔ کوئی چلا کر بات نہ کرے۔ کوئی رونے والا بچہ مکان نہ آئے۔

☆ بعد قبض روح فوراً نرم ہاتھوں سے آنکھیں بند کر دی جائیں۔ بسم اللہ و علی ملہ رسول اللہ کہہ کر نزع میں

نہایت سرد پانی ممکن ہو تو برف کا پلایا جائے۔ ہاتھ پاؤں وہی پڑھ کر سیدھے کر دیے جائیں۔ پر اصلاً کوئی نہ روئے۔ وقت نزع

میرے اور اپنے لیے دعائے خیر مانگتے رہو۔ کوئی کلمہ برا زبان سے نہ نکلے کہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔ جنازہ اٹھتے وقت خبردار کوئی

آواز نہ نکلے۔

☆ غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو۔ حامد رضا خاں وہ دعائیں کہ فتاویٰ میں لکھی ہیں، خوب ازبر کر لیں تو وہ نماز

پڑھائیں، ورنہ مولوی امجد علی۔

☆ جنازہ میں بلا وجہ شرعی تاخیر نہ ہو۔ جنازہ کے آگے آگے پڑھیں، تو تم پہ کروڑوں درود اور ذریعہ قادریہ

(یہ دونوں تنظیمیں اعلیٰ حضرت ہی کی ہیں۔ پہلی نظم کا مطلع یہ ہے

کعبہ کے بدر الدجی تم پر کروڑوں درود

طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

دوسری نظم کا مطلع یہ ہے:

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا

نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

☆ خبردار کوئی شعر میری مدح کا نہ پڑھا جائے، یوہیں قبر پر۔

☆ قبر میں بہت آہستگی سے اتاریں۔ دہنی کروٹ پر وہی دعا پڑھ کر لٹائیں، پیچھے نرم مٹی کا پستارہ بنا دیں۔

☆ جب تک قبر تیار ہو: سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر اللهم ثبت عبيدك هذا بالقول الثابت بجاه نبيك صلى الله تعالى عليه وسلم پڑھتے رہیں۔ اناج قبر پر نہ لے جائیں، یہیں تقسیم کر دیں، وہاں بہت غل ہوتا ہے، اور قبروں کی بے حرمتی۔

☆ بعد تیاری قبر سرہانے الم تامفلحون۔ پانکتی آمن الرسول تا آخر سورہ پڑھیں۔ اور سات بار بآواز بلند حامد رضا خاں اذان کہیں۔ پھر سب واپس آئیں۔ اور ملقن میرے مواجہہ میں کھڑے ہو کر تین بار تلقین کریں، پیچھے ہٹ کر۔ پھر اعزاز اجبا چلے جائیں۔ اور ڈیڑھ گھنٹہ میرے مواجہہ میں درود شریف ایسی آواز سے پڑھتے رہیں کہ میں سنوں۔ پھر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر کے چلے آئیں۔ اور اگر تکلیف گوارہ ہو سکے، تو تین شبانہ روز کامل پہرے کے ساتھ دو عزیز یا دوست مواجہہ میں قرآن شریف و درود شریف ایسی آواز سے بلا وقفہ پڑھتے رہیں کہ اللہ چاہے تو اس نئے مکان میں دل لگ جائے۔ (۱)

☆ کفن پر کوئی دو شالا یا قیمتی چیز یا شامیانہ نہ ہو، کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

☆ فاتحہ کے کھانے سے اغنیا کو کچھ نہ دیا جائے، صرف فقرا کو دیں، اور وہ بھی اعزاز و خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر۔ غرض کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

اعلیٰ حضرت قبلہ ان ابرار میں سے تھے جو آئیہ کریمہ وفی اموالهم حق للسائل والمحروم کے مصداق میں حضور والا کو مدت العمر غربا سے محبت رہی ان کی امداد و اعانت فرماتے رہے، اور وقت وصال بھی انہیں کا خیال ہے کہ اپنے مرغوب کھانے انہیں پہنچتے رہیں، شان کریم یہ ہے۔

☆ اعزاز سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیا سے بھی کچھ بھیج دیا کریں:

دودھ کا برف خانہ ساز اگر چہ بھینس کے دودھ کا ہو..... مرغ بریانی..... مرغ پلاؤ..... خواہ بکری کا شامی کباب..... پراٹھے..... پالائی..... فیرنی..... ارد کی پھریری دال مع ادراک و لوازم..... گوشت بھری کچوریاں..... سیب کا پانی..... انار کا پانی..... سوڈی کی بوتل..... دودھ کا برف۔

اگر روزانہ ایک چیز ہو یوں کرو، یا جیسے مناسب جانو، مگر بطیب خاطر، میرے لکھنے پر مجبور نہ ہو۔

(دودھ کا برف دوبارہ پھر بتایا۔ چھوٹے مولانا نے عرض کیا: اسے تو حضور پہلے لکھا چکے ہیں۔ فرمایا: پھر لکھو۔ انشاء اللہ مجھے

میرا رب سب سے پہلے برف ہی عطا کرے گا..... اور ایسا ہی ہوا کہ ایک صاحب وقت دفن بلا اطلاع دودھ کا برف خانہ ساز لے آئے۔)

☆ ننھے میاں سلمہ کی نسبت جو خیالات حامد رضا خاں کے ہیں، میں نے تحقیق کیا سب غلط ہیں، اور وہ جو احکام بے

اصل۔ یہ شرعی مسئلہ کہتا ہوں، نہ روور عایت سے۔ ان کی غلط فہمی ہے۔ ان پر ان کی اطاعت و محبت واجب ہے، اور ان پر بھی ان

سے محبت و شفقت لازم۔ جو اس کے خلاف کرے گا، اس سے میری روح ناراض ہوگی۔

☆ رضا حسین، حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو، اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے، اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔ والسلام..... دستخط فقیر احمد رضا قادری غفرلہ، بقلم خود بحالت صحت حواس۔ واللہ شہید ولہ الحمد و صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علیٰ شفیع المذنبین و آلہ الطیبین و صحبہ المکرمین و حزبہ الی ابد الابدین والحمد للہ رب العالمین ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ روز جمعہ مبارکہ ۱۲ بجکر ۲۱ منٹ پر یہ قیمتی وصایا قلمبند ہوئے۔ (یہ درود آخری درود اور یہ حمد کچھلی حمد ہے، اور یہ تحریر آخری تحریر ہے جو حضور پر نور اعلیٰ حضرت نے اپنی آخر عمر شریف میں تحریر فرمایا، اس کے بعد پھر کچھ نہ تحریر فرمایا۔)



چراغ گل تھے۔ دنیائے ستییت کے اس بڑے حادثے میں ہم کو ان کے صاحبزادہ گان، سعید جناب مولانا مولوی مفتی حاجی شاہ حامد رضا خاں صاحب قادری، اور جناب مولانا مفتی شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب قادری، وعلیہا جنابہ محترمہ اور صاحبزادیوں اور دیگر اعزہ سے غیر معمولی ہمدردی ہے... مفصل ہم آئندہ لکھیں گے، اور امید کرتے ہیں کہ بعض خصوصی احوال سے صاحبزادگان گرامی قدر مشرف فرمائیں گے۔

دبدبہ سکندری نمبر ۱۰، ۷/ نومبر ۱۹۲۱

جہان مرگیا

موت العالم موت العالم

از اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ محلہ سوداگران بریلی

۲۵/ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸/ اکتوبر ۱۹۲۱ء یوم جمعہ کے روز ۲۲ بجکر ۳۸ منٹ پر اسلام کے پیشوائے اعظم، مقتدائے فضلائے عالم، ماتہ حاضرہ کے مجدد، ملت طاہرہ کے موید، اعلیٰ حضرت جلیل المرتبت مولانا مفتی حاجی قاری شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی قدس سرہ نے ذکر الہی کے ساتھ عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مسلمانان عالم کے قلوب بے چین ہیں۔ بریلی میں گھر گھر ماتم کدہ بنا ہوا ہے، جا بجا سے افاضل و امانل دین جمال کے دیوانے ہو کر دوڑے، اور ۲۶/ صفر کی صبح کو ۹ بجے کے بعد اس امام اسلام کا جنازہ اٹھا، آدمیوں کی وہ کثرت تھی کہ سوائے عید گاہ کے کسی اور مقام میں نماز جنازہ کا ادا کرنا ممکن نہ معلوم ہوا۔ وسیع سڑکوں اور بلند یوں پر چڑھ کر دیکھنے سے جہاں تک نظر جاسکتی تھی، انبوه ہی انبوه نظر آتے تھے۔ ایک بجے عید گاہ پہنچے، اور بعد نماز ظہر حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی محمد حامد رضا خاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم نے بعد تلقین ترکیب نماز جنازہ اور تکبیر سوم کے بعد وہ ادعیہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فتاویٰ مبارکہ میں تحریر فرمائیں، اور معمولہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تھیں، حسب وصیت پڑھیں۔ مقتدیوں کو بعد دعا کے آہستہ آہستہ آمین آمین کہنے کی ہدایت فرمادی تھی۔ پھر وہاں اسی شان و شوکت کے ساتھ واپس ہوئے۔ جنازہ کے سامنے نعت خوانی درود شریف پڑھتے ہوئے محلہ سوداگران لائے، اور حضرت مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب کے مکان میں اسی سرالہی، اور ودیعت ربانی نے پردہ فرمایا۔ قریب مغرب دن سے فراغ ہوا، اور ابھی تک شیدائیان صادق العقیدہ کے غول کے غول مرقد اقدس کا (بمعنی لغوی) طواف کر رہے ہیں۔

دبدبہ سکندری، نمبر ۱۰، ۷ نومبر ۱۹۲۱ء

سرکارِ اعظم اجمیر شریف میں اعلیٰ حضرت کی فاتحہ سوم

از سید غلام علی صاحب خادم درگاہ اجمیر شریف

۲۵ صفر مطابق ۲۸ اکتوبر یوم جمعہ کو بوقت شب سید حسین علی صاحب ولد سید صدیق علی صاحب وکیل جناب نواب صاحب بہادر والی ریاست جاوہرہ و خادم درگاہ معلیٰ سرکارِ اعظم اجمیر شریف کے نام ایک تار مرسلہ حضرت قبلہ مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب بریلی سے آیا۔ جس میں تحریر تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کا وصال ہو گیا، اس حادثہ ہوشربا کو معلوم کر کے تمام مریدین و معتقدین کو جو اور جتنا رنج و الم ہوا، اس کا حال تو عالم الغیب ہی خوب جانتا ہے۔ اس حادثہ کی سب احباب کو اطلاع دی گئی اور سید حسین علی صاحب نے فاتحہ سوم کا انتظام کیا۔ اور اول بروز اتوار ۲۷ صفر کو آستانہ عالیہ حضور خواجہ خواجگان سرکارِ اعظم خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ جنوب واقع دالان نواب ارکاٹ بعد نماز صبح قرآن خوانی ہوئی، جس میں چند صاحبزادگان، و چند مدرسین اور طلبائے مدرسہ معینہ عثمانیہ و مدرسین معینیہ اسلامیہ ہائی اسکول شریک رہے، اس کے بعد ڈھائی بجے موافق قاعدہ صاحبزادگان درگاہ معلیٰ ختم فاتحہ سوم کے واسطے شرقی دروازہ صحن درگاہ معلیٰ میں آ کر ختم کیا گیا اس وقت علاوہ صاحبان مذکور کے حضرت جناب میر سید ثار احمد صاحب قبلہ متولی درگاہ اور چند اشخاص مدرسہ حنفیہ صوفی و یتیمی اجمیر شریف بہ تعداد کثیر شریک تھے، بعد ختم تبرک تقسیم ہوا۔ اور اس طرح اعلیٰ حضرت مجدد ملت حاضرہ مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فاتحہ سوم سرکارِ اعظم اجمیر شریف میں کی گئی۔

اخبار منجر عالم مراد آباد

انتقال پر ملال مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی

اجل لگائے ہوئے گھات ہر کسی پر ہے

بہوش باش کہ عالم رواروی پر ہے

بریلی کے ایک تار سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو انتقال فرمایا۔ انسا للہ و انسا لى راجعون۔ حضرت مولانا مرحوم سنی حنفی علما میں ایک غیر معمولی قابلیت و لیاقت کے عالم تھے، جن کی تصانیف کثیرہ سے نہ فقط ہندوستان بلکہ ممالک غیر بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس خبر وحشت اثر نے افسوس کی جا بجا صاف ماتم بچھا دی۔ چنانچہ مراد آباد سے بھی مولوی نعیم الدین صاحب اور بہت سے حضرات جو آپ کے شاگردان اور مریدین میں ہیں،

فوراً بریلی روانہ ہو گئے جن کے آنے پر مفصل حالات معلوم ہوں گے، کل ہی کی بات ہے کہ مولانا مرحوم کے صاحبزادے مولوی حامد رضا خان صاحب کے نام سے ایک چٹھی جعلی اخبار میں چھپ چکی، جس کی فوراً تردید ہوئی تھی، اور امید تھی کہ اس افترا پر دازی کا کیا گل کھلے کہ یکا یک یہ خبر آگئی۔ مولانا مرحوم کے بے وقت انتقال سے قوم کو ایک غیر معمولی صدمہ و نقصان برداشت کرنا پڑا کیوں کہ آپ ہی کے نقش قدم پر آپ کے سچے جانشین چلیں گے، اور ان مفید علمی و مذہبی اشاعتوں کا باب بند نہ ہوگا۔ اخیر میں مرحوم کے لیے دعائے مغفرت اور ان کے پسماندگان سے اظہارِ افسوس و ہمدردی کرتے ہیں۔ (بحوالہ دبدبہ سکندری نمبر ۱۰، ۷ نومبر ۱۹۲۱ء بعنوان اقتباسات، اخباری دنیا میں فاضل بریلوی کا ماتم۔)

روزانہ اخبار بریلی

نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

فقط ایک نام نکوئی رہے گا

سچ ہے اس عالم ناپائدار میں بجز ذات باری تعالیٰ باقی سب فانی: کل نفس ذائقة الموت کے مصداق سب ہی کو ذائقہ موت چکھنا پڑے گا، مگر بعض انسانی ہستیاں ایسی داعی اجل کو لبیک کہتی ہیں جن سے پسماندگان کی چشم پر نم اور دل ہمیشہ متاسف رہا کرتا ہے، اور رہ رہ کر عدم کو سدھارنے والے کی یاد آیا کرتی ہے۔ بریلی میں بھی ایک نہایت المناک حادثہ گزرا ہے، جس نے بھی اس حادثہ روح فرسا کو سنا، اس پر کوہ الم ٹوٹ پڑا ہے۔ آہ وہ حادثہ جاں گداز کیا ہے؟ یہ لکھتے ہوئے قلم تھراتا ہے، تاہم نہایت مختصر پیرایہ میں یہ تاسف انگیز خبر شائع کی جاتی ہے کہ بریلی کے مشہور زبردست عالم فاضل مجدد ملت حاضرہ عالی جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب نے کل بروز جمعہ سہ پہر ایک طویل علالت شدیدہ کے بعد وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آج تجہیز و تکفین عمل میں آنے کے بعد اعلیٰ حضرت مرحوم مغفور بعد از فراغت نماز سوداگری محلہ متصل مسجد ایک مقام پر دفن کیے گئے۔

(بحوالہ دبدبہ سکندری نمبر ۱۰، ۷ نومبر ۱۹۲۱ء بعنوان اقتباسات، اخباری دنیا میں فاضل بریلوی کا ماتم۔)

دبدبہ سکندری نمبر ۱۱، ۱۲ صائف

وہی دھوم ان کی ہے ماشاء اللہ

الا ان اولیا اللہ لا یموتون

ہر گز نمیر دانکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت ست بر جریدہ عالم دوام ما

اللہ اللہ جو لوگ محبوب حقیقی کی محبت میں فنا ہو جاتے ہیں، پھر ان کی حیات جاودانی ہے، انہیں موت نہیں آتی۔ الا ان اولیا اللہ لا یموتون انہیں تو ان کے محبوب جمیل سے وصال میسر ہوتا ہے، اس لیے وہ موت کی تمنا کیا کرتے ہیں: ان زعمتم انکم اولیاء اللہ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین ان کی موت حقیقتہً ان کے وصال الی الحسب کا نام ہے۔ سبحان اللہ جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے

یہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

انہیں میں ہیں امام اہل سنت مجدد ملت طاہرہ حضور پر نور مرشد برحق سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ جب تک دنیا میں قیام فرمایا کوئی وقت کوئی ساعت، کوئی آن، کوئی لمحہ حمایت دین سے خالی نہ چھوڑا، اپنے پیارے آقا حضور پر نور سیدنا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا میں غرق رہے، غیر کی طرف التفات نہ کیا، خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

انہیں مانا انہیں جاننا نہ رکھا غیر سے کام

لہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اللہ اکبر ۲۵ صفر یوم جمعہ مبارکہ ۱۳۳۰ھ کو ۱۲ بجکر ۲۱ منٹ پر قبض روح شریف سے صرف دو گھنٹے ۷۱ منٹ پیشتر جو وصایا مبارکہ قلمبند کرائے، ان کے مطالعہ سے اس کا بین ثبوت ملتا ہے کہ جو ایسا متبع سنت پابند شریعت ہے اپنی زندگی میں کیا حال ہوگا اس کی اتباع شریعت و پابندی شریعت کا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے یہ وہی وصایا شریف ہیں جو اس میں کتاب مذکور ہیں۔ وصال سے تھوڑی دیر پیشتر فرمایا: تصویریں ہٹاؤ مجدد ملت کی گھبر تصویر کا کیا کام فرمایا روپے پیسے کا رڈ لگانے ان سب پر تصاویر ہیں انہیں ہٹاؤ تعمیل ارشاد کی گئی یہ غایت احتیاط و نہایت تقویٰ تھا پھر فرمایا بیٹھے کیا ہو یسین شریف پڑھو حضرت شاہزادہ اعظم مولانا حامد رضا خاں صاحب مدظلہم العالی نے وضو کر کے یسین شریف پڑھی پھر سورہ رعد شریف سنائی ایک آیت صاف سننے میں نہ آئی دوبارہ پڑھوایا ایک جگہ سبقت لسان سے عملو اک عملو انکل گیا بتایا گیا اعملوا جب ختم ہو گئی تو ہودعائیں پڑھنا شروع فرمائیں جو سفر کے وقت تمام و کمال وہ دعائیں پڑھیں من جملہ ان پیارے الفاظ کے یہ بھی ہیں۔ اللہم اطولنا بعدہ اللہم ارزقنا سعدہ اے اللہ اس سفر کی درازی کو ہمارے لیے مختصر فرما دے اے اللہ اس سفر میں ہمیں کامیابی عطا فرمایا اللہ اکبر جب سینے پر دم آیا اس وقت کلمہ طیبہ پڑھا جب ہمارے آقا مولیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بولنے کی طاقت نہ رہی اس وقت بھی لیہائے مبارک جنباں تھے کان لگا کر سنا تو اللہ اللہ فرما رہے تھے یہاں تک کہ ہر سانس میں اللہ نکلتا تھا اسی طرح اپنے محبوب حقیقی کا ذکر کرتے ہوئے اس دار فنا سے دار بقاء تشریف لے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ و صلی اللہ علیہ وبارک وسلم بہت مخلصین کو تارویے گئے جس جس مسلمان کو خبر ہوئی کہ وہ غم اس کے دل پر ٹوٹ پڑا اور کیوں نہ ہو کہ آج وہ خورشید جہاں

نائب مصطفائی افتخار میں غروب ہوا جس کی پیاری روشنی سے اہل سنت کے دل منور آنکھیں روشن جگر ٹھنڈے جانیں سیراب تھیں جس کے روئے منور میں ایمان والوں کو جمال بغداد کے جلوے ملتے تھے جس کے چہرہ انور میں حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک نظر آتی تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کیوں نہ ہو خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من صافح عالما فکانما صافحنی جس نے کسی عالم سے مصافحہ کیا اس نے مجھ سے مصافحہ کیا جس کی خوشبو سے گلشن اسلام مہک رہا تھا جس کے نور سے بزم شریعت جھلک رہی تھی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنادوسرے روز شنبہ کو اہل بیت غسل شریف عمل میں آیا ہر بات مطابق سنت و موافق ارشاد حضور ہوئی باوجود اس قدر دریر گزرنے کے جسم شریف نہایت نرم و نازک ہی تھا پائے اقدس کو مس کرنے والوں کا بیان ہے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ریشمیں باریک کپڑوں کی تہ کردی گئی ہے اور کیوں نہ ہو وہ سچے نائب و وارث تھے۔ اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نہیں مس کیا میں نے کسی ریشمی کپڑے یاد کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کف اقدس سے زیادہ نرم ہو۔ راوہ البخاری فی صحیحہ

تو اس وصف کریم کا پرتو بھی ہمارے مرشد برحق آقا و مولیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کامل تھا بعد غسل و کفن جنازہ شریف تیار ہوا، اللہ اکبر

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے اٹھے

اطراف و جوانب حتیٰ کہ پہلی بھیت مراد آباد راپور علی گڑھ شاہ جہاں پور اور دیپور ہواڑ وغیرہ مقامات کے حضرات اہل سنت آگے آگے تھے ایک عالم تھا عشاق کا تخمینہ گیارہ ہزار آدمیوں کا کیا جاتا ہے جنازہ مبارکہ کے آگے آگے یہ سلام موافق وصیت پڑھا جا رہا تھا

کعبہ کے بدر الدجی تم پہ کروڑوں درود

طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پر کروڑوں درود

اللہ اکبر یا رسول اللہ یا غوث الوریٰ کے نعروں سے گلی کوچے گونج رہے تھے یہ کرامت جلیلہ آنکھوں سے دیکھی گئی کہ کل جو لوگ اس رہنمائے دین کی مخالفت پر کمر بستہ تھے آج اس نائب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سر نیاز خم کرنا پڑا بہت کوشش کندھا دینے میں کی جب میسر نہ ہوا اپنی ٹوپیاں ہی جنازہ سے مس کر کے چومتے اور سر پر رکھتے تھے: الفضل ماشہدت بہ الاعداء حق وہ ہے جو باطل پرستوں سے اپنا کلمہ پڑھوا چھوڑے۔ اسی شان و شوکت کے ساتھ جنازہ عید گاہ پہنچا نماز جنازہ ہوئی پھر اسی شان و شوکت کے ساتھ جنازہ واپس ہوا مسجد شریف کی جانب شمال محلہ سوداگران میں جو حضرت شہزادہ اعظم مدظلہ العالی کی مکان مبارک ہے قربان اس تقدیر کے جو اس مجد و ملت حبیب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا آرام گاہ بنا بعد فتن و صایا کی تعمیل ہوئی ڈیڑھ گھنٹہ مواجہہ شریف میں صلاۃ رضویہ کا حلقہ رہا پھر تین شبانہ روز علی الاتصال مواجہہ شریف میں تلاوت قرآن مجید جاری رہی اب تک حضرت کے شیدائی و سچے فدائی دیار و امصار سے برابر شہر حال کر کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہو کر طواف

مزار بڑے شوق و ذوق سے استفادہ خیرات و برکات کر رہے ہیں ہر پنجشنبہ کو مواجہہ شریف میں مجلس میلاد شریف نعت خوانہ و نعرہائے اللہ اکبر و یارسول اللہ کا شور اور ہجوم عاشقان ہوتا ہے ہر جمعہ کو مواجہہ اقدس میں حلقہ درود شریف ہوتا ہے۔

دبدبہ سنڈری نمبر ۱۱، ۱۲، ۱۱ ص ۱۱

ریاست اودے پور میواڑ میں اعلیٰ حضرت قبلہ کا ماتم

از مکرمی جناب قاضی یعقوب محمد صاحب جو انٹیکریٹری مدرسہ اسلامیہ اودے پور

اعلیٰ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ کے حادثہ انتقال پر ملال سے یہاں کے تمام مسلمان اور تمام اراکین انجمن تعلیم الاسلام مدرسہ اسلامیہ گزشتہ اتوار کو مسجد ہاتھی پول میں جمع ہوئے، اور ایصالِ ثواب کے لیے چار قرآن مجید ختم کیے گئے۔ جس کے بعد مخدومی مکرمی جناب مولانا مولوی محمد عبدالکریم صاحب قادری نقشبندی چتوڑی صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ اودے پور نے اپنی فاضلانہ اور پراثر تقریر میں اعلیٰ حضرت صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کے حالات طیبات اور ان کی دینی خدمات اور ان کے ملی جذبات بیان کیے جس کو سن کر تمام حاضرین جلسہ گریاں و نالاں تھے اور نہایت درجہ رنج و غم کا اظہار کر رہے تھے۔ آخر میں اس دعا پر اختتام جلسہ ہوا کہ خدائے تعالیٰ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی مغفرت فرما کر جناب عالیہ عطا فرمائے اور ان کے اعزہ و احبا کو ان کے حادثہ وفات پر صبر و شکر کی توفیق بخشے اور حضرت مولانا مولوی مفتی شاہ حامد رضا خاں قبلہ سجادہ نشین اعلیٰ حضرت کو ہم تشنگان علوم شریعت و طریقت کے سروں پر تادیر فیض بخش رکھے جن کی ذات بابرکات سے تمام متوسلین آستانہ رضویہ کی دینی امیدیں قدرت نے وابستہ کر دی ہیں اراکین مدرسہ اسلامیہ خاص طور سے اسلامی دنیا کے اس اہم حادثہ میں خاندان والا دودمان سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔

دبدبہ سنڈری نمبر ۱۲

وفات حسرت آیات

شیخ الاسلام و المسلمین امام اہل سنت مجدد مائتہ حاضرہ

اور جماعت اہل سنت جبل پور کی مصیبت زدہ دلوں پر ناقابل برداشت غموں کا تلام عظیم

از اراکین جماعت خدام اہل سنت جبل پور، مرسلہ ناظم جماعت

جبل پور پر ۱۳۴۰ھ آتا ہے، اور کچھ ایسے قہر و جلال کبریائی کی بجلیاں چکاتا ہوا آتا ہے کہ توفیق الہی شامل حال نہ ہو تو

سنجھنا دشوار ہو جائے۔ ابتدائے محرم سے طاعون کی حکومت شروع ہوئی، اور ایسے زوروں پر کہ الامان! موت کا بازار گرم تھا، اور ایام مصیبت رواں کہ صفر کے عشرہ اولیٰ میں حضرت عید الاسلام مولانا شاہ عبدالسلام صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے پوتے محمد لعان الحق، جن کے لیے ہمارے پرارمان دل ایک مدت سے دست بدعا تھے، اور جن کی پیدائش پر حضور پر نور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بے نہایت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نام مذکور تجویز فرما کر اپنی جانب سے اظہار مسرت میں شیرینی تقسیم کرنے کے لیے ایک معقول رقم عطا فرمائی تھی، وہ آٹھ ماہ کی عمر میں ہماری مدتوں کے بھرے ہوئے مگر نکلنے کے امیدوار تمناؤں، اور موانوں کو ٹرپتا چھوڑ کر آغوشِ رحمت میں جا بسے۔ اور حضرت قبلہ مدظلہ العالی کی پوتی حضرت لمعان میاں کی بڑی ہمشیرہ چھ برس، اور حضرت کے بھتیجے عبدالقیوم پندرہ برس کی عمر میں لمعان میاں سے چند گھنٹے پیشتر انتقال کر چکے تھے، اور تینوں جنازوں کی حسرت ناک روانگی کے منظر نے ہمارے غمزہ دلوں پر ایسی مصیبتوں کا اضافہ کر دیا تھا جو شاید ایک مدت تک ہمارے دلوں سے نکالنے نہ نکلتے۔ ایسی حالت اور وقت میں کہ حضرت عید الاسلام مدظلہ کے صاحبزادہ ذوالقدر استاذنا المحترم مولانا عبدالباقی محمد برہان الحق صاحب بخار شدید میں مبتلا ہیں۔ اور بھی بعض اعزہ بیماری کے سبب حضرت قبلہ مدظلہ نہایت پریشان ہیں۔ کہ یکا یک جمعہ کو شب کے ۹ بجے تار پہنچتا ہے، جو فی الواقع اہل سنت کی موت کی خبر دیتا ہے، اور حضور اقدس امام اہل سنت کی وفات کی خبر، ہم غم نصیبوں کے حسرت زدہ، مصیبت کشیدہ دلوں کی رہی سہی جان نکال لیتی ہے۔ اور جو کچھ دلی تمنائیں تھیں، سب خاک میں مل جاتیں ہیں۔ اس غم جانکاہ کے سامنے تمام غم ساری فکریں ہیچ ہو گئیں۔ حضرت قبلہ مدظلہ کی بے خودی کی یہ کیفیت کہ فرزند ارجمند شدت بخار میں بے ہوش اور بالکل بے خبر مگر یہاں حضرت نے روانگی کی تیاری مکمل فرمائی، اور موانع موجودہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے، بریلی شریف جانے کے لیے قطعی آمادہ ہو گئے، حالانکہ ریل کا وقت گزر چکا تھا مگر بے خودی میں اس کی بھی خبر نہ تھی۔ یہ بھی تاہل نہ فرمایا کہ اگر روانہ ہوں بھی تو پہنچیں گے کب؟ مگر صرف ریل کے وقت کا گزر جانا ہی ایک ایسا مانع قوی تھا، جس نے روک دیا..... بروز سنچر بعد ظہر جامع مسجد کو توالی میں بڑے اہتمام کے ساتھ قرآن خوانی شروع ہوئی، اور عصر کے آخری وقت میں قل کے بعد فاتحہ ہوئی۔ سات قرآن عظیم ختم ہوئے، اور اسی جلسہ میں مولانا برہان میاں صاحب نے باوجود بخار وضعف کے حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے وہ مبارک صحیفے پڑھ کر سنائے جو مولانا اور حضرت قبلہ کے نام بچوں کی تعزیت میں تشریف لائے تھے، اور یہی آخری صحیفے تھے۔ مجلس مبارک میں کوئی فرد نہ تھا جس کی آنکھیں اشک بار نہ ہوں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہاں جس وقت قل و فاتحہ ہوئی، وہی وقت حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن کا تھا۔ الحمد للہ! یہی ہم وابستگان دامن اہل سنت جبل پور پر خاص توجہ و الطاف روحانی کی مبارک علامت ہے۔ اس کے بعد متواتر تین دن تک بعد نماز فجر مسجد ارمنی، مسجد پھونٹا تال، مسجد خانساں مرحوم گڑھا پھانگ میں، اور دوسرے ہفتہ میں سنچر کو مسجد مومنان مدار نیکری، اور تیسرے ہفتہ میں سنچر کو مسجد بھان تلیا میں قرآن خوانی اور فاتحہ ہوئی اور اس طرح ہم حلقہ بگوشان سلسلہ مبارکہ قادر یہ رضویہ سلامیہ نے اپنی نیاز کیشی، غلامی، عقیدت مندی کا اظہار کر کے اپنی عاقبت کے مبارک وسیلے کو مضبوط کر لیا۔ اگرچہ وہ ذات اطہر

ہم گنہگاروں سے اس بات کی محتاج نہ تھی۔ ثبتنا اللہ تعالیٰ وسائر المسلمین علی الصراط المستقیم و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ محمد والد و صحبہ و ابنہ و حزبہ و اولیاء امتہ و علماء ملتہ اجمعین وعلینا معہم و بہم آمین

شہرِ پٹنہ عظیم آباد میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا جلسہ تعزیت و ختم ایصالِ ثواب

۲۵/صفر ۱۳۴۰ھ روز جمعہ کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے وصال پر ملال کا تار بریلی شریف سے مدرسہ کے پتہ پر میرے نام آیا، جو شب کو یہاں پہنچا۔ اس وقت تعمیل نہ ہو سکا، دوسرے دن ۲۶/صفر روز شنبہ کو جب میں مدرسہ پہنچا، وہ تار مجھے ملا، جس میں لکھا تھا: اعلیٰ حضرت ڈانڈا اعلیٰ حضرت نے انتقال کیا۔ لیکن چونکہ وہ زمانہ گاندھویوں کے شررائگیزیوں کا تھا، جھوٹے مضمون چھاپ دینا ان کے نزدیک کوئی بات نہ تھی۔ تو پریشان کرنے کو ایک تار دے دینا کیا بعید تھا؟ اس لیے مجھے اس کا بالکل یقین نہ ہوا، کیوں کہ کچھ ہی دن پہلے ان لوگوں نے شاہزادہ اکبر کے نام سے ایک اعلان اخبار ”الخلیل“ بجنور میں شائع کرایا تھا کہ وہ اپنے والد ماجد صاحب کے طریقے کو غلط جانتے ہیں، اور اس سے توبہ و رجوع کرتے ہیں وغیرہ ذالک۔ مگر اس کی عبارت ایسی لچر اور ذلیل تھی کہ جو شخص بریلی شریف کی تحریرات پڑھے ہوئے، رسال و تصنیفات دیکھے ہوئے ہے، وہ اولین نگاہ میں سمجھ سکتا ہے کہ یہ تحریر بریلی والوں کی ہرگز نہیں، چہ جائیکہ صاحب زادگان کرام میں سے کسی کی ہو۔ چنانچہ اس پرچہ کو لیے ہوئے ایک صاحب میرے پاس پہنچے، اور کہا کہ مولانا! اب آپ بھی توبہ کر کے ہم لوگوں میں شامل ہو جائیے۔ دیکھیے! خان صاحب کے صاحبزادے نے اپنے والد کے عقائد و خیالات سے توبہ و رجوع کیا ہے۔ یہ ۲۰/اکتوبر کا ”الخلیل“ بجنور دیکھیے۔ میں نے شروع سے اخیر تک اس مضمون کو پڑھا۔ سطر سطر بلکہ لفظ لفظ بانگِ دہل کہہ رہا تھا کہ یہ مضمون ہرگز شاہزادہ اکبر کا نہیں۔ جب میں پڑھ چکا تو وہ بولے کہیے آپ کا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا کہ میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ یہ مضمون ہرگز صاحبزادہ کا نہیں ہے، کسی نے گڑھ کر ان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ باپ کے خلاف بیٹا رائے قائم کر سکتا ہے، بلکہ خود اپنے سابق خیال کو غلط سمجھ کر اس سے علیحدہ ہو سکتا ہے، مگر یہ ناممکن ہے کہ خلافت کمیٹی میں آنے کے ساتھ ہی قابل شخص ناقابل ہو جائے۔ بہترین لکھنے والا، بچوں جیسی عبارت لکھنے لگے۔ آپ چونکہ بریلی کی طرز تحریر سے واقف نہیں، اس لیے اس کو سچ سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن ایک میں کیا، بریلی کا کوئی تعلیم یافتہ ایک سرسری نگاہ کے بعد ہی حضرت صاحبزادہ صاحب کی تحریر قرار نہیں دے سکتا۔ ان لوگوں کی تحریر کا ڈھنگ ہی دوسرا ہوتا ہے۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد اخبار دہد بہ سکندری نمبر ۹ مورخہ ۳۱/اکتوبر میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی طرف سے اس کا رد شائع ہوا، جس کی نقل حسب ذیل ہے۔

جعلی خط والوں پر خدا کی لعنت

یہ خط اخبار ”الخلیل“ مطبوع ۲۰/اکتوبر ۱۹۱۲ء میں میرے نام سے توبہ و رجعت کا شائع ہوا، اس کی نسبت اس سے بہتر کیا کہہ سکتا ہوں جو قرآن کریم نے تعلیم فرمایا کہ لعنة الله على الكذابين واحد قہار اور اس کے حبیب مالک و مختار اور اس کے جملہ

انبیائے اطہار، اور تمام ملائکہ ابرار علیٰ علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کی ہزاروں ہزار بے شمار لعنتیں اس خبیث کذاب، ذریت شیطان، بچہ ابلیس پر، جس نے میری طرف یہ ملعون جعلی خط بنایا، اور شائع کرایا۔ اگر اس کے لیے واقعیت ہے تو کذا بین و ملاعنہ وہ اصل خط پیش کریں، ورنہ لعنت الہی کے گہرے گڑھے میں گریں۔ بے شرم قہرزدوں نے بیش خویش یہ مولوی عبدالباری صاحب کی توبہ کا معاوضہ گڑھا ہے۔ منہ چڑھانے سے چغدا انسان نہیں ہو سکتا۔ اللہ عزوجل شاہد ہے کہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ اپنے والد ماجد دامت برکاتہم العالیہ کو حقیقی، سچا، امام اہل سنت، مجدد مائتہ حاضرہ، موید ملت طاہرہ، ناصر سنت طاہرہ، صاحب حجۃ قاہرہ جانتا مانتا ہوں۔ و کفی باللہ شہیدا۔ اور نہ صرف میں، بلکہ بجمہ تعالیٰ جماعت اہل سنت عرب و عجم میں ایسا ہی جانتے مانتے ہیں۔ اور نام نہاد خلافت کہ اس کے لیڈروں کے اقرار سے حقیقۃً سوراج کمیٹی بلکہ سوراج معدوم کے وجود سے پہلے اس کی پیشگی بیٹی ہے

از ستر خلافت خر سوراج بخت
در گاندھی کیپ ترک ترک ترکست
آزاد و محمد علی و شوکت گفت
گر ترک آئند تیغ گیریم بدست

جس میں اسلام اور شرعی احکام کند چھری سے ذبح کیے گئے، اور اتباع بعض آیات کا نام دکھا کر کثیر آیات و ارشادات الہیہ سخت بے باکی سے پامال کئے۔ جس کا نمونہ کتاب مستطاب الحجۃ الموقمنہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔ اس کے لیڈروں میں سے بعض کو خالص مرتد جانتا ہوں، اور باقی کو گمراہ، یا ان گمراہوں کے پھندے میں پھنستے ہوئے جاہلان افتادہ درچاہ۔ واللہ علی ما نقول وکیل۔ اللہ ورسول جانتے ہیں کہ یہ جو کچھ میں نے لکھا اسلام و احکام شریعت سے ہے، نہ انگریزوں کی طبع یا خوف یا رورعایت سے۔ اس میں جو جھوٹ کہتا ہوا، اور جو اتباع شیطان بدگمانی کریں، اور جو اہتمام رکھتے ہیں، ان سب پر غضب الہی ہو۔ یہ جعلی تحریر میری سخت دل آزاری اور توہین مذہبی دینی و دنیوی شدید نقصان رسانی کے لیے شائع کی گئی۔ والی اللہ الممشکی فقیر حامد رضا قادری غفرلہ ۱۸ صفر ۱۳۴۰ھ۔

جب یہ تحریر شائع ہوئی، اور وہ اخبار میرے پاس پہنچا، اس وقت میں نے ان صاحب کو لے جا کر دکھایا کہ دیکھیے، مرا کہنا سچ ہوا، حضرت صاحبزادہ صاحب کی طرف سے اس کا رد شائع ہوا۔ اب اس کو پڑھیے اور اس تحریر کو اس سے ملائیے۔ کیا یہ دونوں تحریریں ایک شخص کی ہو سکتی ہیں؟ کہاں اس تحریر کی خوبی فصاحت و بلاغت، اور کہاں اس کا مہمل پن اور بطالت؟ اس کو پڑھ کر ان کو اقرار کرنا پڑا کہ جس کی یہ تحریر ہے، اس کی تحریر وہ نہیں ہو سکتی ہے۔ یہی کسی نے ضرور افترا کیا ہے۔ الغرض اس جعلی خط کا واقعہ میرے دماغ پر چھایا ہوا تھا، اس لیے میرا خیال بالکل صحیح ہوا کہ کسی نے حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب کی طرف سے یہ غلط تاریخ میرے پاس صرف مجھ کو پریشان کرنے کے لیے بھیجا ہے، اس لیے میں نے اس وقت ایک تاریخ حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاس بھیجا کہ کیا آپ نے کوئی تاریخ میرے نام بھیجا؟ یہ تاریخ بھیجنے کو تو میں نے بھیج دیا، لیکن دل میں اس خبر وحشت اثر کی وجہ سے پریشانی ضرور رہی۔ دن بھر تردد و پریشانی میں گزرا، بدرسہ کے وقت تک جواب نہ آیا، تو نوکروں کو تاکید کر دیا کہ جس

وقت تار آئے، فوراً میرے پاس پہنچا دینا۔ عشا کے وقت تک کچھ خبر نہ ملی۔ شب کو اسی پریشانی میں سو گیا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کی زیارت سے مشرف ہوا کہ مسجد میں نہایت ہی سفید صاف شفاف لباس زیب بدن فرمائے تشریف رکھتے ہیں۔ چاروں طرف لوگ حاضر ہیں، اور بدستور مسئلے مسائل پوچھ رہے ہیں۔ لیکن میں بالکل خاموش اعلیٰ حضرت کو حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہا ہوں کہ خود اعلیٰ حضرت میری طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ مولانا! آپ اس قدر حیرت میں کیوں ہیں؟ میں نے عرض کیا: حضور! مولانا صاحب کا تار میرے پاس پہنچا کہ اعلیٰ حضرت کا وصال ہو گیا، اور میں آپ کو زندہ دیکھ رہا ہوں۔ اس پر مسکرا کر فرمایا: تو آپ نے اس تار پر یقین کر لیا؟ میں نے کہا: مجھے یقین تو نہیں ہوا، اسی لیے میں نے تار دے دیا کہ کیا آپ نے کوئی تار میرے نام بھیجا ہے؟ لیکن اس کا جواب نہ پہنچا، تو مجھے پریشانی ہوئی، اور اسی پریشانی میں حضور کو دیکھنے خود چلا آیا ہوں۔ الحمد للہ! حضور کو دیکھ کر ایسی مسرت ہوئی کہ بیان سے باہر ہے، اور اسی لیے میں مبہوت ہو کر آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ ایسا تار کیوں دیا گیا؟ اسی حالت میں آنکھ کھل گئی، تو مجھے یقین ہو گیا کہ تار سچا ہے، اس لیے کہ حضور اگرچہ برابر سفید ہی پارچہ پہنا کرتے تھے، مگر اس جوڑی کی سفیدی اور برائی دوسرے قسم کی ہے۔ رہا زندہ دیکھنا تو اس کا مصداق ہے

ان الاحباء احياء وان ماتوا وانما النقل من دار الى دار

صبح کے وقت دوسرا تار یہی بریلی شریف سے آ گیا کہ اعلیٰ حضرت کے وصال کی خبر صحیح ہے۔ اسی وقت مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں اس کی شہرت ہو گئی لیکن اوقات مدرسہ کی پابندی کی وجہ سے مدرسین اس وقت نہ آسکے جب چار بجے مدرسہ میں تعطیل کی گھنٹی بجی، اس وقت پرنسپل و جملہ مدرسین مدرسہ و اکثر طلبہ میرے کمرہ میں تشریف لائے، اور اس حادثہ جاں کاہ پر غم اور افسوس کا اظہار کیا۔ چنانچہ میری استدعا پر سب حضرات نے تین تین مرتبہ درود شریف، ایک ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، ایک ایک مرتبہ آیۃ الکرسی، تین تین مرتبہ سورہ اخلاص، پھر تین تین بار درود شریف پڑھ کر اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کیا، اور پنج شنبہ کا دن، دو بیچ الاول شریف کہ مدرسہ صرف تین گھنٹہ، اور صبح کے وقت ہوا کرتا ہے، ختم قرآن شریف کے لیے مقرر کیا گیا۔ چنانچہ پنج شنبہ کے دن پہلے ہی گھنٹے میں پھر میں نے جملہ مدرسین و طلبہ کو یاد دہانی کرادی کہ گھنٹی ہونے کے ساتھ ہی سب حضرات نوری مسجد میں جمع ہو کر ختم قرآن شریف کر کے ایصال ثواب کریں۔ خداوند علا کا ہزار شکر ہے کہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں سات ختم قرآن شریف کے ہو گئے۔ اس کے بعد قتل ہوا، اور سب لوگوں کو ایصال ثواب کے لیے شیرینی تقسیم کی گئی۔ اس کے بعد میں نے حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب شہزادہ اکبر سجادہ نشین اعلیٰ حضرت کی خدمت میں تعزیت کا خط لکھا۔

بجسور حضرت والادرجت زیب سجادہ علیہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ دامت فیوضکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضور کا تار ۲۶ صفر روز شنبہ کو مجھے ملا۔ مگر مجھے بالکل یقین نہ ہوا، سمجھا کہ جس طرح لوگوں نے حضور کی طرف سے جعلی خط بنا کر اخبار میں چھپوا دیا کسی نے براہ شرارت میرے پاس اس مضمون کا تار بھیج دیا ہے۔ اسی لیے دریافت

حال کے لیے میں نے تارویا، اس کا جواب مجھے نہیں ملا تھا کہ شب میں حضور پر نور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی زیارت سے مشرف ہوا، جس سے یقین ہو گیا کہ خبر صحیح ہے۔ پھر ۲۷ صفر روز یک شنبہ کو حضور کا دوسرا تار ملا، جس نے اس خواب کی تصدیق کر دی۔ اخباروں میں بھی پیہم وصال کی خبریں چھپ رہی ہیں۔ مگر میرا دل اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں، اور میں یقین کامل کے ساتھ کہتا ہوں کہ جس نے آپ اور مصطفیٰ میاں جیسا بہترین یادگار سیکڑوں لائق و فاضل شاگرد، اور پانچ چھ سو کے قریب بہترین تصنیفات چھوڑیں، اس کا ہرگز انتقال نہیں ہوا۔ لوگ لاکھ اس کے مرنے کی خبریں شائع کیا کریں، مگر وہ ہرگز نہیں مرا:

نوشیرواں نہ مرد کہ نام نکو گزاشت

وتنعم من قال۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضور کا سایہ ہم غلاموں کے سروں پر تادیر قائم رکھے اور شد و ہدایت کا باڑا جس طرح اس در سے بنتا تھا ہمیشہ بنتا رہے اور ہم جیسے بھکاری ہمیشہ اپنی جھولیاں بھرتے رہیں۔ آمین ثم آمین۔

فقیر رضوی محمد ظفر الدین قادری غفرلہ



قطعات تاریخ ارتحال حسرت اشتمال

اعلیٰ حضرت مجدد ملت حاضرہ جناب مولانا مولوی مفتی حاجی قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب قاری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ من نتائج افکار گہر بار، اکمل المتاخرین افضل المورخین عالی جناب معلی القاب شمس الشعرا آنرہیل خاں بہادر نواب زادہ خواجہ محمد افضل خاں صاحب بہادر افضل رئیس اعظم ڈھا کہ دام اقبالہ

دبدبہ نمبر ۱۱، ص ۱۲

صد حیف شہ احمد رضا کاں بے بدل عالم کہ بود
سال رحیل "احمد رضا خان آہ و صد حیف آہ آہ"
مشہور دوراں شدرواں ازباغ عالم ارم
برصغہ کیتی قلم فی الفور افضل زد رقم
۱۹۲۱ء

دیگر

ارتحال حضرت احمد رضا خان فقیہ
بودست ہ ہشتم از اکتوبر و آدینہ ظہر
زدندا "احمد رضا خان آہ دردا" ہاتفش
وائے مار ارنج برنج و غم و حسرت فزود
کرد مرغ روح پاکش جانب بالا صعود
افضل خستہ چو فکر سال میلادی نمود
۱۹۲۱ء

دیگر

آن فقی دہر و عالم با عمل
پیشوائے مسلک دین نبی
عابد مرتاض وزہابد بے ریا
رہنمائے راہ رع و اتقا
حاجی و مفتی وقاری مولوی غارف کمال جناب احمد رضا خاں

رہ مگر اے عالم باقی بھد زین
بودست و پنجم از ماہ صفر
گشت افسردہ چہ قلب مومناں
سرائے بے ثبات و بے بقا
نیم دوو ساعت جمہ آوخوا
گشتہ بے رونق چہ بزم اصفیا

ترتیبش بادا منور داما
گرد شمع ترتیبش پروانہا
افضلاً "مقبول حق احمد رضا خان"
۱۳۳۰ھ

از ترشجہائے لطف ایزدی
روح قدس و حور و ہم قدوسیاں
جسمتہش سال این ندا آمد ز عرش

دیگر

پاکباطن نیک دل نیکو سرشت
پشت یازد بر سر دینائے زشت
درمیاں کوشک ز زینہ خشت
مرغ دل از آتش فرقت برشت
سال فوت ہجرت کلمہ نوشت
۱۳۳۰ھ

ان بزرگ احمد رضا خان باصفا
چوں ندائے ارجعی گوش شنید
شد بیک چشمک زدن روح مقیم
چشم پر نم از فور رنج و غم
"آں بزرگ احمد رضا آہ" افضلاً

قطعہ ذوالحرمین، ذوالقائمتین، ذوالتاریخین

از رشحات کلک گہر سلک شاعر شیریں مقال مورخ عدیم المثل علی جناب سیادت مآب نواب سید جعفر علی خان صاحب
بہادر جعفر عرف نواب پیارے صاحب بہادر رئیس اعظم شمس اعظم شمس آباد ضلع فرخ آباد دام افضالہ

خان علامہ بزرگ با خدا..... وہ مولوی
مسلموں کے پیشوا اور نما..... سر و خفی
ہاں صفر پچیسویں جمعہ کے دن..... عیسیٰ نفس
واصل حق ہو گئے احمد رضا..... کیا متقی

۱۳۳۰ھ + ۵۸۱ = ۱۹۲۱ء

دیگر

حامی وقاری فاضل یکتا بزرگ با خدا
"ممدوح عالم آہ مفتی مولوی احمد رضا"
۱۹۲۱ء

بود مسلک قادریہ مسلک این مقتداء
شد از جہاں در ماہ اکتوبر بست و ہتہیں

قطعہ تاریخ

از حامی دین متین جناب مولوی قاضی حافظ حاجی محمد خلیل الرحمن صاحب حافظ وکیل و انزیری مجسٹریٹ پبلی ہیٹ دامت

افضالہ

تاریک ہے اہل نظر کی آنکھ میں کل کائنات
 قالب سے نکلی روح اشاروں سے ادار کر کے صلات
 اس حادثے کا نام سچا ہے اشد الحادثات
 خوش بڑے پاپوش سے لات و منات و سومنات
 ان کے لبوں کو بوسہ دیں آ کر رسول کائنات
 مال اس میں ہے آل اس میں ہے اس میں ابناء و بنات
 زین حیات دنیوی پھر باقیات و صالحات
 اب اس دعا کی آڑ میں لکھنا ہے تاریخ وقات
 مطلب یہ ہے وہ بات کہیے جس سے نکلے کوئی بات
 مال و بنون و دود ماں الباقیات الصالحات
 ۱۳۳۰ھ

اُف وقت جمعہ مولوی احمد رضا خان کی وفات
 نام خدا ہوتی ہے ایسی بھی حیات ایسی مہمات
 حادث ہے عالم حادثے ہوتے ہی رہتے ہیں یہاں
 کعبہ سیہ پوش آج ہے، غمناک ہے ہر حق پرست
 حیرت ہے کیا، ندرت ہے کیا، مدحت سرائی پر اگر
 یہ گھر بھرا ہے خیر سے خوشحال و مال مال ہے
 یہ ہیں وہی مال و بنوں جن کہا قرآن میں
 یہ مال بھی یہ آل بھی قائم رہے دائم رہے
 تاریخ کا جو شعر ہو مطلع بھی ہو مقطع بھی ہو
 حافظ کو مصرع غیب سے تاریخی آیا ہے یہ بات

قطعات تاریخ

از جناب میرضامن علی صاحب مفتون الوری۔ حسب فرمائش جناب مولانا مولوی محمود الحسن صاحب قادری رضوی الوری

مدرس مدرسہ اسلامیہ ریاست اودھے پور

وحید الدہر فخر افتخاراں
 چراغ کوشک اسلام وایماں
 رواں گشتند سوئے باغ رجواں
 میسر شد وصال حور و غلماں
 مسیحی ”ماہ عالمتاب غفراں“
 چہارم ”شیخ اعظم“ سال برخواں
 ششم ”مہربین خورشید تاباں“
 ”فروغ دریکتا“ ہشتمیں خواں
 دہم ”جوش بہار باغ عرفاں“

”معزز مولوی احمد رضا خان“ ۱۳۳۰ھ

امام المسلمین احمد رضا خان
 مہ آفاق خورشید بریلی
 بہ بست و پنجم صفر المنظر
 بآدینہ کہ عید المسلمین ست
 بود تاریک ”مرغوب محمد“
 ”چراغ صبح گاہی“ سال سوئم
 چو پنجم ”فخر موجودات“ باشد
 بود ہفتم ”چو باغ نور آگین“
 نہم ”مغفور جواد ست سانش
 ”نہاں گردید مفتون معدن نور“

دیگر

از جناب منشی بشیر حسین صاحب المتخلص بہ اختر الوری
عالم باعمل و فاضل بے ند و نظیر
عالم غیب سے پیدا ہوئی اختر یہ ندا

حیف صدحیف ہوئے کنج لحد میں پنہاں
سال رحلت ہے احمد رضا خاں کا ”رضی الرحمن“

۱۳۳۰ھ

دیگر

از جناب منشی محمد عبدالرحیم خاں صاحب قادری رضوی حال متوطن فیروز پور ضلع سلطان پور

اٹھا دنیا سے رضا سا کامل
اے فلک تجھ سے خدا ہی سمجھے
حیف اس غم میں ہے جینا مشکل
”صفر کا چاند جمعہ داغ دل“

۱۳۳۰ھ

دیگر

جس طرف دیکھو آج ہے سناں
ڈھونڈھتی تھیں جسے میرے آنکھیں
گلشن دہر کر گیا خالی
ان کی فرقت سے دل کے ہیں ٹکڑے
اب تو انصاف سے یہ کہہ دے رحیم
لوٹ کر لے گئی کہاں کو خزاں
نہیں اس گل کا آج کچھ بھی نشاں
بلبل خوش نوا و خوش الحان
کیوں نہ لب ہو میرے آہ و فغاں
خوش بیاں اب رضا سا کہاں

دیگر

از جناب مولوی حافظ قاضی خلیل الدین صاحب حافظ وکیل و رئیس پبلی بھیت

صد حیف وہ مقتدائے اہل سنت
حافظ نے کہا مصرعہ تاریخ وفات
سب کرتے ہیں ہائے ہائے اہل سنت
”سردار پیشوائے اہل سنت“

۱۳۳۰ھ

دیگر

از فتاح فکرجناب منشی ابوالحسن صاحب جوہر انصاری رحمانی بریلوی

جناب مولوی احمد رضا خان
کہ بودہ آیتہ اللہ تعالیٰ

ازیں عالم روں شد سوئے جنت
کسوف آمد بمہر علم و حکمت
چو شیدائے رضائے احمدی شد
پے سال وصالش گفت جوہر

قرب جست باللہ تعالیٰ
بگویم راست واللہ تعالیٰ
فنا جو فی ہو اللہ تعالیٰ
”علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ“ ۱۳۳۰ھ

دیگر

از نتیجہ فکر سید حسین صاحب داعی سکند مولوی مہارانا ہائی اسکول اودے پور میواڑ
وادر یغاسالک رحماں گزشت فاضل اکمل ازیں گیہاں گزشت
رہنمائے راہ رحماں رفت حیف از سرما فضل دوراں گزشت مولوی احمد رضا خاں قادری
شمع ملت صیقل ایماں گزشت
کرد داعی فکر تاریخ وصال سال رحلت شد ”فروع جاں گزشت“
۱۳۳۰ھ

قطعہ تاریخ ترحیل

من تصنیف لطیف عالی جناب محبت الفقراء مولانا مولوی حاجی چودھری محمد عبدالحمید خاں صاحب رئیس اعظم
سہاور تخلص حمید مصنف ”کنز الآخراہ“ دام فیضہ
عالی مناقب خان والا منزلت بحر العلوم
بابند فقہ بوحنیفہ رکن قصر اجتہاد
آں طوطی ملک سخن آں بلبل سخن چمن
خضر بیابان ہدی گم گشتگاں را رہنما
ہم صوفی صافی منش ہم زیب مسند قادری
آدینہ یوم و ماہ اکتوبر بہ بست و ہتھمیں
وقت ورودش در جناں گفتند غلمان جناں

حاجی کعبہ منطقی و فلسفی کہف اتقی
فخر جہاں علامہ دوراں بزرگ با خدا
آں قاضی ہندوستان آں مفتی عقدہ کشا
کشتی بہ بحر افتادہ را مرد خدا بدنا خدا
ہم خادم غوث الوری ہم عاشق خیر الوری
واصل بحق شد در بریلی شہراز حکم قضا
”جنت مکانے قبلہ دین مولوی احمد رضا“

۱۹۲۱ھ

قطعہ تاریخ

از جناب مولانا مولوی ابو یوسف محمد شریف صاحب کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ دامت فیوضہ

موت العالم عدل موت العالم

۱۳۳۰ھ

راہی ملک بقا شد مولوی احمد رضا
پیشوائے اہل سنت آہ ازما شد جدا
ازدم آمدندا "مقبول حق احمد رضا"

۱۳۳۰ھ

وادریغا حسرتا صد حسرتا صد حسرتا
قامع اعناق مبتدعین وناصر اہل دین
بہر تاریخ وصالش غور کردم ساعتے

دیگر

طائر روح اوبہ خلد پرید
"زیب کونین در بہشت رسید"

۱۳۳۰ھ

چوں کہ حضرت مجدد دوراں
بہر تاریخ سال گفت شریف

دیگر

چوں ازیں دہر روئے خویش نہفت
"غفرنی" سال رحلت خود گفت

۱۳۳۰ھ

شیخ احمد رضایگانہ عمر
سن رحالش بہ جواب پرشیدم

دیگر

دسوئے بہشت چوں رحلت
گفت ہاتف "برفت در جنت"

۱۳۳۰ھ

فاضل دہر حضرت اعلیٰ کر
باسر "آ" ہ سال رحلت او

دیگر ورنش

در سن یک ہزار و سہ صد و چھل ہجری بحرم علوم

۱۳ ۵ ۴۰

شیخ عظمیٰ

۱۹۲۱

خلیق نیک ذات

۱۹۲۱

حضرت شاہ اہل صفا،

۱۹۲۱

شمشاد قد پندھیر

۱۹۲۱

مخدوم صافی صمیر

۱۹۲۱

مصرع جات تاریخ

جامع کمالات زین زمین نہاں شد

۱۳۵۴۰

زیدۃ واصلین بجنّت رفت

۱۳۵۴۰

رفت از دھر انجمن افروز

۱۳۵۴۰

دیگر

از: جناب مولانا مولوی ابوالیاس محمد امام الدین صاحب قادری رضوی کوٹلی لوہاراں

میرے قبلہ احمد رضا
باصر ملت امام اہل دیں
ہائے دنیا سے وہ رحلت کر گئے
اہل سنت پر بڑا صدمہ ہوا
بدل ان کا کوئی اب ملتا نہیں
ان کا مرنا ثلثۃ فی الدین ہے
مصرع تاریخ ہاتف نے کہا

وہ وحید الدہر یکتائے زماں
وہ مجدد پیشوائے عارقال
ناگہاں وہ ہو گئے ہم سے نہاں
ان کی فرقت میں ہیں سب نالہ کناں
ہائے پھر نعم البدل ہوگا کہاں
یہ کمی سب اہل دیں پر ہے عیاں
داخل جنت ہوا قطب الزماں

۱۳۴۰ھ

از نتائج طبع جناب مولوی علی حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۳۴۰ھ

از نتائج طبع جناب گرامی القاب سید شاہ عالی حسین صاحب بترپوش (جانشین حضرت آسی غازی پوری)

ان ذالك جزاء من تزكى

۱۳۵۴۰

از نتائج طبع حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب

شیخ اعظم

۱۹۲۱ء

از نتائج طبع شاعر باکمال ابوالحج مباح مصطفیٰ جناب محمد عبدالرحمن صاحب رضوی

تاریخ وصال بے مثال

۱۹۲۱ء

تقدیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۳۵۲۰

کر درحلت چوں مجدد سوائے دیدار جلیل

۱۳۵۲۰

گفت ملہم کلک زن از طرز نو باندب ورنج

۱۳۵۲۰

بعد دو ساعت بوقت جمعہ این گونے حمید

۱۳۵۲۰

سیزده صد چہل ہجری از صفر بابت و پنج

۱۳۵۲۰

سگ حقیر کونے درگاہ حمید الرحمن عنفی عنہ

۱۳۵۲۰

ایضاً از جناب موصوف مولوی محمد عبدالرحمن صاحب قادری رضوی بریلوی

تاریخ وفات امام عالم

۱۹۶۲۱

حالی احشام مذہب ناصرین دین رفیع ہادی راہ ہدایت منبع فوز عظیم

۱۹۶۲۱ ۱۹۶۲۱

مخزن روز طریقت معدن ملک بیان واقف رمز حقیقت شمع زیب شمیم

۱۹۶۲۱ ۱۹۶۲۱

عارف لمعان معرفت شان قدس ماہتاب سرگلشن آفتاب روز نیم

۱۹۶۲۱ ۱۹۶۲۱

سرسنکن لاندہباں آل کا سرنجدی جنود قاصع خبث قدیمہ قاطع راہ حجیم

۱۹۶۲۱ ۱۹۶۲۱

نوارث سلطان جیلاں ماہ تاباں دستگیر جانشین محبوب علی نائب نور کریم

۱۹۶۲۱ ۱۹۶۲۱

مرآتِ برکات و حمزہ نقشہ اچھے میاں . نائِبِ عشقی ست مارہری کہ آں قطبِ کریم

۱۹۶۲ ۱۹۶۲

آں معین مامجد مرشدی احمد رضا منبع فقہ و زکات صاحب عقل سلیم

۱۹۶۲ ۱۹۶۲

اے ب صفر لامعہ خود بود ہندوستان دریکے ہم چوں نہ شد علامہ واللہ العظیم

۱۹۶۲ ۱۹۶۲

شد وصالش سیزدہ صد چہل ہجری سال خواں یوم جمعہ بست و پنجم از صفر شہر الکریم

۱۹۶۲ ۱۹۶۲

ایں بگو نام حمید اہم غیبی بگفت آں سراج جان و ایمان رفت در قصر نعیم

۱۹۶۲ ۱۹۶۲

از نتیجہ افکار سگ در گاہ قادریہ مجددیہ قدسیہ مبارکہ

۱۹۶۲

ابوالحکب فقیر بے کمال مداح مصطفیٰ محمد حمید الرحمن بریلوی قادری رضوی ابن استاذ مداح الحیب عفی عنہ

۱۹۶۲ ۱۹۶۲

از نتیجہ فکر عالی جناب نواب وزیر احمد خاں صاحب قادری نوری رضوی تلمیذ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نور باصرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۳۲۰ھ

رنگِ طلائی نور افشاں سنہ ہجری رنگ سبز برائے امتزاج سنہ فصلی

۱۳۲۹۱۳۳۰

رنگ سرخ تمسک سنہ عیسوی حروف سیاہ ایضاح سمت و بکری

۱۹۷۸ ۱۹۶۲

وصال قوت جاں (سبز) مولوی احمد رضا (طلائی) خان (سبز) صاحب (طلائی)

در سنہ (سرخ) یک (سیاہ) ہزار (سرخ) و سہ (سیاہ) صد (طلائی) چہل ہجری (سیاہ) بست و پنجم (سرخ) صفر یوم

(طلائی) جمعہ (سرخ) وقت (سرخ) دو ساعت ۳۸ دقیقہ بعد از (سیاہ) نصف النہار (سرخ) فقر (سرخ) ہ (سبز)

بالا (سرخ) مرصع (سیاہ) افشانی نو (سیاہ) ا (سرخ) بیجا (طلائی) دمر (سرخ) سوم (طلائی) خیال (سیاہ) فقیر (سرخ) نے کما

(سیاہ) ل (سبز) کج (سرخ) زباں (سبز) وزیر احمد خان (طلائی) طالب (سیاہ) اعلیٰ حضرت (سبز) بلند (سرخ) مکان
(سبز) نور (سرخ) اللہ (طلائی) مرقد (سرخ)۔ (سبز)

تشریح پاکیزہ الوان اربعہ

۱۳۲۹ ف

ہر (طلائی) فقرہ جدا (سبز) جدا (سیاہ) تاریخ (سرخ) می (طلائی) دہد (سرخ) از (سبز) حروف طلائی سنہ ہجری
رو نماید (طلائی) و از رنگ سبز فصلی و از (سبز) لون سرخ عیسوی و از (سرخ) سیاہ گوں سمت و بکرمی برمی آید (سیاہ) و اعلم (طلائی)
این جملہ (سرخ) ہم بایں (سیاہ) وصف (سبز) مو (سرخ) صوف (سبز)

قطعه تاریخ وصال

مولانا سید شاہ ابوسلمان محمد عبدالمنان صاحب مظہر قدری چشتی دامت فیوضہ

مولوی احمد رضا خاں مقتدائے سنیاں
از ہمہ اسرار قرآن و حدیث آگاہ بود
جاں نثار احمد مختار و آل پاک او
مختز زاز ماسوا و عاشق اللہ بود
ہادی اہل ضلال و پیرو دین مبیں
بہر گمراہاں دشت دہر خضر راہ بود
کہر بائے جذب یزدانی بسوئے خود کشید
واصل حق گشت او حقا کہ حق آگاہ بود
گفت مظہر مصرعہ سال وفات آل جناب
او بجان ودل پرستار رسول اللہ بود

۱۳۲۰ھ

اخباری دنیا میں فاضل بریلوی کا مقام اخبار روہل کھنڈ گزٹ بریلی مطبوعہ یکم نومبر ۱۹۲۱ء

سب سے بڑا حادثہ

بریلی کے لیے سب سے بڑا حادثہ اس ہفتہ کا جناب مولوی حاجی حافظ قاری احمد رضا خاں صاحب کی وفات حسرت آیات ہے جو ایک مشہور عالم تھے، اور حقیقہً مختلف علوم میں کامل دستگاہ کی رکھتے تھے۔ ندوۃ العلماء کی مخالفت سے پہلے عام علما اہل اسلام میں مقبول نام تھے، مگر اس کارروائی سے ایک بڑا حصہ آپ سے علیحدہ ہو گیا تھا، پھر علم غیب، اور اذان کے مسئلہ نے اور بھی کشیدگیاں پیدا کر دی تھیں۔ آپ کی پر معنی جدت پسندیوں اور مخالفت و موافق اشتہار بازیوں سے دور دور آپ کی شہرت ہو چکی تھی۔

اخباری دنیا بھی اچھی طرف آپ سے واقف ہو چکی ہے۔ علاوہ پیرانہ سالی کے آپ مدت کے آپ مدت سے علیل تھے، کچھ عرصہ سے موسم گرما پہاڑ گزرنے لگا تھا، جہاں سے حالی ہی میں واپسی ہوئی تھی۔ جمعہ کے دن بعد نماز یکا یک یہ خبر شہر میں مشہور ہو گئی، مگر جنازہ دوسرے روز اٹھایا گیا، اور بعد نماز ظہر عید گاہ میں ہزاروں آدمیوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھ گئی۔ اور پھر مجمع عظیم، اور نعت خوانی کے ساتھ مکان پر لا کر دفن کیا گیا، جہاں خاص طور تینوں میونسپلٹی سے دفن کی اجازت حاصل کر لی گئی تھی۔ افسوس!

اخبار النقیہ امرتسر مطبوعہ ۵ نومبر ۱۹۲۱ء

جہاں مر گیا

اسی سرخی سے اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کا مراسلہ جو بدبہ سکندری میں شائع ہو چکا ہے، اور اسی کے حوالہ سے اس کتاب میں پہلے درج ہو چکا ہے، اس کو ۵ نومبر کی اخبار میں شائع کر کے جناب ایڈیٹر صاحب الفقیہ حسب ذیل الفاظ میں امام اہل سنت کا ماتم کرتے ہیں:

ہم نے مندرجہ بالا خط کو جس رنج سے لکھا ہے، اور اس سے جس قدر صدمہ ہمارے دل پر ہوا ہے، اس کا اظہار بذریعہ

تحریر ناممکن۔ موت العالم موت العالم ایک سچا مقولہ ہے۔ ایسے عالم حقانی کا دنیا سے اٹھ جانا درحقیقت دنیا موت ہے۔ اس پر فتن زمانہ میں جب کہ فرقہ بائے ضالہ، دین اسلام کو خراب کرنے کے لیے بڑی جدوجہد سے کام لے رہے ہیں، ایسے وقت میں اس سیف صارم کا فوت ہونا مذہب اسلام کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچانے والا ہے۔ تاہم ان کی بے شمار تصنیفات تمام گمراہیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے ان کے قائم مقام ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے فرزند ان سعید جناب مولانا مولوی حامد رضا صاحب، و جناب مولانا مولوی مصطفیٰ رضا صاحب کو ان کا صحیح جانشین بنائے، اور ان کو توفیق دے کہ ان کے نقش قدم پر چل کر، اور حمایت دین متین میں سرگرم رہ کر، ماحی ضلالت ثابت ہوں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مدارج عطا فرمائے اور پسماندگان و متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق دیوے۔ آمین۔

مذکورہ بالا خط ایسے وقت پہنچا، جب کہ ۵ نومبر کی کاپیاں تیار ہو کر پریس میں پہنچ چکی تھیں، صرف اسی قدر درج ہو سکا، باقی انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔ معراج الدین عفی عنہ

اخبار مشرق کو رکھپور مطبوعہ ۳ نومبر ۱۹۲۱ء

موت العالم موت العالم

اسلام کی زبردست تعلیم، اور سنت نبویہ کی مستحکم تلقین، اور اشداء علی الکفار پر شدت سے عمل کرنے والے، حامی شریعت محمدیہ جناب مولانا حافظ قاری مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۸ اکتوبر کو بریلی میں رحلت فرمائی۔ دوسرے دن نماز جنازہ عید گاہ میں اس لیے ہوئی کہ ہجوم بہت زیادہ تھا، گھر پر جگہ نہ تھی، بعد نماز جنازہ، حضرت جناب حامد رضا خاں صاحب خلف الصدق حضرت، کے مکان میں دفن کیے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اخبار علی گڑھ گزٹ مطبوعہ ۱۱ نومبر ۱۹۲۱ء

موت العالم موت العالم

ایک عالم کی موت ایک جہان کی موت ہے، نہایت درست ارشاد ہے۔ اور اس زمانہ میں اس کا مصداق حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی رحلت سے بہتر نہیں پایا جاتا، جو ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء روز جمعہ کو پونے تین بجے سہ پہر کے قریب واقع ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم اپنے عہد کے فقید المثل فقیہ تھے، لیکن اس کے ساتھ آپ کو تفسیر، حدیث، معقول، ریاضی، فلسفہ اور ہیئت وغیرہ علوم کثیرہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کی تصانیف سیکڑوں کی تعداد میں ہیں، جن میں سے بعض ضخیم و جمیم کئی کئی جلدوں میں ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت کثیر ہے، جو عراق، عرب، ترکستان،

افغانستان وغیرہ تک میں پھیلی ہوئی ہے۔ البیرونی کی کتاب قانون مسعودی جو ہیات قدیم میں ایک نایاب کتاب ہے، اس کے سمجھنے والے دنیا میں ایک ہی دو ہیں اور ان میں آپ بھی تھے۔ آپ فتویٰ ہمیشہ بے لاگ، اور سیف قاطع ہوتا تھا۔ کبر سنی اور امراض گونا گوں کے باعث کچھ عرصہ سے صاحب فراش چلے آتے تھے۔ ضعف روز بروز بڑھتا جاتا تھا، مگر مطالعہ و تحریر کا شغل آخر وقت تک جاری رہا۔ بفضل خدا فکر معاش سے فارغ البال تھے، اور معقول زمین داری رکھتے تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: ان الله لا يقبض العلم انتزاعا فينتزعه من العباد لكن يقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالما اتخذ الناس رؤسا جهالا ففسلوا فافتوا بغير علم فضلوا واصلوا (یعنی خدائے تعالیٰ علم کو بندوں کے دلوں سے محو کر کے نہیں چھینے گا بلکہ علما کو اٹھالے گا حتیٰ کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے جن سے مسئلے پوچھے جائیں گے اور وہ بغير علم کے فتوے دیں گے۔ تو جس طرح خود گمراہ ہیں، دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے)۔ افسوس کہ مسلمان میں علما و اکابر کی تعداد روز بروز کم ہو رہی ہے، اور جو فرد اٹھ جاتا ہے، اپنی نظیر نہیں چھوڑتا۔ مرحوم سلسلہ قادریہ میں بیعت بھی کرتے تھے، خدا ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

اخبار ذوالقرنین بدایوں مطبوعہ نومبر ۱۹۲۱ء

حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی عرصہ علیل تھے آخر ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ، مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء جمعہ کے روز ۲ بجکر ۳۸ منٹ پر اس جید عالم باعمل نے رحلت فرمائی، فوراً آپ کے انتقال کی خبر آپ کے تلامذہ و مریدین کو جو دور دور پھیلے ہوئے ہیں، دی گئی۔ ۲۶ صفر کی صبح کو ۹ بجے کے بعد جنازہ اٹھا۔ آدمیوں کی وہ کثرت تھی کہ سوائے عید گاہ کے کسی اور مقام پر نماز جنازہ کا ادا کرنا ممکن معلوم نہ ہوا۔ وسیع سڑکوں اور بلندیوں پر چڑھ کر دیکھنے سے جہاں تک نظر جاسکتی تھی، انبوہ ہی انبوہ نظر آتے تھے۔ ایک بجے عید گاہ پہنچے، اور بعد نماز ظہر حضرت مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم نے بعد تلقین ترکیب نماز حسب وصیت نماز جنازہ اور تکبیر سوم کے بعد ادعیہ جو معمولہ مولانا نے مرحوم تھیں، مقتدیوں کو بعد دعا، معمولی کے آہستہ آہستہ آمین کہنے کی ہدایت فرمائی۔ پھر وہاں سے اسی شان و شوکت کے ساتھ واپسی ہوئی۔ جنازہ کے سامنے نعت خوانی و درود شریف پڑھتے ہوئے، محلہ سودا گراں لائے، اور حضرت والا مولانا مولوی شاہ حامد رضا خاں صاحب خلف اکبر مولانا مرحوم کے مکان میں سپرد خاک کیے گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون مولانا کے انتقال نے ہندوستان کے ایک بڑے شخص کی جگہ خالی کر دی جس کا پرنا مشکل ہے۔ آپ ہر معاملہ میں مستقل رائے رکھتے تھے۔ حق کے مقابلہ آپ کسی چیز سے مرعوب نہ ہوتے تھے۔ واقعات حاضرہ میں آپ نے جو رائے غور و خوض کے بعد قائم کی تھی، اس کو کوئی قوت بدل نہ سکی، یہاں تک کہ مخالفین نے آپ پر طرح طرح کے ناوابجہ الزام لگائے، لیکن آپ اپنی اس رائے پر جس کو اپنے نزدیک حق سمجھتے تھے، آخر دم تک قائم رہے۔

منقبتیں

تصنیف لطیف محبت الرضا حافظ محبوب علی خاں صاحب قادری رضوی

مصطفیٰ کا دلارا ہمارا رضا	غوث اعظم کا پیارا ہمارا رضا
اپنے مرشد کا پیارا ہمارا رضا	رضویوں کا ہے مولا ہمارا رضا
قادریت کا سہرا رہا جس کے سر	قادریوں کا دولہا ہمارا رضا
علم حرم جن سے بیعت ہوئے	ایسا مرشد ہے اعلیٰ ہمارا رضا
نظر آتا نہیں اب کوئی ہند میں	ہندو میں ہے وہ یکتا ہمارا رضا
رضویوں کو نہیں گم ذرا حشر میں	ہے مدد کرنے والا ہمارا رضا
جس کو سب اچھے کہتے ہیں اچھے میاں	ہے اس اچھے کا اچھا ہمارا رضا
غم نہیں حشر سے مجھ کو کچھ اے محبت	ہے مدد کرنے والا ہمارا رضا

دیگر

تصنیف لطیف جناب مولانا محمود الحسن صاحب الوری المتخلص بہ ضیا اودے پور

از گردہ اولیا احمد رضا	تاجدار اتقیا احمد رضا
حامل علم خدا ومصطفیٰ	مخزن و بحر ہدی احمد رضا
از علوم حضرت خیر الوری	بود قلبت پر ضیا احمد رضا
از فیوض دین اصحاب رسول	بہرہ ہم حاصل ترا احمد رضا
حضرت محبوب سبحان دستگیر	درد فیض خود تر احمد رضا
باعث فخر حنیفہ کشتی	مخر اسلام ہدی احمد رضا
از میاں نوری تو نوری گشہ	دیگرے مثلت کجا احمد رضا
ای محی ملت اے سبحان زمان	دیگرے مثلت کجا احمد رضا
عامل سنت بنی محترم	بوزاتت یا شہا احمد رضا

مرحبا صد مرحبا احمد رضا
واقف راز خدا احمد رضا
اہل الحق را پیشوا احمد رضا
سالک راہ خدا احمد رضا
مصدر حلم سحیا احمد رضا
باعث عز و علا احمد رضا
منج راہ صفا احمد رضا
گشت آں تابع خدا احمد رضا
باعث رشدہد احمد رضا
شدازیں دنیا جدا احمد رضا
نیز مقبول خدا احمد رضا
راہی راہ رضا احمد رضا
بروجود سعد زا احمد رضا
فخر حاصل ایں مرا احمد رضا

درتمای علم و فن فاضل ہدی
کنت کنزا مخفیا راز داں
در علوم دینیہ سر آمدی
یائے مقرب بارگاہ کبریا
معدن جو دو عطا مہر و کرم
قادریاں را تو بودی سرورا
اہل سنت و الجماعت راتوئی
ہر کہ تابع گشت برمان تو
لیک آں سرچشمہ فیض و عطا
وا دریغا حسرتا وا حسرتا
جنت الفردوس شد اورامقام
یا خدا برذات آں خاک جناں
رحمت باشد برو لطف و کرم
از غلامانت شدہ بے کس ضیا

دیگر

از جناب مولوی صاحب موصوف

رہبر صدق و صفا احمد رضا
تھے تمہیں شمس الضحیٰ احمد رضا
بھرا تھے سراپا مرتضیٰ احمد رضا
پوری تم میں تھی ضیا احمد رضا
فیض تم کو تھا ملا احمد رضا
تھے تمہیں بدر الدجی احمد رضا
صاحب جود و عطا احمد رضا
ہادی راہ خدا احمد رضا
ہادی فرشتے نے ندا احمد رضا

اہل حق کے پیشوا احمد رضا
ماجی کفر و غل بطلان وزلیغ
مصطفائی فیض تم میں تھا
حضرت صدیق اور فاروق کی
مخزن اسرار یزداں غوث سے
اس زمانہ تیرہ و تاریک میں
قادری اور سنیوں کے واسطے
غرض عالم کے لیے تھے بے شبہ
جستجو میں جو کی تاریخ کی

اور محبوب خدا احمد رضا
میرے حق میں ہودعا احمد رضا
جملہ آفت سے سدا احمد رضا

تم تھے مرغوب محمد بالیقین
التجا مسکین ضیا کی ہو قبول
کہ خدا مجھ کو بچائے دہر میں

از محبوب علی خاں صاحب لکھنؤی

جناب نائب غوث الوری سلام علیک
تو عرض کرنا مرا بھی صبا سلام علیک
تو ان کا حامی ہے احمد رضا سلام علیک
چھپالے ہم کو تو زیرردا سلام علیک
تو کعبہ والوں نے دیکھا شہا سلام علیک
یہ جانشین تیرے حامد رضا سلام علیک
یہ ہاتھ ہے تیرا دست عطا سلام علیک
ترا ہے نائب غوث الوری سلام علیک
ترے جمال کے ہیں آئینہ سلام علیک

امام برحق احمد رضا سلام علیک
کبھی جو تیرا گذر ہو رضا کے روضے پر
غلام تیرے جو ہیں ان کو کچھ نہیں ہے غم
ستائے حشر میں گر مہر کی تپش ہم کو
جو نجدیوں نے نہ دیکھا ترا جمال و کمال
رہیں یہ قائم و دائم غلاموں کے سر پر
غلام جو ہو ان کا وہ بندہ ہے تیرا
یہ ہاتھ ان کا ترے دست جود کا نائب
ترا ہی جلوہ ہے حامد رضا کے چہرہ میں

دعا محبت کی ہے یارب رضائے احمد سے
کہ وقت مرگ ہو لب رضا سلام علیک

دیگر

از جناب حاجی قاسم حسین خان صاحب ہاشمی مصطفائی مداح الحبیب

مصطفیٰ کے پالے ہیں احمد رضا
دونوں جگ اجیالے ہیں احمد رضا
ایسی رنگت والے ہیں احمد رضا
گودیوں کے پالے ہیں احمد رضا
ہاں وہ اللہ والے ہیں احمد رضا
جیسے رحمت والے ہیں احمد رضا
کیسی عظمت والے ہیں احمد رضا

غوث اعظم والے ہیں احمد رضا
اللہ اللہ شان اقدس سے تیری
ہے تصور میں جمال مصطفیٰ
اللہ اللہ مصطفیٰ وغوث کی
بددعا جس نے عدو کو بھی نہ دی
اہل سنت کے دلوں کو ہے خبر
حشر میں تجھ کو دکھادیں گے عدو

لب پہ آہ و نالے ہیں احمد رضا
زندگی کے لالے ہیں احمد رضا
سر پہ دامن ڈالے ہیں احمد رضا

لوخبر محشر کے غم نے کھالیا
جاں لبوں پر آگئی فریاد ہے
خوش ہو قاسم دونوں عالم میں ترے

دیگر

از جناب حاجی صاحب موصوف

اے رضا باغ شریعت آپ سے گلزار ہے
اے رضا جو چشمِ رحمت ہو تو بیڑا پار ہے
اے رضا نقصان پہچانا تجھے دشوار ہے
دیکھیے سرکارِ خادمِ مفلس و نادار ہے
خادمِ در کو تمہارے زندگی دشوار ہے
دو جہاں میں آپ کا دشمن ذلیل و خوار ہے
کیا کرے سرکارِ خادمِ مفلس و نادار ہے
مصطفیٰ ناراض ہیں اس سے خدا بیزار ہے
میرے مولا آپ کی سیدھی نظر درکار ہے
اے رضا سچا ہے تو سچا ترا سرکار ہے
دیکھے سرکارِ قاسم حاضر دربار ہے

فیض پاتا ہے جہاں وہ آپ کی سرکار ہے
مجھ سے بیکس کا نہیں کوئی بھی اب غمخوار ہے
مصطفیٰ حامی ہیں تیرے غوث ہے امداد پر
در پہ تیرے از گیا ہے لے کے جائے گا ضرور
ہو کرم اب رنج و غم نے ناک میں دم کر دیا
جو پھرا تجھ سے میرے مولا ضلالت میں پھنسا
پھول سونے کے بناتا یہ نچھاور کے لیے
دشمن احمد رضا خاں کا ٹھکانہ ہے کہاں
میرا بیڑا پار ہو ہی جائے گا روز شمار
تیرا دشمن جو ہوا دنیا میں رسوا ہو گیا
وہ گھڑی آئے مبارکباد دیں یہ اولیا

دیگر

از جناب حاجی صاحب موصوف

علماءِ مدنی بھی پڑھتے ہیں کلمہ تیرا
دیکھ دشمن یہیں منہ ہو گیا کالا تیرا
ہو گیا آج کے دن جو کوئی بندہ تیرا
میرے آقا میرے مولا ہے وہ رتبہ تیرا
فت کشور میں بجا کرتا ہے ڈنکا تیرا
سزا حشر کے روز لیا جائے گا بدلا تیرا

علیت وہ ہے کہ قائل ہے زمانہ تیرا
دودھ کا دودھ رہا پانی کا پانی ہی ہوا
ملی گئی اس کو اسی وقت نجات کونین
جو پھرا تجھ سے پھرے اس سے خدا اور رسول
تو وہ عالم ہے نہیں جس کی زمانہ میں نظیر
بے ادب ہے جو تیری شان میں پائے گا

انکا دشمن ہے وہی تجھ سے عداوت ہے جسے مصطفیٰ کا وہی پیارا ہے جو پیارا تیرا
 حشر کے دن وہ دیا جائے گا رتبہ تجھ کو خلق دیکھے گی ان آنکھوں سے تماشا تیرا
 کس میں طاقت ہے اتارے تڑے سر سے اس کو غوثِ اعظم کا ہے باندھا ہوا سہرا تیرا
 تیرے صدقے میں ملا کرتی ہے منہ مانگی مراد ناز قاسم کو ہے اس پر کہ ہے بندہ تیرا

دیگر

از جناب حاجی صاحب موصوف

جب ہوئے جلوہ کناں احمد رضا خاں قادری
 جگمگا اٹھا جہاں احمد رضا خاں قادری
 اہل سنت کی تو آن احمد رضا خاں قادری
 خسرو والا نشاں احمد رضا خاں قادری
 ہم غلاموں کے سروں پر آپ کا سایہ رہے
 رہبر ہندوستان احمد رضا خاں قادری
 کیوں شریعت نہ بکتا ہوں کہ کس پلہ کے ہیں
 آپ کے اچھے میاں احمد رضا خاں قادری
 جان نشین مصطفیٰ ہو دشمن اسلام کی
 بند کردی ہے زباں احمد رضا خاں قادری
 ہر طرف یہ کہہ رہے ہیں اہل ایمان شوق میں
 ہم بھی دیکھیں گے کہاں احمد رضا خاں قادری
 یا الہی تاقیامت دہر میں زندہ رہیں
 قاسم بے کس کی جاں احمد رضا خاں قادری

مکتوبات امام اہل سنت

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ یہ ۲۵ مکتوبات ہیں جن میں ۲۳ خاص فقیر کینام سے ہیں، اور ایک جناب خلیفہ تاج الدین صاحب دبیر انجمن نعمانیہ ہندلاہور، اور ایک بنام حامی دین و ملت ماجی شرک و بدعت جناب حاجی فشی محمد لعل خاں صاحب قادری رضوی مدراسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما ہے۔ لیکن ان خطوں میں بھی میرا تذکرہ ہے، ان دونوں خطوں کو بھی مجھ سے تعلق ہے، اس لیے میں نے اپنے نام کے خطوط میں ان کو بھی درج کیا۔

(۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

بِمَلاَحِظَہٗ مَوْلَانَا الْمَکْرَمِ ذِی الْمَجْدِ وَالْکَرَمِ حَامِی سُنَّتِ مَا حِیْ بَدَعَتْ جَنَابِ خَلِیْفَہٗ تَاجِ

الدِّیْنِ اَحْمَدِ صَاحِبِ زَیْدِ کَرَمِہِم

السَّلَامِ عَلَیْکُمْ وَرَحَۃُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ

مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں، اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی، اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس، اور اس کے علاوہ کارافتا میں میرے معین ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئیں ہوں، سب سے یہ زائد ہیں۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا:

(۱) سنی خالص مجلس نہایت صحیح العقیدہ ہادی مہدی ہیں

(۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں

(۳) مفتی ہیں

(۴) مصنف ہیں

(۵) واعظ ہیں

(۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں

(۷) علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں

امام ابن حجر مکی نے زواج میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے۔ اور ایہند بلکہ عامہ بلاد میں علم، علما بلکہ عامہ مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیا کیا، اور سات صاحب بنا چاہے، جن میں بعض نے انتقال کیا، اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ کر بیٹھے۔ انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا، اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع و غروب و نصف النہار ہر روز و تاریخ کے لیے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے لیے بھی بناتے ہیں۔ فقیر آپ کے مدرسہ کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لیے پیش کرتا ہے۔ اگر منظور ہو تو فوراً اطلاع دیجیے کہ اپنے ایک اور دوست کو میں نے روک رکھا ہے کہ ان کی جگہ مقرر کروں، اگرچہ دو عظیم کام یعنی افتاء و توقیت اور ان سے اہم تصنیف میں وہ ابھی ہاتھ نہیں بنا سکتے۔ اسی لیے وعظ و مناظرہ بھی نہیں کر سکتے، مگر یہ وہاں گئے تو جس نے انہیں ان کاموں کا اپنے کرم سے بنا دیا ہے، ان کو بھی بنا سکتا ہے۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا خاں قادری عفی عنہ

بقلم خود

۵ شعبان المکرم ۱۳۲۸ھ

(۲)

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حبیبی وولدی وقرۃ عینی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری جلالہ کاسمہ

ظفر الدین

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

پہلے ایک پلندہ ابانۃ المتواری وغیرہ کا آپ کو گیا تھا وہ نہ پہنچا۔ اب مدت ہوئی وقایۃ اہل السنۃ وغیرہ اشتہارات کا پلندہ بھیجا، اس کی رسید اب تک نہ آئی۔ اس کی تفتیش کیجیے کہ پلندے کہاں ضائع ہوتے ہیں؟ ایک خط لکھ کر جواب مسائل میں بھیجا تھا، وہ آپ کو نہ ملا۔ رجسٹری مرسل ہو تو وہ بھی ہر شخص لے سکتا ہے، لہذا یہ پلندہ بیرنگ مرسل ہے۔

وہابیہ نے اس مسئلہ کو طول دیا ہے۔ مدت سے ان کی امید تھی کہ اصول دین چھوڑ کر فرعی مسئلہ میں بحث آپڑے۔

اپنے موافق اپنا تصدیقی خط و بدبہ سکندری میں چھپ چکا ہے، مگر اس قدر کافی نہیں، رسائل و مسائل بھیجتا ہوں۔ ایک مختصر

فتویٰ اگرچہ دو ہی سطر کا ہو، اپنی مہر سے اور جتنے لوگوں کی مہرین وہاں مل سکیں، فوراً فوراً ارسال کیجیے۔ پھر ایک پرچہ پر اس کے ہزار نسخے چھپوا کر دوسویہاں اور دوسو مولانا محدث سورتی کو بھیجیے۔ طبع کے خرچ سے مطلع کیجیے کہ مرسل ہو۔ طبع سے پہلے اصل مہروں کا فتویٰ فوراً بھیج دیجیے۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۲۳ جمادی الاولیٰ، جاں افروز روز دوشنبہ ۱۳۳۲ھ

علی صاحبہا وآلہ فضل الصلوٰۃ والتحیۃ آمین

(۳)

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی وزینی وقرۃ عینی برادر دینی ویقینی مولانا مولوی ظفر الدین صاحب جعلہ اللہ تعالیٰ

کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبارت ص ۱۳۶ تا تاریخانیہ بہت عمدہ ہے۔ ایسی عبارتیں کہ اذان مکان عالی پر ہوں، کافی نہیں۔ مسئلہ اذان محدث و جب واقامت میں اعادہ اذان واقامت کی یہ تفصیل کہ اذان کی تکرار مشروع ہے کما فی الجمعة۔ اس میں عبارت بحو بہت نفیس واقع ہوئی، جس سے ثابت کہ ہر دو اذان جمعہ بغرض اعلام غائبین ہیں۔ اس کے مثل یا موید جو عبارات نکلیں وہ بھی لی جائیں۔ فقہ شافعی میں امام ابوالحق کی کتاب تنبیہ ہے۔ اس کی شرح امام ابوزکریا نووی نے فرمائی ہے، جس کا نام تحریر ہے۔ یہ متن و شرح اگر اس کتب خانہ میں ہو تو جلوس امام علی المنبر و قیام مؤذن للاذان کے متعلق جو کچھ اس میں ہو، نقل کر کے بھیجیے، نیز باب الاذان میں اگر کچھ لکھا ہو۔

کلکتہ میں دیابنہ کا جلسہ تھا، وہاں بھی جا کر مناظرہ کا نعل کیا۔ پندرہ پندرہ ہزار روپے جمع کر دیے پٹھہرے۔ تاروں اور خطوں پر ۱۲ دن مکالمہ رہا، مگر نہ تھا نووی نے اقرار مناظرہ کیا، نہ دیابنہ جم سکے۔ حسب عادت قرار برقرار افتاد۔ حامی سنت حاجی لعل خاں صاحب سلمہ ان وقائع کی تفصیل کا رسالہ چھپوانے کو ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح ماہ صفر میں رہتک ضلع پنجاب سے تھا نووی صاحب نے پہلے ہی خط پر فرار کیا۔ اس کا بھی انشاء اللہ تعالیٰ رسالہ چھپے گا۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

(۴)

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی اعزک اللہ فی الدنیا والدین وجعلک کاسمک ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

پانچ رسالے اور آپ کا فتویٰ مرسل بـارك اللہ فیک و لک و بک و علیک عبارت تحریر کی زیادہ ضرورت ہے۔ نیز شرح و قایہ یا نقایہ فصیح ہر وی وہاں ہو، اس میں اس مسئلہ کے مظان اور مرور بین المصلی کی بحث دیکھو کہ اس میں لکھا ہے یہاں قرب اضافی مراد ہے۔ او کما

قال والسلام..... فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از بریلی ۸ جمادی الآخری ۱۳۳۲ھ

(۵)

ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعل اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

فتویٰ آیا اور تقسیم ہوا، اور آپ کو رسید نہ لکھ سکا کہ سرکار مارہرہ مطہرہ ہوا چھ روز میں واپس آیا؛ اور صعوبت سفر و ناسازی طبع سے اکیس روز معطل محض رہا۔ اب بتلائے بعض افکار ہوں، طالب دعا ہوں۔ مسودہ فتویٰ جو آپ نے بھیجا تھا اس میں مولوی دیانت حسین صاحب و مولوی مقبول احمد خان صاحب کے بھی دستخط تھے، اہل مطبوعہ میں نہیں، اس کا کیا سبب ہوا؟

مبسوط سرخی کتب خانہ میں ہو تو اس سے اس عبارت کی نقل بھیج دیجیے۔ والاصطفائینا لاسطوانتین غیر مکروہ لانہ صف فی حق کل فریق وان لم یکن طویلا وتخلل الاسطوانة بین الصف کتخلل متاع موضوع او کفرجة بین رجلین و ذالک لا یمنع صحة الاقتداء یہ عبارت یو ہیں ہے یا کیا؟ اس میں کیا فرق ہے، اس کا سابق و لاحق کیا ہے؟ مبسوط چھپ بھی گئی ہے مگر یہاں ابھی نہیں آئی۔

اب کی بار نقشہ ماہ مبارک کا کیا انجام ہوگا؟ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ

یہ خط ابھی ڈاک کو نہ بھیجا تھا کہ آپ کا نقشہ سحر و افطار آیا۔

فجزاکم اللہ خیرا کثرا

(۶)

ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

سات روز سے دیہات میں آیا ہوا ہوں، آپ کا کارڈ یہاں ملا۔ مولوی دیانت حسین صاحب کے دستخط کی ضرورت تھی۔ مبسوط سرخی کی یہ عبارت طائفہ کذابیہ نے رسالہ تنسیط الاذان میں کہہ کر نہیٹھی نے مسئلہ اذان خطبہ میں سخت جہالات فاحشہ پر لکھا، استناداً نقل کی ہے۔ ان لوگوں کا کذب بدیہی اولیٰ ہے۔ آپ کسی شخص کے نام سے اسے خط بھجوائیے، بلکہ مناسب ہو تو رجسٹری کہ آپ نے فلاں رسالہ میں یہ عبارت مبسوط امام سرخی سے نقل کی۔ یہاں آپ کے بعض مخالفین کہتے ہیں کہ یہ عبارت مبسوط میں کہیں نہیں۔ لہذا براہ مہربانی بوایسی ڈاک اطلاع دیجیے کہ عبارت مذکورہ مبسوط کے کس کتاب و باب و فصل و جلد و صفحہ میں ہے کہ مخالفوں کو دکھا کر ساکت کیا جائے۔

مٹی مطلقاً حرام نہیں، بلکہ بقدر ضرر۔ چونکہ بھی اس کی جنس ہے، بقدر غیر مضر جیسا پان میں ہوتا ہے، حلال ہے۔ خاص پان کے چونکہ جزئیہ نصاب الاحساب میں ہے۔ کتاب یہاں پاس نہیں کہ بات کا پتہ لکھوں۔ اگر آپ کو نہ ملے تو بریلی پہنچ کر انشاء اللہ تعالیٰ عبارت مع نشان باب لکھ بھیجوں گا۔ والسلام ۳۶ شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ

مبسوط کس قیمت کو خریدی گئی، یا وہاں قلمی ہے؟

اس خط کی کارروائی باذنہ تعالیٰ جلد ہو، رجسٹری ہی مناسب ہے۔ اور اگر وہ جواب نہ دے تو مبسوط کے باب الاقامت باب مکروہات الصلوٰۃ وغیرہ ایسے استیعاب وغور سے دیکھے جائیں کہ نفی چھاپ دینے کا موقع ملے۔ اس مہمل رسالہ کا رد اگرچہ اصلاً ضروری نہیں کہ سب وہی مردودات پیش کرتے ہیں، اور ان کے رد کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ پھر بھی عوام ہر تازہ تحریر کا جواب چاہتے ہیں۔ لہذا باذنہ تعالیٰ کچھ ہونا بہتر ہے۔ یہ جواب اس تحقیق و طلب نقل پر موقوف ہے، لہذا عجلت و احتیاط کامل دونوں مطلوب ہیں۔ والسلام

اور اگر وہ پتہ دے اور عبارت نکلے تو ماسبق و مالحق بنامہ نقل کر کے بھیجے، اس عبارت کی حالت بہت مشتبه ہے۔
اولاً: تو مسئلہ خلاف نصوص۔

ثانیاً: دعویٰ و دلیل میں تطابق نہیں، دعویٰ عدم کراہیت اور دلیل اقتدا کی صحت۔ لہذا اعتبار نہیں آتا کہ امام شمس الائمہ نے ایسا فرمایا، اور مقرر رکھا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

وَلَدٰی اَعَزَّكَ جَعَلَكَ اللّٰهُ تَعَالٰی كَا سَمَكٍ ظَفْرُ الدِّیْنِ اَمِیْنِ

السَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

عبارات تفاسیر آئیں، ماہی بھی درکار ہیں۔ جمل و جلالین یہاں ہیں۔ یہ ذوح المعانی کیا ہے، یہ آلوسی بغدادی کون ہے؟ بظاہر کوئی نیا شخص ہے؛ اور آزادی زمانہ کی ہوا کھائے ہوئے ہے۔ مصنف کا ترجمہ یا کتاب کا سال تصنیف لکھا ہو تو اطلاع دیجیے۔ مدارک کا کوئی حاشیہ ہو تو اس کی عبارت کی زیادہ ضرورت ہے۔

ریسیہ خاتون کے عدد ۱۳۳۲ ہیں کہ کتابت میں دو (ی) ہیں، ہمزہ کے لیے کوئی عدد نہیں، نہ اس کے عدد کبھی لیے جائیں۔ اگر مرکز یعنی واو پر ہے تو اس مرکز کے عدد لیں گے۔ جیسے رأس، رؤس، رئیس، میں ۱، ۶، ۱۰؛ اور کچھ نہیں، جیسے علماء، نساء، حب، تبوء، حیء۔ میرے خیال میں دلارام خاتون (۱۳۳۳) آیا تھا اسی زمانہ میں، مگر کچھ پسند نہ تھا، لہذا آپ کو نہ لکھا۔ طالع وہ نقطہ فلک البروج ہے جو کسی وقت مطلوب میں جانب شرق اُفق حقیقی بلدی پر ہو۔ یہی زاچہ ولادت میں لیا جاتا ہے، اور یہی زاچہ سال میں بھی یہی جملہ اعمال میں۔ اور یہ معنی کہ وہ برج طالع فی الحال یا فی الاستقبال جس میں وقت مطلوب کوئی سیارہ ہو، ہرگز ہیات، زنج، تخیم، تکسیر، جفر وغیرہ کسی علم یا کسی ذی علم کی اصطلاح نہیں۔ یوں ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی اصطلاح جو چاہے مقرر کرے، مگر وہ اسی تک محدود رہے گی، کسی علم یا فن میں ملحوظ نہیں ہو سکتی۔ طالع اگرچہ غیر متجزی ہے جیسا کہ اس کی تعریف سے ظاہر ہوا، مگر اہل تنجیم و (من) معہم اس سے وہ درجہ مراد لیتے ہیں جو وقت مطلوب اُفق شرقی بلدی پر ہو۔ اس کا باعث یہ ہے کہ ان کے نزدیک احکام زاچہ متبدل نہیں ہوتے، جب تک درجہ طالع نہ بدلے۔ اور اس میں تین چار منٹ تک کی غلطی کا تحمل بھی ہے کہ منٹ سکند سے صحیح وقت ولادت معلوم ہونا نادر ہے۔ بہر حال اس میں چار منٹ کی تخمین کے اندر از روئے محاسبہ جو نقطہ (بوقت) ولادت خاص جائے ولادت کی اُفق شرقی پر ہو، اس کو طالع کہتے ہیں۔ پھر حسب قواعد مقررہ اس سے مراکز دیگر بیوت معلوم کرتے ہیں۔ پھر تسویۃ البیت کے تین قاعدوں سے (جن میں بحسب مرکز طالع فلک البروج یا معدل النہار یا اول الموت کے بارہ حصے مساوی کئے جاتے ہیں، اور فقیر کے نزدیک بحسب دلائل مختار تقسیم اول السموت ہے) بیوت دوازہ گانہ کے مبادی و مقاطع معلوم کر کے زاچہ ولادت درست کرتے ہیں۔ اب وقت مطلوب پر جو کچھ تقویم سیارات سببہ اور رأس و ذنب ہو، استخراج کر کے ہر ایک کو ان کے بیت میں رکھتے ہیں، (اور ہر کوکب کے ۲۵ ضعف ۶۶ نوموں اور اس کے مراتب سے نتیجہ حاصل قوت یا ضعف مع تعین مرتبہ نکالتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۱۹۵) اس کے بعد استخراج اسہام ہے۔ جس میں ہم السعادة و ہم الغیب ضروری سمجھے جاتے ہیں۔ اس کے بعد احکام لگنے کا وقت آتا ہے، جو محض

جہل و جزاف ہے۔ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ۔ آپ کی خوشی کے لیے استخراج طالع و مراکز بیوت و تسویۃ البیوت کر کے میں بھیج سکتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ۔ مگر وقت ولادت کا دقیقہ ساعت اور موضع ولادت کے طول و عرض کا علم ضروری ہے، اس سے اطلاع دیجیے۔ اور جب تک آپ تقویم کو اکب سببہ اس وقت خاص کے لیے استخراج کر کے مجھے بھیج دیجیے کہ اس کی جانچ کر لوں۔ تقویٰات نکالنے کے متعدد برہانی طریقے میرے رسالہ مسفر المطالع فی التقویم و الطالع میں ہیں۔ سہل ترین طریقہ یہ ہے کہ:

[۱] المنک میں ہر مہینہ کے خاص چہارم خانہ اول سے اس تاریخ آفتاب کی تقویم اور خانہ سوم سے اس کا لوگارثم بعد (کوکب) اٹھائیے، پھر ختم جداول سال للنیرین کے بعد جو خمسہ متحیرہ کی جدولیں دیتا ہے۔ المنک حال میں صفحہ ۱۳۶ سے جدول عطار دہے۔ صفحہ ۱۵۴ سے جدول زہرہ، و ہذا۔ اس میں تاریخ مطلوب تین اخیر خانوں سے طول (کوکب) بمرکزیت شمس، و عرض کوکب بمرکزیت شمس، و لوگارثم بعد کوکب اٹھائیے۔ یہ اسی ترکیب پر لکھے ہیں۔ پھر تقویم شمس پر ۶، برج بڑھا کر تقویم کوکب بمرکزیت شمس سے تفریق کیجئے، باقی کا نام زاویۃ الشمس رکھیے۔ مفروق منہ کم ہو تو اس پر دوڑ بڑھا لیجئے، زاویۃ الشمس کے نصف کا ربع دور (۹۰) سے تفاضل لے کر اس کا نام محفوظ رکھیے، محفوظ کا ظل لوگارثم لیجئے۔

[۲] عرض کوکب بمرکزیت شمس کا جیب التمام لوگارثم لیجئے۔ پھر علویات یعنی زحل، مشتری، مریخ میں اس لوجم و لو بعد کوکب میں جمع کر کے لو (۳۶) بعد شمس اس سے تفریق کیجئے؛ اور سفلیات یعنی زہرہ و عطارد میں لو (۳۶) بعد شمس سے اس مجموعہ لوجم و لو بعد کوکب کو تفریق کیجئے۔ بہر حال جو بچے اسے جدول ظل لوگارثم میں مقوس کر کے قوس حاصل سے ۳۵ درجے گھٹا کر باقی کا ظل لوگارثم لیجئے۔

[۳] اس ظل لوگارثم میں لو (۳۶) ظل محفوظ کو جمع کر کے جدول لوگارثم میں مقوس کیجئے۔ قوس حاصل کو علویات میں محفوظ سے جمع کیجئے، اور سفلیں میں محفوظ سے تفریق۔ اس حاصل یا باقی کا نام زاویۃ الارض رکھیے۔ پس اگر زاویۃ الشمس نص دور قف (۱۸۰) سے کم ہے (تو) تقویم شمس سے زاویۃ الارض کم کر لیجئے، ورنہ تقویم شمس و زاویۃ الارض کو جمع کر لیجئے۔ یہ باقی یا حاصل تقویم کوکب اس نصف النہار مرصدی کے لیے ہوگی۔ اسی طرح دوسرے نصف النہار مرصدی کی تقویم لیجئے۔ جب دو نصف النہار مرصدی مکنتف بوقت مطلوب کی تقویم معلوم ہوگئی، تعدیل مابین السطریں سے تقویم کوکب وقت مطلوب معلوم ہو جائے گا۔

تنبیہ:

یہ ہم نے جو دو نصف النہار مکنتف بوقت مطلوب کی تقویم نکالنے کو کہا؛ اور ابتداء وقت مطلوب کی تقویم لپنانہ کہا، اسے تطویل نہ سمجھا جائے۔ بلکہ بہت تخفیف مونت اور تین فائدوں پر مشتمل ہے۔

(۱) یوں تقویم شمس و لو بعد شمس و تقویم کوکب بمرکزیت شمس، و عرض کوکب بمرکزیت شمس، و لو (بعد) کوکب بعینہا لکھے

ملیں گے، ورنہ پانچوں میں تعدیل مابین السطریں کرنی ہوگی۔

(۲) دونصف النہار مکتف کی تقویمیں لینے سے کوکب کا ارجع واقف مستقیم ہونا معلوم ہو جائے گا۔

(۳) اس دن کے ہر منٹ کی تقویم اس سے معلوم ہو سکے گی اگر بعد کو تحقیق ہو کہ وقت ولادت اتنے منٹ آگے یا پیچھے تھا

تو ادراک تقویات کے لیے تجدید اعمال کی حاجت نہ ہوگی۔

۲ نئے جداول ضرب کے مرسل ہیں۔ آج خاص شب عرس مبارک ہے۔ فاتحہ خوانی کیجیے۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا قادری عنہ ۷ ارزی الحجہ یوم النخیس ۳۳ھ

(۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعل اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

میں جن امور میں ہوں، اگر آپ کو تفصیل معلوم ہو تو مجھے عدم تحریر خطوط میں معذور رکھیں گے۔ مگر آپ کی یاد دل کے ساتھ

ہے۔

جو عظیم جلیل ساعت میسر ہوئی، محض عطیہ الہی تھی، اس میں یہ نقوش تیار کیے، جو مرسل ہیں۔ والسلام

یہ نقش جلیل ہیں، ان کے مختلف شرائط تھے، اور بقدرت الہی اس جمعہ کو سب جمع ہو گئے، اور ان سے اور زیادہ تھے۔

قمر سعد الاخیریہ میں..... زہرہ و قمر کا قرآن..... زہرہ شرف میں..... مشتری بیت میں..... زہرہ مشتری کا قرآن

..... آفتاب خاص درجہ شرف میں..... دن خاص جمعہ مبارکہ کا

ان کے فوائد و برکات عظیمہ مخلوق و خالق سب کے نزدیک عظیم و جاہت، بعونہ تعالیٰ ہر ضیق سے نجات، ہمیشہ وسعت

رزق، محبت الہی، حیات طیبہ، قلوب خلائق میں محبت۔

ان میں دو نقشوں میں مکتوب کے نام کے اعداد بھی داخل کیے جاتے ہیں۔ وقت بہت قلیل تھا، صرف پندرہ نام اس کے

لیے تجویز کیے، ان میں ایک آپ کا نام تھا، نقوش حاضر ہیں، مولیٰ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ ہر بخشینہ یا جمعہ کو انہیں لوبان کی دھونی

دی جائے، اور اس وقت دام، ناج، روٹی، حاضر پر حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز دے کر محتاج مسلمانوں کو دے

دیا کرے۔ ان عظیم نقشوں کی قدر کی جائے کہ ایسی ساعات کا پھر اجتماع بہت بعید ہے، اور ہندوستان بھر میں پندرہ نام اس کے

لیے مخصوص کیے گئے، جن میں ایک آپ ہیں۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا قادری عنہ ۴ جمادی الآخری ۳۳ھ

(۸)

بسم الله الرحمن الرحيم

ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعل الله تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

آج ۲۴ دن کامل ہوئے، ایک ڈبیہ پارسل آپ کے نام بھیج چکا ہوں، اس وقت تک رسید کا منتظر ہوں۔ اس سال ۹ اپریل کو عجیب اوضاعِ فلکی جمع تھیں، جن سے متعدد نقوشِ عظیمہ کی تواریخ اسی دن جمع ہو گئیں۔ آفتاب خاص درجہ شرف میں..... زہرہ شرف میں..... مشتری بیت میں، جو شرف سے بھی افضل ہے..... زہرہ مشتری کا قرآن السعدین..... زہرہ و قمر کا قرآن..... قمر سعد الاخبیہ میں..... اور سب سے اعظم یہ کہ دن جمعہ مبارک کا۔

ان ساعات میں دو نقشِ عظیم و جلیل آپ کے لیے لکھے، جن میں آپ کے نام کے اعداد بھی داخل تھے۔ ایک کی ساعت وقت صبح کی تھی؛ اور دوسرے کی افضل الساعات ساعتِ اخیرہ جمعہ۔ اور بعد نماز جمعہ ایک نقش آپ کے لیے چاندی پر کندہ کرایا۔ یہ تینوں نقوش معظم ایک ڈبیہ میں مع پرچہ ترکیب رکھ کر پارسل کر دیئے، ڈاک خانہ کی رسید میرے پاس موجود ہے، جس میں ۲۱ اپریل کی مہر ہے۔ رسید انتظار کرتے کرتے آج خط لکھا کہ پارسل پہنچا ہوا تو مطلع کیجیے، ورنہ وہاں تحقیقات کیجیے کس کے ہاتھ لگا؟، آ نہ اس پر محصول کے ٹکٹ لگا دیئے تھے، رجسٹری البتہ نہ کی تھی۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۹ جمادی الآخریٰ ۱۳۳۳ھ

(۹)

بسم الله الرحمن الرحيم

ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعل الله تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

دھونی اگر ہر پنجشنبہ کو نہ ہو سکے تو ہر مہینہ ہی سہی۔ نیاز تصدیق ہر ہفتہ ضرور ہے۔ آیہ کریمہ والہکم الہ واحد لا الہ الا هو الرحمن الرحیم میں پانچ اسمائے الہیہ ہیں۔ الہ، واحد، هو، رحمن، رحیم ان میں ہر ایک کی ساعتیں اسی دن مجتمع ہو گئی ہیں۔ آپ آیت کریمہ ہی کا ورد رکھیے بہ شمار اعداد۔

والسلام.....

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۵ شعبان المعظم یوم

الاحد ۱۳۳۳ھ

(۱۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَدَى الْاَعْزَجِ جَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالَى كَاسْمِهِ ظَفَرِ الدِّیْنِ اَمِیْنِ

السَّلَامِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

طریقہ استخراج عصر میں جس قدر تسہیلیں ممکن تھیں، کر کے بھیجتا ہوں۔ جداول اوقات ایسے کاغذ پر چھپا ہے کہ چند روز میں پرزے ہو جاتا ہے۔ پانچ بار منگا چکا ہوں، ایک بار کی تو بالکل فنا ہو گئی، تین بار کی یہ ہیں۔ ان سے ایک نکل آئے گی۔ پانچویں بار کی کہ وہ بھی پرزہ ہونے کے قریب ہے، میرے پاس ہے۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا قادری ۵ شعبان المعظم یوم الاحد ۳۳ھ

وقت عصر حنفی

[۱] وقت تخمینہ درجہ مطلوبہ گیرند کہ برائے بریلی و اکثر بلاد قریبۃ العرض ازیں جدول کہ برائے رؤس البروج برآوردہ ایم حاصل تو اں کرد۔

وقت تقریبی برج نصف النہار حقیقی،

برج	برج
سرطان	تاء
اسد	ء
سنبلہ	ء
میزان	ء
عقرب	ء
قوس	ح
جدی	ح

[۲] روزے کہ تقویم شمس در المینک نزدیک درجہ مطلوبہ بود تفاضل میل شمس در آن روز با میل روز سابق گیرند و تعدیل مابین السطریں دانند کہ در اں وقت تخمینہ چه قدر تفاضل خواهد بود؟ اگر کاستی است از میل درجہ تامہ مطلوبہ کاہند، ورنہ فزاید تا میل تخمینہ نصف النہار حقیقی آں روز شود۔

[۳] ایں میل اگر مخالف جہت عرض البلد است با عرض جمع کنند، ورنہ تفاضل گیرند کہ آں روز باشد از اں حاصل جمع یا حاصل تفریق را کاہند کہ بعد سستی حقیقی حاجی آں وقت شد۔ ایں را بجدول ماسوئے بعد سستی مرنی محول کنند۔

[۴] مابین بعد سستی مرئی حاجی نصف النہار حقیقی سایہ اصلی یعنی فی الزوال آں روز بگیرند۔ یعنی بعد مذکور از جدول ظل اصلی نہ لگاری ظل بردارند۔ و بر آں دو مرفوع افزایند کہ سایہ وقت عصر شد۔

[۵] سایہ مذکور از جدول ظل اول اصلی مقوس کنند۔ قوس حاصل را در جدول ما بہ بعد سستی حقیقی رد کنند و بر آں وقت افزایند، بعد سستی حقیقی مرکزی شمس وقت عصر باشد۔ بہ تقدیر بودن شمس وقت عصر در درجہ مطلوبہ تکمیل دروے

اسد	ء	ط	جوزا
سنبلہ	ء	لط	ثور
میزان	ء	الح	حمل
عقرب	ء	ح	حوت
قوس	ح	ح	دلو
جدی	ح	لہ	جدی

[۶] روزے کہ تقویم شمس در المینک نزدیک درجہ مطلوبہ بود تفاضل میل شمس در آن روز با میل روز سابق گیرند و تعدیل مابین السطریں دانند کہ در اں وقت تخمینہ چہ قدر تفاضل خواهد بود؟ اگر کاستی است از میل درجہ تامہ مطلوبہ کاہند، ورنہ فزایند تا میل تخمینہ نصف النہار حقیقی آں روز شود۔

[۳] ایں میل اگر مخالف جہت عرض البلد است با عرض جمع کنند، ورنہ تفاضل گیرند کہ آں روز بعد سستی مرکزی حقیقی شمس وقت نصف النہار حقیقی شد۔ نیم قطر شمس کہ آں روز باشد از اں حاصل جمع یا حاصل تفریق را کاہند کہ بعد سستی حقیقی حاجی آں وقت شد۔ ایں را بجدول ماسوئے بعد سستی مرئی محول کنند۔

[۴] مابین بعد سستی مرئی حاجی نصف النہار حقیقی سایہ اصلی یعنی فی الزوال آں روز بگیرند۔ یعنی بعد مذکور از جدول ظل اول اصلی نہ لگاری ظل بردارند۔ و بر آں دو مرفوع افزایند کہ سایہ وقت عصر شد۔

[۵] سایہ مذکور از جدول ظل اول اصلی مقوس کنند۔ قوس حاصل را در جدول ما بہ بعد سستی حقیقی رد کنند و بر آں نیم قطر آں وقت افزایند، بعد سستی حقیقی مرکزی شمس وقت عصر باشد۔ بہ تقدیر بودن شمس وقت عصر در درجہ مطلوبہ تکمیل دروے اعمال توقیت اجرا کنند۔ یعنی میل درجہ مطلوبہ اگر با عرض را با بعد سستی حقیقی مرکزی عصر مذکور جمع کردہ تنصیف کنند، وجیب لوگاری ایں نصف گیرند باز ایں نصف را از بعد سستی مذکور کاستہ باقی را جیب لوگاری بر آردند۔ ہر دو جیب با دو قاطع لوگاری میل درجہ مطلوبہ و عرض البلد جمع کردہ در جدول اوقات مقوس کنند۔

تنبیہ:

اگر جدول اوقات موجود نباشد، بر حاصل جمع مذکورہ افزایند۔ مثلاً اگر حاصل ۹۶۸۲۰۰۰۰۰ بود ۱۹۶۸۲۰۰۰۰ تصور کنند اور

اتصیف نمایند۔ چنانچہ نصف عدد مذکور ۱۹۰۰۰۰ء ۹ شد اور در جدول جیب لوگارٹھی مقوس کنند، قوس حاصل را در ح (۸) زنند کہ وقت حقیقی ست۔ بعد نصف النہار حقیقی در غربیات اعنی عصر وغروب و شفق۔ اما در شرقیات اعنی صبح و طلوع تماشایات (گھنٹہ) گیرند۔ بہر حال بعد تعدیل بتقویم وقت عصر و مطلوب بہ تعدیل الايام بلدمعدل کنند۔
مثالہ وقت عصر حقیقی می خواہم در بریلی آں روز مفروض را کہ تقویم شمس وقت آغاز رأس الاسد باشد۔
[۱] وقت تقریبی ۲۳-۲۳ جولائی ست تقاضیل میل شمسی ۲۳، ۲۳ جولائی

دار المنک

۲۰-۵۱-۲۲

۲۰-۰۳-۱۳

۰-۱۲-۰۹

اور ابرکد (۲۳-۰۰-۰۰۰) بخسیدیم حاصل ل کج (۳۰-۲۳) اور اور ۲۳-۲۳ میل (۲-۲۶-۲۱) چون میل متناقص ست یعنی میل ۲۳ جولائی از میل ۲۳ کمتر ست۔ ایس حاصل از میل رأس الاسد کہ در جدول بر آورده ایم ک ط ل ج نز (۲۰-۹-۳۳-۵۷) است، کاستیم۔ باقی ک رر لو (۲۰-۷-۳۶) بلکه ک ر ح (۲۰-۷-۸) کہ میل نصف النہار حقیقی آں روز ست۔

[۲] چون میل و عرض ہر دو شمالی ست۔ میل از کج کا (۲۸-۲۱-۰۰) کاستیم۔ باقی ح ت ج نب (۸-۱۳-۵۲) نیم قطر آں روز کہ یہ مو (۰۰-۱۵-۳۶) باشد از و کاستیم۔ باقی ر ن خ و (۷-۵۸-۰۶) تحویلش بہ بعد سستی مرئی رزنط (۷-۵۷-۵۹)۔
[۳] رزنط (۷-۵۷-۵۹) از جدول ظل اول اصلی ظل گرقیم۔ برص ۳۰۹ بازائے رز (۷-۵۷-۵۹) ۱۳۹۶۵۱۰ یاقیم۔ و تقاضیلش با ظل ر ن خ (۷-۵۸) ۲۹۶۶ پس بہ تعدیل ظل مطلوب ۱۳۹۶۲۷ دو مرفوع فزودیم۔ ظل عصر ۲۶۱۳۹۹۴۲۷۔

[۴] اس ایس سایہ را در ہمں جدول مقوس کردیم برص ۳۱۷ بازائے سد نز (۶۳-۵۷-۰۰) یاقیم ۲۶۱۳۹۶۳۰۱۔ تقاضیل مطلوب ۳۱۴۶ و تقاضیل جدولی کہ کافران نوشته اند ۱۶۲۳۶ اندر ۱۶۲۳۶ پس مطلوب را در ۶۰ زدہ بر تقاضیل جدولی بخسیدیم۔ و حاصل قسمت را بر سد نز (۶۳-۵۷-۰۰) فزودیم شد قوس ۶۳-۵۷-۱۱ یعنی سد نز یا ل ح (۶۳-۵۹-۳۸) تحویلش بہ بعد سستی حقیقی سد نط ہکا (۶۳) ۵۹) ۰۵-۲۱) X نیم قطر یہ موید (۰۰-۱۵-۳۶-۱۳) = سد یدنب رفعا (۶۵-۱۲-۵۲)۔

بعد سستی مرئی رزنط (۷-۵۷-۵۹)۔

[۵] بوجہ اتفاق جہت کج کا (۲۸-۲۱)۔ ک ط ک؟؟ (۲۰-۹۰-۳۳) = ح یا کو (۸-۱۱-۲۶) + سد یدنب

(۶۵-۱۲-۵۲) = ع ک و ت ح (۷۳-۲۶-۱۸) نصفہ لونج ط (۳۶-۲۳-۰۹) حبیبہ ۶۶۲۳۷ ۹۷۷۔ باز سد یدنب

(۶۵-۱۴-۵۲)۔ لوج ط نصف لوج ط (۳۶-۲۳-۰۹) جیبہ ۶۶۲۳۷۹۷۷۔ بازہ یدنب (۶۵-۱۴-۵۲)۔ لوج ط
 (۳۶-۲۳-۰۹) = ک لاج (۲۸-۳۱-۲۳) چش ۸۹۱۲۲۷۹۷۷۔ مجموعہ دو قاطع میل راس الاسد و عرض بریلی۔ ۰۸۲۹۲۲۱
 ۱۰۔ مجموعہ اربعہ ۸۱۷۵۳۸۲۷۹۷۷۔ بازائے ۷ (۲-۲۸) ۰۸۲۹۲۲۱۔ باقی ماند

$$۲۰۰۰۰۰ = ۱۰ \times ۲۰۰۰۰ \quad ۲۰۰۰۰ \div ۲ = ۱۰۰۰۰ \quad (۰۰۰۰۰ \div ۲ = ۲۰۰۰۰)$$

۳۹۰۶

۹۴۰

۸۶۸

۷۲

پس وقت ۷ ح خانہ (۵۵-۲۸-۰۰) و بالرفع ۷ ح (۰۱-۲۸-۰۰) کہ از وقت تخمینہ مابقدر ۵۹ تفاوت دارد۔

بابر و جہ دوم ۸۱۷۵۳۸۲۷۹۷۷۔ نصف ۹۷۶۹۳۹۱ تقویس او کنیم بازہ اولو

یا بروجہ دوم ۸۱۷۵۳۸۲۷۹۷۷۔ نصف ۹۷۶۹۳۹۱ تقویس او کنیم بازہ اولوھاھا (۰۰-۰۰-۳۶) ۹۷۶۹۱۸۷۷ باقی

$$۱۷۳۸ \div ۱۲۲۳۰ = ۶۰ \times ۲۰۴$$

$$(۷) ۱۲۲۳۰ (۱۷۳۸)$$

۱۲۱۶۶

۷۳

پس قوس لوہار (۰۷-۰۰-۳۶) x ح (۸) = ح ھانو (۵۶-۲۸-۰۰) کہ بالرفع ھماں ۷ ح اشود۔

بایں طریق درجات تامہ را اوقات بر آزند و روز حاجت را تعدیل مابین السطریں کنند۔

فائدہ:

اگر مثل اول خواہند بجائے اوقات تقریبہ مذکورہ در جدول طلوع و غروب بر آورده ما، ہر چہ درجہ مطلوب را وقت غروب بود، نصف اور وقت تخمینہ دانند و تبدیل میل در آں مقدار زماں از المنک گرفته عمل مذکور کنند بجائے دو مرفوع یک مرفوع افزایند۔

فائدہ جلیلہ:

اگر اوقات تقریبہ در عصر حنفی خواہ شافعی نداشته باشند بہ تخمین ہر چہ خواہند وقت فرض کنند و اعمال مذکور با خررسانند۔ آنچه جواب بر آید بار دیگر اور وقت تقریبی فرض کردہ از سر تجدید عمل گیرند۔ اگر جواب ہماں آید تقریب تحقیق ست، ورنہ تجدید کردہ باشد تا آنکہ مطابق آید در مثل اول طریقے ست کہ بہ نصف مقدار غروب گفتیم نیز محتاج تجدید بایں طریق ست زیرا کہ ایں نصف

مقدار تقریب قریب نیست۔

تحقیق تعلق:

درجہ جملہ اوقات چوں شمس را در درجات تامہ می گیریم استخراج وقت روز معین رانا گزیرست۔ از ادراک تقویم شمس در وقت مطلوب و او خود موقوف ست بر ادراک آن وقت و این دور صریح ست دفع اورا طرق عدیدہ داشتہ ایم احسن و اجداز ہمہ ہمیں طریق ست کہ از فائدہ جلیلہ تو اں گرفت یعنی در روز مطلوب بوقت تقویم شمس تخمین قریب خواہ بعید ہر چہ تو اں نہ فرض کنند و از جدول اوقات درجات تامہ این تقویم را وقت بہ تعدیل مابین السطریں گیرند این وقت حقیقی را بذریعہ بیت یومی آن روز کہ تقاسم تقویمین دو نصف النہار مرصدی مکتف بوقت مطلوب ست۔ تقویم شمس بوقت مطلوب دانند۔ اگر مطابق مفروض آید ہماں تخمین حقیقی شود، ورنہ حالا بایں تقویم از جدول اوقات تامہ وقت گیرند و با آن وقت از بیت مذکور لمینکی تقویم و ہکذا تا تطابق بہ یک دوبرا تطبیق می شود، آن تقویم حقیقی شمس بوقت مطلوب ست۔ وقت حقیقی او بہ تعدیل مابین السطریں از جدول درجات تامہ گرفته بہ تعدیل ایام بلدی آن وقت معدل کنند۔ غایت تحقیق بشری باشد۔ والسلام.....

(۱۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولدی الاعز مولانا المکرم جعل المولیٰ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ضرورت کشیر عبارت علی باب المسجد مطلوب ہے۔ میرے پاس اسی قدر کتب میں نکلیں۔ حامی سنت حاجی لعل خاں صاحب کو دربارہ جواب اشتہار انتظار ہوگا۔ سر الفراز کی تکمیل ضروری تھی، پھر اجلی الانوار کی۔ بجمہ تعالیٰ اس سے فراغ ہوا۔ طبع فتاویٰ باذنہ تعالیٰ پھر شروع ہے۔ اس زمانے میں ایک نا تمام رسالہ النمیقة الانقی فی فرو الملاقی والملقی زیر طبع تھا، اب وہی چھپ رہا ہے۔ اس کی تکمیل اہم ہے، ورنہ مطبع معطل رہے۔ یہ بھی بفضلہ تعالیٰ دوثلث سے زائد ہو گیا۔ بعونہ عزوجل اس سے فارغ ہو کر جواب مذکور ہی کی طرف توجہ ہوگی۔

آپ نے پہلے ایک خط میں کچھ عبارات تفاسیر جس میں نسخ کریمہ مذکور تھا بھیجی تھیں۔ وہ خط ہر چند تلاش کیا، نہ ملا۔ یہ عبارات بھی بھیج دیجیے۔ عبارات علی الباب سے پہلے یہ تصدیق طلب رسالہ مولوی سید دیانت حسین صاحب کے نام بھیجا گیا تھا، پہنچایا نہیں؟ آپ کو فہرست علما بھیجنے کے لیے لکھا تھا، اب بھیجئے۔

ذی الحجہ آپ نے عزیزہ زرینہ اور اس کی بہن کا صحیح وقت ولادت مع طول و عرض موضع ولادت بھیجنے کو لکھا تھا، اب تک نہ آیا۔ مولیٰ عزوجل آپ کو جزائے وافر عظیم عطا فرمائے۔

آپ کی رضائی بہت محل رضا میں کام آئی۔ اس جاڑے میں جو رضائی یہاں بنی بھاری اور بہت روئی کی تھی۔ ایک ولایتی

صابر قانع کو سخت ضرورت تھی، وہ ان کے نذر ہوئی اور آپ کی مرسلہ رضائی میں نے اوڑھی۔ جزا کم اللہ تعالیٰ خیر جزاء
کثیر۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

(۱۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز حامی السنۃ ماحی الفتنہ جعلہ المولیٰ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مدت ہوئی ہے ترکِ سلام و کلام کو۔ میں جن احوال میں ہوں الحمد للربی علی کل حال واعوذ بہ من حول

اہل النہار۔

دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی ترست

و حسبنا ربنا ونعم الوکیل آج درد کرب و تپ کی زیادت شدت رہی اور حمد اس کے وجہ کریم کو کہ بے شمار عافیتیں
ہیں۔

مجھے کافی شرح وافی اور غایۃ البیان اتقانی اور مبسوط شمس الائمہ سرخی سے بحث ماء مطلق و ماء مقید تمام
وکمال کی ضرورت ہے، بجلت تام ان کی تعریفیں اور ضوابط و جزئیات اور مطبوع و مخطوط کے احکام بالتفصیل درکار۔ کسی صحیح نویس
کاتب سے باجرت نقل کرائیے، اور مقابلہ خود کیجئے کہ مجھے بہت تھیل ہے، جو اجرت قرار پائے گی۔ بعونہ تعالیٰ حاضر کی جائے
گی۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۲۱/ربیع المرجب ۱۳۳۲ھ

(۱۴)

ولدی الاعز جعلہ المولیٰ سبحانہ و تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کل کے کارڈ میں اتنا لکھنا رہ گیا کہ نبیذ تمر سے وضو کے بارے میں جتنی بحث مبسوط سرخی و غایۃ البیان میں ہو،
وہ بھی تمامہ درکار ہے۔ کافی سے اس بحث کی حاجت نہیں کہ وہ یہاں موجود ہے۔ ماء مطلق کی بحث سے چند اوراق میرے نسخے
میں نہیں ہیں۔

اور ایک بات بھی شاید آپ کو لکھی تھی اور ممکن کہ آپ نے جواب دیا ہو جو مجھے یاد نہیں، وہ یہ کہ فتاویٰ امام قاضی خان فصل

مايجوز به التيمم اس مسئلہ میں جنب تيمم للظہر وصل ثم احدث (الی قولہ) معہ ماء يكفى الاغتسال
تيمم جتنے نسخے مطبوع ہیں سب میں عبارت ناقص و مختل ہے مصر، کلکتہ، لکھنؤ تینوں کے چھاپے کے علاوہ اگر وہاں کوئی قلمی نسخہ یا
اور کسی مطبع کا ہو اس سے پوری عبارت کر کے بھیجئے۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ

(۱۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا المکرم

السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

آج کئی روز ہوئے سنہ بھیج چکا ہوں۔ مبسوط میں بحث ماء معتصر من شجر او ثمر او ماء غلب علیہ
غیرہ طبخا او اجزاء ضرور ہوگی۔ خیال رہے اگر نظر پڑے۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۱۱ شعبان معظم ۱۳۳۲ھ

(۱۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

شب برات قریب ہے۔ اس رات تمام بندوں کے اعمال حضرت عزت میں پیش ہوتے ہیں۔ مولیٰ عزوجل بطویل حضور
پر نور شافع یوم النشور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کے ذنوب معاف فرماتا ہے، مگر چند۔ ان میں وہ
دو مسلمان جو باہم دنیوی وجہ سے رنجش رکھتے ہیں۔ فرماتا ہے: ان کو رہنے دو جب تک آپس میں صلح نہ کر لیں۔

لہذا اہل سنت کو چاہیے کہ حتی الوسع قبل غروب آفتاب ۱۴ شعبان باہم ایک دوسرے سے صفائی کر لیں۔ ایک دوسرے کے
حقوق ادا کر دیں، یا معاف کر لیں کہ باذنہ تعالیٰ حقوق العباد سے صحائف اعمال خالی ہو کر بارگاہ عزت میں پیش ہوں۔ حقوق
مولیٰ تعالیٰ کے لیے توبہ صادقہ کافی ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ ایسی حالت میں باذنہ تعالیٰ ضرور اس شب میں
امید مغفرت تامہ ہے، بشرط صحت عقیدہ و هو الغفور الرحیم

یہ سب مصالحت اخوان و معافی حقوق بحمدہ تعالیٰ یہاں سالہائے دراز سے جاری ہے۔ امید کہ آپ بھی وہاں مسلمانوں
میں اس کا اجرا کر کے من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها الی یوم القیامة لا ینقص
من اجورہم شیئا کے مصداق ہوں یعنی جو اسلام میں اچھی راہ نکالے اس کے لیے اس کا ثواب ہے اور قیامت تک جو اس پر
عمل کریں ان سب کا ثواب ہمیشہ اس کے لیے اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے بغیر اس کے ان کے ثوابوں میں کچھ کمی آئے

اور اس فقیر ناگاہ کے لیے عفو عافیت دارین کی دعا فرمائیں، فقیر آپ کے لیے دعا کرے گا، اور کرتا ہے۔
سب مسلمانوں کو سمجھا دیا جائے کہ وہاں نہ خالی زبان دیکھی جاتی ہے نہ نفاق پسند ہے۔ صلح و معافی سب سچے دل سے ہو۔

فقیر احمد رضا قادری

از بریلی مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں چھپا۔

(۱۷)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانا المکرم جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

فتح مبارک ہو پہلے ہی معلوم تھا، مگر ہمارے حاجی صاحب کا استعجاب جس کا حاصل یہ ہوا کہ آپ یہاں سے چلے گئے۔
دیوبندیوں کے پیچھے نماز درست نہ ہونے کا یہ اشتہار جس میں مولوی برکات احمد صاحب کی تحریر ہے، غنیمت ہے۔ امید کی جاتی
ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ آلیں۔ واقعی ایسی حالت میں بھڑکانا نہیں چاہئے مگر وہ حاشیہ جو حاجی صاحب کی کتاب میں ان
کے خط پر چھپا ہے، ایک صاحب کی زبانی روایت ہے، جو ان کی طبع شدہ تحریر کے مقابل مقبول نہ ہوگی۔ پھر اس میں عذر بھی
نہایت پادر (ہوا) ہے جیسے کوئی اپنے آپ کو زید بن عمر و لکھ کر بکر بن خالد بتائے اور عذر کرے کہ میں اپنا اور اپنے باپ کا نام
بھول گیا تھا۔ نہیں بلکہ ایسا کہ زید اپنے کو گمراہ بددین لکھے، پھر عذر کرے کہ مجھے یاد نہ رہا تھا کہ میں سنی ہوں۔ یہاں بعینہ یہی
صورت ہے۔ بدگویان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدگو جان کر سنی بتانا خود اپنے کو گمراہ بددین بنانا ہے۔ بھول کا عذر وہی ہوگا کہ
مجھے یاد نہیں رہا تھا کہ میں سنی ہوں۔ بہر حال:

چو باز آمدی ماجرا طے کنم

اس اشتہار کا مع ان کی مہر کے کتاب میں طبع ہونا ضرور ہے۔

کاغذ کے نمونے آگئے۔ واقعی بہت گراں ہیں۔ حاجی عیسیٰ صاحب گئے۔ مولوی امجد علی صاحب کے آنے پر رائے معلوم
ہوگی۔ کلکتہ میں بھی ایک عالم سنی کی بہت ضرورت ہے۔ حاجی صاحب کو اللہ تعالیٰ برکات دے، تنہا اپنی ذات سے وہ کیا کیا
کریں؟ سنیوں کی غام حالت یہی ہو رہی ہے کہ جن کے پاس مال ہے، انہیں دین کا کم خیال ہے اور جنہیں دین سے غرض ہے،
افلاس کا مرض ہے۔ ورنہ کلکتہ میں حمایت دین کے لیے دو ہزار روپے ماہوار بھی کوئی چیز تھے۔ ادھر یہ مدرسہ شمس الہدی جس کی
نسبت میں نے سنا کہ سولہ ہزار روپے سالانہ کی جائداد اس کے لیے وقف ہے، اس کا بھی ہاتھ میں رکھنا ضرور ہے۔ مبادا کہ کوئی
دیوبندی قابض ہو جائے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ افسوس کہ ادھر نہ مدرس، نہ واعظ، نہ ہمت والے مالدار، ایک ظفر الدین کدھر

کہہ جائیں، اور ایک لعل خاں کیا بنائیں؟ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حولہ ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

حاجی صاحب نے چٹائیوں کی نسبت پھر کچھ نہ لکھا۔ اگر یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے بطور خودیہ کام بہ نیت لوجہ اللہ کیا، لہذا اس کا معاوضہ نہیں، تو بے شک نہیں۔ وجزاہ اللہ تعالیٰ خیراً اور اگر مرے لکھنے کی بنا پر میری وجہ سے ہے، تو حاشا نہ یہ میرا مقصود تھا، نہ اب منظور۔ لہذا بات صاف ہونا ضرور۔

کتاب کے دس ورق حافظ یقین الدین صاحب کے پاس رہ گئے تھے کہ وہ ان سے چھوٹی کتاب میں بنا رہے تھے۔ اب لے کر بھیجتا ہوں۔ بات وہی ہے، جو آپ کی سمجھ میں آئی۔ واقعی ص ۷۳ ہام لا (۳۱-۳۰-۰) اور ۴۵-۴۴-۱۰ سے شروع ہوگا۔ رقم بیمن کہ سواد (کالی انک) سے ہے، آخر کتاب تک مستمر رہے گی۔ رقم اخیرام ہا (۳۰-۰-۱) ہوگی، اور رقم سیا رکہ حمرت (لال انک) سے ہے ۳۶۰۰ پر ختم ہو جائے گی۔ رقم اخیر عای ہا (۱۰-۱۰-۰) ہوگی۔

اس کا ضابطہ یہ ہے کہ ہر سطر میں جو عدد لکھا ہے، جس کے مقابل لا اولب (۳۱-۳۲) ہے (نہ ان جد اول کے اعداد جو صفحات کاملہ خواہ انصاف صفحات پر ہیں، اور ان میں محض اعداد بغیر لاوک ولب ہیں کہ وہ خارج جد اول ہیں۔ اعداد جدول کے تفاضلات اور ان کے عشر کی نو تک تضعیف ہیں) اسے ۶۰ پر تقسیم کریں، جو مرفوع ہو دقیقہ، اور اس کے بعد بھی ۶۰ پر منقسم ہو سکے تو درجہ، اور جو بچے ثوانی ہیں۔ یہ رقم بیمن ہے۔ نیز اسی عدد کو ۱۰ میں ضرب دیں، وہ روالع ہیں۔ ان کے رفع سے ثوانی و ثوالث حاصل ہوں گے، جو بچے رابعہ ہے۔

والسلام.....

بحاجی صاحب حامی سنت و سائر احباب اہل سنت سلمہم اللہ تعالیٰ سلام مسنون.....

فقیر احمد رضا غنی عنہ ۲۶ ماہ مبارہ یوم الجمعہ ۳۲ھ

(۱۸)

بسم الہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ حامی سنت ماحی بدعت ناصر ملت حاجی منشی محمد لعل خاں صاحب دام

مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولیٰ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ تین روپے اور ایک نسخہ جدول ضرب حاضر ہے۔ ۲۷، روپے ۵، آنے چٹائی کی قیمت کے ہوئے، روپے گیارہ آنے بچے اس میں ۱۹۱۷ء کی المنک میرے لیے خرید کر محصول کے ٹکٹ لگ کر بھیج دیجیے۔ اگر المنک ابھی نہ آئی ہو تو جب آئے بھیج دیجیے۔

مولانا ظفر الدین صاحب نے تسہیل التعديل کا کام ماشاء اللہ بہت جلد کیا۔ جزاء اللہ تعالیٰ خیر جزاء۔ مدرسہ شمس الہدی کے لیے آدمی وہی تجویز کریں، مجھے اطلاع دیں۔ تین مہینے کی چھٹی لیں گے، تو کم از کم اس میں نصف کا میں مستحق ہوں۔ ورنہ ہونا تو دو ٹولٹ چاہیے تھا۔ آپ نے چند روز لکھے ہیں، اس میں کیا ہونا ہے؟
یہ نوٹ تو کلا علی اللہ یو ہیں بھیجتا ہوں۔ ان کی رسید جلد مطلع فرمائیے۔ پھر خیال ہوا کہ منی آرڈر ہی مناسب ہے۔
والسلام.....

مولانا ظفر الدین وسائر اہل سنت کو سلام۔

فقیر احمد رضا عفی عنہ دوم شوال المکرم ۱۳۳۲ھ

(۱۹)

ولدی العز اکرمک المولیٰ تکرم وتعالیٰ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مولوی رحم الہی صاحب علیل ہیں، دوسرے آدمی کی فکر میں ہوں۔ لمحۃ الضحیٰ کے لیے مولوی امجد علی صاحب سے کہہ دوں

گا۔

وہ جن جو کچھ اس عورت کو دے جاتا ہے، اس کا لینا حرام ہے کہ وہ زنا کی رشوت ہے۔ درمختار میں ہے: ما یدفعہ المتعاشقان رشوة اگر وہ لینے پر مجبور کرے، لے کر فقر پر تصدق کر دیا جائے۔ اپنے صرف میں لانا حرام ہے۔

آپ اور مولانا حامی سنت ماجی مدعت حاجی لعل محمد خاں صاحب سلمکما جو کچھ خدمات دین کر رہے ہیں۔ مولیٰ عزوجل برجستہ قبول فرمائے اور دونوں جہاں میں اس پر اجر جزیل دے اور ہمیشہ اعدائے دین پر مظفر و منصور رکھے۔ آمین۔ یہاں سے بھی دو تار گئے ایک از جانب دارالافتاء، ایک از جانب مدرسہ اہل سنت و جماعت و مدرسین و اراکین اور دو بعونہ تعالیٰ اور دیئے جائیں گے۔ ایک از جانب فقیر اور ایک کے لیے آج جلسہ کیا گیا، مجلس اہل سنت کی طرف سے جائے گا۔ پچاس خط متعدد بلاد کو بھیج دیئے گئے کہ اپنی یہاں کی انجمنوں مدرسوں یا جلسہ کر کے ان مجلسوں کی طرف سے تار دیں۔

تکسیر کی نسبت سے کل کاغذات کہ اس کے متعلق تھے خود نکال کر مصطفیٰ رضا کو دے دیئے کہ آج ہی بھینچہ رجسٹری آپ کو بھیج دیں۔ وہ ۲۳، پرچے اور پانچ رسالے ہیں۔ ایک مطبوعہ اور ایک وہی ۱۱۵۲، مربعات اور تین اور۔ ان کاغذات میں جو مسودہ یا مبیضہ یا منتشر سے مجتمع ہونے کے قابل ہوں، یہی محنت گوارا فرمائیے اور مع اس پہلی کتاب کے کہ آپ کے پاس ہے، بھینچہ رجسٹری بھیجئے کہ اس کی بھی یہاں نقل لے لی جائے۔ بملاحظہ حاجی صاحب حامی سنت سلام سنت، والسلام۔

جو خط آپ نے میاں جان خاں مراد آبادی کے نام بھیجا وہ اب تک امانت رکھا ہے۔ اس وقت تک وہ تشریف نہ لائے۔ یہاں چار شنبہ کی عید ہوئی۔ بعض مجہول شہادتیں روایت کی گزری تھیں، وہ شرعاً قابل اعتماد نہ تھیں۔ وہاں روایت ہوئی، یا ثبوت

شرعی ہوا، یا کیا؟ والسلام۔

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۲۱ شوال روزہ شنبہ ۱۳۳۲ھ

(۲۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ نصلی علی رسولہ الکریم

جان پدر بلکه از جان بہتر ولدی الاعز مولانا ظفر الدین جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قریب تین مہینے ہوئے کہ مکان سے جدا ہوں، ہفتوں میں ڈاک جمع ہو کر مجھے ملتی ہے۔ آپ کے تین خط ایک ساتھ پائے۔ رسالہ نور الفرقان بین جند الالہ و حزب الشیطان صاف شدہ تھا۔ مصطفیٰ رضانے دو دن تلاش کیا نہ ملا۔ ناچار اس کا اور اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والاصحاب کا مسعودہ بھیجتا ہوں۔ بعد فراغ باحتیاط ملے۔ رجسٹری کا وقت بہت کم رہا، اس لیے اسی قدر پر اقتصار، اور دعا و برکات دارین بسیار از بسیار۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۱۴ صفر المنظر روز جان افروز دوشنبہ ۱۳۳۵ھ

(۲۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مولانا المکرم ذی المجد والکرم ولدی الاعز مولانا مولوی ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ

کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وہابیہ خذ لہم اللہ تعالیٰ نے تین جگہ شور مچا رکھا تھا۔ بھاگل پور، فیروز آباد، راندر۔ بھاگل پور کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ آپ کو اس اشتہار اور مولانا مولوی نعیم الدین صاحب کے خط سے واضح ہوگا۔ یہ خط اصل ہے، بعد ملاحظہ واپس ہو۔ فیروز آباد میں ایک صاحب مورچہ لیے ہوئے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ وہاں حاجت نہ ہوگی۔ راندر میں ابھی کوئی آدمی کام کا نہ گیا۔ وہاں ضرورت پڑتی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے فاتحان بھاگل پور کو آج ہی لکھ دیا ہے کہ طیارہ ہیں، مگر انہوں نے وہاں سے کلکتہ جانے کو لکھا تھا اور شاید ابھی انہیں اطراف میں ان کا قیام مناسب ہو۔ لہذا آپ راندر جانے کے لیے طیارہ ہیں۔ میرے تار کا انتظار کریں۔ والسلام مع الاکرام۔

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۸ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ

۲۳ جون کی تعدیل مرصدی ہے؛ اور منٹ فصل طول بل کر ۵۲-۱-۰ دونوں وقت حقیقی غروب و طلوع پر زائد کیے۔
 دلیل یہ کہ آپ کے یہاں معدل بہ تعدیل ریلوے وقت غروب ۲۵-۳۷-۶ اس کا تمام ۳۵-۲۲-۵؛ اور طلوع
 ۱۹-۲۲-۵۔ تمام غروب ۳۵-۲۲-۵ = ۲۱-۲۲-۵ نصف ۵۲-۱۰-۰ وہی منٹ وہی سکند آگئے، جو تعدیل مرصدی ۲۳ جون میں
 تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے یہاں وقت حقیقی غروب ۳۳-۲۶-۶ آیا، اور طلوع ۲۷-۳۳-۵، تو آپ کے یہاں اور
 یہاں کے محسوب میں ۲۱ سکند کا تفاوت ہے۔ خیر ایسا کثیر نہیں۔
 مدرا سی صاحب یقیناً وجہ صحت نہیں رکھتا کہ غروب ساڑھے تین منٹ کم ہے، اور طلوع سوا چار منٹ زیادہ اور اس سے ظاہر
 ہوتا ہے کہ انہوں نے طلوع و غروب نکالنے کا قاعدہ ہی استعمال نہ کیا، بلکہ معمول عوام بے علم کی طرح طلوع و غروب نجومی (حقیقی
 مرکزی) لے کر ان میں تعدیل ریلوے ملا دی۔

ظل میل راس السرطان ۹۶۶۳۷۲۶۳۶

+ ظل عرض مدراس ۹۶۳۶۵۶۶۳۱

= ۹۶۰۰۲۹۸۷ جیب

اس جیب کی قوس تقریباً مر (۴۷-۵) ہے، جس کا وقت کج ح (۸-۱۳-۰)

☆ غروب نجومی و کج ح (۸-۲۳-۶) طلوع نجومی ہ لوب (۵۲-۳۶-۵)

☆ و کج ح (۸-۲۳-۶) + ی نب (۵۲-۱۰-۰) = ولد ہا (۰۰-۶-۳۳) غروب۔ ح لوب (۵۲-۳۶-۵) + ی

نب (۵۲-۱۰-۰) = مرید (۰۰+۲۸-۵) طلوع۔

اور وقت تعدیل بھی انہوں نے ظاہر اویسی ی نب (۲۲-۱۰) لیے ہیں۔ یہ ان کا منشاء غلط ہے۔

رہا وقت عشا وہ انہوں نے صحیح دیا ہے۔ پرچہ حساب ملاحظہ ہو۔ وقت حقیقی ۰۳-۳۶-۷ + تعدیل ریلوے ۳۳-۱۰-۰ =

۳۸-۵۶-۷ یہ وقت ہوا۔ سکندوں میں فرق ہے و بس۔

میں نے آپ سے کے تعدیل ریلوے ۳۳-۱۰-۰ دریافت

۷۵۷۳۸

کرنے کو کہا تھا، جن کا ذکر مسئلہ جناب شاہ بدر الدین صاحب میں تھا، اس کا جواب آپ نے کچھ نہ دیا۔ اب مولوی
 عبد اللہ صاحب احقر کے رسالہ تحفة المصلیٰ میں انڈیا سروے رپورٹ کا حوالہ اور اس سے انہوں نے بلا و حیدر آباد کو
 و دیگر بلا و حاطہ بمبئی کا طول و عرض لیا ہے۔ ان بلا و کی کتاب کی مجھے بھی ضرورت ہے۔ جو آج تک نہ ملی۔ ان صاحب سے آپ
 کی ملاقات ہے۔ اس انڈیا سروے رپورٹ کا حال دریافت کیجیے، اس میں کیا کیا ہے؛ اور کہاں سے ملتی ہے؟

جلد اول ابھی قدرے باقی ہے۔ بعد ماہ مبارک شاید پوری طبع ہو جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا عنہ ۹ ماہ مبارک

۳۵ھ

(۲۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ولدی الاعز المکین مولانا المکرم ذی العلم المتین جعله المولیٰ کا سمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

۲۲/۲۲ رزی قعدہ سے آج ۲۲/ربیع الاول شریف تک کامل چار مہینے ہوئے کہ سخت علالت اٹھائی۔ مدتوں مسجد کی حاضری

سے محروم رہا۔ جمعہ کے لیے لوگ کرسی پر بٹھا کر لے جاتے اور لے آتے۔ ۱۱/محرم شریف سے بارے حاضری کا شرف پاتا

ہوں۔ لوگ بازو پکڑ کر لے جاتے ہیں۔ نقاہت وضعف اب بھی شدت ہے۔ دعا کا طلب ہوں۔ اس بیماری میں المنک

۱۹۱۸ء منگانی یاد نہ رہی، نومبر میں منگانی، جواب ملا کہ ہو چکی، ۱۵/دون کے بعد آئے گی۔ جسے ایک مہینہ سے زیادہ ہو چکا۔ شملہ

لکھا کہ شاید وہاں ہو، آج وہاں سے بھی جواب آ گیا۔ آپ نے اگر ہو تو ۲۵/۲۰ روز کے لیے بھیج دیجیے، مگر فوراً فوراً۔ والسلام

بچیوں کو دعا۔

فقیر احمد رضا عنہ ۲۳/ربیع الاول شریف لیلۃ الاثنین ۳۲ھ

(۲۴)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مولانا المکرم اکرمکم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

کاشف الاستار شریف کی نسبت خیال تھا کہ رضا حسین کے پاس ہے۔ وہ گاؤں میں رہے، بدایوں رہے، پریشانیاں

رہیں۔ اب ان سے پوچھا۔ کہا: میرے پاس نہیں۔ اب مکان میں دیکھی گئی، تو نکلی۔ اس کے تین نسخے مجرب ارشاد ہوئے

ہیں۔ ایک جس میں زعفران، سنبل خارا اور پوٹا سکی ہے، یہ نسخہ مع ترکیب اور چھوٹی بیاض میں بھی ہے۔ جو آپ یہاں سے نقل

کے لیے لے گئے تھے، ضرور آپ کے پاس ہوگا۔ فرق اتنا ہے کہ اس میں ہر (چیز) دو ماشہ ہے، اور کاشف الاستار شریف

میں زعفران اسی قدر ہے اور باقی دونوں دوائیں تین تین ماشہ۔ دوسرا جس میں اجوائن، تخم میتھی، تخم کنواڑ، کلونجی ہے۔ یہ بھی

اس بیاض میں ہے، اس میں خوراک تین فلوس لکھی ہے اور کاشف شریف میں ۹ ماشہ۔ پھر ارشاد فرمایا ہے۔

محبت یقینی دوست محمد خاں را ایں مرض در ہر دو دست رسیدہ بدو در بدن نیز جا بجا نمایاں شدہ بود۔ این ہر چہ ارادویہ

مسلم آنچہ در چہار ناگشت وقت برداشتن می گنجید می خوردید۔ دریں عرصہ عزیزے گفت کہ دریں ادویہ بانچی واجمود نیز داخل بکنند ہم چناں شد۔ داغ برطف شدند۔ پرہیز از شیر و ماہی بود۔

تیسرا نسخہ یہ ارشاد فرمایا جو اس بیاض میں نہیں اور فرمایا ہے۔

بامتحان رسیدہ۔ صندل سفید اماشبہ، سم الفار، سکھی اماشبہ، ہر دور خوب سلق کردہ قدرے برداغ سفید خوب بمالند، تا آنکہ آب از اں داغ بر آید ہر دو وقت بمالند جوشش خواهد کرد۔ روغن بر آتش داشتہ تکیہ برگ نیم در آں اندازد۔ وقتیکہ سوختہ شود بردارد۔ روغن صاف کردہ بر جراحت رساند۔ بہ خواهد شد۔ ذہن برنگ اصل میرسد۔ پسر خدا بخش مرحوم ازیں ادویہ صحت یافتہ۔ بہ تجربہ رسیدہ ست۔

امید ہے کہ بہ برکت انفاس کریمہ یہ نسخے ضرور نفع دیں گے۔ مولیٰ عزوجل شفاء عطا فرمائے۔

لڑکی کا تاریخی نام ولیہ خاتون سمجھ میں آیا ہے۔ یہ تاریخ زبروینات میں ہے۔

و ل ی ہ خ ا ت و ن

۱۰۶ ۱۳ ۴۰۱ ۱۱۱ ۶۰۱ ۶ ۱۱ ۷۰۱۳

۱۳۳۳

نقشہ ماہ مبارک پہنچا۔ جزا کم اللہ تعالیٰ خیراً کثیراً اس بار عصر بھی نکالا اور بہت صحت کے ساتھ نکالا، مگر یہاں دونوں سید صاحب مدت سے کام کر رہے تھے اور آپ کے یہاں سے نقشہ آنے سے پہلے کاپی ہو چکی تھی، بے پرواہوں نے چھاپا بہت برا۔ جس کے سبب دوبارہ کاپی کرانی ہوئی، جس کا پروف اس وقت سامنے رکھا ہے۔ آج یا کل انشاء اللہ تعالیٰ بھیجوں گا۔ طبیعت اچھی نہیں رہتی ہے، ایک ہفتہ میں بخار کے تین دورے ہو چکے ہیں، دعا کا طالب ہوں۔

اب کی بار ختم سحری و افطار میں ایک ایک منٹ احتیاطی کم رکھا، اور عصر کا وقت کہ ہر روز موامرہ سے نکالا، بے کم و بیش پورا واقعی سکندوں تک رکھا ہے۔ بلکہ ہر وقت ثوانی تک لیا ہے۔

(۲۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ولدی الاعز مولانا المکرم اکرمکم وجعلک کاسمک ظفر الدین

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

آپ کی مستعدی پر بجزہ تعالیٰ بہت جی خوش ہوا۔ جزا کم (اللہ تعالیٰ) خیراً وبارک فیکم و بکم و لکم و علیکم

آج ۱۳ دن ہوئے، راندیر سے جواب نہ آیا۔ جواب آنے پر کچھ کہا جائے (گا) ظاہر اوی تحریر بعونہ تعالیٰ کافی ہوگی۔

جلد اول فتاویٰ کی فہرست بنوائی تھی اور اس کی کاپی بھی ہوگئی، اب جو میں دیکھوں نہایت غلط بنی۔ اب از سر نو اس کی

ترتیب ہے۔ اس فہرست ہی کا چھپنا باقی ہے۔ وحسبنا المولیٰ ونعم الوکیل۔

آپ کا رسالہ مؤذن الاوقات آیا، نام بھی نہایت مناسب و موزوں پایا۔ اس کے مقصد اول و خاتمہ کو ضرور دکھالینا چاہئے، اور تذہیب کا حرف بحرف قبل طبع دکھالینا فرض اہم ہے۔ مولانا! کسی وقت اپنے آپ کو مشورہ احباب سے مستغنی نہ کرنا بہت مفید فی الدین ہے۔ آپ کی تصانیف عافیہ، وافیہ، تقریب پر خوشی ہوئی، مگر کاش یہ وقت آپ نے ”بہشتی زیور و گوہر کی قلعی کھولنے میں صرف کیا ہوتا، تو عمدہ ذخیرہ عقبی ہوتا، جہاں ان کتابوں سے گمراہ ہوئے جاتے ہیں۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

میں نے آج کل ایک رسالہ سمت قبلہ میں لکھا ہے۔ قواعد کے چاروں باب ہو گئے پانچواں باب قبلہ ہندوستان کا زیر تحریر ہے۔ شاید کوئی رسالہ ہدایۃ المصلیٰ مدراس سے آیا تھا جس میں غلط و باطل قاعدے سے سمت نکالی تھی وہ میں نے آپ کو بھیج دیا تھا۔ وایک دور روز کے لیے بھیج دیجیے۔ مدراس کا ایک اور عربی رسالہ ایسے ہی اغلاط پر مشتمل آیا ہے۔ اس کے اغلاط کے ساتھ اس کے اغلاط پر بھی تدیہ کر دی جائے۔ بمبئی حاطہ کی اب تک طول، عرض کی کتاب نہ ملی۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۲۲ رجب ۱۳۳۲ھ

(۲۶)

۷۸۶

بجملہ تعالیٰ فقیر نے ۱۳ شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا، اگر ۷ دن اور زندگی بخیر ہے تو اس شعبان ۱۳۳۶ھ کو اس فقیر کو فتویٰ لکھتے ہوئے بفضلہ تعالیٰ پورے پچاس سال ہوں گے، اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کر سکتا ہے؟ احباب سے گزارش ہے کہ اس تاریخ (کو) جمع ہو کر درود مبارک میلاد مبارک منعقد کریں تو بہتر اور رب عزوجل کی اس نعمت کا اعلان کریں کہ قرآن عظیم میں اعلان نعمت کا حکم ہے، اور حدیث میں فرمایا اعلان نعمت شکر ہے اور جو کاروائی فرمائیں، فقیر کو اطلاع بخشیں کہ دعائے خیر زائد کرے۔ والسلام.....

۷ شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ

(۲۷)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانا المکرم جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حسب وعدہ کل روز یک شنبہ باوصف در دوسر رسالہ لکھ دیا۔ مع نقل فتویٰ ہلال مرسل ہے۔ مجھے دربارہ خضاب ان چند

کتابوں کی پوری عبارات درکار ہیں۔ آپ کے پاس ہوں فہما، ورنہ ایک دن کے لیے پٹنہ جا کر لائیے۔ تاتار خانینہ، زاد المعاد ابن قیم، عقد الفرید لابن عبدہ، نزہة المجالس ان کے سوا اگر اور کتب سے کہ میرے پاس نہیں، عبارات مستوعیہ ہو تو احسن۔ کتم اور وسمہ کی تفسیر ماورائے صراح..... وقاموس..... وتاج العروس..... وخالق زختری..... ومغرب مطرزی..... ومصباح المنیر..... ومختار الصحاح..... ونہایہ ابن اثیر..... ومجمع البحار..... وتحفہ ومخزن الادویہ..... وتذکرہ..... انطاکی..... وجامع ابن بیطار..... وانوار الاسرار بغدادی..... ومرقات..... واشعة اللمکات..... وفتح الباری..... وعمدة لقاری..... وارشاد الساری..... وشرح مسلم للنووی..... وشرح شمائل ترمذی للقاری..... وشرح شرعۃ الاسلام معلیٰ زادہ..... وشرح مشارق الانولہ لابن الملک..... وتیسیر..... وسراج المنیر شروح جامع صغیر) اور کتابوں سے جو کچھ ملے تو اور عنایت ہو۔ پہلے آپ نے بہت کتابوں کی عبارتیں اس بارے میں کہ اذان جمعہ زمانہ اقدس میں دروازہ پر ہوتی تھی ان تفاسیر سے کہ میرے پاس نہیں نقل کر کے بھیجی تھیں، وہ پرچہ با احتیاط رکھ دیا تھا، اب تلاش کیا نہ ملا۔ بچیوں کو دعا.....

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۱۵ اشوال المکرم روز جان افروز دو شنبہ

(۲۸)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

آج ۳ اشوال روز شنبہ وقت دوپہر آپ کا خط میں تاریخ تحریر ۲۹ ماہ مبارک لکھی ہے کہ ۹ جولائی تھی اور ڈاک کی مہر روانگی میں ۱۱ جولائی اور مہر وصول میں ۱۳ جولائی ہے، نیز آپ کا خط ۲۹ رمضان میں لکھ رہے ہیں کہ رسالہ بھیجے ہوئے ۴/۵ روز ہوئے حالانکہ رسالہ ۳۰ رمضان کو یہاں آیا تو ۲۸ کو وہاں سے چلا، دوسرے دن روز پنجشنبہ یہاں عید تیسرا دن جمعہ مبارک کی عید جمعہ کے دن مجھ سے کام نہیں ہوتا۔ ہر سال روز عید یا ایک روز بعد تک در دسر رہتا ہے۔ اس سال آج ۳ عید تک ہے۔ کل روز یکشنبہ انشاء اللہ تعالیٰ دیکھوں گا۔ فتوائے تارکاکوئی نسخہ نہ رہا۔ مصطفیٰ میاں سلمہ سے اسی وقت اس کی نقل کو کہہ دیا ہے۔ کل یکشنبہ ہے ایک ہی وقت ڈاک جاتی ہے، اگر ڈاک کے وقت تک نقل ہو گیا تو بعونہ تعالیٰ کل روانہ ہو جائے گا۔ درد ہی کی حالت میں رسالہ کچھ دیکھا، بعونہ تعالیٰ بہت اچھا لکھا ہے۔ جزاکم (اللہ تعالیٰ) خیرا کثیرا فی الدنیا والآخرۃ۔ کاش! یہ قوت دفع خباثات جہنمی زیور میں صرف ہو۔ والسلام.....

(۲۹)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعل کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

عبارات تینوں باری آئیں، جزاکم المولیٰ سبحانہ وتعالیٰ خیر اکثر اشاید وہ کتابیں جن کو میں دیکھ چکا، اور ان کی فہرست میں نے لکھ دی تھی، ان میں فتح الباری وجامع ابن بیطار کا نام لکھنا بھول گیا کہ آپ کو ان کی نقل کرنی ہوئی۔ شاید عقد فرید لابن عبد بہ وہاں مذہبی کہ اس کی عبارت نہ آئی۔

تاتارخانیہ سے ایک عبارت علامہ طحاوی نے حاشیہ درہیں بالواسطہ نقل فرمائی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام پاک کے ساتھ علیہ السلام کا اختصار م لکھنا کفر ہے کہ تخفیف شان نبوت ہے۔ اب کبھی بائگی پور جانا ہو تو اس عبارت کو ضرورت تلاش کیجئے، اگر ملے بحوالہ کتاب و باب و فصل مع نقل عبارت اطلاع دیجئے۔ میں اس وقت اس کا تذکرہ بھول گیا، نیز عبارات خضاب میں مضمرات، شرح قدوری کا نام لکھنا بھول گیا۔ اس کی زیادہ ضرورت تھی۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا عثمی عنہ

(۳۰)

۷۸۶

مولانا المکرم اکرامکم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

خط آیا، اس کا جواب تو بعد کو ہو۔ پہلے یہ گزارش کہ ۲۸ رزی قعدہ روز جمعہ کو آپ کا خط مژدہ ولادت صاحبزادہ طلب نام تاریخی میں آیا، میں نے اسی دن تہنیت کا تار دیا، اور اس میں تاریخی نام مختار الدین [۱۳۳۶ھ] لکھا۔ اس کی کوئی رسید نہ آئی۔ میں نے سمجھا کہ غیر ضروری جان کر آپ نے لکھی، اب کہ خط آیا اس میں بھی اس کا کوئی تذکرہ نہیں، تو ظن ہوتا ہے کہ تاریخ پہنچا ہی نہیں، جسے بھیجے ہوئے آج ۱۶ دن ہوئے اگر ایسا ہے اطلاع دیجئے کہ تار گھر مطالبہ ہو۔

فقیر قادری غفرلہ

(۳۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) جلد فتاویٰ اب تک آپ کو نہ پہنچی کیا عجب جب کہ مجھے بعد تقاضائے بسیا ملی۔ اب میں نے کہہ دیا ہے کہ ہدیہ بھیجیں

قیمت مجھ سے لیں۔

(۲) تحقیق میں تقصیر سے الزام ہوا، مگر بے تحقیق محض انواہ پر عید و قربانی صبح نہ ہوئی۔ اگرچہ واقع میں دہم تھی کہ جس طرح صحت نماز کے لیے دخول وقت شرط ہے، یوہیں اعتقاد دخول بھی۔ اگر اسے شک ہے کہ ثبوت نہیں اور جزافاً نماز پڑھ لی فاسد ہوئی۔ اگرچہ وقت ہتھیقہ ہو گیا ہو، یوہیں نماز عید بھی کہ مفسد نفس مفسد عیدین بھی ہے۔
امداد الفلاح و مرآتی الفلاح ورد المختار میں ہے:

بشرط اعتقاد دخوله لتكون عبادة بنية جازمة لان الشاك ليس بجازم حتى لوصل وعنده ان الوقت لم يدخل فظهر انه كان قد دخل لا تجزيه •

رد المختار میں امداد کے لفظ یہ ہیں:

و كذا بشرط اعتقاد دخوله فلو شك لم تصح صلاته وان ظهر انه قد دخل •

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

كل ما يفسد سائر الصلوات وما يفسد الجمعة يفسد صلاة العیدین •

اور جب نماز نہ ہوئی قربانی بھی نہ ہوئی کہ شہر میں تقدم صلاة بشرط صحت اضحیہ ہے۔

والا فهو لحم قدمه لاهله كمانص عليه حديثا و فقها •

(۳) یہ گواہی کہ فلاں شہر والوں نے چاند دیکھا مقبول نہیں اگرچہ شاہد ایک جماعت ہو کہ یہ نہ شہادت علی الرویہ ہے،

نہ شہادت علی الشہادت۔

فتح القدير و عالمگیریہ و بحر الرائق و غیر ہا میں ہے:

لو شهد جماعة ان بلدة كذا رآوا هلال رمضان قبلكم بيم وصاموا وهذا اليوم ثلثون

بحسابهم ولم ير هولاء الهلال لا يباح فطر غد ولا ترك التراويح في هذه الليلة لانهم لم

يشهدوا بالرؤية ولا على شهادة غيرهم انما حكوا رؤية غيرهم •

استفاضہ کہ بعد تحقیق معتبر ہے، خاص اس شہر کا جہاں حاکم شرعی ہو کہ اب یہ شہادت علی الحکم ہوگی۔

تنبيه الغافل الوسان میں ہے:

لما كانت الاستفاضة بمنزلة الخیر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا لزم

العمل بها لان المراد بها بلدة فيها حاکم شرعی •

رد المختار میں ہے:

فكانت تلك الاستفاضة بعمنی نقل الحکم المذكور •

حاکم شرعی، سلطان اسلام یا قاضی مولیٰ من قبلہ یا امور دینیہ میں فقیہ، بصیر، فقہ اہل بلد نہ آج کل کے عام مولوی، یہی جواب سوال (۴) ہے۔

درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازہ میں بھی داخل نہیں ہوتا، نہ کہ واعظ جسے سوائے طلاق لسانی کوئی لیاقت جہاں درکار نہیں۔ خصوصاً جب کہ خاص مسائل رویت ہلال میں جمیع ائمہ سے تفرد ہوو المسئلة فی الحدیقة الندیہ عن فتاویٰ الامام العتابی •

(۵) یہ مولیٰ علی سے نہ فرمایا بلکہ مولیٰ علی نے فرمایا: کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یہ اثر کسی کتاب حدیث سے نظر میں نہیں، فقہا نے ذکر کیا، اور ساتھ ہی فرمایا یہ اسی عام کو تھا، نہ عام کو۔
فتاویٰ کبریٰ و خزانۃ المصنوعین میں ہے:

ما یروی ان یوم نحر کم یوم صومکم کان وقع ذالک العام لعینہ دون الابد وجیز •
امام کردری میں ہے:

ما ینقل عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اول الصوم یوم النحر لیس بتشریح کلی بل اخبار عن اتفافی فی هذه السنة واللہ اعلم۔

(۶) یہاں کاتب کوئی نہیں، نقل کی دقت ہے۔ آپ نے جہاں تک نقل کر لیا تھا، اس کا آخر لکھ بھیجئے کہ اس کے بعد کا بقیہ لکھنا کل کے اعتبار سے کچھ تو آسان ہوگا۔

میں نے کل عصر کے بعد مولوی امجد علی صاحب کو قیمت فتاویٰ کے روپے دے دیے، اور تاکید کر دی کہ صبح ہی آپ کو پلندہ بھیج دیں۔ انہوں نے ایک روپیہ پھیر دیا کہ اس قدر کے اجزا ان کو پہلے بھیج چکا ہوں اور کل اتوار ہے۔ میں نے کہا کہ کل ۹ بجے تک آپ بھیج سکتے ہیں؟ انہوں نے وعدہ تو کیا ہے۔ نعمت تازہ کی خیریت سے اطلاع دیجئے اور کہ تہنیت کا تاریخ تاریخی نام مختار الدین کہ آپ کے نام سے ملتا ہوا بھی ہے، جو میں نے ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۶۱ھ روز جمعہ کو بھیجا، کیا آپ کو ملا؟ والسلام.....

فقیر احمد رضا عنی عنہ ۱۵/ ذی الحجۃ الحرام یوم الاحد ۱۳۶۱ھ

(۳۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

آپ کا کارڈ کل ہی مطبع میں بھیج دیا تھا۔ شام کو مولوی امجد علی صاحب سے دریافت کئے پر معلوم ہوا کہ انہوں نے وہ اجزاء

دیلو کیے۔ حالاں کہ میں کہہ چکا تھا کہ قیمت میں دوں گا اور انہوں نے ایک روپیہ واپس کر دیا تھا اس گمان پر کہ بقیہ جاچکے ہیں۔ خیر اب وہ روپیہ بھیجتا ہوں۔

فتوائے تکفیر عبدالماجد بھیجتا ہوں۔ یہ پرچہ صحیفہ سے منگا لیجیے اور اس کے مطابق تصحیح کر لیجیے یا اس کی نقل فرما لیجیے۔ مشرومہ میں مولوی عبدالمجید فرنگی محلی کا فتویٰ چھپا تھا، جس میں سائل مغوی نے دھوکا دیا۔ کیا مولوی عبدالباری کا کوئی اور فتویٰ چھپا ہے؟ اور ان کو بھی دھوکا دیا گیا، یادیدہ و دانستہ سیاسی علت نے کفر کو اسلام بنایا؟ اس فتویٰ کی بہت ضرورت ہے۔ وہ پرچہ مشرومہ جہاں سے ملے بھیج دیجیے، ورنہ حرف بحرف اس فتویٰ کی نقل مع نمبر پرچہ مشرومہ دس روپے کہ آپ نے بھیجے بعونہ تعالیٰ حسنہ جاریہ ہیں، ان تین بلکہ زیادہ کے نام لکھ بھیجئے جو مستطیع نہیں اور مستحق ہیں۔ والسلام۔ بچیوں کو اور نعمت تازہ کو دعا.....

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۲۱ رزی الحجہ یوم الاحد ۳۳ھ

(۳۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ولدی الاعز جعل کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

دس روپے آنے، نو کی اہل علم کے لیے تین جلدیں خریدیں۔ ایک آج بانگی پور رجسٹری کر دی، ۱۳ مارچ رجسٹری صرف ہوئے، تین آنے آپ کے باقی ہیں، کیا کیے جائیں؟ مولوی عبدالباری کی تحریر ایک صاحب نے بھیج دی، اب اس کی حاجت نہیں۔ جمعہ گزشتہ کو مواخذہ کی رجسٹری بھی گئی، جو ۳۰ رزی الحجہ کو لکھنؤ پہنچی۔ ۳ محرم کو ڈاک کی رسید آگئی، جواب کا انتظار رہے۔ آپ نے دربارہ اذان جو عبارات نقل کر کے بھیجیں، ان میں ایک عبارت یہ ہے۔ تفسیر سنی جلد ۹ ص ۲۳ بعینہ اسی شکل سے یہ لفظ ہے کہ س وف پڑھا جاتا ہے۔ کیا یہ بیہتی ہے؟ اور ہے تو کون سے بیہتی ہیں؟ صاحب سنن، صاحب کفایہ، صاحب شامل؟ آپ کے ایک پرچہ پر تصانیف منقول عنہا کے نام و مصنف لکھے، اس میں یہ متروک ہے، اس کی ضرورت ہے۔ نیز جو عبارات ان کی نقل کی اگلاط و اسقاط پر مشتمل ہے، پہلے پلندہ میں یا روپیہ کا نوت بھیجا تھا۔ اس کی رسید معلوم نہ ہوئی۔ نعمت تازہ اور بچیوں کو دعا۔ والسلام ۵ محرم شریف ۳۳ھ

خط میں جتنی باتیں جواب طلب ہوا کریں سب دیکھ لیا کیجیے کہ مجھے ایک ہی بار لکھنے کی فرصت نہیں۔ والسلام.....

(۳۴)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا المکرم اکرامکم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

آپ نے فرمایا تھا وہ شنبہ کے دن بانگی پور سے عبارت و نام مصنف بھیج دیں گے جسے آج ۱۲ دن ہوئے ظاہراً انہوں نے توجہ نہ کی۔ جلد فتاویٰ کو بھیجے ہوئے مدت ہوئی، اس کی رسید بھی نہ آئی۔ مولوی عبدالباری کو تین رجسٹریاں طلب کی گئی ڈاک کی رسیدیں آگئیں، مگر اودھ شہر خوشاں ہے، اور کیوں نہ ہو کہ کفر کو اسلام، اسلام کو کفر بنا لیا اور اخباروں نے کہ کفر چھاپنے ہی کے لیے ہیں، چھاپ دیا۔ اسلام کا قول کون چھاپے گا؟ اور اگر کوئی رسالہ چھپا، تو کون دیکھے گا؟ لہذا کفری دنیا میں اپنی ہی بات بالا رہتی سمجھ لی۔ دس ی عمل م ال ذی ن ظل م والایہ الحق حدیث حق ہے جب آیت اتری کہ تم دیکھو گے، لوگوں کو دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں: و سیخرجون منها افواجا کم ادخلوا افواجا یہ وہی وقت ہے۔ ایک ملعون کفر بکتا ہے، ہزار اس کے پیچھے اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جاتے ہیں۔ والعیاذ بہ تعالیٰ نعمت تازہ اور بچیوں کو دعا۔ والسلام ۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ ہاں ایک جواب مولوی سلامت اللہ فرنگی محلی کے نام سے بھیجا گیا ہے کہ ہم نے خوب تحقیق کر لیا۔ ہم فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کرتے ہم نے خود عبدالباری سے دریافت کر لیا اس نے کہا کہ میں نے کوئی کفر نہ کیا بس ختم شد اور ایک دھمکی یہ دی کہ ہم سلطنت کفر مٹانے کی فکر میں ہے تم اس میں ساتھ نہیں دیتے، جو جواب تم اس کا دو گے وہی ہم عدم تکفیر مرتد کا دے لیں گے اور چالاکی یہ کہی کہ خط سلامت اللہ کی طرف سے اور اس کا کاتب بھی کوئی اور من جانب سلامت اللہ۔

(۳۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مولانا المکرم ذی المجد والکرم ولدی الاعز جعل کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

ایسی جگہ اگر اعلیٰ کلمۃ اللہ پر قدرت ہو اعظم قرب ہے۔ مگر نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ احتمال ضرور زائد ہے یہ تو رائے ہے اور قواعد سے دیکھا جائے تو جواب آیا۔ قبیحہ بدرۃ برادر م حافظ یقین الدین صاحب کے جو تعلقات اس فقیر سے ہیں آپ پر مخفی نہیں یہ آپ کی محبت کاملہ کے اعتماد پر اپنے خور و سال بچوں کو آپ کی نگرانی میں تعلیم دیتے ہیں۔ امید کہ بغونہ تعالیٰ نتیجہ احسن ہو۔

دو رسالوں کے ۴۴ نسخے حاضر۔ نور العین مختار الدین کو تو ال کرناج تصدق کیجئے اور ایک راس اس کی طرف سے ذبح

کر کے تصدق مع پوست کر دیجیے۔ میں نے ایک خواب دیکھا انشاء اللہ العزیز اچھا ہے یہ صدقہ مناسب ہے۔
حضرت سیدنا مخدوم شرف الحق والدین یحییٰ منیری بہاری قدس سرہ کی طرف ایک ملفوظ بنام معدن المعانی بہار میں چھپا تھا
یہاں اور لکھنؤ میں نہ ملا وہاں ملے تو ایک نسخہ مطلوب اور کسی معتدجگہ اس کا کوئی قلمی نسخہ بھی معلوم کرنا ہے۔ بچوں کو دعا.....
فقیر قادری ۱۲/۱۲ ذی القعدہ ۱۳۳۷ھ

(۳۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ولدی الاعز مولانا المکرم جعل کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

آپ کا پرچہ اخبار آیا۔ نواب صاحب نے ترجمہ کیا، کسی عجیب بے ادراک کی تحریر ہے، جسے ہیات کا ایک حرف نہیں آتا۔
سراپا اغلاط سے مملو ہے۔ آپ نے جو تقویات کو اکب لکھیں، ان میں بھی بعض میں فرق ہے۔ مجھے ۷ ادن سے بخار آتا ہے
نقاہت بشدت ہوگئی ہے، طالب دعا ہوں خیال ہے کہ بعد صحت ایک مضمون نہ صرف اس کے اغلاط کثیرہ کے بیان میں بلکہ
ہیت جدیدہ کے مسئلہ جاذبیت کے ابطال میں بھی۔ سید صاحب ہمدرد کو بھیج دیں آپ مناسب جانیں تو آپ کے نام سے
ہواردو ہمد کے نام سے چلا جائے اور انگریزی اس کی بانگی پور کے اخبار کو بھیج دیں۔ والسلام بچے کو دعا.....

فقیر قادری ۱۲/۱۲ صفر المنظر ۱۳۳۸ھ

یہ خط مصطفیٰ رضا سے لکھوایا ہے۔

(۳۷)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز جعل کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

پتہ صحیح نہ ہونے کے سبب پہلے خط کا جواب بہت دیر میں آیا اور الرضا کی کاپیوں کی جلدی تھی۔ میں نے بعد انتظار اپنے ہی
نام سے دے دیا۔ مسودہ کی پہلی نقل آپ کو مرسل ہے۔ دبدبہ سکندری وغیرہ جہاں چاہیے بھیجے، مگر جلدی چاہیے کہ ۷ ارد بمبر
قریب ہے۔ اگر انگریزی کی جائے، تو پہلے نمبر کی اس قدر تلخیص کافی ہے۔ اس لفظ کے بعد کہ خود شمس اس کے گرد وائر اس
مضمون کو مصنف نے قرآن عظیم کی آٹھ آیتوں سے ثابت کیا اور اخیر کے دوسرے حاشیہ میں اس لفظ کے جس طرح دریا میں
مچھلی اتنا کافی ہے کہ اس مضمون کو مصنف نے آیت اور حدیثوں سے ثابت کیا ہے۔ آگے جیسی آپ کی رائے۔

یہاں شروع سال ۳۸ھ سے اوقات صلوات خمسہ کے نقشہ میں ہر مہینے یہ اضافہ ہوتا ہے، جس کی نقل بابت محرم شریف آپ کو مرسل کتاب القاضی الی القاضی کا دربار ہلال معتبرہ ہونا قیاس نہیں، صریح متون ہے کہ فی غیرہ حد و قود ظاہر ہے کہ امر ہلال بھی حد و قود نہیں۔

فتاویٰ خیرہ میں ہے:

یصح التحکیم فی مسئلۃ العینین لانہ لیس بحد ولا دنیۃ علی العاقلہ ان عبارات میں دین بفتح دال ہے۔
مجھے بخار کو آج ۳۳ روز ہوئے دعا کا طالب ہوں۔

(۳۸)

۷۸۶

اپنے اعمال کے سبب اپنے رب سے ڈرو ۷ ارب سیر کی بے اصل و بے ہودہ پیشگوئی کا خوف نہ کرو۔ دارالافتا میں جناب مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب نے بانگی پور کے انگریزی اخبار اسپرلس ۱۸ اکتوبر کے دوسرے ورق کا صرف پہلا کالم تراش کر بغرض ملاحظہ و استصواب حاضر کیا۔ جس میں امریکہ کے منجم پروفیسر ”البرٹ“ کی ہولناک پیش گوئی ہے۔ جناب نواب وزیر احمد خاں صاحب و جناب سید اشتیاق علی صاحب رضوی نے ترجمہ کیا۔ جس کا خلاصہ یہ کہ

۷ ارب سیر کو عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل، نچوں یہ چھ سیارے جن کی طاقت سب سے زائد ہے، قرآن میں ہوں گے۔ آفتاب ایک طرف ۲۶ درجے کے تنگ فاصلہ میں جمع ہو کر اسے بقوت کھینچیں گے اور وہ ان کے ٹھیک مقابلہ میں ہوگا، اور مقابلہ میں آتا جائے گا۔ ایک بڑا کوب یورنیس سیاروں کا ایسا اجتماع تاریخ ہیات میں کبھی نہ جانا گیا، یورنیس اور ان چھ میں مقناطیسی لہر آفتاب میں بڑے بھالے کی طرح سوراخ کرے گی۔ ان چھ بڑے سیاروں کے اجتماع سے چوبیس صدیوں سے نہ دیکھا گیا تھا، ممالک متحدہ و سیر میں بڑے خوفناک طوفان آب سے صاف کر دیا جائے گا۔ یہ داغ شمس ۷ ارب سیر کو ظاہر ہوگا۔ جو بے آلات کے آنکھ سے دیکھا جائے گا۔ ایسا داغ کہ آنکھ سے دیکھا جائے۔ جب سے انسانی تاریخ جاری ہوئی ہے، نہ ہوا ہوگا اور ایک وسیع زخم آفتاب کے ایک جانب میں ہوگا۔ یہ داغ شمس کرہ ہوا میں تزلزل ڈالے گا۔ طوفان بجلیاں اور سخت مینہ اور بڑے زلزلے ہوں گے، زمیں ہفتوں میں اعتدال پر آئے گی۔ فقط

الجواب

یہ سب اوہام باطلہ و ہوسات عاقلہ ہیں، مسلمانوں کو ان کی طرف اصلاً التفات جائز نہیں۔

[۱] منجم نے ان کی بنا کو اکب کے طول وسطی پر رکھی، جسے ہیات جدیدہ میں طول بغرض مرکزیت شمس کہتے ہیں۔ اس میں وہ ۶ کو اکب باہم ۲۶ درجے ۲۳ دقیقے کے فصل میں ہوں گے۔ مگر یہ فرض خود فرض باطل و مطرود اور قرآن

عظیم کے ارشادات سے مردود ہے۔ نہ شمس مرکز ہے، نہ کوکب اس کے گرد متحرک۔ بلکہ زمین کا مرکز ثقل مرکز عالم، اور سب کوکب اور خوش اس کے گرد دائر۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

(۱) والشمس والقمر بحسبان، سورج اور چاند کی چال حساب سے ہے۔

(۲) والشمس تجری لمستقر لها ذالیک تقدیر العزیز العلیم، سورج چلتا ہے ایک ٹھہراؤ کے لیے پر سا ذہا ہوا زبردست علم والے کا ہے۔

(۳) کل فی فلک یسبحون، چاند سورج سب ایک گھیرے میں پیر رہے ہیں اور فرماتا ہے۔

(۴) وسخر لکم الشمس والقمر دائبین تمہارے لیے چاند مسخر کئے کہ دونوں باقاعدہ چل رہے ہیں۔

اور سورہ رعد میں فرماتا ہے۔

(۵) وسخر الشمس والقمر کل یجری لا جل مسمی اللہ نے مسخر فرمائے چاند سورج ہر ایک ٹھہرائے وقت تک چل رہا ہے۔

یعنی اسی طرح سورہ لقمان، سورہ طائکہ، سورہ زمر، میں فرمایا..... اس پر جو جاہلانہ اختراع پیش کرے، اس کے جواب کو آئیہ کریمہ تمہیں تعلیم دی۔ الا یعلم من خلق وهو اللطیف الخبیر، کیا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے خبردار۔

تو پیش گوئی کا سرے سے مٹی ہی باطل ہے۔

[۲] یہ جسے طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں، حقیقہ کوکب کے اوساط معدلہ بہ تعدیل اول ہیں۔ جیسا کہ واقف زیجات پر ظاہر ہے اور اوساط کوکب کے حقیقی مقامات نہیں ہوتے، بلکہ فرضی اور اعتبار حقیقی کا ہے۔ ۱۷ اردیمبر کو کوکب کے حقیقی مقامات یہ ہوں گے۔

کوکب	برج	درجہ	دقیقہ
نچون	اسد	۱۱	۱۵
مشری	اسد	۱۷	۵۴
زحل	سنبلہ	۱۱	۳۹
مریخ	میزان	۹	۱۰
زہرہ	عقرب	۹	۱۹
عطارد	قوس	۳	۳۰

شمس	قوس	۲۴	۳۰
یورنیس	دلو	۲۸	۲۶

ظاہر ہے کہ ان ۶ باہمی فاصلہ: ۲۶ درجے میں محدود، بلکہ ۱۱۲ درجہ تک محدود۔ یہ تقویم اس دن تمام ہندوستان میں ریلوے وقت سے ساڑھے پانچ بجے شام اور نیویارک ممالک متحدہ امریکہ میں ۷ بجے صبح اور لندن میں دوپہر کے بارہ بجے ہوں گے۔ یہ فاصلہ ان کی تقویمات کا ہے، باہمی بعد اس سے قلیل مختلف ہوگا کہ عرض کی تو میں چھوٹی ہیں۔ اس کے استخراج کی حاجت نہیں کہ کہاں ۲۶ اور کہاں ۱۱۲۔

[۳] یہ کلام اسلامی اصول پر تھا۔ اب کچھ عقلی بھی لیجئے۔ یہ کہنا کہ: 'دو ہزار برس ایسا اجتماع نہ دیکھا گیا، بلکہ جب سے کواکب کی تاریخ شروع ہوئی ہے، نہ جانا گیا،' محض جزاف ہے۔ مدعی اس پر دلیل رکھتا ہے، تو پیش کرے۔ ورنہ روز اول کواکب درکنار۔ دو ہزار برس کے تمام زیجات بالاستیعاب اس نے مطالعہ کیے، اور ایسا اجتماع نہ پایا، یہ بھی یقیناً نہیں۔ تو دعوائے بے دلیل باطل و ذلیل اور یورنیس اور نیپچون تو اب ظاہر ہوئے، اگلی زیجات میں ان کا پتہ کہاں؟ مگر یہ کہ اوساط موجودہ سے بطریق تفریق ان کے ہزاروں برس کے اوساط نکالے ہوں۔ یہ بھی ظاہر النہی ہے اور دعویٰ محض ادعا۔

[۴] کیا سب کواکب نے آپس میں صلح کر کے آزاد آفتاب پر ایسا کر لیا ہے؟ یہ تو محض باطل ہے۔ بلکہ مسئلہ جاذبیت اگر صحیح ہے، تو اس کا اثر سب پر ہے اور قریب تر پر قوی تر، اور ضعیف تر پر شدید تر اور سرد سمبر کو اوساط کواکب کا نقشہ یہ ہے۔

تقویم

کوکب	درجہ	دقیقہ
مشتری	۱۲۹	۲۰
نیپچون	۱۲۹	۵۳
زہرا	۱۴۲	۴۲
عطارد	۱۵۳	۵۰
مرخ	۱۵۴	۱۷
زحل	۱۵۵	۴۳
یورنیس	۲۳۰	۵۷

اور ظاہر ہے کہ آفتاب ان سے ہزاروں درجے بڑا ہے۔ جب اتنے بڑے پر ۶ کی کھینچ تان اس کا منہ زخمی کرنے میں کامیاب ہوگی، تو زحل کہ اس نہایت صغیر و حقیر ہے، پانچ کی کشاکش اور ادھر سے یورنیس کی مار مار، یقیناً اس کو فنا کر دینے کو کافی ہوگی اور اس کے اعتبار سے ان کا فاصلہ بھی اور تنگ صرف پچیس درجے۔

[۵] مرتخ زحل سے بہت چھوٹا ہے اور اس کے لحاظ سے فاصلہ اور بھی کم، فقط ساڑھے ۲۴ درجے۔ تو یہ چار ہی مل کر اسے پاش پاش کر دیں گے۔

[۶] عطارد سب میں چھوٹا اور اس کے حساب سے باقی ۱۳ ہی درجہ کے فاصلہ میں ہیں، جو ۲۶ کا آدھا ہے۔ تو یہ تین عظیم ہاتھی مع یورنیس اس چھوٹی سی چڑیا کے ریزہ ریزہ کر دینے کو بہت ہیں۔ منجم نے اسی مضمون میں کہا کہ:

دو سیارے ملے ہوئے کافی ہیں ایک چھوٹے داغ شمس میں پیدا کرنے اور ایک چھوٹا طوفان برپا کرنے میں، اور

تین ان میں سے بڑا طوفان، اور بڑا داغ، اور چار فی الحقیقت ایک بہت بڑا طوفان، اور بہت بڑا داغ۔

جب آفتاب میں تین اور چار کا یہ عمل ہے، تو بے چارے عطارد و مرتخ چار اور پانچ کے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں؟ اور

زحل پر تو اکٹھے ۶ جمع ہیں۔ تو جو نسبت ان کو آفتاب سے ہے، اسی نسبت سے ان پر اثر زیادہ ہونا لازم۔ واجب تھا کہ یہ کھینچنے

والوں سے چٹ جائیں۔ لیکن ان میں نافریت بھی رکھی ہے، وہ انہیں ترمز پر لائے گی۔ جس کا صاف نتیجہ ان کا ریزہ ریزہ ہو کر

جواذب میں گم جانا۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ کمزور چیز نہایت قوی قوت سے کھینچی جائے گی، اگر دوسری طرف اس کا تعلق ضعیف

ہے، کھینچ آئے گی، ورنہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ یہ سب اگر نہ ہوگا تو کیوں؟ حالانکہ آفتاب پر اثر ضرب شدید کا مقتضی یہی

ہے اور ہوگا تو غنیمت ہے کہ آفتاب کی جان چھوٹی۔ وہ آپس میں کٹ کر فنا ہوں گے۔ نہ آفتاب کے اس طرف ۶ رہیں گے،

نہ اس کے زخم آئے گا۔

بالجملہ پیشگوئی محض باطل و پادر ہوا ہے۔ غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے۔ پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

کو اللہ تعالیٰ اپنے خلق میں جب جو چاہے کرے۔ اگر اتفاقاً بمشیت الہی معاذ اللہ ان میں سے بعض یا فرض کیجئے کہ سب باتیں

واقع ہو جائیں، جب بھی پیش گوئی قطعاً یقیناً جھوٹی ہے کہ وہ جن اوضاع کو اکب پر مبنی وہ اصول محض بے اصل من گڑھت ہیں،

جن کا مہمل و بے اثر ہونا خود اسی اجتماع نے روشن کر دیا۔ اگر جاذبیت صحیح ہے تو یہ اجتماع نہ چاہیے اور اگر اجتماع قائم ہے، تو

جاذبیت کا اثر غلط ہے۔ بہر حال پیش گوئی باطل ہے واللہ یقول الحق و هو یهدی السبیل۔

[۷] جاذبیت پر ایک سہل سوال اوج و حضیض شمس سے ہوتا ہے، جس کا ہر سال مشاہدہ ہے۔ نقطہ اوج پر کہ اس کا

وقت تقریباً سوم جولائی ہے۔ آفتاب زمین سے غایت بعد پر ہوتا ہے اور نقطہ حضیض پر کہ تقریباً سوم جنوری ہے، غایت قرب پر۔

یہ تفاوت اکتیس لاکھ میل سے زائد ہے کہ تفتیش جدید میں بعد اوسط نو کروڑ اکتیس لاکھ میل بتایا گیا ہے اور ہم نے حساب کیا، مابین

المرکزین دو درجے پینتالیس ٹائے یعنی ۳۹۲، ۲۴۵، ۲۶ بعد ۸۰۲، ۹۴۵۸۰۲ میل ہوا، اور بعد اقرب ۹۷۴، ۹۱۳۳۱، ۹۱۳۳۱ میل، تفاوت

۳۱،۱۶،۰۵۲ میل۔ اگر زمین آفتاب کے گرد اپنے مدار بیضی پر گھومتی ہے جس کے مرکز اسفل میں آفتاب ہے جیسا کہ ہیئت جدیدہ کا زعم ہے تو

اولاً نافریت ارض کو جاذبیت شمس سے کیا نسبت کہ آفتاب حسب بیان اصول علم الہیات ہیئت جدیدہ میں بارہ لاکھ پینتالیس ہزار ایک سو تین زمینوں کے (برابر ہے) اور ہم (۱) بر بنائے مقررات تازہ اصل کرومی پر حساب کیا تو اس سے بھی زائد آیا۔ یعنی آفتاب تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن زمینوں کے برابر ہے۔ وہ جرم کہ اس کے بارہ تیرہ لاکھ حصوں میں سے ایک کے بھی برابر نہیں، اس کی کیا مقاومت کر سکتا ہے؟ تو گرد دورہ کرنا نہ تھا۔ بلکہ پہلے ہی دن کھینچ کر اس میں مل جاتا۔ کیا بارہ تیرہ لاکھ آدمی مل کر ایک کو کھینچیں تو وہ کھینچ نہ سکے گا، بلکہ ان کے گرد گھومے گا؟

ثانیاً جب کہ نصف دور میں جاذبیت شمس غالب آ کر اکتیس لاکھ میل سے زائد زمین کو قریب کھینچ لائی، تو نصف دوم میں اسے کس نے ضعیف کر دیا کہ زمین پھر اکتیس لاکھ سے زیادہ دور بھاگ گئی۔ حالانکہ قریب موجب قوت اثر جذب ہے تو حنیض پر لا کر جاذبیت شمس کا اثر اور قوی تر ہوتا، اور زمین کا وقتاً فوقتاً قریب تر ہوتا جانا لازم تھا نہ کہ نہایت قرب پر آ کر، اس کی قوت ست پڑے، اور زمین اس کے نیچے سے چھوٹ کر پھر بھی اتنی ہی دور ہو جائے۔ شاید جولائی سے جنوری تک آفتاب کو راتب زائد ملتا ہے، قوت تیز ہوتی ہے اور جنوری سے جولائی تک بھوکا رہتا ہے، کمزور پڑ جاتا ہے۔ دو جسم اگر برابر کے ہوتے، تو یہ کہنا کہ ایک ظاہری لگتی ہوئی بات تھی کہ نصف دور میں یہ غالب ہوتا ہے، اور نصف دور میں وہ نہ کہ وہ جرم کے زمین کے ۱۲ لاکھ امثال سے بڑا ہے، اسے کھینچ کر ۳۱ لاکھ میل سے زیادہ قریب کرے، اور عین شباب اثر جذب کے وقت ست پڑ جائے، اور ادھر ایک ادھر ۱۲ لاکھ سے زائد پر غلبہ و مغلوبیت کا دورہ پورا نصف نصف پر قرار پائے۔

ثالثاً خاص انہیں نقطوں کا تعین اور ہر سال انہیں پر غلبہ و مغلوبیت کی کیا وجہ؟ بخلاف ہمارے اصول کے کہ زمین ساکن اور آفتاب اس کے گرد ایک ایسے دائرہ پر متحرک جس کا مرکز عالم سے اکتیس لاکھ سولہ ہزار باون میل باہر ہے۔

اگر مرکز متحد ہوتا، زمین سے آفتاب کا بعد ہمیشہ یکساں رہتا۔ مگر بوجہ خروج مرکز جب آفتاب نقطہ اپر ہوگا، مرکز زمین سے اس کا فصل ءج ہوگا۔ یعنی بقدر اب نصف قطر مدار شمس + ب ج مابین مرکزین اور جب ءیر ہوگا، اس کا فصل ءج ہوگا۔ یعنی بقدر ب ء نصف قطر مدار شمس - ب ج مابین مرکزین۔ دونوں فصلوں میں بقدر دو چند مابین مرکزین فرق ہوگا، یہ اصل کرومی پر ہے۔ لیکن بعد اوسط اصل بیضی میں بعد اوسط منصف مابین مرکزین پر ہے، تو بعد اوسط + نصف مابین مرکزین = بعد ابعد -

نصف مذکور = بعد اقرب لاجرم مابین مرکزین فرق ہوگا، اور یہی نقطے اس قرب و بعد کے لیے خود ہی متعین رہیں گے۔ جن میں نہ جاذبیت کا جھگڑا، نہ قربت کا بکھیرا۔ ذالک تقدیر العزیز العظیم یہ سادھا ہوا زبردست جاننے والا کا جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیند والہ و صحبہ وسلم۔ بیان منجم میں اور بہت اغلاط ہیں۔ جن کی طرف التفات نہ کیا۔ واللہ

سبحانہ و تعالیٰ اعلم

(۳۸)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فِرَّةَ عَیْنِی وَ لَدِی الْاَعْزَی مَوْلَانَا مُحَمَّدَ ظَفَرِ الدِّیْنِ جَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی كَاسْمِهِ ظَفَرِ الدِّیْنِ اٰمِیْنِ

السَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ بِرِکَاتِهِ

آج ۲۳ دن ہوئے۔ آپ کو جواب لکھوا چکا ہوں۔ ۷ ارب ربیع الاول شریف کو مفصل خط اپنی علالت وغیرہ کا بھیجا۔ ساڑھے پانچ مہینے سے زائد ہوئے، میری آنکھ پر آشوب آیا۔ سوا پانچ مہینے تک لکھنا پڑھنا موقوف رہا۔ مسائل سن کر زبانی جواب لکھواتا رہا۔ اسی طرح بعض رسائل لکھوائے، آنکھ پر اب تک بہت ضعف ہے۔ مجبور ہو کر اب ایک ہفتے سے لکھنا شروع کر دیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ کافی ہے ۱۲ ارب ربیع الاول شریف سے طبیعت ایسی علیل ہوئی کہ کبھی نہیں ہوئی تھی۔ چار چار پہر پیشاب بھی بند رہا۔ میں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا تھا، مولیٰ تعالیٰ نے فضل کیا۔ مرض زائل ہوا۔ مگر آج دو مہینے کامل ہوئے، ضعف میں فرق نہیں۔ مسجد کو چار آدمی کرسی پر بٹھا کر لے جاتے، اور کرسی پر لاتے ہیں۔ اسی حالت میں ترک موالات و ترک تعاون و استعانت بکفار و اذخالی مشرکین، مسجد وغیرہ امور دائرہ پر ایک جواب لکھنا پڑا کہ پانچ جز سے زائد ہو گیا۔ آیہ کریمہ تمتحہ کی اس میں بحث کافی کر دی گئی۔ اسی کے لحاظ سے اس کا نام الحجۃ المومنین فی آیۃ الممتحنہ رکھا، یہ رسالہ چھپ رہا ہے۔ جس دن آپ کو خط لکھا تھا اسی دن سے مطبع میں آیا ہے۔ ۴ صفحوں تک کاپیاں ہو گئی ہیں۔ کچھ فرے چھپ گئے ہیں۔ بعد تکمیل انشاء اللہ تعالیٰ حاضر کرے گا۔

بدایونی شرارتیں تین مہینے سے پھر ترقی پر ہیں احباب ان کے جواب لکھتے ہیں ان کے سننے بنوانے میں بھی وقت صرف ہوتا ہے اور طبیعت کی یہ حالت ہے۔ جواب سے عاجز آتے ہیں، تو انہیں کچھری یاد آتی ہے۔ کوئی تین ہفتے ہوئے، بدایوں کے کسی مقدمہ دیوانی میں نام سمن بھیجوا یا کہ اس بارے میں جو فتویٰ تم نے لکھا تھا، جس جلد میں ہوا سے لے کر تصدیق کو آؤ۔ بارے بحمد اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ نے انہیں خائب و خاسر کیا، مجھے جاننا نہ ہوا اور وہ مقدمہ شاید فیصل بھی ہو گیا۔ آپ کا رسالہ بالا ستیاب اب تک میں انہیں وجوہ سے نہ دیکھ پایا۔ متفرق مقامات سے کچھ کچھ دیکھا ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً کثیراً اچھا ہے۔ مگر مشائخ بہار کی طرف سے یہ تاویل کہ انہوں نے کوئی دنیوی کام سمجھ کر اتباع رائے مشرک جائز رکھا ہے۔ میری سمجھ میں نہ آئی۔ سلطنت اسلام کی حمایت اور امامان مقدسہ کی حفاظت جن کا پس روان گاندھی کو ادا ہے، کیا کوئی دنیوی کام ہے؟ اور وہ تو یہاں تک اونچے اڑ رہے ہیں کہ جو اس میں شرکت نہ کرے، مسلمان ہی نہیں تو اسے نہ صرف کاروین بلکہ ضروریات دین جانتے ہیں۔ بہر حال اسے دیکھ کر اللہ چاہے، تو اسے جلد واپس کرنے کا ارادہ ہے۔ بچی مرحومہ کو جس طرح خواب میں دیکھا جاتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت مبارک ہے۔ نہانا رحمت و برکت ہے، اور برہنگی دلیل حاضری بارگاہ ہے کہ دربار عزت میں حاضری یو ہیں ہوگی۔ قال اللہ تعالیٰ: لقد جنتمونا کما خلقنکم اول مرة • وقال صلی اللہ علیہ وسلم: انکم

تحشرون حفاة عراة اور دیکھنے والوں کو صحیح اعمال کی تشبیہ و انداز ہے۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم: انا النذیر العریان حضرت سرمد کا شعر ہے

پوشاندہ لباس ہر کر ایسے دید
بے عیاں را لباس عریانی داد
(۳۹)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز حامی السنن مولانا مولوی محمد ظفر الدین

صاحب جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

میں ۱۲ ربیع الاول شریف کی شام سے جو علیل ہوا، تو اب تک یہ حالت ہے کہ چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد کو لے جاتے، اور لاتے ہیں۔ آپ کے رسالہ میں بہت دیر ہوئی، دس بارہ روز ہوئے کہ اسے تین جلسوں میں دیکھ لیا۔ بحث خلافت کو چاہا کہ تمام کر دوں، خطبہ صدارت مولوی عبدالباری صاحب میں اس کے متعلق ۱۵ سطریں ہیں، اور بہت ہڈیاں۔ رسالہ آزاد میں ائمہ عقائد و حدیث و فقہ کی ۷۵ عبارتیں نکالیں۔ کچھ آپ کے رسالہ کے حاشیہ پر لکھیں۔ پھر جداترک کے اوراق بڑھائے۔ فقط ۱۵، سطر لکھنوی کے رد تک ۱۰ اوراق ہو گئے۔ رد آزاد جدا رہا۔ لہذا اسے ملتوی رکھا۔ وہ عبارات کاٹ دیں اور جس قدر پر آپ نے اکتفا کی تھی اسی قدر کی تمیم کر دی۔

۱۳ تا ۱۵ رجب مطابق ۲۶ تا ۲۳ مارچ سے گاندھیوں کا بھاری جلسہ بریلی میں ہونے کو ہے۔ احباب کی رائے ہے کہ اپنے علما بھی ایام ندوہ کی طرح جمع ہوں۔ اگر یہ قرار پایا، تو آپ کو آنا ضرور ہوگا، تیار رہیے۔ اگر میں ۱۱ یا ۱۲ رجب کو تارووں تو باذنہ تعالیٰ فوراً تشریف لائیے، اس کی رسید سے مطلع فرمائیے۔ بچوں کو دعا۔ والسلام.....

فقیر قادری ۳ رجب المرجب یوم الاثنین ۱۳۹ھ

در مختار شامی کی عبارتیں کاٹ دی تھی کہ سلسلہ کتب فقہ میں رکھی جائیں۔ جب وہ سلسلہ ہی نہ رہا، تو یہ عبارتیں قائم رہیں گی۔ تقریظ نہ لکھی کہ کتاب یہیں سے منسوب ہو جائے گی اور یوں بعونہ تعالیٰ زیادہ مفید ہوگی۔

(۳۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 لِحَمْدِهِ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
 مَوْلَانَا الْمَکْرَمِ ذِی الْمَجْدِ وَالْکَرَمِ اَکْرَمِکُمْ اللّٰهُ تَعَالٰی
 السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ

حالاتِ حاضرہ و مضائبِ دائرہ نے اسلام و مسلمین کو جس درجہ سراسیمہ و پریشان کیا ہے، آپ جیسے واقف کار حضرات سے مخفی نہیں۔ علمائے اہل سنت و جماعت اگر اب بھی بیدار نہ ہونگے تو (خدا نہ خواستہ) وہ دن دور نہیں کہ سوائے کفِ افسوس ملنے کے اور کچھ چارہ کار نہ پائیں گے۔ انہیں ضرورتوں کو محسوس کر کے علمائے اہل سنت و جماعت کا ایک مہتمم بالشان جلسہ ۲۲/۲۳/۲۴ شعبان المعظم روز دو شنبہ سے شنبہ چہار شنبہ کو ہونا قرار پایا ہے۔ میں جناب کی اعانت دینی و توجہ مذہبی سے امید واثق رکھتا ہوں کہ اس ضروری دینی کام کو سب کاموں پر مقدم سمجھیں گے اور تشریف لا کر اپنے مفید مشورہ اور مواعظِ حسنہ سے مسلمانوں کی اصلاح احوال فرمائیں گے اور جو صاحب اس کار خیر میں اپنے صرف کے متحمل نہ ہو سکیں جلسہ ان کی خدمت کے لیے حاضر ہے۔

والسلام مع الاکرام

فقرا احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ محلہ سوداگران بریلی۔

جناب کی تشریف آوری اشد ضروریات سے ہے۔ روانگی سے قبل پہنچنے کے وقت سے مطلع فرمائیں۔ محمد حسنین رضا خان

ناظم جمعیت.....

(۳۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

وَلَدِی الْاَعَزُّ مَوْلَانَا الْمَکْرَمُ مَوْلٰوِی ظَفَر الدِّیْنِ صَاحِبِ جَعَلَهُ اللّٰهُ کَاسْمَهُ ظَفَر الدِّیْنِ

السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ

مبارک، مبارک، مبارک۔ مولانا مولوی عبدالباری صاحب نے ان ایک سوا ایک اور ان کے امثال سے توبہ چھاپ دی۔

ملاحظہ ”ہمد“ ۱۱/۱۲ رمضان المبارک روز جمعہ ۲۰ مئی ۲۰ ص ۳۳ ک ۲۔

میں نے بہت گناہ دانستہ کیے اور بہت سے نادانستہ سب کی توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں نے امور قولاً و فعلاً و تقریراً بھی کئے ہیں جن کو میں گناہ نہیں سمجھتا تھا، مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ان کو کفر یا ضلال یا معصیت ٹھہرایا۔ ان سب سے اور ان کے مانند امور سے جن میں میرے مرشدین اور مشائخ سے میرے لیے کوئی قدوہ نہیں ہے، محض مولوی صاحب موصوف پر

اعتماد کر کے توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ میری توبہ قبول کر۔ فقیر عبدالباری عفی عنہ

فقیر کی رائے میں فوراً ایک جلسہ تہنیت توبہ مولانا مولیٰ عبدالباری صاحب لکھنوی چھاپ کر اس کی تہنیت کا جلسہ وہاں بھی کیا جائے اور اس میں وہ تحریر جو میں نے انہیں توبہ کے لیے بھیجی تھی پڑھ کر سنائی جائے۔ اس کی نقل انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب حاضر کرتا ہوں پھر ان کے یہ الفاظ توبہ پڑھ کر سنائے جائیں اور جلسہ کی طرف سے اس کی مبارک باد کا تار مولوی عبدالباری صاحب کو دیا جائے اور مسلمانوں کو سمجھایا جائے کہ اس طرف عالم کہلانے کے مستحق ایک یہی تھے۔ مولیٰ تعالیٰ نے ان کو ہدایت فرمائی۔ کہ مشرکوں سے اتحاد اور وہابیہ وغیرہ ہم بے دینوں کے میل سے توبہ فرما کر خالص سنی ہو گئے۔ ہمارے سنی بھائی جو غلطی میں پڑے ہوئے تھے، انہیں فوراً واپس آنا چاہیے۔ ہنود و دیابنہ و جدید بد مذہبیاں سے قطع کر کے خالص سنی جماعت انصار الاسلام میں کہ حمایت سلطنت اسلام و اماکن مقدسہ کے لیے قائم ہوئی ہے، شریک ہو جائیں۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ از کوہ بھوالی پیش ڈاکخانہ شب ۱۵ ماہ مبارک ۱۳۹ھ

(۴۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ولدی الاعز مولانا المکرم جعل کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمة وبرکاتہ

خط ملا یہ نعمت تازہ مبارک ہو اس کا نام وہ رکھے کہ ہندوستان میں کسی عورت کو نصیب نہ ہو۔ یعنی حضرت ربیع بنت معوذ انصاریہ صحابیہ بنت صحابی علیہما الرضوان کے نام پر ربیع خاتون [۱۳۳۹ھ]۔ مولوی عبدالباری صاحب سے میرا کچھ مکاتبہ بھی ہو رہا ہے۔ باذنہ تعالیٰ اس کا نتیجہ سب مراد ہوا، تو یا ان کو بلاؤں گا یا بعونہ تعالیٰ تحریر ہی کافی ہوگی۔ میں نے مبارک باد توبہ کا تار انہیں بھیجا تھا، جس کے جواب میں دو شبے انہوں نے لکھ کر بھیجے۔ ان کا جواب یہاں سے ۱۹ ماہ مبارک کو بھیج چکا ہوں۔ اب یہ انتظار ہے کہ کیا پہلوا اختیار کرتے ہیں۔ وحبسنا اللہ ونعم الوکیل بچوں کو دعا۔

نینی تال یہاں سے ۷ میل ہے۔ وہاں مکان ملنا بہت دشوار ہے۔ جس مکان میں دو روز رہا، بہت تنگ و تاریک و پست تھا۔ اب یہاں بھوالی میں دو مکان ساڑھے تین سو کو لیے۔ جن صاحب کی نسبت آپ نے لکھا ہے۔ ان کی مذہبی و علمی و عملی حالات سے اطلاع دیجئے۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از کوہ بھوالی پیش ڈاکخانہ بازار ضلع نینی تال شب ۲۳ ماہ مبارک ۱۳۹ھ

(۲۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
لا تیسوا من روح اللہ

ولدی الاعز مولانا المکرم جعل اللہ کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا، نام کے لیے کارڈ پہلے بھیج چکا ہوں۔ مولوی عبدالباری صاحب نے میرا خط رجسٹری واپس کر دیا۔ ان کی جو رجسٹری آئی تھی اس کے لفافہ پر لکھا تھا 'مظفر علی محرز' میں نے اس کے لفافہ پر لکھوا دیا 'حشمت لکھنوی محرر دارالافتاء'۔ وہ کل واپس آیا۔ میں نے اسی وقت دوسرے لفافہ میں رجسٹری کرادیا، اور لفافہ پر 'مصطفیٰ رضا' کا نام لکھوا دیا۔ شاید اسے بھی وہ واپس کریں کہ آج ان کا خط آیا۔

گرامی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کر چکا ہوں۔ غالباً اسی کا جواب ہوگا۔ جو نام سے دوسرے شخص کے رجسٹری شدہ کل میرے پاس پہنچا۔ اس وقت گزشتہ واقعات اور اشتہارات کا خیال کر کے مجھے مناسب معلوم ہوا کہ میں اسے واپس کر دوں اور نہایت ادب سے عرض کروں مجھے جناب کے نام سے جو اعتماد ہوگا۔ وہ زید و عمر کے نام سے نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کا افسوس ہے کہ جواب والا کوتاہی سے حاصل کروں گا۔ مگر اس کا منتظر ہوں۔

اب اگر وہ اسے واپس کریں گے تو سہ بارہ میں اپنے نام سے رجسٹری کر دوں گا۔ وہ اس خط پر پھر کچھ چمکے ہیں۔ عبارت مذکور کے بعد فرماتے ہیں۔ فقیر یہ چاہتا ہے کہ جناب نے جو امور تحریر فرمائے ہیں، جہاں تک تفصیلاً ان سے توبہ کر سکے توبہ کر لیے آگے اسلام برائے نام پر جو شبہ ہوا ہے کہ میری مراد کمال ایمان کی ندرت تھی اس سے اس طرح توبہ کر سکتا ہوں کہ عبارت اپنی لکھوں اور اس کے بعد لکھوں اس کا مطلب اگر یہ ہے جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحریر فرمایا ہے، تو اس سے بصدق دل توبہ کرتا ہوں۔

حالانکہ ان کی عبارت کا قطعاً یہی مطلب ہے..... صادق العباد مسلم کہاں ہیں جن میں سے کافروں کا امتیاز کیا جائے..... کیا جو مسلمان کامل الایمان نہیں ہوتے، کافروں سے امتیاز نہیں رکھتے؟ کافروں سے ممتاز وہی نہ ہوگا، جو سرے سے اسلام ہی نہیں رکھتا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔

مولانا آپ اس کا احساس نہیں کر سکتے کہ میری اس جسارت توبہ پر کس قدر مجھ پر ہر چہا طرف سے یورش ہے۔ میں اس کو علامت قبولیت توبہ سمجھتا ہوں، اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے۔ میں نے اسی وجہ سے ایک تحریر 'ہدم' میں اس تحریر کے واپس کرنے پر بھی لکھ دی ہے۔ اس قدر اہتمام ہے کہ ہمارے اکابر نے اعیان علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی ہے، جو حقوق اسلام کے ہیں ان سے ان کو کبھی محروم نہیں رکھا ہے۔ مرزا محمد تقی تبرائی نہ تھے ہمارے اکابر مجتہدین لکھنؤ سے جو تعلق رکھتے تھے، اس کو ہم نے دیکھا

ہے، اور برتاؤ ہے۔ ان کی عیادت، دعوت، تعزیت میں برابر ہم لوگ شرکت کرتے رہے ہیں۔ موالات نصاریٰ سے جس قدر تحرز تھا، اس قدر ہنود کے ساتھ تحرز ہم نے نہیں دیکھا ہے۔ اس واسطے نفس مدارات ہنود کو ہم ممنوع نہیں قرار دے سکتے۔ مگر غلو و تعظیم سے توبہ کر سکتے ہیں۔ علاوہ اس کے جو تحریک اس وقت مقابل انگریزوں کے جاری ہے، ہم اس میں اعتدال کے ساتھ ہنود کو اپنے ساتھ سے علیحدہ کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ یہ خلاصہ ہے ہمارے مقاصد کا، اس کے اندر رہ کر ہم آپ کی ہر تعمیل ارشاد کو حاضر ہیں ہم چاہتے ہیں کہ جلد کسی عمدہ نتیجہ پر پہنچ جائیں ورنہ سخت کوشش باہم رنجش ڈالنے کی ہوگی۔

اس خط کے بعد جلسہ تہنیت موقوف کرنے کی ضرورت میری سمجھ میں نہیں آتی، اگرچہ یہ ان کا چوتھا رنگ ہے اور معلوم نہیں کہ کل پانچواں کیا ہو۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ شب ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۹۹ھ

بنارس سے ایک خط میرے نام آیا ہے جو بعینہ مرسل ہے، وہ دو روز کے لیے آپ کو بلاتے ہیں، آپ ہی اس کا جواب

انہیں لکھیں۔ والسلام

از بھوالی ضلع نینی تال پیش ڈاکخانہ

(۲۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز جعل کاسمہ ظفر الدین

آپ خط متعلق بانکہ پور کا جواب دے چکا ہوں۔ آپ کا یہ خط آج ۶ بجے شام کو آیا اور یہاں پانچ بجے شام سے تار نہیں لیا جاتا۔ لہذا بریلی خط لکھ دیتا ہوں کہ وہ بھی غالباً کل آئندہ کے تار کے برابر پہنچے۔ ہماری طرف مدرسین و واعظین کم بلکہ معدوم ہیں۔ منظر اسلام میں خود مدرس کی کمی ہے۔ مگر میں آپ کے خط کی دونوں صورتیں لکھ بھیجتا ہوں۔ وہاں کے لوگ جیسا مناسب سمجھیں گے، عمل کریں گے۔ مولیٰ تعالیٰ وہ کرے، جس میں خیر ہو۔ ایک ضروری بات آپ سے بہت دنوں سے پوچھنے کو ہوں۔ جب آپ شملہ میں تھے، اور وہاں کا نقشہ رمضان شریف یہاں سے بھیجا گیا، اور آپ نے شاید ۲۷ اگست کی نسبت مجھے لکھا تھا کہ چارمنٹ احتیاطی بڑھانے سے بہت فائدہ ہوا۔ یہاں آج غروب آفتاب اصل وقت سے چارمنٹ بعد یعنی وقت نقشہ کے مطابق ہوا، اس میں یہ باتیں دریافت طلب ہیں۔

(۱) وہ گھڑی جس سے آپ نے دیکھا تھا، صحیح تھی اور اسی دن تارے سے ملائی گئی تھی یا کیا؟

(۲) وہ جگہ جہاں غروب دیکھا وہاں زمین نظر آتی تھی، یا پہاڑ کے پیچھے چھپا۔ اگر پہاڑ کے پیچھے چھپا، تو اس کی بلندی کتنی تھی۔

(۳) آپ نے جس جگہ دیکھا وہ شملہ کا غایت ارتفاع تھا، یا اس کی چوٹی وہاں سے کس قدر بلندی تھی؟

(۴) بعض انگریزی کتب غالباً سروے کی کتابوں میں پہاڑوں کے ارتفاعی فٹ لکھے ہوئے ہیں۔ سید سلطان احمد صاحب نینی تال، بھوالی، مسوری وغیر ہا دس بارہ پہاڑوں کی بلندیاں مجھے لکھ دی تھیں، ان میں شملہ نہ تھا۔ اگر کہیں سے شملہ کے ارتفاعی فٹ معلوم ہو سکیں تو ضرور اطلاع دیجیے۔

(۵) کیا ممکن ہے کہ آپ اگست کی اسی تاریخ یا جس تاریخ غروبِ افق زمین سے دکھائی دے سکے شملہ جانے کی تکلیف فرمائیں، اور اسی روز کی ملائی ہوئی صحیح گھڑی سے غروب دیکھیں، اور مصارفِ مجھ سے لیں، یا اس جگہ کا صحیح پتہ بتائیں کہ دوسرے کو بھیج کر یہ کام لوں۔ والسلام..... بچوں کو دعا۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(۴۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 ولدی الاعز مولانا المکرم جعل کاسمہ ظفر الدین
 السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولیٰ عزوجل پر توکل کر کے قبول کر لیجئے۔ وہ کریم اکرم الاکر میں برکات وافرہ عطا فرمائے اور آپ کو دین سے اور دین کو آپ سے نصر موزر پہنچائے۔ آمین آمین بجاہ الکریم المعین علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم اور احسن یہ کہ استخارہ شرعیہ کر لیجئے۔

آپ کا خط دربارہ پریشانی دنیا آیا تھا۔ ہفتے ہوئے اور اس کا جواب آج دوں کل دوں، مگر طبیعتِ علیل۔ بار بار بخار کے دورے اور اعدائے دین کا ہر طرف سے ہجوم۔ ان کی دفع میں فرصت معدوم۔ علاوہ اس کے سو سے زیادہ جواب فتاویٰ کے اس مہینہ کے اندر چار رسالے تصنیف کر کے بھیجئے ہوئے اور میری تنہائی اور ضعف کی حالت معلوم۔ وحسبنا وربی ونعم الوکیل۔ اس سے اعتماد رہتا ہے۔ کہ عدم جواب کو اوزار صحیحہ پر خود محمول فرمائیں گے۔

اس خط کے جواب میں یہ چاہا تھا کہ آیات و احادیث دربارہ ذم دنیا و متع التفات بہ تمول اہل دنیا لکھ کر بھیجوں۔ مگر وہ سب بفضلہ تعالیٰ آپ کے پیش نظر ہیں۔ فلاں کو دست غیب ہے، فلاں کو حیدر آباد میں رسوخ ہے، یہ تو دیکھا مگر یہ نہ دیکھا کہ آپ کے پاس بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے، ثبات علی السنہ ہے۔ ان کے پاس علم نہیں یا علم مضرب ہے۔ اب کون زائد ہے، کس پر نعمت حق بیشتر ہے؟ بشرط ایمان وعدہ علو و غلبہ باعتبار دین ہے، نہ یہ کہ دنیوی امور میں مومنین کو تفوق رہے۔ دنیا جن مومن ہے جن میں جتنا آرام مل رہا ہے کیا محض فضل نہیں؟ دنیا فاحشہ ہے، اپنے طالب سے بھاگتی، اور ہارب کے پیچھے دوڑتی ہے۔ دنیا میں مومن کا قوت کفاف بس ہے۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۳۹/۱۱/۱۳

مکتوب

(۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

برادر دینی و یقینی سنی مستقل مستقیم باذن المولی الکریم مولوی عرفان علی صاحب

رضوی سلمہ

بعد سلام مسنون سید ضمیر الحسن صاحب سلمہ کی زبانی حال پر ملال انتقال بر خودار معلوم ہوا اناللہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ کا ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کے یہاں عمر مقرر ہے، اس سے کمی و بیشی نامتصور ہے۔ بے صبری سے کئی چیز واپس نہیں آسکتی۔ ہاں اللہ کا ثواب جاتا ہے، جو ہر چیز سے اعز و اعلیٰ ہے، اور محروم تو وہی ہے جو ثواب سے محروم رہا صحیح حدیث میں ہے جب فرشتے مسلمان کے بچے کی روح قبض کر کے حاضر بارگاہ ہوتے ہیں مولیٰ عزوجل فرماتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے۔ کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟ عرض کرتے ہیں: ہاں اے رب ہمارے۔ فرماتا ہے: کیا تم نے دل کا پھل توڑ لیا؟ عرض کرتے ہیں: ہاں اے رب ہمارے۔ فرماتا ہے: پھر اس نے کیا کہا؟ عرض کرتے ہیں: تیری حمد بجالایا، اور الحمد للہ کہا۔ فرماتا ہے: گواہ رہو میں نے اسے بخش دیا، اور جنت میں اس کے لیے مکان تیار کرو، اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے تین بچے نابالغی میں مرجائیں گے، آتش دوزخ سے اس کے لیے حجاب ہو جائیں گے۔ کسی نے عرض کی: اگر دو مرے ہوں؟ فرمایا: دو بھی۔ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: اگر کسی کا ایک ہی مرا ہو؟ فرمایا: ایک بھی۔ اسے نیک سوالوں کی توفیق دی گئی۔ اس حکم میں ماں باپ دونوں شامل ہیں۔ آپ اور آپ کے گھر دونوں صاحب یہ دعا پڑھیں۔ انشاء اللہ العزیز اللہ عزوجل نعم البدل عطا فرمائے گا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

الحمد لله عسى ربنا ان يبدلنا خيرا منها انا الى ربنا راغبون . اللهم اجرني في مصيبي واخلف لي خيرا منها صحیح حدیث میں ہے۔ جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زوجہ مقدسہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ دعا تعلیم فرمائی اور ارشاد ہوا کہ جو چیز فوت ہوتی ہے، اس سے بہتر ملتی ہے۔ حضرت ام سلمہ نے دعا پڑھی مگر اپنے دل میں کہتی تھیں ابو سلمہ سے بہتر کون ملے گا؟ عدت کے دن گزرنے سے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا۔ اپنے والد ماجد اور سب اعزہ کو فقیر کا سلام پہنچا کر یہ خط سنائیے اور سب یہ دعا پڑھیں۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا عنی عنہ بستم ذی الحجۃ الحرام ۱۳۶ھ

(۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر دینی و یقینی مولوی عرفان علی سلمہ

بعد ہدیہ سنت مولیٰ عزوجل مرحوم کو جو اررحمت میں جگہ دے، اور مدارج عالیہ بخشے اور آپ سب صاحبان کو صبر و اجر عطا کرے اور مدارج عالیہ بخشے۔ اسی کا ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کے یہاں ایک عمر مقرر ہے، جس میں کمی بیشی نامتصور ہے اور محروم تو وہ ہے، جو ثواب سے محروم رہا، بے صبری سے جانے والی چیز واپس آئے گی، ہرگز نہیں۔ مگر مولیٰ تبارک تعالیٰ کا ثواب جائے گا۔ وہ ثواب کہ لاکھوں جانوں کی قیمت سے اعلیٰ ہے، تو کیا مقتضائے عقل ہے کہ کھوئی ہوئی چیز ملے بھی نہیں اور ایسی عظیم ملتی ہوئی دولت خود ہاتھ سے کھوئی جائے۔ صابروں کو اجر حساب سے نہ دیا جائے گا۔ بلکہ بے حساب۔ یہاں تک کہ جنہوں نے صبر نہ کیا تھا، روز قیامت تمنا کریں گے۔ کاش ان کے گوشت قینچیوں سے کترے جاتے، اور یہ ثواب پاتے۔ دوسرے کے جانے کی فکر اس وقت چاہیے کہ خود جاننا نہ ہو اور جب اپنے سر پر بھی جانا رکھا ہے تو فکر اس کی چاہیے کہ جانا اچھی طرح ہو کہ وہاں مسلمان عزیزوں سے نعمت کے گھر میں ایسا ملنا ہو کہ پھر کبھی جدائی نہیں۔ لاجول شریف کی کثرت کیجئے، اور ساٹھ بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لیا کیجئے آپ بفضلہ تعالیٰ عاقل ہیں اوروں کو ہدایت صبر کیجئے۔ سب کو دعا

وسلام

فقیر احمد رضا قادری ۱۸ شعبان المعظم ۱۳۲۷ھ

(۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

نور دیدہ وراحت رواں من مولوی عرفان علی صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

آدمی کو اس قدر گھبرانانا چاہیے۔ اللہ عزوجل پر توکل چاہیے۔ بد معاش لوگ ایسی دھمکیاں دیا کرتے ہیں، وہ محض بے اصل باذن اللہ تعالیٰ ہوتی ہیں۔

(۱) صبح و عصر کی فرضوں کے بعد قبل کلام کرنے اور قبل پاؤں بدلنے کی اسی ہیات التہیات پر بیٹھے ہوئے دس بار

پڑھیے: لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له له الملك وله الحمد بیده الخیر یحیی ویمیت وهو علی کل شئی قدیر صبح کو پڑھیے شام تک ہر بلا سے محفوظ رہیے، اور شام کو پڑھیے تو صبح تک۔ عصر کے بعد نہ ہو سکے، تو مغرب کے فرضوں کے بعد پڑھیے۔

(۲) صبح یعنی آدھی رات ڈھلے سے سورج نکلنے تک اور شام یعنی دوپہر ڈھلے سے سورج ڈوبنے تک اس بیچ میں کسی وقت دس دس بار حسبی اللہ لا الہ الا ہو علی تو کلت و هو رب العرش العظیم صبح کا پڑھنا شام تک ہر بلا سے امان ہے، اور شام کا صبح تک۔

(۳) تین تین بار تینوں قل صبح و شام بھی فائدے رکھتے ہیں۔

(۴) صبح و شام تین تین بار بسم اللہ، ماشاء اللہ، لا یسوق الخیر الا اللہ، لا یصرف السوء الا اللہ،

ماشاء اللہ ما کان من نعمۃ فمن اللہ، ماشاء اللہ، لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کیجیے۔ صبح کا پڑھنا شام تک جلنے، ڈوبنے، چوری، سانپ، بچھو، شیطان، قہر حاکم سے امان ہے، اور شام کا صبح تک۔ یہ تعویذ بھیجتا ہوں بازو پر رکھیے؛ اور اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے۔

فقیر احمد رضا قادری، ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ

(۴)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادرم سلمہ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مولیٰ تعالیٰ آپ کے ایمان، آبرو، جان، مال کی حفاظت فرمائے۔ بعد نماز عشا ایک سو گیارہ بار و طفیل حضرت دستگیر دشمن ہوئے زیر پڑھ لیا کیجیے۔ اول، آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف اور آپ کے والد ماجد صاحب کو مولیٰ تعالیٰ سلامت باکرامت رکھے، ان سے فقیر کا سلام کہیے، یہی عمل وہ بھی پڑھیں۔ نیز آپ دونوں صاحب ہر نماز کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی اور علاوہ نمازوں کے ایک ایک بار صبح و شام سوتے وقت بعونہ تعالیٰ ہر بلا سے حفاظت رہے گی۔ دوپہر ڈھلے سے سورج ڈوبنے تک شام ہے اور آدھی رات ڈھلے سے سورج چمکنے تک صبح۔ اس بیچ میں ایک ایک بار علاوہ نمازوں کے ہو جایا کرے اور ایک بار سوتے وقت۔ آپ کے والد ماجد صاحب کو سلام۔

فقیر احمد رضا قادری بھوالی بازار شب

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ

(۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

راحتِ جانم سلمہ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مضمون دیکھ کر اغلاط بنا کر بھیج دیا۔ حدیث شریف صحیح کا ارشاد ہے ان اللہ بیعت لہذاہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد امر دینہا بے شک ہر صدی کے ختم پر اس امت کے لیے ایک مجدد بھیجے گا امت کے لیے اس دین کو تازہ کرے گا۔ پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے، دوسری صدی کے مجدد امام شافعی و امام محمد و امام علی رضا و علی ہذا القیاس۔ یہ خیال کہ صرف مجدد الف ثانی مجدد ہوئے اور یہ کہ مجدد ہزار برس کے بعد ہوتا ہے سب جاہلانہ خیال ہیں۔ میں کل سے بہت پریشان ہوں دعا فرمائیے۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۵ رجب ۱۳۳۲ھ

(۷)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر دینی و یقینی سلمہ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

بھوالی شہر درکنار کوئی گاؤں بھی نہیں پہاڑ کی تلی میں چند دکانیں اور مسافروں کے ٹھہرنے کے معدود مکان۔ اس میں جمعہ و عیدین نہیں ہو سکتے۔ نئی تال شہر ہے۔ اس میں صرف دو مسجدیں ہیں، ایک چھوٹے بازار اور دوسری بڑے بازار، جہاں میرے احباب اہل سنت رہتے ہیں۔ اس مسجد کا امام ایک دیوبندی ہے، سنیوں نے مدتوں سے اس کے پیچھے نماز چھوڑ دی ہے۔ صوفی عنایت حسین صاحب کی دکان میں جمعہ و عیدین پڑھتے ہیں۔ مجھے انہیں احباب نے نماز پڑھنے کے لیے بلایا تھا۔ اسی دکان میں جہاں مدت سے جمعہ ادا کیا اس کے بعد بھوالی چلا آیا، اور اب جا کر نماز عید پڑھائی عید تو جمعہ کے لیے بھی مسجد شرط نہیں مکان دکان شہر کے میدان سب میں ہو سکتا ہے۔ سب احباب کو سلام والسلام.....

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ شب ۱۵ شوال مکرّم ۱۳۳۳ھ از بھوالی

(۸)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر ذینی و یقینی سلمہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

نفی العار کی کاپیاں ہو رہی ہیں۔ سلامۃ اللہ لا ھلح السنۃ غالباً آج چھپ گیا ہوگا۔ ماہ مبارک میں مطبع والے بھی بہت سست کام کرتے ہیں۔ قاضی عطا علی صاحب کا مضمون اب شاید بعد رمضان دیکھا جائے، آپ کی شادی کب ہے؟ میرا ارادہ ضرور ہے

یہ سر ہو اور وہ سنگ در وہ سنگ در ہو اور یہ سر

رضا وہ بھی اگر چاہیں تو اب دل میں یہ ٹھاتی ہے

وقت مرگ قریب ہے، اور میرا دل ہند تو ہند مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا ہے، اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت، اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو اور وہ قادر ہے بہر حال اپنا خیال ہے مگر جائداد کی جدائی یہ لوگ کسی طرح نہ کرنے دیں گے۔ خریدار کو مجھ تک بھیجے بھی نہ دیں گے۔ کوئی منقول شیئی نہیں کہ بازار بھیج کر نیلام کر دی جائے اور خالی ہاتھ بھیک پر گزر کرنے کے لیے جانا، نہ شرعاً جائز نہ دل کو گوارا۔ دعا کیجئے کہ ہر بات کا انجام بخیر ہو۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۰ ماہ مبارک ۱۳۳۲ھ

(۹)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر ذینی و یقینی مولوی عرفان علی سلمہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

فرنگی محلی نے مسلمانوں پر یہ افترا اٹھایا کہ انہیں گائے کی قربانی سے خلافت کمیٹی کے کاروبار میں رکاوٹ اور نصاریٰ کی خوشنودی مطلوب ہے۔ حالانکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ مسلمانوں کی قربانی اپنے رب عزوجل کے لیے ہے اور اپنا واجب مذہبی ادا کرنے کے واسطے۔ اسی بنا پر اپنے رسالہ 'قربانی گاؤ' مطبوعہ شمس المطالع لکھنؤ صفحہ ۲۸ پر کہا:

تم پر گائے کا گوشت حرام ہے۔ اس میں بھی میں حق بجانب ہوں۔ فقہ کی کتب کا مطالعہ کرنے والے واقف ہیں کہ قدم امیر کی غرض سے جو قربانی ہو اس کا کیا حکم ہے؟ وہ قربانی مردار ہے اور قربانی کرنے والا گنہگار ہے۔ شیخ سڈو کے بکرے کے متعلق علما کے فتوے موجود ہیں تو ظاہر ہے کہ جس قربانی گاؤ میں خوشنودی حکام کی مضمحل ہو اس کے حرام ہونے میں اور اس کے گوشت کے مردار ہونے میں کیا وجہ تامل کی ہے۔

اور اسی صفحہ پر اس سے دو سطر اوپر لکھا:

ان کو توبہ کرنا چاہیے ورنہ اصرارِ معصیت کبیرہ پر درجہ کفر تک پہنچا دیتا ہے۔

فرنگی کے ان اقوال پر شرعی فتویٰ لگایا جا چکا ہے۔ جسے ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۹ھ کو علما کے ہاتھ فرنگی محلی کے پاس پہنچا دیا گیا اور فرنگی محلی سے آج تک جواب نہ ہو سکا۔ پرچہ ہدم ۱۱ رمضان المبارک میں جن امور سے بودی توبہ شائع کی تھی، ان میں یہ اقوال متعلقہ قربانی بھی داخل ہیں۔ پھر اس توبہ کو بھی توڑ دیا اور اب پورا عناد و استکبار ہے۔

وہ نقل صدقہ کہ میں نے لکھا تھا مساکین سادات کرام کی بھی نذر کر سکتے ہیں۔ والسلام.....

فقیر قادری غفرلہ ۹ رزی الحج ۳۹ھ از جہاں

(۱۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر دینی و یقینی مولوی عرفان بیسل پوری سلمہ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

یہ اعلیٰ درجہ کا مقوی روح، مقوی قلب نسخہ بھیجتا ہوں، میں نے بنایا تھا۔ تیس روپے میں قریب آٹھ سو گولیوں کے بنی تھیں۔ جن میں شاید آٹھ دس میرے کھانے میں آئی ہوں، باقی تقسیم ہو گئیں۔ جس نے کھائیں بہت مدح کی۔ یہاں ایک بڑے حکیم صاحب ایک روپیہ فی گولی بیچتے ہیں، اور وہ اس کے فائدے کے نصف و ربع تک نہیں پہنچتیں۔ ان میں حضرات مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی برکت شامل ہے۔

حب جواہر

یا قوتِ ربانی عمیق یعنی شب سفید زہر مہرہ اصیل ورق طلا ۳ مثقال ایک مثقال کیم و نیم مثقال ۲ مثقال یک مثقال

درگلاب سرمہ ساسا سیدہ حب برابر بنخود بندند۔ خوراک یک تاسہ حب۔

آپ کا کارڈ آیا۔ اس کے جواب میں یہ نسخہ حاضر ہے ایک مثقال ساڑھے چار ماشے ہوتا ہے۔ دوسرا نسخہ قبوہ کا لکھتا ہوں۔

قبوہ مقوی معدہ و جگر و دماغ و مشتقی

پودینہ خشک دارچینی قرنفل الہی سفید جو کوب انیسوں ۵ ماشہ ۵ عدد ۲ ماشہ ۳ ماشہ

گاؤں زبان گیلانی بادرنجبویہ مویز منقی عود غرقی نبات سفید مشک ۳ ماشہ ۳ ماشہ ۱۰ ادانہ ۳ سرخ ۲ تولہ ۳ برنج

گلاب عمدہ تین تولہ۔ مجموعہ ایک خوراک ہے۔ چائے کی طرح جوش دے کر روزانہ پیئیں۔ حسب مزاج ان دواؤں میں

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

کی پیشی کر سکتے ہیں۔ والسلام.....

۲۵ شعبان المعظم روز جمعہ مبارک ۳۳ھ

(۱۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر دینی و یقینی سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اتنا پریشان و مایوس ہو جانا ہرگز نہ چاہئے۔ درہائے رحمت کھلے ہوئے ہیں۔ استغاثہ و استعانت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم و حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے برابر جاری رہے حضور کا توشہ مان لیجئے بلکہ نصف توشہ پہلے کر دیجئے اور پورا بعد کے لیے مان لیجئے توشہ کی اشیا حسب ذیل ہیں۔

میدہ	گندم	شکر	روغن زرد مغزیادام پستہ	کشمش
۵ مار	۵ مار	۵ مار	۵ مار	۵ مار
ناریل	قرنفل الاجئی	سفید دارچینی		
۶ چھناک	۶ چھناک	۶ چھناک		

والسلام.....

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ۔

(۱۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر دینی و یقینی راحت جانم مولوی عرفان علی سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام و دعائے مدعا آپ کے مسئلے گم ہو گئے تھے ہجوم کا خدات میں ملے جواب حاضر کرتا ہوں دونوں نسخے نسخہ لبوب میں بعض دوائیں کیا اب ہیں مائے شطرا عربی یوں ہی دوسرے نسخے میں مومیاے معدنی و روغن بلسان وغیرہ اور بعض نجس جیسے مرارہ گاؤ پیا شیر۔ ایام استعمال کی نمازیں اعادہ کرنے کا حکم ہے اور بعض کا استعمال قطعی حرام ہے جیسے موائے آدمی مقرض اس سے توبہ و استغفار لازم ہے میں اپنے مجموعہ میں دوائیں کم کر کے لکھنا چاہتا ہوں دریافت فرما لیجئے کہ بغیر ان کے نسخہ خراب تو نہ ہو جائے۔ سب احباب کو سلام و دعا۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۲۲ ربیع الاول شریف، ۱۳۳۶ھ

القاب و اوصاف

اعلیٰ حضرت ÷ امام اہل سنت ÷ مجدد المائۃ الحاضرہ ÷ مؤید الملة الطاهرہ ÷ صاحب الحجۃ القاہرہ ÷ عالم اہل السنۃ والجماعۃ ÷ بركة الزمان ÷ شمس العرفان ÷ علامۃ الزمان ÷ فخر الاعیان ÷ العلامة الكامل ÷ بحر الفضائل ÷ حامی سنت ÷ ماحی بدعت ÷ الشیخ الكبير ÷ فريد الدهر ÷ وحيد العصر ÷ العلامة المحقق ÷ الفہامۃ المدقق ÷ تاج المفتین ÷ سید العلماء الاعلام ÷ السيد الفرد الامام ÷ بقیۃ السلف ÷ حجة الخلف ÷ البحر الهلام ÷ بركة الانام ÷ ناصرہ الملة والدين ÷ سعد الملة والدين ÷ شیخ الاسلام والمسلمین ÷ عمدة العلماء العاملين ÷ آية من آیات الله ÷ حامل العلوم ÷ بركة الله فی الهند ÷ زينة العلم ÷ نائب المصطفى ÷ محی الشريعة ÷ کاسر الفتنة ÷ ناصر السنۃ ÷ قانع البدعة ÷ علامہ فاضل ÷ عالم علامہ ÷ استاذ معظم ÷ عالم جلیل ÷ بحر ذخار ÷ كثير الاحسان ÷ ریائے بلند ہمت ÷ بحر ناپیدا کنار ÷ صاحب ذکاء ÷ كثير الفہم ÷ عالم باعمل ÷ یکتائے زمانہ ÷ عظیم العلم ÷ دریائے معرفت ÷ محافظ فرائض ÷ محافظ واجبات ÷ محافظ سنن ÷ ماهر عربیت وحساب ÷ دریائے منطق ÷ وارث النبی ÷ عالی ہمم ÷ سردار مشاہیر ÷ مایہ افتخار فضلاء ÷ سعادت السلام ÷ محمود سیرت ÷ صاحب عدل ÷ صاحب احسان ÷ مرکز دائرہ علوم ÷ مطلع کواکب افلاک علوم ÷ نادر روزگار ÷ معتمد عالمان باعمل ÷ یادگار متقدمین ÷ فاضل متبحر ÷ وریائے وسیع ÷ بحر کامل ÷ عالم كثير العمل ÷ دریائے عظیم الفہم ÷ پشت بناہ امارت دین ÷ بالا ہمت ÷ صاحب عقل ÷ صاحب وجاہت ÷ صاحب جلالت ÷ انسان کامل ÷ سید المصنفین ÷ ملك العلماء ÷ صاحب تنقیح وتحقیق ÷ صاحب تزئین وتذقیق ÷ غوث مسلمانان ÷ استاذ الاساتذہ ÷ امام وقت ÷ امام معظم ÷ امام الهند ÷ ابو الوقت ÷ مرشد برحق ÷ کاسر نجدی جنود ÷ پرده در کفر ضلالت ÷ راسخ العلم ÷ پیشوائے اخبار ÷ چراغ زمان ÷

دعوت نامہ چہلم اعلیٰ حضرت

امہ زوبہ میں

مرغ بر گلو خنجر

طہید مہر درخشاں بخون خود زمین
شد است تیرہ زیلے رخ مہ انور
بجائے دف زدہ ناہید سینہ و زانو
با آب دادہ عطارو زگریہ صد دفتر

محترم جناب... مشاہد عزیز حسین صاحب..... زید مجدد،

حضور پر نور امام اہل سنت مجدد مائتہ حاضرہ مؤید ملت طاہر راس العرفان رئیس الاتقیاء شیخنا و شیخ الكل مفتی العرب والعجم
سیدنا و سندنا اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی افاض اللہ علیہ من شایب رضوانہ
واسکنہ فی بحجوحہ جنانہ فانی فی اللہ باقی باللہ نے سیر فی اللہ فرما کر تجلیات صفات حق سے فنا کے جلوے
دکھائے اور سیر من اللہ میں مسند ارشاد پر نزول اجلال فرما کر تکمیل ناقصاں و رشد و ارشاد کے خورشید تاباں چکائے۔ پھر سیر الی اللہ
سے فنا کے مطلق و دنیا کے دنی سے انقطاع کلی کا وقت محقق آیا، زبان شوق نے لقائے محبوب حقیقی کے لیے اخترت الرفیق الاعلیٰ
کا مزالیا، پیام وصال پر جان مشتاق نے ہزار جان سے لیک کہا، اور ۲۵/ ماہ صفر ۱۴۰۰ھ یوم جمعہ مبارک گھنٹہ ۲، ۳۸، بجے وصل
محبوب کے لیے ہم ہجران نصیب، اسیران غم فراق سے پردہ فرمایا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

عجب در دیت جانم رانمی دانم کہ چوں گریم

دلا خون شوکہ تا بر حال خود یک لحظہ خون گریم

سفر آخرت کے وقت سفر کی پوری دعائیں اور کلمہ طیبہ پڑھا، اللہ زبان مبارک اسے برابر جاری رہا۔ دم آخر ادھر جنبش لب
ختم ہوئی، ادھر طائر روح سے نفس عنصری سے پرواز فرمائی، اس میں ایک لمحہ کافرق نہ ہوا۔ ۱۲، ۱۲، بجے تک وصیت نامہ مرتب
کرایا۔ آخر میں فرمایا کہ وقت ملے نہ ملے لاؤ دستخط کر دیں۔ بعد دستخط خود تحریر فرمایا بصحت حواس واللہ شہید ولہ الحمد
وصلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علی شفیع المدینین وآلہ الطہین وصحبہ المکرمین وابنہ وحزبہ الی ابد
الابدین آمین الحمد للہ رب العالمین

اپنے دست اقدس سے لکھی اور پچھلا کلمہ جو زبان

جس کے نکلتے ہی روح مبارک اطہر سے پرواز کر گئی۔ کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذی الجلال

والاکرام۔ جیسی گھڑی سامنے رکھی تھی، وصایا پر عمل کرنے کے لیے گھڑی دیکھ کر فرمایا

وقت ہے اب یہ کرو، حتیٰ کہ بیسین شریف اور اس کے بعد سورہ رعد پڑھنے کے لیے فرمایا لفظ لفظ کا لہجہ سے سنا، اور جہاں اشتباہ ہوا اعادہ کرایا، جس سے معلوم ہوتا کہ اور منٹ منٹ کی خبر ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ الشریف نے چار ماہ بائیس روز پیشتر شریف و یطاف علیہم بآنیۃ من فضۃ واکواب فرمادی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ مزارِ انوار متصل مسجد رضوی خانقاہ رضویہ میں کا حضور و جان نور بنا۔ ہفتم ماہ فاخر ربیع الآخر یوم پنج شنبہ ۸ دسمبر ۱۲۱ھ کو عرس و جہلم ہوگا۔ اسی تاریخ سجادہ نشینی عمل میں آئے گی، اور باذنہ تعالیٰ یادگار حضور اعلیٰ حضرت قبلہ و تعمیر مزار و خانقاہ رضویہ کا سنگ بنیاد رکھا جائے گا۔ اطراف ہند سے حضرات مشائخ کرام و علمائے اعلام عمائد و روسائے ذوی الاحترام کرم فرمائیں گے، اور خواجہ تاجاں شان سلسلہ عالیہ رضویہ حصول انوار برکات کے لیے شرکت باعث شرف و سعادت جانیں گے۔ امید کہ براہ کرم تشریف لائیں، اور تاریخ و وقت آمد سے گدایان آستانہ کو مطلع فرمائیں۔ تاریخ و خطوط تعزیت اس کثرت سے آرہے ہیں کہ ان کے جواب سے معذوری ہے۔ ہم اپنے تمام برادران طریقت و مسترشدان حضور اعلیٰ حضرت، حضرات مشائخ و علمائے عمائد و روسا و اعزہ و احباب اہل سنت کا جنہوں نے اس عظیم سانحہ منجھ میں ہمدردی فرمائی اور ہمارے دل درد مند کی تسکین کے لیے خطوط و تار عزا بھیجے۔ ان کا تہ دل سے شکر یہ کیا جاتا ہے، خصوصاً ان حضرات کرام کا جنہوں نے شاندار جلسہ فائز منعقد فرمائے، تلاوت مصحف کریم ایصال ثواب میں خاص اہتمام و احتشام سے کام لیا۔ فجزاھم اللہ جزاء حسنا والسلام خیر ختام.....

گدایان آستانہ رضویہ

فقیر محمد حامد رضا قادری و فقیر مصطفیٰ رضا

مہتمم عرس رضوی

(نوٹ) اخباروں نے جو خط چھاپا محض جعلی تھا و کفی باللہ شہیدا اس کے رد میں جعلی خط والوں پر خدا کی لعنت چھاپ کر یہاں سے شائع کیا گیا، وہ یقیناً ہمارا ہے۔

زیارت نبوی حاصل ہونے کا طریقہ:

ملفوظات حصہ اول میں ہے کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت شریفہ حاصل ہونے کا طریقہ دریافت کیا۔ ارشاد ہوا: درود شریف کی کثرت شب میں، اور سوتے وقت کے علاوہ، ہر وقت تکثیر رکھے۔ بالخصوص اس درود شریف کو بعد عشا سو بار یا کتنی بار پڑھ سکے پڑھے: اللہم صل علی سیدنا محمد کما امرتنا ان نصلی علیہ اللہم صل علی سیدنا محمد کما ہو اہلہ • اللہم صل علی سیدنا محمد کما تحب وترضی لہ • اللہم صل علی روح سیدنا محمد فی الارواح • اللہم صل علی روح سیدنا محمد فی الالواح • اللہم صل علی جسد سیدنا محمد فی الاجساد • اللہم صل علی قبر سیدنا محمد فی القبور صلی اللہ علی سیدنا

محمد و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم • حصول زیارت اقدس کے لیے اس سے بہتر صیغہ نہیں، مگر خالص تعظیم شان اقدس کے لیے پڑھے۔ اس نیت کو بھی جگہ نہ دے کہ مجھے زیارت عطا ہو۔

آگے ان کا کرم بے حد و بے انتہا

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے

برکت رزق کی دعا:

کسی نے عرض کیا برکت رزق کی کوئی دعا ارشاد فرمائیں میں آج کل بہت پریشان ہوں۔ اس پر ارشاد فرمایا: ایک صحابی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ دنیا نے مجھ سے منہ پھیر لی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد) فرمایا۔ کیا وہ تسبیح تمہیں یاد نہیں، جو تسبیح ہے ملائکہ کی، اور جس کی برکت سے روزی دی جاتی ہے خلق کو دنیا آئے گی تیرے پاس ذلیل و خوار ہو کر۔ طلوع فجر کے ساتھ سو بار کہا کر سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم و بحمدہ استغفر اللہ۔ ان صحابی رضی اللہ عنہ کو سات دن گزرے تھے کہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ حضور! دنیا میرے پاس اس کثرت سے آئی، میں حیران ہوں، کہاں اٹھاؤں، کہاں رکھوں؟ اس تسبیح کا آپ بھی ورد رکھیں۔ حتی الامکان طلوع صبح صادق کے ساتھ، ورنہ نماز صبح سے پہلے۔ جماعت قائم ہو جائے تو اس میں شریک ہو کر بعد کو عدد پورا کیجئے، اور جس دن قبل نماز بھی نہ ہو کہے تو خیر طلوع شمس سے پہلے۔ (ق ۲۳۵)

؟؟ کے مسافر جیسی ہوتی ہے اس لئے لازم ہے کہ ہم اپنے اسلاف اور اکابر کے کارناموں کو یاد کرتے رہیں اور روشنی حاصل کرتے رہیں۔

رضا اکادمی ممبئی کے روح رواں اور محبت سنیّت عزیزم محمد سعید نوری اور مفتی صاحب کاسنیوں پر احسان ہے کہ ”سوانح اعلیٰ حضرت“ ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ میں ہر دو حضرات کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ادبی، علمی، سماجی اور دینی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ الحبيب الامین و علی آلہ و صحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

گدائے برکات

ڈاکٹر سید شاہ محمد امین قادری

خادم سجادہ آستانہ عالیہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ (ایضہ)

پروفیسر شعبہ اُردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۲۸ اگست ۲۰۰۳

کلماتِ دعائیہ

از: جانشین مفتی اعظم حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری مدظلہ، بریلی شریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

یہ جان کر بہت مسرت ہوئی کہ ”حیاتِ اعلیٰ حضرت“ مکمل عنقریب پہلی مرتبہ منظرِ عام پر آ رہی ہے۔ مولانا المحترم مفتی محمد مطیع الرحمن صاحب مظفر رضوی نے جس جدوجہد سے اسے حاصل کیا پھر اس کی ترتیب و تہذیب، تصحیح و تفسیر اور فہرست سازی میں جو عرق ریزیاں فرمائیں ان کے لئے وہ مبارک باد اور لائقِ صد ستائش ہیں۔

حضرت مولانا موصوف نے چند مقامات مجھے دکھائے جہاں توفیق کے حساب میں ہند سے غلط چھپ گئے تھے اور ترتیب میں بہت الٹ پھیر کا تب کی غلطی سے ہو گیا تھا۔ الحمد للہ انہوں نے ”حیاتِ اعلیٰ حضرت“ کے ساتھ ساتھ ”فتاویٰ رضویہ“ میں بھی مطبوعہ ان غلطیوں کی تصحیح کر دی۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب موصوف کو بہتر جزاء اس عمل خیر کی عطاء فرمائے اور اس میں جو بھی ان کے مدد و معاون ہوئے ان سب کو برکات دارین سے نوازے آمین بجاہ النبی الامین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

۲۳ جمادی الثانی ۱۴۳۳ ہجری

ارشاداتِ عالیہ

از: امین ملت حضرت ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ،
پروفیسر شعبہ اُردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

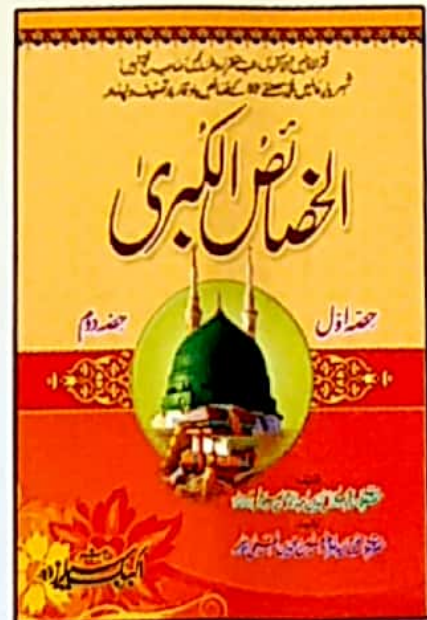
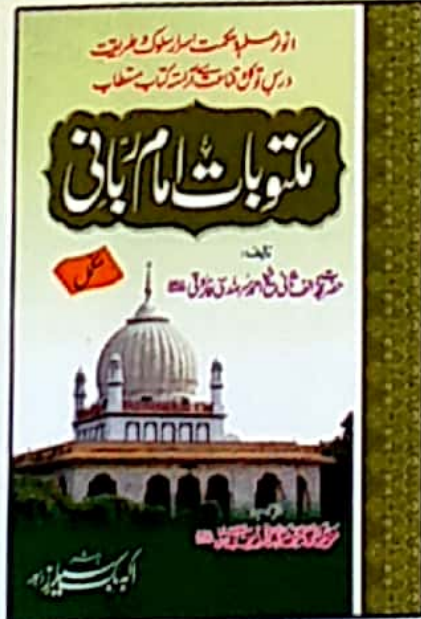
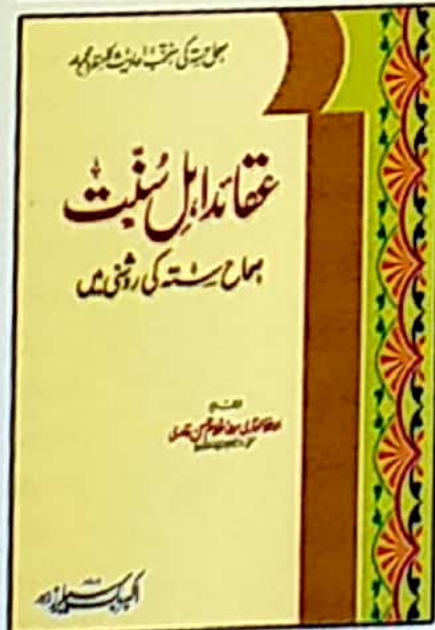
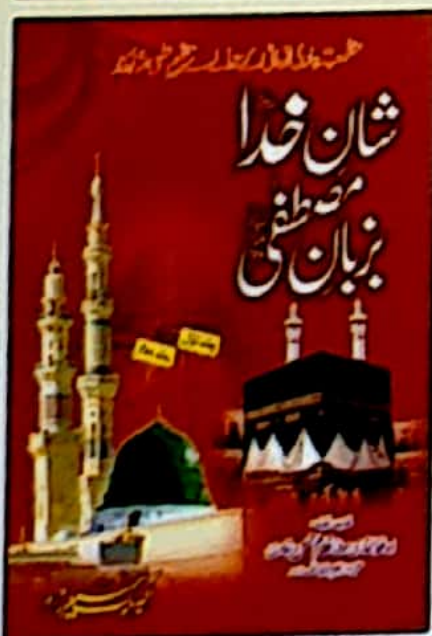
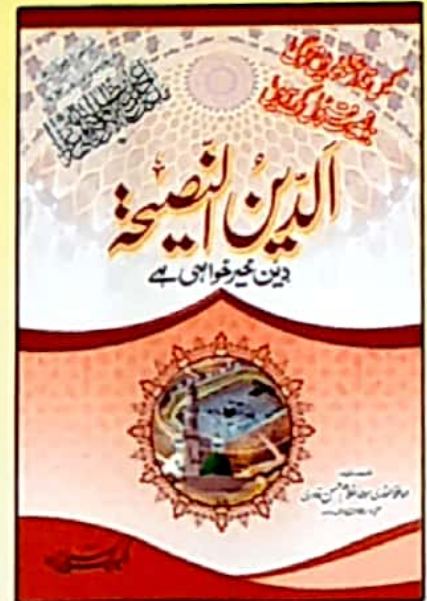
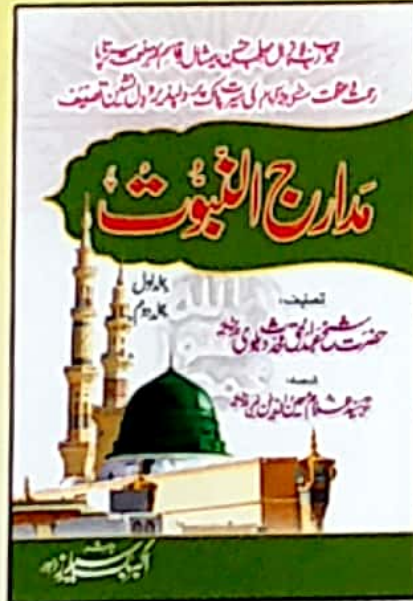
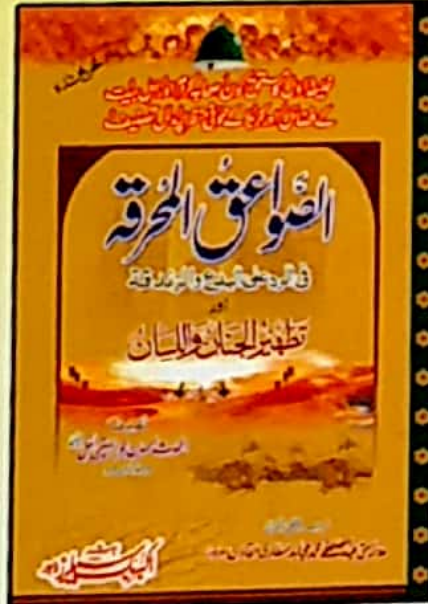
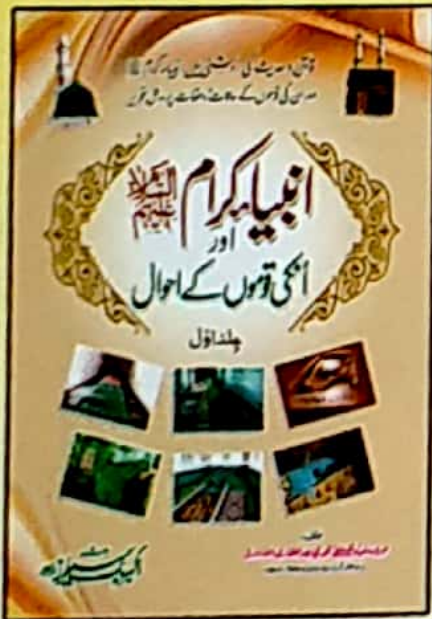
فقیر برکاتی نے حضرت مفتی محمد مطیع الرحمن مضطر کی مرتبہ ”حیاتِ اعلیٰ حضرت“ کے ضخیم مسودے کو گہرائی سے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ مفتی صاحب نے جس قدر کاوش کی ہے وہ بے مثال ہے۔

اردو میں سوانح نگاری کا فن نیا نہیں ہے۔ مجددِ اعظم امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی پہلی نثری سوانح ان کے چہیتے شاگرد اور خلیفہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے تصنیف فرمائی، ان سے پہلے مفتی محمود جان قادری جو دھ پوری علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت کی مختصر منظوم سوانح لکھ چکے تھے ملک العلماء نے ایک تحقیقی منصوبہ بندی کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی و قیغ سوانح لکھی جو چار جلدوں پر مشتمل تھی۔ چوتھی جلد فی الحال مفتی صاحب کی دسترس سے باہر ہے انشاء اللہ اس کی دستیابی جلد متوقع ہے۔

دو

اس سوانح کو مرتب کرنے میں طویل مدت صرف ہوئی۔ مفتی صاحب نے بے شمار کتابوں کی مدد سے جگہ جگہ حاشیے لگا کر سونے پر سہاگا کر دیا۔

جو قومیں اپنے اکابر کے حالات سے صرف نظر کرتی ہیں ان کی مثال بے منزل۔



اکبر شریز

زیندین سٹریٹ ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022